بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نزہۃ البساتین

اردو ترجمہ

روضۃ الریاحین

اولیاء اللہ کی زیارت و صحبت جسطرح انسان کی عملی و اخلاقی اصلاح کیلئے نسخہ اکسیر ہے اسیطرح دوسرے درجے میں انکے حالات، کشف و کرامات کے واقعات، اللہ تعالےٰ کی عبادت و طاعت میں انکے اعلیٰ مقامات اور انکے ملفوظات کا مطالعہ کرنا اور سننا بھی بیحد مجرب ہے

آٹھویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ

حضرت یافعی یمنیؒ کی کتاب روض الریاحین

ایسی ہی مستند و معتبر اور نہایت مفید کتاب ہے جسکی قدر اہلِ دین و اصلاح پہچانیں گے

ادب منزل ★ ایچ ایم سعید کمپنی
پاکستان چوک کراچی

مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

نزہۃُ البساتین

ترجمہ اُردو

روضۃ الریاحین

-: تصنیف :-

اِمامِ جلیل جرنبیل ابی محمد عبداللہ ابن اسعد یمنی یافعیؒ

ترجمہ

(حضرت مولانا) جعفر علی صاحب نگینوی

باھتمام :- نیازمند حاجی محمد ذکی عفی عنہ نبیرہ عالیجناب حاجی محمد سعید صاحب غفرلہٗ

ناشر ایچ۔ ایم سعید کمپنی ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی،

مطبوعہ

ایجوکیشنل پریس کراچی

تاریخ طبع

جولائی سنہ ۱۹۶۷ء

مطابق

ربیع الاول سنہ ۱۳۸۷ھ

قیمت

بارہ روپے

مشرقی پاکستان آفس

قرآن منزل

بابو بازار ـــــ ڈھاکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از

(حضرت المحترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم
مفتی اعظم پاکستان و صدر دار العلوم کراچی)

اولیاء اللہ کی زیارت و صحبت جسطرح انسان کی عملی و اخلاقی اصلاح کیلئے نسخۂ اکسیر ہے اسیطرح دوسرے درجہ میں اُن کے حالات و ملفوظات کا مطالعہ کرنا اور سُننا بھی بیحد مفید و مجرّب ہے لیکن ان حضرات کے حالات و ملفوظات کو جمع کرنے والوں نے عموماً نقل و روایت کے معاملے میں بہت تساہل برتا ہے ان بزرگوں کیطرف بہت سی ایسی چیزیں منسوب کر دی ہیں جو عوام کے اعمال و اخلاق بلکہ عقائد کیلئے بھی مضر ہیں اسلئے ضروری ہے کہ اس کام کیلئے صرف مستند و معتبر مصنّفین کی کتابوں کو پڑھا جائے آٹھویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ حضرت یافعیؒ یمنی کی کتاب روض الریاحین ایسی ہی کتاب ہے جسکی حکایت و روایت پر اعتماد کیا جاسکتا ہے یہ کتاب عربی میں تھی اسکا اردو ترجمہ نزہۃ البساتین کے نام سے عرصہ دراز ہوا مشترکہ ہندوستان میں مطبع مجیدی کانپور سے شائع ہوا تھا اور پھر نایاب ہوگیا۔

ہمارے حضرت حکیم الاُمت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ اپنے اصحاب مریدین کو اس کتاب کے مطالعہ کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ مگر اب اُسکی نایابی کے سبب یہ مشکل ہوگیا تھا۔

اتفاقاً ایک روز عزیزی محمد ذکی صاحب جو مالک مطبع مجیدی کے فرزند ارجمند ہیں سے میری ملاقات ہوگئی تو میں نے انکو یاد دلایا کہ آپکے والد ماجد نے ایک بہترین کتاب شائع کی تھی اب وہ عرصہ سے نایاب ہے کیا آپ اسکی طباعت کی طرف توجہ دینگے؟ موصوف نے بڑی خوشدلی سے اسکو قبول کیا اور بحمد اللہ اب وہ زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر ناظرین کے سامنے آنیوالی ہے اُمید ہے کہ اہلِ دین و اصلاح اسکی قدر پہچانیں گے اور اپنے گھروں میں اس کا مطالعہ کرنے اور دوسرے گھر والوں کو سنانے کا اہتمام کریں گے۔

ضروری ہدایات لیکن بزرگوں کے حالات و مقالات کا نرا مطالعہ بعض اوقات غلط فہمیوں کا بھی سبب بنجاتا ہے اسلئے سطور ذیل لکھی جاتی ہیں کہ انکی رعایت پیشِ نظر رہے تو مضر پہلو سے نجات ہو سکے۔

(۱) اکابر اولیاء اللہ کے حالات تین طرح کے ہیں، ایک انکی کشف و کرامت کے واقعات دوسرے اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت میں انکے اعلیٰ مقامات تیسرے انکی ملفوظات و ہدایات جو عام مسلمانوں کی اصلاح کیلئے ارشاد فرمائے۔ انمیں سے عوام کو اہتمام کے ساتھ پڑھنے سیکھنے کی چیز تیسرا ہی نمبر ہے وہی انکی تعلیمات کا خلاصہ ہے اور اصلاحِ عوام کے لئے اکسیر اعظم ہے اور دوسرے نمبر کے حالات اس حیثیت سے مفید ہیں کہ ان بزرگانِ دین کی عظمت و محبت دلوں میں پیدا ہو اور اُس محبت کے معنوی ثمرات عام لوگوں کو حاصل ہوں، لیکن بعض عوام ان اکابر کے اعلیٰ حالات و مجاہدات اور انکی کشف و کرامت کے عجیب واقعات دیکھکر اپنے زمانے کے مشائخ کو اُسی معیار سے جانچنے لگتے ہیں اور جب اُنمیں وہ نظر نہیں آتے تو اُن سے غیر معتقد ہو کر اُنسے استفادہ کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ شیطان کا بہت بڑا فریب ہے۔ آج جسطرح صحابہ و تابعین کا دور لوٹ کر نہیں آسکتا آپکی اصلاح کیلئے فاروق اعظم اور علی مرتضیٰ نہیں آسکتے اسیطرح جنید و شبلی اور معروف کرخی۔ ابراہیم بن ادھم، ذوالنون مصری بھی آج آپکو نہیں ملیں گے۔ اپنے زمانے کے مشائخ میں جو متبع شریعت اللہ والے ہوں کہ دُنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتے ہوں عام شغل ذکر اللہ یا علم دین کا ہو۔ کسی معروف بزرگ کے خلیفہ مجاز ہوں اتنا دیکھ لینا کافی ہے اور جسکو ایسا کوئی مربّی ملجائے اسکو غنیمت جان کر انکی صحبت و طاعت اختیار کرے پچھلے بزرگوں کی ریاضت و مجاہدات یا کشف و کرامت اگر انمیں نظر نہ آئیں تو اُن سے بدگمان نہ ہوں بزرگوں کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وہ تمہارے باطنی حالات اور اخلاق کو درست کر دیں اسکو دیکھو۔

(۲) دوسری ضروری بات یہ ہے کہ بعض بزرگوں کے حالات یا مقالات میں اگر آپکو کوئی ایسی چیز نظر پڑے جو خلافِ شرع ہو تو اُسکے متعلق انکی طرف سے تو اتنا خیال کر لینا کافی ہے کہ ممکن ہے کہ انکا کوئی عذر ہو یا ممکن ہے کہ واقعہ کے نقل میں غلطی ہو گئی ہو اسلئے بدگمانی سے اپنے آپکو بچائے مگر اُسکا اتباع اپنے عمل میں ہرگز نہ کرے اتباع اُسی چیز کا چاہیے جو جمہورِ اُمّت کے نزدیک شریعت کا حکم ہے۔ (۳) تیسری بات یہ ہے کہ کتاب کا یہ اُردو ترجمہ بہت پرانا ہے اور زبان بھی علمی انداز کی اختیار کیگئی ہے اگر کسی جگہ تردد و تامل ہو تو اپنی رائے سے اُسکا فیصلہ نہ کریں کسی عالم سے دریافت کر لیں۔

(۴) اس کتاب میں بہت سے مواقع میں اصطلاحی الفاظ اور عربی جملے ایسے آئے ہیں کہ عوام نہیں سمجھ سکتے میرا جی چاہتا تھا کہ دوسری طباعت میں مشکل الفاظ کی تسہیل کر کے اور غیر مترجم عربی عبارات کا ترجمہ کر کے شائع کیا جائے مگر خود اتنی فرصت نہ تھی اس لئے اسوقت اسکو غنیمت سمجھا کہ پہلی طباعت کی بعینہ نقل ہی وجود میں آجائے۔ ممکن ہے کہ تیسری طباعت میں اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اس کام کیلئے آمادہ کر دے واللہ الموفق و آمین

بندہ محمد شفیع عفی اللہ عنہ

۷ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ از مترجم عفی عنہ

ہے لائقِ حمد ذاتِ باری
ہر شے میں ہے جس کی طرفہ کاری
اِک قطرہ سے آدمی بنایا
دریا سے بڑھا چڑھا دکھایا
مخلوق تھی جتنی بحر و بر کی
ہر اِک کو جُدا جُدا خبر کی
ہے اشرفِ خلق آدمی زاد
تقلیدِ خرد میں سب سے آزاد
مٹی تھی پر آسماں بنایا
خورشید سے ذرّہ کو بڑھایا
پھر اُس پہ کیا ظہور اپنا
چمکا دیا دے کے نور اپنا
ڈالیں جو ظہور کی نگاہیں
مکشوف ہوئیں طلب کی راہیں
کی طائرِ روح نے وہ پرواز
پہنچا درِ قدس تک بصد ناز
اللہ بڑی ہے شان تیری
ہے سب سے نرالی آن تیری
مقبول کو دم میں کردے مردود
مردود ہو ایک پل میں محمود
تو چاہے تو بھوت بھی ولی ہو
کفار کی صلب میں نبی ہو
ہوں کس سے بیاں صفات تیری
اے پاک ہے پاک ذات تیری
پوری مِرے دل کی آرزو ہو
جب تک جیوں لب پہ تو ہی تو ہو
دم جائے نکل تری ثنا میں
اور نعتِ رسولِ مجتبےٰ میں
صلی اللہ علیہ وسلم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی رَفَعَ لِاَولِیَآئِہٖ ذِکرًا وَّجَعَلَ لَھُم فِی الحَیٰوۃِ بُشرٰے وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ اِمَامِ اَولِیَآئِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہِ الَّذِینَ ھُم خُلَصُ اَصفِیَآئِہٖ

امّا بعد اولیاء کا ذکر موجبِ نزولِ رحمت ہونا ظاہر و باہر ہے محتاجِ دلیل نہیں اور ان کے

واقعات کا مذاکرہ مورثِ محبتِ الٰہی اور باعثِ حلاوتِ قلبی، مفتقر الی البرہان نہیں اسی لئے صلحا سلف وخلف اِس باب میں رسائل وکتب مُدوّن کرتے چلے آئے ہیں اور آج تک یہی طریقہ جاری ہے۔ چنانچہ منجملہ ان رسائل کے روضۃ الرّیاحین فی حکایات الصالحین بھی ہے جس کے مصنف امام جلیل جزبیل ابی محمد عبداللہ ابن اسعد یمنیؒ یافعی ہیں۔ حضرت مصنف ممدوح کا تبحّر فی الحدیث اور تقویٰ شہرۂ آفاق ہے۔ چونکہ یہ مستند کتاب عربی زبان میں تھی اور عربی خوانوں کے سوا اور کوئی مستفید نہیں ہو سکتا تھا اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اسے سلیس اردو میں ترجمہ کر کے شائقین کاشف العلوم کی خدمت میں خصوصًا اور دیگر اصحاب کے لئے عمومًا پیش کیا جائے حق سبحانہٗ وتعالےٰ سے امید ہے کہ وہ ہمارے اِس ارادے کو پورا فرمائے اور اسے مقبول و نافع فرما کر ہمارے لئے ذخیرۂ سعادتِ اُخروی کرے۔ آمین یارب العالمین بحق طٰہٰ ویٰسین۔

واضح ہو کہ ہم نے ترجمہ میں اصل مقصود کی رعایت رکھی ہے۔ خصوصیاتِ عنوان کا لحاظ نہیں رکھا گیا اگر ہم محض لفظی ترجمہ کرتے تو شائقین کو لطف نہیں آتا۔ کہیں ہم نے نظم کا ترجمہ کیا ہے۔ کہیں ترک کر دیا ہے بجنسہ عربی اشعار لکھ دیئے ہیں۔ غرضکہ جہاں جہاں جیسا موقع و مناسب دیکھا عملدرآمد کیا ہے۔

ذکر حضرت مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام عبد اللہ ابن اسعد اور وطن آبائی یمن ہی۔ مگر ہمیشہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً ہی میں قیام پذیر رہے۔ مذہباً شافعی تھے، صاحبِ خوارق و کرامات تھے۔ اور تصانیف کثیرہ ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور اپنے زمانہ کے مشائخ کبار میں سے تھے آپ کے طریقہ کی نسبت حضرت غوث الثقلین سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک کئی واسطوں سے پہونچتی ہے۔ اپنی اکثر تصانیف میں جیسا کہ تاریخ یافعی، نشر المجالس، روضۃ الریاحین" (جس کے ترجمہ کا اسوقت قصد ہی) کرامات و خوارق و احوال حضرت غوث پاک کا کثرت سے ذکر کیا ہے۔ آپ جنابِ غوثیہ میں کمالِ اعتقاد و اخلاص رکھتے تھے۔

وفات آپ کی یکم جمادی الآخر روز شنبہ ۷۶۸ھ یا ۷۶۶ھ ہجری میں واقع ہوئی مزار آپ کا مکہ معظمہ میں خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ہے۔ قدس اللہ سرہ۔ کتاب کا خطبہ چونکہ نہایت طویل تھا، اسلئے اسے چھوڑ کر اصل مقصود کو پکڑ لیا ہے۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا ہے کہ میں چونکہ اولیاء اور صالحین کی محبّت کا محوی اور صوفیائے کرام و عارفین اور اہلِ ذوق و شوق و اہلِ خلوت و عزلت کا عاشق و دلدادہ تھا اور عمدہ عمدہ کتب کا جو حقائق و دقائق و احوال و اقوال و کرامات اولیاء سے لبریز و شیفتہ و مفتون ہوں اسلئے مجھے ان کی محبّت نے بمقتضائے مَنْ اَحَبَّ الشَّیْءَ اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ۔ اسطرف متوجہ کیا کہ اُن کے ذکر میں ایک کتاب لکھوں کہ جسمیں تمام اذکار و حکایات کا انتخاب اور بزرگوں کی کرامات و مقاماتِ عالیہ کا لب لباب ہو، اور ان کے کرامات و مقامات کیوں نہ ذکر کئے جائیں کہ اُن کی ارواحیں جمالِ خداوندی کو بے حجاب بے نقاب دیکھتی ہیں اور انکی حکایات قلوب قاسیہ کی حیات بخش ہیں اور ان کے حالات کی شرابِ ناب تشنگانِ محبت کی پیاس بجھانے والی ہے۔ میں ان کی یہ مستند حکایات محبین و عشاق اور جو اسکی خوشبو سونگھنے والے ہیں اُن کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرتا ہوں۔ اور اس کتاب کو "روض الریاحین فی حکایات الصالحین" سے مسمی اور نزہۃ النواظر و تحفۃ القلوب والحضر

فی حکایات الصالحین والاولیاالاکابر سے ملقب کرتا ہوں۔ جن بڑے بڑے ائمہ اور فاضل بزرگوں کی کتابوں سے منتخب و ملخص کرکے اس کتاب کو جمع کیا ہے منجملہ ان کے حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل کئے جاتے ہیں :-

(۱) امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالیؒ (۲) امام استاذ ابو القاسم قشیریؒ (۳) امام شیخ شہاب الدینؒ سہروردی۔ (۴) شیخ امام ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم خیریؒ (۵) شیخ امام تاج الدینؒ ابن عطاء اللہ شاذلی سکندری (۶) شیخ ابو العبّاس احمد بن علی القسطلانیؒ۔ (۷) امام عالم ابو الفرج بن جوزیؒ (۸) شیخ ابو عبداللہ محمد بن قدامہ مقدسیؒ (۹) شیخ امام عالم ابو اللیث نصر محمد سمرقندیؒ۔ (۱۰) امام ابو العبّاس احمد بن علی معروف ابن الاطربانیؒ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ علاوہ ان دس حضرات کے اور بھی بہت سے بزرگوں کی تالیفات سے انتخاب کرکے پانچسو حکایتیں اسمیں درج کی ہیں۔

مقصود کے علاوہ پانچ فصل اور ہیں جنمیں سے دو فصل کو مقدمہ اور دو کو خاتمہ اور ایک کو خاتمۃ الخاتمہ قرار دیا ہے۔

مقدمہ کی پہلی فصل میں اولیاء صالحین، فقراء و مساکین کے کچھ فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ اور دوسری میں اولیاء اور برگزیدہ لوگوں کی کرامات کا اثبات ہے۔

خاتمہ کی پہلی فصل میں جواب اور رد منکرین قضا درج ہے جو بزرگوں کی حکایات کا انکار کرتے ہیں اور دوسرے میں اولیاء اور فقراء کے عقائد کا ذکر ہے۔

خاتمۃ الخاتمہ میں کچھ ذکر جنت کے عجائبات کا ہے اور پھر کتاب کو خاتم الانبیاء و تاج الاصفیاء محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف پر ختم کر دیا ہے۔

اور ایسے لوگوں کی حکایات کو لکھا ہے کہ جو اولیاء اور صلحاء و مشائخ صوفیہ و اہل دین و جذب و سالکین صادقین و صدیقین و فقراء مبارک ذات و مجاہدین و زاہدین و عابدین ان حکایات سے انشاء اللہ تعالیٰ زاہد و عابد و اہل تقویٰ منتفع ہوں گے اور ارادتمندوں اور عقیدتمندوں کے دل قوی اور ثابت قدم ہوں گے، چنانچہ تاج العارفین قطب العلوم سید الطائفہ ابو القاسم جُنید قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت حکایات کے مذاکرہ اور بزرگوں کے تذکرہ سے مریدوں کو کیا نفع ہوتا ہے۔ فرمایا حکایات تو اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر کے مثل ہیں کہ ان سے مریدوں کے قلوب مطمئن اور ثابت قدم ہوتے ہیں۔ سائل نے عرض کیا کہ حضرت

اس کی کوئی دلیل بھی ہے۔ فرمایا ہاں حق تعالیٰ فرماتا ہے وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ اور ایسے ہی شیخ صالح عارف کبیر ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک واعظ کی مجلس میں آیا، اسکے وعظ نے میرے دل میں اسوقت تو اثر کیا، لیکن جب وعظ ختم ہو چکا تو دل میں کچھ بھی نہ تھا۔ اسکے بعد پھر گیا۔ اور سنا تو دل میں اس کا اثر راستہ تک باقی رہا بعد میں کچھ نہ رہا۔ تیسری مرتبہ پھر سنا تو راستہ میں بھی اثر تھا اور جب گھر آیا تو اسوقت بھی اثر پایا۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور معاصی کے سب سامان توڑ پھوڑ ڈالے اور اللہ کا راستہ لے لیا کہتے ہیں کہ اس حکایت کو جب شیخ عارف واعظ یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ سے سنا، فرمایا چڑیا نے کلنگ کا شکار کر لیا۔

چڑیا سے مراد شیخ کا وعظ اور کلنگ سے مراد ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اور روایت ہے کہ نیک بندوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ میں نے بنظر اختصار حکایات کی سندیں نہیں لکھیں اور نیز اسوجہ سے کہ ناظرین دو حال سے خالی نہیں یا تو ان بزرگوں سے معتقد ہیں یا نہیں۔ اگر معتقد نہیں تو سند سے بھی کوئی نفع نہیں اور اگر معتقد ہیں تو بغیر ذکر سند بھی فیضیاب ہوں گے۔ اور یہ حکایات مثل احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قوی سندوں پر موقوف بھی نہیں کیونکہ اُن سے کوئی حکم شرعی مستنبط نہیں ہو سکتا بلکہ محض حکایاتِ وعظیہ ہیں، سو بہتر و مناسب یہی ہے کہ ان حکایات سے پند و فیض حاصل کریں اور انکار نہ کریں کیونکہ شیوخ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ کم سے کم منکر کی سزا و عقوبت یہ ہے کہ وہ اولیاء اللہ کی برکات سے محروم رہتا ہے کہ ایسے شخص پر سوء خاتمہ کا بھی خوف ہے۔ نعوذ باللہ من سوء القضاء۔

شیخ عارف ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب قلب اللہ تعالیٰ سے اعراض اور روگردانی کا مخالفت کرتے کرتے خوگر ہو جاتا ہے تو اللہ کے بندوں کے پیچھے پڑتا اور ان کا انکار کرتا ہے۔

شیخ عارف ابو الفوارس شاہ ابن شجاع کرمانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کی محبت سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں کیونکہ ان کی محبت اللہ عزّوجل کی محبّت کی علامت ہے۔

استاذ ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم کو جو علم اللہ کی طرف سے عطا ہوا ہے اسکی تصدیق کرنا بھی ولایت ہے۔ شیخ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ولایتِ صغریٰ ہے نہ ولایت کبریٰ۔

میں کہتا ہوں کہ صوفیہ صافیہ رضی اللہ عنہم کے مسلک میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں:۔

پہلی قسم تو وہ ہیں جو کہ صوفیہ کے علم کی تصدیق ان کو حاصل ہے اور ان کے طریقۂ پاک کا ان کو

علم ہے اور اُن کے مشرب و احوال سے ذوق بھی ہے۔

دوسری قسم وہ ہیں جنھیں تصدیق مذکور اور علمِ مذکور تو حاصل ہے مگر دولتِ ذوق نہیں۔

تیسری قسم وہ ہیں کہ ان کو محض تصدیق ہے علم اور ذوق سے محروم ہیں۔

چوتھی قسم وہ ہیں کہ نہ تصدیق ہے نہ علم نہ ذوق۔

یا اللہ ہم آپ سے بزرگوں کی برکات سے محرومی اور بے بہرہ ہونے سے پناہ مانگتے ہیں اور مغفرت کے طالب ہیں۔ اللّٰھم آمین۔

اور یہ بات واضح رہے کہ یہ خاکسار اس کا معترف و مقر ہے کہ ان کے احوال و ذوق سے بالکل خالی ہوں اور ان حضرات کی تحقیقاتِ علمیہ سے جاہل اور ان کے طریق پر چلنے سے عاجز۔ مگر ہاں اُن کا دلدادہ اور شیفتہ ضرور ہوں اور ان کے صدق کا دل سے یقین رکھنے والا (مترجم) اس مضمون کو کسی نے کیا خوب نظم کیا ہے۔

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ	لَعَلَّ اللّٰهُ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

یعنی نیک بندوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان میں سے نہیں ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ اُن کی محبت سے مجھے بھی نیکی نصیب فرمائے۔

مقدّمہ

(پہلی فصل اُن آیات و احادیث و آثار میں جن سے اولیاء و فقراء کے فضائل ثابت ہوتے ہیں)

آیات

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ○

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یہ لوگ اُن کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام فرمایا ہے اور وہ نبی۔ صدیق، شہید اور نیک بندے ہیں اور یہ لوگ (کیا ہی) اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ ہی کا جاننا بس کرتا ہے۔

(۲) أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آگاہ رہو جو خاصانِ خدا ہیں اُنہر نہ کچھ ڈر ہے اور نہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے ان کے لئے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے نہیں بدلتیں اللہ کی باتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

(۳) إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ

اور فرمایا اے ابلیس جو میرے بندے ہیں اُنپر ترا قابو نہیں

(۴) وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ○

اور فرمایا جن لوگوں نے ہماری راہ میں مشقتیں اٹھائیں ہم انھیں اپنے راستے ضرور دکھائیں گے اور بیشک اللہ تعالےٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

(۵) يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

اور فرمایا اللہ تعالےٰ انھیں دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں

(۶) رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ

اور فرمایا مسلمانوں میں کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے اللہ

عَلَيۡهِ -
(۷) اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ
اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ
اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا
بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ
نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا
وَفِى الۡاٰخِرَةِ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ
اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ
نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ ۝
(۸) مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ
يَّتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَهُمۡ
يَسۡجُدُوۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ
الۡاٰخِرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ
عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُسَارِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ
وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝
(۹) وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ
رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ
وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ تُرِيۡدُ
زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا
قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا -
(۱۰) لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِيۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ
اللّٰهِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِى الۡاَرۡضِ
يَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِيَآءَ مِنَ
التَّعَفُّفِ تَعۡرِفُهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ لَا يَسۡئَلُوۡنَ
النَّاسَ اِلۡحَافًا ۝

کے عہد کو سچ دکھایا۔
اور فرمایا بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار تو اللہ ہے پھر اسی عقیدہ پر جمے رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ رنجیدہ ہو اور اس جنت کا مژدہ سنو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت کی زندگی میں اور تمہارے لئے وہاں ہر شے موجود ہوگی جس کو تمہارا جی چاہے اور جو تم مانگو وہاں تمہارے لیئے موجود ہے۔ یہ بخشنے والے مہربان کیطرف سے بطور مہمانی کے ہے۔

اور فرمایا اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راتوں میں کھڑے ہوئے اللہ کی آیتیں پڑھتے رہتے ہیں اور اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک بات کا حکم کرتے ہیں اور بری بات سے روکتے ہیں اور نیک کاموں کے لئے دوڑ پڑتے ہیں اور یہی لوگ نیک بندے ہیں۔

اور فرمایا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکیں جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسکی رضامندی چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں اُن سے نہ پھریں کہ آپ دنیا کی زندگی کی آرائش کے طالب ہو جائیں اور نہ اطاعت کیجئے اُس کی جس کے دِل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل بنا دیا

اور فرمایا خرچ کیا کرو ان مفلسوں پر جو اللہ کی راہ میں رُکے ہوئے ہیں زمین میں چل پھر نہیں سکتے انجان انھیں بے سوالی کیوجہ سے مالدار سمجھتے ہیں۔ آپ انھیں اُن کی صورت سے پہچان جائیں گے۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔

احادیث

فقراء اور اولیاء کے فضائل میں یوں تو بے شمار حدیثیں وارد ہوئی ہیں مگر ہم یہاں صرف ان حدیثوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان آیتوں کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے فقراء و اولیاء کے فضائل ثابت ہوتے ہیں۔ مگر ہم ان دس ہی آیتوں پر بس کرتے ہیں۔

رُوِّيْنَا فِي صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّذِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّذِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِيْ اَعْطَيْتُهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَ بِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے ولی سے عداوت باندھے تو میں اسے اپنے سے لڑائی کی اطلاع دیتا ہوں اور جن عملوں سے میرا بندہ مجھ سے قربت طلب کرتا ہے اُن میں سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ عبادتیں ہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور جب ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرا قرب طلب کرتا ہے تو میں اُسے چاہنے لگتا ہوں اور جب میری محبت بڑھتی ہے تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ چلتا ہے اور اگر مجھ سے مانگتا ہے تو دیتا ہوں اور جو پناہ چاہتا ہے پناہ دیتا ہوں

رُوِّيْنَا فِي صَحِيْحِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَا يُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ ۔

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے ایسے شخص ہیں کہ پریشان بال میلے کچیلے دروازوں سے دھکیلے گئے ہیں کہ کسی کو ان کی کچھ پرواہ نہیں (اور اللہ کے نزدیک ان کا ایسا مرتبہ ہے) اگر اللہ پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ضرور اُن کی قسم کو سچا کر دے۔

رُوِّيْنَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ

صحیحین میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض

رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَىُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ رَجُلٌ يَعْتَزِلُ فِىْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهٗ وَفِىْ رِوَايَةٍ يَتَّقِى اللّٰهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ۔	کیا یارسول اللہ لوگوں میں افضل کون ہے۔ فرمایا افضل تو وہ ہے جو اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ عرض کیا یارسول اللہ پھر کون ہے فرمایا وہ جو کسی غار میں سب سے علیحدہ ہو کر جا پڑے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ سے ڈرے۔ اور لوگوں کو اپنے شر سے بچاوے۔

مترجم:۔ صوفیہ کرام نے یہیں سے تو لیا ہے کہ جو خلوت اختیار کرے اسے چاہیئے کہ اپنے دل میں یہ سمجھے کہ میں لوگوں کو اپنے شر سے بچاتا ہوں اور یہ خیال بھی نہ کرے کہ میں خود مکروہات سے بچتا ہوں۔ کیونکہ یہ بات عُجب کی طرف دوڑاتی ہے۔ سبحان اللہ حضورؐ نے کیا عمدہ علاج ارشاد فرمایا ہے۔ ایک دوسری حدیث کے مضمون کو کسی نے کیا خوب نظم کیا ہے جسے ہم بجنسہٖ درج ذیل کرتے ہیں۔

اَخَصُّ النَّاسِ بِالْاِيْمَانِ عَبْدٌ	خَفِيْفُ الْحَاذِ مَسْكَنُهُ الْقِفَارُ
لَهٗ فِى اللَّيْلِ حَظٌّ مِّنْ صَلٰوةٍ	وَمِنْ صَوْمٍ اِذَا طَلَعَ النَّهَارُ
وَقُوْتُ النَّفْسِ يَاْتِىْ فِىْ كَفَافٍ	وَكَانَ لَهٗ عَلٰى ذَاكَ اصْطِبَارُ
وَفِيْهِ عِفَّةٌ وَّبِهٖ خُمُوْلٌ	اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ لَا يُشَارُ
وَقَلَّ الْبَاكِيَاتُ عَلَيْهِ لَمَّا	قَضٰى نَحْبًا وَّلَيْسَ لَهٗ يَسَارُ
فَذَالِكَ قَدْ نَجَا مِنْ كُلِّ شَرٍّ	وَلَمْ تَمْسَسْهُ يَوْمَ الْبَعْثِ نَارُ

(ترجمہ) یعنی لوگوں میں ایمان اسی کا حصہ ہے جو ہلکا کم سامان والا ہے۔ اور خلوت میں رہے رات کو نماز، دن کو روزہ سے اُسے حصہ ملا ہو، اور روزی اُسے بقدر حاجت ملتی ہو اور وہ اسپر قانع ہو۔ اور اسمیں عفت و پاکدامنی اعلیٰ درجہ کی ہو اور ایسا گمنام ہو کہ لوگوں کی انگلیاں اسکی طرف نہ اٹھتی ہوں اور جو مرے تو اُسپر رونے والیاں بھی کم ہوں۔ اور ترکہ کا نام و نشان نہ ہو۔
ایسا شخص ہر شر سے نجات پا گیا اور قیامت کو آگ اُسے نہ چھوئے گی

رُوِّيْنَا فِىْ صَحِيْحِ الْبُخَارِىِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِىْ وَقَالَ كُنْ	صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے شانے کو پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں مسافر اور راہگیر

فِی الدُّنْیَا كَاَنَّكَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا یَقُوْلُ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَیَاتِكَ لِمَوْتِكَ ـ	جیسا رہ۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جب توشام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح کرے توشام کا انتظار نہ کر (یعنی موت کے لئے ہر وقت مستعد رہ) اور اپنی تندرستی میں اپنی بیماری کے لئے اور اپنی زندگی میں موت کے لئے سامان کر رکھ۔
(۵) رُوِّیْنَا فِیْ كِتَابِ التِّرْمِذِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِیَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ	ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقراء و مساکین اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

میں نے ایک صاحب ولایت کو وجد و حال میں دیکھا کہ وہ رو رو کر کہہ رہا تھا۔

قَالَ لَنَا حَبِیْبُنَا اَلْیَوْمَ لَھُمْ غَدًا لَنَا

یعنی ہمارے حقیقی محبوب نے ہمیں یہ کہدیا ہے کہ آج کا دن تو ان کا ہے اور کل کا دن ہمارا ہے

رُوِّیْنَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اُسَامَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قُمْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَہَا الْمَسَاكِیْنَ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَیْرَ اَنَّ اَہْلَ النَّارِ قَالَ اُمِرَ بِہِمْ اِلَی النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰی بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَہَا النِّسَاءُ	صحیحین میں اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں جو جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اکثر اس کے داخل ہونے والے مساکین ہیں اور تو انگر سب مقید و محبوس ہیں۔ مگر ان میں جو جہنم کے قابل تھے انھیں جہنم میں لیجانے کا حکم ہو گیا تھا، اور جہنم کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اکثر داخل ہونے والے اُسکے عورتیں ہیں۔
(۷) رُوِّیْنَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ اَیْضًا عَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ	صحیحین میں سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ جَالِسٍ
عِنْدَہٗ مَا رَأْیُکَ فِیْ ھٰذِہٖ فَقَالَ
رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ ھٰذَا وَاللّٰہِ
حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ یُّنْکَحَ وَاِنْ شَفَعَ
اَنْ یُّشَفَّعَ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ
فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ مَا رَأْیُکَ فِیْ ھٰذَا فَقَالَ یَا
رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَآءِ
الْمُسْلِمِیْنَ ھٰذَا حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ
لَا یُنْکَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا یُشَفَّعَ وَاِنْ
قَالَ لَا یُسْمَعُ لِقَوْلِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا خَیْرٌ
مِّنْ مِلْأِ الْاَرْضِ مِثْلَ ھٰذَا۔

(۸) رُوِّیْنَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ اَیْضًا عَنْ اَبِیْ
مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ
اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَ
جَلِیْسِ السُّوْٓءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَ
نَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ
یُّحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ وَاِمَّا
اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَنَافِخُ
الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَکَ وَ
اِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا مُّنْتِنَۃً

(۹) رُوِّیْنَا فِیْ کِتَابِ التِّرْمِذِیِّ

گذرا تو حضورؐ نے ایک شخص سے پوچھا جو آپ کے قریب بیٹھا تھا کہ تیرے نزدیک یہ شخص کیسا ہے۔ اس نے عرض کیا یہ شریف لوگوں میں سے ہے اور قسم ہے اللہ کی یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغام بھیجے تو فوراً نکاح کر دیا جائے۔ اور سفارش کرے تو قبول کی جائے۔ حضورؐ نے سن کر سکوت فرمایا۔ پھر ایک اور شخص گذرا آپ نے پوچھا یہ کیسا ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ فقراء مسلمین سے ایک شخص فقیر ہے اور یہ ایسا ہے کہ اگر کہیں پیام بھیجے تو کوئی قبول نہ کرے، اور جو کسی کی سفارش کرے تو کوئی نہ سنے اور اگر بات کرے تو کوئی خیال نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسا ہے اگر پہلے جیسے آدمی سے سارا عالم بھر جائے تو یہ ان سب سے اچھا ہے۔

صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے ہمنشین کی مثال مشک والے کی سی ہے اور برے ہمدم کی مثال بھٹی دھونکنے والے کی ہے۔ مشک والا یا تو کچھ دیدیگا۔ یا خود اس سے کچھ خریدے گا اور یا خوشبو ہی سے منتفع ہوگا اور بھٹی والا یا کپڑے پھونک دے گا۔ یا بدبو سے دماغ خراب کر دیگا۔

(یعنی نیک ہر حال میں نافع ہے اور بد صحبت ہر وقت مضر ہے۔

ترمذی میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے

عَنْ مَعَاذِبْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَہُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ یَغْبِطُہُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّہَدَآءُ قَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَفِیْ مُوَطَّا لِاِمَامِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِاِسْنَادِہِ الصَّحِیْحِ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ۔

روایت ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے میرے واسطے دوستی رکھتے ہیں ان کے لئے قیامت میں نور کے منبر ہوں گے۔ اُن کے درجہ پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے + اور موطا امام مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں سند صحیح سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبّت اُن کے لئے واجب و لازم ہو گئی جو آپس میں میرے واسطے محبت رکھتے اور میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری ہی وجہ سے آپس میں دیتے لیتے ہیں۔

(۱۰) رُوِیْنَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَۃٌ یُظِلُّہُمُ اللّٰہُ تَحْتَ ظِلِّہٖ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاءَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اِجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَافْتَرَقَا عَلَیْہِ وَرَجُلٌ دَعَتْہُ امْرَاَۃٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ تَعَالٰی وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا حَتّٰی لَا تَعْلَمُ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اُس روز اپنے سایہ میں جگہ دیگا جبکہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا (۱) بادشاہ عادل (۲) وہ جوان جس نے اپنی پیاری عمر عبادت میں صرف کر ڈالی (۳) مسجد سے دل بستگی ہو (۴) وہ دو شخص جو اللہ کے واسطے آپس میں دوستی اور محبّت رکھتے ہیں۔ جب ملتے ہیں تو اسی واسطے اور جب علیحدہ ہوتے ہیں تو اسی دھن میں ہوتے ہیں (۵) وہ شخص کہ جسے کوئی حسین و جمیل نامدار عورت بدکاری کیواسطے بلائے اور وہ یہ کہکر اسکی طرف رُخ نہ کرے کہ میں تو اپنے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں

وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔

(۶) وہ جو صدقہ دیکر ایسا چھپائے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کرنے کی بائیں کو خبر نہ ہو (۷) جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بہ جائیں۔

یہ دس حدیثیں فضائلِ اولیاء میں سب صحیح ہیں چنانچہ واضح ہے اور چند حدیثیں ہم اور ذکر کرتے ہیں کہ ان کو بھی ائمہ حدیث نے اپنی اپنی کتاب میں مع سند ذکر کیا ہے۔

(حدیث) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کے چالیس ۴۰ ابدال ہیں بائیس ۲۲ ان میں سے شام میں اور اٹھارہ عراق میں جب اُن میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی جگہ دوسرے کو قائم مقام فرما دیتا ہے۔ جب قیامت آئیگی سب فوت ہو جائیں گے۔

(حدیث) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کے تین سو بندے ایسے ہیں کہ ان کے دل آدم علیہ السّلام کے دل کی مثل ہیں اور چالیس بندے ایسے ہیں کہ ان کے دل ابراہیم علیہ السلام کے قلبِ مقدس کی مانند ہیں اور پانچ شخص ایسے ہیں کہ ان کے دِل جبرئیل علیہ السّلام کے دِل کے قریب ہیں اور تین شخص اس قسم کے ہیں کہ ان کے دِل میکائیل علیہ السّلام کے قلب کے موافق ہیں اور ایک بندہ ایسا ہے کہ اس کا دل اسرافیل علیہ السّلام کے دل جیسا ہے۔ جب انمیں سے کوئی ایک مرجاتا ہے اُس کی جگہ اللہ تعالیٰ تین والوں میں سے ایک کو قائم مقام کر دیتا ہے اور جب کوئی ان تین میں سے وفات پاتا ہے تو پانچ میں سے ایک کو خلیفہ بنا دیتا ہے اور جب پانچ میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو حق تعالےٰ سات میں سے کسی کو اس کا نائب بنا دیتا ہے۔ اور جب سات میں سے کوئی راہی ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ چالیس میں سے کسی کو اسکی جگہ تفویض فرماتا ہے اور جب اُن چالیس میں سے بھی کوئی موت کا جام پیتا ہے تو تین سو میں سے کسی کو اس کا جانشین بنایا جاتا ہے اور جسوقت ان تین سو میں سے کوئی رحلت کرتا ہے تو عام مخلوق میں سے کسی کو برگزیدہ کرکے اس کا جانشین فرمایا جاتا ہے اور وہ ایسے متبرک لوگ ہیں کہ ان کی برکت سے حق تعالےٰ امتِ محمدیہ سے بلا کو دفع فرماتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اس حدیث میں جو ایک بندہ کا ذکر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس سے مراد قطب ہے اور وہ غوث بھی ہوتا ہے اور اس کا مرتبہ اور منزلت اور اولیاء میں ایسی ہوتی ہے جیسے دائرہ میں نقطہ جو مرکز دائرہ ہوتا ہے۔ تمام عالم کا انتظام اسی کے متعلق ہوتا ہے۔

اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ قلوب انبیاء اور ملائکہ کے اپنے قلب مبارک کو اس لئے ذکر نہ فرمایا کہ آپ کے قلبِ پُر نور کی مثل تو قادرِ مطلق نے عالم میں کسی کے قلب کو شرافت اور لطافت میں پیدا ہی نہیں فرمایا تھا۔ تمام انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام اور کل ملائکہ کے قلوب محبوبِ خدا سرورِ کائنات، خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ طاہر و مطہر کے سامنے ایسے ہیں جیسے ستارے آفتاب کے روبرو صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین۔ شیخ عارف **ابو الحسین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام قلوب کی طرف نظر فرمائی تو کسی قلب کو سوائے قلبِ پاک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی طرف زیادہ مائل و متوجہ نہ پایا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو معراج کا شرف عطا فرمایا تاکہ رویت اور ہمکلامی باہم جلد ہو۔ اور شیخ کامل غریقِ بحرِ معارف و توحید **ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح میدانِ معرفت میں دوڑیں ہیں، ان سب میں ہمارے نبیٔ پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدس ہی آگے بڑھ کر بستانِ وصالِ ربانی تک قدم زن ہوئی۔

(حدیث) علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ **ابدال** شام میں ہیں۔ **نجیب** مصر میں اور **عصائب** عراق میں **نقیب** خراسان میں **اوتار** تمام زمین میں اور خضر علیہ السلام سب کے سردار اور امیر ہیں۔

اور خضر علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تین سو اولیاء ستّر نجیب ہیں اور زمین میں چالیس اوتار۔ دس نقیب سات عارف اور تین مختار ہیں اور ایک اُن میں سے غوث ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وانا اجمعین۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے چند بندے ہیں کہ انھیں **ابدال** کہتے ہیں اور جو مرتبہ انھیں نصیب ہوا ہے وہ روزہ نماز، خشوع و خضوع، حسنِ ظاہری سے نہیں ہوا۔ بلکہ خالص تقوے۔ نیت حسنہ۔ اور سلامت صدر۔ اور تمام مسلمانوں پر رحمت کی وجہ سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے علم کے ساتھ برگزیدہ فرما کر اپنی ذاتِ پاک کے لئے خالص بنایا ہے اور وہ چالیس آدمی ہیں کہ ان کے قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب جیسے ہیں۔ جو ان میں سے مرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی جگہ دوسرے کو خلیفہ بنا دیتا ہے۔ وہ نہ کسی کو گالی دیتے ہیں نہ کسی کو بُرا کہتے ہیں، نہ اپنے سے چھوٹوں کو ستاتے اور حقیر سمجھتے ہیں اور نہ

اپنے سے بڑوں پر حسد کرتے ہیں خیر میں سب سے اچھے ہیں انکی طبیعت سب سے زیادہ نرم اور سب سے زیادہ سخی ہے۔ تیز رو گھوڑے تند ہوا ہیں باوصف اپنی تیزی کے انکے مرتبہ کو نہیں پا سکتے ان کے قلب نیکیوں کیطرف مبادرت کرنے میں بڑی اونچی چھتوں پر صعود کرتے ہیں یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں آگاہ ہو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانیوالا ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے چند خاص بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں جنتوں میں سب سے بلند جنت میں رکھے گا اور وہ لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ ہم سب نے عرض کیا کہ وہ سب سے زیادہ عقلمند کیسطرح ہونگے، فرمایا کہ ان کی تمام سعی وہمت اللہ ہی کی طرف ہے اور ان کی تمام کوششوں کا خلاصہ اللہ کی رضامندی ہے۔ وہ دنیا اور اُسکی فضولیوں اور اسکی ریاست اور عیش سے بالکل بے رغبت ہوگئے ہیں۔ اُن کے نزدیک دنیا بالکل حقیر ہے اُنھوں نے اس دنیا میں تھوڑے دنوں تو مصیبتوں اور مشقتوں پر صبر کیا پھر غیر متناہی زمانہ میں راحت اُٹھا رہے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فقراء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک قاصد بھیجا اُس نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ میں فقراء کا قاصد ہوں آپ نے فرمایا تو جن کا قاصد ہے میں اُنھیں دوست رکھتا ہوں۔ پھر اُس نے عرض کیا کہ فقراء نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا ہے کہ تمام خیر اغنیاء ہی کے حصہ میں آگئی اور ہم محروم رہ گئے۔ ایک روایت میں اسطرح آیا ہے کہ کہا یا رسول اللہ جنت تو اغنیاء ہی نے حاصل کرلی، وہ حج کرتے ہیں اور ہم اُسپر قادر نہیں وہ خیرات دیتے ہیں اور ہم کو اُسپر دسترس نہیں۔ وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہمیں استطاعت نہیں وہ جب مریض ہوتے ہیں اپنے مال کو ذخیرہ بناتے ہیں (یعنی صدقہ وخیرات کرتے ہیں) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر ارشاد فرمایا میری طرف سے فقراء سے کہدو تم میں جو صابر اور ثواب کی نیت رکھتے ہیں اُن کے لئے خاص ایسے تین درجے ہیں جو اغنیاء کے لئے نہیں۔ پہلا درجہ تو یہ ہے کہ جنت میں کچھ دریچے یاقوتِ احمر کے ہیں اور وہ اس قدر بلند واقع ہیں کہ جنت والے اُنھیں ایسا دیکھینگے جیسے دنیا والے آسمان کے تارے۔ اور ان میں سوائے نبی یا فقیر یا شہید فقیر یا مومن فقیر کے اور کوئی نہ جائے گا۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانسو برس پہلے جنت میں جائینگے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ جب فقیر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اخلاص سے کہتا ہے اور غنی بھی اسکے مثل کہتا ہے تو یہ غنی فقیر کی فضیلت اور ثواب کو نہ پہنچے گا۔ اگرچہ غنی ان کلمات کے ساتھ دس ہزار درہم بھی خرچ کردے۔ اور کل نیک عملوں میں اسی طرح قیاس کرلو۔

جب قاصد نے انھیں یہ خبر پہونچائی تو سب کے سب (مارے خوشی کے) پکار اُٹھے کہ اے اللہ ہم راضی ہیں ہم راضی ہیں۔

حسن بصری ؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء سے جان پہچان زیادہ رکھا کرو اور انکے ساتھ سلوک کیا کرو کیونکہ ان کے لئے بڑی دولت ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ دولت کیا ہے۔ فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا دن ہوگا ان سے کہدیا جائے گا کہ جس نے تمھیں ایک ٹکڑا روٹی کا کھلایا ہو یا ایک کپڑا پہنایا ہو یا ایک گھونٹ پانی پلایا ہو اُسے تلاش کرو اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں لیجاؤ۔

نیز حسن بصری رحمۃ اللہ سے یہ بھی روایت ہو کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندۂ فقیر اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائیگا تو وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ایسی معذرت کرے گا جیسا کہ آدمی آدمی سے معذرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میری عزت و جلال کی قسم میں نے تجھ سے دنیا اسلئے علیحدہ نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا، بلکہ اسلئے کہ میں نے تیرے لئے بڑی بڑی فضیلتیں عطائیں تیار کی ہیں۔ اور یہ صفیں جو تیرے سامنے کھڑی ہیں ان میں جاکر دیکھ جس نے تجھے کچھ کھلایا پلایا پہنایا ہو اُسکا ہاتھ پکڑ وہ تیرا ہے جو اسے چاہے کر۔ اُسوقت سب لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ پسینہ مُنہ تک آیا ہوا ہوگا وہ یہ ارشاد سنکر صفوں میں گھسے گا اور ان لوگوں کو تلاش کر کے ہاتھ پکڑ کے اپنے ساتھ بہشت میں لیجائیگا۔

انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

اور مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! میرے بعض بندے ایسے ہیں اگر وہ مجھ سے ساری جنت کا سوال کر بیٹھیں تو میں اُنھیں دیدوں اور جو دنیا میں سے کچھ مانگیں تو ہرگز نہ دوں۔ اور یہ نہ دینا اس لئے نہیں کہ وہ میرے نزدیک ذلیل ہیں بلکہ اسوجہ سے کہ میں چاہتا ہوں کہ آخرت میں اُسکے لئے اپنی عطائیں ذخیرہ کروں اور دنیا سے اُسے ایسا بچاؤں جیسا کہ چرواہا اپنی بکریوں کو بھیڑیوں سے بچاتا ہے۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شے کی ایک کنجی ہے اور جنت کی کنجی۔ مساکین، فقراء۔ صادقین صابرین کی محبت ہو۔ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہوں گے۔

اور مروی ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ مجھے مسکین ہی زندہ رکھ اور مسکین ہی مار اور مسکینوں ہی کے گروہ میں میرا حشر کر۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مساکین کے فضائل میں کافی ہے اگر حضورؐ یہ فرماتے کہ مساکین کا میرے گروہ میں حشر فرما، تو بھی ان کی فضیلت میں بس تھا اور جب خود بدولت یہ فرمائیں کہ میرا حشر مساکین کے گروہ میں فرما تو ان کی فضیلت و مراتب کی پھر کیا انتہا۔

مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نور جب انسان کے دل میں واقع ہوتا ہے تو اُسوقت اس کا سینہ کھل کر کشادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضورؐ کوئی پہچان؟ فرمایا اسکی یہ پہچان ہے کہ ایسا آدمی دارِ غرور (دنیا) سے بھاگتا اور دار خلود (آخرت) کی طرف رجوع ہوتا اور موت کے آنے سے پہلے اُسکی تیاری کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ نور اس حدیث کے موافق اُسے میسر ہو گا جو دنیا کے اندر بے رغبت ہو گا۔

ترمذی میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقلمند وہ آدمی ہے جو اپنے نفس سے حساب کتاب کرتا رہے اور آخرت کے لئے عمل کرے۔ اور عاجز و بے عقل وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشوں کی طرف لگائے اور با این ہمہ اللہ تعالیٰ سے اپنی تمناؤں کے پوری کرنے کا منتظر رہے

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مالدار اپنے مال سے ایک لاکھ درہم نکال کر صدقہ دے اور کوئی فقیر ایسا ہو کہ اسکے پاس دو ہی درہم ہوں اور وہ اسمیں سے خوش ہو کر ایک درہم صدقہ کر دے تو یہ ایک درہم والا فقیر اس لاکھ درہم والے مالدار سے افضل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث کا مضمون ہے۔ وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک درہم لاکھ درہم سے بڑھ گیا گویا پہلی حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے اور فقیر کے صدقہ کی فضیلت اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ یعنی کفار ان لوگوں کے صدقہ کو عیب لگاتے ہیں جنھیں اپنی سعی اور مشقت ہی کے بقدر ملتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ جُهْدُ الْمُقِلِّ۔ سب صدقوں میں افضل صدقہ وہ ہے جو تنگدست آدمی اپنی مشقت اور سعی کے بقدر صدقہ کرے۔ فقراء کے فضائل میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں مگر ہم اسپر اکتفا کرتے ہیں۔

آثارِ سلفِ صالحین و ائمۂ عاملین رضی اللہ عنہم اجمعین

آثارِ سلف رحمہم اللہ بھی اس باب میں کثرت سے ہیں کہ اُن کا ضبط کرنا دشوار ہے مگر ہم یہاں نمونہ کے طور پر اسانید حذف کر کے لکھتے ہیں تاکہ جادۂ اختصار ہاتھ سے نہ جائے اور ناظرین کیلئے ملال کا باعث نہ ہو۔

ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو بازار میں جائے اور ایسی کوئی چیز دیکھے جسے اس کا دل چاہتا ہو اور اس کے خریدنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ پھر وہ صبر کر کے ثواب کی امید رکھے تو یہ فعل اسکے لئے خدا کی راہ میں ہزار درم خرچ کرنے سے بہتر ہوگا۔

ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقیر کا ٹھنڈا سانس بھرنا خواہش پوری نہ ہونے کے سبب غنی کی ہزار برس کی عبادت سے افضل ہے۔

امام المتقین سید الزاہدین ابو نصر بشر بن الحارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فقیر کی عبادت ایسی ہے جیسے خوبصورت عورت کے گلے میں موتیوں کا ہار۔ اور مالدار کی عبادت کی ایسی مثال ہے جیسے کوڑے پر ہار درخت

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ فقرا کا موٹا لباس صوف اور پیوند لگا ہوا سیاہ جب وہ پہنتے ہیں تو اُن کے لئے حسن و خوبی ہے اور دوسرے کے لئے وہی لباس بدنمائی کا باعث ہے۔

ابن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مالک ابن دینار رحمہ اللہ کے قبیلہ میں آگ لگ گئی تو قبیلہ کے نوجوان پکار اُٹھے کہ لوگو دوڑو مالک ابن دینار کے گھر کی خبر لو۔ مالک بن دینار تہ بند باندھے ہاتھ میں لوٹا لئے ان جوانوں پر آئے اور فرمانے لگے جو ہلکے سامان والے ہیں وہ قیامت کے روز نجات پائیں گے اور یہ بھی فرمایا کہ اے مالدار و تم رنج ہی میں مر رہو کیونکہ عیش تو آخرت کا عیش ہے اور وہ فقرا کا حصہ ہے۔ اور فرمایا کہ فقیر کا ایک درہم غنی کے ایک دینار سے افضل و پاکیزہ ہے۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مالدار بھی کھاتے پیتے ہیں اور ہم بھی کھاتے پیتے ہیں اور وہ پہنتے ہیں اور ہم بھی پہنتے ہیں اور جو اُن کے پاس زائد مال ہے نہ وہ اس سے منتفع ہوتے نہ ہم وہ بھی اسے دیکھتے ہیں اور ہم بھی دیکھتے ہیں قیامت میں ان ہی سے حساب لیا جائیگا اور ہم اس سے بری ہونگے اور فرمایا ہمارے مالدار بھائیوں نے کچھ انصاف نہ کیا کیونکہ وہ اللہ کے واسطے ہم سے محبت کرتے

ہیں اور دنیا کے مال و اسباب میں ہم سے علیحدہ رہتی ہیں۔ انپر ایک ایسا دن آنیوالا ہے کہ وہ یہ تمنا کرینگے کہ کاش ہم دنیا میں فقیروں کے مرتبے پر ہوتے اور ہمیں یہ خواہش نہ ہوگی کہ ہم ان کی جگہ ہوتے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کی بیوی انکی خدمت میں آئیں اور کہا کہ تم تو یہاں ان لوگوں میں بے فکر ہو کر اطمینان سے بیٹھے ہو اور خدا کی قسم گھر میں آٹے کی ایک چٹکی تک نہیں ہے۔ انھوں نے بیوی سے مخاطب ہو کر کہا تم یہ سمجھ لو کہ ہمارے سامنے ایک ایسی سخت گھاٹی آنیوالی ہے کہ اس سے سوائے آزاد اور ہلکے سامان والوں کے کوئی بھی نجات نہ پائیگا۔ یہ سن کر وہ خوشی خوشی لوٹ کر چلی گئیں۔

بعض اکابر شیوخ سے مروی ہے کہ ان کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرے لئے دعا فرمائیے مجھے عیال نے بہت ستایا ہے۔ فرمایا جب تیرے اہل و عیال روٹی کے ٹکڑے کی شکایت کیا کریں تو اسوقت اللہ میاں سے دعا کیا کر کہ اسوقت کی تیری دعا میری دعا سے بہتر ہے اور قبولیت کی بھی امید ہے۔

بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ جب انھیں ان کی اولاد نے کہا کہ ہمارے پاس آج رات کچھ کھانے پینے کو نہیں تو فرمایا ہمارا ایسا مرتبہ نہیں کہ اللہ میاں ہمیں بھوکا رکھے (بھوکا رہنا بڑے نصیبے اور مرتبے والوں کا کام ہے) بعض مشائخ کا بیان ہے کہ جب انھیں فقر پیش آتا تو فرماتے مرحبا یہ صلحاء کا شعار ہے۔

حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقر سے پناہ مانگی ہے اسکی کیا وجہ ہے حالانکہ فقر میں ثواب بہت ہے چنانچہ حدیثوں سے ظاہر ہے۔ فرمایا حضور نے دل کے فقر سے پناہ مانگی ہے اور ہاتھ کے فقر سے پناہ نہیں مانگی کیونکہ فقر تو یہی ہے کہ قلب فقیر ہو جیسے غنا غنائے قلب۔

استاد ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی خدمت میں کسی شخص نے پانسو درہم پیش کئے اور کہا یہ درہم ان لوگوں کو تقسیم کر دیجئے۔ فرمایا تیرے پاس اور بھی درہم ہیں کہا ہاں میرے پاس اور بہت سے درہم ہیں۔ فرمایا تو یہ چاہتا ہے کہ تیرے پاس جس قدر درہم ہیں ان سے بھی زیادہ ملے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ فرمایا یہ درہم تو ہی لے لے تو تو ہم لوگوں سے بھی زیادہ محتاج ہے۔ غرض کہ وہ درہم واپس کر دئیے اور قبول نہ کئے۔

روایت ہے کہ ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی نے دس ہزار درہم گزرانے

انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا تو یہ چاہتا ہے کہ دس ہزار درہم دے کر فقراء کے دفتر سے ان کا نام خارج ہو جائے تو ہرگز نہ لوں گا۔

مروی ہے کہ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون ہیں فرمایا علماء۔ کہا بادشاہ کون ہیں فرمایا زاہد۔ کہا کمینے اور گھٹیے کون ہیں، فرمایا وہ جو اپنے دین کے ذریعہ سے کھائے (دین فروشی کرے، یا تقدس جتائے)

حضرت ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا والوں نے دنیا میں راحت ڈھونڈی اور انھیں راحت نہ ملی۔ اگر انھیں اس سلطنت و حکومت کی خبر ہو جاتی جو ہمارے قبضہ میں ہے تو اس پر تلواروں سے لڑ مرتے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں اور زاہد وہ فقراء ہیں جو عارف باللہ ہیں۔

شیخ کبیر ابو مدین شہیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلطنت کی دو قسمیں ہیں ایک شہروں کی۔ دوسرے بندوں کے دلوں کی۔ فی الحقیقت بادشاہ وہی ہیں جو زاہد ہیں۔

علماء کی ایک جماعت جس میں امام شافعیؒ بھی ہیں فرماتے ہیں۔ اگر کوئی یہ وصیت کرے کہ سو درہم اسے دیئے جائیں جو سب سے زیادہ عقلمند ہو تو وہ درہم زاہدوں کو دینے چاہئیں۔

شیخ کبیر عارف ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقر کے منافع اور فوائد میں سے یہ ہے کہ بھوک اور برہنگی کا الم ہو اور اس الم کے ساتھ لذت بھی ہو اور ان دونوں کے اندر رغبت ہو۔

قطب الاخوان بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ جنت میں انھیں اپنے دیدار سے روک دے تو وہ جنت سے ایسی پناہ مانگیں جیسے دوزخی آگ سے پناہ چاہیں گے۔

ابو عثمان مغربی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں، عارف کے لئے علم کے وہ انوار چمکتے ہیں کہ اُن کے سبب وہ غیب کے عجائبات کا معائنہ کرتا ہے۔

اور شیخ کبیر عارف باللہ ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کا کفیل و متولی بننا چاہتا ہے تو اس پر اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جب وہ ذکر سے لذت پانے لگتا ہے تو پھر اس پر قرب کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ یہاں تک کہ پھر اُسے مجلس انس کی طرف اٹھا کر توحید کی کرسی پر بٹھا دیتا اور اپنے اور اُس کے درمیان

سے حجاب اُٹھادیتا ہے اور وحدانیت میں جاگزین فرماکر جلال و عظمت کے حجاب اُسکے لئے برطرف کردیتا ہے جب اسکی نگاہ جلال و عظمت پر واقع ہوتی ہے تو وہ متحیر و فانی ہوکر حق سبحانہ تعالیٰ کی حفظ میں آکر خواہشات نفس سے پاک ہوجاتا ہے۔

شیخ ابو نصر سراج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں "ادب" کے تین طبقے ہیں۔

(۱) دُنیا والوں کا طبقہ:۔ ان کا ادب بہت سے بہت فصاحت و بلاغت اور علوم کا سیکھنا اور امراء و بادشاہوں کے قصص و حکایات کا بیان کرنا اور اشعار عرب کا پڑھنا۔

(۲) دینداروں کا طبقہ:۔ ان کا نہایت سے نہایت ادب۔ ریاضت نفس، اپنے کل اعضاء کو ادب سے رکھنا۔ حدود شرعیہ کا خیال رکھنا، شہوات کا ترک کرنا۔

(۳) خاصوں کا طبقہ:۔ ان کا ادب طہارتِ قلب۔ اسرار کی رعایت و وفائے عہد وقت کی نگہداشت۔ خطرات کی طرف التفات نہ کرنا۔ مقاماتِ طلب۔ اوقاتِ حضور۔ مقاماتِ قرب۔ ان سب میں ادب کی رعایت ملحوظ رکھنا۔

شیخ کبیر امام السالکین حجۃ اللہ قطبِ مقامات ابو محمد سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سارے نیک کام زاہدوں کے نامۂ اعمال میں درج ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شیخ عارف کا یہ فرمانا نہایت ہی صحیح ہے اور مختصر بیان اس قول کا یہ ہے کہ اہل دنیا جو عمل کرتے ہیں انمیں خلوص نہیں ہوتا مثلاً بعض لوگ نیک کام میں مال خرچ کرتے ہیں مگر مال کی محبت سے ان کا دل مالا مال ہوتا ہے اور وہ محبت طاعاتِ الٰہی سے انھیں روکے رکھتی ہے اور زاہدوں کا یہ حال ہے کہ وہ خاص اللہ کے لئے تمام موجودات سے برطرف اور دنیا ان کے نزدیک مبغوض اور طاعات کے لئے وہ بالکل فارغ ہو گئے ہیں تمام اعضاء سے لیکر دل تک کُل کے کُل متوجہ الی اللہ ہیں۔ وہ عبادات قلبیہ اور بدنیہ دونوں جمع کرتے ہیں اور حق تعالےٰ جب اُن کے دلوں پر نظر ڈال کر ملاحظہ فرماتا ہے کہ غیر کی محبت کی ان کے دلوں میں گنجائش ہی نہیں تو وہ انھیں اپنے قرب کی دولت سے بہرہ ور فرماتا ہے اور انھیں اپنے فضل عظیم اور کرم عمیم سے وہ شے بخشتا ہے کہ دنیا داروں کی عقل کی وہاں تک رسائی ہی نہیں۔

خداوندا ہمارے شر کی وجہ سے ہمیں اپنی خیر سے محروم نہ فرما اور ہمیں اپنے فضل عظیم سے حصّہ عطا کرکے اپنی طرف مشغول فرما۔ اور بجاہ نبی کریمؐ میری اس دعا کو قبولیت کا جامہ پہنا۔ آمین یارب العالمین۔

زاہدین اور صوفیائے کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے فضائل اور محامد حسن قدر

یہاں بیان کئے گئے ہیں اُن کے دریائے فضل کے سامنے بمنزلہ ایک قطرہ کے ہیں اور اُن کے آفتاب حسن کے مقابل ایک ذرہ کی برابر بھی نہیں۔

اور جس قدر ہم نے حدیثیں بیان کی ہیں اگرچہ بعض انمیں سے ضعیف ہیں مگر صحیح حدیثیں اس باب میں اسقدر ہیں کہ وہی بہت کافی ووافی ہیں اور خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو حالت دنیا کے باب میں تھی اور نیز دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء اللہ اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات سے زہد کی فضیلت اچھی طرح اور بہت اچھی طرح ظاہر ہے۔

امام کبیر عارف باللہ محقق ابو عبداللہ حارث بن اسد محاسبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو علماء دنیائے دون کیطرف مائل و راغب ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ بھی تو مالدار تھے اس لئے اگر ہم نے مال کمایا اور رکھا تو کیا گناہ ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر سے اس لئے دلیل وحجۃ لاتے ہیں تاکہ لوگ ہمیں مال جمع کرنے میں معذور سمجھیں حالانکہ اُنھیں شیطان نے گمراہ کر رکھا ہے اور وہ سخت بیخبر ہیں۔ اور بے وقوف۔ خدا تجھے کھوئے جو عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مال سے استدلال کرتا ہے۔ یہ شیطانی مکر ہے یہ لفظ تیری زبان پر اس لئے لاتا ہے کہ تو کسی طرح برباد و ہلاک ہو جائے۔ کیونکہ جب تو ایسا خیال کریگا کہ وہ بھی مال جمع کرتے تھے تو ادنیٰ بات یہ ہے کہ تو نے بڑوں اور پیشواؤں کی غیبت کی اور انھیں بڑی تہمت سے متہم کیا اور جب تو نے بدلالتِ حال وقال یہ ہرزہ سرائی کی کہ حلال مال کا جمع کرنا جمع نہ کرنے سے فضل و اعلیٰ ہے تو تو نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین پر عیب لگایا نعوذ باللہ منہ اور انھیں اپنے نزدیک جاہل سمجھا کیونکہ انھوں نے تیری طرح مال جمع نہ کیا اور اس فضیلت کو ترک کر دیا اور گویا کہ تو مدعی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کی جیسی کہ چاہئے خیر خواہی نہ کی کیونکہ اُنھوں نے مال جمع کرنے سے نہی فرمائی ہے، خدا کی قسم تو جھوٹا اور مفتری اور کذاب ہے۔ تو نے رسولِ خدا پر جھوٹی تہمت لگائی وہ تو اپنی امت پر بڑے ہی مہربان اور مشفق اور ناصح تھے۔

ارے دیوانے یہی عبدالرحمٰن بن عوف باوجودے کہ بڑے متقی اور پرہیز گار اور طرح طرح کی حسنات اور خیرات کرنے اور خدا کی راہ میں مال لٹانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولتِ صحبت سے بہرہ مند اور جنّت کی خوشخبری پائے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی اس مال کی بدولت قیامت کے ہولناک میدان میں حساب کے لئے کھڑے کئے جائیں گے حالانکہ انھوں

تحمل کو سوال سے بچنے اور نیک کام کرنے کے لئے حاصل کیا تھا اور خدا کی راہ میں خوب دل کھول کر خرچ کیا اور پھر حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھی پھر بھی جنت میں جانے کے وقت فقراء مہاجرین کی معیت نصیب نہ ہو گی اور آگے پیچھے گھٹنوں کے بل جائیں گے۔ تو بھلا ہم جیسے جو دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں کس شمار میں ہیں اور ایسے شخص کی حالت سے سخت تعجب ہے جو دنیا کی شہوتوں میں آلودہ ہو کر لوگوں کا مال ظلم سے کھاتا اور دنیا کی زینت و مفاخرت کا بندہ بنکر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حالت سے استدلال کرتا ہے۔ اسکے بعد محاسبی رضی اللہ عنہ نے ایک طویل کلام کے بعد فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ وہ مسکنت پر شیفتہ و فریفتہ اور فقر کے خوف سے بالکل امن میں اور اپنی روزی میں خدا پر بھروسہ کئے ہوئے تھے، خدا کی قضا و قدر پر دل سے خوش مصیبت پر راضی برضا۔ فراخی میں شکر گذار مصیبتوں میں صبر کرنیوالے خوش گذرانی میں اللہ کی حمد کرنے والے اور اسکی درگاہ میں عاجزی کرنے والے۔ اسکی رضا کو اپنی جانوں پر ترجیح دینے والے اور مال و جاہ کی حب سے بچنے والے تھے جب دنیا اُن پر متوجہ ہوتی تو وہ غمگین ہوتے اور جب فقر انھیں منہ دکھاتا تو کہتے واہ واہ یہ صلحاء کی علامت ہے۔ اے بھلے مانس میں تجھے خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کیا تو ان صفات مذکورہ سے موصوف ہے (جو ان کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے) ارے تو تو ان صفات سے کوسوں دُور ہے۔ تیری حالت انکی حالت کی بالکل ہی مخالف ہے کیونکہ تو غنا کے وقت سرکشی کرتا۔ فراخی کے وقت اکڑتا۔ خوش گزرانی کے زمانہ میں از حد خوشیاں مناتا، شکر نعمت سے غافل مصیبت میں ناامید اور غضبناک ہو جاتا ہے اور اسکی قضا و قدر پر راضی نہیں رہتا، فقر کو مبغوض رکھتا مسکنت کو عار سمجھتا ہے۔

مال کو اسلئے جمع کرتا ہے کہ دنیا اور اُسکی لذتوں اور تازگی سے خوب عیش اڑائے (بھلا تیری اور اُن کی حالت سے کیا نسبت) اُن کی تو یہ حالت تھی کہ وہ اللہ کی حلال کی ہوئی نعمتوں سے ایسے بے رغبت تھے کہ تو حرام سے اتنا نہیں۔ اور ذرا سی لغزش کو وہ ایسی بڑی سمجھتے تھے کہ تو کبیرہ گناہوں کو بھی ایسا نہیں جانتا۔ کیا اچھا ہوتا کہ تیرا حلال و پاکیزہ مال اُن کے مشتبہ مال ہی جیسا ہوتا۔ اور کاش تو اپنے گناہوں سے ایسا ہی ڈرتا جیسا کہ صحابہ اپنی نیکیوں سے ڈرا کرتے ہیں کہ دیکھئے قبول ہوئیں یا نہ ہوئیں اور کیا اچھا ہوتا کہ تیرا روزہ ان کے افطار ہی جیسا ہوتا۔ اور تیرا جاگنا ان کے سونے جیسا اور تیری ساری نیکیاں ان کی ایک ہی نیکی جیسی ہوتی۔ کیا تجھے یہ مناسب نہ تھا کہ تو بقدر کفایت ہی بس کرتا۔ زیادہ کا حریص نہ ہوتا۔ اور مالداروں کی حالت سے عبرت حاصل کرتا کہ وہ حشر کے میدان میں سوال کے لئے کھڑے کئے جائیں گے اور تو ان میں سے نہیں (اور خدا کرے کہ نہو)

تو گروہ سابقین میں ملکر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمرہ میں شامل ہو کر جنت میں چلا جائیگا۔ نہ تجھے کوئی روکے گا نہ حساب ہو گا نہ کتاب کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانسو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ ختم ہوا کلام محاسبی رحمۃ اللہ کا اور بعض بڑے مشائخ میں سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فقراء کی فضیلت بیان فرما رہے ہیں چنانچہ حضور نے بہت کچھ فرمایا۔ مگر ان سب میں سے مجھے یہ یاد رہ گیا کہ آپ نے فرمایا کہ فقراء کی فضیلت میں یہی کافی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اغنیاء کے زمانہ سے پانسو برس پہلے جنت میں جائیں گی میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا عائشہ رضؓ سے چالیس برس پہلے جائیگی کیونکہ اسے بہ نسبت عائشہ رضؓ دنیا کم حاصل ہوئی ہے۔

شیخ عارف جلیل معظم ابو عبد الرحمن حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ شہر رَے میں تشریف لائے تین سو بیس آدمی حج کے ارادہ سے ان کے ساتھ تھے۔ وہ سب کے سب صوفیائے کرام کا سا لباس پہنے ہوئے تھے۔ نہ ان کے پاس توشہ دان تھا نہ کھانے کا کچھ سامان۔ رَے میں ایک بڑا تاجر تھا مگر فقراء و مساکین کا عاشق و شیدا تھا اُن سب کو اس نے مہمان رکھا جب صبح ہوئی تو اس تاجر نے حضرت حاتم اصم رضؓ سے عرض کیا کہ یہاں ایک عالم فقیہ بیمار ہے میں اسکی عیادت کے لئے جاتا ہوں اگر آپ کا ارادہ ہو تو آپ بھی چلئے۔ انھوں نے کہا میں ضرور چلوں گا مریض کی عیادت ثواب کا موجب ہے۔ اور نیز عالم کی زیارت عبادت کا باعث ہے جس عالم کی عیادت کو وہ تاجر جا رہا تھا وہ محمد بن مقاتل رَے کے قاضی تھے غرضکہ سب جمع ہو کر ان کے مکان پر آئے۔ دیکھا تو ایک بڑا عالیشان دروازہ ہے۔ حاتم اصم رضؓ دیکھ کر حیران رہ گئے اور جی میں کہنے لگے خدایا عالم اور یہ چمک دمک۔ پھر اندر جانے کی اجازت ہوئی تو دیکھا کہ بڑا لمبا چوڑا مکان ہے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حاتم اصم رضؓ دیکھکر اور بھی حیران اور متفکر ہوئے پھر جہاں قاضی صاحب تھے وہاں گئے۔ دیکھا تو بڑے نازک اور نرم فرش پر قاضی صاحب لیٹے ہوئے ہیں۔ سرہانے ایک غلام مورچھل لئے کھڑا ہے۔ وہ تاجر جاتے ہی بیٹھ گیا۔ اور حاتم اصم رضؓ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ قاضی ابن مقاتل نے اشارہ سے انھیں بھی بیٹھنے کو کہا مگر یہ نہ بیٹھے۔ قاضی نے کہا شاید آپ کو کچھ حاجت ہے۔ انھوں نے کہا ہاں۔ قاضی نے کہا فرمائیے کیا حاجت ہے۔ کہا مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ کہا پوچھئے۔ حاتم اصم رضؓ بولے کہ اوّل آپ سیدھے بیٹھ جائیے۔ قاضی مؤدب بیٹھ گیا۔ حاتم اصم رضؓ نے پوچھا

کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ کہا میں نے بڑے بڑے ثقات سے حاصل کیا۔ کہا نام بتائیے۔ قاضی نے کہا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ انھوں نے پوچھا کہ اصحاب رسولؐ کس سے مستفیض ہوئے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ کہا رسولؐ اللہ نے کس سے حاصل کیا۔ کہا جبرئیلؑ سے۔ کہا جبرئیلؑ نے کس سے حاصل کیا۔ کہا اللہ تعالیٰ سے۔ پھر فرمایا کہ جو علم جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابؓ کو اور اصحاب نے ثقات کو اور ثقات نے آپ تک پہونچایا آیا اس علم میں آپ نے یہ بھی کہیں پڑھا ہے کہ جو امیر ہو اور اسکے گھر میں ثروت اور دنیا کا بہت سا مال ہو وسیع مکان ہو وہ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والا ہے۔ کہا یہ تو نہیں پڑھا۔ کہا پھر کیا پڑھا ہے۔ کہا میں نے تو اپنے شیوخ سے یہ سنا ہے کہ جو دنیا میں زاہد ہو کر رہے اور آخرت کا حریص اور اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرے اور مساکین کو دوست رکھے اس کا اللہ کے نزدیک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ حاتم اصم رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر فرمایا کہ آپ نے کس کا اقتدا کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی اللہ عنہم کا یا فرعون وہامان کا بدعمل عالمو! جاہل لوگ جو دنیا میں منہمک ہیں تمھیں جیسوں کو دیکھ کر گمراہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب عالم ہی ایسے ہیں تو ہمارا کیا قصور پھر حاتم اصم رضی اللہ عنہ یہ کہکر وہاں سے چلدیئے اور قاضی ابن مقاتل یہ باتیں سن کر اور زیادہ مریض ہو گیا (سبحان اللہ سلف صالحینؒ تو تھے ہی مگر اُسوقت کے اُمراء اور خلفاء بھی ہمارے زمانہ کے صلحاء اور زہدوں سے کم نہ تھے)

میں کہتا ہوں کہ یہ حاتم اصمؓ بڑے مشائخ میں سے تھے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں آتے تھے ان کے کلام سنتے تھے اور اکثر باتیں ان سے پوچھتے تھے اور یہ انھیں جواب دیتے اور وہ ان کے جواب کو پسند فرماتے۔

علماء صالحین ہمیشہ ہر زمانے میں صوفیہ کے پاک گروہ کے معتقد رہے ہیں اور ان کی زیارت کر کے ان کی صحبت سے برکات حاصل کرتے اور ان کی دعاء و آثار سے مستفیض ہوتے رہے ہیں منجملہ ان حکایات کے ایک یہ ہے کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا کرتے اور بہت ادب سے پیش آتے اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ حضرت شیبان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر مستفیض ہوتے۔

حضرت شیبان راعی اور امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کی ایک حکایت بھی مشہور ہے اور

وہ یہ ہے کہ امام احمد ابن حنبل رح امام شافعی رح کی خدمت میں تشریف رکھتے تھے کہ شیبان راعی آئے۔ امام احمد نے امام شافعی سے کہا میں چاہتا ہوں کہ انھیں ان کی کم علمی پر آگاہ کروں تاکہ یہ بھی تحصیل علم میں مشغول ہوں۔ امام شافعی نے منع فرمایا مگر انھوں نے نہ مانا اور شیبان رح سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص پانچوں نمازوں میں سے ایک نماز بھول جائے اور یہ یاد نہ رہے کہ کونسی نماز بھولا ہے تو وہ کیا کرے۔ شیبان نے کہا احمد! ایسا قلب اللہ سے غافل ہے۔ واجب ہے کہ یہ شخص اپنے قلب کو سزا دے تاکہ پھر اپنے مولا سے غافل نہ ہو اور اسے چاہیئے کہ پانچوں نمازیں لوٹائے۔ یہ سن کر امام احمد پر غشی چھاگئی۔ جب ہوش میں آئے تو امام شافعی نے فرمایا۔ میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ انھیں مت چھیڑو۔ اور ایک روایت میں اسطرح آیا ہے کہ انھوں نے پوچھا کہ زکوٰۃ کس مقدار پر واجب ہو جاتی ہے تو شیبان راعی بولے کہ تمہارے مذہب میں تو اونٹوں میں اس مقدار پر اور گائے بھینس میں اس مقدار پر اور بھیڑ بکریوں میں اس مقدار پر اور سونے میں اس مقدار پر اور چاندی میں اس مقدار پر اور کھیتی اور پھلدار درختوں میں اس مقدار پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور میرے مذہب میں تو سب زکوٰۃ ہی کے لئے ہے یہ حکایت حضرت سفیان ثوری کے ساتھ میں عنقریب بیان ہوگی۔

روایت ہے کہ جامع مسجد منصور میں شیخ کبیر ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ کا حلقہ رہتا تھا اور ان کے قریب ہی ایک بڑے فقیہ کا حلقہ تھا انھیں ابوعمران کہتے تھے۔ ایک روز ان کے شاگردوں نے شبلی رحمہ اللہ سے حیض کا ایک مسئلہ اس ارادے سے پوچھا کہ انھیں جواب نہ آئیگا تو یہ شرمندہ ہوں گے۔ شبلی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں جس قدر اقوال واختلاف تھے سب کے سب نہایت وضاحت سے بیان فرمائے۔ ابوعمران نے جو سنا تو وہ حیران ہو گئے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ کے سر کو بوسہ دیا اور کہا اے ابوبکر آپ کو تو اس مسئلہ میں دس قول پہنچے ہیں اور میں نے ان میں سے صرف تین ہی سنے ہیں۔

روایت ہے کہ ابوالعباس سریج فقیہ شافعی ملقب بہ باز اشہب امام عارف بحر معارف ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ کی مجلس پر گذرے اور ان کے کلام سُنے جب سن چکے تو ان سے کسی نے پوچھا کہ اس تقریر کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا مجھے کچھ خبر نہیں۔ کیا کہوں۔ ہاں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ یہ بڑے زور کا کلام ہے۔

روایت ہے کہ ابن سریج اپنی وفات سے پہلے صوفیہ کرام سے معتقد ہو گئے تھے اور ان کے طریق کو بہت ہی اچھا جانتے تھے۔

بعض علماء سے منقول ہے کہ ابوالعباس سریج فقیہ کی مجلس میں جو حاضر ہوا تو میں نے اصول و فروع میں ان کے کلام سنے تو مجھے نہایت ہی پسند آئے اور بہت ہی مسرور رہا۔ جب انھوں نے میرے سرور اور پسندیدگی کو دیکھا تو پوچھنے لگے جانتے ہو مجھے یہ علم کہاں سے حاصل ہوا؟ پھر آپ ہی فرمایا کہ یہ سب کچھ ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ کی صحبت کی برکت کا ثمرہ ہے۔

عبداللہ بن سعید بن کلاب سے لوگوں نے کہا، تم ہر ایک کے کلام پر اعتراض کیا کرتے ہو یہاں ایک شخص ہیں لوگ انھیں جنید کہتے ہیں اُن کے پاس تو چلو دیکھیں تم ان کے کلام پر بھی کچھ اعتراض کرتے ہو یا نہیں۔ وہ حضرت جنید رضہ کے حلقہ میں حاضر ہوئے اور ان سے توحید کے بارہ میں سوال کیا انھوں نے ایسا شافی جواب دیا کہ عبداللہ حیران رہ گئے اور کہا ذرا آپ پھر اس مضمون کو بیان فرمائیے۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے اُسی مضمون کو دوسری عبارت میں ادا کیا عبداللہ بولے یہ تو کچھ اور ہی شے ہے پھر اعادہ فرمائیے۔ حضرت جنید رضہ نے پھر اس مضمون کو ایک اور عبارت میں بیان فرمایا۔ عبداللہ نے کہا جناب آپکی تقریر مجھے ضبط نہیں ہوتی آپ ذرا لکھ دیجئے تو انھوں نے فرمایا، کیا خوب بیان بھی میں کروں اور لکھوں بھی میں ہی یہ سن کر عبداللہ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت جنیدؒ کے علم و فضل اور ان کی علوشان کے معترف و مقر ہوئے۔

روایت ہے کہ ابوالقاسم حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپنے یہ علوم کہاں سے حاصل کیئے فرمایا میں تیس برس حق تعالیٰ کے سامنے اس درجہ میں رہا ہوں (اپنے گھر کے ایک درجہ کی طرف اشارہ فرمایا) اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ علوم مجھے عطا فرمائے ہیں۔ اور فرمایا اگر میں یہ جانتا کہ آسمان کے نیچے زمین کے اوپر اس علم سے کہ جس میں ہم اور ہمارے اصحاب گفتگو کرتے ہیں کوئی اور علم بھی افضل ہے تو میں اُسکے حاصل کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کرتا اور سعی میں کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہ کرتا۔ اور فرمایا ہم نے تصوف باتیں بنانے سے نہیں حاصل کیا ہے۔ بلکہ بھوک، ترک دنیا، اور لذائذ اور دنیا کی نعمتیں چھوڑنے سے اور ذکر الٰہی کی کثرت اور ادائے فرض و واجبات و اتباع سنت اور تمام اوامر کے بجالانے اور تمام منہیات کے چھوڑنے سے حاصل کیا ہے۔

روایت ہے ابوالمعالی امام الحرمین رضی اللہ عنہ ایک روز صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دے رہے تھے کہ شیوخ صوفیہ میں سے ایک شخص مع اپنے مریدین وہاں گذرے جو ایک دعوت میں جارہے تھے امام الحرمین نے انھیں دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ ان لوگوں کو کھانے پینے اور ناچنے کودنے کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ رات دن اسی میں لگے رہتے ہیں۔ جب وہ شیخ دعوت سے

لوٹ کر آئے تو امام مذکور کے پاس آئے اور پوچھا کہ مولوی صاحب ایک مسئلہ بتلائیے کہ ایک شخص صبح کی نماز جنابت کی حالت میں پڑھتا ہے اور مسجد میں بیٹھ کر درس دیتا ہے اور لوگوں کی غیبتیں کیا کرتا ہے وہ کیسا ہے۔ امام الحرمین یہ سنکر نادم ہوئے اور توبہ کر کے صوفیہ کے معتقد ہو گئے اور بیان کیا کہ واقعی مجھے اسوقت نہانے کی حاجت تھی۔

روایت ہے کہ امام احمد رضی اللہ عنہ باوجود اس علم وفضل کے ایک عارف صوفی کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا، آپ ان بزرگ کے پاس کیوں جایا کرتے ہیں۔ یہ نہ کوئی محدث ہیں جو روایت حدیث کیلئے آپ جاتے ہیں۔ نہ کوئی ظاہری کمال رکھتے ہیں۔ فرمایا تمھیں کیا خبر ہے مغز تو انھیں کے پاس ہے کہ وہ اللہ کی معرفت ہے۔

مروی ہے کہ ایک زمانہ میں صوفیہ کے اقوال بعض کم فہم لوگوں نے خلیفۂ وقت سے ایسے طور سے گوش گذار کئے کہ وہ اپنی کم فہمی کے سبب ان اقوال کو بددینی اور الحاد کی باتیں سمجھ گیا اور تمام صوفیاء کو قتل کا حکم دے دیا ان میں جنید بغدادی شیخ ابوالحسن نوری رحمہم اللہ بھی تھے۔ سب سے پہلے شیخ ابوالحسن نوری جلاد کی طرف بڑھے۔ جلاد نے پوچھا کہ تم سب سے پہلے کیوں بڑھے۔ کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے دوست ایک گھڑی اور زندہ رہیں۔ جلاد یہ سنکر حیران ہوا کہ انھیں بددین کس نے کہدیا۔

اخر الامر یہ خبر خلیفہ تک پہنچی، خلیفہ اور حاضرین نے بہت تعجّب کیا، اُسوقت مجلس میں قاضی موجود تھا، اُس نے اجازت چاہی کہ میں جاکر اُن لوگوں سے مسائل میں کچھ بحث کرتا ہوں اس سے ان کا حال ظاہر ہو جائے گا۔ خلیفہ نے اجازت دی۔ قاضی ان کی خدمت میں آیا اور سب سے خطاب کر کے کہا کہ تم میں سے ایک آدمی میرے پاس آجائے میں اُس سے بحث کرونگا یہ سنکر ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ قاضی کے پاس آئے۔ قاضی نے ان سے چند مسائل فقہیہ پر سوالات کئے اور ان کا جواب چاہا۔ شیخ نے اول داہنی طرف التفات کی، پھر بائیں طرف پھر تھوڑی دیر سر جھکایا اور تمام مسائل کا جواب دیدیا۔ اسکے بعد کہا کہ خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جب وہ کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ ہی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور جب بولتے ہیں تو اللہ ہی کے ساتھ بولتے ہیں۔ اسکے بعد ایک ایسی لمبی تقریر کی کہ قاضی رو پڑا۔ پھر قاضی نے پوچھا کہ آپ نے اِدھر اُدھر کیوں التفات فرمائی تھی۔ فرمایا جو مسائل تم نے مجھ سے دریافت کئے تھے، اُن کا جواب مجھے معلوم نہ تھا۔ تو میں نے داہنی ساتھی سے پوچھا

اس نے کہا میں نہیں جانتا، پھر بائیں جانب والے سے پوچھا اُس نے کہا مجھے بھی خبر نہیں پھر میں نے اپنے قلب سے سوال کیا تو قلب نے اللہ رب العزت سے حاصل کر کے بیان کیا۔ پھر میں نے محقق جواب دیا۔ قاضی یہ باتیں سنکر بہت ہی متحیر ہوا اور خلیفہ سے کہلا بھیجا کہ اگر ایسے ہی لوگ بددین اور زندیق ہیں تو روئے زمین پر کوئی بھی مسلمان نہیں۔

روایت ہے کہ شیخ کبیر بحر الحقائق موضح الدقائق عارف کامل ابو الغیث بن جمیل قدس اللہ روحہ کی خدمتِ عالی میں یمن کے فقہاء نے اِس غرض سے جانے کا قصد کیا کہ اُن کا امتحان کریں جب قریب پہونچے تو شیخ دیکھ کر بے ساختہ بول اُٹھے کہ میرے غلاموں کے غلام آؤ۔ خوب کیا جو آئے۔ وہ یہ بات سُن کر بہت متحیر ہوئے اور انھیں یہ کلمہ سخت ناگوار معلوم ہوا۔ پھر وہ لوگ شیخ الطرفین امام الفریقین فقیہ عامل عارف کامل ابوالذبیح اسمٰعیل بن محمد حضرمی رضی اللہ عنہ سے ملے اور جو شیخ ابوالغیث نے کہا تھا ان سے بیان کیا وہ یہ بات سن کر ہنس پڑے اور کہا بات سچ ہے۔ تم بے شک ان کے غلامانِ غلام ہو دیکھو تم ہو خواہشِ نفس کے غلام اور خواہش نفس ان کی غلام ہے۔

شیخ ابوالغیث بالکل اَن پڑھ تھے مگر فقہاء ان کی خدمت میں آیا کرتے اور جو دقیق سے دقیق مسائل ہوتے وہ اُن سے دریافت کیا کرتے اور وہ شافی جواب دیتے، صوفیا کرام کو علماء و فقہاء کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں وہ کثرت سے ہیں، ہم انشاء اللہ تعالیٰ کسی مقام پر اسی کتاب میں ذکر کرینگے۔

استاذ امام ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ حق تعالےٰ نے اس گروہ صوفیہ کو برگزیدہ فرمایا۔ اور انبیاء علیہم السّلام کے بعد اپنے تمام بندوں پر فضیلت دی ہے اور ان کے قلوب کو اسرار کا مرکز و معدن بنایا ہے اور اُمت محمدیہ سے انھیں انوار و برکات کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور انھیں کدوراتِ بشریہ سے پاک کر کے مشاہدات کے بالاخانوں پر چڑھا دیا ہے کہ ہر وقت حضوری کے مزے لیتے ہیں۔ انھیں حق تعالےٰ نے عبودیت کے آداب قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ پھر رسالہ کے آخر میں فرمایا ہے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہلِ نقل واثر۔ دوسرے اہلِ عقل و فکر۔ لیکن اس پاک جماعت کے شیوخ ان دونوں قسموں سے سبقت لے گئے ہیں۔ جو شے لوگوں کے نزدیک غائب ہے وہ ان کے نزدیک حاضر ہو اور دل کا مقصود ہے وہ اُن کے پاس موجود وہ اہلِ وصال اور دوسرے اہلِ استدلال ہیں۔

اور فرمایا ہر زمانے میں[1] اس پاک جماعت سے ایک ایسا شیخ کامل ہوتا ہے کہ اُسے توحید میں بڑا درجہ حاصل ہوتا ہے اور قوم کا امام ہوتا ہے اور اُس وقت کے علماء اُسکے منقاد و مطیع ہوتے اور اس کے سامنے سب خضوع و تواضع کرتے اور اسکی صحبت سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

---

[1] اس زمانہ میں جیسے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دہلی میں مقتدائے اولیاء سرچشمۂ توحید و فقر و اتقاء مولانا شاہ ابوالخیر صاحب عبداللہ احمدی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

دوسری فصل اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کرامت کے اثبات میں

جاننا چاہیئے کہ اولیاء سے کرامات کا ظہور عقلاً جائز اور نقلاً واقع ہے۔ عقلی جواز تو اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نزدیک یہ امر کوئی محال نہیں بلکہ ممکن ہے جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ظاہر ہونا ممکن۔ یہی مذہب مشائخ عارفین واصولین اور فقہاء ومحدثین رضی اللہ عنہم کا ہے۔ ان کی تصانیف شرق سے غرب تک اور عرب سے عجم تک اس مذہب کو صاف صاف بتلا رہی ہیں۔

مذہب صحیح مختار یہ ہے کہ جو شے معجزہ ہو سکتی ہے وہ کرامت بھی ہو سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس معجزہ سے کفار کا معارضہ اور مقابلہ نہ کیا گیا ہو اب یہ اعتراض واقع نہ ہوگا کہ قرآن شریف بھی کسی ولی کی کرامت ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن سے معارضہ کیا گیا ہے اور ایک شے کے معجزہ اور کرامت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ معجزہ اور کرامت دونوں متمیز نہ رہیں کیونکہ معجزہ میں ضروری بات یہ ہے کہ نبی اُسے ظاہر کرے اور کرامت میں ضروری یہ ہے کہ ولی اُسے چھپائے۔ لیکن ضرورت کے وقت یا اللہ تعالےٰ کی طرف سے اجازت کے بعد۔ یا غلبۂ حال میں یا مریدین کے عقیدے کی تقویت کے لئے ولی کو اظہار کرامت جائز ہے۔ چنانچہ بعض اولیاء سے مروی ہے کہ اُنھوں نے آسمان کیطرف پیالہ بلند کر کے شہد بھر کر ایک مرید کے منھ میں بھر دیا۔ اور مروی ہے کہ ایک کامل نے ایک شخص کو ہزاروں کوس کے فاصلہ سے کعبہ دکھایا۔ اور ایک دوسرے عارف نے ایک منکر کو کعبہ کا طواف کرا دیا اور ہم نے محقق ومعتبر طور سے سنا ہے کہ بہت سے لوگوں نے بچشم خود دیکھا کہ خود کعبہ شریف اولیاء کی ایک جماعت کا طواف کر رہا ہے جن لوگوں نے یہ عجیب واقعہ دیکھا ہے اُن میں سے ایک کی میں نے بھی زیارت کی ہے۔ اسکے سوا اور بھی بہت سی کرامات ہیں کہ ان کا ذکر اس مختصر میں سما نہیں سکتا۔

نقلی کرامات کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن پاک کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے اور حدیث وآثار اس مطلوب کے بیان میں بے شمار ہیں۔

قرآنِ پاک میں حق تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے قصہ میں فرمایا ہے کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ، یعنی جب کبھی ذکریا علیہ السلام محراب میں آتے تو

تو مریمؑ کے پاس رزق پاتے تو پوچھتے، اے مریمؑ یہ کہاں سے آیا تو مریم کہتیں یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق عطا فرمائے۔ اور حضرت مریم ہی کے قصہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔ اے مریم تو کھجور کی شاخ کو ہلا یہ تجھ پر تر و تازہ میوے گرائے گی۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ اسوقت کھجوروں میں تر و تازہ پھل آنے کا موسم نہ تھا۔

منجملہ ان آیات کے سورۂ کہف کی آیات ہیں جن میں حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ مذکور ہے کہ حضرت خضر کے ہاتھوں موسیٰ علیہ السلام نے کیسے کیسے عجائبات دیکھے اور علاوہ اسکی ذی القرنین کا قصہ ہی جو سورۂ کہف کے آخر میں مذکور ہے۔

اور منجملہ اسکے حضرت آصف بن برخیا کا قصہ ہی کہ اُنھوں نے پلک جھپکتے میں بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا تھا۔ اور یہ سب انبیاء نہ تھے اِس لیے یہ قصص معجزات نہیں بلکہ کرامات ہیں۔

احادیث سے اثبات

صحیحین میں جریج راہب کا قصہ آیا ہے کہ ایک شیر خوار بچے سے اُنھوں نے دریافت کیا کہ لڑکے تیرا باپ کون ہی وہ بول اُٹھا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔

اور حدیث میں غار والوں کا قصہ آیا ہے کہ غار کے منہ پر پتھر کی چٹان آ گئی تھی جب انھوں نے نیک اور خالص عمل یاد کئے اور ان کے وسیلہ سے حق تعالیٰ سے دعا کی تو وہ چٹان الگ ہو گئی اور وہ اس سے نجات پا گئے۔

اور حدیث میں ایک قصہ آیا ہے کہ ایک گائے پر ایک شخص نے بوجھ لادا تو وہ گائے اسکی طرف متوجہ ہو کر بولی کہ میں بوجھ لادنے کے لئے پیدا نہیں کی گئی میں تو کھیتی میں کام آنے کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ لوگوں نے سنکر کہا سبحان اللہ کیا عجیب بات ہی کہ گائے بھی کلام کرتی ہی۔ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنی تو فرمایا یہ قصہ بالکل صحیح ہی۔ میں اور ابوبکر اور عمر اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ حدیث بھی صحیح مشہور ہے اور صحیحین میں مذکور ہے۔

اور حدیث صحیح متفق علیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے مہمان کا قصہ مذکور ہے وہ کہتے ہیں کہ کھانے میں سے جو لقمہ ہم اُٹھاتے تھے وہ نیچے کی طرف سے بڑھ جاتا تھا حتیٰ کہ سب نے کھالیا اور سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے اُسے دیکھ کر اپنی بی بی سے فرمایا کہ اے بنی فراس کی بہن یہ کیا بات ہے۔ انھوں نے کہا اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک مجھے بھی خبر نہیں کیا ماجرا ہے مگر اتنا جانتی ہوں کہ یہ کھانا پہلے سے تین حصّے زیادہ ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلی اُمتوں میں محدث (یعنی وہ لوگ جنھیں الہام ہوتا ہی) پیدا ہوتے تھے اگر میری امّت میں کوئی ایسا ہی تو وہ عمرؓ ہے۔

اور وارد ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مقام پر لشکر بھیجا لشکر کے سردار ساریہ نامی ایک شخص تھے جب وہ لشکر وہاں گیا اور مقابلہ ہوا تو دشمن نے یہ فریب دیا کہ ایک پہاڑ کی کھوہ میں کچھ لوگ چھپا دیئے تاکہ وہ عین موقع پر کام آئیں۔ جب میدان گرم ہوا قریب تھا کہ ساریہ رضی اللہ عنہ دھوکا کھا جائیں اور مغلوب ہوں کہ اتنے میں آواز آئی یَاسَارِیَۃَ الْجَبَلُ یا سَارِیَۃَ الْجَبَلُ یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار رہ وہ یہ آواز سنکر ہوشیار ہو گئے۔ یہ آواز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دی تھی کہ آپ اُس وقت جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ پڑھتے پڑھتے آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔ خدا تعالیٰ نے یہ آواز جو ہزاروں کوس کے فاصلہ پر تھی پہونچا دی۔ اس قصے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوئیں ایک تو لشکر کا حال انھیں اتنی دُور سے معلوم ہو جانا۔ دوسرے آپ کی آواز کا اتنی دور پہنچنا۔ اور منجملہ ان اُحادیث کے وہ حدیث صحیح ہے جو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارہ میں وارد ہوئی ہے کہ انھوں نے ابو سعدہ کے بارہ میں بد دعا کی تھی تو وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے تو سعد کی بد دعا لگ گئی۔

اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے بارہ میں آیا ہے کہ ان پر ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ انھوں نے کچھ میری زمین غصب کر لی ہے۔ سعید بولے اے خدا اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اسے زمین ہی میں قتل کر۔ مرنے سے کچھ دن پہلے وہ اندھی ہو گئی۔ ایک دن کچھ ٹٹولتی پھر رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔ بخاری و مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

حدیث میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قصہ میں آیا ہے کہ بنت حارث بن نوفل جو راویہ ہیں کہتی ہیں کہ میں نے خبیبؓ سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے ایک روز دیکھا کہ وہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں، حالانکہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکّہ میں کہیں انگور نہ تھا۔ تو یہ رزق تھا جو حق تعالے نے انھیں دیا تھا۔

اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر رضی اللہ عنہما کے بارہ میں وارد ہوا کہ ایک رات یہ دونوں صاحب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بیٹھے تھے اور رات بہت تاریک تھی جب خدمت سراپا برکت سے رخصت ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ قدرتِ باری تعالیٰ سے ان کے آگے آگے دو روشن چیزیں چراغ کی مثل جا رہی ہیں۔ جب وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تو ان میں سے ایک چراغ ایک کے ساتھ اور دوسرا دوسرے کے ساتھ ہو لیا۔ جب وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ تو وہ روشن چیزیں نظروں سے غائب ہو گئیں۔

اور حدیث صحیح میں اس شخص کا قصہ وارد ہوا ہے جس نے بدلی میں آواز سنی ہو کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر دو۔ پھر وہ بدلی کے ساتھ ساتھ گیا۔

اور وارد ہوا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شیر نے راستہ بند کر رکھا تھا۔ اور لوگ رستہ چلنے سے رکے ہوئے تھے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اسطرف گذر ہوا تو آپ نے شیر سے فرمایا کہ ہٹ جا۔ اس نے دم ہلائی اور چل دیا۔ پھر لوگ چلے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہر شے کو ڈرا دیتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات نے علاء ابن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ایک موقع پر جہاد کے لئے بھیجا جب یہ چلے تو راہ میں سمندر کا ایک ٹکڑا پڑا انھوں نے اللہ تعالٰی کے نام کے وسیلہ سے جنابِ باری میں دعا فرمائی اور اللہ کا نام لے کر پانی پر چلے گئے اور دریا پار ہو گئے۔

اور وارد ہوا ہے کہ سلمان اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا ہوا تھا کہ یکایک وہ پیالہ سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنے لگا اور ان دونوں حضرات نے اسکی تسبیح سنی

روایت ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے اور وہ ان کا سلام سنتے تھے۔ ایک دن انھوں نے کسی مرض کی وجہ سے داغ لگا لیا اُس دن سے ملائکہ کا سلام سننا موقوف ہو گیا اور ایک سال تک نہ سنا ایک سال کے بعد پھر اسی طرح سننے لگے۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ میلے کچیلے و بال غبار آلود رہتے ہیں اور جو کسی کے دروازے پر جائیں تو کوئی بات نہ پوچھے اور دھکے دے کر نکال دیں۔ اور شان ان کی یہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر اڑ کر خدا کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالٰی ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اثباتِ کرامات میں سوائے اِس حدیث کے اور کوئی حدیث نہ ہوتی تو یہی حدیث اِس مقصد کے اثبات میں کافی ووافی تھی - اور اسی باب میں صحابہؓ اور تابعین اور دیگر متقدمین سے اس کثرت سے روایات منقول ہیں کہ حدِ شہرت اور تواتر کو پہونچگئی ہیں اور علمائے نے اس باب میں سینکڑوں کتابیں تصنیف کی ہیں اور ہم عنقریب حضرت اویس رضی اللہ عنہ کا قصہ اور دیگر بزرگانِ سلف و خلف کی حکایات کرامات کے باب میں ذکر کریں گے -

اب جو کوئی یہ اعتراض کرے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اولیاء اللہ سے قرب کے درجہ میں کہیں زیادہ تھے لیکن باوصف اس کمال کے جس قدر کرامات اولیاء اللہ سے منقول ہیں اتنی صحابہؓ سے منقول نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے لوگوں نے پوچھا تھا کہ عبد اللہ! یہ کیا بات ہے حضرات صحابۂ کرام سے اسقدر کرامات منقول نہیں جتنی کہ اولیاء کرام سے - تو امامؒ نے جواب دیا کہ صحابہ کے ایمان قوی تھے، اُنھیں اُسکی احتیاج نہ تھی کہ کرامات سے انھیں تقویت دیجاتی بخلاف اوروں کے کہ جیسے کوتاہ بین سمجھتے ہیں اُن کے ایمان میں اس قدر قوت نہیں اسلئے اُنھیں احتیاج ہے کہ اظہارِ کرامات سے یقین اور ایمان کو قوت دیجائے -

میں کہتا ہوں کہ اسی بنا پر بعض شیوخ کبار سے منقول ہی کہ مریم علیہا السلام سے خوارقِ عادات ابتدائے حال میں صادر ہوئے تاکہ ان کے ایمان کو قوت دیجائے اور یقین کو درجۂ کمال پر پہونچایا جائے - چنانچہ جب زکریا علیہ السلام ان کے پاس آتے جاتے تو انکے پاس بلا سببِ ظاہری رزق پاتے - اور جب اُن کا ایمان و یقین کامل ہو گیا تو پھر سبب کی محتاج کردی گئیں چنانچہ انھیں حکم ہوا وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (اے مریم کھجور کی شاخ اپنی طرف کر کے ہلاؤ وہ تم پر تر و تازہ پھل گرا دے گی - اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی کہ بلا ہلائے مریمؑ کو رزق پہونچاتے لیکن اب اِسکی احتیاج نہ تھی ایمان اور یقین کامل ہوگیا تھا -

شیخ امام عارف باللہ محقق شیخ الطریقت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کرامات اور خوارق تو اسلئے بندہ پر کھولے جاتے ہیں کہ اسکا ضعیف یقین قوت پذیر ہو جائے - اور جن لوگوں سے کرامات صادر ہوئی ہیں اُن سے اوپر ایک اور گروہ ہو کہ ان کے قلوب سے

لہ سبحان اللہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے کیا لطیف بات فرمائی اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ بعض بزرگانِ دین جو دنیوی اسباب کو بڑی شد و مد سے اختیار کرتے ہیں یہ دلیل اُن کے نقص کی نہیں ہو سکتی بلکہ یہ عین کمال ہی کیونکہ عبدیت کا مقتضا ہی ہے اور اسباب کا چھوڑنا ابتداء حال میں ہوتا ہے سچ ہے ے در نیابد حال پختہ ہیچ خام — پس سخن کوتاہ باید والسلام -

حجاب اٹھائے گئے ہیں اور ان کے قلوب روحِ یقین سے زندہ ہیں۔ اب انھیں خوارق و کرامات کی کچھ حاجت نہیں اور نہ آیات و قدرت کی ضرورت ہو اسی لئے یہ کرامات صحابۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم منقول ہیں اور متاخرین مشائخ سے بہت وجہ یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب منور تھے۔ آخرۃ کا اُنھوں نے معائنہ کر لیا تھا۔ دنیا سے بے رغبت ہو گئے تھے۔ ان کے نفوس پاک ہو گئے تھے۔ اُن کے امور عادیہ عبادت بنگئے تھے۔ ان کے قلوب کے آئینے صیقل ہو گئے تھے۔ ان کے نفوس پاک ہو گئے تھے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے نور حاصل کرتے تھے، نزول وحی کا مشاہدہ کرتے تھے۔ فرشتوں کی آمد و رفت اُن کے سامنے ہوتی اسلئے وہ کرامات اور خوارق اور آیاتِ قدرت سب سے مستغنی تھے۔ سو جو یقین کہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے وہ تمام حکمت میں ایسی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے کہ دوسروں کو وہ آیاتِ قدرت سے نظر آتا ہے اور اور لوگ آیاتِ قدرت کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کیونکہ وہ محجوب ہیں اور اُن کا یقین ان ہی آیات سے قوت پاتا ہے اور یہ لوگ کھلی آنکھوں ایسی چیزوں کو دیکھتے ہیں اسلئے انھیں کچھ تعجب و حیرت نہیں ہوتی۔

اور فرمایا اولیاء اللہ سے طرح طرح کی کرامات کا صدور ہوتا ہے۔ غیب سے آوازیں سنتے ہیں زمین کی طنابیں اُن کے لئے کھنچ جاتی ہیں۔ شئے کی ہیئت بدل جاتی ہے مثلاً مٹی کا سونا ہو جانا وغیرہ۔ جو باتیں دل میں پوشیدہ ہوتی ہیں وہ ان پر کھل جاتی ہیں بعض واقعات ہونے سے پہلے انھیں معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا ثمرہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع زیادہ کرتا ہے اُسے قرب و عبودیت زیادہ ملتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کہدو اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ خود تمھیں چاہنے لگے گا۔

اور فرمایا اولیاء اللہ کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہے کیونکہ یہ کرامتیں انھیں رسول کے اتباع سے حاصل ہوتی ہیں اسلئے کرامت ولی کی اُسکے رسول کے حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ ہر پیغمبر کے بعد اُن کے متبعین ایسے ہوئے ہیں کہ ان سے کرامات اور خوارق عادات صادر ہوئے ہیں۔ ختم ہوا کلام شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

استاذ امام ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہر ولی کی کرامت اسکے پیغمبر کے معجزات سے شمار کیجاتی ہے۔ اور فرمایا کرامت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کبھی تو اسطرح ہوتی ہے کہ اسکی دعا مقبول

ہو جاتی ہے اور کبھی فاقہ میں کھانا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بغیر ظاہری سبب کے ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پیاس میں پانی مل جاتا ہے اور کبھی تھوڑی دیر میں بہت سی مسافت طے ہو جاتی ہے اور کبھی کسی دشمن سے نجات دیدیتے ہیں اور کبھی غیب سے آواز سنتے ہیں اور اس قسم کے افعال جو عادت کے خلاف ہیں سرزد ہو جاتے ہیں۔ انتہی۔

میں کہتا ہوں اگر کوئی پوچھے کہ کرامات اور سحر میں کیا فرق ہے ہمیں تو بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ محققین عارفین نے فرمایا ہے کرامت اور سحر میں بڑا فرق ہے۔ دیکھو سحر تو فاسق۔ فاجر۔ بددین اور کفار اور جو احکامِ شریعت اور متابعت سنت سے روگردانی کرنے والے ہیں سب کوئی کرسکتا ہے۔ اور کرامت کا ظہور اولیاء اللہ کے ہاتھوں ہوتا ہے اور اولیاء کی شان یہ ہے کہ وہ احکام اور آداب شرعیہ میں بڑے درجے پر پہونچے ہوئے ہوتے ہیں۔

میں کہتا ہوں جو لوگ کرامت کا انکار کرتے ہیں وہ مختلف ہیں بعض تو ایسے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اولیاء کی کرامت کا انکار کرتے ہیں اور پہلے زمانہ کے اولیاء جیسے معروف کرخی سہل تستری۔ جنید بغدادی رضی اللہ عنہم کے کرامت کا اعتراف کرتے ہیں تو ان کی مثال شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے خوب بیان کی ہے فرمایا ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے یہود کہ موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کیونکہ آپ کے زمانہ کو پایا اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کو نہیں پایا۔

بعض کہتے ہیں بے شک اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ ان سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے لیکن اپنے زمانہ کے اولیاء اللہ میں سے کسی کی تعیین نہیں کرتے تو یہ لوگ بھی محروم ہیں کیونکہ جب کسی کا اقرار نہیں کرتے تو کسی سے بھی انھیں فیض نہیں ہوگا۔ اے اللہ ہم توفیق اور حسنِ خاتمہ کا اپنے اور اپنے مشائخ اور تمام امتِ محمدیہ کے لئے سوال کرتے ہیں اور انکار سے بچنے کی درخواست کرتے ہیں، آپ قبول کیجئے۔

بعض علماء سے کسی نے اولیاء اللہ کی کرامت کے بابت دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا۔ ایسا کون ہے جو کرامت کا انکار کرتا ہے۔ کرامت کے اثبات کے لیئے تو یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۔

ا؎ کرامت اور سحر میں بڑا فرق یہ ہے کہ سحر رد ہو سکتا ہے اور کرامت کا رد نہیں ہو سکتا وہ اٹل اور منجانب اللہ ہے۔ (رضا حسین کاتب)

یعنی حق تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے[1]۔

میں کہتا ہوں کہ جو شخص کراماتِ اولیاء اللہ کا انکار کرتا ہے اُس سے سخت تعجب ہے۔ کیونکہ کرامت کے بارے میں قرآن پاک کی بہت سی آیتیں اور احادیث صحیحہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار اور سیکڑوں حکایات وارد ہیں جو کھلم کھلا بزرگانِ سلف وخلف سے صادر ہوئی ہیں اور حکایات تو اس کثرت سے منقول ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں۔

بعض منکر ایسے بھی ہیں کہ اگر اولیاء اللہ کو یہ بھی دیکھ لیں کہ وہ اپنی کرامت سے ہوا میں دوڑ رہے ہیں تو یہی کہیں گے کہ جادو ہے۔ یا یہ بکواس کرینگے کہ یہ لوگ شیاطین ہیں اور جو توفیق الٰہی سے ازلی محروم ہے وہ بے دیکھے تو امرِ حق کی تکذیب کرتا ہی ہے مگر جب وہ ظاہری طور پر بھی دیکھ لے تب بھی انکار ہی کرتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم تم پر کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب اتاریں (یعنی کفار اُسے اترتے ہوئے آنکھوں سے دیکھیں) اور کفار اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ بھی لیں تب بھی منکر اور کافر یہی بولیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

تعجب اور سخت تعجب اور غضب کی بات یہ ہے کہ اولیاء کو شیاطین اور جادوگر کہتے ہیں (کیا دکھائی نہیں دیتا) کہ ان میں ذیل کی کیسی عمدہ اور پاکیزہ صفتیں موجود ہیں اور وہ ان صفات سے موصوف ہیں۔ مقرب ہیں۔ صالح ہیں۔ زاہد وعابد۔ صابر وشاکر۔ خائف ومتقی ہیں متوکل وراضی ہیں۔ عارف ہیں۔ بری خصلتوں سے پاک۔ زیورِ خصائلِ حمیدہ سے آراستہ۔ اخلاق مولیٰ سے پیراستہ۔ اللہ کی اطاعت میں سرگرم۔ آدابِ شریعت اور اتباعِ سنت سے مزین۔ پستی سے معالی کے بالاخانوں پر چڑھنے والے۔ ہر حال میں اپنے مولیٰ کے ساتھ مشغول۔ دنیا بلکہ آخرت سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ انھوں نے اپنے نفوس کو بقائے الٰہی کے لئے مردہ کر ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں بقائے دائمی بخشی۔ اللہ کا جمال وجلال ان کے قلوب پر متجلی ہے۔ اور یہ سب دولت انھیں اسلئے ملی ہے کہ انھوں نے خدا کی راہ میں کماحقہ کوشش کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو ہماری راہ میں کوشش کریگا اُسے ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ آیاتِ ذیل کے

[1] یہ دلیل اس لئے کافی ہے کہ کرامتِ ولی سے جس شئے کا ظہور ہوتا ہے اس کا کرنے والا ولی نہیں ہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ ہے اور صرف ولی کے ہاتھوں اُس کا ظہور ہو جاتا ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ حق تعالیٰ کو سب قدرت ہے جو چاہے کرے مردے کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔ (مترجم)

مورد اور مصداق یہی لوگ ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

(۱) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ۔

(۲) وَاِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝

(۳) اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝

(ترجمہ) (۱) اور خوشخبری سنا دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان عاجزی کرنے والوں کو جو (ایسے ہیں) کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اُن کے دِل ڈر جاتے ہیں۔

(۲) ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام آتا ہے تو ان کے دِل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں اُن پر پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیتیں اُن کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

(۳) بے شک شیطان کا اُنپر کچھ زور نہیں چلتا جو ایمان لائے اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اور حدیث صحیح میں ہو کہ بعض بندے ایسے ہوں گے کہ وہ بے حساب جنت میں جائیں گے وہ لوگ ایسے ہیں جو نہ تعویذ گنڈے کرتے ہیں اور نہ کسی سے کراتے ہیں اور نہ بدفالی لیتے ہیں بلکہ سب امور میں اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تو دیکھو اس حدیث کے مصداق یہ لوگ ہیں یا اہلِ دنیا۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعبؓ بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک مینڈھے کی کھال پہنے جا رہے ہیں۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا دیکھتے ہو مصعب کی کیا حالت ہے اللہ اور رسول کی محبت نے ان کا یہ حال بنا دیا۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ احسان کیا ہے آپ نے فرمایا۔ احسان یہ ہو کہ اللہ کی عبادت اسطرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اسطرح عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس حدیث کے مضمون کے پورے ہونے سے ظاہر ہے کہ یہی لوگ ہیں جو اپنے نفس کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہتے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سادگی اور بے تکلفی اور فاخرہ لباس چھوڑ دینا ایمان کی علامت ہے۔

لہ یہ صحابی مسلمان ہونے سے پہلے بڑے مالدار تھے جب مسلمان ہوئے تو اللہ اور رسول کی محبت میں ان کی یہ حالت ہوگئی جو حدیث میں مذکور ہے

اِس کے سوا اسقدر احادیث اور بزرگوں کے حالات ہیں کہ وہ اِس امر کو بتلا رہے ہیں کہ جو مراتب علیا قرآن پاک اور احادیث صحیح میں وارد ہیں اُن کے مصداق ایسے ہی لوگ ہیں اور ان ہی لوگوں کی سعی قابلِ قدر ہے اور اللہ تعالیٰ اُن ہی کی شان میں فرماتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ - یعنی گھروں میں ایسے لوگ ہیں کہ جنھیں اللہ کے ذکر سے نہ تجارت غفلت میں ڈالتی ہے اور نہ بیع +

اور یہ اہلِ دنیا حریص اور دنیا پر گرنے والے کبھی بھی ان اوصاف کے مورد نہیں ہو سکتے یہ وہ لوگ ہیں کہ اِن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر دو بھیڑیے بکریوں کے ایک گلّہ میں چھوڑ دئیے جائیں تو وہ اتنا فساد نہ مچائیں اور نہ مال کو تباہ و برباد کریں جتنا کہ آدمی کے دین کو مال کی حرص برباد کرتی ہے - اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى - یعنی بے شک انسان سرکشی کرتا ہے اسوجہ سے کہ وہ اپنے کو غنی دیکھتا ہے -

میں کہتا ہوں کہ الحمدللہ جس مقدمہ کا ذکر اول خطبہ میں کیا گیا ہے وہ تمام ہو گیا اور اب میں حسبِ وعدہ صلحاء کی حکایات شروع کرتا ہوں - مگر میں نے اِن حکایات کے بیان کرنے میں کسی قسم کی ترتیب عمر - زمانہ - مکان - فضیلت وغیرہ کی رعایت نہیں رکھی - کیفما اتفق حکایات لکھی ہیں - بعض جگہ ایک ایک میں دو دو حکایات بھی جمع کر دی ہیں اور اس کے مختلف سبب ہیں -

حصہ اوّل

روض الریاحین

حکایات صلحاء و اولیاء کاملین رضی اللہ عنہم اجمعین

(۱) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یمن کے بزرگوں میں سے ایک شخص کو میں نے سنا کہ وہ خوف - خشوع - تواضع - حکمت میں یکتا رفن ہو - جب میں حج کے لئے بیت اللہ گیا اور وہاں سے فارغ ہوا تو دل میں شوق پیدا ہوا کہ اُن بزرگ یمنی کی بھی زیارت کریں اور ان کے کلام موعظۃ فرجام سے فیض یاب ہوں - میرے ساتھ چند اصحاب میرے ہمخیال بھی تھے اور ان میں ایک ایسا جوان تھا کہ صلحاء کی علامت سے اس کا چہرہ روشن اور خوف الٰہی کا پورا منظر تھا - بغیر بیماری زرد اور بلا درد اُسکی آنکھوں سے پانی جاری تھا - خلوت دوست اور تنہائی پسند تھا - دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اسپر کوئی مصیبت پڑی ہو - اور ہم اُسے ملامت کیا کرتے تھے کہ بھائی اپنے نفس پر اتنی سختی مناسب نہیں کچھ آرام بھی دینا چاہئے لیکن وہ سُنکر چپ ہو رہتا کچھ جواب نہ دیتا تھا اور یومًا فیومًا مجاہدے اور سعی میں سرگرم تھا، القصہ وہ جوان ہم میں یمن تک ساتھ رہا - یمن پہونچکر ہم نے اُس بزرگ کا گھر تلاش کیا - دروازے پر پہونچ کر دستک دی وہ بزرگ باہر آیا ہمنے دیکھا اُسکا چہرہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی قبر سے اُٹھ کر آیا ہے - سب سے اوّل ہم میں سے اُس جوان نے سلام و کلام اور مصافحہ کیا، انہوں نے مرحبا کہا - پھر ہم سب نے بھی سلام کہا - پھر سب بیٹھ گئے اور اس جوان نے ہم سے پہلے اُس بزرگ سے بات چیت کرنی شروع کی اور کہنے لگا حضرت آپ اور آپ جیسے بزرگوں کو حق تعالےٰ نے دلوں کے امراض کا طبیب اور معالج بنایا ہے اور میرے دل میں ایک زخم ہے اور ایسی بیماری ہے کہ وہ دل میں راسخ اور متمکن ہوگئی ہے - اگر آپ اپنے پاس سے کچھ مرہم عنایت فرمائیں تو غایت کرم و احسان ہوگا شیخ نے

فرمایا جو تمہیں پوچھنا ہو پوچھو جوان نے پوچھا کہ حضرت خوفِ الٰہی کی علامت کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا جب خوفِ الٰہی ہوا کرتا ہے۔ سب خوفوں سے بندہ مامون ہو جاتا ہے اور اللہ ہی کا خوف دل میں گڑ جاتا ہے۔ وہ جوان یہ بات سنکر تھرا اُٹھا، پھر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو پوچھا کہ حضرت بندہ کو کب یہ یقین ہوتا ہے کہ میں خائف ہو گیا ہوں۔ فرمایا دنیا کی لذتوں کو اسطرح چھوڑ دے جیسے کوئی بیمار بیماری بڑھ جانے کے خوف سے کھانے پینے کی چیزوں سے پرہیز کرتا اور کڑوی دوا پر صبر کرتا ہے۔ اسیطرح یہ خائف بھی دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ یہ سُن کر اس جوان نے ایسی چیخ ماری کہ ہم یہ سمجھے کہ اسکی طائرِ روح نے جسدِ عنصری سے پرواز کی۔ پھر دیر کے بعد ہوش آیا تو پوچھا کہ حضرت یہ فرمائیے کہ خدائے تعالیٰ کی محبت کی کیا علامت ہے۔ شیخ نے فرمایا اے دوست محبت کا بہت بڑا درجہ ہے۔ جوان نے عرض کیا کچھ تو فرمائیے۔ فرمایا اُن کے قلوب سے حجاب اُٹھا دیا جاتا ہے اور وہ اپنے دلوں کے انوار سے محبوبِ حقیقی کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کی ارواح روحانیہ۔ ان کے قلوب حجبیہ۔ انکی عقول سماویہ ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ملائکہ کی جماعت کے ساتھ رہتے ہیں اور ان امور کو آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی عبادت میں اپنی پوری استطاعت صرف کر ڈالتے ہیں اور اِس عبادت سے نہ انھیں جنت کی طمع ہوتی ہے نہ جہنم کا خوف ہوتا ہے۔ یہ سنکر اس جوان نے ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ اُنے بوسہ دیا اور رو کر کہنے لگے۔ دیکھو خائفین کا تضرع اور محبین کا یہ درجہ ہے۔

(۲) **حضرت ذوالنون مصری** رحؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ملک شام میں گیا تو وہاں ایک سبز و شاداب باغ پر میرا گذر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ سیب کے درخت کے نیچے ایک جوان نماز پڑھ رہا ہے میں نے آگے بڑھ کر اُسے سلام کیا اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری مرتبہ پھر میں نے سلام کیا تو اس نے اپنی نماز کو ختم کر کے زمین پر اُنگلی سے یہ شعر لکھے ؎

مُنِعَ اللِّسَانُ مِنَ الْكَلَامِ لِاَنَّهُ	كَهْفُ الْبَلَاءِ وَجَالِبُ الْاٰفَاتِ
فَاِذَا نَطَقْتَ تَكُنْ لِرَبِّكَ ذَاكِرًا	لَا تَنْسَهُ وَاحْمَدْهُ فِي الْحَالَاتِ

یعنی زبان بولنے سے اس لئے روکی گئی ہے کہ وہ طرح طرح کی بلیات کا غار ہے اور آفات کو کھینچنے والی ہے۔ اسلئے تمھیں چاہیئے کہ جب بولو اللہ ہی کا ذکر کرو اور اُسے کسی وقت بھی نہ بھولو اور ہر حالت میں اُسکی حمد کرتے رہو۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر بہت دیر تک روتا رہا پھر میں نے بھی

جواب میں زمین پر انگلی سے یہ شعر لکھ دیئے ؎

وَمَا مِنْ کَاتِبٍ اِلَّا سَیُبْلیٰ	وَیُبْقِی الدَّھْرُ مَا کَتَبَتْ یَدَاہُ
فَلَا تَکْتُبْ بِکَفِّکَ غَیْرَ شَیْءٍ	یَسُرُّکَ فِی الْقِیَامَۃِ اَنْ تَرَاہُ

یعنی ہر لکھنے والا ایک دِن قبر میں خاک ہو جائیگا اور اُسکا نوشتہ ہمیشہ باقی رہیگا۔ اس لئے تمھیں لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایسی شے کے سوا کہ جس کے دیکھنے سے قیامت میں خوشی و مسرت ہو کچھ نہ لکھو ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ اس جوان نے یہ دیکھ کر ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔ میں نے چاہا کہ اُسے غسل وغیرہ دیکر دفن کردوں کہ یکایک آواز آئی کہ کوئی پکار کر کہہ رہا ہے۔ ذوالنون اسے چھوڑ دے حق تعالیٰ نے اس سے وعدہ فرمالیا ہے کہ اسکی تجہیز و تکفین فرشتے کریں گے۔ ذوالنون رح کہتے ہیں میں یہ سُن کر الگ ہو گیا اور درخت کے نیچے جانماز پڑھنے لگا۔ چند رکعتیں پڑھکر جو میں گیا تو تو وہاں اس کا نشان تک نہ پایا اور نہ اسکی کچھ خبر ہوئی۔ رضی اللہ عنہ وعنا۔

(۳) **حضرت ذوالنون مصری** رح فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیت المقدس کے پہاڑ پر جا رہا تھا کہ یکایک میں نے ایک آواز سُنی کوئی کہتا ہے کہ خادموں اور غلاموں کے بدن سے دکھ درد دُور ہو گئے اور وہ طاعتِ خداوندی میں مشغول ہو کر کھانے پینے سے غافل ہو گئے اور اُن کے بدن حقیقی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونے کے عادی ہو گئے۔ حضرت ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ میں اس آواز کے پیچھے پیچھے چلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آواز دینے والا ایک امرد جوان ہے مُنھ پر زردی چھا رہی ہے۔ بدن نحیف ہے۔ ہوا چلنے سے ہری شاخ کی طرح لچکتا ہے، اُسپر دو چادریں ہیں، ایک چادر کا تہ بند کر رکھا ہے دوسری اوڑھ رہا ہے۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو درخت کے اندر چھپنے لگا میں نے کہا او لڑکے اتنا تنفر اور اتنی کج خلقی! یہ تو مومنین کی شان اور اخلاق کے خلاف ہے۔ یہ سُنکر وہ مجھ سے بولا۔ اور کچھ پند و نصیحت کی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑا اور ان الفاظ سے مناجات کی ھٰذا مقام من لاذبک واستجار بمعرفتک والف محبتک فیا الٰہ القلوب ومالحویہ من جلال عظمتک احجبنی عن القاطعین لی عنک۔ یعنی اے اللہ یہ مقام اس شخص کا ہے جس نے تیرے ساتھ کا پکڑا اور تیری معرفت کے ساتھ پناہ چاہی اور تیری محبت کا دل دادہ ہوا۔ پس اے دلوں کے مالک اور اس جلال وعظمت کے مالک جو دلوں میں ہے جو لوگ مجھے آپ سے قطع اور الگ کرنے والے ہیں مجھے ان سے چھپا دے۔ پھر وہ میری

نظروں سے غائب ہو گیا رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شام کے پہاڑوں میں سفر کر رہا تھا چلتے چلتے ایک ٹیلے پر پہنچا۔ وہاں ایک شیخ کو پایا کہ ان کی پلکیں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آ گئی تھیں۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دیکر بارگاہِ الٰہی میں ان مضمون سے مناجات کرنے لگے۔ اے وہ ذات جسے گنہگار پکارتے ہیں تو اسے قریب پاتے ہیں اور اے وہ ذات کہ زاہد جس کا قصد کرتے ہیں تو اسے محبوب پاتے ہیں اور اے وہ ذات جس کے ساتھ مجاہدہ دریا صنعت کرنے والے اُنس پکڑتے اور دعا کرتے ہیں تو اسے قبول کرنے والا پاتے ہیں۔

(۴) استاذ ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ابدال مرد اور ایک ابدال عورت کے نکاح کی مجلس میں حاضر ہوا وہاں حاضرین مجلس میں سے ہر ایک نے اپنا ہاتھ اوپر بڑھایا اور موتی اور یاقوت سب کے سامنے لا ڈالے۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ہاتھ بڑھایا اور زعفران سامنے لا رکھی تو خضر علیہ السلام فرمانے لگے تم نے دولہا دلھن کے لئے مناسب ہدیہ پیش کیا۔ حاضرین میں سے کسی نے بھی ایسا ہدیہ نہیں دیا۔

ایک عارف نے فرمایا ہے کہ مجھے چالیس حوریں دکھائی دیں میں نے انھیں دیکھا کہ ہوا میں اُڑ رہی ہیں اور چاندی سونے کے کام کے لباس سے آراستہ ہیں۔ میں نے جو انھیں نظر بھر کر دیکھا تو چالیس روز تک عتاب میں رہا۔ پھر ان کے بعد اسی حوریں جو حسن و جمال میں ان سے بھی زیادہ تھیں دکھائی دیں، آواز آئی کہ انھیں دیکھ میں یہ سُنکر فوراً سجدہ میں گر پڑا اور گرتے ہی اپنی آنکھیں خوب زور سے بھینچ لیں اور عرض کیا أَعُوذُ بِكَ مِمَّا سِوَاكَ لَا حَاجَةَ لِي بِهٰذَا (اے اللہ میں آپ کے سوا سے پناہ مانگتا ہوں مجھے اسکی کوئی حاجت نہیں۔) اسی طرح برابر عجز و زاری کرتا رہا حتٰی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مجھ سے ہٹا دیا۔

(۵) شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری پنڈلی میں درد ہو گیا تھا اسکی وجہ سے نماز میں بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ ایک رات جو میں نماز کے لئے اُٹھا تو اسمیں سخت درد ہوا اور بمشکل نماز پوری کی، چادر سرہانے رکھکر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حسینہ جمیلہ لڑکی جو سراپا حسن کی پتلی تھی چند خوب صورت بنی ٹھنی لڑکیوں کے ہمراہ ایک ناز و انداز کے ساتھ میرے پاس آکر بیٹھ گئی اور لڑکیاں جو اسکے ہمراہ تھیں اُسکے پیچھے بیٹھ گئیں۔ ان میں سے ایک کو اُس نے کہا کہ اس شخص کو اُٹھاؤ مگر دیکھو بیدار نہ ہونے پائے وہ سب کی سب میری طرف متوجہ ہوئیں اور سب نے ملکر اٹھایا میں یہ سب کیفیت خواب میں دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنی خواصوں سے

کہا کہ اسکے لئے نرم نرم بچھونے بچھاؤ اور اپنے اپنے موقع سے تکیے رکھدو اُنھوں نے فوراً سات بچھونے اوپر تلے بچھائے کہ میں نے عمر بھر کبھی ایسے بچھونے نہ دیکھے تھے پھر اُسپر نہایت خوبصورت سبز رنگ کے تکیئے نصب کئے پھر حکم کیا کہ اسے اس فرش پر لٹادو مگر دیکھو خبردار جاگنے نہ پائے مجھے اُنھوں نے اس بچھونے پر لٹادیا اور میں اُنھیں دیکھتا تھا اور سب باتیں سنتا تھا۔ پھر اُس نے حکم دیا کہ اسکے چاروں طرف پھول پھلواری رکھدو اُنھوں نے سنتے ہی طرح طرح کے پھول رکھدئیے پھر وہ میرے پاس آئی اور اپنا ہاتھ میرے اسی درد کی جگہ رکھا اور ہاتھ سے سہلایا، پھر کہا کھڑا ہو نماز پڑھ۔ حق تعالیٰ نے تجھے شفادی۔ یہ اس کا کہنا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی میں نے اپنے آپ کو بھلا چنگا پایا گویا کبھی بیمار ہی نہ تھا۔ وہ دن اور آج کا دن پھر کبھی بیمار نہ ہوا اور میرے دل میں ابتک اسکے اِس کہنے کی کہ "اٹھ کھڑا ہو نماز پڑھ حق تعالےٰ نے تجھے شفادی" لذت وحلاوت موجود ہے۔

(۶) شیخ عبدالواحد رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ ایک رات کا واقعہ ہے کہ مجھے نیند آئی اور معمولی ورد ووظائف بھی چھوٹ گئے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت خوبصورت حسین لڑکی ہے کہ اس سے زیادہ میں نے کسی کو حسین نہ دیکھا، سبز ریشمی کپڑے پہن رہی ہے اسکے پاؤں میں دو جوتیاں ہیں کہ وہ تسبیح کر رہی ہیں اور اسکے تسمے تقدیس۔ اور مجھے کہتی ہے ابنِ زید! میری طلب میں کوشش کر کیونکہ میں تیری طلب میں ہوں، پھر اُس نے یہ شعر پڑھا ؎

من یشتری ومن یکن سکنی		یا من فی ربحه من الغبن	

(یعنی جو مجھے خریدے اور جو میرے دل کا چین وآرام بنے وہ اپنی تجارت کے نفع میں خسارہ سے مامون رہیگا) میں نے پوچھا پھر تیری قیمت کیا ہے۔ اُس نے یہ شعر پڑھا ؎

محبة الله ثم طاعته		وطول فکر یشاب بالحزن	

(یعنی میری قیمت اللہ کی محبت اور محبت کے ساتھ اسکی طاعت اور میری قیمت ایسا طویل فکر ہے جو حزن کے ساتھ ہو) میں نے کہا اے لڑکی تیرا مالک کونسا ہے۔ تو اُس نے جواب دیا ؎

لمالکٍ لا یرد لی ثمنا		من خاطب قد اتاه بالثمن	

(یعنی میرا مالک ہے کہ اگر کوئی میری خواہش کرنیوالا اُسکے پاس میری قیمت لائے تو وہ اس قیمت کو رد نہیں کرتا بلکہ قبول کرلیتا ہے) کہتے ہیں کہ شیخ عبدالواحد رضؓ یہ خواب دیکھکر جاگ اُٹھے اور اُسکے بعد سے قسم کھالی کہ رات کو کبھی نہ سوؤں گا۔ ان بزرگ کا یہ حال تھا کہ انھوں نے صبح کی نماز چالیس برس تک عشاء کے وضو سے پڑھی ہے۔ نفعنا اللہ من برکاته رضی اللہ عنہ۔

(۷) **شیخ منظہر سعدی** رضی اللہ عنہ حق تعالیٰ کے شوق میں ساٹھ برس برابر روئے ایک شب خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ گویا میں نہر کے کنارے ہوں اور اس میں مشک خالص پڑا بہہ رہا ہے اسکے کنارے پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے کھڑے لہلہا رہے ہیں اتنے میں چند لڑکیاں بنی ٹھنی حسن و جمال میں یکتا آئیں اور پکار پکار کر یہ الفاظ گائیں سبحان المسبح بکل لسان سبحانہ سبحان الموجود بکل مکان سبحانہ سبحان الدائم فی کل الازمان سبحانہ (یعنی پاک ذات ہے وہ ذات جسکی ہر زبان پاکی بیان کرتی ہے۔ پاک ذات ہے وہ جو ہر مکان میں موجود ہے۔ پاک ذات ہے وہ جو ہر زمانے میں پاک ذات ہے) میں نے پوچھا تم کون ہو اور کیا کرتی ہو، انھوں نے کہا ؎

برانا الٰہ الناس رب محمد	لقوم علی الاقدام باللیل قوم
یناجون رب العالمین الٰھھم	فتسری ھموم القوم والناس نوم

(یعنی لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے اس قوم کے لئے پیدا کیا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں اور اپنے معبود رب العالمین سے مناجات کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذوق و شوق میں انکی یہ حالت ہے کہ شب کو انکے افکار برابر چلتے رہتے ہیں اور اور لوگ پڑے سوتے ہیں۔

(۸) **شیخ ابوبکر ضریر** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں ایک غلام خوبصورت تھا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات بھر قیام کرتا تھا۔ وہ ایک دن میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ آج میں سو گیا تھا کہ معمولی اوراد بھی ترک ہو گئے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ گویا سامنے سے محراب پھٹ گئی ہے اور چند حسین لڑکیاں اسمیں سے نکلی ہیں انمیں ایک لڑکی نہایت ہی بدصورت ہے کہ میں نے عمر بھر کبھی نہ دیکھی تھی۔ میں نے پوچھا کہ تم سب کس کے واسطے ہو اور یہ بدصورت کس کے لئے ہے۔ انھوں نے کہا ہم سب تیری گذشتہ راتیں ہیں اور بری صورت والی تیری یہ رات ہے جس میں تو سو رہا ہے۔ اگر اسی رات تو مر گیا تو یہی تیرے حصے میں آئیگی۔ یہ خواب بیان کر کے اس جوان نے ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔

(۹) **کسی عارف** نے کہا ہے کہ ایک رات کا واقعہ ہے کہ میں سو گیا اور ایسا سویا کہ معمولی اوراد بھی رہ گئے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ایسی حسین لڑکی کھڑی ہے جو تمام عمر میں نے کبھی ایسی نہ دیکھی تھی اور اس میں سے خوشبو ایسی مہک رہی تھی کہ میں نے کبھی نہ سونگھی تھی، اس نے مجھے ایک رقعہ دیا اور کہا اسے پڑھ۔ میں نے جو پڑھا تو اس میں یہ اشعار تھے ؎

لذذت بنومہ عن خیر عیش	مع الولدان فی غرف الجنان

تعیش مخلداً لاموت فیہا	وتبقی فی الجنان مع الحسان
تیقظ من منامک ان خیرا	من النوم التہجد بالقرآن

(یعنی تو سونے کی لذت میں مشغول ہو گیا اور جنت کی کھڑکیوں کے عمدہ عیش اور وہاں کے خادموں سے غافل رہا۔ (۲) جنت میں تو خوبصورت عورتوں کے ساتھ ہمیشہ کو رہیگا اور وہاں موت نہیں۔ (۳) اس وقت اس خواب غفلت سے بیدار ہو۔ سونے سے تہجد کی نماز اور قرآن بہتر ہے۔ ان اشعار کے پڑھتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور اپنے آپ کو ایک خوفزدہ سا پایا۔ اب جب کبھی مجھے یہ اشعار یاد آجاتے ہیں تو میری نیند بالکل اُڑ جاتی ہے۔

(۱۰) **شیخ سری سقطی** رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک روز ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو انھیں روتے ہوئے پایا۔ پوچھا کہ حضرت آپ کیوں رو رہے ہیں۔ فرمایا کل شب کو میری لڑکی آئی تھی اُس نے کہا ابا جان آج کی رات سخت گرمی ہے میں یہ ٹھلیا پانی کی ٹھنڈی ہونے کے لئے کسی جگہ لٹکاتی ہوں میں نے کہا اچھا جہاں موقع دیکھو وہاں لٹکا دو۔ وہ تو لٹکا کر گئی اور مجھے نیند کا غلبہ ہوا حتیٰ کہ میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت نہایت حسین و جمیل جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی آسمان سے زمین پر اُتری۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کس کے لئے ہے اس نے کہا میں کسی کے لئے بھی سہی مگر اُس کے لئے تو ہوں نہیں جو ٹھنڈا پانی پیئے۔ میں یہ خواب دیکھ کر بیدار ہو گیا اور اس ٹھلیا کو توڑ دیا۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ اس ٹوٹی ٹھلیا کو پھر کسی نے نہ اُٹھایا

شیخ ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں بھی ایک رات سو گیا تھا اور معمولہ وظائف بھی رہ گئے تھے خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت حسین حور ہے کہ وہ کہہ رہی ہے کہ ابو سلیمان تم تو مزے سے پڑے سو رہے ہو اور میں تمہارے لئے پانسو برس سے پرورش کی جا رہی ہوں۔

(۱۱) **شیخ عبد الواحد بن زید** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے جہاد کی تیاری کی میں نے اپنے ساتھ والے رفیقوں سے کہا کہ جہاد کے فضائل میں ہر ایک شخص دو دو آیتیں پڑھنے کے لئے تیار ہو جائے۔ پس ایک شخص نے ہم میں سے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (یعنی بیشک اللہ تعالےٰ نے خریدی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے) یہ آیت سنکر ایک لڑکا جو چودہ پندرہ برس کی عمر کا تھا اور اس کا باپ بہت سا مال چھوڑ کر مر گیا تھا کھڑا ہوا اور کہا۔ عبد الواحد!

کیا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان و مال جنت کے بدلے خرید لی۔ شیخ نے فرمایا، ہاں بیشک اُس نے خریدی، اُس نے کہا تو میں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا مال اور جان جنت کے بدلے میں بیچ دی۔ میں نے کہا دیکھ خوب سوچ سمجھ لے کہ تلوار کی دھار بڑی تیز ہوتی ہے اور تو بچہ ہے مجھے یہ خوف ہے کہ شاید تجھ سے صبر نہ ہو سکے اور عاجز ہو جائے۔ اس نے جواب میں کہا کہ یا شیخ میں اللہ تعالیٰ سے معاملہ کروں اور پھر عاجز ہو جاؤں اسکے کیا معنے۔ میں خدائے تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنا سب مال اور اپنی جان فروخت کر دی۔ شیخ نے کہا کہ میں اتنی بات کہکر بہت ہی پچھتایا اور نادم بھی ہوا اور اپنے جی میں کہا کہ دیکھو اس بچہ کی کیسی عقل ہے اور ہم کو باوجود بڑے ہونے کے عقل نہیں۔ القصہ اس لڑکے نے اپنے گھوڑے اور ہتھیار اور کچھ خرچ ضروری کے سوا کل مال صدقہ کر دیا۔ جب چلنے کا دن ہوا تو سب سے پہلے ہمارے پاس آیا اور کہا یا شیخ السلام علیکم۔ شیخ کہتے ہیں میں نے سلام کا جواب دیکر کہا خوش رہو۔ تمہاری بیع نفع مند ہوئی پھر ہم جہاد کے لئے چلے اور اس لڑکے کی یہ حالت تھی کہ رستہ میں دن کو روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں کھڑا رہتا۔ اور ہماری اور ہمارے جانوروں کی خدمت کرتا اور جب ہم سوتے تو ہمارے جانوروں کی حفاظت کرتا۔ جب ہم روم کے ایک شہر کے قریب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہ جوان چلّا چلّا کر کہہ رہا ہے کہ اے عیناء مرضیہ تو کہاں ہے۔ میرے رفیقوں نے کہا کہ شاید مجنون ہو گیا۔ میں نے اُسے بلا کر پوچھا کہ بھائی کسے پکار رہے ہو اور عیناء مرضیہ کون ہے تو اُسنے ساری کیفیت بیان کی کہ میں کچھ غنودگی کی سی حالت میں تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ عیناء مرضیہ کے پاس چلو۔ میں اُسکے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ وہ مجھے ایک باغ میں لے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نہر جاری ہے۔ پانی نہایت صاف و شفاف ہے۔ نہر کے کنارے نہایت حسین حسین لڑکیاں ہیں کہ زیور و لباس گرانبہا سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ جب اُنھوں نے مجھے دیکھا تو خوش ہوئیں اور آپس میں کہنے لگیں کہ یہ عیناء مرضیہ کا خاوند ہے۔ میں نے اُنھیں سلام کر کے پوچھا تم میں عیناء مرضیہ کونسی ہے، اُنھوں نے کہا ہم تو اسکی لونڈیاں باندیاں ہیں وہ تو آگے ہے۔ میں آگے گیا تو ایک نہایت عمدہ باغ میں لذیذ و ذائقہ دار دودھ کی نہر بہتی دیکھی اور اسکے کنارے بھی پہلی عورتوں سے زیادہ حسین دیکھیں انھیں دیکھ کر تو میں مفتون ہو گیا وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور کہا کہ یہ عیناء مرضیہ کا خاوند ہے۔ میں نے پوچھا وہ کہاں ہے کہا کہ وہ تو آگے ہے ہم تو اسکی خدمت کرنے والی ہیں۔ تم آگے جاؤ۔ میں آگے گیا دیکھا تو ایک نہر خالص مزیدار شراب کی جاری ہے اور اُس کے

کنارے ایسی حسین وجمیل عورتیں بیٹھی ہیں کہ اُنھوں نے پہلی سب عورتوں کو بھلادیا۔ میں نے سلام کر کے ان سے پوچھا کہ عیناء مرضیہ کیا تم میں ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم تو نہیں ہم سب تو اسکی کنیزیں ہیں وہ آگے ہے تم آگے جاؤ۔ میں آگے گیا تو ایک تیسری نہر خالص شہد کی بہتی دیکھی اور اسکے کنارے کی عورتوں نے پچھلی سب عورتوں کو بھلادیا۔ میں نے اُن سے بھی سلام کر کے پوچھا کہ عیناء مرضیہ کیا تم میں ہے انھوں نے کہا اے ولی اللہ ہم تو اسکی لونڈی باندیاں ہیں تم آگے جاؤ۔ میں آگے چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سپید موتی کا خیمہ ہے اور اسکے دروازے پر ایک حسین لڑکی کھڑی ہے اور وہ ایسے عمدہ عمدہ زیور ولباس سے آراستہ ہے کہ میں نے آجتک کبھی نہیں دیکھی، جب اُس نے مجھے دیکھا تو خوش ہوئی اور خیمہ میں پکار کر کہا اے عیناء مرضیہ تمہارا خاوند آگیا۔ میں خیمے کے اندر گیا تو دیکھا ایک جڑاؤ سونے کا تخت بچھا ہوا ہے۔ اسپر عیناء مرضیہ جلوہ افروز ہے۔ میں اسے دیکھتے ہی مفتون ہوگیا۔ اُسنے دیکھتے ہی کہا مرحبا مرحبا اے ولی اللہ اب تمہارے یہاں آنیکا وقت قریب آگیا ہے۔ میں دوڑا اور چاہا کہ گلے سے لگالوں اُس نے کہا کہ ٹھہرو! ابھی وقت نہیں آیا اور ابھی تمہاری روح میں دنیاوی حیات باقی ہے۔ آج رات انشاءاللہ ہمیں روزہ افطار کروگے۔ میں یہ خواب دیکھ کر جاگ اُٹھا اور اب میری یہ حالت ہے کہ صبر نہیں۔ شیخ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ ابھی یہ باتیں ختم نہ ہوئی تھیں کہ دشمن کا ایک گروہ آیا اور اس لڑکے نے سبقت کر کے ان پر حملہ کیا اور نو کافروں کو مار کر جب وہ شہید ہوا تو میں اسکے پاس آیا۔ دیکھا کہ وہ خون میں لت پت ہے اور قہقہہ مار کر خوب ہنس رہا ہے تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔

(۱۲) **ایک صالح شخص** نے اللہ کی چالیس سال عبادت کی ایک روز اُنپر مقامِ ناز غالب ہوا، اسکے غلبہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا خداوندا آپنے میرے لئے جو کچھ جنت میں تیار کیا ہے اور جس قدر حوریں میرے لئے مہیا فرمائی ہیں مجھے دنیا میں دکھا دیجئے۔ ابھی مناجات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ محراب پھٹی اور ایک حور نکلی اور ایسی حسین وجمیل تھی کہ اگر دنیا میں آجائے تو تمام دنیا مفتون ومجنون ہو جائے عابد نے پوچھا نیک بخت تو کون ہے آدمی ہے یا پری اُس نے چند شعر عربی کے پڑھے جن کا مضمون یہ تھا "کہ تو اپنے مولا سے جو چاہتا تھا وہ تجھے مِلا اور مجھے اللہ تعالےٰ نے بھیجا ہے میں تیری مونس بنوں اور تمام رات تجھ سے باتیں کروں،،۔ عابد نے پوچھا تو کس کے لئے ہے۔ کہا آپ کے لئے۔ کہا تجھ جیسی مجھ کو کتنی ملیں گی کہا سو اور ہر ایک حور کی سو خادمہ اور ہر خادمہ کی سو باندیاں اور ہر باندی پر سو انتظام کرنے والیاں عابد یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور خوشی میں آکر پوچھا کہ اے پیاری کیا کسی کو مجھ سے بھی زیادہ ملیگا حور نے

کہا تم بیچارے تو کچھ بھی نہیں ہو اتنا تو ادنیٰ ادنیٰ کو جو صبح و شام استغفراللہ العظیم پڑھ لیتے ہیں اور سوا اس کے اُنکا کچھ کام نہیں انہیں ملجائیگا۔

(۱۳۱) شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جہاز میں سوار تھا تلاطم امواج سے جہاز ایک جزیرہ میں جا پہنچا۔ اس جزیرہ میں ہم نے دیکھا کہ ایک شخص ایک بت کی پرستش کر رہا ہے۔ ہم نے اُس سے دریافت کیا کہ تو کس کی عبادت کرتا ہے۔ اس نے بت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا تیرا یہ معبود صانع نہیں بلکہ خود دوسرے کا مصنوع ہے۔ اور ہمارا معبود وہ ہے جس نے اسے اور سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اس بت پرست نے دریافت کیا بتاؤ تم کسکی عبادت کرتے ہو ہم نے جواب دیا کہ ہم اُس ذات پاک کی عبادت کرتے ہیں جس کا آسمان میں عرش ہے اور زمین میں اُسکی دار و گیر ہے اور زندوں اور مُردوں میں اُس کی تقدیر جاری ہے اُسکے نام پاک میں اُسکی عظمت اور بڑائی نہایت بڑی ہے۔ اُس نے پوچھا تمھیں یہ باتیں کس طرح معلوم ہوئیں۔ ہم نے کہا اُس بادشاہِ حقیقی نے ہمارے پاس ایک سچے رسول کو بھیجا اُس نے ہمیں ہدایت کی، پھر اُس نے پوچھا کہ وہ رسول کہاں ہیں اور ان کا کیا حال ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ جس کام کو خدا نے انھیں بھیجا تھا جب وہ پورا کر چکے تو انھیں اپنے پاس بلا لیا۔ اُس نے کہا بھلا رسول خدا نے تمہارے پاس اپنی کیا نشانی چھوڑی۔ ہم نے کہا اللہ کی کتاب۔ کہا مجھے دکھاؤ ہم اُسکے پاس قرآن شریف لے گئے۔ کہا میں تو جانتا نہیں تم پڑھ کر سناؤ۔ ہم نے اُسے ایک سورۃ پڑھ کر سنائی وہ سنکر روتا رہا اور کہنے لگا جس کا یہ کلام ہے اُس کا حکم تو دل و جان سے ماننا چاہیئے اور کسی طرح اُسکی نافرمانی نہ کرنی چاہیئے پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ ہم نے اُسے دین کے احکام اور چند سورتیں سکھائیں جب رات ہوئی اور ہم سب اپنے اپنے بچھونوں پر لیٹ رہے وہ بولا کہ بھائیو یہ معبود جس کا تم نے مجھے پتہ اور صفات بتائیں سوتا بھی ہے۔ ہم نے کہا وہ سونے سے پاک ہے وہ ہمیشہ زندہ و قائم ہے۔ اس نے کہا تم کیسے بُرے بندے ہو کہ تمہارا مولا نہیں سوتا اور تم سوتے ہو۔ اس کی یہ باتیں سُن کر ہمیں بڑی حیرت ہوئی۔ القصہ ہم وہاں چند روز رہے جب وہاں سے کوچ کا ارادہ ہوا اس نے کہا بھائیو مجھے بھی ساتھ لے چلو ہم نے قبول کر لیا چلتے چلتے ہم آبادان پہنچے میں نے اپنے یاروں سے کہا کہ یہ ابھی مسلمان ہوا ہے اسکی کچھ مدد کرنی چاہیئے۔ ہم سب نے چند درہم جمع کر کے اسے دیئے اور کہا کہ اسے اپنے خرچ میں لانا۔ وہ کہنے لگا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تم تو عجب آدمی ہو تم ہی نے تو مجھے رستا بتایا اور خود ہی راہ سے بھٹک گئے مجھے سخت تعجب آتا ہے کہ میں اس جزیرہ میں بت کی عبادت کیا کرتا تھا میں اُسے پہچانتا بھی نہ تھا اُس وقت اُس نے مجھے ضائع نہیں کیا پھر جب میں اُسے

جاننے لگا تو اب وہ مجھے کس طرح ضائع کر دیگا۔ تین دن کے بعد ایک شخص نے مجھے آکر خبر دی کہ وہ نومسلم مر رہا ہے اسکی خبر لو یہ سنکر میں اُسکے پاس گیا اور پوچھا کہ تجھے کچھ حاجت ہو کہا کچھ نہیں۔ جس ذات پاک نے مجھیں جزیرہ میں پہونچایا اُسی نے میری سب حاجتیں پوری کردیں۔ خواجہ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ مجھے وہیں بیٹھے بیٹھے نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سرسبز باغ ہے اس میں ایک قبہ ہے اور ایک مکلف تخت بچھا ہوا ہے اُسپر ایک نہایت حسین نوعمر عورت جلوہ افروز ہے کہتی ہے خدا کے لئے اُس نومسلم کو جلد بھیجو مجھے اُسکی جدائی میں بڑی بیقراری اور بے صبری ہے۔ اتنے میں میری آنکھ جو کھلی دیکھا تو وہ تو سفر آخرت کر چکا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ میں نے اُسے غسل وکفن دیکر دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو خواب میں وہی قبہ اور باغ اور تخت پر وہی عورت اور پہلو میں اس نومسلم کو دیکھا کہ وہ یہ آیت پڑھ رہا ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (اور فرشتے اُن پر یہ کہتے ہوئے ہر دروازے سے آوینگے سلامتی ہو تم پر پس کیا اچھا بدلا ہے آخرت کا۔)

(۱۴) **ابو عبداللہ قرشی** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز ابو اسحٰق ابراہیم بن طریف کی خدمت میں موجود تھا ایک شخص آیا اور اُس نے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ حضرت اگر کوئی اپنے نفس سے یہ عہد کرے کہ میں فلاں کام بغیر اپنے حصول مطلوب نہ کرونگا تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا ہاں جائز ہے اور ابو البابہ رضی اللہ عنہ کے قصہ[۱] سے استدلال فرمایا۔ ابو عبداللہ قرشی فرماتے ہیں کہ میں نے

---

[۱] یہ قصہ اس طرح ہوا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور یہ ارادہ تھا کہ جب یہ قلعہ سے نکلیں گے تو انھیں قتل کر دیا جائیگا۔ ابو البابہ انصاری رضی اللہ عنہ کو اُن کا منشاء دریافت کرنے کے لئے بھیجا اور ان کا مال اور اولاد سب بنی قریظہ میں تھی۔ یہ وہاں گئے تو وہاں کے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کہو حضرت کا کیا ارادہ ہے۔ اُنھوں نے گلے کیطرف اشارہ کیا مطلب یہ تھا کہ قتل کر دینگے۔ یہ بھید اُنھیں دیکر بہت نادم ہوئے کہ میں نے کیا حرکت کی اس ندامت کے سبب اپنے آپ کو ستون سے باندھ دیا کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں اسی سے بندھا رہونگا حضور نے سنکر فرمایا اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں اُن کے واسطے استغفار کرتا اللہ سے معاف کراتا خیر انھیں اب اسی پر چھوڑو اللہ تعالیٰ ضرور اس بارہ میں فیصلہ فرمائیگا۔ جب سات دن بے آب و دانہ گذر گئے تو ضعف بہت ہوگیا اور بیہوش ہو کر گر پڑے اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (یعنی اے ایمان والو نہ خیانت کرو اللہ اور رسول کی اور نہ خیانت کرو آپس کی امانتوں میں جان بوجھ کر اور جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد بھی خراب کرنے والے ہیں اور یہ بھی جانو کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے) جب لوگوں نے آکر انھیں بشارت دی اور یہ آیتیں سنائیں اور کھولنا چاہا تو بولے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کھولیں گے میں نہ کھولوں گا۔ آخر پھر حضور نے آکر خود کھولا ۱۲

یہ مسئلہ سنکر اپنے جی میں عہد کرلیا کہ میں جب تک کوئی نمونہ قدرتِ الٰہی نہ دیکھ لوں گا اُسوقت تک بے آب ودانہ رہونگا۔ القصہ مجھ پر سات دن گذر گئے اور میں اُسوقت دکان کرتا تھا۔ میں اپنی اسی حالت میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ظاہر ہوا اُسکے ہاتھ میں ایک برتن تھا۔ آکر کہنے لگا عشاء تک صبر کر اِس برتن سے تجھے ملیگا یہ کہکر غائب ہوگیا۔ جب شام ہوئی تو میں عشاء اور مغرب کے مابین اوراد وظائف میں مشغول تھا کہ دیوار پھٹی اور ایک حور اسمیں سے نکلی اُسکے ہاتھ میں وہی برتن تھا اور اسمیں شہد جیسی کوئی شے تھی۔ وہ میرے پاس آئی اور تین بار اُس نے مجھے چٹایا میں اُسکے چاٹتے ہی بیہوش ہوگیا۔ کچھ دیر بعد جو افاقہ ہوا تو وہاں اس حور کو نہ پایا لیکن اُسکی حلاوت اور شیرینی سے ایسا مفتون ہوا کہ اُسکے بعد سے کسی قسم کا کھانا لذیذ نہ معلوم ہوتا تھا۔ اور اُس کی صورت میرے دل میں ایسی بسی کہ دنیا کی کوئی شے مجھے بھلی نہ معلوم ہوتی تھی اور اسکی آواز نے مجھے ایسا بے خود کردیا تھا کہ کسی کی آواز مجھے نہ بھاتی تھی۔ یہی حالت ایک مدت تک رہی۔

(۱۵) مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بصرہ کی گلیوں میں پھر رہے تھے کہ ایک کنیز کو نہایت جاہ وجلال اور حشم وخدم کے ساتھ جاتے دیکھا آپنے اسے آواز دیکر پوچھا کہ کیا تیرا مالک تجھے بیچتا ہے۔ اُس نے کہا شیخ کیا کہتے ہو ذرا پھر تو کہو مالک رح نے کہا تیرا مالک تجھے بیچتا ہے یا نہیں، اُس نے کہا بالفرض اگر فروخت بھی کرے تو کیا تجھ جیسا مفلس خریدے گا کہا ہاں تو کیا چیز ہے میں تو تجھ سے بھی اچھی خرید سکتا ہوں وہ سُنکر ہنس پڑی اور خادموں کو حکم دیا کہ اس شخص کو ہمارے ساتھ گھر تک لے آؤ۔ خادم لے آیا وہ اپنے مالک کے پاس گئی اور اس سے سارا قصہ بیان کیا وہ سن کر بے اختیار ہنسا کہ ایسے درویش کو ہم بھی دیکھیں۔ یہ کہکر مالک بن دینار رح کو اپنے پاس بلایا دیکھتے ہی اُسکے قلب پر ایسا رعب سا چھا گیا کہ پوچھنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں کہا یہ کنیز میرے ہاتھ بیچدو۔ اس نے کہا آپ اسکی قیمت دے سکتے ہیں فرمایا اسکی قیمت ہی کیا ہے۔ میرے نزدیک تو اسکی قیمت کھجور کی دو سڑی گٹھلیاں ہیں۔ یہ سنکر سب ہنس پڑے اور پوچھنے لگے کہ یہ قیمت آپ نے کیونکر تجویز فرمائی، کہا اسمیں بہت سے عیب ہیں، عیب دار شے کی قیمت ایسی ہوا کرتی ہے۔ جب اُس نے عیبوں کی تفصیل پوچھی تو شیخ بولے۔ سنو جب یہ عطر نہیں لگاتی تو اس میں بدبو آنے لگتی ہے۔ جو منھ صاف نہ کرے تو منھ گندہ ہوجاتا ہے بو آنے لگتی ہے اور جو کنگھی چوٹی نہ کرے اور تیل نہ ڈالے تو جوئیں پڑجاتی ہیں اور بال پراگندہ اور غبار آلود ہوجاتے ہیں اور جو اسکی عمر زیادہ ہوگئی

تو بوڑھی ہو کر کسی کام کی بھی نہ رہیگی حیض اسے آتا ہے پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے طرح طرح کی نجاستوں سے یہ آلودہ ہے۔ ہر قسم کی کدورتیں اور رنج و غم اسے پیش آتے رہتے ہیں۔ یہ تو ظاہری عیب ہیں۔ اب باطنی سنو خود غرض اتنی ہے کہ تم سے جو محبت ہے وہ غرض کے ساتھ ہے۔ یہ وفا کرنیوالی نہیں اور اسکی دوستی سچی دوستی نہیں۔ تمہارے بعد تمہارے جانشین سے ایسی ہی ملجائیگی جیسا کہ اب تم سے ملی ہوئی ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں اور میرے پاس اس سے کم قیمت کی ایک کنیز ہے کہ اس کے لئے میری ایک کوڑی بھی صرف نہیں ہوئی اور وہ سب باتوں میں اس سے فائق ہے۔ کافور، زعفران مشک جوہر۔ نور سے اس کی پیدائش ہے۔ اگر کسی کھاری پانی میں اس کا آب دہن گرا دیا جائے تو وہ شیریں اور خوش ذائقہ ہو جائے۔ اور جو کسی مُردے کو اپنا کلام سُنادے تو وہ بھی بول اُٹھے، اور جو اسکی ایک کلائی سُورج کے سامنے ظاہر ہو جائے تو سورج شرمندہ ہو جائے۔ اور جو تاریکی میں ظاہر ہو تو اُجالا ہو جائے اور جو وہ پوشاک و زیور سے آراستہ ہو کر دنیا میں آجائے تو تمام جہان معطر و مزین ہو جائے۔ مشک اور زعفران کے باغوں اور یاقوت و مرجان کی شاخوں میں اُسنے پرورش پائی ہے اور طرح طرح کے آرام میں رہی ہے اور تسنیم کے پانی سے غذا دی گئی ہے۔ اپنے عہد کی پوری، دوستی کو نباہنے والی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ ان میں کونسی خریدنے کے لائق ہے۔ کہا کہ جس کی آپنے مدح و ثنا کی ہے وہی مستحق خریدنے اور طلب کرنے کے ہے۔ شیخ نے فرمایا پھر اُسکی قیمت تو ہر وقت ہر شخص کے پاس موجود ہے اس میں کچھ بھی صرف نہیں ہوتا۔ پوچھا کہ جناب فرمائیے تو اُس کی قیمت کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اسکی قیمت یہ ہے کہ رات بھر میں ایک گھڑی کے لئے جملہ امور سے فارغ ہو جاؤ اور نہایت اخلاص کے ساتھ دو رکعت پڑھو اور اسکی قیمت یہ ہے کہ کھانا جب تمہارے سامنے چُنا جائے تو اُسوقت کسی بھوکے کو خالص اللہ کی رضا کے لئے دے دیا کرو اور اسکی قیمت یہ ہے کہ راہ میں اگر کوئی نجاست یا اینٹ ڈھیلا پڑا ہو اُسے اُٹھا کر راستہ سے پرے پھینک دیا کرو اور اُسکی قیمت یہ ہے کہ اپنی عمر کو تنگدستی اور فقر و فاقہ اور بقدر ضرورت سامان پر اکتفا کرنے میں گذار دو اور اس مکار دنیا سے اپنے فکر کو بالکل الگ کرو اور حرص سے برکنار ہو کر قناعت کی دولت کو لو پھر اس کا یہ ثمرہ ہوگا کہ کل تم بالکل چین سے ہو جاؤ گے اور جنت میں جو آرام و راحت کا مخزن ہے عیش اُڑاؤ گے۔

اس شخص نے سنکر کہا کہ اے کنیز سنتی ہے شیخ کیا فرماتے ہیں سچ ہے یا جھوٹ۔ کنیز نے کہا سچ کہتے ہیں اور خیر خواہی کی بات ارشاد فرماتے ہیں کہا اگر یہی بات ہے تو میں نے تجھے اللہ کے واسطے آزاد کیا اور فلاں فلاں جائداد تجھے دی اور غلاموں سے کہا کہ تم کو بھی آزاد کیا اور فلاں فلاں زمین

تمہارے نام کر دی اور یہ گھر اور تمام مال اللہ کی راہ میں دیا۔ دروازہ پر ایک بہت موٹا کپڑا پڑا تھا اُسکو کھینچ لیا اور تمام پوشاک فاخرہ اُتار کر اُسے پہن لیا، اس کنیز نے یہ حال دیکھ کر کہا۔ تمہارے بعد میرا کون ہے۔ اُس نے بھی اپنا لباس سب پھینک دیا اور ایک موٹا کپڑا پہن لیا اور وہ بھی اُسکے ساتھ ہو گئی مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھ کر اُن کے لئے دعائے خیر فرمائی اور خیر باد کہہ کر رخصت ہوئے اور اِدھر یہ دونوں اللہ کی عبادت میں مصروف ہو گئے اور عبادت ہی میں جان دیدی۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

(۱۶) **جعفر بن سلیمان** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا بصرہ میں گذر ہوا۔ پھرتے پھرتے ایک عالی شان محل پر پہونچے اندر گئے تو دیکھا کہ اسمیں مزدور لگ رہے ہیں۔ اور ایک طرف کو ایک نہایت خوبصورت نوجوان (جو ہم نے کبھی ایسا حسین شخص نہ دیکھا تھا) اس محل کی تعمیر کا انتظام کر رہا ہے اور معماروں اور مزدوروں سے کہہ رہا ہے کہ فلاں فلاں کام اُسطرح کرو۔ یہ دیکھ کر مجھ سے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ دیکھتے ہو یہ جوان کیسا حسین ہے اور اس مکان کے بنانے پر کسی قدر حریص ہے۔ مجھے تو اسکی حالت پر رحم آتا اور جی یہ چاہتا ہے کہ اسکے لئے اللہ تعالے سے دعا کروں کہ اسے مخلص و برگزیدہ بنا دے۔ کیا عجب ہے کہ یہ جوان جنت کے جوانوں میں سے ہو جائے ہم اس گفتگو سے فارغ ہو کر اس جوان کے پاس گئے اور سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا مگر مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس نے نہ پہچانا کچھ دیر بعد جب اس نے پہچانا تو تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور بہت مدارات کی اور عرض کیا حضرت! کیسے تکلیف فرمائی۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اس محل میں تمہارا ارادہ کس قدر مال صرف کرنیکا ہے۔ کہا ایک لاکھ درہم مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سب مال تم مجھے نہیں دے دیتے کہ میں اسے موقع پر خرچ کر دوں اور تمہارے لئے اِس سے عمدہ محل کا ذمہ دار ہو جاؤں اور صرف محل ہی نہیں بلکہ اُسکے ساتھ اس کا سامان۔ لونڈی۔ غلام خادم۔ یاقوت سرخ کے قبے خیمے سب ہوں گے اور محل کی مٹی زعفران اور مشک کی ہو گی اور تیرے اِس محل سے پائیدار اور وسیع بہت ہو گا۔ ابد الآباد تک قائم رہیگا اور اسکو کسی معمار کا ہاتھ نہ لگا ہو گا صرف اللہ تعالےٰ کے کن (ہو) فرمانے سے بنا ہو گا۔ اس جوان نے کہا مجھے آج رات کی آپ مہلت دیجئے اور کل صبح پھر تشریف لائیے۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بہت بہتر۔ جعفر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مالک بن دینار رح کو تمام رات اس جوان کا خیال رہا جب صبح ہونے کے قریب ہوئی تو اللہ تعالےٰ سے اسکے لئے خوب دعا فرمائی اور صبح ہی ہم دونوں پھر اُسکے پاس پہونچے دیکھا کہ جوان محل کے دروازہ پر بیٹھا ہے۔ جب اُس نے مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا بہت خوش ہوا اور کہا کل کا وعدہ بھی یاد

ہے۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں یاد ہے کیا تم ایسا کرو گے۔ کہا ہاں ضرور۔ یہ کہکر اس نے مال کے توڑے منگائے اور ان کے سامنے رکھ دیئے اور دوات قلم اور کاغذ منگایا مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کاغذ پر اس مضمون کا اقرار نامہ لکھدیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر اس غرض سے ہے کہ مالک بن دینار فلاں بن فلاں کے لئے اللہ تعالےٰ سے ایک ایسا ایسا بمعاوضہ اسکے اُس محل کے دلانے کا ضامن ہو گیا ہے اور اگر اُس محل میں اس سے زیادتی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور بمعاوضہ اس مال کے میں نے اسکے لئے ایک اور محل جنّت میں اسکے محل سے زیادہ وسیع خرید کر لیا ہے اور وہ محل اللہ تعالیٰ کے سائے اور قرب میں ہوگا فقط۔ یہ لکھکر اس جوان کے حوالہ کیا اور وہ سب مال لے آئے اور دن بھر میں سب کا سب تقسیم کر دیا شام کو مالک رح کے پاس رات کے گذارے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اِس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گذرے تھے کہ ایک روز مالک رح صبح کی نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے جا رہے تھے کہ یکایک محراب پر جو نظر پڑی دیکھا تو وہی کاغذ جو انہوں نے جوان کو لکھکر دیا تھا رکھا ہوا ہے کھولکر دیکھا تو اسکی پشت پر بغیر سیاہی یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ اللہ عزیز حکیم کی طرف سے مالک بن دینار کے لئے براءۃ اور فارغخطی ہے جس محل کی تم نے ہمارے اوپر ضمانت کی تھی وہ ہم نے اس جوان کو دیدیا ستّر حصّے اور زیادہ دیا مالک رح یہ دیکھ حیران رہ گئے اور اُسے لے کر اُس جوان کے گھر گئے۔ دیکھا تو دروازہ اُس کا سیاہ[1] ہے اور گھر سے رونے پیٹنے کی آواز آرہی ہے ہم نے جوان کا حال پوچھا معلوم ہوا کہ کل وہ مر گیا پھر ہم نے غسل دینے والے کو بلاکر پوچھا کہ کیا تم نے اس جوان کو غسل دیا ہے اس نے کہا ہاں میں نے ہی دیا ہے۔ مالک رح نے پوچھا اچھا بیان کرو اسکی موت کسطرح ہوئی کہا اُس نے مرنے سے پہلے مجھ سے یہ کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجکو تم غسل و کفن دینا اور ایک پرچہ دیا اور یہ کہا کہ اس پرچہ کو تم کفن میں رکھ دینا میں نے اس پرچہ کو کفن میں رکھ دیا اور اُسے دفن کر دیا۔ مالک رح نے وہ پرچہ جو محراب سے ملا تھا نکال کر اس غسال کو دکھایا وہ دیکھ کر فوراً بول اُٹھا کہ خدا کی قسم وہ یہی پرچہ تھا جو میں نے کفن کے اندر رکھ دیا تھا۔ اسکے بعد ایک جوان کھڑا ہوا اور مالک رح سے کہا کہ میں آپ کو دو لاکھ درہم دیتا ہوں آپ ایسے محل کے کفیل ہو جیئے فرمایا ہو گیا جو ہونا تھا وہ بات گئی اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ بعد اسکے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی اس جوان کو یاد کرتے روتے اور اُسکے لئے دعا فرماتے ۔ رحمۃ اللہ علیہ

[1] یہ اس زمانہ میں علامت ماتم کی ہوگی واللہ اعلم۔

(۱۷) **محمد بن سماک** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اُمیّہ میں موسیٰ بن محمدؐ بن سلیمان ہاشمی سب سے زیادہ عیاش اور بے فکر تھا۔ رات دن سوائے کھانے پینے پہننے اور کنیزکانِ مہوش کے ساتھ مشغول ہونے اور آرام طلبی اور تن پروری کے کوئی کام دین و دُنیا کا اُسے نہ تھا اور حسنِ صورت بھی اللہ تعالےٰ نے اُسے اس درجہ عطا فرمایا تھا کہ دیکھنے والا بے اختیار سبحان اللہ بول اُٹھتا تھا، چہرہ ایسا روشن تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔ غرض اللہ تعالےٰ نے اسکو ہر طرح کی نعمت دنیاوی مرحمت فرمائی سال بھر میں تین لاکھ تین ہزار دینار کی آمدنی تھی اور ان سب کو اپنی عیش و عشرت میں اُڑا دیتا تھا اُس نے ایک بہت بلند بالاخانہ اپنے رہنے کیلئے بنا رکھا تھا اور اُسکے دونوں طرف دریچے تھے۔ ایک طرف کے دریچے تو شارع عام کیطرف تھے جو شام کو بیٹھ کر آنے جانے والوں کی سیر کرتا تھا۔ اور دوسری طرف کے دریچے چمنستان میں تھے اسطرف بیٹھکر چمنستان سے دل بہلاتا اور اس بالاخانہ کے اندر ایک ہاتھی دانت کا قبہ چاندی کی میخوں سے جڑا ہوا اور سونے سے ملمع کیا ہوا تھا اور اسمیں ایک نہایت قیمتی تخت تھا اُسپر وہ جلوہ افروز ہوتا اور بدن میں نہایت بیش بہا کپڑا اور سر پر موتیوں کا جڑاؤ عمامہ ہوتا اور اِدھر اُدھر بھائی برادر اور یاران جلسہ کا جمگھٹا اور پیچھے غلام و خادم کھڑے رہتے اور قبہ سے باہر گانے والی عورتیں رہتیں قبہ میں اور ان عورتوں میں ایک پردہ حائل تھا، جب چاہتا اُنکو دیکھتا اور جب راگ کو دل چاہتا تو پردہ ہلا دیتا وہ گانا شروع کردیتیں اور جب بند کرنا چاہتا تو پردہ کی طرف اشارہ کر دیتا وہ چپ ہو جاتی تھیں۔ غرض اسی شغل میں اسکی رات گذرتی۔ رات کو یاران جلسہ اپنے اپنے گھر چلے جاتے تھے اور وہ جس کے ساتھ چاہتا خلوت کرتا اور صبح کو شطرنج اور نرد کھیلنے والوں کا اکھاڑہ جمتا، کوئی اسکے سامنے بیماری یا موت یا کسی ایسی شئے کا جس سے غم اور حزن پیدا ہو ذکر نہ کرنے پاتا۔ حکایات اور عجیب و غریب باتیں جن سے ہنسی دل لگی ہو اُسکے سامنے ہوتیں اور ہر روز نئی نئی پوشاکیں اور قسم قسم کی خوشبوئیں استعمال کرتا۔ اسی حال میں اُسے ستائیس برس گزر گئے۔

ایک رات کا قصہ ہے کہ وہ اپنے معمول کے موافق لہو و لعب میں مشغول تھا اور کچھ حصہ رات کا گذرا تھا کہ ایک نہایت دردناک آواز اپنے مطربوں کی آواز جیسی سنی اور اسکے سننے سے اُس کے دل پر ایک چوٹ سی پڑی اور اپنے اُس لہو و لعب کو چھوڑ کر اسکی طرف مشغول ہوگیا اور مطربوں کو حکم دیا کہ گانا بند کرو اور قبہ کی کھڑکی سے وہ آواز سننے کو منہ نکالا۔ کبھی تو وہ آواز کان میں آجاتی اور کبھی نہ آتی اپنے غلاموں کو آواز دی کہ اس آواز دینے والے کو یہاں لے آؤ اور شراب کے نشے میں چور تھا۔ غلام اسکی تلاش کے لئے نکلے رفتہ رفتہ اس تک پہونچے دیکھا کہ ایک جوان ہے جو نہایت لاغر اور گردن

بالکل سوکھ گئی ہے اور رنگ زرد لب خشک، پریشان بال پیٹ اور پیٹھ دونوں ایک اور دو پھٹی پرانی
چادریں اوڑھے ہوئے ننگے پاؤں مسجد میں کھڑا اپنے پاک پروردگار کے سامنے مناجات کر رہا ہے انھوں نے
اسے مسجد سے نکالا اور لے گئے اور کچھ بات چیت اس سے نہ کی اُسے لیجاکر سامنے کھڑا کر دیا اُسنے دیکھ کر
پوچھا یہ کون ہے۔ سب نے عرض کیا حضور یہ وہی آواز والا ہے جس کی آواز آپ نے سُنی ہے پوچھا یہ کہاں تھا
کہا کہ مسجد میں کھڑا ہوا نماز میں قرآن پڑھتا تھا اُس سے پوچھا تم کیا پڑھ رہے تھے کہا میں کلام اللہ پڑھ
رہا تھا، کہا ذرا ہم کو بھی سناؤ اس نے اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر پڑھا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَى الْاَرَائِكِ
يَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ
خِتَامُهٗ مِسْكٌ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ
عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (یعنی بیشک نیک بندے آرام میں ہوں گے تختوں پر بیٹھے
(سیر) دیکھ رہے ہوں گے تو پہچانے گا ان کے چہروں پر تازگی نعمت کی۔ اُن کو پلائی جائیگی خالص شراب
سر بمہر اسکی مہر (بجائے موم) مشک کی ہوگی اور اس شراب میں رغبت کرنیوالوں کو چاہیئے کہ رغبت کریں
اور اسمیں تسنیم ملی ہوئی ہوگی وہ ایک چشمہ ہے جسمیں مقرّب بندے پیتے ہیں) یہ آیت پڑھ کر اور ترجمہ سنکر اس
سے کہا ارے دھوکہ میں پڑے ہوئے وہاں کی نعمتوں کا کیا بیان ہے وہ کہاں اور تیرا یہ قبہ اور مجلس کہاں کہاں
چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ وہاں تخت ہیں اُنپر بچھونے اونچے اونچے ہونگے اُن کے استر استبرق کے
ہوں گے اور سبز قالینوں اور قیمتی بچھونوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور وہاں دو نہریں بہتی ہیں
اس میں ہر میوہ کی دو قسم ہیں نہ وہاں کے میوے کبھی ختم ہوں گے نہ اُن سے کوئی اہلِ جنت کو روکنے والا
ہوگا۔ بہشتِ بریں کے پسندیدہ عیش میں رہیں گے اور وہاں کوئی بیہودہ کلام نہ سنیں گے اور
اسمیں اُونچے اونچے تخت ہیں اور آبخورے رکھے ہوئے ہیں اور تکیے ایک قطار میں رکھے ہوئے ہیں۔
اور مخملی نہالچے بکھرے پڑے ہونگے ہمیشہ سایہ اور چشموں میں رہیں گے اور جنت کے پھل دائمی ہیں
یہ سب تو متقیوں کے لئے ہے۔ اب کافروں کی سنیئے۔ اُن کے لئے آگ ہے اور آگ بھی کیسی کہ جس میں
ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور عذاب کبھی ہلکا نہ کیا جائیگا اُسی میں ناامید پڑے رہیں گے اور جب
اُنھیں منہ کے بل گھسیٹیں گے تو اُن سے کہا جائیگا یہ عذاب چکھو۔ غرض کہ اُنپر طرح طرح کا عذاب ہوگا۔
جب اُس ہاشمی نے یہ سنا تو بے اختیار اُٹھا اور اس جوان سے لپٹ کر چلا چلا کر رونے لگا اور
اپنے سب لوگوں سے کہا کہ میرے پاس سے تم سب چلے جاؤ اور خود اس جوان کو لیکر گھر کے صحن میں آکر
ایک بوریئے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی کے رائگاں جانے پر افسوس اور حسرت اور نفس کو ملامت

کرتا رہا اور وہ جوان نصیحت کرتا رہا صبح تک اسی میں دونوں مشغول رہے۔ ہاشمی نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ کبھی حق تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور اپنی توبہ کو اس نے سب کے سامنے ظاہر کردیا۔ اور مسجد میں بیٹھ رہا ہر وقت عبادتِ الٰہی میں رہنے لگا اور تمام سونا چاندی، کپڑے بیچ کر صدقہ کرڈالے اور تمام نوکر چاکر الگ کردئیے اور غصب کی تمام جائیدادیں اُن کے مالکوں کو واپس کردیں اور کل جائیداد و لونڈی غلام بیچ ڈالے اور جس کو آزاد کرنا چاہا آزاد کردیا اور موٹے کپڑے پہن لئے اور جو کی روٹی کھانے لگا۔ پھر تو یہ حالت ہوگئی کہ ساری ساری رات بیداری میں گذارتا، دن کو روزہ رکھتا اور بڑے بڑے صلحا اُسکی زیارت کو آتے اور اس سے کہتے بھائی اپنے نفس کو اتنی سختی میں نہ رکھ کچھ آرام بھی دے۔ اللہ تعالیٰ کریم و رحیم تھوڑے سے کام کی بھی قدر دانی فرماتا ہے۔ وہ جواب دیتا بھائیو میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں رات دن اللہ کی نافرمانی میں رہا ہوں اور یہ کہکر خوب روتا۔

آخر کار پاپیادہ ننگے پاؤں اور بدن پر ایک موٹا کپڑا پہنے ہوئے حج کے لئے گیا اور سوائے ایک پیالہ اور توشہ دان کے کوئی چیز ہمراہ نہ لی اسی حالت میں چلتے چلتے مکہ پہونچا اور حج کیا اور وہیں اقامت کی اور مرگیا۔ مکہ میں رہنے کے زمانہ میں یہ حالت تھی کہ رات کو حجرِ اسود کے پاس جاکر روتا اور گڑگڑاتا اور اپنے نفس پر گذشتہ افعال یاد کرکے نوحہ و زاری کرتا اور کہتا کہ اے میرے پروردگار اے میرے مولا میری سینکڑوں خلوتیں غفلت میں گذر گئیں اور کتنے ہی برس گناہوں میں ضائع ہوئے۔ اے میرے مولا میری نیکیاں تو سب جاتی رہیں اور حسرت و ندامت باقی رہ گئی۔ اب جس دن آپ سے ملوں گا اور میرے نامۂ اعمال کھولے جائیں گے اور دفتر کے دفتر گناہوں اور رسوائیوں کے طشت از بام ہوں گے اس روز کیا ہوگا اور کسطرح مُنہ دکھاؤں گا۔ اے میرے مولا اب میں تیرے سوا کس سے التجا کروں اور کس کی طرف دوڑوں، کس پر بھروسا کروں۔ میرے مولا! میں اس لائق تو ہوں نہیں کہ جنت کا سوال کروں میں تو آپ کے دریائے رحمت ناپیداکنار اور آپ کے ابرِ فضل و عطا سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میری خطاؤں کو بخش دیجئے، آپ ہی مغفرت والے ہیں۔

(۱۸) **خلیفہ ہارون رشید** کے ایک لڑکا سولہ برس کے سن میں تھا وہ زاہدوں اور درویشوں کی صحبت میں بہت رہتا۔ اور اُسکی یہ حالت تھی کہ قبرستان میں نکل جاتا اور وہاں جاکر مردوں سے خطاب کرکے کہتا، تم ہم سے پہلے موجود تھے اور دنیا کے مالک تھے اور اب تم قبروں میں ہو، اے کاش مجھے خبر ملجائے تم کیا بولتے تھے اور لوگ تم سے کیا کہا کرتے تھے۔ غرضکہ اس قسم کے کلمات حسرت آمیز کہتا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر روتا۔

ایک دن کا قصہ ہے کہ یہ لڑکا اپنے باپ ہارون رشید کے پاس آیا اور اس وقت اُمراء اور وزراء اور ارکانِ دولت سب اپنے اپنے قرینے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور آیا بھی اس حالت میں کہ ایک کمل اوڑھے اور ایک کملی کا تہ بند کئے ہوئے جب اس ہیئت کو اعیانِ سلطنت اور ارکانِ دولت نے ملاحظہ کیا تو آپس میں بعض آدمی کہنے لگے کہ امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین کو بادشاہوں میں ایسی ہی اولاد نے بدنام کیا ہے، اگر امیرالمومنین اسکو تہدید و تنبیہ کریں تو کچھ بعید نہیں کہ اپنی اس حالت کو چھوڑ دے شدہ شدہ یہ بات خلیفہ ہارون رشید کے کانوں تک پہنچی اسکو بھی یہ مشورہ پسند آیا اور بیٹے سے کہا کہ بیٹا تمہارے اس چال چلن نے مجھے رسوا کر دیا اُس نے یہ سن کر ہارون رشید کی طرف دیکھا اور کچھ جواب نہ دیا اتفاقاً ایک پرندہ قلعہ کے بُرج پر بیٹھا تھا لڑکے نے اسکی طرف دیکھ کر کہا اے پرند تجھکو تیرے پیدا کرنیوالے کی قسم تو میرے ہاتھ پر آبیٹھ وہ پرندہ یہ سنکر فوراً لڑکے کے ہاتھ پر آبیٹھا۔ کچھ دیر بعد اس سے کہا اپنی جگہ چلا جا وہ چلا گیا اور کہا تجھے تیرے خالق کی قسم امیرالمومنین کے ہاتھ پر نہ آنا - وہ نہ اترا یہ آیتِ قدرت حاضرین کو دکھلا کر باپ سے کہا، ابّا جان آپ ہی نے اپنی حبِ دنیا کی وجہ سے مجھے رسوا کر دیا ہے اور میں نے اب مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ میں آپ سے علیحدہ رہوں گا اور یہ کہکر بے توشہ و بے سامان چل کھڑا ہوا۔ صرف ایک قرآن شریف اور ایک انگوٹھی ہمراہ لی۔ چلتے چلتے بصرہ میں آکر ٹھہرا اور مزدوروں کے ساتھ مٹی گارے کا کام اختیار کیا اور ہفتہ بھر میں صرف ایک ہفتہ کے دن ایک درہم اور ایک دانگ کی مزدوری کر لیتا اور ایک ہفتہ ایک دانگ روز کے حساب سے اُسے کھاتا۔

ابو عامر بصری کہتے ہیں کہ میرے گھر کی ایک دیوار منہدم ہو گئی تھی میں اُسے بنوانے کے ارادہ سے مزدوروں کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا کہ مزدور کی ہیئت میں ایک نہایت خوبصورت لڑکا ہے کہ میں نے ایسا حسین لڑکا پہلے نہ دیکھا تھا۔ اُسکے سامنے ایک زنبیل ہے اور قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے میں نے اس سے کہا، لڑکے کچھ کام کرو گے اس نے کہا کیوں نہیں کام کے لئے تو پیدا ہی ہوئے ہیں۔ لیکن یہ بات بتاؤ کہ کس قسم کا کام لو گے میں نے کہا کہ گارے مٹی کا کام کرنا ہو گا کہا بہتر ہے۔ لیکن ایک درہم اور ایک دانگ لونگا اور نماز کے وقت اپنی نماز پڑھوں گا۔ میں نے کہا منظور ہے چلئے۔ میں لے کر آیا اور کام میں لگا کر چلا گیا۔ جب مغرب کا وقت آیا تو آکر کیا دیکھتا ہوں کہ اُس نے دس آدمیوں کے برابر کام کیا ہے۔ میں اُسے بجائے ایک درہم اور ایک دانگ کے دو درہم پورے دینے لگا۔ کہا اے ابو عامر میں اسے لیکر کیا کروں گا اور لینے سے صاف انکار کر دیا۔ پھر میں نے ایک درہم

اور ایک دانگ دیکر اسے رخصت کر دیا- دوسرے دن پھر میں اسکی تلاش میں بازار گیا- ہر طرف تلاش کیا لیکن وہ کہیں نہ ملا- میں نے لوگوں سے پوچھا کہ ایسی صورت وشان کا لڑکا جو مزدوری کرتا ہی کہاں ہے- لوگوں نے کہا وہ صرف ہفتہ کے دن مزدوری کیا کرتا ہے- اب تم اسکو صرف ہفتہ کے دن دیکھوگے میں نے سوچا کہ کام کو موقوف رکھو جب وہ آوے یہ کام اُسی سے لیں گے- جب ہفتہ کا دن آیا تو میں اسکی تلاش میں بازار آیا دیکھا تو اسی حالت میں موجود ہے- میں نے اُسے سلام کیا اور کام کے لئے اس سے کہا- اُس نے اسی طرح کی شرطیں کیں میں سب قبول کر کے اُسے لے آیا اور اسے کام پر لگا دیا اور دور بیٹھکر دیکھا کہ یہ کسطرح اسقدر جلدی اتنا کام کر لیتا ہے اور میں ایسے موقع پر بیٹھا کہ میں اسکو دیکھوں اور وہ نہ دیکھے- دیکھتا کیا ہوں کہ اُس نے ہاتھ میں گارا لیا اور اسے دیوار پر تھوپا اور اُسکے بعد پتھر خود بخود آپس میں ایک دوسرے سے ملتے چلے جاتے ہیں میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ خدارسیدہ شخص ہے اور ایسے لوگوں کی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت اور مدد ہوا کرتی ہے-

جب اس نے شام کو واپسی کا قصد کیا تو میں اُسے تین درہم دینے لگا اُس نے انکار کیا صرف ایک درہم اور ایک دانگ لے کر چلا گیا-

تیسرے شنبہ کو پھر میں بازار آیا تو اُس جوان کو نہ دیکھا لوگوں سے اسکا حال پُوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ تین دن سے ایک ویرانہ میں بیمار پڑا ہوا ہے اور موت کے قریب ہے- میں نے ایک شخص کو کچھ دیا اور کہا کہ بھائی مجھے وہاں لے چل جس جگہ وہ بیمار راحل راحت قلوب رونق افروز ہے- وہ مجھے ایک ویرانہ میں لے گیا- دیکھا کہ نہ وہاں در ہے نہ دروازہ نہ مسہری نہ کوئی سامانِ راحت اسی لق و دق میدان میں بیکس و بے بس وہ جوان بیہوش پڑا ہے میں نے جاکر سلام کیا اور دیکھا تو سر کے نیچے ایک اینٹ کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے اور مرنے کے قریب ہو رہا ہے میں نے مکرر پھر سلام کیا تو آنکھ کھولی اور مجھے پہچانا میں نے اُس کا سر لیکر اپنی گود میں رکھ لیا لیکن اُس نے مجھے اس سے منع کیا اور یہ شعر پڑھے ؎

يَا صَاحِبِي لَا تَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمٍ	فَالْعُمْرُ يَنْفَدُ وَالنَّعِيمُ يَزُوْلُ
وَإِذَا حَمَلْتَ إِلَى الْقُبُوْرِ جَنَازَةً	فَاعْلَمْ بِأَنَّكَ بَعْدَهَا مَحْمُوْلُ

یعنی اے میرے دوست خوش عیشی سے دھوکا نہ کھا کیونکہ عمر جا رہی ہے اور عیش و عشرت بھی رخصت ہو رہی ہے اور جب تو قبرستان میں کوئی جنازہ لے جائے تو یہ جان کہ تجھے بھی ایک دن اسیطرح لیجائینگے پھر کہا اے ابو عامر جب میرا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو مجھکو غسل دینا

اور میرے ان ہی کپڑوں میں کفنا دینا۔ میں نے کہا کیوں نئے کپڑوں میں تجھے نہ کفناؤں۔ کہا مردہ کی بہ نسبت زندہ زیادہ نئے کپڑوں کا محتاج ہوتا ہے۔ زندگی تو اسی حالت میں گذاری اب نئے کپڑے کیا کریں گے اور اے ابو عامر اسکو یاد رکھو کہ اگر نئے کپڑے بھی ہوئے تو وہ بھی مٹی ہو جائیں گے۔ اگر کچھ رہے گا تو عملِ نیک رہے گا۔ اور یہ میری زنبیل اور تہ بند لو یہ گور کن کو دینا۔ اور یہ قرآن شریف اور انگشتری امیر المؤمنین ہارون رشید کے پاس پہنچا دینا۔ دیکھو یہ خیال رکھنا کہ تم اپنے ہاتھ سے امیر المؤمنین کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہنا کہ یہ میرے پاس تمہاری ایک امانت ہے ایک مسافر مسکین لڑکے نے سپرد کی ہے اور امیر المؤمنین سے یہ بھی کہنا کہ دیکھو بیدار رہو اس غفلت اور دھوکہ میں تمہاری موت نہ آجائے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ طائرِ رُوح قفسِ جسدی سے پرواز کر گیا۔ اُسوقت میں نے جانا کہ یہ خلیفہ کا جگر گوشہ ہے۔ میں نے اسکی سب وصیتوں کو پورا کیا اور قرآن شریف اور انگشتری لے کر بغداد آیا اور خلیفہ ہارون رشید کے محل کے ارادے سے نکلا اور ایک بلند مقام پر جو میں جا کر کھڑا ہوا دیکھا ایک عظیم الشان لشکر آرہا ہے کہ اُس میں تخمیناً ایک ہزار سوار ہوں گے۔ پھر اُسکے بعد پے در پے دس رسالے آئے اور ہر رسالے میں ہزار ہزار سوار تھے۔ دسویں رسالہ میں امیر المؤمنین خلیفہ ہارون رشید تھے میں نے پکارا کہ تم کو قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے ذرا توقف کرو۔ جب امیر المؤمنین نے مجھ کو دیکھا اور آواز سنی تو توقف فرمایا۔ میں نے قریب جا کر وہ قرآن شریف اور انگشتری سپرد کی اور جو کچھ اس لڑکے نے پیغام کہا تھا سب پہونچا دیا۔ امیر المؤمنین نے یہ سنکر کچھ دیر سر جھکایا اور آنسو بہائے اور دربان کو اشارہ کیا کہ اس شخص کو اپنے پاس رکھو جب میں طلب کروں اُس وقت میرے پاس لانا۔ القصہ جب قصرِ شاہی میں واپس آئے حکم دیا کہ پردے چھوڑ دو، پردے سب چھوٹ گئے اور خلوت ہو گئی۔ اُسوقت دربان سے کہا کہ اس شخص کو لاؤ اگرچہ وہ میرے غم کو تازہ ہی کریگا۔ دربان نے مجھ سے آکر کہا کہ اے ابو عامر امیر المؤمنین بہت غمگین و محزون ہیں اگر تمہارا ارادہ زیادہ بات کرنے کا ہو تو بجائے دس کے پانچ کہنا۔ میں نے کہا اچھا یہ کہکر میں اندر گیا تو امیر المؤمنین نے کہا اے ابو عامر میرے قریب آبیٹھو میں قریب ہو بیٹھا اور پوچھا تم میرے لڑکے کو جانتے تھے اور وہ کیا کام کرتا تھا۔ میں نے کہا گارے اینٹ کا کام کرتا تھا۔ پھر پوچھا کیا تم نے بھی اس سے کام لیا ہے میں نے کہا ہاں لیا ہے کہا کہ تم کو اس سے ایسا کام لیتے ہوئے شرم نہ آئی، قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تو نے پاس نہ کیا۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین خدا کے لئے مجھے معافی دو میں اس سے واقف نہ تھا اسکی

وفات کے وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ مشکوٰۃ خلافت کی شمع ہے۔ پھر پوچھا کیا تم نے اُسے اپنے ہاتھ سے غسل دیا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا ہے۔ کہا ذرا ہاتھ لاؤ اور میرا ہاتھ لے کر اپنے سینے پر رکھ لیا اور آنسوؤں کی ندیاں بہائیں اور کہا تم نے کس طرح اُس مسافر بے کس بے بس سرمایۂ حیات کو غسل و کفن دیا۔ تمہارے دل نے کیسے اُس پر مٹی دینا گوارا کیا۔ یہ کہہ کر پھر بہت سے دردناک اشعار پڑھے اور بصرہ جانے کی تیاری کی۔ حاصل کلام یہ کہ امیر المؤمنین مجھے لیکر بصرہ تشریف لے گئے اور اپنے لڑکے کی قبر پر آئے۔ جب قبر کو دیکھا تو بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو چند اشعار غم و حسرت آمیز پڑھے اور حاضرین اور شجر و حجر سب کو رلا دیا۔ ابو عامر کہتے ہیں کہ اُس رات جب میں اپنے وظائف سے فارغ ہو کر سویا دیکھتا کیا ہوں کہ ایک نور کا قبہ ہے اور اس پر ایک نور کا ابر ہے ناگاہ وہ نور پھٹا اور اسمیں سے وہ لڑکا کہتا ہوا نکلا۔ اے ابو عامر حق تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے تم نے خوب میری وصیتوں کو پورا کیا۔ میں نے پوچھا۔ بیٹا! تم پر کیا گذری اور تمہارا ٹھکانا کہاں ہوا۔ کہا اپنے پروردگار رحیم و کریم کے پاس ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہے کچھ ناراض نہیں اور مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی کے دل پر انکا خیال تک گزرا۔ اور حق تعالےٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو بندہ دنیا کی نجاستوں سے ایسا نکل آئیگا جیسا کہ تو نکل آیا ہے تو اُس کو ایسی ہی نعمتیں دونگا جیسی تجھے دیں ہیں۔ اُسکے بعد جو میری آنکھ کھلی تو دل میں اسکی باتوں سے اور بشارت سے ایک خوشی و سرور پایا۔

مؤلف کہتا ہے کہ یہ حکایت مجھے ایک اور طریق سے بھی پہنچی ہے اسمیں اسطرح ہے کہ جب ابو عامر نے سب حال اُسکا خلیفہ سے کہا تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا یہ کون ہے اور کس کا حال ہے۔ ہارون رشید نے کہا میری خلافت میں مبتلا ہونے سے پہلے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا اُس نے اچھی طرح نشو و نما پائی اور قرآن شریف اور علم پڑھا جب میں خلیفہ ہوا تو مجھے چھوڑ دیا اور دنیا کے مال و متاع میں سے کچھ نہ لیا چلتے ہوئے اس کی والدہ نے یہ انگشتری اسکو دیدی تھی اور وہ انگوٹھی بہت قیمتی تھی۔ میں نے اُسکی ماں سے کہدیا تھا کہ یہ اسکو دیدینا آخر اسکو بھی وہ کام میں نہ لایا اور دنیا سے اسی زہد میں رخصت ہوا اور اپنی ماں کا بہت خدمت گذار تھا۔

(۱۹) عبد اللہ بن مہران رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید حج کے لئے مکہ معظمہ گئے اور وہاں چند روز قیام کیا۔ پھر کوچ کا حکم دیا سب لوگوں نے کوچ کیا۔ بہلول مجنون رضی اللہ عنہ بھی لوگوں کے ساتھ میں نکل کھڑے ہوئے اور لڑکے ان کے ساتھ

چھیڑخانی کرتے اور اوروں کو ان کے چھیڑنے کی رغبت دیتے، اسی حالت میں خلیفہ ہارون رشید کی سواری کی آمد شروع ہوئی یہ دیکھ کر سب بچے بھاگ گئے جب ہارون رشید کی سواری اس مقام پر پہنچی تو بہلول رضی اللہ عنہ نے ان کو باآواز بلند پکارا کہ اے امیرالمؤمنین اے امیرالمؤمنین۔ ہارون رشید نے پردہ اٹھاکر جواب دیا لبیک اے مجنون کیا کہتے ہو بہلول نے فرمایا اے امیرالمؤمنین ہم سے ایمین بن مائل نے قدامہ بن عبداللہ عامری سے روایت کیا ہے قدامہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام منیٰ میں ایک ایسے اونٹ پر سوار دیکھا کہ اُس پر نہایت کم قیمت کجاوہ تھا اور حضور کی سواری کے ساتھ لوگوں کو ادھر اُدھر نہ ہٹاتا تھا، نہ مار دھاڑ نہ ہٹو بڑھو۔ پس اے امیرالمؤمنین اس سفر میں تیرا تواضع اور پستی اختیار کرنا تکبر اور بڑائی سے بہتر ہے۔ ہارون رشید یہ سنکر رونے لگا اور اس قدر رویا کہ آنسو زمین پر گرنے لگے، پھر بہلول سے کہا اے بہلول ہمیں کچھ اور نصیحت کی باتیں سناؤ۔ اُنھوں نے یہ شعر پڑھے ؎

یا صاحبی لا تغترر بتنعم	فالعمر ینفد والنعیم یزول
واذا حملت الی القبور جنازۃ	فاعلم بانک بعدھا محمول

(یعنی یہ مان لے کہ تو ساری زمین کا مالک ہوا اور یہ بھی مان لے کہ تمام عالم تیرا مطیع ہو گیا لیکن اگر یہ سب کچھ ہو گیا تو پھر کیا نفع۔ کل تیرا ٹھکانا قبر کے اندر ہوگا اور یہ اور وہ تیرے اوپر مٹی ڈالتا ہوگا) ہارون رشید یہ سن کر بہت رویا اور کہا بہلولؒ! تم نے خوب بات کہی کچھ اور کہو۔ بہلولؒ نے کہا امیرالمؤمنین جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال اور جمال عطا فرمایا ہو اور اس نے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اپنے جمال کو حرام سے بچایا وہ حق تعالیٰ کے دفتر میں ابرار میں سے لکھا جائیگا ہارون رشید نے کہا بہلولؒ! تم نے خوب کہا اور انعام کے بھی مستحق ہوئے۔ بہلولؒ نے کہا اپنا انعام اُسے دے جو لے ہمیں حاجت نہیں۔ پھر ہارون رشید نے کہا بہلول! اگر تمہارے ذمہ کچھ قرض ہو تو کہو میں ادا کروں، کہا میں دین کے بدلے دَین ادا کرانا نہیں چاہتا۔ اہل حق کو اُن کا حق دے اور اپنے نفس کا قرض ادا کر۔ پھر ہارون رشید نے کہا اگر کہے ہو تو کچھ وظیفہ مقرر کر دیا جائے بہلولؒ نے یہ سنکر آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور کہا۔ امیرالمؤمنین! میں اور تو دونوں اللہ کے بندے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے تو یاد رکھے اور مجھے بھول جائے۔ ہارون رشید نے یہ سنکر پردہ چھوڑ دیا اور سواری آگے بڑھی۔

(۲۰) **خلیفہ ہارون رشید** نے ایک مرتبہ قسم کھائی کہ پاپیادہ حج کرونگا۔ جب

حج کے دن قریب آئے تو عراق سے بیت اللہ تک نہایت بیش قیمت مخملی فرش بچھائے گئے اُسپر خلیفہ پاپیادہ چلے۔ جب چلتے چلتے تھک گئے تو ایک مقام پر ایک میل کے سہارے سے بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں تھے کہ سعدون مجنون رضی اللہ عنہ کا اسطرف گذر ہوا۔ اور خلیفہ سے ملاقات ہوئی۔ سعدونؓ نے چند اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ تھا۔ مان لے اور فرض کرلے کہ دنیا تیرے موافق ہے ٭ لیکن کیا حاصل کیا موت نہ آئیگی ٭ پس تو دنیا کو کیا کرے گا ٭ تجھے تو ایک میل ہی کافی ہے ٭ اے طالب دنیا خبردار ہو ٭ دنیا کو اپنے دشمن کے لئے چھوڑ دے ٭ جس طرح تجھے زمانہ نے ہنسایا ہے اسی طرح یہ زمانہ تجھے ایک دن رُلائیگا ٭ ہارون رشید نے جب یہ اشعار سُنے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوکر گر پڑا اور اتنی دیر بے ہوش رہا کہ تین نمازیں فوت ہوگئیں۔ جب ہوش آیا تو حضرت سعدون رضی اللہ عنہ کو تلاش کرایا مگر ان کا کہیں پتہ نہ ملا بہت متاسف ہوا۔

(۲۱) **محمد بن صباح** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بصرہ میں تھے کہ وہاں بارش نہ ہوئی تھی، سب بصرہ والے دعائے باراں کے لئے شہر سے باہر جنگل میں آئے کیا دیکھتے ہیں کہ سعدون مجنون رحمۃ اللہ علیہ سر راہ بیٹھے ہیں۔ جب اُنھوں نے دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور پوچھا کہ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا کہ مینھ کی دعا کے لئے۔ پوچھا کیسے دلوں کے ساتھ آئے ہو سمادی (یعنی کدورت ارضی سے پاک وصاف) یا بالکل خالی۔ میں نے کہا نہیں سماوی دل سے آئے ہیں فرمایا اگر یہ بات ہے تو بیٹھو اور دعا کرو۔ ہم سب بیٹھ گئے اور دعا کرنے لگے۔ دعا کرتے کرتے خوب دن چڑھ گیا اور آسمان پر کہیں ابر کا نام ونشان تک نظر نہ آیا بلکہ اور آسمان صاف ہوتا گیا اور آفتاب کی تیزی بڑھتی گئی۔ سعدون رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حالت دیکھ کر ہماری طرف التفات کیا اور فرمایا ارے بیہودو اگر تمہارے دل سمادی ہوتے تو کیا اب تک بارش نہ ہوتی؟ پھر خود اُٹھے اور وضو کرکے دو رکعت پڑھی اور آسمان کیطرف دیکھ کر کچھ فرمایا کہ میں اُسے مطلق نہیں سمجھا خدا کی قسم سعدون رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی تک کلام ختم بھی نہ کیا تھا کہ بادل گرجا اور بجلی چمکی اور خوب زور کی بارش ہوئی۔ پھر ہم نے سعدون رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ تم نے سر اٹھا کر کیا کہا تھا فرمایا جاؤ۔ ہم لوگوں کے دل غمگین ہوئے اور آہ وزاریاں کیں اور پھر معائنہ کیا اور جان لیا جو کچھ جانا اور کیا جو کچھ کیا اور اپنے رب پر توکل کیا۔

(۲۲) **مالک بن دینار** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز بصرہ کے جنگل میں گیا دیکھا کہ ایک مقام پر سعدون مجنون رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا

آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا اے مالک اس شخص کا کیا حال دریافت کرتے ہو جس کا صبح و شام بڑے بھاری سفر کا ارادہ ہو اور کچھ سامان اور توشہ اُسکے پاس نہ ہو اور تمام بندوں کے حاکم و عادل اور رب کے ہاں اسکی پیشی ہو۔ یہ کہکر بہت روئے میں نے پوچھا کیوں روتے ہو۔ فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ میں دنیا کی حرص یا موت اور مصائب کے ڈر سے نہیں روتا بلکہ اسوجہ سے کہ میری عمر کا ایک دن ایسا گذر گیا کہ اسمیں مجھ سے اچھا عمل نہیں ہوا اور نیز مجھے زادِ راہ کی قلت اور راہ دُور و دراز ہونا اور سخت گھاٹی کا پیش آنا رُلا رہا ہے مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میرا ٹھکانا جنت ہے یا دوزخ۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُن سے یہ کلام حکمت آمیز سنکر کہا کہ لوگ تو تمھیں مجنون کہتے ہیں مگر تم تو بڑے عاقل ہو۔ فرمایا تم بھی لوگوں کے دھوکے میں آگئے لوگوں نے مجھے مجنون سمجھ رکھا ہے حالانکہ مجھ میں کوئی بھی جنون کی بات نہیں۔ البتہ میرے مولا کی محبت میرے دل اور میرے گوشت و پوست و رگ و ریشہ و ہڈیوں اور خون میں رچ گئی ہے اس محبّت کی وجہ سے میں متحیر و فریفتہ ہوں۔ میں نے عرض کیا اے سعدون آپ لوگوں کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے اور ان سے کیوں نہیں ملتے جلتے۔ یہ سنکر سعدون رحمۃ اللہ علیہ نے دو شعر پڑھے۔ جن کا مضمون یہ ہے۔

عزیز لوگوں سے بالکل الگ رہا کر اور حق تعالیٰ کو اپنا مصاحب اور ساتھی بنا + لوگوں کو جس طرح چاہے آزما کر دیکھ لے وہ ہر حالت میں تجھے بچھو ہی نظر آئیں گے۔

(۲۳) **ذوالنون مصری** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور حالت یہ تھی کہ سب لوگوں کی آنکھیں بیت اللہ کی طرف لگ رہی تھیں اور اُسے دیکھ دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھر رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص بیت اللہ کے مقابل ہو کر اس مضمون کی دعا کرنے لگا۔ اے میرے پروردگار میں تیرا مسکین بندہ اور آپکے در سے بھاگا ہوا اور دھتکارا ہوا ہوں۔ اے اللہ میں ایسی چیز کا سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کی محبت و قرب کا زیادہ ذریعہ ہو اور ایسی عبادت مانگتا ہوں جو آپ کو زیادہ پسند ہو اور اے اللہ میں آپ سے آپ کے برگزیدہ بندوں اور انبیاء کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنی محبت کا پیالہ مجھے پلا دیجئے اور میرے دل سے اپنی معرفت کے لئے جہل کے پردے اُٹھا دیجئے تاکہ میں شوق کے بازوؤں سے آپ تک اڑکر عرفان کے باغوں میں آپ سے مناجات کروں۔ اس دعا کے بعد وہ شخص اتنا رویا کہ آنسوؤں سے زمین کی کنکریاں تر ہو گئیں۔ پھر ہنسا اور وہاں سے چل دیا۔

میں بھی انکے پیچھے پیچھے ہو لیا اور اپنے جی میں کہا کہ یا تو یہ شخص کوئی عارف ہے یا مجنون۔ القصہ وہ مسجد حرام سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ویرانہ کیطرف ہو لیا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا، تمہیں کیا ہوا کیوں آرہے ہو۔ جاؤ۔ میں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ کہا عبداللہ میں نے پوچھا کس کے بیٹے ہو، کہا عبداللہ کا میں نے کہا یہ تو میں جانتا ہوں کہ ساری خلقت عبداللہ ہے (اللہ کے بندے) اور ابن عبداللہ (اللہ کے بندے کے بیٹے ہیں) میں آپ کا خاص نام دریافت کرتا ہوں۔ کہا میرے باپ نے میرا نام سعدون رکھا ہے۔ میں نے کہا جو مجنون کے نام سے مشہور وہ ہے۔ کہا ہاں وہی میں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کے وسیلہ سے تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہو فرمایا کہ وہ اپنے اللہ کی طرف ایسے چلتے ہیں جیسے وہ چلتا ہے اور وہ خدا کی محبت کو نصب العین کئے ہوئے اور لوگوں اور تمام دنیا کی چیزوں سے ایسے الگ ہوئے ہیں کہ جیسے کسی کے دل میں آگ لگی ہوئی ہو۔

(۲۴) **سعدون مجنون** رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے کوچوں میں پھرا کرتے تھے جس گھر پر گذر ہوتا وہاں ٹھہرتے اور آیۃ یَاأَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ پڑھتے اور پھر رو کر یہ اشعار پڑھتے۔

فَلَوْ لَمْ یَكُنْ شَیْءٌ سِوَی الْمَوْتِ وَالْبِلٰی	وَتَفْرِیْقُ أَعْضَاءٍ وَلَحْمٍ مُبَدَّدٍ
لَكُنْتَ حَقِیْقًا یَا بْنَ أٰدَمَ بِالْبُكَاءِ	عَلٰی نَائِبَاتِ الدَّهْرِ مَعَ كُلِّ مُسْعِدٍ

یعنی اگر سوائے موت اور جسم کے کہنگی اور اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور گوشت کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے انسان پر اور کوئی بھی حادثہ نہ ہوتا تو اے ابن آدم زمانے کے اسی قدر حوادث کی وجہ سے تجھے یہ بات لائق اور شایان تھی کہ تو روتا اور خود تنہا ہی نہیں بلکہ دوسرے رونے والے کو بھی اپنی امداد کے لئے ساتھ لے کر روتا۔ چہ جائیکہ علاوہ ان سختیوں کے اور بہت سے حوادث قیامت کے اور سب سے زیادہ حق تعالیٰ کے غضب کا خوف دامنگیر اور سوہان روح ہو۔ اس حالت میں تو روتے روتے ندیاں اور نالے بہانے چاہیئں۔

اور جب سعدون مجنون رحمۃ اللہ علیہ کو بھوک زیادہ لگتی تو یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

إِلٰهِیْ أَنْتَ قَدْ اٰلَیْتَ حَقًّا	بِأَنَّكَ لَا تُضِیْعُ مَنْ خَلَقْتَا
وَأَنَّكَ ضَامِنٌ لِلرِّزْقِ حَتّٰی	تُؤَدِّیْ مَا ضَمِنْتَ كَمَا قَسَمْتَا
وَإِنِّیْ وَاثِقٌ بِكَ یَا إِلٰهِیْ	وَلٰكِنَّ الْقُلُوْبَ كَمَا عَلِمْتَا

یعنی اے میرے معبود آپ نے سچی قسم کھائی ہے کہ آپ کسی اپنی مخلوق کو ضائع نہ کرینگے۔ نیز آپ رزق کے

ضامن ہیں حتیٰ کہ آپ اپنی ضمانت کی شئے (رزق) کو ادا کرینگے جس طرح آپ نے تقسیم کیا ہے۔ اور اے میرے معبود بے شک میں آپ پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں، لیکن دلوں کو آپ خوب جانتے ہیں کہ کیسے ہیں۔ اور سعدون رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صوف کا جبہ تھا کہ اسکی دونوں آستینوں کے آگے پیچھے دو دو شعر نہایت عبرت انگیز لکھے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم بڑے حکیم ہو مجنون نہیں لوگ تمھیں مجنون بتاتے ہیں۔ فرمایا مجھ میں اعضاء ظاہری کا جنون ہے اور میرا قلب مجنون نہیں بلکہ بہت ہوشیار ہے۔ یہ کہکر بھاگ گئے۔ (رضی اللہ عنہ)

(۲۵) **ابوالجوال مغربی** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک صالح شخص بیت المقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک جوان ہمارے پاس آنکلا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اُسکے گرد شہر کے بچے جمع ہیں اور ڈھیلے پتھر اور کنکریاں مار رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ باؤلا ہے۔ جوان مسجد میں گیا اور پکار کر کہا۔ اے اللہ مجھے اِس دار (یعنی دنیا) سے راحت دے۔ میں نے اس سے کہا یہ بات تو تو نے دانائی کی کہی۔ یہ حکمت کی بات تو نے کہاں سے سیکھی۔ کہا جو شخص خاص اللہ کے واسطے خدمت و عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے حکمت کی نادر نادر باتیں سکھا دیتا ہے اور عصمت کے اسباب سے اُسکی تائید فرماتا ہے اور مجھے جنون نہیں بلکہ اضطراب و خوف ہے۔ پھر اُس نے چند اشعار درد اور شوق کے پڑھے۔ میں نے کہا یہ اشعار تو تم نے خوب پڑھے جس نے تمھیں مجنون کہا اُس نے سخت غلطی کی۔ یہ سنکر میری طرف دیکھ کر رو دیا اور کہا کچھ جانتے ہو کہ اخوانِ طریقت کسطرح مرتبۂ وصل کو پہنچے۔ میں نے کہا بتاؤ۔ کہا انھوں نے اپنے اخلاق کو تمام نجاستوں سے پاک کر کے تھوڑے سے رزق پر قناعت کی اور محبتِ الٰہی سے تمام آفاق میں متحیر پھرے اور راستبازی کی آزار اور خوفِ الٰہی کی رداء سے آراستہ ہوئے اور اس دنیائے فانیہ کو دارِ باقی کے عوض بیچ دیا اور میلان اور عزم اختیار کیا پھر ان کی یہ حالت ہوئی کہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بیابانوں میں رہے اور مخلوق سے غائب ہو گئے ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ حاضر بھی ہوں تو کوئی اُن کو نہ پہچانے۔ اور اگر غائب ہوں تو کوئی اُنھیں نہ ڈھونڈھے اور جو مر جائیں تو کوئی ان کے جنازہ پر نہ آوے۔ ابوالجوال کہتے ہیں کہ میں یہ باتیں سنکر دنیا کو بالکل بھول گیا اور وہ یہ کہکر چل دیا۔

(۲۶) **ابن قصاب صوفی** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم چند آدمی پاگل خانہ کی سیر کو گئے۔ وہاں جاکر ایک جوان کو دیکھا کہ نہایت دردمند تھا۔ ہم اُسے دیکھ کر متحیر ہو گئے اور ہمارا تحیر بڑھا۔ اور اسکے حالات معلوم کرنے کے لئے اُسکے پیچھے ہوئے وہ ہمیں آتے دیکھ کر

دیکھ کر پکار اُٹھا لو گو دیکھو یہ لوگ کیسی کیسی عبا وقبا سے آراستہ اور طرح طرح کے پھولدار کپڑوں سے پیراستہ اور بدن کو عطر لگائے ہوئے ہیں، اور اُن کی حالت یہ ہے کہ دنیا اور دین کا سب کام چھوڑ کر ایک تحیر اور ہلکی بات کے پیچھے پڑ گئے اور اسی کو بضاعت بنالیا اور علم کی باتوں سے بالکل برکنار ہو گئے۔ یہ کچھ آدمی نہیں۔ ہم نے یہ باتیں سُن کر اس سے کہا کہ اگر ہم کچھ پوچھیں تو تم عمدہ جواب بھی دو گے۔ اُس نے کہا واللہ میں خوب جواب دونگا۔ تم پوچھو۔ ہم نے پوچھا کہ سب سے زیادہ ناشکرا کون ہے۔ کہا سب سے کم ناشکرا وہ ہے جو کسی مصیبت سے عافیت و امن دیا گیا ہو پھر وہ اسی بلا اور مصیبت کو دوسرے شخص پر دیکھے اور عبرت نہ حاصل کرے اور بیہودگی اور بدکاری میں مشغول ہو جائے۔ اس کی باتیں سنکر ہمارے دل بہت نرم ہوئے۔ پھر ہم نے بعض خصائلِ محمودہ کی حقیقت دریافت کی۔ اس نے کہا وہ بات تمہاری حالت کے خلاف ہے۔ پھر وہ جوان رویا اور رو کر کہنے لگا اے اللہ اگر آپ میری عقل واپس نہیں دیتے تو میرے ہاتھ ہی مجھ کو دے دیجئے تاکہ میں ان لوگوں کے ایک ایک چپت لگاؤں یہ سن کر ہم وہاں سے کافور ہو گئے۔

(۲۷) عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے تین رات یہ سوال کیا کہ اے اللہ مجھے اس شخص کو دکھا دیجئے جو جنت میں میرا رفیق ہوگا ارشاد ہوا کہ اے عبدالواحد جنت میں تیرا رفیق میمونہ سوداء ہے میں نے عرض کیا وہ کہاں ہے ارشاد ہوا کہ وہ کوفہ میں فلاں قبیلہ میں ہے میں کوفہ میں اسی پتہ پر گیا اور لوگوں سے پوچھا اس نام کی عورت کہاں ہے لوگوں نے کہا وہ تو ایک مجنونہ ہے بکریاں چرایا کرتی ہے۔ میں نے کہا میں اسکو دیکھنا چاہتا ہوں کہا کہ فلاں جنگل میں چلے جاؤ وہ ملے گی۔ میں اس مقام پر گیا، دیکھا تو وہ کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی ہی اور اسکے سامنے ایک عصا ہے اور ایک اون کا کپڑا پہنے ہوئے ہے اور اس کپڑے پر یہ لکھا ہے کہ "یہ نہ بیچی جاسکتی ہے نہ خریدی" اور ایک عجیب واقعہ یہ دیکھا کہ بکریاں اور بھیڑیئے ایک جگہ چر رہے ہیں نہ تو بھیڑیئے بکریوں کو کھاتے ہیں اور نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو نماز کو مختصر کیا اور سلام پھیر کر کہا۔ اے ابنِ زید اسوقت جاؤ یہ وقت وعدہ کا نہیں ہے کل آنا۔ میں نے پوچھا تجھے کس نے بتایا کہ میں ابنِ زید ہوں۔ کہا کہ یہ خبر نہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ارواح لشکر کی لشکر ایک جگہ ہیں جن ارواح میں وہاں تعارف ہو گیا وہ یہاں بھی آپس میں ایک دوسرے سے الفت کرتے ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف اور انجان رہے ان کا یہاں بھی اختلاف رہتا ہے

پھر میں نے کہا مجھے کچھ اور نصیحت کر کہا جس بندہ کو دنیا کی کوئی چیز حق تعالےٰ نے دی اور وہ پھر اُسی کی طلب میں رہا اللہ تعالےٰ اس سے اپنی خلوت کی محبت سلب فرمالیتا ہے اور قرب کو بعد سے بدل دیتا اور اس کی بجائے وحشت اُسکے دل میں بٹھا دیتا ہے۔ پھر چند عبرتناک اشعار پڑھے، پھر میں نے پوچھا کہ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ کس طرح رہتے ہیں نہ تو بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں اور نہ بھیڑیے انھیں ستاتے ہیں۔ کہا جاؤ یہ باتیں مت کرو میں نے اپنے مولیٰ سے صلح کرلی ہے اس لئے اس نے بھیڑیے اور بکریوں میں موافقت کردی

(۲۸) **ابوالربیع** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور محمد بن المنکدر اور ثابت بنانی رحمہم اللہ ایک رات ریحانہ مجنونہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس رہے شروع رات میں انھیں دیکھا کہ انھوں نے کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

قَامَ الْمُحِبُّ اِلٰی الْمُؤَمِّلِ قَوْمَةً ۔۔۔ کَادَ الْفُؤَادُ مِنَ السُّرُوْرِ یَطِیْرُ

یعنی عاشق اپنی امیدگاہ کے سامنے اسطرح کھڑا ہے کہ دل خوشی کے مارے اڑا جارہا ہے اور جب آدھی رات ہوئی تو یہ شعر پڑھے ؎

لا تانس بمن توحشك نظرته ۔۔۔ فتمنعن من التذكار في الظلم

واجهد وكد وكن في الليل ذا شجن ۔۔۔ يسقيك كاس وداد العز والكرم

یعنی جس کی طرف دیکھنا تجھے وحشت میں ڈالتا ہو اس سے انس والفت مت کر کیونکہ وہ شے تاریکیوں میں تجھ کو ذکر سے روک دے گی اور (اللہ کی راہ میں) محنت و مشقت کر اور رات کو غمگین رہ اسکے صلہ میں حق تعالیٰ تجھ کو اپنی دوستی اور بخشش کے پیالے سے سیراب کریگا۔

جب صبح قریب ہوئی تو بہت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ آہ و نالہ کیا۔ میں نے پوچھا اس قدر غم والم کیوں کرتی ہو تو جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

ذَهَبَ الظَّلَامُ بِاُنْسِهٖ وَبِاِلْفِهٖ ۔۔۔ لَيْتَ الظَّلَامَ بِاُنْسِهٖ يَتَجَدَّدُ

یعنی رات تاریکی اپنی انس اور محبت کے ساتھ لے گئی۔ اے کاش یہ تاریکی اسی انس کے ساتھ پیدا ہوتی رہتی۔

(۲۹)۔ عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے بصرہ سے نکل کر دشت پیمائی شروع کی چلتے چلتے کچھ خانہ بدوش بدویوں پر گزر ہوا جو خیموں میں سکونت رکھتے اور زراعت کرتے تھے میں اُن کے خیموں کی سیر کرنے لگا۔ اثنائے سیر میں ایک خیمہ

کے اندر ایک مجنونہ لڑکی دیکھی کہ جس کے بدن پر صوف کا ایک جبّہ تھا اور اس جبّہ پر یہ مضمون لکھا تھا کہ "لونڈی نہ بیع کی جائے اور نہ خریدی جائے" میں نے اُسکے قریب جاکر سلام کیا۔ لیکن اُس نے سلام کا جواب نہ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد چند اشعار پڑھے۔ میں نے پوچھا یہ کھیتی کس کی ہے، کہا اگر صحیح سلامت رہ گئی تو ہماری ہے۔ میں اسے وہیں چھوڑ کر ایک اور خیمہ میں گیا کہ آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہوئی میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں بھی آج دیکھتا ہوں کہ اس بارش کی نسبت یہ مجنونہ کیا کہتی ہے۔ یہ سوچ کر باہر نکلا دیکھا تو تمام زراعت غرق ہوگئی اور وہ کھڑی کہہ رہی ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے میرے دل میں اپنی محبت کی خالص شراب بھر دی ہی میرا قلب آپ کی رضا کا یقین رکھتا ہے۔ پھر میری طرف التفات کر کے کہا۔ اے شخص دیکھ اسی نے تو کھیتی بوئی اور اسی نے اگائی اور اسی نے قائم کی اور اسی نے بالیں نکالیں اور اسی نے اس کو بارش سے سیراب کیا اور اُسی نے اسکی حفاظت کی جب کٹنے کے قریب ہوئی تو اسی نے اسکو تباہ بھی کر دیا۔ پھر آسمان کیطرف سر اُٹھا کر کہا اے اللہ یہ سب تیرے بندے ہیں اور ان کا رزق تیرے ذمہ ہے اب آپ جو چاہے کریں۔ میں نے کہا تو کس طرح صبر کرتی ہے۔ کہا اے عتبہ چپ رہ میرا معبود بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے۔ ہر روز اُسکے ہاں مجھ نیا رزق ملتا ہے۔ عتبہ فرماتے ہیں کہ اب جب مجھے اُسکا کلام یاد آجاتا ہے تو ایک قسم کا ہیجان پیدا ہو کر رونا آجاتا ہے۔

(۳۰) **ذوالنون مصری** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض لوگوں نے بیان کیا کہ کوہِ لکام میں ایک عارف رہتا ہے مجھے اسکے ملنے کا شوق ہوا جب اُس پہاڑ پر پہنچا تو دُور سے سنائی دیا کہ کوئی شخص نہایت درد اور گریہ وزاری کے ساتھ یہ اشعار پڑھ رہا ہے ؎

يَا ذَا الَّذِيْ اَنِسَ الْفُؤَادُ بِذِكْرِهٖ	اَنْتَ الَّذِيْ مَالِيْ سِوَاكَ اُرِيْدُ
تَفْنَى اللَّيَالِيْ وَالزَّمَانُ بِاَسْرِهٖ	وَهَوَاكَ غَضٌّ فِي الْفُؤَادِ جَدِيْدُ

یعنی اے وہ ذات کہ جس کے ذکر سے میرے قلب نے سکون پایا ہے تیرے سوا میں کسی کا ارادہ نہیں رکھتا راتیں اور زمانہ بتمامہ فنا ہوتا جاتا ہی لیکن تیری محبت ویسی ہی جی میں تر و تازہ اور ہری بھری ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں یہ آواز سنکر اس طرف چلا کہ جس طرف سے یہ آواز آئی۔ جب میں اُس مقام پر پہنچا دیکھا کہ ایک خوبصورت حسین خوش آواز جوان بیٹھا ہے مگر اُسکی تمام خوبصورتی اور حسن خاک میں مل رہا ہے اور وہ نہایت لاغر اور زرد پڑ کر آتش

عشق میں سوختہ جان مضطرب و حیران ہے۔ میں نے سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دے کر ششدر رہ گیا اور پھر یہ اشعار پڑھے ؎

اَعْمَیْتُ عَیْنِیْ عَنِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِھَا	فَاَنْتَ وَالرُّوْحُ مِنِّیْ غَیْرُ مُفْتَرِقٖ
اِذَا ذَکَرْتُکَ وَافٰی مُقْلَتِیْ اَرَقٌ	مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَلَقٖ
وَمَا تَطَابَقَتِ الْاَحْدَاقُ عَنْ سِنَۃٍ	اِلَّا وَعَیْنُکَ بَیْنَ الْجَفْنِ وَالْحَدَقٖ

یعنی میں نے دنیا اور اُسکی زینت سے اپنی آنکھ کو اندھا کر لیا ہے لیکن اے اللہ آپ اور میری روح یہ آپس میں جدا نہ ہوں گے اور اے اللہ جب میں آپ کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھوں میں شام سے صبح تک بیداری رہتی ہے + اور جب میری آنکھ نیند سے جھپکنا چاہتی ہے تو میں اپنی آنکھ کے سامنے آپ کو جلوہ آرا دیکھتا ہوں۔

پھر فرمایا ذوالنون تم کہاں اور ہم کہاں تم مجنونوں کے پیچھے کیوں پڑے۔ کیسے تشریف لائے ذوالنون فرماتے ہیں میں نے کہا مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے اِس لئے حاضر ہوا ہوں فرمایا پوچھو۔ میں نے کہا تمہارے نزدیک کس شے نے تنہائی کو محبوب بنا دیا اور کس چیز نے تمہیں جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرایا۔ فرمایا محبت نے مجھے جنگل اور پہاڑوں میں پھرایا اور میرے شوق نے مجھے برانگیختہ کیا اور میرے عشق نے مجھے سب سے علٰحدہ کر دیا۔ پھر کہا اے ذوالنون کیا تمہیں دیوانوں کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے ایسے لوگوں کی باتیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور ان سے مجھے رقت اور حزن طاری ہوتا ہے۔

ذوالنون فرماتے ہیں کہ وہ جوان پھر میرے سامنے سے غائب ہو گیا اور پتہ نہ لگا کہ کہاں گیا۔

(۱۳) **ذوالنون مصری** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض احباب نے کہا کہ کوہ مقطم میں ایک لڑکی اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرنیوالی ہے۔ میرے دل میں اُس کے بھی ملنے کا شوق ہوا اور وہاں پہنچکر اسے تلاش کیا وہ نہ ملی مگر ایک عابد زاہد لوگوں کے ایک گروہ میں سے ایک شخص سے ملا اور ان سے حال پوچھا تو کہا۔ تم داناؤں سے بھاگتے ہو اور دیوانوں کو پوچھتے ہو میں نے کہا آپ بتا دیں کہ وہ مجنونہ کہاں ہے۔ کہا کہ وہ فلاں جنگل میں ہے۔ میں ان کے بتائے ہوئے پتہ پر گیا۔ دُور سے ایک غمناک آواز سُنی۔ میں اُس آواز کے پیچھے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی پتھر کی ایک چٹان پر بیٹھی ہے۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیکر کہا۔ ذوالنون! تمہیں دیوانوں سے کیا کام۔ میں نے کہا کہ کیا تو دیوانی ہے۔ کہا

اگر دیوانی نہ ہوتی تو لوگ مجھے کیوں دیوانی کہتے۔ میں نے کہا تجھے کس شے نے دیوانہ بنا دیا۔ کہا ذوالنون اُس کی محبّت نے مجھے دیوانہ اور اُسکے شوق نے حیران کر دیا اور اسکی دریافت کرنے قلق اور تڑپ میں ڈال دیا کیونکہ محبت تو قلب میں ہوتی ہے اور شوق فواد میں اور دریافت کرنا سِر میں میں نے پوچھا لڑکی کیا فواد اور شے ہے اور قلب اور کچھ ہے۔ کہا ہاں فؤاد قلب کے نور کو بولتے ہیں اور سِر فؤاد کے نور کو سو قلب تو محبت کرتا اور فؤاد مشتاق ہوتا ہے اور سِر پاتا ہے۔ میں نے پوچھا سِر کس شے کو پاتا ہے کہا حق کو میں نے پوچھا حق کو کس طرح پاتا ہے۔ کہا ذوالنون حق کو پانا بلا کیف ہوتا ہے۔ میں نے کہا بھلا تیرا حق کو پانے میں صادق ہونا کیا ہے۔ یہ سنتے ہی اُس نے رونا شروع کر دیا۔ اور اس قدر روئی کہ قریب تھا کہ اسکی جان تک بہ جائے۔ جب ہوش میں آئی تو بہت سے ہائے کے نعرے مارے اسپر چند اشعار دردانگیز پڑھے پھر ایک چیخ ماری اور کہا دیکھ صادق اور سچے لوگ اسطرح جاتے ہیں، پھر اُسپر غشی طاری ہوئی میں نے پاس جاکر جو اسے ہلایا تو مردہ پایا۔ میں نے کوئی چیز ڈھونڈھی کہ جس سے اُسکے لئے قبر کھودوں، دیکھا تو وہ میری نظروں سے غائب ہو گئی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

(۳۲) **فضیل بن عیاض** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کوفہ کی جامع مسجد میں تین دن رہا نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ جب چوتھا دن ہوا تو بھوک نے مجھے شکستہ و خستہ کر دیا اسی حالتِ شکستگی میں بیٹھا تھا کہ ایک دیوانہ مسجد کے دروازے سے آیا اور اسکے ہاتھ میں ایک بڑا بھاری پتھر تھا اور گردن میں بڑا بھاری طوق پڑا ہوا تھا، لڑکے اُسکے گرد تھے وہ دیوانہ مسجد میں چکر کھانے لگا۔ جب وہ میرے سامنے آیا تو مجھے گھورنے لگا۔ میں اپنے جی میں گھبرایا اور دل میں کہا۔ خداوندا آپ نے مجھے بھوکا بھی رکھا اور پھر ایسے شخص کو مجھپر مسلط کر دیا جو مجھے قتل کر دے۔ میرے جی میں یہ مضمون آہی رہا تھا کہ اس مجنون نے میری طرف التفات کر کے یہ شعر پڑھا ؎

مَحَلُّ ثَبَاتِ الصَّبْرِ فِيكَ غَرِيزَةٌ	فَيَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ لِصَبْرِكَ آخِرُ

یعنی قندِ صبر کا محل تیری ایک طبیعت ہے (یعنی تجھ میں صبر کے ٹھہرنے کی جگہ ہے) اے کاش مجھے خبر ہو کہ تیرے صبر کا کوئی اختتام بھی ہے۔ یہ سن کر میرے ہوش ٹھکانے لگے اور میرا گھبرانا جاتا رہا۔ اور کہا کہ اے مخدوم اگر امید نہ ہوتی تو میں صبر نہ کرتا۔ اُس نے کہا کہ تیرے امید کی جائے قرار کہاں ہے۔ میں نے کہا میری امید کی جائے قرار وہی ہے جہاں عارفین کے افکار

قرار پاتے ہیں۔ کہا واہ اے فضیل آ محبوب کہا۔ بیشک عارفین کے قلوب کی آبادی افکار ہیں اور حزن و غم ان کے اوطان۔ میں نے اس حزن کو پہچان لیا ہے اس لئے اس سے انس حاصل کیا ہے۔ عارفین ہی کے عقول صحیح اور ان کے دل انوارِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے اور ان کی ارواح ملکوتِ اعلیٰ میں معلق ہیں۔

فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے مستانہ کلام نے مجھے ایسا بیخود بنا دیا کہ میں دس دن متواتر بے آب و دانہ پڑا رہا۔ اسے بڑی خوشحالی نصیب ہو جو مخلوق سے وحشت پکڑے اور حق سے انس حاصل کرے۔

(۳۳) **شبلی رضی اللہ عنہ** فرماتے ہیں کہ ایک روز بہلول مجنون جنگل کی طرف جا رہے تھے اور حالت یہ تھی کہ ایک بانس کا گھوڑا بنا رکھا تھا جیسا لڑکے بنا لیا کرتے ہیں اور ہاتھ میں ایک کوڑا تھا اور بھاگ رہے تھے میں نے پوچھا بہلول کہاں جا رہے ہو۔ فرمایا اللہ تعالےٰ کے ہاں پیشی ہے وہاں جاتا ہوں۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد جو لوٹ کر آئے تو وہ بانس کا گھوڑا ٹوٹا ہوا تھا اور آنکھیں روتے روتے سرخ تھیں۔ میں نے پوچھا کیا گذری فرمایا۔ میں اللہ تعالےٰ کے سامنے جا کر اس امید پر کھڑا ہوا کہ مجھے بھی خدام میں لکھ لیا جائے لیکن جب مجھے پہچانا تو دھتکار دیا مولف کہتا ہے کہ بہلول رضی اللہ عنہ کا یہ قول عارف محب مقبول کے قول کے مثل ہے جو قلب حزین اور خوفِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے سے صادر ہوا ہے۔

(۳۴) **سری سقطی** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک روز قبرستان میں گذر ہوا دیکھا تو بہلول مجنون رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا یہاں کیا کرتے ہو۔ فرمایا میں ایسی قوم کا ہمنشین ہوں جو نہ مجھے ستاتی نہ پیٹھ پیچھے غیبت کرتی ہے۔ میں نے کہا اے بہلول کیا تم بھوکے نہیں ہوتے۔ یہ سنکر مجھ سے منہ پھیر لیا اور یہ شعر پڑھا +

تَجُوعُ فَاِنَّ الْجُوعَ مِنْ عِلْمِ التُّقٰی	وَاِنَّ طَوِیْلَ الْجُوعِ یَوْمًا سَیَشْبَعُ

یعنی بھوکا رہا کر کہ بھوک تقوے کی علامت ہے اور بیشک بھوک والا عنقریب سیر ہو جائیگا۔

اور منقول ہے کہ ایک مجنون جو واقع میں سب سے زیادہ عقلمند تھے ایک مقبرہ کی طرف سے آ رہے تھے کسی نے پوچھا کہاں سے آتے ہو فرمایا اس قافلہ کے پاس سے جو یہاں اترا ہوا ہے۔ اس نے کہا تمہاری ان سے کچھ بات چیت بھی ہوئی۔ انہوں نے تم سے کچھ کہا اور تم نے ان سے کچھ پوچھا فرمایا ہاں میں نے ان سے یہ پوچھا کہ تمہارا کوچ کب ہوگا۔ کہا جب تم یہاں آ جاؤگے۔

روایت ہے کہ کسی بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ یہ لوگ مجنون تو ہوتے ہیں اور باتیں حکمت اور معرفت کی کرتے ہیں یہ کیا راز ہے۔ فرمایا ان لوگوں میں فضل اور عقل دو چیزیں تھیں۔ جب حق تعالٰے نے عقل اُن سے لے لی اور فضل چھوڑ دیا اسلئے حکمت اور معرفت کی باتیں کرتے ہیں۔

(۳۵) **عطار رضی اللہ عنہ** فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا۔ دیکھا تو وہاں ایک مجنونہ لونڈی فروخت ہو رہی ہے۔ میں نے اُسے سات دینار دیکر خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصّہ گذرا میں نے اُسے دیکھا کہ اُٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نماز میں اُسکی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے اُس کا دم گھٹا جاتا تھا اور یہ مناجات کرتی تھی کہ اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبّت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم کیجئے۔ یہ حال اس کا دیکھ کر مجھے اُسکے جنون کی حالت معلوم ہوئی کہ اسے اِس قسم کا جنون ہے۔ میں نے اسکی یہ مناجات سنکر کہا لونڈی تو اسطرح نہ کہہ بلکہ اسطرح کہہ اے اللہ تجھ کو میری محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سنکر بولی چل دُور ہو۔ مجھے قسم ہے اس حق کی اگر اُسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ رکھتا پھر منھ کے بل گر پڑی اور یہ شعر پڑھے ؎

أَلْكَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ	وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ وَالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ
كَيْفَ الْقَرَارُ عَلٰى مَنْ لَا قَرَارَ لَهُ	مِمَّا جَنَاهُ الْهَوٰى وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ
يَا رَبِّ إِنْ كَانَ شَيْءٌ فِيهِ لِي فَرَجٌ	فَامْنُنْ عَلَيَّ بِهِ مَا دَامَ بِي رَمَقٌ

یعنی اضطراب جمع ہونے والا اور دل جلنے والا ہے اور صبر الگ ہے اور آنسو آگے بڑھنے والے ہیں جس کو عشق اور شوق اور تڑپ کے حملوں سے بالکل چین نہیں اسکو بھلا کسطرح سکون اور قرار ہو۔ میرے رب اگر کوئی شے ایسی ہو کہ اس سے غم و حزن دفع ہو تو جب تک کچھ جان باقی ہے اس سے مجھکو ممنون فرمائیے۔

پھر نہایت بلند آواز سے پکاری کہ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ رہا اور اب مخلوق کو بھی خبر ہو چکی ہے۔ اب مجھ کو آپ اپنے پاس بلا لیجئے۔ یہ کہکر زور سے ایک ایسی چیخ ماری کہ اُسکے صدمہ سے جان دیدی اور کوچ کر گئی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

(۳۶) **شبلی رحمۃ اللہ علیہ** فرماتے ہیں کہ ایک دن راہ میں میں نے ایک مجنون کو دیکھا کہ لڑکے اسکے پیچھے ڈھیلے پتھر مارتے ہیں اور اس کا سر اور منھ مارے پتھروں کے لہولہان کر رکھا ہے۔ میں ان لڑکوں کو دھمکانے اور الگ کرنے لگا تو وہ لڑکے بولے

کہ اے شیخ ہمکو ہمارے حال پر چھوڑ دے ہم اسے قتل کرینگے۔ یہ کافر ہے میں نے پوچھا کہ اسمیں کفر کی کیا بات ہے۔ کہنے لگے یہ اِس بات کا مدعی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں اور اس سے باتیں بھی کرتا ہوں۔ میں نے لڑکوں سے کہا ذرا ٹھہر و میں اسکے پاس آیا دیکھا تو کچھ ہنس ہنس کر کہہ رہا ہے۔ میں نے پاس جاکر غور سے سُنا تو اُسے یہ کہتے پایا کہ یہ جو کچھ آپ سے صادر ہوا ہے نہایت بہتر ہے مجھ پر آپ نے ان لڑکوں کو مسلط کر دیا ہے کہ مجھ پر پتھر اڑ کہہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ بھائی یہ لڑکے تمہارے ذمّہ کچھ تہمت لگاتے ہیں۔ کہا اے شبلی کیا کہتے ہیں میں نے کہا لڑکے یہ کہتے ہیں کہ تم اس بات کے مدعی ہو کہ میں حق تعالےٰ کو دیکھتا ہوں۔ یہ سنکر اس نے بڑے زور سے ایک چیخ ماری اور کہا قسم ہے شبلیؒ اس ذات کی جس نے اپنی محبّت سے مجھ کو شکستہ کر دیا ہے اور اپنے قرب اور بُعد کے درمیان مجھے بھٹکا دیا اگر وہ مجھ سے ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی پردہ میں ہو جائے تو میں دردِ فراق سے پارہ پارہ ہو جاؤں پھر مجھ سے منہ موڑ کر یہ کہتا ہوا بھاگا۔

وَمَثْوَاكَ فِي قَلْبِي فَأَيْنَ تَغِيبُ	خَيَالُكَ فِي عَيْنِي وَذِكْرُكَ فِي فَمِي

یعنی تیرا خیال میری آنکھ میں ہے اور تیرا ذکر میرے منہ میں ہے اور تیرا ٹھکانا میرے دل میں ہے پھر تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں بہتر یہ ہے کہ اس بیت کو اسطرح بدل دیا جاوے ۵

وَحُبُّكَ فِي قَلْبِي فَأَيْنَ تَغِيبُ	جَمَالُكَ فِي عَيْنِي وَذِكْرُكَ فِي فَمِي

یعنی تیرا جمال میری آنکھ میں اور تیرا ذکر میرے منہ میں اور تیری محبّت میرے قلب میں پھر تو کہاں غائب ہو اور وجہ اس ترمیم کی یہ ہے کہ لفظ خیال اور مثوا (ٹھکانا) حق تعالیٰ کیطرف مضاف نہیں کر سکتے کہ وہ اس سے پاک اور منزّہ ہے۔

(۳۷) **محمد بن محبوب** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک مرتبہ بیمارستان میں گذر ہوا۔ دیکھا کہ ایک لڑکا طوق و زنجیر سے جکڑا ہوا ہے مجھے دیکھ کر بے اختیار بولا کہ اے محبوب کچھ خبر ہے کہ وہ (مالکِ حقیقی) مجھ سے اس طوق و زنجیر پر بھی راضی ہے یہ سب کچھ اسی کی محبت ہی میں ہے۔ پھر رویا اور چند اشعار دردناک پڑھے۔

(۳۸) **علی بن عبدان** رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ایک مجنون رہتا تھا دن کو دیوانہ اور رات کو اچھا خاصا ہو جاتا تھا۔ نماز پڑھتا اللہ تعالیٰ سے مناجات اور گریہ و زاری کرتا میں نے اس سے پوچھا تو کب سے دیوانہ ہوا ہے۔ کہا جب سے عارف ہوا ہوں پھر یہ شعر پڑھے۔

۵؎ یہ مولف رحمۃ اللہ کا قال ہے اور مجذوب کا شعر حال لہذا "از قال تراز نہ نماید بہ حال" ۱۲ کاتب الحروف

لمّا تقرّبتُ لباسَ الودادِ	انا الذی البسنی سیّدی
الّا الی مالکِ رزقِ العبادِ	فصرتُ لا اوی الی مونسٍ

یعنی میں وہ ہوں جس کو میرے مالک نے جب میں اس کا مقرب بنگیا دوستی اور اپنے عشق کا لباس پہنا دیا۔ اس لئے میں کسی مونس کی طرف سوائے رزاق حقیقی کے قرار نہیں پکڑتا۔

محمد بن محبوب فرماتے ہیں کہ میں نکلا اور پھر جو اس کو دیکھا تو دیوانہ ہو رہا ہے اور یہ آیت پڑھتا ہو اٰتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا (تو ہمیں دیتا ہے ہمارا صبح کا کھانا اس سفر سے ہم نے مشقت اٹھائی) میں سمجھ گیا کہ بھوکا ہے اسی وقت کھانا لاکر پیش کیا کھانا کھا پانی پیا اور چند اشعار حمد الٰہی میں پڑھے۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا

اِنَّ تقویٰ اللہِ تربحُ	الزمِ الخوفَ معَ الحزنِ
اِنَّ تقویٰ اللہِ ارجحُ	واترکِ الدّنیا جمیعًا
سَلْ اِذا ما اللّیلُ اجنحُ	واجتھدْ فی ظلمۃِ اللہِ
فلعلّ البابَ یُفتحُ	واقرعِ البابَ قلیلًا

یعنی خوف اور حزن اور اللہ کے تقوے کو لازمی کرلے نفع مند ہوگا اور تمام دنیا کو چھوڑ دے۔ بیشک تقوٰی زیادہ بہتر اور راجح ہے اندھیری رات میں (عبادت کے اندر) خوب کوشش کر جب رات خوب چھا جائے اور دروازہ کچھ دنوں کھٹکھٹا (عبادت و ریاضت کر) امید ہو کہ دروازہ کھلے گا منقول ہو کہ ایک شخص نے کسی بزرگ سے عرض کیا مجھے کوئی شئے تعلیم فرما دیجئے جو نفع دے۔ فرمایا مخلوق سے بھاگ اور ان سے میل جول نہ رکھ اس سے تیرا اتصال (باری تعالیٰ سے) تام اور کامل ہوگا اور عذاب کم ہوگا اس نے کہا کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا ؎

واترکِ العجبَ والرّیا	الزمِ الصّدقَ والتّقیٰ
ترزقِ السّؤالَ والمنیٰ	واغلبِ النّفسَ والھویٰ

یعنی صدق اور تقوٰی کو اختیار کر اور عجب و ریا کو چھوڑ دے اور نفس اور اسکی خواہش پر غالب ہو اس سے تو اپنی تمنا اور مقصد پر فائز ہوگا۔

(۳۹) ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوہ لبنان کے ایک غار میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ انکا سر اور داڑھی بالکل سفید اور سر کے بال غبار آلود ہیں اور وہ نہایت لاغر ہیں اور نماز میں مشغول ہیں جب انھوں نے سلام پھیرا تو میں نے سلام کیا۔

انہوں نے سلام کا جواب دیکر پھر نیت باندھ لی اسی طرح عصر تک برابر نماز میں مشغول رہے پھر ایک پتھر کے سہارے بیٹھ گئے اور سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنے لگے اور مجھ سے کچھ بات چیت نہ کی۔ میں نے خود ہی عرض کیا کہ حضرت میرے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا فرمائیے۔ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تجھکو اپنے قرب سے مانوس فرمادے۔ میں نے کہا کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا بیٹا جسے اللہ تعالےٰ اپنے قرب سے مانوس کر دیتا ہے اُسے چار خصلتیں عطا فرماتا ہے۔ عزت بغیر خاندان۔ علم بے طلب۔ غنا بغیر مال۔ اُنس بے جماعت۔ یہ کہکر زور سے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے اور پورے تین دن بعد افاقہ پایا اٹھکر وضو کیا اور مجھ سے پوچھ کر سب فوت شدہ نمازوں کی قضاء کی اور مجھ سے سلام کہکے رخصت ہونے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو تین دن اسی امید پر پڑا رہا کہ شیخ اور کچھ نصیحت فرمائینگے اور مجھے اسوقت رونا آگیا۔ فرمایا اپنے مولا کو دوست رکھ اور اسکے بدلہ کسی کی چاہت نہ کر کیونکہ اللہ کو دوست رکھنے والے ہی تمام بندوں کے سرتاج اور اللہ کے برگزیدہ اور اسکے خالص بندے ہیں، پھر ایک چیخ ماری اور جان بحق ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد عابدوں کی ایک جماعت پہاڑ سے اُتری اور تجہیز و تکفین کرنے میں مشغول ہو گئی دفن کے فراغ ہونے کے بعد میں نے ان سے پوچھا، صاحبو! اِس شیخ کا کیا نام تھا کہا کہ شیبان مصاب رحمۃ اللہ تعالےٰ ونفعنا بہ۔

(۴۰) **ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیت المقدس کے صحراء میں چلا جارہا تھا کہ ایک آواز میرے کان میں آئی کہ کوئی کہتا ہے۔ اے بے حد اور بے انتہا نعمتوں والے اور اے جود اور حقیقی بقا والے میری قلبی نگاہ کو اپنے میدان جبروت میں جولانی دیکر نفع مند کر اور میری ہمت کو اپنے لطف سے متصل فرما۔ اور اے رؤف اپنے جلال کے صدقہ مجھ کو متکبرین اور سرکشوں کی راہوں سے پناہ دے اور تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں مجھے اپنا خادم اور طالب رکھ۔ اور اے میرے دل کے روشن کرنیوالے اور اے میرے مطلوب حقیقی میرے قصد میں تو ہی میرے ساتھ رہ۔ ذوالنون رح فرماتے ہیں کہ میں اس عجیب مضمون کو سن کر اُس آواز کے پیچھے ہو لیا۔ شدہ شدہ معلوم ہوا کہ وہ آواز ایک عورت کی تھی جو ریاضات و مجاہدات کی آگ سے جل کر مثل سوختہ آتش ہو گئی تھی اور بدن پر اُسکے ایک اُون کا کرتہ اور سر پر بالوں کا دوپٹہ تھا، مشقت نے اسے بالکل لاغر بنا دیا تھا اور اندوہ نہانی نے فنا کر رکھا تھا۔ اور عشق الٰہی کی آگ نے پگھلا دیا تھا، میں نے قریب جاکر کہا السلام علیک جواب ملا

وعلیکم السلام اے ذوالنون۔ میں نے تعجب سے کہا لاالٰہ الا اللہ تو نے میرا نام کسطرح جانا تو نے آج کے سوا مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ کہا ذوالنون میرے محبوب حقیقی نے اسرار کے پردے مجھ سے اٹھا دئیے ہیں اور قلب سے اندھاپن کھو دیا ہے اس لئے مجھے تیرا نام معلوم ہو گیا۔ ذوالنون فرماتے ہیں میں نے کہا تو اپنی مناجات پھر سنا یہ سنکر اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا اے نور اور رونق والے میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ جس شے کے شر کو میں ادراک کرتی ہوں اُسے مجھ سے علیحدہ کر دے کیونکہ میں اس زندگی سے بہت متوحش ہوں۔ یہ کہکر ذرا سی دیر کے بعد مردہ ہو کر گر پڑی اور میں حیران و متفکر کھڑا رہ گیا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک بڑھیا آئی اور اُسکے چہرہ کو دیکھ کر بولی الحمد للہ الذی اکرمھا (تمام تعریف اللہ کو ہے جس نے اُسکو معزز فرمایا) میں نے اس بڑھیا سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے۔ اور تم کون ہو اور یہ کیا قصہ ہے۔ کہا مجھے زہرا و لہانہ کہتے ہیں اور یہ میری بیٹی ہے۔ بیس برس سے اسکی یہی حالت ہے لوگ تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ دیوانی ہو گئی ہے مگر واقعی بات یہ ہے کہ شوق الٰہی نے اسکو اس حال پر پہنچایا تھا سبحان اللہ کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے ؎

مَالَذَّةُ الْعَيْشِ اِلَّا لِلْمَجَانِيْنِ	قَالُوْا جُنِنْتَ بِمَنْ تَهْوَاهُ فَقُلْتُ لَهُمْ

یعنی لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنے محبوب کے عشق میں دیوانہ ہو گیا ہے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ زندگی کی لذت بھی دیوانوں کو ہی نصیب ہے (پھر میں کیونکر ایسا دیوانہ نہ بنوں)

(۴۱) شیخ ابو عبداللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ کوہ لکام کی دشت پیمائی اسلئے اختیار کی کہ شاید مردانِ خدا سے کوئی نظر پڑے تو اس سے کچھ حاصل کروں۔ اتفاقاً میں ایک روز چند اشعار عشقیہ پڑھ رہا تھا کہ ایک عورت سنتی ہوئی آگئی میں نے اپنے دل میں کہا اگر کسی مرد سے ملاقات ہوتی تو اچھا تھا، یہ خطرہ دل میں گذرا ہی تھا کہ بولی، اے ابو عبداللہ تمہارا حال بھی بہت عجیب ہے بھلا جس شخص کو عورتوں کے مقامات تک بھی دسترس نہ ہو وہ مردوں کے ملنے کا کیا ارادہ کرے۔ میں نے کہا کہ تم نے تو بہت بڑا دعویٰ کیا کہا وہ دعویٰ تو حرام ہے جو بے دلیل ہو میں نے کہا کہ تمہارے پاس کونسی دلیل ہے کہا دلیل یہ ہے کہ مالک و محبوب حقیقی میرے لئے ایسا ہی جیسا کہ میں ارادہ کرتی ہوں کیونکہ میں اُسکے لئے ایسی ہوں جیسا اسکا ارادہ ہے۔ میں نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو ابھی بھنی ہوئی مچھلی آئے کہا کہ لاحول ولا قوۃ تم نے تو بہت ہی ادنیٰ چیز کا سوال کیا یہ کیوں نہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ شوق کے ایسے بازو عطا فرمائے کہ اس کے ذریعہ سے میری طرح اُس تک اڑ جائے۔ پھر یہ کہکر اڑ گئی۔ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ میں یہ سنکر بہت نادم

ہوا اور اسوقت کوئی شے اپنی ذلت سے زیادہ تلخ اور اسکے مرتبہ اور عزت سے زیادہ شیریں نہ معلوم ہوئی اور میں بھی اُسکے پیچھے دوڑا اور کہا اے سیدہ تمھیں اس ذات کی قسم ہے کہ جس نے تمھیں دیا اور مجھے محروم کیا اور تم پر بخشش کی اور مجھے بے نصیب کیا خدا کے واسطے میرے لئے کچھ دعا کی امداد کرو کہا کہ تم کو تو مردوں کی دعا چاہیئے عورتوں سے کیا مطلب میں نے کہا خیر اگر دعا نہیں کرتیں تو برائے خدا ایک نظر توجہ ہی سہی کہا کہ جس رفیع حالی میں میں مشغول ہوں وہ حالت تیری طرف نظر ڈالنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ میں نے کہا دو کلمہ دعا ہی سہی کہا کل صبح تو ایک دعا کرنیوالے مقبول سے ملیگا یہ کہکر روانہ ہو گئی اور میرے عیش کو تلخ کر گئی۔ خیر جوں توں شام ہوئی اور رات جس طرح گذری گذر گئی۔ صبح ہوئی تو دیکھا سامنے سے ایک شخص گھٹنوں کے بل آرہا ہے اور چہرہ پر بزرگی کے علامات ہویدا ہیں اور محبت کے آثار نمایاں انھیں دیکھ کر میرے دل میں خطرہ گذرا کہ اس عورت نے جس بزرگ کا ذکر کیا تھا وہی معلوم ہوتے ہیں۔ وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہو کر بولے ہاں ہاں میں وہی ہوں۔ میں نے کہا حضرت ﷲ کچھ ایسی دعا فرمائیے جس سے محبوب حقیقی تک کچھ دسترس ہو فرمایا ابو عبداللہ جسمیں کچھ دعوئی نہ تھا اسکی دعا سے تو تم محروم رہے کیا تمھیں اسقدر بھی بصیرت نہیں کہ ریحانہ کوفیہ کو پہچانو اب میں اسوقت تک دعا نہیں کر سکتا جب تک تم دیوانوں سے نہ ملو اور وہ کل تمھیں ملیں گے۔ یہ کہکر وہ بزرگ غائب ہو گئے اور مجھپر غم کے پہاڑ کے پہاڑ آپڑے دوسرے روز دیکھا کہ ایک قاری ایسی دردناک آواز اور غمناک قلب سے یہ آیت تلاوت کرتا ہے کہ سننے والا بانی پانی ہوا جاتا تھا۔ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ الآیہ۔ میں یہ آیت سنکر اسکی آواز پر مفتون ہو گیا اور اس سے کہا تجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے تیری آواز میں یہ حسن بخشا ہے تو میرے قلبِ خستہ پر رحم کر۔ کچھ دیر بعد ایک شخص برآمد ہوا کہ محبتِ الٰہی سے چور چور تھا۔ بولا تجھے ایسے دیوانے سے کیا کام جس کے آنسو کسی وقت بھی نہیں تھمتے لیکن چونکہ تجھ کو دعا کے لئے میرے حوالے کیا گیا ہے اسلئے کہتا ہوں کہ ایسے دیوانوں کی درگاہ کو لازم پکڑ اور جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوط تھام لے۔ پھر میں نے اُن سے عرض کیا حضرت اور کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا اپنے نفس پر رحم کر یعنی گناہوں کو چھوڑ دے دنیا کے پاس بھی نہ جا کیونکہ یہ دنیا ایسی بے وفا ہے جو اسکے بڑے چاہنے والے ہیں انھیں تو ڈبو ہی دیتی ہے اور بیچ والوں کا گلا گھونٹتی اور کم درجہ والوں کو آگ میں جلا کر خاکِ سیاہ کر دیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ تجھے اپنی قبولیت اور وصول و صدق سے

بہرہ مند کر کے اپنے پسندیدہ لوگوں سے بنا دے اور انشاء اللہ میں تجھے لذتِ نظر سے محروم نہ کرونگا اور ان لوگوں میں تجھے کر دوں گا جو معائنہ کے بعد خبر پر قناعت کرتے ہیں۔

ابُوعبداللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ انھوں نے اشارہ فرمایا میں سمجھ گیا (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۴۲) **ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں انطاکیہ کے ایک پہاڑ پر جا رہا تھا کہ ایک دیوانی سی لڑکی صوف کا جبہ پہنے ہوئے نظر پڑی میں نے سلام کہا اُس نے جواب دیکر کہا تم ذوالنون ہو میں نے حیران ہو کر پوچھا تو نے مجھے کسطرح پہچانا ! کہا محبوب حقیقی کی معرفت سے۔ پھر کہنے لگی، ذوالنون میں یہ دریافت کرتی ہوں کہ سخا کیا چیز ہے۔ میں نے کہا سخاوت داد و دہش ہے کہا یہ تو دنیا کی سخاوت ہے دین کی سخاوت کیا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی طاعت میں سعی کرنی۔ کہا جب بندہ طاعت میں سعی کرتا ہے تو محبوب حقیقی قلب پر متجلّی ہوتا ہے لیکن اسوقت چاہئے کہ تو اس سے کچھ نہ مانگے اے ذوالنون بیس برس سے میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس سے ایک شئے طلب کروں مگر اس سے شرم آتی ہے کہ بُرے مزدور کی طرح ہو جاؤں گی کہ جب وہ کام کرتا ہے فوراً ہی اجرت مانگ لیتا ہے۔ اسلئے میں تو اسکی تعظیم اور جلال کی وجہ سے کام کرتی ہوں یہ کہا اور روانہ ہوئی۔

(۴۳) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کے بیابان میں چلا جاتا تھا کہ ایک حبشہ سے ملاقات ہوئی اور حالت اسکی یہ تھی کہ محبت الٰہی سے حیران پریشان اور نگاہ آسمان پر چڑھی ہوئی تھی میں نے کہا اے بہن السلام علیک کہا ذوالنون او علیک السلام۔ میں نے پوچھا تو نے مجھے کسطرح پہچانا کہا اے بیوقوف اتنی بھی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدن پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ارواحین پیدا کی تھیں، پھر جن میں وہاں تعارف ہو گیا وہ یہاں بھی آپس میں الفت کرتے ہیں اور جن میں وہاں ناشناسائی ہوئی اُن میں یہاں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ اسی درمیان میں میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا تھا۔ ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں نے یہ باتیں سنکر کہا معلوم ہوتا ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے حکمت سکھلائی ہے۔ کچھ اپنے علم میں سے مجھے بھی تعلیم کر۔ کہا اے ابوالفیض اپنے اعضاء پر عدل کی ترازو رکھ لے (یعنی اپنے اعضاء کو شریعت کے تابع کر دے) تاکہ جو کچھ اللہ کے سوا ہے وہ سب گل کر فنا ہو جائے اور قلب صاف و شفاف ہو جائے۔ سوائے اللہ کے کوئی اسمیں نہ ہو اسوقت تجھے اپنے دروازہ پر جگہ دیں گے اور ایک نئی ولایت سے تجھے مشرف فرمائیں گے۔ اور تمام چیزوں کے محافظین کو تیری طاعت کا حکم کر دیں گے۔ میں نے کہا

اے بہن کچھ اور کہو۔ کہا اے ابو الفیض اپنے نفس میں سے کچھ اپنے نفس کے لئے حصہ لے (یعنی اپنے نفس کو طاعت میں مشغول رکھ) اور خلوت میں اللہ کی عبادت کر پھر جب تو دعا کریگا قبول ہوگی۔

(۴۴) **حضرت ابو القاسم جنید** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ تن تنہا بیت اللہ شریف گیا اور وہاں کی مجاورت اختیار کی اور میری عادت تھی کہ جب شب کو خوب تاریکی ہو جاتی تو میں طواف کرتا حسبِ عادت ایک دن طواف کر رہا تھا کہ ایک نو عمر لڑکی کو دیکھا کہ طواف کر رہی جاتی ہے اور یہ اشعار نہایت ذوق شوق سے گاتی ہے۔

اَبِی الْحُبُّ اَنْ یَّخْفٰی وَکَمْ قَدْ کَتَمْتُہٗ	فَاَصْبَحَ عِنْدِیْ قَدْ اَنَاخَ وَطَنَّبَا
اِذَا اشْتَدَّ شَوْقِیْ ھَامَ قَلْبِیْ بِذِکْرِہٖ	وَاِنْ رُمْتُ قُرْبًا مِنْ حَبِیْبِیْ تَقَرَّبَا
وَیَبْدُوْ فَاَفْنٰی ثُمَّ اَحْیَا بِہٖ لَہٗ	وَیُسْعِدُنِیْ حَتّٰی اَلَذَّ وَاَطْرَبَا

یعنی محبت اور عشق کو میں نے بہت چھپایا لیکن اب کسی طرح نہیں چھپ سکتا اُس نے تو میرے پاس ڈیرہ ہی ڈال دیا۔ جب مجھے محبوب کا شوق زیادہ ہوتا ہے تو میرا دل اسکی یاد سے حیران و مضطرب ہوتا ہے اور اگر میں اپنے دوست کے قرب کا قصد کرتی ہوں تو وہ مجھے اپنی دولتِ قرب سے محروم نہیں فرماتا بلکہ قریب ہو جاتا ہے۔ اور جب میرا محبوب متجلی ہو جاتا ہے تو میں فنا ہو جاتی ہوں اور پھر اسکے لئے اور اسی کی دست گیری سے زندہ ہو جاتی ہوں اور وہی میری امداد کرتا ہے حتّٰی کہ میں اسکی عنایتوں سے لذت حاصل کرتی ہوں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا لڑکی! تو اللہ سے نہیں ڈرتی کہ بیت اللہ شریف میں ایسے اشعار گاتی ہے۔ وہ میری طرف ملتفت ہوئی اور بولی۔ جنید! اگر خوفِ الٰہی نہ ہوتا تو میں کیوں خواب شیریں چھوڑتی۔ ارے خوف ہی نے تو مجھے میرے وطن سے بے وطن کر دیا اُسی کے عشق میں تو میں بھاگی پھرتی ہوں۔ اسی کی محبت نے مجھے حیران بنا رکھا ہے پھر پوچھا جنید بتاؤ تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو یا رب بیت اللہ کا۔ میں نے کہا میں تو بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں۔ یہ سن کر آسمان کی طرف منہ اُٹھایا اور بولی۔ سبحان اللہ آپ کی بھی کیا شان ہے۔ مخلوق جو خود مثل پتھروں کے ہیں وہ پتھروں ہی کا طواف کرتے ہیں۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں بیہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو پھر اُس لڑکی کو نہ دیکھا۔

(۴۵) **ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی اسرائیل میں ایک عورت

سے ملا جو بالوں کا ایک کرتہ پہنے اور اون کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی اور ہاتھ میں ایک لوہے کا عصا تھا۔ میں نے قریب جاکر سلام کیا۔ سلام کا جواب دیکر کہا۔ مردوں کو عورتوں سے کیا مطلب ہے میں نے کہا تمہارا بھائی ذوالنون ہوں۔ کہا مرحبا۔ آئیے۔ میں نے پوچھا تم یہاں کس شغل میں ہو۔ کہا میرا شغل کیا پوچھتے ہو۔ (تمہارا دینی بھائی ۱۲) میری حالت تو یہ ہے کہ جب کسی ایسے شہر میں میرا گذر ہوتا ہے کہ وہاں میرے محبوب حقیقی کی مخالفت اور نافرمانی ہوتی ہو تو وہاں کا رہنا مجھے گراں گذرتا ہے کہ پھر کوئی اور پاک جگہ ڈھونڈھتی ہوں اور وہاں جاکر اپنے قلب سے جو شدۂ شوق سے سوختہ وگداختہ ہو رہا ہے مناجات کرتی ہوں۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا کہ تم تو محبوب حقیقی کی باتیں خوب کرتی ہو بھلا یہ تو بتاؤ کہ محبّت کی حقیقت کیا ہے؟ کہا سبحان اللہ تم ایسے جلیل القدر واعظ اور حکیم ہوکر مجھ سے محبّت کی حقیقت دریافت کرتے ہو۔ سنو محبت کی شان یہ ہے کہ جب وہ شروع ہوتی ہے تو محب کو ایک دائمی الم اور قلق لگ جاتا ہے۔ شدہ شدہ کثرت محبت سے اہل محبّت کی ارواح غایۃ صفائی پر پہنچ جاتی ہیں تو اللہ تعالےٰ انھیں اپنی محبت کے مزیدار جام ہی سیراب کرتا ہے جسے وہ خوب مزے لے کر پیتے ہیں یہ کہکر ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑی۔ پھر جب ہوش میں آئی تو یہ اشعار پڑھے ؎

أُحِبُّكَ حُبَّيْنِ حُبَّ الْهَوٰى ... وَحُبًّا لِاَنَّكَ اَهْلٌ لِذَاكَا
فَاَمَّا الَّذِىْ هُوَ حُبُّ الْهَوٰى ... فَذِكْرٌ شُغِلْتُ بِهٖ عَنْ سِوَاكَ
وَاَمَّا الَّذِىْ اَنْتَ اَهْلٌ لَهٗ ... فَكَشْفُكَ لِلْحُجُبِ حَتّٰى اَرَاكَا
وَلَا حَمْدَ فِىْ ذَا وَلَا ذَاكَ لِىْ ... وَلٰكِنْ لَكَ الْحَمْدُ فِىْ ذَا وَذَاكَا

یعنی اے محبوب حقیقی مجھے آپ سے دو قسم کی محبت ہے ایک محبّت تو اس وجہ سے کہ مجھ میں اس کا اقتضا ہے اور دوسری قسم کی محبت اس واسطے کہ آپ محبوب بننے کے اہل ہیں۔ پہلی قسم کی محبّت جس کا اقتضا مجھ میں ہے اس کا اثر تو ذکر ہے کہ جس سے آپ نے اپنے ماسوا سے مجھے علیحدہ کر دیا ہے اور وہ دوسری قسم کی محبت کہ جس کے آپ اہل ہیں اس کا ثمرہ یہ ہے کہ آپ حجاب سامنے سے اٹھا دیں تاکہ میں آپ کو دیکھوں اور دو قسم کی محبت میں میرا کچھ کمال نہیں اسلئے میری کوئی اسمیں حمد نہیں بلکہ ہر صورت میں آپ کے ہی لئے حمد اور ستودگی ثابت ہے۔

(۴۶) محمد بن رافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شام کے ایک شہر سے آرہا تھا راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ ایک صوف کا جبّہ پہنے ہوئے ہاتھ میں عصا ہے۔ میں نے پوچھا کہاں

کا ارادہ ہے کہا میں نہیں جانتا پھر پوچھا کہاں سے آرہے ہو کہا خبر نہیں۔ اُسکی ان باتوں سے میں
یہ سمجھا کہ پاگل ہے۔ پھر میں نے پوچھا تجھے کس نے پیدا کیا ہے۔ یہ سنتے ہی اُس کا رنگ ایسا زرد پڑ گیا
جیسے کسی نے زعفران سے رنگ دیا ہو کہا مجھے ایسی ذات نے پیدا کیا ہے جس کی شان یہ ہے (یعنی
یہ کہ اُس نے مجھے زرد کر دیا) میں نے کہا تو گھبرا نہیں میں کوئی اجنبی شخص نہیں بلکہ تمہارا بھائی ہوں
مجھ سے تنگ نہ ہو۔ کہنے لگا قسم ہے اللہ کی اگر مجھ کو لوگوں سے الگ رہنے کی اجازت ملجائے تو کسی
ایسے بلند پہاڑ پر کہ جس پر چڑھنا دشوار ہو چلا جاؤں یا کسی غار میں چھپ جاؤں کہ دنیا اور اہل دنیا
سے راحت مل جائے۔ میں نے کہا دنیا نے تمہارا کیا قصور کیا ہے جو تم اس سے اس قدر ناراض ہو
کہا ایک قصور تو اُس نے یہی کیا کہ اُسکے نقصان ہمیں نظر نہیں آتے۔ میں نے کہا کہ اس نابینائی
کا کچھ علاج بھی تمہارے پاس ہے کہا علاج تو ہے لیکن سخت مشکل ہے تم سے ہو نہ سکے گا کوئی سہل سی
دوا استعمال کرلو۔ میں نے کہا بہتر ہے کوئی لطیف دوا بتلا دو۔ فرمایا مرض بیان کرو میں نے کہا مرض حب دنیا
سنکر ہنسا اور کہا کہ اس سے زیادہ کوئی مرض نہیں اس کا علاج یہ ہے کہ تازہ تازہ زہر کے جام نوش کرو
اور سخت سخت مصائب جھیلو میں نے کہا اس کے بعد کیا کروں فرمایا اسکے بعد صبر کے تلخ گھونٹ
پیو مگر اسمیں جزع و فزع نہ ہو اور جس لعب میں راحت نہ ہو اسکا شربت پیو میں نے کہا پھر کیا کروں کہا اسکے بعد وحشت بلا انس
اور فراق بلا اجتماع کا بوجھ اُٹھاؤ میں نے کہا پھر کیا کروں کہا پھر اپنی محبوب سے تسلی اور صبر ہے۔ اگر معالجہ کا ارادہ ہو تو اسکا استعمال کرو ورنہ
گوشۂ عافیت اختیار کرو اور فتنوں سے الگ رہو پھر میں نے پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتائیے
جس سے مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو کہا بھائی میں نے سب عبادتوں کو خوب آزمایا
ہے مجھ کو تو لوگوں سے الگ رہنا سب سے زیادہ نافع معلوم ہوتا ہے قلب کے اگر دس حصے کیے جائیں
تو نو حصوں کا تعلق تو لوگوں سے ہے اور ایک حصہ اور دنیا سے علاقہ رکھتا ہے۔ سو وہ شخص تنہا رہنے
پر قادر ہو گیا اور اس نے قلب کے نو حصوں پر قبضہ کرلیا۔ اسکے بعد وہ چلا گیا اور پھر میں نے نہ دیکھا۔

(۴۷) **ایک بزرگ** فرماتے ہیں کہ ایک طبیب پر میرا گذر ہوا دیکھا کہ اُس کے چاروں
طرف مریضوں کی بھیڑ لگ رہی ہے اور وہ ان کو ان کے مرض کے مناسب دوائیں بتا رہا ہے۔ میں بھی اُس کے
سامنے گیا اور نبض دکھائی تھوڑی دیر نبض دیکھ کر سر جھکایا۔ پھر کہا۔ تم صبر کی جڑ کے پتے، تواضع کا ہلیلہ
اور تمام اجزاء کو یقین کے ظرف میں رکھو اور اُس پر آب خوف و حیا ڈالو۔ پھر اُس کے نیچے
آتش حزن واندوہ روشن کرو۔ پھر اسکو مراقبہ کی چھلنی سے جام رضا میں چھانو، پھر شراب توکل
سے ممزوج کر کے جام استغفار میں بھر کر دست صدق سے پکڑ کر پی جاؤ۔ پھر تقوے کے پانی سے

کلی کر ڈالو اور حرص و طمع سے پرہیز رکھو انشاء اللہ صحت یاب ہو گے۔

(۴۸) حضرت علی کرم اللہ وجہہ بصرہ کے ایک کوچہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ دیکھا کہ لوگوں کا ایک بڑا بھاری حلقہ ہے اور مخلوق اُسکے گرداگرد گردنیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہی ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی وہاں تشریف لے گئے تاکہ معلوم کریں کہ کس وجہ سے یہ خلقت جمع ہے۔ دیکھا کہ ایک نوجوان شخص وقار اور سکینت سے آراستہ کرسی پر بیٹھا ہے اور لوگ اُسکے پاس قارورہ کی شیشیاں لا رہے ہیں اور وہ مریضوں کے مرض کو تشخیص کر رہا ہے اور جو دوا جس جس کے مناسب ہے بتا رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اسکے پاس تشریف لے گئے سلام کر کے پوچھا تمہارے پاس گناہ کی بھی کوئی دوا ہے کہ اُس کے معالجہ سے سب طبیب عاجز آگئے ہیں۔ طبیب نے یہ سُن کر سر جھکا لیا اور دیر تک اسی حالت میں رہا۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے پھر دوبارہ پوچھا۔ اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر پوچھا اُس نے سر اُٹھا کر سلام کا جواب دیا اور کہا اب فرمائیے آپ کیا دریافت فرماتے ہیں۔ فرمایا تم گناہوں کی دوا بھی جانتے ہو۔ کہا ہاں۔ اول بستانِ ایمان میں جاؤ اور وہاں سے یہ ادویہ۔ بیخ نیت۔ حب ندامت برگ تدبیر۔ تخم ورع۔ ثمر فقہ۔ شاخ یقین۔ مغزِ اخلاص۔ قشرِ اجتہاد۔ بیخ توکل اکمام اعتبار۔ تریاق تواضع۔ خضوع قلب اور فہم کامل سے کفِ توفیق اور انگشتانِ تصدیق سے لو۔ پھر ان سب کو طبقِ تحقیق میں رکھ کر آب اشک سے شستہ کر کے رجا کی دیگ میں رکھو۔ پھر اُسپر آتشِ شوق اسقدر روشن کرو کہ اسپر حکمت کا کف آجائے پھر اُس کو رضا کے پیالوں میں نکالو اور استغفار کے پنکھے سے ٹھنڈا کر لے۔ اس سے ایک عمدہ شربت تیار ہو جائیگا۔ پھر اُسے ایسی جگہ جاکر استعمال کرو کہ وہاں خدا کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ گناہوں کا مرض جاتا رہے گا۔ اسکے بعد اُس طبیب نے ایک چیخ ماری اور واصل بحق ہوا۔ یہ قصہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ تو تو دنیا اور آخرت دونوں کا طبیب ہے۔ پھر اسکی تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا

(۴۹) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک طبیب کو دیکھا کہ اسکے ارد گرد عورتوں اور مردوں کا بے شمار مجمع ہے اور وہ ہر ایک کو مناسب دوا بتاتا ہے میں نے بھی اُسکے پاس جاکر سلام کیا اور کہا آپ مجھ کو ذنوب کی دوا بتایئے۔ اُس نے تھوڑی

دیر سر جھکا یا پھر سر اٹھا کر کہا اگر میں بیان کروں تو سمجھو گے! میں نے کہا انشاء اللہ تعالےٰ کہا۔ اول یہ اجزاء جمع کر لو۔ بیخ صبر۔ برگ صبر۔ ہلیلہ تواضع۔ بلیلہ خشوع۔ روغن بنفشہ ہیبت خلطی محبّت۔ تمر ہندی سکینت۔ گلاب صدق۔ ان سب اجزاء کو لیکر احکام کی دیگچی میں ڈال کر آبِ احکام سے تر کر کے اسکے نیچے نارِ اشتیاق وسوزش روشن کرو اور کفچۂ عظمت سے ہلاؤ کہ اسپر حکمت کا کف آجائے جب صفائے فکر سے خوب صاف ہو جائے تو اس کو جامِ ذکر میں رکھو اور پھر رضا کی چھلنی سے چھان کر اسمیں محمودۂ انابت اور عمل میں حل کر کے مقل اور ملائی جلاۓ پھر حانوتِ خلوت میں جاکر پیٔو اور آبِ وفا سے کلّی کر لو اور خوف اور گرسنگی کی مسواک کرو اور اوپر سے قناعت کا سیب کھالو اور اپنے لبوں کو اعراض ماسوائے اللہ کے رومال سے صاف کر لو۔ یہ شربت انشاء اللہ گناہوں کو بالکل زائل کر دے گا اور اللہ تعالےٰ اپنا قرب عطا فرما دے گا۔

(۵۰) ایک بزرگ بیمار ہوئے اور بہت ضعیف ہو گئے اور رنگ زرد پڑ گیا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت کسی طبیب کو بلائیں وہ کوئی دوا تجویز کریگا فرمایا خود طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

كَيْفَ اَشْكُوْ اِلٰى طَبِيْبِيْ مَا بِيْ وَالَّذِیْ بِیْ اَصَابَنِیْ مِنْ طَبِیْبِیْ

یعنی میں اپنی تکلیف کی اپنے طبیب سے کس طرح شکایت کروں حالانکہ یہ جو کچھ مجھے پیش آرہا ہے میرے طبیب ہی کی طرف سے ہے۔

ذوالنونِ مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے بہت سے ایسے بندے ہیں کہ انھوں نے گناہوں کے بہت سے درخت لگائے اور پھر ان کو آبِ توبہ سے سینچا تو ان میں ندامت اور حزن کے پھل لگے اور بغیر جنون کے مجنون ہو گئے اور بلا کسی عیب کے کند ذہن بن گئے اور باوجود بلیغ و فصیح ہونے کے گونگے ہو گئے اور حالت ان کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت میں وہ کامل ہیں۔ پھر انھوں نے جامِ صفا پیا تو ان کو طولِ بلا کے ساتھ صبر کی میراث ملی۔ پھر اُن کے دل ملکوت میں والہ وحیران ہوئے اور ان کے افکار جبروت کے سراپردوں میں جولانی کرنے لگے اور ندامت کے پتوں کا سایہ حاصل کرنے لگے اور خطاؤں کے صحیفہ کی تلاوت میں مشغول ہوئے (یعنی اُن کو اپنی خطائیں پیشِ نظر ہو گئیں) اور جزع وفزع کی دولت اُن کو ملی۔ یہاں تک کہ وہ ورع کے زینہ کے ذریعہ سے بامِ زہد پر پہونچ گئے اور ترک دنیا

کی تلخی انھیں شیریں معلوم ہونے لگی۔ اور سخت بستر کی سختی کو وہ مثل حریر نرم سمجھنے لگے یہاں تک
کہ وہ کمند نجات اور سلامتی کے عروۃ الوثقیٰ سے فائز ہوئے اور ان کی ارواح ملاء اعلیٰ کی
سیر کرنے لگیں اور بستانِ نعیم میں مقیم ہوگئے اور بحرِ حیات میں گھس گئے اور خواہشات نفسانیہ
کے پلوں سے گذر کر صحنِ علم میں جا اترے اور حوضِ حکمت سے سیراب ہوئے اور کشتیِ عطیہ میں سوار
ہو کر بستانِ راحت اور معدنِ عزّ و کرامت میں پہونچ گئے۔

اور نیز حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں اے اللہ مجھے اُن لوگوں
میں سے کر دیجئے جن کی ارواح عالمِ ملکوت میں حیران ہیں اور جنکے لئے جبروت کے حجاب کھول دیئے
گئے ہیں اور وہ بحرِ یقین میں غوطہ مار رہے ہیں اور بستانِ متقین میں گشت لگا رہے ہیں اور توکل
کی کشتی میں سوار ہیں اور جداولِ قرب میں ہوکے محبت سے بہہ کر ساحلِ اخلاص پر آ لگے ہیں اور
بارِ خطیئات کو پس پشت ڈال کر طاعات کو لے لیا ہے۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(۵۲) **ایک بزرگ** فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ
مطہرہ پر تو اولیاء اللہ کو دیکھا میں اُن کے پیچھے ہو لیا۔ اُن میں سے ایک نے میری طرف ملتفت
ہو کر فرمایا کہاں جاتے ہو میں نے کہا تمہارے ساتھ کیونکہ مجھے تم سے محبت ہے اور میں نے سُنا کہ
جناب رسول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے اَلمرءُ معَ من احب یعنی آدمی اسی کے ساتھ
ہے جس سے اُسکو محبت ہو۔ پھر ایک نے اُن میں سے کہا، جہاں ہم جاتے ہیں وہاں تم نہیں جا سکتے
کیونکہ وہاں وہی شخص جا سکتا ہے جس کی عمر چالیس سال کی ہو۔ پھر ایک اور نے کہا آنے دو کیا
عجب ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے بھی وہاں جانا نصیب کر دے۔ القصہ میں چلا۔ اور زمین ہمارے
نیچے سے خود بخود قطع ہوتی جاتی تھی۔ چلتے چلتے ایک ایسے شہر میں پہونچے کہ وہ چاندی، سونے
سے بنایا گیا تھا اور وہاں کے درخت خوب گنجان تھے اور نہریں جاری تھیں اور عمدہ عمدہ میوے
بکثرت تھے۔ غرض ہم اس شہر کے اندر گئے اور وہاں سے انواع انواع کے میوے کھائے اور
تین سیب وہاں سے میں نے اپنے پاس رکھ لئے اور انھوں نے بالکل منع نہیں کیا۔ جب وہاں سے
واپس آنے لگے تو میں نے پوچھا یہ کونسا شہر ہے۔ فرمایا یہ اولیاء اللہ کا شہر ہے جب ان کا سیر کرنے
کو جی چاہتا ہے تو جہاں کہیں وہ ہوں ان کے سامنے یہ شہر ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن چالیس سال سے
کم عمر کا سوائے تیرے یہاں آج تک کوئی نہیں آیا۔ پھر جب ہم مکّہ آئے تو میں نے ایک دامغانی کو
ان سیبوں میں سے ایک سیب دیا۔ اس نے پھینک دیا۔ اسپر میرے ہمراہیوں نے مجھے ملامت کی

اور کہا کہ جب تو گرسنہ ہو تو اس باقی سیب سے کھالینا وہ بدستور رہے گا۔ فنا نہ ہو گا۔ القصہ میں اپنے گھر آیا اور میرے پاس ایک سیب باقی تھا۔ میری بہن مجھ کو آکر لپٹ گئی اور کہنے لگی کہ بھائی جو تم ہمارے واسطے سفر سے ایک عجیب چیز لائے ہو وہ لاؤ۔ میں نے کہا کیا عجیب چیز لاتا مجھے دنیا کی کیا چیز میسر ہوتی ہے جو تمہارے لئے لاتا۔ اس نے کہا وہ سیب کہاں ہے۔ میں نے اُسے چھپالیا اور کہا کونسا سیب اُس نے کہا ہم سے کیوں چھپاتے ہو۔ تمھیں تو اس شہر کی سیر دھکے کھاکر نصیب ہوئی اور مجھے تو بیس برس کی عمر ہی میں اُس شہر میں لے گئے تھے اور واللہ بغیر میری خواہش کے مجھے بلایا گیا تھا۔ میں نے کہا بہن یہ کیا کہتی ہو مجھ سے تو ایک بزرگ نے یہ فرمایا کہ چالیس سال سے کم عمر والا اسمیں کوئی آجتک سوا تیرے نہیں آیا۔ کہا ہاں یہ قاعدہ مریدین اور عشاق کے لئے ہے اور جو مراد اور محبوب ہیں وہ اس میں جب چاہیں جا سکتے ہیں اور اس سے کچھ راضی نہیں ہوتے اور تم جب چاہو میں اُس شہر کو دکھلا سکتی ہوں۔ میں نے کہا، اچھا اب دکھاؤ۔ اُس نے کہا اچھا دکھاتی ہوں۔ یہ کہکر آواز دی کہ اے شہر حاضر ہو۔ میں قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اُسکے کہتے ہی بعینہ وہی شہر آنکھوں سے دیکھ لیا اور دیکھا کہ وہ شہر میری بہن کی طرف جھک رہا ہے میری بہن نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاکر مجھ سے پوچھا کہ اب بتاؤ تمہارا سیب کہاں ہے۔ اُسکے بعد وہ سیب جو میرے اوپر تھا مجھ پر گر پڑا۔ میں یہ عجیب معاملہ دیکھ کر ہنسا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر میں نے اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھا اور میں پہلے سے نہ جانتا تھا کہ میری بہن بھی ایسے لوگوں میں ہے۔ [1]

(۵۳) **شیخ ابوالربیع** مالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ایک   میں ایک عورت بہت صالحہ اور خدا پرست ہے۔ اگرچہ میری عادت کسی عورت کی زیارت کی نہ تھی لیکن اسکی کرامت کی شہرت نے مجھے اس کی زیارت پر مستعد کیا اور وہ ولیہ فضہ کے نام سے مشہور تھی القصہ میں نے اس شہر میں جاکر اس کی یہ کرامت سنی کہ اُس کے پاس ایک بکری ہے جو دودھ اور شہد دیتی ہے۔ میں ایک نیا پیالہ خرید کر اُس کے پاس گیا، جاکر سلام کیا۔ سلام کے بعد عرض کیا میں آپ کی بکری کی برکات سے متمتع ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے وہ بکری مجھے دے دی۔ میں نے اسکو دوہا تو واقعی اس نے دودھ اور شہد دیا۔ یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی میں نے پوچھا یہ بکری تمہارے پاس کہاں سے آئی۔ کہا کہ اس کا قصہ اسطرح پر ہے کہ ہمارے پاس ایک بکری تھی اور ہم لوگ محتاج اور فقیر تھے۔ کچھ ہمارے پاس نہ تھا۔ عید کا روز جب آیا تو میرے شوہر نے جو ایک مرد صالح تھا کہا کہ آج ہم اس بکری کو ذبح کریں۔ میں نے کہا اس بکری کو ذبح نہ

[1] کوئی شخص ایسے واقعات کا انکار نہ کرے جن حالات سے اولیاء اللہ کو عالمِ مثالی منکشف ہوتا ہے وہ اس سے زیادہ [illegible]

کرو کیونکہ قربانی ہمارے ذمہ فرض تو ہی نہیں، اگر ہم نہ کریں گے تو ہم کو اجازت ہے اور اللہ تعالی
کو خوب معلوم ہے کہ ہم کو اس بکری کی احتیاج رہتی ہے۔ یہ بات میرے شوہر کو پسند آئی اور
ذبح نہ کی ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارے یہاں ایک مہمان آگیا میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ آج
مہمان آگیا ہے اور اللہ تعالی نے ہم کو مہمان کی مدارات کا حکم فرمایا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ آج
اس بکری کو ذبح کر ڈالو جب اُس کے ذبح کا ارادہ ہوا تو یہ خیال آیا کہ اسکے ننھے ننھے بچے اسے ذبح
ہوتے دیکھ کر سخت پریشان ہوں گے اسلئے میں نے شوہر سے کہا اسے باہر لیجاؤ اور دیوار کے نیچے
ذبح کر لاؤ۔ کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بکری دیوار پر کھڑی ہے میں سمجھی کہ شاید بکری قابو
میں نہیں آئی اور بھاگ کر چلی آئی ہے۔ میں اسکے دیکھنے کے لئے چلی دیکھا کہ میرا شوہر بکری کی کھال
کھینچ رہا ہے۔ میں نے اس دوسری بکری کا قصہ بیان کیا۔ کہا کیا عجب ہے کہ اللہ تعالے نے اس کے
بدلے ہم کو اچھی بکری عطا فرمائی ہو دیکھا تو وہ نئی بکری دودھ اور شہد دیتی ہے اور وہ پہلی صرف
دودھ دیتی تھی۔ مہمان کی مدارات کی وجہ سے اللہ تعالے نے ہم کو یہ برکت عطا فرمائی۔ پھر اُس
عورت نے اپنے معتقدین سے خطاب کر کے فرمایا کہ بیٹو یہ ہماری بکری تمہارے قلوب میں چرتی
ہے۔ اگر تمہارے دل پاکیزہ ہوں گے تو اس کا دودھ بھی عمدہ ہوگا اور اگر تمہارے دلوں میں کچھ تغیر
ہوگا تو دودھ میں بھی خرابی ہوگی۔ اسلئے تمہیں چاہیے کہ اپنے دلوں کو سنوارو۔

(۳۵) **حضرت سری سقطی** رضی اللہ عنہ کے ایک مرید فرماتے ہیں کہ حضرت سری سقطی رحمہ کے
یہاں ایک عورت ان کی شاگرد رہتی تھی اور اس عورت کا ایک لڑکا معلم کے پاس پڑھتا تھا ایک روز
معلم نے اس لڑکے کو پن چکی پر بھیجدیا وہ لڑکا پانی میں ڈوب گیا معلم نے حضرت سری کو اطلاع
دی۔ حضرت سری رضہ مع اپنے اصحاب کے اُس کی والدہ کے پاس آئے اور اوّل صبر کے متعلق بہت
طویل بیان کیا اور پھر رضا کا بیان فرمایا۔ اس نے سن کر عرض کیا کہ حضرت آپ کا اس بیان سے کیا
قصد ہے۔ فرمایا کہ تمہارا بیٹا پانی میں ڈوب گیا ہے۔ کہا میرا بیٹا۔ فرمایا تیرا بیٹا۔ کہا ہرگز نہیں حق تعالے
نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت سری نے پھر فرمایا کہ تمہارا بیٹا ڈوب گیا ہے اسمیں کچھ شک نہیں۔ کہا اگر فی الواقع
یہ صحیح ہے تو مجھکو اس موقع پر لے چلو۔ الغرض سب اُس نہر پر گئے اور اسکو بتایا کہ وہ گل خوبی و سرو محبوبی
یہاں پژمردہ ہوا ہے اس نے اسکو پکارا "بیٹا محمد" اس نے فی الفور جواب دیا اماں حاضر
ہوں یہ آواز سن کر وہ پانی میں اتری اور اُس کا دست سیمیں پکڑ کر نکال لیا اور لیکر
اپنے گھر چلی گئی۔ اس واقعۂ عجیبہ پر حضرت سری نے حضرت جنید کی طرف عنان التفات

منصرف فرمائی اور عرض کیا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ فرمایا یہ عورت احکام الہیہ کے حلیہ سے اپنے کو آراستہ و پیراستہ رکھتی ہے۔ اسکی برکت سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ یہ ہے کہ اس کے متعلق جب کوئی واقعہ ہوتا ہے اسے پہلے اطلاع کی جاتی ہے اور اس غرق کے واقعہ سے اسے آگاہی نہیں دی گئی۔ اس سے اس نے انکار کیا اور نہایت پختگی سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے ایسا نہیں کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا۔

(۵۵) **ابو عامر واعظ** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا تھا کہ ایک غلامِ حبشی رقعہ لے کر آیا میں نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔ برادرم تم کو اللہ تعالےٰ دولتِ فکر نصیب فرمائے اور عبرت کی موانست سے بہرہ اندوز فرمائے اور جب خلوت سے کامیاب اور غفلت سے بیداری عطا فرمائے۔ ابو عامر! میں بھی تمہارے اخوانِ طریقت سے ہوں، مجھے آپ کے قدومِ میمنت لزوم کا مژدہ پہنچا تو میں بہت خوش ہوا اور آپکی زیارت اور آپ سے ہمکلام ہونیکا اسقدر شوق ہوا کہ اگر وہ شوق مجسم ہو کر میرے اوپر ہو تو سائبان بن جائے اور اگر نیچے ہو تو مجھے اٹھالے۔ میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے شرف قدمبوسی سے محروم نہ فرماویں والسلام

ابو عامر کہتے ہیں کہ میں یہ نامہ محبت دیکھ کر حامل رقعہ کے ساتھ ہولیا اور چلتے چلتے جب ہم قبا میں پہونچے تو وہ شخص ایک بہت وسیع ویران مکان میں گیا اور مجھے کہا کہ آپ باہر ٹھہریں میں اندر آپ کی تشریف آوری کی اطلاع کرتا ہوں کچھ دیر میں آیا اور کہا چلئے میں اندر گیا تو دیکھا کہ نہایت ٹوٹا پھوٹا گھر ہے۔ اور کھجور کی لکڑیوں کے اس میں کیواڑ لگ رہے ہیں۔ غرض ہر صورت سے شکستہ حالت میں ہے اور دیکھا کہ ایک پیر مرد ضعیف جو حزن کے ساتھ خشیت کو لئے ہوئے اور تحیر کے ساتھ کرب اندوز ہیں قبلہ رو بیٹھے ہوئے ہیں میں نے قریب جاکر سلام عرض کیا اور غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ باوجود اس شیخوخت کے اور کربت و حزن کے نابینا اور اپاہج ہے۔ اور سہامِ امراض واحزان و مصائب کا ہدف بن رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ ابو عامر اللہ تعالےٰ تمہارے دل کو چرک معاصی سے صاف و پاک فرمائے۔ میرے دل میں تمہارے دیکھنے اور تمہارے سخنانِ دلاویز سننے کی آتش اشتیاق بہت شعلہ زن تھی اور میرے ایک ایسا زخم دلخراش ہے کہ تمام واعظین اسکے مداوا سے عاجز ہیں اور تمام اطبا و مسیحا نے جواب دیدیا ہے اور میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس مرہم ہے جان بخش ہے۔ خدا کے لئے ذرا مہربانی فرماکر وہ تریاق حیات اگرچہ تلخ اور ناگوار ہو لے آؤ۔ اسکی ناگواری پر صبر کرلوں گا۔

ابو عامرؒ فرماتے ہیں کہ اس شیخ کی باتیں سن کر میرے سامنے ایک ہیبت ناک منظر کا سماں بندھ گیا اور اُسکے کلام میں میں نے ایک صولۃ پائی اور ایک فکرِ طویل کے بعد اُسکے مضامین دقیقہ مجھے معلوم ہوئے۔ پھر میں نے کہا اے شیخ ذرا اپنی نگاہِ قلب کو عالمِ ملکوت کی طرف منصرف کیجئے اور اپنے گوشِ معرفت کو اسطرف متوجہ فرمائیے اور اپنی حقیقتِ ایمان کو جنت الماوٰی کیطرف مائل کیجئے تو جو نعمتیں اور دولتیں منعمِ حقیقی نے اپنے اولیاء کے لئے تیار فرمائی ہیں وہ آپ کے پیش نظر ہوجائینگی (یعنی وہ نعمتیں حالاً متصور ہونگی یا یہ معنی کہ ان کی صورِ مثالیہ کا انکشاف ہوگا) اسکے بعد آپ ذرا نارِ جہنم کی طرف بھی عنانِ توجہ کو مبذول کیجئے۔ وہاں اللہ تعالےٰ نے جو جو عذاب و عقاب اشقیاء کے لئے تیار فرمائے ہیں آپ ملاحظہ کرینگے (بالتفسیر مذکور) اُسوقت آپ کو واضح ہوگا۔ اللہ اکبر دونوں دار یعنی دارِ ثواب و دارِ عقاب میں کس قدر فرق ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ دونوں فریق موت میں برابر نہیں یعنی اہلِ جنت اور اصحابِ نار کی موت مساوی درجہ کی نہیں۔

ابو عامر کہتے ہیں کہ میری یہ باتیں سُنکر شیخ روئے اور ٹھنڈے سانس بھرے اور مثل مار کے پیچیدہ ہوئے اور کہا۔ ابو عامر واللہ تمہاری دوا کارگر ہوئی اور مجھے کامل یقین ہے کہ تمہاری دوا سے مجھے کامل شفا ہوگی۔ خدا تم پر بھی اپنا ابر رحمت برساوے۔

پھر میں نے کہا شیخ اللہ تعالےٰ تمہارے راز سے واقف ہے اور تم کو خلوت اور جلوت میں دیکھنے والا ہے اور جب تم پوشیدہ ہو کر خلقت سے بیٹھتے ہو اُسوقت بھی تم کو جانتا ہے یہ سنکر مثلِ سابق پھر ایک نعرہ مارا نعرہ مارا اور کہا کون ہے جو میرے فقر کو زائل کرے۔ کون ہے جو میرے فاقہ کو دفع کرے۔ کون ہے جو میرے گناہ اور بھول چوک بخشے۔ اے میرے مولا آپ ہی یہ حاجتیں پوری کرنے والے ہیں اور آپ ہی بازگشت اور ملجا و ماویٰ ہیں۔ یہ کہکر گر پڑا۔ دیکھا تو بیجان تھا۔ رحمۃ اللہ

اسکے بعد ایک نوعمر لڑکی میرے پاس آئی جو صوف کا کرتہ اور دوپٹہ پہنے ہوئے تھی اور پیشانی وسمہ سجود سے آراستہ تھی کثرتِ قیام سے قدموں پر ورم اور خوفِ الٰہی سے رنگ اس کا زرد تھا اور آکر مجھ سے کہا کہ اے قلوب عارفین کے حدی خوان اور اے غم رسیدگان کی سوزش کے برانگیختہ کرنے والے تم نے خوب کام کیا شاباش حق تعالیٰ کے ہاں کام تمہارا مقبول ہوگا۔ یہ شیخ میرے باپ ہیں بیس سال سے اسی حالت میں نماز پڑھتے۔ بڑھتے اپاہج ہو گئے اور روتے روتے نابینا ہو گئے اور تمہارے ملنے کی اللہ تعالےٰ سے تمنا کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں ابو عامرؒ کی مجلس میں حاضر ہوا تھا انھوں نے میرے مردہ فکر کو حیات بخشی تھی اور میری غفلت کو

دفع فرمایا تھا۔ اگر پھر بھی میں اُسکی باتیں سنوں تو یقین ہے کہ وہ مجھے قتل کر دے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہ کہکر اپنے باپ کے پاس آئی اور اسکی پیشانی کو بوسہ دیا اور خوب روئی اور کہا ابّا تم بہت اچھے تھے۔ گناہوں کے خوف سے روتے روتے تم نابینا ہوگئے تھے اور آپ کو حق تعالیٰ کی وعید نے جان سے مار ڈالا۔ الحاصل اپنے باپ کے مناقب و محامد بیان کرکے وہ رو رہی تھی۔

ابو عامر کہتے ہیں۔ میں نے کہا تم اتنا کیوں روتی ہو تمہارے والد ماجد تو دار الجزا میں تشریف لے گئے ہیں اور اپنے اعمالِ نیک کا بدلہ اُنھوں نے دیکھ لیا۔ یہ سُن کر اس لڑکی نے اپنے باپ کے مثل ایک نعرہ مارا اور غرق ہوگئی پھر رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئی۔ میں نے ان دونوں پر نماز پڑھی ؂

حکایت (۵۶) حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بصرے کی راہ میں مجھے چند لڑکے ملے جو اخروٹ و بادام سے کھیل رہے تھے ان سے علٰحدہ ایک لڑکے کو دیکھا جو اُن لڑکوں کو دیکھ دیکھ کر رو رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا شاید یہ لڑکا ان کے پاس اخروٹ و بادام دیکھ کر رو رہا ہے۔ اسکے پاس کھیلنے کی کوئی چیز نہیں ہو۔ میں نے کہا میاں لڑکے کیوں روتے ہو میں تمھیں اخروٹ و بادام کا ول لے دوں گا۔ تم ان سے کھیلنا۔ اس لڑکے نے میری طرف سر اٹھاکر دیکھا اور کہا۔ اے کم عقل ہم کھیل کود کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ میں نے کہا اے صاحبزادے پھر کس لئے پیدا ہوئے۔ کہا علم حاصل کرنے اور خدا کی عبادت کے لئے۔ میں نے کہا یہ کہاں سے تمھیں معلوم ہوا۔ خدا تمہاری عمر میں برکت دے۔ کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمکو بے کار محض نکما پیدا کیا ہے اور تم پھر کر ہمارے پاس نہ آؤ گے؟ میں کہا صاحبزادے تم تو مجھے عقلمند معلوم ہوتے ہو کچھ مختصر سی نصیحت کرو۔ کہا دنیا چل چلاؤ پر کمر بستہ آمادۂ سفر ہے۔ نہ دنیا کسی کے واسطے رہنے والی ہے اور نہ کوئی شخص دنیا میں باقی رہیگا۔ دنیا کی زندگی اور موت انسان کے واسطے ایسی ہے جیسے دو گھوڑے تیز رفتار یکے بعد دیگرے آنے والے ہوں۔ اے دنیا کے فریفتہ دنیا چھوڑ اور سامانِ سفر اسمیں درست کر حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں وہ لڑکا یہ کہکر آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور ہاتھوں سے اشارہ کیا۔ اور آنسو اُسکے دونوں رخساروں پر موتیوں کی لڑیوں کی طرح گرنے لگے اور یہ کہا۔ **نظم**

اے خدائے چارہ سازِ بیکساں ۔۔۔ وے رحیم چارۂ دردِ نہاں

جس کسی نے بھی لگائی تجھ سے آس ۔ پا گیا مطلب رہی دل میں نہ یاس

یہ کہہ کر وہ لڑکا بیہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے اس کا سر اپنی گود میں اُٹھالیا۔ اور اپنی آستین سے اسکے چہرے کی خاک صاف کی جب ہوش میں آیا میں نے کہا صاحبزادے تمھیں کیا ہوا ہے تم تو ابھی بچے معصوم ہو۔ کوئی گناہ تمہارے نام نہیں لکھا گیا۔ کہا بہلول مجھے چھوڑ دو میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ آگ جلانے میں جب تک چھوٹے چھوٹے تنکے گھاس پھوس بڑی لکڑیوں میں نہیں ملاتیں آگ روشن نہیں ہوتی۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ دوزخ کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ کہیں میں نہ ہوں۔ پھر میں نے کہا صاحبزادے تم بڑے ہی عقلمند ہوشیار ہو مجھ کو مختصر سی کچھ اور نصیحت کرو۔ کہا افسوس میں غفلت میں رہا اور موت پیچھے آرہی ہے آج نہ گیا تو کل تو ضروری جانا ہے۔ دنیا میں اپنے جسم کو نرم و نفیس پوشاک میں چھپایا تو کیا فائدہ آخر کو مرنے کے بعد گل سڑ کر خاک ہو جانا ہے اور قبر میں خاک کا اوڑھنا اور خاک کا ہی بچھونا ہے ہائے مرتے ہی سب خوبی حسن و جمال جاتی رہیگی اور ہڈیوں پر گوشت و پوست کا نشان تک نہ رہیگا۔ وائے صد وائے عمر گذر گئی اور کوئی مراد حاصل نہ ہوئی۔ نہ میرے ساتھ کوئی سفر کا توشہ۔ اور میں ایسے حاکم و مالک کے روبرو اس حال میں کھڑا ہوں گا کہ گناہوں کا بار سر پر ہوگا۔ دنیا میں ہزار پردوں میں خدائے کریم کی نافرمانی کر کے گناہ کئے۔ مگر قیامت میں وہ سب عالم الغیوب کے سامنے ظاہر ہوں گے کیا دنیا میں خدا کے غضب سے بے خوف ہو کر گناہ کرتا تھا نہیں بلکہ اسکی مغفرت اور بُرد باری پر تکیہ تھا۔ وہ ارحم الراحمین چاہے عذاب دے چاہے محض اپنے کرم سے درگذر فرمائے۔ حضرت بہلول فرماتے ہیں جب وہ لڑکا وعظ کہکر خاموش ہوا میں بے ہوش ہو کر گر پڑا اور وہ لڑکا چل دیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو ان لڑکوں میں تلاش کیا کہیں پتہ نہ پایا۔ لڑکوں نے جب اُس بچے کا حال دریافت کیا تو بولے تم نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا نہیں کہا یہ لڑکا حضرت سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی اولاد سے ہے۔ میں نے کہا مجھے تعجب تھا کہ یہ کسی ایسے ہی بڑے عظیم الشان درخت کا پھل ہوگا۔

حکایت (۵۷) حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے عرفہ کے دن ایک شخص کو دیکھا کہ خدا کی محبت کے غلبہ میں رو رہا اور نہایت شدت سے پکار کر کہہ رہا تھا پاک ذات ہے وہ اگر ہم اسے سجدہ کریں اور سر و آنکھوں کو کانٹوں اور سوئیوں پہ رکھیں تو اسکی نعمتوں کا حق دس میں سے ایک نہ ادا کر سکیں۔ خداوندا ہم نے کس قدر خطائیں کیں اور تجھی اسوقت

یاد نہ کیا اور تو اے مالک ہم کو پوشیدہ یاد کرتا ہے - ہم نے جہالت سے گناہ کیا اور تجھ سے اپنی دانست میں چھپایا اور تو ہمارے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور ہمارے گناہوں پر پردہ پوشی فرمائی کہتے ہیں وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا - جب میں نے نہ دیکھا لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ ابو عبید خواص خاصان خدا میں سے ہیں - ستر برس ہوئے کہ انھوں نے آسمان کی طرف منھ اُٹھا کر نہیں دیکھا - لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو بولے میں شرماتا ہوں کہ اپنا منھ اپنے محسن کی طرف کروں - تعجب ہے کہ نیک فرمانبردار ہو کر باوجود حسن طاعت کے عجز و انکسار کرے اور نافرمان تمرد و سرکشی سے پیش آئے اور اپنے گناہوں سے نہ شرمائے - خداوندا اپنے دیدار سے محروم نہ کرنا اور اپنے نیک دوستوں کی برکت سے ہم کو نفع دارین عطا فرمانا اور انھیں بزرگوں کے ساتھ ہمارا حشر کرنا - آمین -

حکایت (۵۸) مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے بیت اللہ جاتا تھا کہ ایک شخص سے ملاقات ہوئی اُسکے پاس نہ تو کوئی توشہ تھا نہ پانی تھا اور نہ سواری پاپیادہ ذوق و شوق میں راہ طے کر رہا تھا میں نے اُسے سلام کیا اُس نے میرے سلام کا جواب دیا پھر میں نے پوچھا اے جوان تو کہاں سے آتا ہے - کہا اسی کے پاس سے - میں نے کہا کہاں جاتا ہے - کہا اُسی کی طرف - میں نے کہا توشہ کہاں ہے - کہا اُسی کے ذمہ - میں نے کہا بھلا پانی اور توشہ کے بغیر راستہ کیونکر کٹے گا - تیرے پاس تو کچھ نظر نہیں آتا - کہا ہاں میں نے گھر سے نکلتے وقت پانچ حرف توشہ کیلئے لائے ہیں میں نے کہا وہ کون سے ہیں - کہا قول خدا کھٰیٰعٓصٓ میں نے کہا ان کے معنے - کہا کاف کے معنے کافی ہ کے معنے ہادی ی کے معنے جگہ دینے والا - ع کے معنے عالم - ص کے معنے صادق - جس کا مصاحب اور ساتھی کافی - ہادی جگہ دینے والا - عالم اور صادق ہو وہ برباد نہ ہوگا اور نہ اُسے خوف ہے - اور نہ وہ سفر کا توشہ اور پانی لینے کا محتاج - مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب میں نے اسکی باتیں سنیں تو اپنا کرتہ اتار کر پہنانا چاہا - اس نے انکار کیا اور کہا اے شیخ دنیا کے کرتے سے ننگا رہنا بہتر ہے دُنیا کی حلال چیز میں حساب ہوگا - اور اسکے حرام میں عذاب - جب رات ہوئی تو اس جوان نے اپنا منھ آسمان کی طرف کر کے کہا اے وہ خدائے کریم جسے طاعت خوش آتی ہے اور گناہ اُس کا کچھ نقصان نہیں کرتا - جو تجھے خوش آوے مجھے بخش اور میرے گناہ جو تجھے نقصان نہیں پہونچاتے بخش دے جب لوگوں نے احرام باندھ کر لبیک کہی - میں نے اس سے کہا تم لبیک نہیں کہتے - کہا اے شیخ میں

میں ڈرتا ہوں کہ میں تو لبیک کہوں اور جواب میں وہاں سے لالبیک ولاسعدیک ہو(میں تیری بات نہیں سنتا اور نہ تیری طرف دیکھتا ہوں) یہ کہکر چل دیا۔ پھر میں نے منا کے سوا اور نہیں دیکھا وہ کہہ رہا تھا میرا دوست وہ ہے جسے میرا خون کرانا پسند ہے۔ اسکے واسطے میرا خون حل اور حرم میں حلال ہے۔ خدا کی قسم اگر میری روح کو معلوم ہو کہ کس سے تعلق ہے تو سر کے بل اسکے واسطے کھڑا ہو جائے۔ اے ملامت کرنیوالے اس کی محبت میں مجھے ملامت نہ کر کیونکہ جو خوبی و حسن میں اسمیں دیکھتا ہوں اگر تو دیکھ پائے تو ہرگز نہ بچے بلکہ میری طرح اُسکے عشق میں جان و دل قربان کر ڈالے۔ لوگوں نے تو عید کے دن بکری اور مینڈھے قربان کئے اور میرے دوست نے میری جان کی قربانی کی۔ پھر کہا خداوندا لوگوں نے قربانیاں کیں اور تجھ سے تقرب حاصل کیا۔ میرے پاس تو کوئی چیز بھی نہیں کہ اسکے ذریعہ سے تقرب حاصل کروں۔ ہاں ایک جان ہے جو تیری راہ میں قربان کرتا ہوں تو میری طرف سے اسے قبول فرما۔ پھر زور سے ایک چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر پڑا۔ ناگاہ ہاتف غیبی نے آواز دی۔ یہ خدا کا دوست ہے۔ یہ خدا کا مقتول ہے خدا کی تلوار سے قتل ہوا ہے۔ مالک کہتے ہیں میں نے اسکی تجہیز و تکفین کر کے دفن کیا۔ اور اس رات نہایت درجہ پریشان سویا۔ خواب میں دیکھ کر اس سے پوچھا کہو خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہا وہ معاملہ کیا جو بدر کے شہیدوں کے ساتھ کیا بلکہ ان سے بھی زیادہ دیا۔ میں نے کہا۔ زیادتی کی وجہ۔ کہا وہ لوگ تو کافروں کی تلوار سے مارے گئے۔ اور میں خدائے جبار کی محبت میں۔ خدا اس سے راضی ہو۔

حکایت (۵۹) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حج کے سفر میں ایک میدان جنگل میں مجھے ایک جوان کمسن اور حسین ملا گویا کہ وہ چاندی کا ٹکڑا تھا۔ خدا کی محبت اُسکے جسم میں اثر کر گئی تھی اور جوشِ محبت میں دیوانہ تھا۔ میں نے اسکو ساتھ لیا اور سفر میں اپنا وصی بنایا اور اس سے درازیِ سفر اور بعدِ مسافت کا ذکر کیا۔ کہا سُست کاہل لوگوں پر البتہ دُور ہے مگر مردِ مشتاق کے نزدیک کچھ دُور نہیں منقول ہے کہ حضرت شبلی رح جب عرفات میں پہنچے اور وہاں قیام کیا۔ آفتاب غروب ہونے تک کسی سے بات نہ کی۔ جب دونوں علَم (یعنی میلین اخضرین) سے بڑھ گئے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور عشقیہ درد آمیز اشعار ان کی زبان پر تھے۔ حضرت فضیل ابنِ عیاض رضی اللہ عنہ نے میدانِ عرفات پر مجمع عام میں فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم سب لوگ اگر کسی سخی کے دروازے پر جاکر اس سے ایک دانگ کا سوال کریں تو کیا وہ ہمیں نامراد واپس کریگا۔ لوگوں نے کہا۔ نہیں۔ فرمایا خدا کی قسم خدائے کریم کی

بخشش کے نزدیک ہم سب کی مغفرت اُس مردِ سخی کے مقابلہ میں نہایت درجہ آسان ہے۔ حضرت فضیل رحؒ نے بھی اکثر حج میں وقوفِ عرفات کیا اور تا غروب آفتاب کسی سے بات نہ کی۔

حکایت (۶۰) حضرت ابراھیم بن مہلب سائح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک لونڈی کو خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے تھا دیکھا کہ وہ کہہ رہی ہے اے میرے سردار تجھے میرے چاہنے کی قسم میرا دل مجھے پھیر دے۔ میں نے کہا تجھے کیونکر معلوم ہوا کہ خدا تجھے چاہتا ہے۔ کہا اسکی قدیم عنایت سے جانتی ہوں۔ میری طلب میں لشکر بھیجے اور مال خرچ کئے۔ یہاں تک کہ مجھے مشرکوں کے شہر سے نکال کر توحید میں داخل کیا اور اپنی ذات کی مجھے شناخت کرا دی۔ اے ابراھیم کیا یہ عنایت و توجہ محبت نہیں۔ میں نے کہا تیری محبت اس سے کیسی ہے کہا سب چیز سے بڑی ہے اور بزرگ۔ میں نے کہا کس طرح۔ کہا شراب سے زیادہ رقیق اور گلقند سے زیادہ شیریں۔ یہ کہکر وہ لونڈی چلی گئی۔

حکایت (۶۱) ایک بزرگ بیان کرتے ہیں میرے پڑوس میں ایک عورت ضعیفہ رہتی تھی محنتِ عبادت سے از بس ضعیف و ناتوان ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا اپنی جان کے ساتھ نرمی کر اور اسے آرام دے جواب دیا اے شیخ جان کو آرام دینے سے اپنے مالک کے دروازہ سے دُور اور علیحدہ ہو جاؤں گی اور جو شخص اپنے مولیٰ کے دروازہ سے دنیا کی مشغولی کے سبب غائب ہوا اُس نے اپنی جان کو محنت اور آزمائش دنیوی کے واسطے پیش کیا اور میرے اعمال ہی کتنے ہوتے ہیں۔ جو عمل کرتی ہوں اگر اعمال میں کوتاہی کروں تو کیا رہیں گے۔ پھر کہا ہائے کیا بڑی ہی حسرت ان کی جو آگے بڑھ جاویں۔ اور درد و غم۔ فراق ان لوگوں کا جو اپنے محبوب سے دُور رہے۔ آگے چلے جانے والوں کی حسرت یہ ہے کہ جب روز قیامت کو مُردے قبروں سے اُٹھیں نیک لوگ نور کے براق پر سوار ہو کر جنت کو سدھاریں اور ان کو دوستوں کے مرتبے عطا ہوں اور حور و غلمان ان کی خدمت کو دست بستہ کھڑے ہوں اور پچھلے فرو ماندہ غمگین حسرت نصیب رہ جائیں اسوقت افسوس و حسرت و ندامت سے اُن کے دِل ٹکڑے ہو کر بہ جائیں گے اور درد و غم فراق کا یہ ہے کہ لوگ میدان حشر میں جماعت اور فرقے کئے جائیں گے اور یہ اسوقت ہوگا کہ جب خدا تعالےٰ تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع کریگا اور منادی اسکو آواز دیگا اے گنہگار و تم ہٹ جاؤ۔ پرہیزگار اور نیک بندے اپنی مرادوں کو پہونچ گئے اللہ تعالےٰ فرماتا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ آج کے دن اے گنہگار و جدا ہو جاؤ۔ اُس دِن شوہر اپنی زوجہ سے اور فرزند اپنے ماں باپ سے

دوست دوست سے علیحدہ ہونگے۔ کوئی کسی کے کام نہ آئیگا۔ نفسی نفسی کی صدا بلند ہوگی۔ ایک کو بتعظیم وعزت تمام جنت میں لئے جاتے ہیں اور ایک طوق و بیڑیاں پڑے ہوئے دوزخ کے عذاب دینے کے واسطے کھینچا جاتا ہے۔ ایک دوسرے سے جدا اور رخصت ہورہے ہیں اور آنسو کی نہریں آنکھوں سے جاری ہیں۔ دل سوزِ فراق سے سامنے آہ پر درد ہے اللہ تعالےٰ اپنے کرم و فضل سے بچائے۔ آمین۔

حکایت (۶۲) حضرت مالک ابن دینار رح فرماتے ہیں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ اُسکے چہرۂ نورانی سے دعا کی قبولیت کے آثار ظاہر ہیں اور اُسکے رخساروں پر آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے اسے پہچانا کہ بصرہ میں اسے مالدار دیکھا تھا مجھو اسکے پریشان حال پر سخت رنج ہوا اور اس حال میں دیکھ کر رونے لگا اس نے بھی مجھے دیکھکر پہچانا اور رو دیا پھر اُس نے مجھے سلام کیا اور کہا مالک خدا کے واسطے اپنے وقتِ خاص خلوت میں مجھے ضرور یاد رکھنا اور خدا سے میرے حق میں توبہ اور مغفرت کی دعا کرنا امید کہ تمہاری دعا کی برکت سے وہ رحیم و کریم مجھ پر رحم فرمائے اور میرے گناہ معاف کردے۔ مالک رح فرماتے ہیں کہ وہ چل دیا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ جب حج کا زمانہ آیا میں مکۂ معظمہ کو روانہ ہوا اور وہاں پہونچا۔ ایک دن مسجد حرام میں تھا کہ لوگوں کے مجمع پر نظر پڑی اور اس مجمع میں ایک جوان نظر آیا جو زار و قطار رو رہا تھا اور اس کے رونے کی کثرت سے لوگ طواف سے رُکے ہوئے تھے میں بھی لوگوں کے ساتھ ٹھہر کر اُسے دیکھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ یہ تو میرا وہی دوست ہے میں اُسے پاکر بہت خوش ہوا اور اُسے سلام کیا کہا شکرِ خدا۔ اللہ تعالےٰ نے تیرے خوف کو امن سے بدل دیا اور جو تیری تمنا تھی تجھے دی۔ مالک رح کہتے ہیں میں نے کہا تجھے خدا کی قسم سچ بتا۔ تیرا کیا حال ہے تو اپنے حال سے مجھے مطلع کر۔ جواب دیا سب خیریت ہے اُس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے بلایا اور میں آیا اور جو کچھ مانگا سو پایا۔ مالک رح فرماتے ہیں میں طواف میں مصروف ہوا اور وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر میں نے اُسے نہ دیکھا اور نہ کچھ خبر پائی۔

حکایت (۶۳) ایک بزرگ سے حکایت ہے۔ کہتے ہیں ایک سال میں نے حج کیا اور اس سال گرمی سخت تھی لو چلتی تھی ایک دن جبکہ میں ملکِ حجاز کے وسط میں تھا قافلہ سے جدا ہو کر کچھ دیر تک سو رہا۔ ناگاہ ایک شخص سامنے نظر آیا میں جلدی کرکے اس سے ملا۔ وہ ایک لڑکا کمسن بے ریش تھا گویا کہ وہ چودھویں رات کا چاند تھا یا دوپہر کا آفتاب

تابان، ناز و کرشمے کے انداز اُس سے ظاہر تھے۔ میں نے کہا صاحبزادے۔ السلام علیکم۔ جواب دیا وعلیکم السلام و برکاتہ اے ابراھیم۔ مجھے سخت تعجب ہوا اور اس کے حال پر رشک گذرا مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ میں نے کہا سبحان اللہ تو نے مجھے کیسے پہچانا حالانکہ اسوقت سے پہلے کبھی تو نے مجھے نہیں دیکھا۔ کہا اے ابراھیم جب سے میں نے پہچانا جاہل نہ ہوا اور جس وقت سے ملا جدا نہ ہوا۔ پھر میں نے کہا تو اس بیابان میں اور ایسی سخت گرمی کے موسم میں کیوں آیا۔ جواب دیا اے ابراہیم میں نے بجز اسکے کسی سے دوستی نہیں کی اور نہ کسی کے ساتھ ہوا اور میں ہمہ تن سب سے الگ ہو کر اسی کی طرف جارہا ہوں، اُسی کے معبود ہونے کا اقرار ہے۔ میں نے پوچھا کھانا پینا کہاں سے ملتا ہے۔ جواب دیا میرا دوست ضامن ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھ کو گرمی کی شدت اور موسم کی حرارت سے تیری جان کا خوف ہے اُس نے جواب دیا اور آنکھوں اور رخساروں سے موتیوں کی لڑیاں بہائیں اور چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے:۔

اے شخص تو مجھے راہ و سفر کی سختی سے ڈراتا ہے حالانکہ میں تو اپنے دوست کے پاس جارہا ہوں، محبت قلق میں ڈالتی ہے اور شوق ابھارے لئے جاتا ہے۔ بھلا خدا کا دوست بھی کسی انسان سے ڈرا ہے۔ بھوک میں ذکرِ الٰہی انکا پیٹ بھرتا ہے اور خدا کے شکر سے آنکی پیاس بجھ جاتی ہے میں ضعیف و ناتوان ہوں تو کیا ہے۔ آخر اس کا عشق مجھے حجاز سے خراسان تک اُٹھا لیجائیگا کیا اسوقت مجھے چھوٹا جان کر حقیر سمجھتا ہے۔ تو میری ملامت سے باز آ جو کچھ گذرے گذرنے دے۔ وہ بزرگ کہتے ہیں، پھر میں نے اس سے کہا تجھے خدا کی قسم اے لڑکے تو اپنی عمر ٹھیک ٹھیک بتلادے کہا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً میری عمر بارہ برس کی ہے۔ پھر کہا اے ابراہیم کیا وجہ ہے جو تو نے میری عمر پوچھی اور میں نے ٹھیک ٹھیک عمر بتلادی۔ میں نے کہا میں تیری باتیں سنکر حیران تھا۔ کہا الحمدللہ کہ مجھ کو بہت سے اپنے خاص ایمانداروں پر فضیلت دی۔ کہتے ہیں مجھ کو اسکی خوبصورتی اور شیریں بیانی پر تعجب ہوا پاکی ہے اس خدا کو جس نے ایسی صورتِ زیبا پیدا کی۔ پھر اس لڑکے نے کچھ دیر تک اپنا سر جھکا لیا اسکے بعد اوپر سر اُٹھایا اور مجھے تیز نگاہ سے دیکھا پھر کہا اے ابراہیم در اصل جدا وہ ہے جسے دوست چھوڑدے اور ملنے والا وہ ہے جس نے خدا کی فرمانبرداری کا حصہ لیا لیکن اے ابراہیم تو دونوں قافلوں سے الگ ہے۔ میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی ہوں اور خدا کے واسطے تجھ سے چاہتا ہوں کہ تو میرے حق میں دعا کر تاکہ قافلہ میں اپنے ہمراہیوں سے مل جاؤں۔ ابراہیم کہتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ اس نے آسمان کی جانب نگاہ اُٹھائی اور اپنے لب ہلا کر کچھ کہا۔ اسیوقت مجھے کچھ نیند سی معلوم ہوئی اور بے ہوش ہو گیا

جب مجھ کو ہوش آیا تو اپنے کو قافلہ میں پایا - اور میر اسار بان کہتا تھا اے ابراہیم سنبھلے رہو، سواری سے نہ گرو۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ لڑکا آسمان کو اڑ گیا یا زمین میں سما گیا - پھر ہم جب اہلِ قافلہ مکہ معظمہ میں پہونچ گئے اور میں حرم شریف میں داخل ہوا دفعتہً میری نظر ایک لڑکے پر پڑی کہ خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے رو رہا ہے - بعد اسکے وہ خود بخود سجدے میں گر پڑا اور میں دیکھتا ہی رہا - پھر میں اُسکے پاس آیا اور اسکو ہلایا وہ تو جان بحق تسلیم کر چکا تھا - خدا اس سے راضی ہو - مجھے اسپر سخت رنج اور افسوس ہوا میں اپنی قیام گاہ پر واپس گیا - کپڑا اور ضروریات کی چیزیں اس ارادے سے کہ اسکو دفن کروں ساتھ لے کر واپس آیا - مگر میں نے پھر اسکو نہ پایا اور نہ کسی نے خبر دی کہ اس نے اسے زندہ یا مردہ دیکھا ہو - میں نے جانا کہ وہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ کیا گیا ہے اور میرے سوا کسی نے اسے نہیں دیکھا - میں اپنے مکان پر واپس آیا اور کچھ دیر سویا اسکے بعد خواب میں اسے دیکھا ایک بڑی جماعت میں سب سے اول سردار - نہایت بیش بہا حُلۂ نورانی پہنے ہوئے جس کی ثنا و صفت بیان میں نہیں آسکتی، میں نے اس سے پوچھا کیا تو ہمارا دوست نہیں، کہا ہاں - پھر میں نے کہا - کیا تو مرا نہیں - کہا ہاں یہ درست ہے - میں نے کہا خدا کی قسم تجھ کو دفن کرنے کے واسطے میں نے بہت تلاش کیا اور چاہا کہ تیرے جنازہ کی نماز پڑھوں - کہا اے ابراہیم تو جان لے کہ جس نے مجھے میرے شہر سے نکالا اور اپنی محبت کا سائق کیا اور میرے گھر والوں سے جدا کر کے مسافر بنایا - اسی نے مجھی کفن دیا اور خوشبو مجھے سنگھائی رفع کی - میں نے کہا خدائے کریم نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا - کہا مجھے اپنے روبرو کھڑا کیا اور فرمایا تیری کیا مراد ہے - میں نے عرض کیا خداوندا تو ہی میری مراد اور آرزو ہے - پھر فرمایا تو میرا سچا بندہ ہے اور تیرے واسطے میرے پاس یہ ہے کہ جو کچھ تو چاہے تجھ سے نہ چھپاؤں - پھر میں نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ جس زمانہ میں میں ہوں ان لوگوں کے حق میں میری سفارش قبول فرما حکم ہوا میں نے سفارش منظور کی - حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں - پھر اس لڑکے نے مجھ سے عالمِ خواب میں مصافحہ کیا - پھر اسکے بعد میں جاگ اُٹھا صبح کو اٹھ کر جو کچھ میرے ذمہ ارکان حج واجب تھے ادا کئے مگر میرے دل کو کسی طرح قرار نہ تھا اس لڑکے کی یاد اور غم و افسوس ہر وقت تھا - پھر میں جملہ حاجیوں کے ہمراہ واپس ہوا اثنائے راہ میں ہر شخص یہی کہتا تھا - اے ابراہیم تیرے ہاتھ کی خوشبو سے سب لوگ حیران ہیں - راوی کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم رح کے ہاتھوں سے وہ خوشبو اُن کی زندگی بھر آتی رہی - خداوندا تو انپر اپنی رحمت نازل فرما - آمین

حکایت (۶۴) حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک سال میں

حج کو گیا راستہ میں یکایک میرے دل میں خیال گذرا کہ تو سب سے علیحدہ ہو کر شارع عام چھوڑ کر چل۔ میں عام راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ چلنے لگا۔ میں تین دن رات برابر چلا گیا تو مجھے کھانے کا خیال آیا نہ پینے کا۔ نہ کوئی دوسری حاجت پیش آئی آخر کار ایک ہرے بھرے جنگل میں گذر ہوا۔ جہاں میوے دار درخت اور خوشبو دار پھول تھے۔ وہاں ایک چھوٹا سا تالاب تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ تو جنت ہے اور میں سخت تعجب میں تھا۔ اسی حال میں متفکر تھا کہ لوگوں کی ایک جماعت آتی نظر پڑی کہ ان کا چہرہ آدمیوں جیسا تھا، نفیس پوشاک خوبصورت پٹکے سے آراستہ آتے ہی ان لوگوں نے مجھے گھیر لیا۔ اور سب نے سلام کیا۔ میں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا، پھر میرے دل میں خیال گذرا کہ شاید یہ لوگ جن ہیں اور یہ عجیب وغریب قوم ہے اتنے میں ایک شخص ان میں سے بولا ہم لوگوں میں ایک مسئلہ درپیش ہے اور باہم اختلاف ہے اور ہم لوگ قوم جن ہیں۔ ہم نے خدائے بزرگ کا کلام جناب رسالت مآب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر لیلۃ العقبہ میں شرف حضوری حاصل کیا۔ حضرت کے کلام مبارک نے ہماری تمام دنیا کے کام ہم سے لے لئے اور خداوند تعالےٰ نے یہ مقام اس جنگل میں ہمارے واسطے مقرر فرما دیا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ جس مقام پر میرے ہمراہی ہیں یہاں سے کتنے فاصلہ پر ہے۔ یہ سن کر ایک ان میں سے مسکرایا اور کہا اے ابو اسحٰق خداوند عالم کے اسرار وعجائب میں یہ مقام جہاں اسوقت تو ہے بجز ایک انسان کے آج تک کوئی نہیں آیا۔ اور وہ انسان تیرے ساتھیوں میں سے تھا، اس نے یہیں وفات پائی اور دیکھ وہ اُس کی قبر ہے۔ اور اسکی قبر کی جانب اشارہ کیا۔ وہ قبر تالاب کے کنارے تھی۔ گرد اُسکے باغیچہ تھا جسمیں پھول کھلے ہوئے تھے، ایسے پھول اور خوشنما باغ میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پھر اس جن نے کہا تیرے ساتھیوں اور تیرے درمیان اس قدر مہینوں یا برسوں کا فاصلہ ہے۔ خدا جانے ابراہیم نے کیا ذکر کیا، مہینے کہے یا سال، ابراہیم کہتے ہیں میں نے ان جنوں سے کہا اُس جوان کا ذکر کہو، ایک ان میں سے بولا ہم یہاں تالاب کے کنارے بیٹھے ہوئے محبت کا ذکر کر رہے تھے اور آپس میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ناگاہ ایک شخص پہنچا اور ہمیں سلام کیا۔ ہم نے جواب دیا اور دریافت کیا کہاں سے آتے ہو۔ کہا نیشاپور سے۔ ہم نے کہا کب چلے تھے، کہا سات دن ہوئے۔ پھر ہم نے کہا گھر سے نکلنے کی وجہ؟ کہا میں نے خدا کا یہ کلام اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ الخ یعنی اللہ کی طرف رجوع کرو اور اُسکے فرمانبردار ہو جاؤ قبل اسکے کہ تم پر عذاب آئے، پھر تمہاری مدد نہ ہوگی) سنا۔ ہم نے

کہا، انابت تسلیم اور عذاب کے کیا معنے۔ جواب دیا، انابت یہ ہے کہ اپنے آپ سے رجوع کرکے اس کا ہو رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ اصل قصہ میں تسلیم کا ذکر نہیں۔ شاید تسلیم کے معنے یہ ہیں کہ کہ اپنی جان اُسکے سپرد کردے اور یہ جانے کہ خدا میری نسبت اس کا زیادہ مالک و مستحق ہے پھر کہا اور عذاب اور ایک چیخ ماری اور مر گیا۔ ہم لوگوں نے اسے یہاں دفن کر دیا اور یہی اسکی قبر ہے۔ خدا اس سے راضی ہو۔ ابراہیم کہتے ہیں مجھے ان کے بیان اوصاف سے تعجب آیا۔ پھر میں قبر کے پاس گیا تو اسکے سرہانے نرگس کے پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدستہ رکھا ہوا تھا اور یہ عبارت لکھی دیکھی کہ یہ خدا کے دوست کی قبر ہے اسے غیرت نے مارا ہے اور ایک ورق پر انابت کے معنے لکھے تھے۔ کہتے ہیں جو کچھ لکھا تھا میں نے پڑھا، قومِ جن نے بھی اس کے معلوم کرنے کی درخواست کی۔ میں نے بیان کیا تو بڑے خوش ہوئے، اور کہا ہمیں ہمارے مسئلہ کا جواب مل گیا۔ ابراہیم کہتے ہیں پھر میں سو گیا اور مجھے ہوش نہ آیا اور نیند سے بیدار ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسجد کے پاس اپنے آپ کو دیکھا میرے پاس پھولوں کی پنکھڑیاں تھیں جن کی خوشبو سال بھر تک رہی پھر وہ خود بخود گم ہو گئیں۔

حکایت (۶۵) ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ حج کو چلا راستہ میں چاندنی رات میں سو گیا۔ کہ یکایک ایک مردِ ضعیف کی آواز سنی جو کہہ رہا ہے اے ابواسحٰق میں کل سے تیرا منتظر ہوں۔ میں نے قریب جاکر دیکھا ایک مرد لاغر اندام بالکل دبلا موت کے قریب ہے گرد اسکے پھولوں کا انبار ہے، بعض پھول میں پہچانتا ہوں اور بعض کو نہیں پہچانتا۔ میں نے پوچھا تم کہاں رہتے ہو۔ اُس نے شہر کا نام لیا اور کہا میں دولت و عزت میں تھا۔ میرے جی نے تنہائی کی خواہش کی۔ میں حیران و پریشان جنگل بیابان میں کھڑا ہوا۔ اور اب میں موت کے قریب ہوں۔ اور میں نے خدا سے دعا کی تھی کہ کوئی ولی اللہ کا دوست میرے پاس مقرر ہو جائے میں امید کرتا ہوں کہ وہ تم ہی ہو۔ پھر میں نے کہا کیا تمہارے ماں باپ ہیں۔ کہا ہاں ہیں اور بھائی بہن بھی ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا تم ان سے ملنے کے مشتاق ہو یا تم کو وہ لوگ یاد آتے ہیں کہا نہیں۔ مگر آج یاد آتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ان کی بُو سونگھوں، جنگلی درندوں اور وحشیوں نے میرے حالِ زار پر رحم کھایا اور مجھے اس باغیچے میں اُٹھا لائے۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ ایک بڑا سانپ منہ میں پھول خوشبودار لئے ہوئے سامنے آتا نظر آیا۔ اس سانپ نے مجھ سے کہا اپنی شر کو اس کے پاس سے دفع کر۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں کے حال سے

مطلع ہے۔ ابراہیم فرماتے ہیں میں بیہوش ہو گیا اور کچھ خبر نہ رہی۔ جب سنبھلا تو دیکھتا ہوں کہ جوان کا طائر روح پرواز کر چکا تھا۔ پھر میں بیخودی کے عالم میں رہا اور سو گیا۔ جب جاگا تو اپنے کو راہ راست پر پایا۔ اور بعد ادائے ارکان حج اس جوان کے وطن میں گیا۔ ایک عورت ملی اُس کے ہاتھ میں پانی کی چھاگل تھی اور اس جوان کے بہت مشابہ تھی۔ جب مجھے دیکھا کہا اے ابو اسحق تو نے جوان کو کیسا دیکھا میں تین دن سے تیری منتظر ہوں۔ میں نے سارا قصّہ ذکر کیا یہاں تک کہ جوان کا قول (میں نے چاہا کہ ان کی بو سونگھوں) ذکر کیا۔ اس عورت نے چیخ ماری اور کہا ہائے بو پہونچ گئی اور اس عورت کی بھی جان نکل گئی۔ پھر چند ہمعمر عورتیں نکلیں جو عمدہ پوشاک پہنے اور نفیس پٹکے باندھے ہوئے تھیں انھوں نے اس عورت کی تجہیز و تکفین کی۔

حکایت (۶۶) کہتے ہیں تاجروں کی ایک جماعت نے براہ دریا سفر حج کیا۔ راہ میں کشتی ٹوٹ گئی اور حج کا وقت تنگ ہو گیا اور ایک شخص کے پاس پچاس ہزار کا مال تھا۔ اس نے مال تو چھوڑ دیا اور حج کا ارادہ کیا۔ ہمراہیوں نے کہا۔ اگر تو یہاں ٹھہرتا شاید کچھ مال تیرا نکل آتا۔ اس نے کہا خدا کی قسم اگر تمام دنیا کا مال مجھے ملجائے تو مجھے حج کرنے اور اولیاء اللہ کی ملاقات کرنے کے مقابلہ میں پسند نہیں اور میں ان میں دیکھ چکا ہوں جو کچھ دیکھ چکا ہوں۔ لوگوں نے دریافت کیا ان میں کیا بات دیکھی۔ کہا ایک دفعہ ہم حج کو جارہے تھے ایک دن پیاس نے سخت تکلیف دی اور پانی نایاب تھا۔ ایک گھونٹ کہیں ملتا نہ تھا۔ میں قافلہ میں سب کے پاس پھرا مگر پانی نہ ملا قیمت سے بھی دستیاب نہ ہوا اور مارے پیاس کے دم نکلنے لگا۔ پھر میں چند قدم چلا۔ ایک فقیر ملا اُسکے پاس برچھی اور چھاگل تھی۔ اس نے برچھی حوض کے ایک نالے میں گاڑ دی۔ پانی برچھی کے نیچے سے نکلنے لگا اور نالی سے جاری ہو کر حوض میں جمع ہونے لگا۔ میں نے حوض کی طرف جا کر پانی خوب پیا اور اپنے مشکیزوں کو پانی سے بھر لیا پھر میں نے اپنے ہمراہیوں کو وہ جگہ دکھلادی سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور وہ پانی اسی طرح جاری رہا۔ پھر اس تاجر نے کہا کون ایسا ہے کہ ایسے متبرک مقام کی زیارت جہاں ایسے ایسے بزرگ جمع ہوتے ہوں فوت ہو جانے کی دلیری کرے۔

حکایت (۶۷) حضرت ابو عبداللہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ میدانِ عرفات پر تھا۔ جب اخیر رات ہوئی سو گیا۔ خواب میں دیکھا دو فرشتے آسمان سے اُترے ایک نے اپنے ساتھی سے پوچھا امسال کس قدر لوگوں نے حج کیا اور وقوفِ عرفات کیا، اس نے جواب

دیا چھ لاکھ آدمیوں نے حج کیا مگر ان میں چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا۔ میں نے یہ سن کر چاہا کہ اپنے منہ پر طمانچے لگاؤں اور خوب چلا کر روؤں۔ پھر دوسرے فرشتے نے پوچھا باقی جن کا حج قبول نہیں ہوا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کس طرح پیش آیا۔ کہا خداوند کریم ہے اس نے اپنی نگاہ کرم سے ہر ایک کی برکت سے ایک ایک لاکھ کو بخش دیا۔ اور چھ شخصوں کے طفیل میں چھ لاکھ کا حج قبول فرمایا۔ اور یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے اور خدا تو بڑے فضل والا ہے۔

حکایت (۶۸) حضرت علی بن موفق رح فرماتے ہیں۔ میں ایک روز حرم میں بیٹھا تھا اور ساٹھ حج کر چکا تھا میرے دل میں خیال گذرا کہ کب تک تو ان جنگل بیابانوں میں پھریگا اتنے میں مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی کہہ رہا ہے اے موفق کے بیٹے تو نے اپنے گھر اسے بلایا ہے جسے دوست رکھا ہے۔ خوشی اسی کو ہے جس کو مولا دوست رکھے۔ اور اپنے مقام عالی میں بٹھائے۔ حضرت ذوالنون مصری رح سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ایک جوان کو خانۂ کعبہ کے پاس دیکھا کہ کثرت سے نماز پڑھتا اور سجدے رکوع بہت کر رہا تھا میں اسکے پاس گیا اور کہا تو نماز بہت پڑھتا ہے۔ کہا میں پھر جانے کی اجازت کا منتظر ہوں۔ کہتے ہیں، پھر میں نے ایک پرچہ کاغذ کا دیکھا جسمیں لکھا تھا۔ یہ خط خدائے عزیز بخشنے والے کی طرف سے اُسکے بندے سچے شکر گذار کی طرف ہے۔ واپس جا۔ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں۔

حکایت (۶۹) ایک بزرگ فرماتے ہیں میں کعبہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک بوڑھا شخص کپڑے سے منہ ڈھانکے آیا۔ اور زمزم کا پانی اپنی چھاگل میں بھر کر پیا۔ پھر میں نے جو اس سے بچا ہوا سیکر پانی پیا تو اس پانی میں شہد گھلا ہوا پایا۔ میں نے پھر کر اسے دیکھا تو وہ چلا گیا تھا۔ پھر میں دوسرے دن وہاں گیا اور چاہِ زمزم کے پاس بیٹھا۔ اتنے میں وہ مردِ ضعیف پھر آیا اور پہلے دن کی طرح منہ پر کپڑا اوڑھے ہوئے تھا۔ بابِ زمزم سے داخل ہوا اور ڈول میں پانی لیکر پیا۔ میں نے بھی اسکا باقی بچا ہوا پانی پیا اس دن پانی میں دودھ شکر ملا ہوا تھا کوئی چیز اب تک اس ذائقہ کی مجھے معلوم نہ ہوئی۔

حکایت (۷۰) سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ولی اللہ کا لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا اسکی ذلت کا باعث ہے۔ خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ اولیاء اللہ خلق سے متنفر تنہا رہتے ہیں۔ عبداللہ بن صالح کو خدائے عالم کے ساتھ سابقہ تھا اور خدا کی مہربانی شاملِ حال تھی۔ ایک شہر چھوڑ کر لوگوں سے بھاگ کر دوسرے شہر جایا کرتے تھے۔

یہانتک کہ مکۂ معظمہ میں داخل ہوئے اور وہاں مدت تک قیام کیا۔ میں نے کہا تم یہاں بہت دنوں ٹھہرے۔ جواب دیا کیوں نہ یہاں ٹھہروں میں نے تو کوئی ایسا شہر نہ دیکھا جس میں یہاں سے زیادہ برکت و رحمت نازل ہوتی ہو۔ فرشتے یہاں صبح و شام آیا جایا کرتے ہیں یا اس شہر میں بکثرت عجائب دیکھتا ہوں۔ فرشتوں کو دیکھتا ہوں کہ مختلف شکلوں میں طواف کرتے رہتے ہیں۔ جو کچھ میں دیکھتا ہوں اگر بیان کروں تو جو لوگ ایمان دار نہیں اُن کی عقل سمجھنے سے قاصر رہے۔ میں نے کہا خدا کے واسطے میں تم سے چاہتا ہوں کہ کچھ مجھے بھی ان چیزوں کی خبر دیجئے۔ کہا کوئی ولیِ کامل جس کی ولایت صحیح و درست ہو چکی ہو ایسا نہیں جو اس شہر میں ہر شب جمعہ نہ آتا ہو۔ میرا قیام یہاں اسی واسطے ہے۔ اُن کی عجیب و غریب باتیں دیکھتا ہوں اور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ان کا نام مالک بن قاسم جبلی ہے وہ آئے اور ان کے ہاتھ پر کھانے کا اثر تھا۔ میں نے ان سے کہا کیا تم ابھی کھانا کھا کر آئے ہو، کہا استغفر اللہ میں نے چند ہفتوں سے اپنے ہاتھوں سے نہیں کھایا۔ مگر میری ماں جلدی کر کے اپنے ہاتھوں سے کھلا دیتی ہے تاکہ جلدی سے فجر کی نماز میں آکر شریک ہوں مکہ معظمہ میں اور اس مقام میں جہاں سے میں آیا ہوں نو سو فرسخ کا فاصلہ ہے کیا تم اس بات کو جانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں، کہا الحمد للہ کہ مجھ کو مردِ مومن دکھلایا۔ راوی کہتا ہے نو سو فرسخ کے ایک سو سترہ منزل ہوئے اور یہ تین مہینے ستائیس دن کی چال ہے۔ فقط دن کی یا فقط رات کی

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے خانۂ کعبہ کے گرد ملائکہ اور انبیاء اور اولیائے کرام کو دیکھا ہے۔ اور اکثر یہ بزرگ جمعہ کی شب میں تشریف لاتے ہیں اور اسی طرح دوشنبہ اور جمعرات کی رات کو بھی دیکھا گیا ہے۔ راوی کا قول ہے کہ مجھ سے انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی تعداد بیان کی جو جگہ معین میں کعبہ کے گرد اپنے اہلِ قرابت اور دوستوں کے ساتھ تھے اور ذکر کیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضرت کے پاس اولیائے کرام کی ایک جماعت کثیر تھی اُن کا شمار خدا ہی کو معلوم ہے کہ کتنے لوگ سرورِ کائنات کی مجلس میں حاضر تھے۔ ہاں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ اسقدر جماعت کسی نبی کی نہ تھی۔ اور یہ بھی کہا کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد مقابل مقام ابراہیمؑ خانۂ کعبہ کے دروازے کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ اور حضرت موسیٰؑ اور دوسرے انبیاء علیہم السّلام کا گروہ رکن یمانی اور رکن شامی کے درمیان ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ایک گروہ ان کے تابعین کا حجرِ اسود کی جانب بیٹھتے ہیں اور حجرِ اسود کے قرب میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر ہے اور اسی مقام پر فرشتوں کا گروہ

حجرِ اسود کے پاس دیکھا اور سرورِ انبیاء رحمۃ عالمین خاتم رسل سید نا رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رکنِ یمانی کے پاس مع اہل بیت و اصحاب کبار و اولیاء امت کے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ذکر کیا کہ انھوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ سب انبیاء سے زیادہ امتِ محمدی کے ساتھ محبت رکھتے ہیں اور سب کے سب اولیائے امتِ محمدی کے ملنے سے ازبس خوش ہیں اور بعض انبیاء کرام اولیائے امتِ محمدی کی فضیلت پر غیرت کرتے ہیں اور بہت سے اسرارِ عجیبہ جن کا ذکر طول طویل ہو اور بعضی باتیں عقل سے بعید ہیں ذکر کیں (میں کہتا ہوں) اگر انبیاء کو غیرت ہو تو بعید نہیں ہو جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیرت شبِ معراج رسولِ خدا میں اور ان کا رونا مذکور ہے اور یہ غیرت امرِ خیر میں محمود ہے۔ البتہ حسد برا ہے۔ اور جو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا حال اور ان کا زیادہ محبت کرنا اس امت کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ امر وہی شخص جانتا ہے جس کو اخبار و آثار پر اطلاع ہے۔ بلکہ یہ بات قرآن شریف سے بھی سمجھی جاتی ہے۔

حکایت (۱۷) نقل ہو کہ ہشام بن عبدالملک نے قبل خلافت کے حج کیا۔ وقت طواف کے کوشش کی کہ حجرِ اسود کا بوسہ لے مگر بوجہ کثرت آدمیوں کے ممکن نہ ہوا اسی حال میں حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لائے لوگ انھیں دیکھ کر طواف سے رک گئے یہاں تک کہ انھوں نے طواف کیا اور حجرِ اسود کا بوسہ لیا۔ لوگوں نے ہشام سے پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا میں نہیں پہچانتا۔ فرزدق شاعر نے کہا جو کہ وہاں موجود تھا۔ میں انھیں پہچانتا ہوں اور اشعار میں ان کا نام بیان کیا اور ان کی مدح و صفت ظاہر کی۔

روایت ہے کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہر رات دن میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے اور نماز تہجد کبھی حالتِ قیام اور سفر میں نہ چھوڑی اور جب وضو کرتے ان کا رنگ زرد ہو جاتا۔ اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ان کو لرزہ آجاتا۔ کسی نے دریافت کیا آپ کا کیا حال ہو جاتا ہو۔ فرمایا تم نہیں جانتے میں کس کے روبرو کھڑا ہوتا ہوں۔ اور نیز عادت شریف تھی کہ جب تیز ہوا چلتی آپ بیہوش ہو کر گر پڑتے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے مکان میں نماز پڑھ رہے تھے اور حالت سجدے میں تھے کہ وہاں آگ لگی، لوگوں نے پکارا اے بیٹے رسولِ خدا کے آپ کے مکان میں آگ لگ گئی۔ آپنے سرِ مبارک سجدے سے نہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ خود بخود آگ بجھ گئی بعد فراغ نماز لوگوں نے سبب پوچھا۔ فرمایا دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ کے خوف نے مجھے غافل رکھا۔

اور حضرت امام کی یہ دعا تھی خداوندا پناہ مانگتا ہوں کہ لوگوں کی نظروں میں میرا ظاہر اچھا ہو اور میرا باطن درحقیقت بُرا ہو۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ بعضے خدا کی عبادت اُس کے خوف سے کرتے ہیں کہ یہ عبادت تو غلاموں کی ہے۔ اور بعضے اسکی عبادت رغبتِ ثواب سے کرتے ہیں یہ عبادت تاجروں کی ہے اور بعضے محض بطور شکریہ اُسکی نعمتوں کا ادا کرتے ہیں یہ عبادت آزاد بندوں کی ہے۔ اور آپ کو پسند نہ تھی کہ وضو یا طہارت میں کسی سے مدد لیں، آپ خود وضو کے واسطے پانی لاتے اور سونے سے پہلے اس کو ڈھانک دیتے۔ جب رات کو جاگتے پہلے مسواک کرتے۔ پھر وضو اور نماز شروع کرتے، اگر دن کے وظائف میں سے کچھ فوت ہو جاتا ہو تا تو رات کو ادا کرتے۔ جب چلتے اپنے ہاتھ زانو سے ملا کر رکھتے اور اپنے ہاتھوں کو چلنے میں حرکت نہ دیتے۔ مجھے تعجب ہے فخر کرنے والے سے کل تک نطفۂ ناپاک تھا اور کل پھر مردار ناپاک ہو جائیگا۔ اور مجھکو بڑا تعجب اس سے ہے جو فنا ہونے والے گھر کے واسطے عمل کرے اور جو گھر باقی اور قائم رہنے والا ہے اُسکے واسطے عمل ترک کرے۔ اہلِ مدینہ میں اکثر اشخاص ایسے تھے جن کی گذر ہوتی تھی اور ان کو خود نہ معلوم تھا کہ ان کی وجہ معاش کہاں سے ہے۔ اور کیا ملتا ہے۔ جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، ان لوگوں کو وہ نہ ملا جو رات کو پاتے تھے۔ اسواسطے کہ آپ رات کو پوشیدہ راہِ خدا میں محتاجوں کو دیا کرتے تھے، اور جو اس حال سے ناواقف تھے آپکو بخیل جانتے تھے۔ جب آپنے انتقال فرمایا سو گھر ایسے نکلے جن کا خرچ آپ کی ذات خاص سے متعلق تھا۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میرے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ وصیت کی کہ چار آدمیوں کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان سے دوستی کرنا اور نہ اُن کے ساتھ سفر کرنا (۱) فاسق بدکار کی صحبت سے علیحدہ رہنا کیونکہ وہ ایک لقمہ کی غرض یا اس سے بھی کم پر تجھے بیچ ڈالے گا (۲) جھوٹے آدمی سے صحبت نہ کرنا۔ کیونکہ وہ بالکل دھوکے اور سراب پانی کے مثل ہے۔ تیرے قریب کو تجھ سے دور کر دے گا اور دور کو نزدیک بنا دے گا (۳) کسی احمق کو دوست نہ بنانا کیونکہ وہ اپنی حماقت سے تجھے نفع پہنچانے کا تو قصد کریگا مگر درحقیقت تیرا نقصان کریگا (۴) جو شخص ناتے رشتے قطع کرتا ہو اس سے بھی دوستی نہ کرنا۔ میں نے قرآن شریف میں تین جگہ ملعون پایا ہے۔

روایت ہے کہ کسی شخص نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حق میں بدگوئی کی اور آپ پر افترا پردازی کی۔ آپنے فرمایا اگر میں ویسا ہی ہوں جیسا تو کہتا ہے تو میں خدا سے

سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اگر میں ویسا نہیں تو خدا مجھے بخشے۔ وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور عذر کرکے آپ کے سر کا بوسہ لیا اور کہا میں آپ پر قربان ہوں آپ ایسے نہیں جیسا میں نے کہا۔ میرے حق میں دعائے مغفرت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھے بخشے۔ اسی شخص نے کہا اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھتا ہے اور جسے اپنا رسول کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خادم گرم گوشت کا پیالہ تنور سے آپکے مہمان کیواسطے لایا۔ اتفاقاً وہ پیالہ آپ کے کسی چھوٹے صاحبزادے کے سر پر گر پڑا اور وہ بچہ اس صدمہ سے ہلاک ہوگیا۔ آپ نے فرمایا تو آزاد ہے تو نے قصداً یہ فعل نہیں کیا اور آپ اس بچہ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔

حضرت امام محمد بن اسامہ بن زید کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ محمد بن اسامہ آپ کو دیکھ کر رونے لگے آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے کیوں روتے ہو۔ کہا مجھ پر قرض ہے آپنے فرمایا کس قدر۔ کہا پندرہ ہزار دینار۔ آپنے فرمایا ان کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے میں ادا کردونگا۔

ایک دفعہ آپ مسجد سے باہر نکلے۔ کسی نے آپ کو گالی دی۔ آپ کے غلام اور خدمتگار اسکی طرف جھپٹے۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو جانے دو۔ پھر آپ اُسکی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میرے حالات تجھ پر پوشیدہ نہیں کیا تجھے کوئی حاجت ہے۔ میں تیری مدد کرونگا۔ وہ شخص شرمندہ ہوا۔ آپ نے چادر مبارک جو اُسوقت اوڑھے ہوئے تھے اُسپر ڈال دی اور ہزار درہم اُسے دلوا دیے۔ اس کے بعد وہ شخص کہا کرتا تھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اولادِ رسولؐ ہیں (مؤلف رحمۃ اللہ کہتے ہیں) کوئی نادان احمق یہ نہ سمجھے کہ یہ بزرگ دنیا دار تھے دنیا کا مال خرچ کرتے تھے۔ ایسا نہیں۔ بلکہ یہ بزرگ سخی۔ جوانمرد۔ صاحب مروت و اہل فضل۔ فضائل نبوت سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ دنیا آتی تھی مگر جلد اسے اپنے پاس سے نکال دیتے تھے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قبیلہ انصار سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنی سلمہ تمہارا سردار کون ہے۔ انھوں نے کہا حر بن قیس بوجہ بخل کے ہمارا سردار ہے۔ حضور نے فرمایا کون مرض بخل سے بدتر ہے بلکہ تمہارا سردار عمرو بن جموح ہے۔ حضرت حسانؓ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اور بخیل کی مذمت اور سخی کی مدح میں اشعار پڑھے جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر تبسم کیا اور فرمایا بعض شعر

البتہ حکمت و دانائی ہے۔ امام جفیل سید جلیل ابن مبارک رحمۃ کہتے ہیں۔ نفس کی سخاوت اس چیز میں جو لوگوں کے پاس ہے اس سخاوت سے جو خود خرچ کرنے میں کرتا ہے افضل ہے۔

حکایت (۷۲) نقل ہے کہ حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم حج کو تشریف لے گئے۔ جب مسجد حرام میں داخل ہوئے خانہ کعبہ کو دیکھ کر یہاں تک روئے کہ ان کی آواز بلند ہو گئی۔ کسی نے کہا لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں آپ اپنی آواز کو روکیں اور رونے سے باز رہیں۔ فرمایا میں کیونکر نہ روؤں۔ شاید اللہ تعالیٰ میری طرف نظر رحمت کرے اور میں کل قیامت کو اسکی رحمت کے ذریعہ سے نجات پاؤں۔ پھر انھوں نے طواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز نفل ادا کی اور سجدے سے سر اٹھایا سجدے کا مقام آنسوؤں سے تر تھا اور اپنے ایک ہمراہی سے کہا میں غمگین ہوں، میرا دل رنج سے فارغ نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا آپ کو کیا رنج ہے۔ فرمایا جس کے دل میں صاف اور خالص اللہ کا دین داخل ہوا وہ جملہ ماسوی سے باز رہا اور دنیا نہیں مگر یہی سواری جس پر تو سوار ہے یا کپڑا جو پہن لیا، یا عورت جو ملگئی یا کھانا جس قدر کھایا۔ پھر فرمایا۔ اہلِ تقویٰ دنیا داروں میں کم مشقت والے ہیں۔ اور لوگوں کی مدد زیادہ کرتے ہیں۔ اگر تم ان کو بھول جاؤ تم کو یاد کریں، اگر تم ان کو یاد کرو تمہاری اعانت کریں۔ حق بات کہنے والے اور حکمِ خدا کے ساتھ قائم رہنے والے ہیں، دنیا کو ایک منزل خیال کرو کہ رات کو اترے اور صبح کو کوچ کیا۔ یا کوئی کمال خواب میں دیکھا جب بیدار ہوئے کچھ پاس نہ تھا اور فرمایا مرد مومن کا دِل غِنا اور عزت کی جولانگاہ ہے جب دونوں ایسے مکان میں پہونچتے ہیں جہاں توکل ہو اُسی جگہ کو دونوں اپنا وطن بنا لیتے ہیں (میں کہتا ہوں) یعنی اگر کسی کے دل میں توکل نہ ہو تو غنا اور عزّت دونوں وہاں سے کوچ کر جاتے ہیں اور ان کے قول (جس کے دل میں صاف خالص دین اللہ کا داخل ہوا) اس سے مراد محبتِ خدا ہے کیونکہ صاف خالص اللہ کے دین کو حقیقت محبت لازم ہے۔ جس دل میں سچی محبّت ہوگی دین خالص بھی وہیں ہوگا اور اس وقت وہ دل اپنے محبوب سے مشغول ہو کر ماسوئے محبوب سے اعراض کرے گا۔ اور نہ سنے گا اور نہ دیکھے گا مگر اللہ ہی کے ساتھ۔ اور یہی مطلب ہے اس قول کا۔ میرے دل کے دوست کے ساتھ میرا دیکھنا و سننا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ کسی چیز کی محبت آدمی کو

اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ عبداللہ ابنِ عطار رحہ کہتے ہیں میں نے علماء کو باعتبارِ علم اور فضل کے درجے میں کسی سے چھوٹا نہ پایا۔ مگر حضرت محمد بن علی بن حسین رض سے ان کے مقابلے میں بڑے بڑے عالم کم درجہ کے معلوم ہوتے تھے۔ بعض اہلِ لغت کا قول ہے کہ امام محمد بن علی کا لقب باقر اس واسطے ہوا کہ ان کو علم بہت تھا۔ باقر کے معنی ہیں پھاڑنے والا اور شیر کا نام بھی باقر ہے کیونکہ شکار کا پیٹ پھاڑتا ہے۔ حضرت امام محمد بن علی رض فرماتے ہیں۔ میرا ایک بھائی میری نظر میں بڑا تھا اور جو میری نظر میں بڑا تھا دنیا ان کی نظروں میں ذلیل و حقیر تھی۔

حکایت (۷۳) حضرت لیث بن سعد فرماتے ہیں۔ میں نے ۱۱۳ھ میں پاپیادہ حج کیا مکہ میں داخل ہو کر نماز عصر ادا کی اور کوہ ابو قبیس پر چڑھ گیا۔ ایک شخص بیٹھا دعا مانگ رہا تھا اور صرف یا رب یا رب کہہ رہا تھا۔ یہانتک کہ اسکی سانس پھول گئی پھر وہ بار بار یا رباہ کہتا تھا، یہاں تک کہ اس کا دم اکھڑ گیا، پھر اس نے یا اللہ یا اللہ اسقدر کہا کہ اس کا دم بند ہونے لگا۔ پھر اسی طرح یا حی یا حی۔ پھر یا رحمٰن یا رحمٰن۔ پھر یا رحیم یا رحیم۔ پھر یا ارحم الراحمین سات مرتبہ اور ہر مرتبہ دم رک جاتا تھا۔ پھر کہا خداوندا میں انگور چاہتا ہوں مجھکو کھلا دے میری چادر یعنی کپڑے پھٹ گئے۔ لیث کہتے ہیں اسکی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ میں نے ایک بڑا خوشہ انگور کا دیکھا اور اسوقت روئے زمین پر انگور کا نام و نشان تک نہ تھا اور دو چادریں رکھی ہوئی دیکھیں۔ پھر اس نے انگور کھانا چاہے۔ میں نے کہا میں بھی تیرا شریک ہوں۔ کہا کیوں۔ میں نے کہا۔ تو نے دعا مانگی اور میں آمین کہتا تھا۔ مجھسے کہا آگے آ۔ میں اسکے پاس پہنچا اور اسکے ساتھ کچھ انگور کے دانے کھائے۔ ایسے مزے کے انگور کبھی نہ کھائے تھے ان انگوروں میں بیج نہ تھے۔ میں نے پیٹ بھر کے کھائے مگر ان میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ پھر کہا ان چادروں میں جو پسند ہو ایک لے لو۔ میں نے کہا چادر کی تو مجھ کو ضرورت نہیں۔ پھر مجھسے کہا پردے میں ہو جاؤ۔ میں پہن لوں۔ میں چھپ گیا۔ اس نے ایک چادر کا تہبند بنایا اور دوسری اوڑھ لی۔ اور پرانی چادریں جو پہنے تھا دونوں ہاتھ میں لیں اور پہاڑ سے نیچے اترا۔ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ جب مقام سعی تک پہونچا ایک شخص اسکو ملا اور کہا مجھکو پہنا دے اے بیٹے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا آپ کو جنت کا حُلّہ پہناوے۔ آپ نے دونوں چادریں اسکے حوالے کر دیں اور چلے گئے۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے۔ کہا حضرت جعفر بن محمد تھے۔ میں نے تلاش کیا تاکہ آپ سے کچھ نفع حاصل کروں۔

مگر نہ پایا۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام جعفر صادق رضؓ سے سنا فرماتے تھے سلامتی بہت کم ہوگئی ہے۔ یہاں تک کہ اسکی طلب ہی مخفی ہو اگر سلامتی کسی چیز میں ہے تو گمنامی میں اگر اسمیں نہیں تو خلوت میں ہے ورتنہائی مثل گمنامی کے نہیں اور اگر خلوت میں بھی نصیب نہ ہو تو خاموشی میں ہے اور یہ خلوت کے برابر نہیں پھر اگر خاموشی میں بھی نہ ملے تو پچھلے نیک لوگوں کے کلام میں ہوگی مرد سعید وہی ہے جو اپنے جی میں خلوت پائے۔ روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضؓ کو خلیفہ منصور نے تلاش کیا اور اُن پر بس خشمگین تھا اور قتل سے ڈراتا تھا۔ جب آپ اُسکے پاس آئے اُس نے بہت ڈرایا دھمکایا اور کہا عراق والوں نے تمھیں اپنا سردار کیا اپنے مالوں کی زکوٰۃ تم کو دیتے ہیں اور تم میری خلافت وحکومت کے منکر ہو اور باغی ہوکر فساد کرنا چاہتے ہو۔ خدا تم کو مارے اگر میں نہ ماروں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ اے امیر المؤمنین حضرت سلیمان علیہ السّلام کو ملک وسلطنت دنیا دی گئی اُنھوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور حضرت ایوب علیہ السّلام دنیا کی مصیبت میں مبتلا ہوئے انھوں نے صبر فرمایا حضرت یوسف علیہ السّلام پر ظلم ہوا اُنھوں نے معاف فرمایا۔ یہ کلام سُن کر منصور کا کینہ اور غصہ جاتا رہا اور آپ سے راضی وخوشنود ہوا اور آپ کی تعریف کی۔ جب آپ اُسکے پاس سے واپس آئے تو کسی نے پوچھا آپ نے اُسکے پاس جاتے وقت کیا دعا مانگی تھی آپ نے فرمایا میں نے یہ دعا پڑھی تھی اَللّٰھُمَّ احْرُسْنِیْ بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاکْتَفِنِیْ بِکَنَفِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَاغْفِرْلِیْ بِقُدْرَتِکَ عَلَیَّ لَا اَھْلِکُ وَاَنْتَ رَجَائِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَجَلُّ وَاَکْبَرُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ اَللّٰھُمَّ بِکَ اَدْفَعُ فِیْ نَحْرِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ

حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے وہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جسے خدا کچھ نعمت عطا فرمائے اسے لازم ہے کہ خدا کا شکر ادا کرے اور جس کو رزق کی تنگی ہو وہ استغفار پڑھے اور جو کسی کام میں غمگین ہو لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا کرے۔

حکایت (۴۷) حضرت شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں میں ۱۴۹ھ میں بارادہ حج گھر سے چلا۔ قادسیہ میں اترا۔ میں لوگوں کی زینت اوران کی کثرت دیکھ رہا تھا کہ ایک جوان خوبرو پر نظر پڑی۔ نفیس لباس پہنے تھا اوپر سے اونی چادر اوڑھے ہوئے۔ پاؤں میں جوتی لوگوں سے الگ بیٹھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ جوان صوفی ہے لوگوں پر بار ہوگا میں اسکی

پاس ضرور جاؤں اور اسے دھمکاؤں۔ میں اُسکے قریب گیا۔ جب اُس نے مجھے متوجہ پایا کہا اے شقیق گمان کرنے سے بچو بعض گمان گناہ ہیں اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے اپنے جی میں کہا یہ بڑا کام ہے اُس نے جو میرے جی میں تھا کہدیا اور میرا نام لیا۔ یہ تو کوئی مرد صالح معلوم ہوتا ہے۔ میں اُس سے ضرور ملونگا اور میں اس سے بدگمانی صاف کراؤں گا۔ میں اُسکے پیچھے جلدی کرکے چلا مگر نہ پایا اور میری نظر سے غائب ہو گیا۔ جب ہم مقامِ واقصہ میں اُترے اس کو نماز میں پایا۔ اس کے اعضاء کانپ رہے تھے اور آنسو جاری تھے۔ میں نے کہا یہ تو وہی میرا دوست ہے میں اِس سے مِل کر اپنا قصور بدگمانی کا معاف کراؤں۔ میں نے کچھ دیر صبر کیا اور وہ فارغ ہو کر بیٹھا۔ میں اُسکی طرف متوجہ ہوا جب مجھے آتے دیکھا کہا اے شقیق یہ آیت پڑھ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور راہ پائے۔ میں اُسکے گناہ بخش دیتا ہوں۔ پھر مجھے چھوڑ کر چلتا ہوا۔ میں نے کہا یہ جوان ضرور ابدال ہے۔ میرے دل کی بات دو مرتبہ بیان کر دی۔ جب ہم منا میں اترے میں نے اسی جوان کو دیکھا ہاتھ میں کوزہ لئے پانی کے واسطے کنوئیں پر کھڑا ہے۔ اسکے ہاتھ سے کوزہ کنوئیں میں گر پڑا۔ میں اسکو دیکھ رہا تھا۔ اس جوان نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا خداوندا، اے میرے مالک سرِ دار تو خوب جانتا ہے میرے پاس سوا اس کے اور کچھ نہیں۔ مجھسے یہ گم نہ کرنا۔ شقیق رح فرماتے ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنوے کا پانی اوپر تک اُبل آیا۔ اس جوان نے اپنا کوزہ لے کر پانی سے بھرا اور وضو کرکے نماز کے لئے کھڑا ہوا۔ بعد ادائے نماز ایک ریت کے ٹیلے کی طرف گیا اور بالو اٹھا اُٹھا کر کوزے میں بھرتا تھا اور ہلا ہلا کر بار بار پیتا تھا میں اُسکے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا اپنا جھوٹا مجھے عنایت کیجیے۔ کہا۔ اے شقیق خدا کی نعمتیں ظاہری باطنی ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنے پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھو۔ پھر مجھ کو کوزہ دیا۔ میں نے اس میں سے پیا، ستو اور شکر اسمیں گھلے ہوئے تھے۔ خدا کی قسم اس سے لذیذ اور خوشبودار کبھی کوئی چیز میں نے نہ پی ہوگی۔ میری بھوک پیاس جاتی رہی اور کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا کھانے پینے کی خواہش نہ ہوئی۔ پھر راہ میں مجھکو وہ جوان نہ ملا یہاں تک کہ قافلہ مکّہ معظمہ میں داخل ہوا۔ ایک رات متصل پانی کے قبہ کے آدھی رات کے وقت میں نے نماز پڑھتے دیکھا۔ نہایت عاجزی سے نماز پڑھتا تھا، رونے کی آواز سنی جاتی

اسی حالت میں تمام رات گذر گئی۔ جب صبح ہوئی اپنے مصلّے پر بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا۔ پھر کھڑا ہو کر نماز فجر ادا کی اور سلام پھیر کر خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور حرم سے باہر نکلا میں اُسکے ساتھ ہوا۔ اس کے خادم و غلام نظر آئے۔ اثناء راہ میں جس وضع سے تھا۔ یہاں اُسکے خلاف پایا۔ لوگ گرد جمع ہو گئے اور سلام کرتے تھے۔ میں نے ایک شخص سے جو اسکے قریب تھا دریافت کیا یہ جوان کون ہے۔ کہا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ مجھے سخت تعجب ہوا کہ بے شک یہ عجیب و غریب کرامات ایسے ہی سید کے ہیں۔

حکایت (۷۵) حضرت ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے مسجد حرام میں ایک فقیر کو دیکھا کہ گدڑی اوڑھے سوال کر رہا تھا میں نے اپنے دل میں کہا ایسا شخص ضرور لوگوں پر گراں ہو گا اس نے میری طرف دیکھ کر کہا جان لو کہ اللہ تعالٰے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خوب جانتا ہے اُس سے ڈرو۔ میں نے اپنے دل میں استغفار کیا۔ پھر اُس نے مجھے پکار کر کہا خدا وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اُن کے گناہوں سے درگذر کرتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں میں جنگل بیابان میں قافلہ کے ہمراہ جا رہا تھا ایک عورت نظر پڑی قافلہ کے آگے آگے چل رہی تھی میں نے کہا یہ ضعیفہ قافلہ کے آگے آگے اس لیئے ہو کہ کہیں قافلہ کا ساتھ نہ چھوٹ جائے۔ میرے پاس چند درہم تھے میں نے جیب سے نکال کر اس سے کہا یہ لے اور جب قافلہ کسی مقام پر ٹھہرے تو مجھ سے ملنا۔ میں تیرے واسطے لوگوں سے مانگ کر جمع کر دونگا تو سواری کرایہ کر لینا۔ اس ضعیفہ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور ہوا میں سے کچھ لیا اُسکے ہاتھ میں درہم نظر پڑے وہ درہم مجھکو دیئے اور کہا تو نے جیب سے نکالے اور میں نے غیب سے پائے۔ ایک عورت خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے کہہ رہی ہے۔ اے سب دلوں کے محبوب تیرے سوا میرا کون ہے تیری زیارت کو جو آج آیا ہے اُسپر رحم فرما۔ اب صبر کی تاب نہیں رہی اور تیرے اشتیاق کی زیادتی ہے اور دل کو انکار ہے کہ تیرے سوا کسی سے محبت کرے تو ہی میرا سوال و آرزو و مراد ہے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کب تیری ملاقات ہو گی۔ جنت کی نعمتیں میری مقصود نہیں۔ ہاں جنت اس واسطے مطلوب ہے کہ وہاں تیرا دیدار ہو گا۔

حکایت (۷۶) شیخ ابو عبدالرحمن بن خفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں بقصد حج بیت اللہ بغداد میں داخل ہوا۔ میرے دماغ میں صوفیوں کا تکبر تھا۔ یعنی

مجاہدہ وریاضتِ شاقہ اور ماسوی کو دل سے نکالنا۔ میں نے چالیس دن تک کچھ نہ کھایا اور مدت قیامِ بغداد میں حضرت جنیدؒ سے ملاقات نہ کی اور ایک قطرہ پانی کا بھی نہ پیا اور میں ہر وقت باطہارت رہتا تھا۔ اسی حال میں بغداد سے نکلا۔ ایک ہرن جنگل بیابان میں کنوئے پر دیکھا پانی پی رہا تھا میں پیاسا تھا۔ جب کنوئے کے پاس پہونچا وہ ہرن چل دیا اور پانی کنوئے کی تہ میں چلا گیا۔ میں بھی چل دیا اور کہا اے میرے سردار تیرے نزدیک میری قدر اس ہرن کے برابر بھی نہیں۔ پھر میں نے سنا کہ میرے پیچھے کوئی کہہ رہا ہے۔ ہم نے تجھ کو آزمایا مگر تو نے صبر نہ کیا جا پانی پی لے۔ ہرن بغیر رسی ڈول کے آیا اور تیرے پاس رسی اور ڈول تھا۔ میں کنوئے پر پھر آیا۔ کنواں منھ تک پانی سے بھرا تھا۔ میں نے اپنا کوزہ پانی سے بھر لیا اور مدینہ تک راہ میں اس سے وضو کرتا رہا۔ مگر وہ پانی ختم نہ ہوا۔ جب میں حج کر کے بغداد واپس آیا جامع مسجد میں گیا۔ حضرت جنید کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ فرمایا اگر تو کچھ دیر صبر کرتا۔ پانی تیرے قدموں سے جاری ہوتا۔

حکایت (۷۷) ایک صاحبدل فرماتے ہیں۔ میں جنگل بیابان میں جا رہا تھا۔ ایک فقیر پیادہ برہنہ پا، سر کھلا ہوا ایک بوسیدہ تہ بند باندھے ایک چادر کہنہ اوڑھے نظر آیا نہ اسکے پاس توشہ تھا نہ پانی کا سامان۔ میرے دل میں گذرا اگر اس کے پاس ڈول رسی ہوتی۔ جب پانی کی ضرورت ہوتی وضو کرتا، نماز پڑھتا تو اسکے حق میں بہتر تھا پھر میں اس سے مِل گیا۔ دوپہر کی سخت گرمی تھی۔ میں نے اس سے کہا اگر یہ کپڑا سر پر ڈال لیتے اور دھوپ سے بچ لیتے تو مناسب ہوتا۔ وہ خاموش رہا اور چلتا رہا۔ بعد ایک ساعت کے میں نے کہا تم ننگے پاؤں ہو کیا حرج ہے کچھ دیر میں جوتا پہنوں کچھ دیر تم پہن کر چلو۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں تم بڑی فضول باتیں کرتے ہو کیا تم نے یہ حدیث نہیں دیکھی ومن حسن الاسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ (خوبی اسلام انسان سے بے مطلب بات ترک کرنا ہے)۔ میں نے کہا ہاں دیکھی ہے۔ پھر وہ خاموش رہا اور ہم چلتے رہے مجھے پیاس لگی اور ہم سمندر کے کنارے جا رہے تھے۔ میری طرف متوجہ ہو کر پوچھا کیا تم پیاسے ہو، میں نے کہا نہیں۔ پر ہم ایک ساعت چلے اور پیاس مجھ پر غالب آ گئی پھر میری جانب توجہ کی اور پوچھا کیا تم پیاسے ہو میں نے کہا ہاں میں پیاسا ہوں۔ مگر تم میرے ساتھ اس موقع پر کیا کر سکتے ہو۔ اس شخص نے مجھ سے کوزہ لے لیا اور دریا

ہیں گھس کر پانی سے کوزہ بھر لایا اور مجھ سے کہا پیو۔ میں نے پیا۔ نیل کے پانی سے زیادہ شیریں اور صاف تھا۔

حکایت (۷۸) شیخ فتح موصلی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ میں نے جنگل میں ایک لڑکا نابالغ دیکھا، راہ چل رہا تھا اور اسکے لبوں کو جنبش تھی۔ میں نے سلام کیا۔ اُس نے جواب دیا۔ پھر میں نے سوال کیا صاحبزادے کہاں جا رہے ہو۔ کہا بیت اللہ کو جاتا ہوں۔ میں نے پوچھا کن الفاظ کے ساتھ اپنے لبوں کو حرکت دیتے ہو۔ کہا قرآن کے ساتھ۔ میں نے کہا ابھی تک تم پر تکلیف کا قلم نہیں چلا۔ کہا میں موت کو دیکھتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹوں کو لے رہی ہے۔ پھر میں نے کہا تمھارے قدم چھوٹے ہیں اور راہ دور ہے۔ کہا مجھ پر قدم اُٹھانا اور خدا پر منزل مقصود تک پہونچانا ہے۔ میں نے کہا توشہ اور سواری کہاں ہے۔ کہا توشہ میرا یقین اور سواری میرے پاؤں ہیں۔ کہا میں تم سے پوچھتا ہوں روٹی پانی کہاں ہے۔ کہا اے چچا کوئی مخلوق میں سے تمکو اپنے گھر بلائے کیا تم کو مناسب ہے کہ اپنے ساتھ توشہ اُسکے گھر لے جاؤ۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا میرا سردار اپنے بندوں کو اپنے گھر بلاتا ہے اور انکو گھر کی زیارت کی اجازت دی ہے۔ ان کے ضعف یقین نے اُنھیں توشہ لینے پر آمادہ کیا اور میں یہ بُرا جانتا ہوں۔ ادب کا لحاظ کرتا ہوں۔ کیا تمھیں گمان ہے کہ وہ مجھے ضائع و برباد کر دے گا۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ پھر لڑکا میری نظر سے غائب ہو گیا۔ پھر میں نے اُسے مکہ میں دیکھا۔ اور اس نے بھی مجھے دیکھا اور کہا۔ اے شیخ تم ابھی تک ضعف یقین ہی پر ہو۔

حکایت (۷۹) ایک صاحب فرماتے ہیں میں بیابان حجاز میں کچھ دنوں تک تنہا بے آب و دانہ رہا۔ باقلا اور روٹی کی خواہش ہوئی۔ میں نے جی میں کہا کہ میں جنگل میں ہوں میرے اور عراق کے مابین بڑی مسافت ہے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ایک دیہاتی نے دور سے کھانے کے لئے آواز دی میں نے اُسکے پاس پہونچ کر کہا کیا تیرے پاس گرم باقلا ہے۔ کہا ہاں۔ اور کپڑا بچھایا اور روٹی اور باقلا نکالا اور مجھ سے کہا کھاؤ۔ میں نے کھایا۔ اُس نے کہا اور کھاؤ۔ میں نے کھایا، اس نے تیسری بار پھر کہا اور کھاؤ۔ میں نے پھر کھایا۔ جب اُس نے چوتھی دفعہ کھانے کو کہا۔ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے میرے واسطے اس جنگل میں بھیجا ہے تو کون ہے۔ اُس نے کہا میں خضر ہوں۔ یہ کہکر غائب ہو گیا۔ پھر میں نے نہ دیکھا۔

حکایت (۸۰) حضرت شقیق بلخی رح فرماتے ہیں مکہ معظمہ کی راہ میں مجھے ایک معذور شخص ملا جو گھٹنوں کے بل زمین پر چلتا تھا۔ میں نے پوچھا کہاں سے آتے ہو کہا سمرقند سے میں نے کہا کتنی مدت تمکو راہ میں گذری اُس نے کہا کچھ اوپر دس برس میں نے تعجب کی نگاہ سے اسے دیکھا۔ اُس نے کہا اے شقیق تو مجھے کیا دیکھتا ہے میں نے کہا مجھے تیرے سفر دراز اور ضعف جان سے تعجب ہے پھر مجھ سے کہا اے شقیق میرا سفر دور و دراز ہے مگر شوق قریب کر رہا ہے۔ ضعف جان ضرور ہے لیکن میرا مالک اسکو اٹھائے لئے جاتا ہے۔ اے شقیق کیا تعجب ہے کہ بندے ضعیف کو اُس کا مولیٰ مہربان لے جاوے۔

حکایت (۸۱) ایک بزرگ فرماتے ہیں مجھکو اثنائے راہ میں ایک جوان لاغر اندام ناتوان پتلی پتلی پنڈلیاں روتا ہوا نظر آیا اور یہ کہتا ہوا پایا کیا ہی شوق اُس شخص کے واسطے ہے جو مجھے دیکھتا ہے اور میں اُسے نہیں دیکھتا۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے۔ کہا میرا حبیب ہے جس کے کوئی مشابہ نہیں اور میرا گھر بھی ایسا ہے جسمیں نہ صحن ہے نہ خیمہ۔ میں محلہ عشق سے آتا ہوں مگر اسکی صفت بیان نہیں کر سکتا کیونکہ ایسے کے پاس سے آیا ہوں کہ میرا منہ اس کا حال بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر وہ جوان دیر تک بیہوش رہا۔ لوگوں نے ہلایا تو مردہ پایا۔

روایت ہے کہ شیخ نجم الدین اصفہانی رح مکہ معظمہ میں کسی بزرگ کے جنازے کے ساتھ گئے جب دفن کر چکے تلقین کرنے والا بیٹھ کر تلقین کرنے لگا۔ شیخ نجم الدین رح ہنسے اور ان کی عادت تھی کہ ہنستے نہ تھے۔ کسی نے ہنسنے کا سبب پوچھا اُنھوں نے ڈانٹ دیا۔ بعد اسکے کسی موقع پر کہا مجھکو ہنسی اس روز اس بات پر آئی تھی کہ جب تلقین کرنے والا بیٹھا تو صاحب قبر نے کہا اے لوگو تم کو تعجب نہیں مردہ زندے کو تلقین کر رہا ہے۔

حکایت (۸۲) حضرت شیخ مزنی کبیر رح فرماتے ہیں میں مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ میرا دل گھبرایا۔ میں بقصد مدینہ منورہ مکہ سے باہر نکلا جب بیر میمونہ کے پاس پہونچا ایک جوان کو حالت نزع میں پایا۔ میں نے کہا کہہ لا الٰہ الا اللہ اُس نے آنکھیں کھول دیں اور کہا میں مرتا ہوں مگر دل میں میرے عشق موجود ہے اور مرض محبت ہی میں اچھے لوگ مرتے ہیں۔ یہ کہہ کر مر گیا۔ میں نے اسے نہلایا اور کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ جب میں اُس کام سے فارغ ہوا میرے دل کی پریشانی دفع ہو گئی۔ سفر کا ارادہ فسخ کیا اور مکہ معظمہ میں واپس آیا۔

ایک بزرگ کہتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک جوان پرانے کپڑے پہنے رہتا۔ اور ہم لوگوں

کے پاس نشست اسکی نہ تھی ہمیرے دل میں اُسکی محبت پیدا ہوئی مجھے دوسو درم حلال
کمائی سے مل گئے۔ میں نے وہ اُٹھائے اور اس جوان کے مُصلّے پر رکھ دیئے اور میں نے
کہا مجھے یہ وجہ حلال سے ملے ہیں انھیں تم اپنی ضرورتوں پر صرف کرو۔ اس نے مجھے تیز
نگاہ سے دیکھا اور کہا میں نے یہ نشست خلوتِ خدا کے ساتھ ستر ہزار دینار دے کراز ازاں
قیمت بر حالتِ فراغ میں خریدی ہے تم چاہتے ہو کہ مجھے اس قلیل مال سے فریب دو۔ یہ
کہکر اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ روپیہ پھینک کر چلا گیا۔ میں وہ روپیہ اُٹھانے لگا میں نے اس سے
بڑھ کر صاحبِ عزت جاتے وقت اور اپنے سے زیادہ ذلیل روپیہ اُٹھاتے وقت دوسرے کو نہ دیکھا

حکایت (۸۳)

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں مدینہ میں مقیم تھا ایک مرتبہ قبر
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا۔ ایک مردِ عجمی بڑے سردالا حضرت نبی علیہ السلام سے رخصت
ہو رہا تھا۔ جب وہ روضۂ پاک سے باہر نکلا میں اُسکے پیچھے لگا جب وہ مسجد ذوالحلیفہ
میں پہونچا درود پڑھ کر لبیک کہی میں نے بھی اس کی متابعت کی اور اُسکے پیچھے چلا۔
اس نے مڑ کر مجھے دیکھا اور کہا تو کیا چاہتا ہے۔ میں نے کہا تمہارے ساتھ رہنا۔ اس نے
انکار کیا۔ میں نے بخوشامد اصرار کیا۔ پھر اس نے کہا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو میرے
قدم بہ قدم چلے آؤ۔ میں نے کہا منظور ہے۔ پھر وہ روانہ ہوا اور بے راہ چلا اور میں بھی اُسکے
ہمراہ تھا۔ جب کچھ رات گذر گئی چراغ کی روشنی نظر آئی مجھ سے کہا یہ مسجد عائشہ رضہ کی ہے تم آگے بڑھو
یا میں آگے بڑھوں۔ میں نے کہا جو تمکو پسند ہو۔ پھر وہ مجھ سے آگے بڑھ گیا اور میں سو رہا۔ جب
صبح کا وقت ہوا میں مکہ معظمہ میں داخل ہوا طواف و سعی کر کے شیخ ابو بکر کتانی رح کی خدمت میں حاضر
ہوا ان کے پاس ایک جماعت مشائخِ وقت کی موجود تھی میں نے سبکو سلام کیا۔ مجھ سے شیخ کتانی رح نے
پوچھا تم کب آئے۔ میں نے کہا ابھی آیا ہوں۔ کہا کس مقام سے آتے ہو۔ میں نے کہا مدینہ منورہ سے
کہا کب چلے تھے میں نے کہا شب گزشتہ کو میں وہیں تھا۔ میرے اس قول سے ایک نے دوسرے کی
طرف بنظرِ تعجب دیکھا۔ پھر شیخ کتانی رح نے مجھسے پوچھا تم کس کے ساتھ یہاں آئے ہو میں نے کہا ایک شخص کے
ہمراہ، اس کا حال وقصہ یہ ہے اور تمام ماجرا ذکر کیا۔ شیخ مذکور نے کہا یہ تمہارے ہمراہ ابو جعفر
دامغانی تھے اور یہ اُن کے حالات میں سے بہت تھوڑا ہے۔ پھر اپنے اصحاب سے کہا اُٹھو اور
ان کو تلاش کرو۔ پھر مجھ سے کہا اے میرے لڑکے میں جانتا ہوں کہ تمہارا حال ایسا نہیں ہے
کہ ایک شب میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں داخل ہو جاؤ۔ پھر مجھ سے دریافت کیا تم کو چلتے وقت

زمین تمہارے زیرِ قدم کیسی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے کہا زمین مجھکو مثل نہر کے جو کشتی کے نیچے آتی ہے معلوم ہوتی تھی۔

حکایت (۸۴) حضرت سفیان بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں۔ ابراہیمؒ ابن ادہم کو بمقام مکہ معظمہ میں نے دیکھا کہ سوق اللیل میں جس جگہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت ہے رو رہے ہیں۔ تنگیٔ راہ سے وہ مجھ کو دیکھ کر ایک طرف دب گئے۔ میں نے انکو سلام کیا اور اس متبرک مقام میں درود پڑھا۔ میں نے ان سے کہا اے ابو اسحٰق اس مقام پر رونا کیسا ہی کہا اچھا ہے۔ میں دو بار بلکہ تین بار پھر کر وہاں آیا اور ان کو اسی حال میں روتے پایا اور ہر بار سوال کیا۔ بالآخر جواب دیا اے ابو سفیان میں تمکو ایسے امر کی خبر دوں جو تم اسکو ظاہر کر دو یا مجھ پر پوشیدہ رکھو میں نے کہا جو چاہو کہو۔ کہا میرا دل تیس برس سے ہریسہ کو چاہتا تھا میں بزور اسکو روکتا تھا۔ شب گذشتہ کو نیند نے مجھ پر غلبہ کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک خوبرو جوان اُسکے ہاتھ میں سبز پیالہ ہے اور اس سے بھاپ اُٹھ رہی ہے اور ہریسہ کی خوشبو آرہی ہے۔ میں نے اپنے دل کو سنبھالا وہ میرے پاس آیا اور کہا اے ابراہیم لے یہ کھا۔ میں نے کہا جو چیز خدا کے واسطے چھوڑ دی اسے نہیں کھاتا۔ کہا اگر خدا کھلاوے تب بھی نہیں کھائیگا۔ کہا قسم خدا کی تجھ سے کوئی جواب نہ آیا مگر رونا۔ پھر مجھ سے کہا کھاؤ خدا تم پر رحم کرے۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ ہم کو حکم ہے کہ کوئی چیز بھی اپنے توشہ دان میں نہ رکھیں۔ پھر اس نے کہا کھاؤ اللہ تعالےٰ تم سے درگذر فرمائے مجھ کو یہ رضوان داروغۂ جنت نے بحکم خدا دی ہے اور کہا ہے اے خضر یہ کھانا لیجاکر ابراہیم کو کھلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جان پر رحم فرمایا ہے انھوں نے بڑا صبر کیا اور اپنی جان کو ممنوع خواہشات سے روکا ہے۔ پھر کہا خدا کے بزرگ کھلاتا ہے اور تم اُسے روکتے ہو۔ اے ابراہیم میں نے فرشتوں سے سنا ہے کہتے تھے جو شخص بلا طلب دیا جائے اور لینے سے انکار کرے اُس کا انجام یہ ہے کہ طلب کریگا اور نہ پاوے گا۔ میں نے کہا اگر ایسا ہی تو میں، تمہارے سامنے موجود ہوں خدا کا عہد اب تک نہیں توڑا۔ اتنے میں دوسرا جوان آیا اور اس نے حضرت خضر کو کچھ دیکر کہا یہ ابراہیم کے منھ میں لقمہ بناکر دیدو۔ حضرت خضر مجھ کو کھلاتے رہے، یہانتک کہ میں سوکر اٹھا اور کھانے کا مزہ منھ میں اور رنگ زعفران میرے لبوں پر تھا۔ میں چاہ زمزم پر گیا منھ دھویا، کلّی کی نہ مزا منھ کا گیا اور نہ رنگ زعفرانی سفیانؒ کہتے ہیں میں نے اُن سے کہا مجھ کو دکھلاؤ اُنھوں نے دکھلایا اُسوقت تک

اثر باقی تھا۔ پھر میں نے کہا اے خدائے بزرگ جو خواہش نفسانی روکنے والوں کو جبکہ ان کی روک اور باز رہنا درست ہو جائے کھلاتا ہے۔ اے وہ ذاتِ کریم جس نے اپنے دوستوں کے دلوں کو صحت و استقامت لازم کردی ہے۔ اے وہ ربِ رحیم جو اپنے دوستوں کے دلوں کو شرابِ محبت پلاتا ہے۔ کیا سفیان کے واسطے بھی تیرے پاس یہ ہے۔ کہتے ہیں پھر میں نے حضرت ابراہیم کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسکو آسمان کی طرف اُٹھا کر دعا مانگی۔ خداوندا بہ برکت قدر و عزت اس ہاتھ کے اور قدر صاحب اس ہاتھ کے اور اسکی حرمت کے جو تیرے نزدیک ہے اور برکت تیرے جود و سخا کے جو تو نے اُسپر کی ہے خداوندا اپنے بندے پر سخاوت کر جو کہ تیرے فضل و احسان کا محتاج ہے۔ اے ارحم الراحمین اگرچہ وہ تیرے فضل و کرم کا مستحق نہیں ہے۔ اے رب العالمین۔

حکایت (۸۵) حضرت ابراہیمؒ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے خانہ کعبہ کا حج کیا میں طواف میں تھا کہ ایک جوان خوبصورت جس کے حسن و خوبی سے لوگ متعجب تھے نظر آیا میں اسکو دیکھ کر روتا تھا کسی نے کہا اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجعون۔ بیشک شیخ کو غفلت نے گھیر لیا ہے۔ پھر کہا اے میرے سردار یہ کیسا دیکھنا ہے جسکے ساتھ رونا ملا ہوا ہے۔ انھوں نے جواب دیا بھائی میں نے خدا سے عہد کیا ہے اور اسکے توڑنے پر قادر نہیں۔ ورنہ اس جوان کو اپنے پاس بلاتا اور اسے سلام کرتا۔ کیونکہ یہ میرا بیٹا میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میں نے اسکو کم سن چھوڑا تھا اور خدا کی طلب میں بھاگ کر یہاں آیا اور اب وہ بڑا ہو کر یہاں آیا ہے اور مجھ کو خدا سے شرم آتی ہے کہ جس چیز کو اسکے واسطے چھوڑا پھر اسی کو لوں۔ تم اس جوان کے پاس جاکر میرا سلام کہو شاید میرے بے چین دل کو تسلی ہو اور میری سوزش جگر سرد ہو۔ پھر میں اس جوان کے پاس گیا اور کہا خدا تمہارے باپ کو برکت دے اس نے کہا اے چچا میرے باپ کہاں ہیں وہ تو مجھے چھوڑ کر خدا کی طلب میں گھر سے نکل گئے۔ کاش میں انکو ایک ہی مرتبہ دیکھتا اور میرا دم ان کے سامنے نکل جاتا۔ افسوس صد افسوس۔ اتنا کہا اور شدت رونے سے اس کا دم بند ہونے لگا۔ پھر کہا خدا کی قسم میں چاہتا ہوں میں ان کو ایک نظر دیکھ لوں اور اسی جگہ مر جاؤں۔ پھر رونے لگا۔ راوی کہتے ہیں میں حضرت ابراہیم کے پاس آیا۔ وہ سجدے میں پڑے تھے اور سنگریزے ان کے آنسوؤں سے تر تھے۔ وہ رو رو کر عاجزی کے ساتھ خدا سے دعا مانگ رہے تھے۔ میں نے کہا اسکے حق میں دعا کرو۔ کہا

خداوند کریم اسکو گناہوں سے روکے اور اپنی مرضی کے کاموں پر اسکی مدد کرے۔

حکایت (۸۶) شیخ ابوبکر دقاق فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں بیس برس تک میرے جی نے دودھ کی خواہش کی۔ میں عسفان گیا اور وہاں ایک عرب کے قبیلے میں مہمان ہوا ناگاہ میری نظر ایک خوبصورت لڑکی پر پڑی اُس نے میرا دل اپنی محبت میں لے لیا۔ صاحب خانہ نے کہا اے شیخ اگر تو سچا ہے تو تیرے دل سے دودھ کی خواہش جاتی رہے۔ میں مکہ معظمہ کو واپس آیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور گھر جاکر سو رہا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا اے خدا کے نبی، خدا تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے خدا نے تمکو زلیخا سے بچایا۔ جواب میں فرمایا بلکہ اے مبارک خدا تمھاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے عسفان والی عورت سے بچ گئے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السّلام نے نرم آواز سے یہ آیت پڑھی وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ

کسی بزرگ کا قول ہے انسان نفس کے پھندے اور نفس کی مدد سے نہیں نکل سکتا۔ ہاں خدا کی مدد سے نفس کی شر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اور کہا ہے خدا ہی کے ساتھ آرام پکڑ اور خدا سے الگ ہوکر آرام نہ لے جس نے خدا کے ساتھ میں آرام پایا نجات پائی اور جس نے خدا کو چھوڑ کر آرام چاہا ہلاک ہوا۔ خدا کے ساتھ آرام میں دل کو ذکر خدا سے راحت ہوتی ہے اور خدا سے علیحدہ ہوکر راحت پانا دوام غفلت کی علامت ہے۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی ترمذی حکیم رح کہتے ہیں ذکرِ خدا دل کو تر کرتا اور نرمی پیدا کرتا ہے۔ اور جب دل ذکرِ خدا سے خالی ہوتا ہے اسکو نفس کی حرارت اور آتشِ شہوت پہونچتی ہے اور دل خشک ہوکر سخت ہو جاتا ہے اور جملہ اعضاء طاعتِ خدا سے باز رہتے ہیں۔ جب ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جاتے ہیں۔ جیساکہ خشک لکڑی جھکانے سے نہیں جھکتی اور کاٹنے اور جلانے کے کام کی ہو جاتی ہے۔ شیخ ابوعبداللہ محمد ابن فضل رح فرماتے ہیں۔ تعجب ہے اس شخص سے کہ جنگل و بیابان اپنے گھر جانے اپنی اولاد سے ملنے کی غرض سے طے کرتا ہے اور اپنے نفس کی خواہش کو نہیں قطع کرتا کہ دل تک پہونچے جسمیں اُسکے مولیٰ کی علامات ہیں۔ شیخ ابوتراب نخشبی رح کا قول ہے جو خدا کے ساتھ مشغول ہوکر اس سے پھرے گا فوراً غضب الہٰی میں مبتلا ہوگا۔

حکایت (۸۷) روایت ہے کہ ایک صاحبدل نے تنہا سفر حج کیا اور خدا سے قول کیا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں گا اثنائے راہ میں کسی مقام پر ٹھہر گیا۔ مدت گذری کچھ نہ ملا۔ چلنے سے عاجز ہوا۔ اپنے جی میں کہا۔ یہ ضرورت کا حال ہے ہلاکت کو ضعف سے پہونچا دیتی

ہے اور وہ حج سے باز رہنے کا باعث ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خود منع فرماتا ہے کہ اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو پھر اس بزرگ نے سوال کا ارادہ کیا اُسکے دل میں ایسا خطرہ پیدا ہوا جس نے ارادہ سوال سے روکا۔ پھر کہا میں مر جاؤں گا مگر جو عہد میرے اور خدا کے درمیان ہے نہ توڑوں گا۔ قافلہ چلا گیا اور یہ اکیلا رہ گیا۔ رو بقبلہ ہوکر موت کا منتظر تھا۔ ناگاہ ایک سوار اُسکے سر پہ آ کھڑا ہوا اُسکے پاس پانی کا ظرف تھا پانی پلایا اور اسکی ضرورت رفع کی اور کہا تم قافلے سے ملنا چاہتے ہو۔ کہا اب قافلہ کہاں۔ کہا اُٹھو۔ چند قدم چل کر کہا۔ یہاں ٹھہرو قافلہ آتا ہوگا۔ وہ بزرگ وہاں ٹھہرے رہے قافلہ پیچھے سے آتے دیکھا (میں کہتا ہوں) اخیر کتاب میں جواب انکار اس قصے کا آوے گا۔

حکایت (۸۸) کہتے ہیں ایک جوان کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور درود شریف کا شغل رکھتا تھا۔ کسی نے اس سے پوچھا تم کو اس درود کا کچھ اثر معلوم ہوا۔ کہا ہاں۔ میں اور میرے والد حج کو چلے راہ میں میرے والد بیمار ہوکر مر گئے۔ ان کا منھ کالا، آنکھیں کرنجی ہوگئیں، پیٹ پھول گیا۔ میں رویا اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میرے باپ مسافرت میں مر گئے اور ایسے مرے۔ جب رات ہوئی مجھ پر نیند غالب آئی۔ خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ سفید کپڑے پہنے ہیں۔ عمدہ عطر کی خوشبو آرہی ہے حضور میرے باپ کے پاس آئے اور میرے باپ کے منھ پہ ہاتھ پھیرا دودھ سے زیادہ سفید اور روشن چہرہ ہوگیا۔ پھر پیٹ پہ ہاتھ پھیرا جیسا تھا ویسا ہوگیا۔ پھر حضرت نے جانا چاہا۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور حضرت کی چادر مبارک پکڑ کر عرض کیا اے میرے سردار قسم اس ذات کی جس نے آپکو اس حالتِ مسافرت میں میرے باپ کے پاس بھیجا۔ آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا تو مجھے نہیں پہچانتا۔ میں محمد رسول خدا صلعم ہوں۔ یہ تیرا باپ بڑا نافرمان گناہگار تھا۔ مگر مجھ پر درود بہت بھیجا کرتا تھا۔ جب اسپر یہ مصیبت نازل ہوئی مجھ سے فریاد کی۔ میں اسکی فریاد کو پہونچا۔ اور میں ہر ایک کا فریاد رس ہوں جو دنیا میں بکثرت مجھکو درود بھیجتا ہو۔

حکایت (۸۹) ابو الحسن سراج کہتے ہیں۔ میں بیت اللہ کا حج کرنے گھر سے چلا کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک عورت حسینہ جس کے حسن وجمال نے عالم کو روشن کر دیا تھا نظر پڑی۔ میں نے کہا خدا کی قسم آج تک کہیں ایسی حسینہ وجمیلہ عورت نظر نہ آئی شاید یہ حسن وخوبی بوجہ کم فکر وغم کے ہے۔ یہ بات اُس عورت نے سنی اور کہا اے مرد تو نے کیا کہا۔ خدا کی قسم میں

غموں سے جکڑی ہوئی ہوں، دل فکروں سے زخمی ہے۔ اس غم میں میرا کوئی شریک نہیں۔ میں نے کہا دہ کیا ہے۔ کہا میرے شوہر نے ایک بکری قربانی کی ذبح کی اور میرے دو چھوٹے لڑکے کھیل رہے تھے۔ اور ایک چھوٹا بچہ شیرخوار میری گود میں تھا۔ میں کھانا پکانے اٹھی، بڑے لڑکے نے چھوٹے سے کہا آؤ میں تمہیں دکھلاؤں میرے باپ نے بکری کے ساتھ کیسا کام کیا چھوٹے لڑکے نے کہا ضرور دکھلاؤ۔ پھر بڑے لڑکے نے چھوٹے لڑکے کو پچھاڑ کر ذبح کر ڈالا۔ اور خود پہاڑ پر بھاگ گیا۔ وہاں اسکو بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا۔ اس کا باپ اسکی تلاش میں گیا وہ شدت پیاس سے مرگیا۔ چھوٹے بچے کو چھوڑ کر میں دروازے تک گئی کہ دیکھوں کہاں گیا۔ ہانڈی چولہے پر تھی چھوٹے بچّہ نے گرم ہانڈی اپنے اوپر اونڈیل لی اور وہ بھی جل کر مرگیا۔ یہ خبر میری بڑی لڑکی کو جو اپنے شوہر کے پاس تھی پہونچی سنتے ہی پچھاڑ کھا کر زمین پر گری اور جان دیدی۔ ان سب میں صرف مجھ کو زمانہ نے تنہا باقی رکھا میں نے کہا تو ان بڑی مصیبتوں پر کیسے صبر کرتی ہے۔ کہا کوئی ایسا نہیں جو صبر اور گھبراہٹ میں فرق کرے اور انکو ان دونوں کے درمیان راہ نہ ملے صبر کا انجام نیک ہے اور گھبرانے والے کو کچھ عوض نہیں ملتا۔ یہ کہکر وہ عورت چلی گئی۔

حکایت (۹۰) حضرت ابراہیم خواص رح فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھ کو سفر میں پیاس معلوم ہوئی اور شدت پیاس سے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ کسی نے میرے منھ پر پانی چھڑکا میں نے آنکھیں کھولیں، ایک مرد حسین خوبرو گھوڑے پر سوار دیکھا، اُس نے مجھکو پانی پلایا۔ اور کہا میرے ساتھ رہو۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ اس جوان نے مجھ سے کہا۔ تم کیا دیکھتے ہو۔ میں نے کہا یہ مدینہ ہے۔ کہا اتر جاؤ۔ میرا سلام حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا اور عرض کرنا آپ کا بھائی خضر آپ کو سلام کہتا ہے۔

شیخ ابوالخیر اقطع رض فرماتے ہیں۔ میں مدینہ منورہ میں آیا پانچ دن وہاں قیام کیا مجھ کو کچھ ذوق ولطف حاصل نہ ہوا میں قبر شریف کے پاس حاضر ہوا اور حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کو سلام کیا اور عرض کیا اے رسول اللہ آج میں آپکا مہمان ہوں۔ پھر وہاں سے ہٹ کر منبر کے پیچھے سو رہا۔ خواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضرت ابوبکر رض آپکی داہنی اور حضرت عمر رض آپ کی بائیں جانب تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپ کے آگے تھے۔ حضرت علی رض نے مجھ کو بلایا اور فرمایا اٹھ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں میں اُٹھا اور حضرتؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان چوما۔ حضورؐ نے ایک روٹی مجھ کو عنایت فرمائی

میں نے آدھی کھائی اور جاگا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

حکایت (۹۱) شیخ ابو جعفر صفار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں ایک جنگل میں مدت تک رہا اور مدت تک پیاسا رہا۔ ضعیف و ناتوان ہو گیا۔ میں نے ایک مرد کو دیکھا دبلا پتلا منھ کھولے آسمان کو دیکھ رہا ہے۔ میں نے کہا کیوں کھڑے ہو۔ کہا تجھ کو کیا مطلب مولیٰ اور اسکے غلام کے درمیان کیوں گھسا آتا ہے۔ پھر ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہا یہ راہ ہے۔ میں اُسکے اشارہ کیطرف چلا۔ کچھ دور گیا ہوں گا کہ دو روٹیاں نظر آئیں ایک پر گرم گوشت تھا اور ایک کوزہ پانی کا بھرا ہوا۔ میں نے پیٹ بھر کر روٹی کھائی اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر اسکے پاس واپس آیا اور کہا تصوف کیا ہے۔ اُس نے تبسم کیا۔ اور کہا ایک چیز ظاہر ہونے والی تھی ظاہر ہوئی، اس نے اپنا مطیع کیا اور جان و مال مباح کر دیا یعنی تصوف پوشیدہ امر کا ظاہر ہو جانا ہے۔ بندہ مبہوت ہوتا ہے، لٹ جاتا ہے۔ جو کچھ مال و دولت پاس ہوتی ہے اسکو بالکل مباح کر دیتا ہے یہاں تک کہ اپنے نفس کے واسطے کچھ بھی چیز پسند نہیں کرتا۔ اور اصطلام محل قہر و حیرت اور سراسر دہشت ہے (میں کہتا ہوں) اسی اصطلام کی جانب شیخ ابو الغیث یمنی مشہور نے اشارہ فرمایا فرماتے ہیں اہل حضوری چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو خطاب کے وقت ہمہ تن کان بن جائیں دوسرے مشاہدہ جمال و جلال میں ہمہ تن آنکھ ہیں تیسرے انوار تجلی میں مبہوت ہیں، چوتھے وہ جن کی زبان حال شفاعت اعلیٰ وجہ الکمال کے واسطے مستعد ہے۔

حکایت (۹۲) شیخ علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک سال میں نے سواری پر سفر حج کیا۔ لوگوں کو پا پیادہ دیکھ کر ان کے ساتھ پیدل چلنا مجھ کو بھی بھلا معلوم ہوا میں سواری سے اترا اور ایک شخص کو اپنی سواری پر سوار کر دیا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ پیدل چلا۔ ہم قافلہ کے چند اشخاص ایک جانب پڑ گئے اور راہ راست چھوڑ دی ناگاہ ہمکو نیند غالب آئی اور ہم سب کے سب سو گئے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ چند خوبصورت لڑکیاں ہاتھوں میں سونے کے طاش اور چاندی کے لوٹے لئے پیدلوں کے پاؤں دھو رہی ہیں۔ صرف میں باقی رہ گیا۔ ایک اُن میں سے بولی کیا یہ مردان لوگوں میں نہیں ہے۔ دوسری نے جواب دیا اسکے پاس سواری ہے۔ پہلی نے کہا بلکہ یہ بھی انھیں میں ہے کیونکہ ان کے ہمراہ پیادہ پا چلنا اُسکو پسند آیا۔ یہ بات سنکر جو کچھ مجھ کو رنج تھا تعب دفع ہو گیا۔

حکایت (۹۳) شیخ علی بن موفق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے بچاس سے اوپر

حج کئے اور ان کا ثواب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اور اپنے ماں باپ کی ارواح کو بخشا۔ صرف ایک حج میرے پاس بخشنے سے باقی رہ گیا۔ میں نے میدانِ عرفات میں اہلِ موقف کو دیکھا اور ان کی آواز کا شور سنا۔ میں نے نیت کی اور خدا سے دعا مانگی کہ خداوندا اگر ان لوگوں میں کوئی ایسا ہو جس کا حج قبول نہ ہوا ہو تو اسکو میں یہ حج دیتا ہوں۔ تاکہ اسکا ثواب اسکو ملے۔ اس شب کو مقام مزدلفہ میں میں نے رات گذاری خداوند تعالیٰ کو خواب میں دیکھا مجھے ارشاد ہوا اے علی بن موفق تیری سخاوت کی بدولت میں نے ان اہل موقف اور ان کے مثل دوسرے اور ان سے دوگنے اور چوگنے لوگوں کو بخش دیا اور ہر شخص کی شفاعت اسکے گھر والوں اور دوستوں اور پڑوسیوں کے حق میں قبول کی اور میں تو تقویٰ اور مغفرت والا ہوں۔

حکایت (۹۴) حضرت شیخ ذوالنون مصری رضؓ فرماتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ کشتی میں سوار ہوا اور میرے ہمراہ ایک جوان خوبصورت نورانی چہرہ تھا، جب ہم وسطِ دریا میں پہنچے مالک کشتی کی تھیلی جسمیں مال تھا گم ہوگئی جملہ اہل کشتی کی تلاشی لی گئی جب نوبت اس حسین جوان کی آئی اُس نے ایک جست کی اور دریا کی لہروں پر بیٹھ گیا، اُسکے واسطے لہر مثل تخت کے قائم ہوگئی اور روانگی سے باز رہا۔ ہم لوگ کشتی سے یہ حال دیکھ رہے تھے۔ پھر اس جوان نے کہا۔ اے میرے مولیٰ لوگوں نے مجھے چوری کی تہمت لگائی ہے۔ اے میرے دل کے دوست میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ جس قدر جانور اس جگہ ہیں تو ان کو حکم کر کہ اپنا منھ پانی سے باہر نکالیں ان کے منھ میں جواہر ہوں۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں، اسکی بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ہم لوگوں نے دیکھا، دریائی جانور سامنے جہاز کے جمع ہوگئے اور ہر ایک منھ نکالے اور منھ میں جواہر لئے ہوئے تھے ان موتیوں کی آب و تاب سے دریا روشن ہوگیا۔ اور دیکھنے والوں کی نگاہ چوندھیا گئی۔ پھر وہ جوان دریا میں کودپڑا اور پانی پر خوشی سے اتر اکر چلتا تھا اور یہ کہتا تھا۔ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ یہاں تک کہ وہ ہماری نگاہوں سے غائب ہوگیا۔ اسی واسطے میں نے سیاحی اختیار کی کیونکہ سفر میں اولیاء اللہ سے ملاقات ہوجاتی ہے۔ اور مجھ کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آیا۔ فرماتے ہیں میری امت میں تیس ۳۰ نیک مرد ہمیشہ رہیں گے کہ ان کے دل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح ہوں گے۔ جب ان میں سے ایک مرجاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اسکی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے۔

حکایت (۹۵) حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں حالتِ سفر میں مجھ کو

ایک جنگل میں سخت تکلیف ہوئی ہیں نے وہ مصیبت برداشت کی اور اس پر صبر کیا۔ جب میں مکہ معظمہ میں داخل ہوا مجھ میں کسی قدر خودبینی آگئی ایک بوڑھی عورت نے حالت طواف میں مجھ کو پکار کر کہا۔ اے ابراہیم میں تیرے ساتھ اسی جنگل میں تھی۔ مگر میں نے تجھ سے کلام نہیں کیا تاکہ تیرا دھیان اسکی طرف سے نہ پھر جائے۔ اپنے دل کے وسوسے کو نکال ڈال + شیخ ابوالحسین مزین فرماتے ہیں میں نے جنگل میں تنہا ننگے پاؤں ننگے سر سفر کیا۔ میرے دل میں گذرا کہ امسال کوئی بھی میری طرح تنہا دنیوی تعلقات سے پاک اس سفر میں نہ ہوگا۔ مجھ کو پیچھے سے ایک شخص نے کھینچ لیا اور کہا۔ اے حجام کب تک تیرا جی جھوٹی باتیں کریگا۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے نفس کے چھوڑنے ہی میں خدا سے وصال ہے اور نفس سے ملنا خدا سے جدا ہونا ہے۔ اور کہتے ہیں ہجر آگ ہے اور وصل جنت ہے۔ اور یہ بھی کسی کا قول ہے۔ خداوند تعالےٰ نے اپنے سب بندوں کو معرفت عطا فرمائی ہے۔ اور بمقدار اسی معرفت کے اسکو بلاؤں کی برداشت بہت عنا فرمائی ہے۔

حکایت (۹۶) ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میں نے سمنون رح کو طواف میں دیکھا اور وہ لچک کر خوش خوش چلتے تھے۔ میں نے کہا اے شیخ تمکو خداوند عالم کے روبرو کھڑے ہونے کی قسم ہے مجھ کو خبر دو کس بات سے تم واصل الی اللہ ہوئے۔ جب ذکر موقف سنا بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو کہا اے بھائی میں نے اپنے نفس پر پانچ خصلتیں لازم کر لیں ہیں۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ جو کچھ مجھ میں (اپنے خواہش نفسانی سے) زندہ تھا اُسے مار ڈالا۔ اور جو چیز مجھ میں مردہ تھی اور وہ میرا دل ہے زندہ کیا۔ دوسرے جو میری نظروں سے غائب تھا اسکو روبرو جانا یعنی آخرت کا حصہ اسکو باقی رہنے والا سمجھا۔ اور جو میرے روبرو حاضر تھا اسکو غائب تصور کیا۔ یعنی دنیوی عیش کو فانی جان کر اس سے ملتفت نہ ہوا۔ تیسرے جو چیز میرے نزدیک فانی تھی (یعنی تقویٰ خوف خدا) اسکو باقی رکھا جو میرے نزدیک باقی تھے (یعنی خواہش نفس) اسکو فنا کر دیا۔ چوتھے جس چیز سے لوگ دہشت کرتے ہیں میں نے اس سے انس و محبت کی۔ اور جس چیز سے لوگ الفت کرتے ہیں میں اس سے بھاگا۔ یہ کہکر حضرت سمنون رح چلے گئے۔

حکایت (۹۷) حضرت شیخ ابوالربیع رح فرماتے ہیں۔ میں مکہ معظمہ میں ایک جماعت فقراء کے ساتھ رہتا تھا۔ اس جماعت میں ایسے بھی تھے جو سیر کر چکے تھے اور اپنے اندر حالات و کیفیات پاتے تھے۔ اور میں نے اپنے جی سے بحث شروع کر دی تھی اس بات پر کہ میرا

کوئی نیک عمل نہیں۔ میں نے اپنے جی میں غور وفکر کیا کہ مجھ میں بھی کوئی ایسی کیفیت پیدا ہوئی ہے جو آئندہ زمانہ میں اسکے آثار ملاحظہ کروں تو میں نے اپنے کو بالکل محتاج اور فقیر پایا۔ میں نے اپنے دل سے کہا کہ بڑی عاجزی ہے جو چیز نہ ہو اس کا انتظار کروں۔ پھر میں نے سوچا کوئی ایسا عمل کروں جسکا اثر فوراً ظاہر ہو۔ پھر میں نے معلوم کیا کہ کوئی عمل بہتر طواف سے نہیں۔ بس میں نے کثرتِ طواف اختیار کی۔ میری جماعت سے ایک صاحب نے کہا کب تک پانی بھرنے والے گدھے کی طرح پھرتے رہوگے۔ کیا اس کام میں تمکو مقامِ قلب تک رسائی ہوئی۔ میں نے جواب دیا نہیں اور نہ میں قلب کو پہچانتا ہوں کہ اسکو پانے کی کوشش کروں اور نہ مجھکو کوئی مکان معلوم ہے کہ اسکو طلب کروں۔ ولیکن میں نے خدا کا فرمانا سنا ہے (ولیطوفوا بالبیت العتیق) یعنی قدیم گھر کا طواف کیا کرو) سنا ہے اسکے ظاہر پر میرا عمل ہے۔

حکایت (۹۸)

شیخ ابو یعقوب بصریؒ فرماتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ حرم شریف میں دس روز تک بھوکا رہا۔ یہانتک کہ میں ضعیف ہوگیا۔ میرے جی نے کوشش کی کہ جنگل کو نکل جاؤں شاید کوئی ایسی چیز پاؤں جس سے بھوک کو تسکین دوں۔ میں جنگل کو تلاش قوت نکلا ایک شلجم سڑا ہوا زمین پر پڑا ملا۔ میں نے اسے اٹھالیا۔ مگر میرے دل میں گونہ وحشت و اضطراب اس حرکت سے پیدا ہوا۔ گویا کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے۔ تو دس دن تک بھوکا رہا۔ آخر تیرا حصہ گرا ہوا اور بدرنگ شلجم تھا۔ میں نے وہ شلجم پھینک دیا اور مسجد حرام میں چلا آیا۔ اور بیٹھ رہا۔ ناگاہ ایک مرد آیا اور میرے روبرو آکر بیٹھا اور اس نے ایک تھیلی رکھ کر کہا۔ یہ تھیلی سو اشرفیوں کی تیرے واسطے ہے۔ میں نے اس سے کہا یہ خالص میرے واسطے کیوں ہے۔ اس نے جواب دیا میں دس روز سے دریا میں تھا اور میری کشتی ڈوبنے کو تھی۔ اہل کشتی میں سے ہر ایک نے جدا جدا نذر مانی کہ اگر خدا ڈوبنے سے بچائے تو کچھ خیرات کرونگا۔ اور میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا مجھ کو بچالے تو یہ پانچسو اشرفی کی تھیلی خیرات کروں گا اور خانہ کعبہ کے مجاورین سے جسپر اول میری نگاہ پڑے اسی کو دونگا۔ اور تم سب سے پہلے مجھ کو ملے۔ لہذا تمکو دیتا ہوں۔ میں نے کہا اسے کھولو اس نے وہ تھیلی کھولی تو بجائے اشرفیوں کے میدے کی روٹی مصری اور بادام چھلے ہوئے اور شکر پارے اسمیں تھے۔ میں نے ایک ایک مٹھی سب میں سے لی اور یہ کہا باقی اپنے بچوں کو تقسیم کردینا۔ میری جانب سے یہ ان کو ہدیہ ہے اور تمہارا ہدیہ میں نے قبول کیا۔ پھر میں نے اپنے جی سے کہا اے نفس تیرا رزق دس روز سے تیری طرف چلا آتا ہے اور تو جنگل میں ڈھونڈنے گیا تھا۔

حکایت (۹۹) شیخ بنان حمال رح فرماتے ہیں میں مکہ معظمہ کو مصر سے جاتا تھا۔ میرے ساتھ توشہ بھی تھا۔ راہ میں ایک عورت ملی اور کہا اے بنان تم حمال ہو بیٹھ کر بوجھ اٹھاتے ہو تمکو گمان ہے کہ رزق نہ ملیگا۔ کہتے ہیں میں نے توشہ پھینک دیا۔ تین دن مجھ پر گذرے کچھ نہ کھایا راہ میں ایک خلخال پڑی ملی میں نے دل سے کہا اسکو اٹھالوں اس کا مالک آئیگا شاید اسکے عوض مجھے کچھ دے۔ اتنے میں وہی عورت آئی اور کہا تم سوداگر ہو کہتے ہو اس کا مالک آئیگا میں اس سے کچھ لوں گا۔ پھر میری طرف کچھ درم پھینک دئیے اور کہا یہ خرچ کرو۔ مجھ کو وہ درم واپسی مصر تک کافی ہوئے۔

حکایت (۱۰۰) شیخ ابوبکر کتانی رح فرماتے ہیں۔ موسم حج میں بمقام مکہ معظمہ مسئلہ محبت صوفیائے کرام کے درمیان پیش ہوا مشائخ نے اس مسئلہ میں گفتگو کی۔ حضرت جنید رح ان سب میں کمسن تھے۔ سب نے ان سے کہا کچھ تم بھی بیان کرو جو تمہارے نزدیک حق ہو ظاہر کرو حضرت جنید رح نے اپنا سر جھکایا اور آنسو ان کے جاری ہوئے۔ پھر کہا محب وہ بندہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہا۔ خدا کے ذکر سے ملا ہو۔ اسکے حق ادا کرتا ہو خدا کی طرف دل سے دیکھتا ہو اسکے دل کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو اسکے لئے صاف شراب خدا کی محبت کا پیالہ ہو۔ خداوند عالم الغیب کے پردوں سے اسکے واسطے ظاہر ہو گیا ہو۔ اگر کلام کرے تو اللہ کے ساتھ۔ یعنی خدا اسکی زبان ہے اگر بولے تو اللہ ہی سے۔ اگر حرکت کرے تو خدا ہی کے حکم سے۔ اگر تسکین پائے تو خدا ہی کے ساتھ وہ اللہ کے ساتھ ہو اور اللہ کے واسطے اور اللہ کے ہمراہ۔ تمام مشائخ رونے لگے اور کہا اس سے زیادہ اور کوئی کیا بیان کریگا۔ اے تاج العارفین خدا تجھ کو اور زیادہ عقل دانائی عطا فرمائے۔

حکایت (۱۰۱) حضرت ضحاک بن مزاحم رض فرماتے ہیں شب جمعہ کو مقام کوفہ میں بقصد جامع مسجد گھر سے نکلا شب ماہ تھی، ایک جوان صحن مسجد میں رو رہا تھا مجھ کو کوئی شک نہ ہوا کہ یہ خدا کا ولی ہے میں اس کے قریب گیا تاکہ اس کا کہنا سنوں۔ وہ مناجات میں کہہ رہا تھا اے عزت والے تجھ ہی پر میرا بھروسا ہے جس کا تو مطلوب و مقصود ہو وہی مبارک ہے اور خوش وقتی بھی اسی کو جو حالت خوف و ڈر میں رات بھر رہا۔ اپنے ہی خدائے کریم کی جانب شکایت ہو اور اسکو کوئی علت ہو نہ مرض۔ پس خدا ہی کی محبت میں یہ حال ہو۔ جب اندھیری رات میں اپنے خدا سے تنہائی میں عاجزی کر رہا ہو، خدا اسکی دعا قبول کرے اور لبیک کہے۔

بار بار پہلا فقرہ اس کی زبان پر تھا اور روتا جاتا تھا اور میں بھی اُس پر ترس کھا کر رو رہا تھا۔ پھر کوئی بات کہی جس کا مطلب یہ تھا کہ شیخ نے نور دیکھا اور یہ سنا۔ میں حاضر ہوں۔ اے میرے بندے تو میری پناہ میں ہے اور جو کچھ تو نے کہا میں نے سب سنا۔ تیری آواز کے فرشتے مشتاق ہیں اور تیرے گناہ میں نے بخش دیئے (میں کہتا ہوں) شاید یہ دیکھنا اور سننا حالتِ خواب میں ہو۔ یا وقت ورود حال و غیبت ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر میں نے اسکو سلام کیا اُس نے جواب دیا۔ میں نے کہا خدا تم میں اور تمہاری رات میں برکت دے۔ خدا تم پر رحم کرے تم کون ہو۔ اس نے کہا میں راشد بن سلیمان ہوں۔ میں نے ان کو پہچانا، ان کے حالات پہلے ہی سے سن چکا تھا اور ان کے نام سے واقف تھا۔ اور مدت سے ان کی ملاقات کی تمنا رکھتا تھا، مگر امکان میں نہ تھی۔ اب بآسانی خدا نے نصیب کی۔ میں نے کہا کیا مجھ کو اپنے ہمراہ رکھ سکتے ہو.. کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے جو شخص مناجات رب العلمین میں لذت پاتا ہو وہ مخلوق سے کب انس و محبت کریگا خدا کی قسم اس زمانہ کے مشائخ پر اگر کسی بزرگ صحیح نیت والے کا گذر ہو تو وہ ضرور کہدیگا کہ یہ لوگ قیامت پر ایمان نہیں لائے۔ کہتے ہیں پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گیا معلوم نہ ہوا کہ آسمان پر اڑ گیا یا زمین میں سما گیا۔ مجھ کو اسکی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔ پھر میں نے خدا سے دعا مانگی کہ ایک مرتبہ پھر موت سے پہلے مجھ کو ملا دے۔ بعد اسکے ایک سال میں حج کو گیا۔ اتفاقاً وہ خانہ کعبہ کے سائے میں بیٹھا نظر آیا، گرد اسکے ایک گروہ تھا، سورۂ انعام اسکو سنا رہے تھے مجھ کو دیکھ کر مسکرایا اور کہا یہ علماء کی مہربانی ہے اور یہ اولیاء اللہ کی تواضع ہے۔ پھر وہ کھڑا ہو کر مجھ سے بغلگیر ہوا اور مصافحہ کیا۔ اور کہا کیا تم نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ موت سے پہلے مجھے اور مجھ کو ملا دے میں نے کہا ہاں۔ پھر کہا الحمد للہ علیٰ ذلک۔ پھر میں نے اس سے کہا خدا تم پر رحم کرے جو کچھ تم نے آج کی رات دیکھا یا سنا ہو مجھے خبر دو۔ اس نے نہایت زور سے ایک چیخ ماری۔ میں نے خیال کیا، شاید اس کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اسکے گرد جو قرآن پڑھ رہے تھے، سب چلے گئے۔ جب ہوش آیا کہا۔ اے بھائی اولیاء اللہ کے دلوں میں خدا کی ہیبت و خوف ان اسرار کے بیان کرنے میں کسقدر ہے تم سے کیا پوشیدہ ہے۔ میں نے کہا یہ لوگ جو تمہارے گرد تھے، کون تھے۔ کہا جن تھے بوجہ صحبتِ قدیم میں ان کی عزت و حرمت کرتا ہوں۔ وہ مجھ کو قرآن شریف سناتے ہیں اور ہر سال میرے ساتھ حج کرتے ہیں۔ پھر اس نے مجھے رخصت کیا اور کہا اے بھائی خدا مجھ کو اور تم کو جنت میں یکجا کرے۔ پھر وہاں جدائی نہ ہوگی اور نہ

غم و رنج و محنت کا نام ہو گا۔ پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گیا اور دوبارہ بعد اسکے نظر نہ آیا۔

حکایت (۱۰۲) کہتے ہیں ایک عابد حرم شریف کے پاس رہتا تھا۔ ہر شب کو دو روٹیاں ایک شخص اسکو دے جاتا تمام دن روزہ رکھتا۔ شام کو بعد افطار کے وہ روٹیاں کھاتا۔ اور بجز خدا کے کسی سے مشغول نہ ہوتا۔ ایک دن اُسکے جی نے کہا تو اپنی روزی کی تسکین اس مخلوق سے کرتا ہے اور جو تمام مخلوق کا رازق ہے اسے بھولے ہوئے ہے۔ یہ کیسی غفلت ہے جب وہ مرد حسب معمول اُسکے پاس روٹیاں لایا اُس نے واپس کیں تین دن اس فقیر کو گذرے کھانے کو کچھ نہ ملا۔ اپنے خدا سے شکایت کی۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ وہ خدا کے سامنے کھڑا ہے۔ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے اے میرے بندے جو کچھ میں تیرے پاس اپنے بندے کے ہاتھ بھیجا کرتا تھا تو نے کیوں پھیر دیا۔ عرض کیا اے پروردگار میرے جی کو تیرے سوا دوسرے سے سکون تھا۔ حکم ہوا وہ روٹیاں تیرے پاس کون بھیجا کرتا تھا۔ کہا خداوند تعالےٰ تو ہی بھیجا کرتا تھا۔ فرمایا تو کس سے لیتا تھا۔ کہا تجھ سے لیا کرتا تھا۔ فرمایا۔ اب لے لینا اور دوبارہ واپس نہ کرنا۔ پھر اسی حال میں کیا دیکھتا ہے کہ وہی شخص روٹیاں لانے والا خدا کے روبرو کھڑا ہے اور خدا تعالےٰ فرمارہا ہے اے میرے بندے میرے اس بندے کی روزی تو نے کیوں موقوف کردی۔ اس نے عرض کیا خداوندا تو خوب جانتا ہے حکم ہوا اے بندے تو کس کو دیا کرتا تھا۔ کہا تجھ کو دیتا ہوں فرمایا حسب عادت اپنی جاری رکھ اور اپنے معمول پر قائم رہ اور اس کا ثواب تیرے واسطے بہشت ہے۔

حکایت (۱۰۳) احمد بن حواریؒ فرماتے ہیں میں ابوسلیمان دارانی کے ہمراہ مکہ معظمہ کی راہ میں تھا۔ راہ میں میرا مشکیزہ گر گیا۔ میں نے ابوسلیمان کو خبر دی۔ انھوں نے کہا اے گمشدہ چیز کے ملانے والے ہماری گمشدہ چیز ہم کو واپس کر۔ کچھ دیر بھی نہ گذری تھی کہ ایک شخص آیا کہتا تھا کس کا مشکیزہ گرا ہے۔ میں نے دیکھا میرا مشکیزہ تھا۔ میں نے لے لیا۔ ابو سلیمان نے فرمایا میں نے گمان کیا تھا کہ ہم بغیر پانی کے رہ گئے۔ پھر ہم کچھ دور گئے ہوں گے اور سردی کی شدت تھی اور ہم پوستین پہنے ہوئے تھے۔ ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ دو پرانی چادریں اس کے بدن پر تھیں اور اُسے پسینہ بہ رہا تھا۔ ابوسلیمان نے اس سے کہا کہو تو کپڑا جاڑوں کا ہم تم کو دیدیں۔ اُس نے جواب دیا جاڑا گرمی سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ اگر ان کو حکم کرے گا دونوں مجھ کو گھیر لینگے اور اگر حکم کرے گا دونوں مجھ کو چھوڑ دینگے اور میں تو تیس سال سے

اسی جنگل میں اسی حالت میں پھرتا ہوں۔ سردی میں شدت جاڑے سے نہ کبھی کانپا نہ تھرتھرایا۔ اور نہ گرمی میں پسینہ جاری ہوا۔ جاڑے میں مجھ کو اپنی آتش محبت پہناتا ہے اور گرمی میں اپنے عشق کی سردی کی چاشنی عطا کرتا ہے۔ اے دارانی تم کپڑے کیطرف اشارہ کرتے ہو یعنی اسکا استعمال کرتے ہو اور زہد چھوڑ دیتے ہو تمکو سردی تکلیف دیتی ہے۔ اے دارانی روتے ہو اور چیختے ہو۔ اور سرد ہوا سے آرام پاتے ہو۔ پھر ابو سلیمان چلے گئے۔ کہتے ہیں مجھ کو بجز اس شخص کے کسی نے نہ پہچانا۔

اس حکایت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب ابو سلیمانؒ کی برکتِ دعا سے مشکیزہ گم شدہ مل گیا اور اُن کے یقین کا ثمرہ ظاہر ہو گیا۔ خداوند تعالےٰ نے ان کو خود پسندی اور تکبر سے جوان کو مشکیزہ ملنے سے پیدا ہونے کا احتمال تھا محفوظ رکھا خداوند تعالےٰ نے انکو اس نیک مرد کا حال دکھلا دیا کہ اُن کی نظر میں ان کی حالت حقیر معلوم ہو اور یہی خداوند تعالیٰ کا طریقہ ہے اپنے دوستوں کی حفاظت کرتا ہے ان کو اعمال ان کی نظروں میں حقیر و ذلیل کر کے دکھلاتا ہے تاکہ وہ تکبر اور خود پسندی سے محفوظ رہیں۔

حکایت (۱۰۴) ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے طواف میں ایک ادھیڑ عمر والے شخص کو دیکھا کہ مشقتِ عبادت نے اسکو ضعیف کر دیا تھا۔ ہاتھ میں عصا تھا اسکے سہارے طواف کر رہا تھا۔ میں نے اس سے اُس کا شہر دریافت کیا۔ کہا خراسان کا رہنے والا ہوں۔ پھر مجھ سے کہا تم اپنے وطن سے یہاں تک کتنے عرصہ میں راہ طے کرتے ہو۔ میں نے کہا دو یا تین مہینوں میں کہا ہر سال کیوں نہیں حج کرتے۔ پھر میں نے پوچھا تمہارے اور مکہ معظمہ کے درمیان کتنے دنوں کی مسافت ہے۔ کہا پانچ برس کی۔ میں نے کہا خدا کی قسم ہے یہ اسی کا فضل اور سچی محبت ہے۔ وہ شخص یہ سنکر ہنسا۔

حکایت (۱۰۵) ایک بزرگ کہتے ہیں۔ میں نے مکہ کی راہ میں ایک جوان کو دیکھا اترا کر خوش خوش چل رہا تھا گویا کہ وہ اپنے مکان کے صحن میں ہے میں نے کہا اے جوان کیسی چال ہے۔ جواب دیا یہ چال جوانوں کی خدائے رحمٰن کے خادموں کی ہے۔ میں نے پوچھا توشہ سواری کہاں ہے۔ میری یہ بات اسکو ناگوار ہوئی۔ بُری طرح مجھ کو دیکھ کر کہا۔ اے شخص اگر کوئی غلام ضعیف اپنے مولیٰ کا قصد رکھتا ہو اور اپنے ساتھ اس کے گھر کھانا پانی نہ لیجائے تو کیا ہو اس کا مولیٰ اپنے دروازے سے ہٹا دے گا۔ میرے مولیٰ صاحبِ قدر و عزت نے جب مجھ کو میرے قصد سے بلایا ہے وہی مجھ کو رزق دیگا۔ پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا اور دوبارہ میں نے اسکو نہ دیکھا۔

حکایت (۱۰۶) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے مکۂ معظمہ میں ایک فقیر کو خانۂ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ اپنی جیب سے ایک پرچہ کاغذ کا نکال کر دیکھا۔ دوسرے تیسرے دن بھی یہی حرکت کی۔ پھر ایک دن طواف کرکے پرچہ کو دیکھا، کچھ دور گیا۔ مردہ ہو کر گر پڑا۔ میں نے اسکی جیب سے پرچہ نکال کر دیکھا یہ آیت لکھی تھی واصبر لحکم ربک فانک باعیننا یعنی اپنے پروردگار کے حکم کا صبر کر اور منتظر رہ کیونکہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ شیخ ابو العباس حضرت خضرؑ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک ابدال سے پوچھا آپنے کسی ولیِ خدا کو دیکھا ہے جو آپ سے درجہ میں بڑا ہو، کہا ہاں۔ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گیا۔ وہاں شیخ عبدالرزاقؒ کو دیکھا ان کے گرد ایک گروہ بیٹھا حدیث سن رہا تھا۔ اور مسجد شریف کے ایک کونے میں ایک جوان سر بزانو بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کہا اے جوان کیا تم نہیں جانتے کہ شیخ عبدالرزاق سے لوگ حدیث سُن رہے ہیں۔ تم ان کے ساتھ کیوں نہیں سنتے، اس جوان نے میرے کہنے کی کچھ پرواہ نہ کی اور نہ سر اٹھایا اور کہا وہاں وہ لوگ ہیں جو عبدالرزاق سے حدیث سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو رزاق سے سنتے ہیں نہ اُسکے بندے سے۔ میں نے کہا اگر تمہارا کہنا سچ ہے تو بتاؤ میں کون ہوں۔ اس جوان نے سر اٹھا کر کہا اگر فراست وسمجھ مومن کی سچ ہے تو آپ خضر ہیں۔ میں نے جانا کہ اللہ کے دوست ایسے بھی ہیں جن کو بوجہ اُن کے عالی مرتبہ ہونے کے میں نہیں پہچانتا۔

حکایت (۱۰۷) ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ ہم مدینہ منورہ میں تھے کبھی کبھی اُن آیات وعلاماتِ خداوندی کا جو خدا نے اپنے خاص بندوں اور اپنے دوستوں کو عطا فرمائی ہیں ذکر کرتے تھے، ایک شخص نابینا ہمارے قریب رہتا تھا جو کچھ ہم کہتے وہ سنتا تھا، ایک مرتبہ وہ ہمارے پاس آیا اور کہا مجھ کو تمہاری باتوں سے انس پیدا ہوا۔ صاحبو! میرے بال بچے تھے۔ میں جانب بقیع لکڑی لینے گیا۔ وہاں ایک جوان ملا کرتا کتان کا پہنے ہوئے۔ ہاتھ میں موتی لئے۔ میں نے اپنے جی میں کہا یہ مال مفت ہاتھ سے نہ جانا چاہیئے اور اسکے کپڑے اتار لینے کا قصد کیا۔ میں نے اس سے کہا اپنے کپڑے اتار دے۔ اُس نے کہا خدا کی حفاظت میں چلا جا۔ میں نے اس سے دو مرتبہ بلکہ تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ اس نے کہا میرے کپڑے ضرور لے گا میں نے کہا ہاں ضرور لوں گا، پھر اس جوان نے اپنی دو انگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں آنکھیں نکل کر گر پڑیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم تم کون ہو۔ کہا میں ابراہیم خواصؒ ہوں (میں کہتا ہوں) ابراہیم خواصؒ نے چور کو اندھا ہونے کی بددعا دی اور ابراہیم ادہمؒ نے اپنے مارنے

والے کے حق میں جنت کی دعا کی وجہ اسکی یہ ہے۔ شیخ ابراہیم خواص نے دیکھا کہ چور بغیر اندھا ہوئے توبہ نہ کرے گا۔ یہ دنیا کا عذاب اسکے حق میں مناسب سمجھا۔ اور شیخ ابراہیم بن ادہم کو اس مارنے والے کو ایذا دینے میں اس کا توبہ کرنا معلوم نہ ہوا لہذا براہ کرم و جوانمردی اُس کے حق میں نیک دعا فرمائی۔ ان کی دعا کی برکت سے اُس شخص کو برکت و خیر حاصل ہوئی اور توبہ و استغفار و عذر کرتا ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابراہیم بن ادہم رحمہ نے فرمایا وہ سر جو محتاج عذر خواہی کا تھا میں بلخ میں چھوڑ آیا۔ یعنی تکبر ریاست اور غرور شرافت کا میرے دماغ میں اسوقت تھا جبکہ میدان تکبر و خود بینی میں حب جاہ و زینت دنیا کے گھوڑے پر سوار ہو کر سلطنت بلخ میں دوڑتا پھرتا تھا اور اب تو میرے سر سے یہ سب نکل گیا اور بعوض تکبر و خود پسندی کے ذلت و عاجزی و تواضع لے لی اور احمقوں کی خلعت جو غرور کے سوت سے بنی گئی تھی میں نے اتار ڈالی۔ کمینوں کا زیور جو کہ نحوست و حیرانی و شادمانی کے تانبے سے بنایا گیا ہی اُتار پھینکا اور بعوض اُسکے مجھ کو وہ خلعت عطا ہوا ہے جسمیں شرافت ابدی ہے۔ اور اہل تحقیق اور صاحبان خضوع کے زہد و پرہیز کے سُوت سے جو توفیق کے تکلے پر کتا ہے۔ بنایا گیا۔ مجھ کو وہ زیور رحمت ہوا ہے جس کو اولیاء اللہ پہنتے ہیں اور وہ زیور معرفت کے جواہر ادب کے یاقوتوں، نیک عادات اہل طریق سے مرصع ہوا اور مجھکو شراب محبت مشاہدۂ جمال دوست کے فرش پر بٹھا کر پلائی گئی ہے جبکہ مجھ کو بادشاہ حقیقی کا قرب حاصل ہو گیا۔ اب مجھ کو ایک ادنیٰ خادم کی خطاء سے جو میرے لشکر کا سپاہی ہو کیا پرواہ ہے۔ اور جبکہ لیلیٰ اپنے مجنون کی جانب ملتفت ہو کر اسکے حال زار پر متوجہ ہو اور اپنے دوست کو بلند جگہ عنایت کرے۔ اپنی قیمتی جمال کی خوبی کے مشاہدے میں مشغول رکھے تو اسوقت اگر کوئی کتا لیلیٰ کے قبیلہ کا بھونکے یا حملہ کرے مجنون کو کیا غم ہے۔ یہ اشعار حسب حال ہیں ؎

اگر مجنوں کو لیلیٰ گھر بلائے	بلطف و مہر پاس اپنے بٹھائے
جمالِ بے بہا کا ہو نظارہ	غم ہجراں کرے دل سے کنارہ
تو کچھ کھٹکا نہیں مجنون کو اس سے	سگِ لیلےٰ اگر سو بار بھونکے

حکایت (۱۰۸) مولف کتاب کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے یمن کے رہنے والے نے بیان کیا۔ وہ اپنے شہر کے کسی بزرگ کے ہمراہ حج کو گئے جب جدہ میں پہنچے مکہ معظمہ تک جانے کو اونٹ کرایہ کئے اور قافلہ کے ساتھ چلے۔ راہ میں سلاطین مکہ میں سے کوئی شاہزادہ ملا اس نے بطور چنگی یا ٹیکس راہداری اہل قافلہ سے کچھ روپیہ وصول کیا۔ صرف ہم دونوں رہ گئے۔

ہم سے وصول کرنا چاہا۔ اور ہمارا اونٹ روکا۔ شیخ نے جس کے ہمراہ میں تھا اُس سے کہا
اونٹ چھوڑ دے اُس نے انکار کیا چند بار یہی کہا اور شیخ نے بھی پہلا جواب دیا۔ اسکو انکار
تھا اور غصہ زیادہ ہوتا جاتا تھا، پھر اس ٹیکس لینے والے نے کہا مجھکو میرے باپ کے سر کی
قسم ہے بغیر اس قدر لئے نہ چھوڑوں گا۔ اور زیادہ مال مانگا۔ شیخ نے کہا میرے مولا کی
قسم میں تجھ کو کچھ نہ دوں گا۔ پھر شیخ نے ساربانوں سے کہا چلو۔ ہم سب چلے۔ وہ چنگی لینے والا
اپنے گھوڑے پر رہ گیا۔ حرکت کی قدرت تک انکو نہ تھی۔ پھر شیخ کے پاس اپنا غلام بھیجا معذرت
چاہی اور اس عذاب سے خلاصی طلب کی۔ شیخ نے قبول کیا اسوقت وہ چل نکلا۔ اور
اس کا گھوڑا بھی چلا بعد اسکے کہ بالکل رفتار کی طاقت نہ رہی تھی۔

حکایت (۱۰۹) حضرت بشر حافی رح فرماتے ہیں۔ ان کے پاس ایک گروہ آیا۔
اور سلام کیا۔ انھوں نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا ہم شام کے رہنے والے ہیں۔ آپ کو سلام کرنے
آئے ہیں اور حج کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تمہارا حج قبول فرمائے۔ انھوں نے کہا
آپ بھی ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں تاکہ آپ کی صحبت میں ہم سب حج ادا کریں۔ انھوں نے
انکار کیا۔ انھوں نے اصرار کیا۔ پھر فرمایا جب تمہاری یہی خوشی ہے میں تین شرطوں پر منظور کرتا ہوں
اپنے ساتھ کوئی چیز از قسم توشہ سفر نہ لے چلیں۔ نہ ہم کسی سے راہ میں سوال کریں۔ اگر کوئی ہم کو
کچھ دے وہ بھی نہ لیں۔ انھوں نے کہا نہ ساتھ کچھ لے جائیں نہ سوال کریں یہ تو ہو سکتا ہے۔
لیکن اگر کوئی دے اور باوجود ضرورت کے نہ لیں اسکی قدرت ہم کو نہیں۔ بشر حافی رح نے فرمایا
شاید تم گھر سے اپنے توشوں پر بھروسا کر کے چلے ہو، خدا تعالیٰ پر توکل نہیں ہے تم سب چلے جاؤ اور
مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔ پھر فرمایا فقیروں میں اچھے تین فقیر ہیں۔ ایک وہ ہے جو سوال نہیں کرتا
اور اگر دیا جائے لیتا بھی نہیں۔ یہ فقیر روحانیوں میں سے ہے۔ پاکباز روحانیوں کے ساتھ ہے
دوسرا فقیر سوال نہیں کرتا اگر کوئی دے لے لیتا ہے۔ اس فقیر کے واسطے حضرت قدس میں دسترخوان
بچھائے جائینگے۔ تیسرا فقیر سوال کرتا ہے اور اگر دیں بقدر کفایت لے لیتا ہے اس کا کفارہ اس کا
صدق ہے یعنی حاجت کے وقت سوال کرتا ہے اور حاجت سے زیادہ نہیں لیتا۔
روایت ہے کہ حضرت بشر حافی رح کے پاس ایک جماعت صوفیوں کی آئی سب گدڑی پوش تھے
آپ نے کہا اے لوگو اللہ سے ڈرو یہ لباس ترک کر دو کیونکہ اس لباس سے تم پہچانے جاتے ہو۔ سب
خاموش رہے۔ مگر ایک جوان ان میں سے بولا قسم خدا کی ہم اسکو ضرور پہنیں گے، ضرور پہنینگے

یہاں تک کہ تمام دین خدا کے واسطے ہو جائے۔ آپ نے کہا خوب کہا لیے جوان تمہارے ہی جیسے اسکے پہننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

حکایت (۱۱۰) ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میں نے جنگل میں ایک فقیر کو دیکھا۔ اس نے ڈول کنوئیں میں لٹکایا۔ رسّی ٹوٹ گئی۔ ڈول گر پڑا مدت تک کنوئیں پر ٹھہرا رہا۔ اور کہا تیری عزت کی قسم بغیر اپنا ڈول لیئے نہ ٹلوں گا۔ یا مجھ کو یہاں سے چلے جانے کا حکم ہو۔ راوی کا بیان ہی میں نے دیکھا کہ ایک پیاسی ہرنی کنوئیں پر آئی اور کنوئیں میں جھانکی۔ پانی اُبلا اور کنوئیں کے اوپر تک آگیا ڈول پانی کے ساتھ کنوئیں کے منھ پر آ گیا۔ فقیر نے ڈول لے لیا اور رو کر کہا۔ خدایا تیرے نزدیک میری قدر ہرنی کے برابر بھی نہیں۔ ہاتف نے آواز دی۔ اے مسکین تو کنوئیں پر رسی ڈول لے کر آیا۔ اور ہرنی جملہ اسباب چھوڑ کر ہم پر بھروسا کر کے آئی۔ بعض کہتے ہیں فقیر نے بوجہ بے تکلفی کے اپنے مولیٰ کے ساتھ قسم کھائی تھی کہ بغیر ڈول لئے نہ جاؤں گا خدا نے اس کی برکت سے پیاسی ہرنی کو پلایا۔ اور اس کی قسم بھی پوری کر دی اور ہرنی کا آنا اور پانی کا اُسکے واسطے بڑھنا اسمیں اولیاء اللہ کے واسطے تہذیب اخلاق ہے۔ جملہ اسباب ترک کر کے مسبب کیطرف رجوع کرنے کی تعلیم ہے۔

حکایت (۱۱۱) شیخ ابوالخیر اقطع رح سے کسی نے عجائب احوال پوچھے کہا عجیب تر جو میں نے دیکھا ہے یہ ہے کہ ایک حبشی غلام نے مسجد طرطوس میں اپنا سر گدڑی میں ڈالا اور دل میں حرم اور زیارت خانہ کعبہ کا خیال کیا اور پھر اپنا سر گدڑی سے باہر نکالا اور وہ حرم میں پہونچ گیا۔

عبدالواحد بن زید نے ابو عاصم بصری رح سے پوچھا جب تمکو حجاج نے طلب کیا تم نے کیا کیا۔ کہا میں اپنے بالاخانہ میں تھا، لوگوں نے میرا دروازہ توڑا اور اندر گھس آئے۔ میں نے دفعتہً اپنے کو ڈھکیل دیا۔ ناگاہ مکہ میں کوہ ابوقبیس پر پہنچا۔ عبدالواحد نے پوچھا آپ کو وہاں کھانا کہاں سے آتا تھا۔ کہا دو روٹیاں جو بصرہ میں مجھ کو ملتی تھیں وہی ایک بڑھیا افطار کے وقت میرے پاس لاتی تھی۔ عبدالواحد نے کہا خدا نے اس دنیا کو حکم دیا ہے کہ ابو عاصم کی خدمت کرے۔

حکایت (۱۱۲) ایک صاحب کا بیان ہی کہ ہم شیخ ابو محمد جریری رح کے پاس تھے انھوں نے کہا کہ کوئی تم میں ایسا ہی کہ خدا تعالیٰ کے ارادے کو قبل اس کے کہ وہ اپنی بادشاہت میں کوئی نیا کام کرنا چاہے اُسکے ظاہر ہونے سے پہلے جانتا ہے۔ ہم سب نے کہا نہیں۔ آپ نے کہا ایسے دلوں پر روؤ جو اللہ تعالےٰ سے کچھ نہیں پاتے۔ کہتے ہیں ایک بزرگ بیمار ہوئے اُن کے

روبرو ایک پیالہ میں دوا آئی۔ کہا آج دنیا میں نئی بات ہوئی ہے۔ جب تک مجھ کو معلوم نہ ہو جائے
کچھ نہ کھاؤں گا نہ پیونگا۔ چند روز بعد خبر آئی کہ اس دن قرمطی مکہ میں داخل ہو گئے اور جنگ
عظیم ہوئی۔ راوی کا قول ہے کہ میں نے یہ حکایت ابن کاتبؒ سے بیان کی کہا تعجب ہے۔ شیخ ابو عثمان
مغربیؒ نے کہا یہ کچھ تعجب کی بات نہیں پھر ابو علی بن کاتبؒ نے کہا آج کے دن مکہ کی کیا خبر ہے۔
کہا اسوقت طلحہ والے اور اولاد حسن باہم لڑ رہے ہیں اور طلحہ والوں نے ایک غلام حبشی کو سردار کیا
ہے، اُسکے سر پہ سرخ عمامہ ہے اور آج مکہ معظمہ میں بقدر حرم ابر ہے۔ پھر ابن کاتب نے مکہ معظمہ
خط لکھ کر دریافت کیا۔ جیسا ابو عثمان نے بیان کیا تھا ویسا ہی واقعہ گذرا۔

حکایت (۱۱۳) شیخ ابو جعفر حدادؒ شیخ جنید بغدادیؒ کے استاد فرماتے ہیں۔ میں
مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ میرے بال بہت بڑھ گئے تھے اور میرے پاس از قسم نقد کچھ نہ تھا۔ میں ایک حجام
کے پاس گیا جس کو میں نیک سمجھتا تھا اور اس سے کہا خدا کے واسطے میری حجامت بنا دے۔ اُس نے
کہا ہاں بہت خوشی سے حاضر ہوں۔ وہ ایک دنیادار کی حجامت بنا رہا تھا اسکو چھوڑ کر مجھ کو بٹھایا۔
اور میرے بال مونڈے۔ پھر مجھ کو کاغذ کا ایک پرچہ دیا جس میں چند درم تھے اور کہا اس سے اپنی
دوسری ضروریات رفع کرنا۔ میں نے وہ درم اس سے لے لئے اور دل میں نیت کی کہ جو کچھ مجھکو
پہلے ملے میں حجام کو دونگا۔ میں مسجد میں گیا۔ وہاں ایک میرا بھائی اہل طریقت میں سے ملا اور کہا
تمہارا ایک بھائی بصرے سے یہ تھیلی جسمیں تین سو دینار ہیں تمہارے لئے لایا ہے۔ میں نے وہ تھیلی
اس سے لی اور حجام کے پاس گیا اور اُس سے کہا لو یہ تین سو دینار ہیں اپنے کاموں میں اللہ
کے واسطے خرچ کرو۔ اس نے جواب دیا اے شیخ تمکو شرم نہیں آتی۔ مجھ سے کہا تھا اللہ واسطے
میری حجامت بنا دو۔ اب میں اسکی اجرت تم سے لوں۔ تم یہ لیجاؤ خدا تم سے درگذر فرمائے۔

حکایت (۱۱۴) حضرت شیخ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دن میرے
دل میں گذرا کہ تو بخیل ہے۔ پھر میں نے کہا میں بخیل نہیں۔ دل نے کہا تو ضرور بخیل ہے۔ پھر میں نے
کہا جو کچھ اول مجھ کو ملیگا وہ اس فقیر کو دونگا جو مجھ سے پہلے ملے۔ میرے دل میں یہ خطرہ پوری طرح
گذرنے ہی پایا تھا کہ فلاں شخص (شیخ نے اس کا نام لیا) میرے پاس پچاس دینار لایا میں لیکر چلا۔
راہ میں سب سے پہلے مجھ کو ایک فقیر مادرزاد نابینا ملا۔ حجام کے سامنے بیٹھا حجامت بنوا رہا تھا۔ میں نے
وہ دینار فقیر کو دئیے۔ فقیر نے کہا حجام کو دو۔ میں نے کہا یہ دینار ہیں۔ فقیر نے سر اُٹھا کر کہا کیا
ہم نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ تم بخیل ہو۔ پھر میں نے وہ دینار حجام کے حوالے کئے۔ حجام نے کہا

جسوقت یہ فقیر سر منڈوانے میرے آگے بیٹھا میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اس سے کچھ اجرت نہ لوں گا۔ شیخ کہتے ہیں میں نے وہ دینار لے کر دریا میں ڈال دیئے۔ میں نے کہا اے مالِ دنیا خدا تیرے ساتھ یہی کرے۔ جو تجھ کو دوست رکھے گا خدا اسکو ذلیل کریگا۔

حکایت (۱۱۵) شیخ ابراہیم خواص فرماتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ جنگل میں گیا۔ ایک نصرانی نظر آیا جو کمر میں زنار باندھے ہوئے تھا۔ اُسنے میرے ساتھ رہنا چاہا۔ پھر ہم دونوں سات دن تک برابر چلے گئے بعد ازاں اس نصرانی نے مجھ سے کہا۔ اے دینِ حنیفی کے عابد کچھ کرامات دکھلاؤ ہم بھوکے ہیں۔ میں نے کہا خدایا اس کافر کے روبرو مجھ کو رسوا نہ کر۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک طباق اسمیں روٹی اور گوشت اور کھجور تازہ اور پانی میرے سامنے آیا۔ ہم دونوں کھا پی کر چل دئیے اور سات دن تک چلے گئے۔ پھر میں نے جلدی کرکے کہا اے عابد نصرانی کچھ تم بھی کرامات ظاہر کرو۔ اب تمہاری باری ہے۔ اس نے عصا پر تکیہ لگا کر دعا کی۔ دو طبق جن میں میرے طبق سے دوگنا کھانا اور پانی تھا سامنے آگئے۔ مجھ کو حیرت ہوئی اور میری حالت بدل گئی۔ میں نے کھانے سے انکار کیا۔ اس نے اصرار کیا۔ میں نے قبول نہ کیا۔ اس نے کہا آپ کھائیے میں آپ کو دو بشارتیں دیتا ہوں ایک ان میں کلمہ شہادت ہے اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشہد ان محمد ارسول اللّٰہ اور زنار اتار کر پھینک دی۔ دوسری بشارت جو میں نے کہی تھی وہ یہ ہے کہ خداوندا اگر اس بندے کے واسطے تیرے پاس کچھ حصہ ہے تو ہم پر اپنے فضل و کرم کا دروازہ کھول دے۔ شیخ فرماتے ہیں۔ پھر ہم دونوں نے کھایا پیا اور چل دیئے اور حج سے فارغ ہوکر ایک سال مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ وہ عابد وہاں مرگیا اور بطحا میں دفن ہوا۔

حکایت (۱۱۶) روایت ہے کہ حضرت حذیفہ مرعشی رح سے کسی نے پوچھا تم نے ابراہیم ابن ادہم رح سے عجیب تر کیا دیکھا۔ کہا ہم مکہ معظمہ کی راہ میں چند روز رہے کچھ کھانے کو نہ ملا پھر ہم کوفہ میں آئے اور ایک ویران مسجد میں ٹھہرے۔ میری جانب ابراہیم بن ادہم نے دیکھا اور کہا۔ اے حذیفہ تم بھوکے معلوم ہوتے ہو۔ میں نے کہا میں آپ کو بھی بھوکا دیکھتا ہوں۔ پھر مجھ سے کہا کاغذ اور دوات میرے پاس لاؤ۔ میں کاغذ دوات حاضر کی۔ پھر انھوں نے کہا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ تو ہر حال میں مقصود ہے۔ اور ہر طرح تیری ہی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ پھر مجھ کو رقعہ دیا اور کہا جاؤ خدا کے سوا کسی سے دل نہ لگانا۔ جو شخص پہلے تم کو ملے اس کو دیدینا۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ میں رقعہ لیکر چلا۔ پہلے مجھ کو ایک شخص خچر پر سوار ملا۔ وہ رقعہ میں نے

اسکو دے دیا۔ اس نے لیکر جب اُسکا مضمون پڑھا۔ رو دیا اور کہا یہ رقعہ والے کہاں ہیں۔ میں نے کہا فلاں مسجد میں مقیم ہیں۔ پھر مجھ کو ایک تھیلی دی جس میں چھ سو دینار تھے۔ اسکے بعد میں ایک اور شخص سے ملا۔ اس سے خچر سوار کا حال دریافت کیا۔ کہا وہ نصرانی ہے۔ میں وہ تھیلی لے کر ابراہیم ادہمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام قصہ بیان کیا۔ فرمایا ان کو ہاتھ نہ لگانا وہ ابھی آتا ہے بعد ایک ساعت کے وہ نصرانی آیا اور شیخ ابراہیم ابن ادہمؒ کے قدموں پر گرا اور مسلمان ہوا۔

حکایت (۱۱۷) شیخ ابوحمزہ خراسانیؒ فرماتے ہیں ایک سال میں حج کو گیا میں جا رہا تھا کہ ایک کنوئیں میں گر پڑا۔ میرے دل نے کہا کسی سے مدد چاہوں۔ پھر میں نے کہا ہرگز مدد نہ چاہوں گا، خدا کی قسم کسی کو نہ پکاروں گا۔ یہ فقرہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ دو شخص کنوئیں پر گذرے۔ ایک نے کہا آؤ اس کنوئیں کا منہ بند کردیں تاکہ کوئی شخص اسمیں نہ گرے پھر وہ نرسل اور مٹی لائے اور کنوئیں کا منہ پاٹ دیا۔ اور اس کا نشان تک مٹا دیا۔ میں نے قصد کیا کہ چلاؤں۔ پھر جی میں کہا خدا کی قسم ہرگز نہ چلاؤں گا بلکہ جو ان دونوں سے زیادہ قریب ہے اسی کو پکاروں گا۔ میں یہ کہہ کر خاموش ہو رہا۔ ایک ساعت گذری تھی کہ کوئی آیا اور کنوئیں کا منہ کھول کر اُس نے اپنا پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیا۔ اور کچھ گنگنانے کی آواز آئی گویا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے لپٹ جاؤ۔ میں مطلب سمجھ گیا اور اُس سے لٹک گیا۔ اس نے مجھے کنوئیں سے نکال لیا۔ میں نے دیکھا ایک درندہ ہے۔ ہاتف نے آواز دی کیا۔ کیا یہ اچھا نہیں ہم نے تجھکو تلف ہونے سے تلف کرنے والی چیز کے ذریعہ نجات دی۔

حکایت (۱۱۸) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کھیتی باڑی و باغبانی کرتے تھے ایک دن ان کے پاس ایک سپاہی آیا اور اُس نے میوہ طلب کیا۔ آپ نے انکار کیا، سپاہی نے اپنا کوڑا سنبھالا اور ان کے سر پر مارا۔ آپ نے سر جھکا دیا اور فرمایا اس سر نے خدا کی نافرمانی کی ہے مار۔ جب سپاہی نے آپ کو پہچانا، آپ سے معذرت کی۔ آپ نے فرمایا جو سر عذر خواہی کا محتاج تھا وہ تو میں بلخ میں چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک شخص سے جو طواف کر رہا تھا فرمایا۔ خبردار تو ہرگز نیکوں کا درجہ نہ پائے گا جب تک چھ گھاٹیاں سخت نہ قطع کرے۔ پہلی گھاٹی یہ ہے کہ تجھ پر نعمت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور شدت کا دروازہ کھل جائیگا۔ دوسری باب عزت بند ہو۔ باب ذلت کشادہ ہو۔ تیسری راحت کا دروازہ بند ہو جائے مشقت کا دروازہ کھل جائے۔ چوتھی۔ نیند کا دروازہ بند کیا جائے شب بیداری کا دروازہ کھولا جائے۔ پانچویں غنا اور دولت مندی کا دروازہ بند ہوگا۔

فقر کا دروازہ کھل جائیگا۔ چھٹے آرزوں کا در بند ہو جائیگا۔ موت کی تیاری کا دروازہ کھل جائے گا۔

حکایت (۱۱۹) حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں میں مکہ معظمہ میں تھا لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے۔ بارش بند ہوئے عرصہ گذرا لوگ مسجد حرام میں دعائے استسقاء کے لئے جمع ہوئے کوئی چھوٹا بڑا باقی نہ رہا سب آئے۔ باب بنی شیبہ کے متصل میں بھی لوگوں میں تھا۔ ناگہاں ایک حبشی غلام آیا اس کے بدن پر دو ٹکڑے گھٹیا کپڑے کے تھے ایک تہ بند باندھے دوسرا کاندھے پر ڈالے۔ میرے مقابل ایک مخفی جگہ میں آکر بیٹھ گیا یہ دعا مانگتا تھا خدایا گناہوں کی کثرت اور اعمال کی شامت سے لوگوں کے چہرے پرانے ہو گئے۔ صورتیں بدل گئیں اور تو نے باران رحمت ہم سے روک دیا تاکہ مخلوق کو اس سے ادب و تنبیہ ہو۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے حلیم عذاب میں تاخیر کرنے والے۔ اے وہ رحیم جس کے بندے اس سے بجز نیکی و خوبی کے اور کچھ نہیں جانتے اپنے بندوں کو اسی وقت پانی دے۔ باربار یہی دعا مانگتا رہا۔ یہاں تک کہ آسمان پر ابر آیا۔ اور ہر طرف سے بارش ہو گئی۔ وہ جوان اپنی جگہ بیٹھا دعا مانگتا رہا۔ اور میں رو رہا تھا۔ جب وہ اٹھا میں اسکے پیچھے ہوا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کا مکان پہچان لیا پھر میں شیخ فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے کہا کیا وجہ ہے تم کو غمناک پاتا ہوں۔ میں نے کہا غیر شخص نے ہم سے سبقت کی اور وہی حاکم ولولیہ ہو گیا۔ کہا کیا بات ہے میں نے تمام قصہ بیان کیا۔ شیخ نے چیخ ماری اور خاموش رہے اور کہا تجھ کو خرابی ہو اے ابن مبارک مجھ کو اس جوان کے پاس لے چل۔ میں نے کہا اب وقت تنگ ہو گیا۔ میں اسکے حالات دریافت کروں گا۔ جب صبح ہوئی میں نے نماز ادا کی اور اس جوان کے گھر گیا دروازے پر ایک بزرگ بوڑھا فرش پر بیٹھا نظر آیا۔ مجھکو دیکھا پہچانا اور کہا مرحبا اے ابو عبدالرحمن تم کو کیا حاجت ہے۔ میں نے کہا مجھ کو حبشی غلام چاہئے۔ کہا ہاں میرے پاس چند غلام ہیں ان میں جس کو چاہو پسند کر لو۔ اور آواز دی اے غلام۔ ایک غلام مضبوط قوی نکلا۔ کہا یہ نیک انجام تمہارے واسطے پسند کرتا ہوں۔ میں نے کہا اسکی مجھے ضرورت نہیں۔ بعد اسکے ایک ایک کر کے کئی غلام آئے۔ آخر کو وہی غلام جو میرا مطلوب تھا۔ بلایا۔ جب میں نے اسکو دیکھا میری آنکھیں روشن ہو گئیں پھر کہا کیا یہ وہی غلام ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا میں اسکو بیچ نہیں سکتا۔ میں نے کہا کیوں۔ کہا اسکے رہنے سے اس گھر میں برکت ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ اسکی ذات سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

میں نے کہا کھاتا کہاں سے ہے۔ کہا کمائی کرتا ہے۔ رسی بٹتا ہے۔ نصف دانگ کم و بیش روز پیدا کرتا ہے اور یہی اسکی روزی ہے۔ اگر اسی دن بیچ ڈالا تو کھایا ورنہ اُس دن بھوکا رہتا ہے۔ اور میرے غلام کہتے ہیں کہ وہ رات بھر نہیں سوتا اور نہ کسی سے ملتا ہے اور اس نے اپنے نفس پر اس امر کا اہتمام کیا ہے اور میرا جی اسکو چاہتا ہے۔ میں نے کہا کیا میں سفیان ثوریؒ اور فضیل بن عیاضؒ کے پاس بغیر اپنی حاجت پوری کیے واپس جاؤں۔ کہا تمہارا آنا مجھ پر بار ہے جس قیمت پر چاہو لے لو۔ میں نے وہ غلام خرید لیا۔ اور اسکو فضیل کے گھر کیطرف لے چلا۔ کچھ دُور چلا ہونگا مجھ سے اس غلام نے کہا اے میرے مولیٰ۔ میں نے کہا لبیک۔ کہا میرے جواب میں لبیک نہ کہو غلام پر حق ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کے پکارنے پر لبیک کہے۔ میں نے کہا تمکو کیا حاجت ہے اے میرے دوست۔ کہا میں ضعیف بدن ہوں خدمت کرنے کی طاقت نہیں۔ اور تم کو میرے سوا دوسرے میں گنجائش تھی اور میرے مولیٰ نے مجھ سے قوی اور توانا غلام تمکو دکھلائے۔ میں نے کہا خدا مجھ کو تم سے خدمت لیتے نہ دیکھے بلکہ میں تمہارے واسطے مکان خریدوں گا۔ اور تمہارا نکاح کردونگا اور بذاتِ خود تمہاری خدمت کرونگا۔ وہ غلام یہ سن کر بہت رویا۔ میں نے کہا کیوں روتے ہو۔ کہا تم نے میری خواہش کی اور خرید کیا۔ ضرور میرے تعلقات خداوند تعالےٰ سے دیکھے ورنہ ان غلاموں میں سے مجھ کو کیوں پسند کرتے۔ میں نے کہا مجھ کو ان امور کی حاجت نہیں۔ پھر غلام نے کہا خدا کے واسطے تم سے چاہتا ہوں کہ مجھ کو میرے حال سے جو کچھ تم نے دیکھا ہے خبر دو۔ میں نے کہا تمہاری دعا قبول ہوتے دیکھا اسواسطے تم کو پسند کرتا ہوں۔ پھر مجھ سے کہا اگر خدا نے چاہا تو تم بھی نیک مرد ہوگے۔ خداوند تعالےٰ کی ایک پسندیدہ مخلوق ہے ان کے حال سے اپنے بندوں میں سے اسی کو اطلاع دیتا ہے جسکو خدا دوست رکھتا ہے اور ان کا حال انھیں لوگوں پر ظاہر کرتا ہے جو اس کے پسندیدہ بندے ہیں۔ پھر مجھ سے کہا کیا ہو سکتا ہے کہ تم کچھ دیر توقف کرو۔ رات کی نماز میں سے مجھے کچھ رکعتیں پڑھنی ہیں۔ میں نے کہا یہ مکان فضیل کا یہاں سے بہت قریب ہے وہاں پڑھ لینا۔ کہا نہیں۔ مجھ کو اسی مقام پر پڑھ لینا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ خدا کے کام میں دیر کرنا خوب نہیں۔ پھر ایک مسجد میں داخل ہوا اور نماز شروع کردی جس قدر پڑھنی تھی پڑھکر فارغ ہوا۔ پھر میری جانب توجہ کی اور کہا اے ابو عبدالرحمٰن تمہاری کوئی حاجت ہے۔ میں نے کہا یہ کیوں پوچھتے ہو۔ کہا میں جانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔ کہاں جاؤ گے۔ کہا ملک آخرت کو۔ میں نے کہا ایسا نہ کرو مجھکو اپنے سے خوش ہونے دو۔ غلام نے کہا جب تک میرا

اور خداوند تعالیٰ کا معاملہ مخفی تھا یہ زندگی خوش تھی۔ اب تم کو خبر ہوئی اور تمہارے سوا اور بھی مطلع ہوں گے اب مجھ کو حاجت اس زندگی کی نہیں۔ یہ کہکر وہ غلام منھ کے بل گر پڑا اور کہنے لگا خداوندا میری روح اسی وقت اسی دم قبض کر۔ میں اسکے پاس گیا وہ مر چکا تھا۔ خدا کی قسم جب میں نے اسکو یاد کیا میرا غم دراز ہوگیا اور دنیا میری نظر میں ذلیل و خوار ہوئی۔

حکایت (۱۲۰) شیخ محمد بن حسین بغدادی رض فرماتے ہیں ایک سال میں حج کو گیا۔ ایک روز مکہ معظمہ کے بازاروں میں پھر رہا تھا، ایک مرد بوڑھا ایک لونڈی کا ہاتھ پکڑے نظر آیا۔ لونڈی کا رنگ بدلا ہوا جسم دُبلا اُسکے چہرے سے نور چمکتا اور روشنی ظاہر تھی وہ مرد ضعیف پکار رہا تھا کوئی طالب لونڈی کا ہے۔ کوئی اسکی رغبت کرنے والا ہے۔ کوئی بیس دینار سے بڑھنے والا ہے۔ میں اس لونڈی کے سب عیبوں سے بری الذمہ ہوں، راوی کا بیان ہے۔ میں اسکے قریب گیا اور کہا قیمت تو لونڈی کی معلوم ہوگئی اسمیں عیب کیا ہے۔ کہا یہ لونڈی مجنونہ ہے غمگین رہتی ہے۔ راتوں کو عبادت کرتی، دن کو روزہ رکھتی نہ کچھ کھاتی نہ پیتی ہے ہر جگہ تنہا اکیلی رہنے کی عادی ہے۔ جب میں نے یہ کلام سنا، میرے دل نے اس لونڈی کو چاہا۔ میں نے قیمت دیکر خرید لیا اور اور اسکو اپنے گھر لے گیا۔ لونڈی کو سر جھکائے دیکھا۔ پھر اس نے اپنا سر میری جانب اُٹھا کر کہا۔ اے میرے چھوٹے مولیٰ خدا تم پر رحم کرے تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا عراق میں رہتا ہوں۔ کہا کون سا عراق۔ بصرے والا عراق یا کوفے والا۔ میں نے کہا نہ کوفے والا نہ بصرے والا۔ پھر لونڈی نے کہا شاید تم مدینۃ الاسلام بغداد میں رہتے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا۔ واہ واہ۔ وہ شہر عابدوں، زاہدوں کا ہے۔ راوی کہتے ہیں مجھکو تعجب ہوا میں نے کہا لونڈی حجروں کی رہنے والی ایک حجرے سے دوسرے حجرے میں بلائی جانے والی زاہدوں عابدوں کو کیسے پہچانتی ہے۔ پھر میں نے اسکی طرف متوجہ ہوکر دل لگی سے پوچھا تم بزرگوں میں کس کس کو پہچانتی ہو۔ کہا میں مالک بن دینار رح۔ بشر حافی رح۔ صالح مزنی رح ابو حاتم سجستانی۔ معروف کرخی رح۔ محمد بن حسین بغدادی۔ رابعہ عدویہ۔ سعوانہ میمونہ ان بزرگوں کو پہچانتی ہوں۔ میں نے کہا ان بزرگوں سے اور تم سے کہاں سے شناخت ہے۔ لونڈی نے کہا اے جوان کیسے نہ پہچانوں۔ قسم خدا کی وہ لوگ دلوں کے طبیب ہیں۔ محب کو محبوب کی راہ دکھلانے والے ہیں۔ پھر میں نے کہا اے لونڈی میں محمد بن حسین ہوں کہا میں نے خدا سے دعا مانگی تھی اے ابو عبداللہ کہ خدا تم کو مجھ سے ملادے۔ تمہاری وہ خوش آواز جس سے مریدوں کے

دل زندہ کرتے تھے اور سننے والوں کی آنکھیں روتی تھیں کیا ہوئی میں نے کہا اپنے حال
پر ہے۔ کہا تم کو خدا کی قسم مجھ کو قرآن شریف کی کچھ آیتیں سناؤ۔ میں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی
اس نے بڑے زور سے چیخ ماری اور بیہوش ہو گئی۔ میں نے اسکے منھ پر پانی چھڑکا ہوش
میں آئی۔ پھر کہا اے ابو عبد اللہ یہ تو اس کا نام ہو۔ کیا حال ہو گا اگر میں اسکو پہچانوں اور
جنت میں اس کو دیکھوں۔ اور پڑھو خدا تم پر رحم کرے۔ میں نے یہ آیت پڑھی أم حسب الذین
اجترحوا السیات ان نجعلہم سے ساء ما یحکمون تک (یعنی کیا گمان کرتے ہیں جنہوں نے گناہ
کئے ہیں کہ ہم ان کو ایمان والوں اور نیک عمل والوں کے برابر کرینگے، ان کی موت اور زندگی
برابر ہے۔ بُرا ہے جو حکم کفار لگاتے ہیں پھر اس نے کہا اے ابو عبد اللہ ہم نے نہ کسی بت کو پوجا اور
نہ کسی معبود کو قبول کیا۔ پڑھے جاؤ خدا تم پر رحم کرے۔ میں نے پھر پڑھی اِنَّآ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ
نَارًا سے اسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا تک (یعنی ہم نے ظالموں کے واسطے آگ تیار کر رکھی ہے۔ اُن کے گرد آگ
کے خیمے ہوں گے اگر پانی طلب کرینگے گرم پانی مثل تانبے پگھلے ہوئے کے پائیں گے جو ان کے
چہرے جھلس دیگا۔ برا ہے پینا اور بُری ہے آرام گاہ ان کی) پھر کہا اے ابو عبد اللہ تم نے اپنے
نفس کے ساتھ ناامیدی لازم کر لی ہے اپنے دل کو خوف اور امید کے درمیان آرام دو۔ اور
کچھ پڑھو خدا تم پر رحمت کرے۔ پھر میں نے پڑھا وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسۡتَبۡشِرَةٌ
اور پڑھا وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ (یعنی بعضے منہ قیامت کے دن
خوش ہنستے بشاش ہوں گے اور بعضے منھ اسدن تازے اپنے پروردگار کو دیکھنے والے ہوں گے)
پھر کہا۔ مجھکو کس قدر شوق اسکے ملنے کا ہو گا جس دن وہ اپنے دوستوں کے واسطے ظاہر ہو گا۔
اور پڑھو خدا رحم کرے۔ پھر میں نے پڑھا يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ بِاَكۡوَابٍ
وَّاَبَارِيۡقَ وَكَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِيۡنٍ سے اَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ تک (طواف کرینگے اہل جنت پر
لڑکے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں ہاتھوں میں کوزے اور لوٹے اور پیالے شراب معین کے لئے ہوئے
نہ پینے والوں کا سر پھریگا اور نہ وہ بہکیں گے)۔ پھر کہا اے ابو عبد اللہ میں خیال کرتی ہوں تم نے حور
کو پیغام دیا ہے۔ کچھ ان کے مہر کیواسطے بھی خرچ کیا ہے۔ میں نے کہا اے لونڈی مجھکو بتاؤ وہ کیا
چیز ہے میں تو بالکل مفلس ہوں۔ کہا شب بیداری اپنے اوپر لازم کرو اور ہمیشہ روزہ رکھا کرو
اور فقیروں اور مسکینوں سے محبت کرتے رہو۔ پھر وہ لونڈی بیہوش ہو گئی۔ اور میں نے اُسکے
چہرے پر پانی چھڑکا ہوش میں آئی۔ پھر مناجات پڑھتے پڑھتے بیہوش ہو گئی۔ میں نے

پاس جاکر دیکھا۔وہ مرچکی تھی۔مجھکو اُسکے مرنے کا بڑا غم ہوا۔بازار گیا تاکہ اُسکے کفن و دفن کا سامان لاؤں۔واپس آکر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کفنائی ہوئی خوشبو لگی ہوئی جنتی سبز دو حلے اُسپر پڑے ہیں۔کفن میں دو سطروں میں لکھا ہے۔سطرِ اول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور دوسرے پر اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہے۔میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ اس کا جنازہ اُٹھایا اور نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔اسکے سرہانے میں نے سورۂ یٰسین پڑھی اور اپنے حجرے میں غمگین روتا ہوا واپس آیا۔پھر دو رکعت نماز پڑھکر سو رہا۔خواب میں دیکھا کہ وہ لونڈی بہشت میں ہے جنتی حُلّے پہنے زعفران زار کے تختے میں ہے۔سُندس اور اِستبرق کا فرش ہے۔سر پر تاج مرصع موتی اور جواہرات ٹکے ہوئے۔پاؤں میں یاقوت سرخ کی جوتی اس سے عنبر و مشک کی خوشبو آرہی ہے چہرہ اس کا آفتاب و ماہتاب سے زیادہ روشن ہے میں نے کہا ٹھہر، اے لونڈی کس عمل نے تجھ کو اس مرتبہ پر پہونچایا۔کہا فقیروں مسکینوں کی محبت کثرتِ استغفار مسلمانوں کی راہ سے ان کو ایذا دینے والی چیزیں دُور کرنے سے مجھ کو یہ مرتبہ ملا ہے۔

حکایت (۱۲۱) ایک اہلِ علم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے میرے پاس ایک لونڈی حیادار اور حسینہ آیا کرتی تھی۔اکثر اوقات شریعتِ اسلام کے احکام پوچھا کرتی اور دین کی باتیں دریافت کرتی میں اُس کی باتوں کا جواب دیتا اور نرمی کے ساتھ پیش آتا۔اور اس کا جمال پردے اور پوشیدگی کی جانب مائل تھا۔اُسکی روش اور حسن و جمال مجھ کو بھلا معلوم ہوتا تھا۔ایک روز مدت کے بعد میں بازار جارہا تھا۔میری نگاہ اسی لونڈی پر پڑی ایک شخص اس کا ہاتھ پکڑے کہہ رہا ہے۔کون اس عیب دار لونڈی کو مول لے رہا ہے۔میں نے لونڈی سے کہا کیا تو وہ نہیں ہے جو مجھ سے دین اور شریعتِ اسلام کی باتیں پوچھا کرتی تھی۔اس نے سر جھکا لیا۔اور اشارہ سے کہا ہاں میں نے اس مرد سے کہا لونڈی کو چھوڑ دے۔اس نے جواب دیا اے سردار مجھ کو یہ قدرت نہیں ہے۔اس لونڈی کا مالک مجوسی ہے۔اس لونڈی نے اس کو غضبناک کیا ہے۔ہم باتیں کر رہے تھے کہ اس لونڈی کا مالک آن پہونچا۔میں نے آگے بڑھ کر اس سے کہا اپنی لونڈی کا حال بیان کرو اور جو بات اسکی تمکو ناپسند ہو وہ ظاہر کرو۔مالک نے کہا کہ وہ مجوسی ہے۔آگ اور روشنی کی عبادت کرتا ہے۔میں نے اس لونڈی کو پسند کیا تھا اسکی عقل اور خوبصورتی دیکھ کر خریدا تھا اور بہت قیمت ادا کی اور میں اسکو دیکھتا تھا کہ ہمارے معبود کی بہت عبادت و تعظیم محبت کے ساتھ کرتی تھی، رات ایک شخص تمہارے مذہب والا ہمارے یہاں آیا اور تمہاری کتاب سے

کچھ پڑھا- اس لونڈی نے سنتے ہی چیخ ماری- ہم لوگوں کو دہشت ہوئی اور لونڈی حیران تھی- ہم اس سے پوچھتے تھے کچھ جواب نہ دیتی تھی- اس نے ہمکو چھوڑا ہمارے معبودوں کی عبادت ترک کی- ہمارا کھانا کھانے سے انکار کیا- جب رات ہوئی تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھی- ہم نے بہت کچھ منع کیا مگر باز نہ آئی اسکی رونق جمال جاتی رہی اور حالت بدل گئی ہم کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اور نہ اسکو اس حال سے پھیرنے کی طاقت ہے- اب میں نے اسکو بیچنے کا ارادہ کیا ہے- میں نے اس لونڈی سے پوچھا کیا ایسا ہی ہے- اُس نے سر کے اشارے سے کہا ہاں- میں نے اپنے دل میں کہا بوجہ جہل کے اسکو عیب لگاتا ہے- پھر میں نے لونڈی سے پوچھا کون آیت تجھ کو پڑھ کر سنائی تھی- کہا- فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ یعنی اللہ کیطرف رجوع کرو میں تمکو ڈرانیوالا ظاہر ہوں- اور خدا کی عبادت میں دوسرا معبود شریک نہ کرو- میں تمکو اس سے ظاہر ڈرانے والا ہوں- لونڈی نے کہا- جب سے یہ آیت میں نے سنی ہے میں بے صبر ہوگئی اور جو حالت تم دیکھتے ہو پیدا ہوئی- میں نے کہا اگر تمام آیت تجھ کو سناؤں تو کیا ہو- لونڈی نے کہا اگر تم اچھی طرح پڑھ سکتے ہو تو پڑھو- میں نے باقی آیتیں پڑھیں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ تک- اس نے کہا خوب پڑھا جس امر کا خدا ضامن ہو تجھ کو کافی ہے- پھر میں نے اسکے مالک سے کہا کیا تم اسکی قیمت مجھ سے لیتے ہو- کہا اسکی قیمت بڑی ہے- اور میرا ایک چچازاد بھائی اس سے محبت رکھتا ہے مجھ سے لینا چاہتا ہے- اور اس کا خیال ہو کہ اسکو ان خیالات سے جو پیش آئے ہیں پھیر دیگا- اور وہ مجوسی مذہب ہے- راوی کا بیان ہو کہ وہ ہم سے باتیں کر رہا تھا کہ اس کا چچازاد بھائی آگیا اور کہا- میں اسکو اس دین سے پھیر دوں گا- مالک نے اسکے حوالہ کیا- جب لونڈی کو یہ معلوم ہوا مجھ سے کہا اے شیخ اب تو اسکی کوئی بات نہ سُن میری اسکی ضرور بڑی شان ہوگی- خداوند کریم تجھ کو اسکی اطلاع دیگا- بعد ایک مدت کے میں نے دیکھا کہ وہ مجوسی جو لونڈی کو لے گیا تھا ہمارے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا ہے- میں نے کہا کیا تم اس لونڈی کے مالک نہیں- کہا کیوں نہیں- میں نے کہا اب کیا خبر ہے- کہا اچھی خبر ہے- میں وہ لونڈی اپنے گھر لے گیا- کسی کام کو گھر سے نکلا- جب گھر آیا کیا دیکھتا ہوں کہ اُس لونڈی نے ایک کرسی بچھائی اور خود اُسپر بیٹھی ہے اور خدا کا ذکر اور اس کی وحدانیت بیان کر رہی ہو اور میرے گھر والوں کو آگ کی عبادت سے ڈراتی ہے اور منع کرتی ہو- جنت کی تعریف کر رہی ہو میں ڈرا کہ یہ ہمارا دین بگاڑ دے گی- میں نے دل میں کہا کہ میں تو اسکو اس نیت سے لایا تھا

کہ اس کا دین بگاڑوں مگر یہ تو ہمارا دین مٹانے لگی۔ میں نے اس کا حال اپنے ایک دوست سے بیان کیا اور اس سے کہا تمہاری کیا رائے ہے اب میں کیا کروں۔ کہا اُسکے پاس کچھ مال امانت رکھ دو اور اس سے پوشیدہ لے لو۔ پھر اس سے طلب کرو وہ دینے سے عاجز ہوگی تمکو اسکے اوپر حجت ہوگی پھر اس کو خوب مارنا۔ مجوسی کہتا ہے میں نے اسکے پاس ایک تھیلی پانسو درم کی امانت رکھی، وہ حسب عادت نماز میں مشغول ہوئی۔ میں نے وہ تھیلی لے لی اسکو کچھ خبر نہ ہوئی۔ پھر میں نے اس سے طلب کی جس جگہ تھیلی رکھی تھی وہ فوراً کود کر وہاں سے نکال لائی اور میرے حوالہ کی مجھ کو سخت تعجب ہوا۔ میں نے جی میں کہا میں تھیلی نکال لایا۔ اور یہ تو دوسری تھیلی ہے۔ اب آنکھوں سے دیکھ کر کہا ہرگز شک نہیں کہ جس خدا کی یہ عبادت کرتی ہے اسکو بڑی قوت ہے۔ میں اُسکے خدا پر ایمان لایا۔ اور میرا دوست اور سب گھر والے میرے مسلمان ہوگئے۔ اور اس لونڈی کو حسب خواہش اسکے چھوڑ دیا۔ وہ ہمیشہ محبت خدا کو چھپائے رہی یہانتک کہ خداوند تعالےٰ نے اس کا حال لوگوں پر ظاہر کر دیا۔

حکایت (۱۲۲) حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں ایک شب مجھ کو نیند نہ آئی نہایت درجہ بے چین ہوا۔ میں آنکھ تک نہ بند کر سکا باوجودے کہ اس شب کو تہجد سے بھی محروم رہا۔ جب فجر کی نماز پڑھ چکا گھر سے نکلا کسی طرح مجھ کو قرار نہ تھا۔ پھر میں جامع مسجد میں ٹھہر گیا ایک واعظ کا وعظ سننے لگا تاکہ کچھ دل کو راحت ہو۔ میں نے اپنے دل کو پایا کہ سختی اسکی بڑھتی جاتی ہے۔ میں وہاں سے چل دیا۔ دوسرے واعظ کے پاس ٹھہرا وہاں بھی دل کا اضطراب نہ کم ہوا پھر میں نے اپنے جی سے کہا اول کے طبیبوں کے پاس جاؤں اور جو لوگ محب کو محبوب کی راہ بتلاتے ہیں ان سے ملوں۔ پھر بھی میرے دل کو قرار نہ ہوا اور سختی بڑھتی گئی۔ پھر میں نے کہا اب میں کوتوالی میں جاؤں وہاں لوگوں کو سزا پاتے دیکھ کر شاید کچھ عبرت ہو۔ مگر وہاں بھی دل کی سختی کم نہ ہوئی۔ پھر میں نے کہا چلوں قید خانے کو شاید ان لوگوں کو جو مبتلائے عذاب ہیں دیکھ کر دل ڈرے۔ جب میں قید خانہ میں داخل ہوا اپنے دل کو پایا کھل گیا اور میرا سینہ کشادہ ہوا۔ ایک لونڈی خوبصورت قیمتی اوڑھنی اوڑھے نظر آئی۔ اس کے پاس سے عطر کی خوشبو آتی تھی۔ پاک نظر نیک دل تھی۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جب مجھ کو دیکھا آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں کہ بغیر گناہ کئے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کر گردن

میں لگادی اوران ہاتھوں نے نہ کبھی خیانت کی نہ چوری کی۔ میرے پہلو میں جگر ہے۔ میں جانتی ہوں وہ جل گیا۔ قسم تیرے حق کی اے دل کی مراد میں سچی قسم کھاتی ہوں اگر تو میرے دل کی ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے تیرے حق کی قسم ہے کبھی تجھ سے نہ پھرے گا۔ شیخ سری فرماتے ہیں میں نے داروغہ سے دریافت کیا۔ یہ کون ہے۔ کہا لونڈی ہے۔ دیوانی ہوگئی ہے۔ اسکے مالک نے یہاں قید کیا ہے تاکہ درست ہوجائے۔ جب اس لونڈی نے داروغہ کا کلام سنا اُسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ شیخ سری فرماتے ہیں میں نے اس سے وہ باتیں سنیں جنہوں نے مجھے بے چین کردیا۔ مجھ کو غم دیا۔ جلایا رُلایا۔ جب لونڈی نے میرے آنسو دیکھے کہا اے سری یہ تمہارا رونا اُسکی صفت سنکر ہے۔ کیا حال ہو اگر تم اسکو پہچان لو۔ پھر ایک ساعت وہ بیہوش رہی۔ جب ہوش آیا۔ میں نے کہا اے لونڈی۔ جواب دیا لبیک اے سری۔ میں نے کہا مجھ کو تو نے کیسے پہچانا۔ کہا جب سے مجھ کو معرفت حاصل ہوئی جاہل نہیں رہی۔ اور جب سے خدمت کی سُستی نہ ہوئی۔ اور جب سے وصل ہوا۔ جدا نہ ہوئی اور درجے والے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا تجھ سے سنا کہ تو محبت کرتی ہے۔ تیرا دوست کون ہے۔ کہا جس نے اپنی محبوں کے ساتھ مجھ کو معرفت دی اور اپنے بڑے عطا کیساتھ سخاوت کی۔ وہ دلوں کے پاس ہے۔ محبوب کے طلبگار کا دوست ہے۔ سنتا جانتا ہے۔ پیدا کرنے والا حکمت والا۔ سخی، کریم، بخشنے والا۔ رحیم ہے۔ میں نے پوچھا یہاں تجھ کو کس نے قید کیا۔ کہا حاسدوں نے باہم مدد کی اور قول و قرار کیا۔ پھر وہ بآواز بلند چلائی۔ اور بیہوش ہوگئی میں نے خیال کیا کہ اس نے زندگی ختم کرلی۔ پھر وہ ہوش میں آئی۔ شیخ سری فرماتے ہیں۔ میں نے قیدخانہ کے داروغہ سے کہا۔ اسکو چھوڑدو۔ اُس نے چھوڑدیا۔ میں نے کہا جہاں تیرا دل چاہے چلی جا۔ کہا اے سری میں کہاں جاؤں۔ اُسے چھوڑکر میرا کہاں راستہ ہے۔ میرے دل کے دوست نے اپنے مملوک کو میرا مالک بنادیا۔ اگر میرا مالک راضی ہوگا چلی جاؤں گی ورنہ صبر کروں گی۔ میں نے کہا خدا کی قسم یہ تو مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ میں اسی حال میں اس سے باتیں کررہا تھا کہ اُس کا مالک آگیا۔ داروغہ سے پوچھا۔ تحفہ اسکی لونڈی کہاں ہے۔ کہا اندر ہے اور اُس کے پاس شیخ سری سقطی بیٹھے ہیں۔ مالک یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اندر آیا اور مجھ کو مرحبا کہی اور میری تعظیم کی۔ میں نے کہا یہ لونڈی بہ نسبت میری تعظیم کی زیادہ مستحق ہے۔ اسکی کیا حرکت تجھ کو ناپسند ہے۔ کہا بہت سی باتیں ہیں۔ نہ کھائے نہ پیئے بے عقل ہے، نہ خود سوئے نہ ہمکو سونے دے۔ ہر وقت متفکر رہتی ہے۔ ذراسی بات پر فوراً رودے۔ آہ و نالے سے

کام ہے۔ سدا روبا کرتی ہے اور یہی میری پونجی ہے۔ میں نے اپنا تمام مال بیس ہزار درم دیکر اسکو مول لیا۔ اور امید تھی کہ نفع حاصل ہوگا کیونکہ حسن وجمال کے علاوہ یہ اور کام بھی جانتی ہے۔ میں نے کہا اور کام کیا کرتی ہے۔ کہا گانا جانتی ہے۔ میں نے پوچھا کتنی مدت سے یہ مرض اس کو ہے۔ کہا ایک برس سے۔ میں نے کہا ابتدا کیسے ہوئی۔ کہا۔ ایک مرتبہ عود لئے گا رہی تھی۔ دفعۃً عود توڑ کر کھڑی ہوگئی اور روئی چلائی۔ میں نے اسکو انسان کی محبت کی تہمت لگائی۔ میں نے اسکی تحقیقات کی مگر کچھ علامت ونشان نہ پایا۔ میں نے لونڈی سے پوچھا کیا ایسا ہی معاملہ ہے۔ لونڈی نے زبان تیز اور جلے دل سے جواب دیا۔ میرے دل سے خدا نے مجھ کو خطاب کیا میرا واعظ میری زبان پر تھا۔ مجھکو بعد دوری کے قریب کیا اور مجھکو خدا نے خاص منتخب کیا۔ جب میں برضا ورغبت بلائی گئی میں نے قبول کیا اور لبیک اپنے بلانے والے کے جواب میں کہی۔ جو کچھ گناہ مجھ سے سابق میں ہوئے تھے میں ان سے ڈری مگر محبت نے خوف دفع کرکے آرزوؤں میں ڈال دیا۔ شیخ سری سقطی فرماتے ہیں میں نے اسکے مالک سے کہا میرے ذمہ اسکی قیمت ہے اور میں زیادہ دوں گا۔ مالک چلایا اور کہا۔ ہائے محتاجی تیرا بُرا ہو تم تو ایک مرد فقیر ہو اسکی قیمت کہاں پاؤ گے۔ میں نے کہا۔ جلدی نہ کرو تم یہیں رہو۔ میں اسکی قیمت لاتا ہوں۔ پھر وہاں سے چل دیا غمگین روتا ہوا۔ قسم خدا کی میرے پاس لونڈی کی قیمت ایک درم بھی نہ تھا۔ تمام رات خدا کی درگاہ میں رونا، خوشامد، عاجزی کرتا رہا اور اس سے دعا مانگتا تھا، تمام رات آنکھ نہ جھپکی۔ اور کہتا تھا، خداوندا تو ظاہر و باطن خوب جانتا ہے۔ میں نے تیرے فضل پر اعتماد کیا۔ مجھکو فضیحت نہ کرنا۔ اس لونڈی کے مالک کے روبرو شرمندہ نہ ہوں۔ اسی حال میں عبادت خانہ میں بیٹھا ہوا دعا مانگ رہا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا دروازہ میں کون ہے۔ کہا دوستوں میں سے ایک دوست ہے۔ کسی سبب سے آیا ہے۔ خدائے مہربان کا حکم اسکو یہاں لایا ہے میں نے دروازہ کھولا۔ ایک شخص چار غلام اُسکے ہمراہ شمع لئے۔ پھر اس آنے والے نے کہا۔ اے استاد مجھ کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ میں نے کہا آؤ۔ وہ شخص اندر آیا۔ میں نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا احمد بن مثنےٰ ہوں۔ مجھ کو ایسے شخص نے دیا ہے کہ وہ دیتے وقت بخل نہیں کرتا۔ میں آجکی رات سو رہا تھا ہاتفِ غیبی نے پکار کر کہا۔ پانچ توڑے اشرفیاں سری کے پاس لیجاؤ اُن کا دل خوش ہو اور وہ تحفہ کو خرید لیں کیونکہ ہمکو تحفہ کے حال پر مہربانی ہے میں نے خدا کے

شکر میں سجدہ کیا کہ اس نے مجھے یہ نعمت عطا کی اور فجر کا انتظار کرنے لگا۔ جب صبح کی نماز ادا کی احمد کا ہاتھ پکڑ کر قید خانہ میں لے گیا۔ لونڈی کا محافظ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا مجھکو دیکھ کر کہا مرحبا آئیے۔ خدا اس لونڈی پر مہربان ہے۔ رات کو ہاتف نے مجھے پکار کر کہا ہے۔ شیخ سری سقطی فرماتے ہیں تحفہ نے جب ہم کو دیکھا اُسکے آنسو ڈبڈبا آئے اور کہا تم نے مجھ کو سب لوگوں میں مشہور کر دیا۔ اسی حال میں تحفہ کا مولیٰ آ گیا۔ روتا ہوا۔ دل غمگین، رنگ فق۔ میں نے کہا مت روؤ۔ جس قدر قیمت تم نے دی ہے میں لایا ہوں اور پانچ ہزار نفع دونگا۔ اس نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم۔ میں نے کہا دس ہزار نفع لو۔ کہا نہیں، خدا کی قسم نہیں لوں گا۔ میں نے کہا قیمت کے برابر نفع لو۔ کہا اگر تم تمام دنیا اس کے عوض دو گے نہ قبول کروں گا۔ تحفہ خدا کے واسطے آزاد ہے۔ میں نے کہا کیا حال ہے۔ کہا رات کو مجھے سخت تنبیہ اور جھڑکی دی گئی ہے۔ میں تمام حال چھوڑ کر خدا کی طرف بھاگا ہوں۔ خدایا تو کشائش کے ساتھ میرا کفیل ہو۔ اور میرے رزق کا ضامن پھر میری طرف ابن مثنیٰ متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا وہ رو رہا تھا۔ میں نے کہا تم کیوں روتے ہو۔ کہا خداوند تعالیٰ نے جس کام کے لئے مجھ کو بلایا اُس سے راضی نہیں ہوا۔ تم گواہ رہو میں نے تمام مال اپنا خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ میں نے کہا تحفہ کیا بڑی صاحب برکت ہے۔ تحفہ کھڑی ہوئی جو کپڑے پہنے تھی اتار کر پھینک دئیے اور ایک کرتا بالوں کا پہن لیا اور روتی ہوئی نکل کھڑی ہوئی۔ ہم لوگوں نے اس سے کہا۔ خدا نے تم کو آزاد کر دیا پھر کیوں روتی ہو۔ پھر ہم قید خانہ کے دروازے سے نکلے اثنائے راہ میں تحفہ کو تلاش کیا اپنے ہمراہ نہ پایا۔ ابن مثنیٰ راستے میں مر گئے۔ میں اور تحفہ کا مولیٰ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ ایک دن میں طواف کر رہا تھا کسی زخمی دل سے کلام مجروح سنا۔ وہ کلام یہ ہے۔ خدا کا دوست دنیا سے بیمار اُس کا مرض دراز ہے۔ اس کی دوا خود مرض ہے۔ اس کو شراب محبت کا پیالہ پلا دیا اور خوب پلا کر سیر کر دیا۔ پھر تو وہ دوست اُسکی محبت میں حیران ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہوا۔ بجز اسکے دوسرا محبوب نہیں چاہتا۔ یہی حال اُس کا ہے جو براہ شوق خدا کی طرف بلایا جائے۔ اسکی محبت میں حیران رہتا ہے یہاں تک کہ اسکا دیدار نصیب ہو۔ پھر میں اس آواز کی جانب گیا۔ اس نے جب مجھے دیکھا۔ کہا اے سرّی میں نے کہا لبیک تم کون ہو، خدا تم پر رحم کرے۔ کہا لا الٰہ الا اللہ بعد معرفت کے اب

انجان ہو گئے میں تحفہ ہوں وہ اُسوقت بالکل ضعیف و ناتوان تھی جیسے کسی کا خیال دل میں گذرے اس طرح وہ نظر آتی تھی۔ میں نے کہا اے تحفہ جب سے تم خلق سے جدا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہوئی خدا سے تم کو کیا فائدہ حاصل ہوا۔ کہا اپنے قرب سے انس دیا۔ غیر سے مجھ کو وحشت دی۔ پھر میں نے کہا۔ ابن مثنیٰ مر گئے کہا خدا اُن پر رحم فرمائے میرے مولے نے اُن کو وہ کرامات عطا کئے ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔ جنت میں ان کی جگہ میرے پڑوس میں ہے۔ پھر میں نے کہا تمہارا مالک جس نے تمکو آزاد کیا ھے میرے ساتھ ہے۔ یہ سن کر تحفہ نے کچھ دعا مخفی مانگی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے تحفہ کعبہ کے روبرو مردہ نظر آئی جب اُسکے مالک نے اسکو مردہ دیکھا اپنے کو سنبھال نہ سکا منھ کے بل گر پڑا۔ میں نے پاس جاکر ہلایا۔ وہ بھی دنیا سے کوچ کر چکا تھا۔ پھر میں نے دونوں کے غسل و کفن سے فراغت کرکے دونوں کو دفن کر دیا۔ ان پر خدا کی رحمت ہو۔

حکایت (۱۲۳) شیخ ابو ہاشم فرماتے ہیں۔ میں نے بصرے کا قصد کیا ایک کشتی کرایہ کی اُس میں ایک شخص تھا اور اُسکے ساتھ اس کی لونڈی تھی۔ مرد نے کہا تمہارے واسطے جگہ نہیں۔ اُسکی لونڈی نے کہا کہ مجھکو کشتی میں بٹھا لے اس مرد نے مجھ کو کشتی پر سوار کر لیا جب ہم چلے۔ اس مرد نے کھانا طلب کیا۔ دستر خوان پر کھانا رکھا گیا۔ پھر کہا اس مسکین کو بھی بلا لیں۔ ہمارے ساتھ کھانا کھالے مجھ کو بلایا چونکہ میں مسکین تھا ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے اس شخص نے لونڈی سے کہا اپنی شراب لا۔ لونڈی شراب لائی۔ خود پی اور لونڈی کو حکم دیا کہ مجھکو پلائے۔ میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے۔ مہمان کیواسطے حق ہی۔ مجھ کو چھوڑ دیا۔ جب نیند نے اس پر غلبہ کیا۔ کہا اے لونڈی اپنا ساز لا۔ اور جو تیرے پاس ہے ظاہر کر۔ اُس لونڈی نے ساز لیکر خوب گایا۔ پھر وہ شخص میری جانب متوجہ ہوا اور کہا کیا تم اسطرح یہ کام کر سکتے ہو۔ میں نے کہا اس سے بہتر۔ پھر میں نے سورہ اذا الشمس پڑھی وَاِذَا العشار عطلت تک۔ وہ مرد رونے لگا۔ جب میں واذا الصحف نشرت تک پہونچا اس مرد نے کہا اے لونڈی چلی جا خدا کی راہ میں تو آزاد ہے اور جو کچھ شراب اُسکے پاس تھی پانی میں ڈال دی اور عود توڑ ڈالا۔ پھر میری طرف پھر البغلگیر ہوا اور کہا اے بھائی کیا تم کہہ سکتے ہو اگر میں توبہ کر دوں تو خدا میری توبہ قبول کر لے گا۔ میں نے کہا خداوند تعالے توبہ کرنیوالوں اور گناہ سے پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر میں نے اسکو

اللہ واسطے بھائی بنایا، اُسکے بعد میں اور وہ چالیس سال تک ہم صحبت رہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص مرگیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ پوچھا تیرا کیا حال ہوا۔ کہا مجھکو بہشت عطا ہوئی۔ میں نے کہا کس عمل کی بدولت، جواب دیا تم نے جو اذا الصحف نشرت پڑھ کر سنائی تھی۔

حکایت (۱۲۴) شیخ اسمٰعیل بن عبد اللہ خزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زمانہ ترقی میں ایک شخص قوم مہالیہ سے بصرہ میں کسی ضرورت سے آیا۔ جب اپنے کاموں سے فارغ ہوا بصرہ کی جانب واپس ہوا اُسکے ساتھ ایک غلام اور ایک لونڈی تھی جب وہ دجلہ میں کشتی پر بیٹھ چکا اور کشتی روانہ ہوئی ایک جوان دریا کے کنارے نظر آیا۔ اونی جبہ پہنے ہوئے تھا۔ ہاتھ میں عصا تھا ملاح سے کہا مجھکو بھی بصرہ تک سوار کرلے اور کرایہ لے لے۔ مہیلے نے اسکو دیکھا اور اسپر ترس کھاکر ملاح سے کہا۔ کشتی کنارے لگا کر اس شخص کو اپنے ساتھ بٹھالے ملاح نے اسکو کشتی پر سوار کرلیا۔ جب کھانے کا وقت آیا۔ دسترخوان منگایا اور ملاح سے کہا اس جوان کو بلالو ہمارے ساتھ کھانا کھائے۔ ملاح نے بلایا، جوان نے انکار کیا۔ انھوں نے کھانا شروع کیا اور جوان کو بلاتے رہے یہانتک کہ وہ بھی آکر شریک ہوا پھر سب نے کھایا۔ جب کھانے سے فراغت پائی۔ وہ جوان اُٹھنے لگا۔ مہیلے نے روکا پھر شراب طلب کی۔ خود ایک پیالہ پیا پھر لونڈی کو پلائی۔ بعد اسکے جوان کے سامنے کیا، اُس نے انکار کیا۔ پھر وہ پیالہ لونڈی کو پلا دیا۔ اور کہا تو بھی اپنا کام کر، لونڈی نے غلاف سے ایک عود نکالا اُسکو درست کرکے سنبھالا اور گانے لگی پھر مہیلے نے کہا اے جوان تم اس طرح گاسکتے ہو کہا اس سے بہتر مجھکو آتا ہے۔ جوان نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر یہ آیت پڑھی قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَّالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ تک (یعنی کہدو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے۔ آخرت بہتر ہے اسکو جو ڈرے اور تم تاگے برابر ظلم نہ کئے جاؤ گے جہاں کہیں ہوگے موت تم کو پکڑیگی اگرچہ تم مضبوط برجوں اور قلعوں میں ہو۔) جوان خوش آواز تھا۔ اُس مرد نے شراب کا پیالہ دریا میں پھینک کر کہا۔ میں گواہ ہوں یہ اس سے اچھا ہے جو میں ابھی سن چکا ہوں کیا اس کے سوا اور بھی ہے جوان نے کہا ہاں اور یہ آیت پڑھی قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ سَاءَتْ مُرْتَفَقًا تک تمام آیت ختم کی۔ مہیلے کے دل میں کلام خدا کی عزت و عظمت سماگئی۔ بوتل شراب کی اُٹھا کر پھینک دی اور عود توڑ ڈالا۔ پھر کہا اے جوان کیا کوئی خوشی کا مضمون ہے۔ جوان نے کہا ہاں ہے اور یہ آیت پڑھی قُلْ يَا عِبَادِيَ

الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (یعنی کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ مہیلے یہ آیت سنکر زور سے چلایا اور بیہوش ہوکر گر پڑا۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ دنیا سے کوچ کر گیا۔ وہ شخص مشہور و معروف تھا اس کے گھر تک لے گئے۔ تمام لوگ جمع ہوئے کوئی جنازہ ایسے بڑے مجمع کے ساتھ نہ ہوگا۔ لونڈی کی خبر مجھکو اسطرح پہونچی کہ اس نے بالوں کا کرتہ اونی کرتے پر پہن لیا۔ دن کو روزہ رکھتی، رات عبادت کرتی۔ چالیس سال اسی حال میں گذرے ایک مرتبہ کہیں رات کو اس آیت یہ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا تک) پہونچی اور جان خدا کے سپرد کی۔ صبح لوگوں نے اسکو مردہ پایا۔

حکایت (۱۲۵) ایک بزرگ کہتے ہیں چاندنی رات میں ہم ایلہ کے کنارے جارہے تھے۔ ایک فوجی سپاہی کے مکان پر گذر ہوا ایک لونڈی اُسکے مکان میں عود بجارہی تھی اور محل کے ایک جانب ایک فقیر گدڑی اوڑھے پڑا تھا۔ لونڈی کا گانا سُن کر زور سے چلایا۔ اور کہا پھر بھی دوبارہ گاؤ۔ اے لونڈی تمکو تمہارے مولیٰ کی قسم ہے یہی میرا حال خدا کے ساتھ ہے۔ لونڈی کے مالک نے فقیر کو دیکھا۔ لونڈی سے کہا ساز چھوڑ کر فقیر کی جانب متوجہ ہو۔ کیونکہ وہ صوفی معلوم ہوتا ہے۔ وہ لونڈی انھیں دو شعروں کو بار بار گاتی رہی اور فقیر کہتا تھا یہی میرا حال خدا کے ساتھ ہے۔ لونڈی گائے جاتی تھی اور وہی شعر اسکی زبان پر تھے۔ یہاں تک کیفیت اُسپر غالب ہوئی کہ فقیر نے چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑا لوگوں نے پاس جاکر ہلایا وہ مر چکا تھا۔ پھر مالک مکان بالاخانہ سے اترا اور فقیر کو لے گیا۔ ہمکو غم نے گھیرا کہ یہ سپاہی اسکی تجہیز و تکفین اچھی طرح نہ کریگا۔ پھر مالک مکان اپنے کوٹھی پر چڑھ گیا اور جو کچھ سامان لہو ولعب وہاں موجود تھا، سب توڑ پھوڑ ڈالا۔ ہم لوگوں نے کہا اب اچھا ہی ہوگا۔ پھر ہم ایلہ میں گئے وہاں لوگوں کو اس حادثے کی خبر دی۔ جب صبح ہوئی ہم اسی محل کی جانب واپس آئے۔ لوگ ہر طرف سے اُس فقیر کے جنازے میں شرکت کو آرہے تھے۔ گویا کہ بصرہ میں کسی نے ندا کردی۔ یہانتک کہ قاضی اور عمائد شہر بھی آئے اور سپاہی جنازے کے پیچھے پیچھے ننگے سر اور ننگے پاؤں چل رہا تھا۔ یہانتک کہ اس فقیر کے دفن سے فراغت ہوئی۔ جب لوگوں نے

واپسی کا قصد کیا۔ سپاہی نے قاضی اور گواہوں سے کہا۔ سب صاحب گواہ رہیں میری سب لونڈیاں خدا کی راہ میں آزاد ہیں اور تمام اسباب میرا اور زمین خدا کی راہ میں وقف ہے۔ اور میرے صندوق میں چار ہزار اشرفیاں ہیں، خدا کی راہ میں خیرات کرتا ہوں پھر اس نے اپنا لباس اتار کر پھینک دیا صرف ایک پاجامہ پہنے رہا۔ پھر لوگوں نے دو کپڑے اُسکو دئیے۔ ایک باندھ لیا دوسرا اوڑھ لیا اور کسی جانب نکل گیا۔ لوگوں کا رونا اور شور کرنا اس سپاہی کی حالت پر بہ نسبت اس مردے پر رونے کے زیادہ تھا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ بیابان بنی اسرائیل میں ایک شخص نظر آیا۔ عبادت نے اسکو ناتوان و ضعیف کر دیا تھا اور پرانی مشک کی طرح ہو گیا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا ایسی کون سی محنت ہے جس نے تجھ کو اس حال پر پہونچا دیا۔ اس نے متعجب ہو کر میری طرف نظر کی اور کہا اے شخص گناہوں کے بوجھ نے، دوزخ کے خوف نے۔ بادشاہ جبّار کی حیا نے۔

حکایت (۱۲۶) شیخ عبداللہ بن احنف رح فرماتے ہیں۔ میں مصر سے بہ قصد ملنے شیخ رودباری رح کی زیارت کو چلا مجھکو عیسیٰ بن یونس مصری نے دیکھا۔ کہا میں تمکو راہ بتلادوں میں نے کہا ہاں۔ کہا تم صور میں ضرور جانا وہاں ایک جوان ایک بوڑھا دو شخص ہیں۔ کیفیت مراقبہ میں دونوں کامل ہیں۔ اگر تم ایک نظر بھی ان کو دیکھو گے تمام عمر کو کافی ہو گا۔ راوی کہتے ہیں۔ میں ان دونوں بزرگوں کے پاس گیا اور میں بھوکا پیاسا تھا اور میرے پاس ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے دھوپ کی حفاظت کرتا۔ میں نے دونوں کو روبقبلہ پایا۔ میں نے دونوں کو سلام کیا اور ان سے کلام کیا۔ مگر وہ مجھ سے نہ بولے۔ پھر میں نے کہا تم کو خدا کی قسم مجھ سے ضرور کلام کیجئے۔ پھر بوڑھے مرد نے سر اُٹھا کر کہا اے احنف رح کے بیٹے تم کو کس قدر کم شغلی ہے کہ فارغ ہو کر ہمارے پاس آئے۔ پھر سر جھکا لیا۔ میں انکے آگے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ ہمنے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی۔ میری بھوک پیاس جاتی رہی پھر میں نے جوان سے کہا مجھکو کچھ ایسی نصیحت کیجئے جس سے فائدہ پاؤں۔ کہا ہم لوگ تم مصیبت میں مبتلا ہیں ہماری زبان نصیحت کی نہیں۔ میں نے تین رات دن ان کے پاس قیام کیا۔ اس عرصہ میں نے اور انھوں نے کچھ نہ کھایا نہ پیا۔ تیسرے دن بعد دوپہر کے میں نے اپنے جی میں کہا ان سے ضرور سوال کرو شاید مجھکو میرے فائدے کی کوئی وصیت کریں اور میری تمام عمر میرے کام آئے۔ پھر جوان نے سر اُٹھا کر کہا جس کے دیکھنے سے تمکو خدا یاد آئے اور اسکے فعل سے نہ اُسکے زبانی قول سے تم کو نصیحت ہو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو۔ پھر میں نے غور کیا وہ دونوں نظر نہ آئے

حکایت (۱۲۷) حضرت ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے ابلیس کو خواب میں ننگا دیکھا (اس سے خدا کی پناہ) میں نے اس سے کہا تجھ کو انسانوں سے شرم نہیں آتی۔ کہا یہ لوگ تمہارے نزدیک انسان ہیں۔ میں نے کہا ہاں تو بھی جانتا ہے۔ ابلیس نے کہا اگر یہ لوگ انسان ہوتے تو جیسے لڑکے گولی کے ساتھ کھیلتے ہیں میں ان کے ساتھ نہ کھیلتا لیکن انسان ان کے سوا اور ہیں۔ میں نے کہا وہ کون ہیں۔ کہا مسجد شونیزیہ میں چند لوگ ہیں جنکی عبادت و پرہیزگاری سے میرا بدن دُبلا ہو گیا اور ان کی آتش حسد سے میرا جگر کباب ہے۔ جب میں ان کا قصد کرتا ہوں خداوند تعالےٰ کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ میں جلنے کے قریب ہو جاتا ہوں۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں خواب سے بیدار ہوا۔ اس مسجد میں گیا تین مرد نظر آئے اپنے سر گدڑیوں میں ڈالے بیٹھے تھے۔ جب انکو میری آہٹ ہوئی اور معلوم ہوا کہ کوئی غیر شخص ہے۔ تو ایک نے گدڑی سے سر نکالا اور کہا اے ابوالقاسم شیطان خبیث کی بات سے دھوکا نہ کھانا پھر اپنا سر چھپا لیا۔ خداوند تعالےٰ ان سے راضی ہو اور ہمکو ان سے نفع پہونچائے۔

حکایت (۱۲۸) حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں۔ میں مسجد شونیزیہ میں بیٹھا ایک جنازے کی نماز کا منتظر تھا۔ اہلِ بغداد اپنے درجوں میں بیٹھے جنازے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے ایک فقیر دیکھا اُس سے آثار عبادت ظاہر تھے۔ لوگوں سے سوال کر رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اگر یہ شخص کوئی عمل کرتا جس کی آمدنی سے اپنے کو سوال کرنے سے بچاتا تو کیا خوب تھا جب میں اپنے گھر واپس آیا۔ رات کا کچھ وظیفہ مجھ کو پڑھنا تھا۔ کچھ نوافل کچھ آہ وزاری اس کے سوا اور کچھ باقی تھا۔ مجھ پر یہ سب گراں اور دشوار گذرا۔ مگر میں بیٹھا جاگتا رہا۔ اسی حالت میں نیند نے غلبہ کیا۔ اور میں سو رہا۔ خواب میں اس فقیر کو (جو لوگوں سے سوال کر رہا تھا) دیکھا۔ ایک خوان بچھا ہوا ہے۔ اسپر اسی فقیر کو لا کر بٹھایا۔ مجھ سے کہہ رہے ہیں تو اس کا گوشت کھا، تو نے اسکی غیبت کی ہے، اسی حالتِ خواب میں مجھ کو سب حال ظاہر کیا گیا۔ میں نے کہا میں نے تو اسکی کبھی غیبت نہیں کی البتہ جی میں کہا ہے مجھ سے کہا گیا تو ان لوگوں میں نہیں ہے کہ ایسی خفیف باتیں تجھ سے ہم پسند کریں۔ جا اُس فقیر سے اپنا قصور معاف کرا۔ جب صبح ہوئی میں اُسکی تلاش میں پھرنے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے اسکو دیکھا۔ ایک جگہ ترکاری دھونے سے پانی میں جو پتے گر جاتے ہیں اُٹھا رہا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ کہا اے ابوالقاسم پھر ایسی تقصیر کرو گے اور

اور دوسرے بندگانِ خدا کا عیب نکالو گے۔ میں نے کہا پھر ایسا نہ کرونگا۔ کہا خدا ہمکو اور تم کو بخش دے۔

حکایت (۱۲۹) شیخ ابراھیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں پہاڑ لکام میں تھا میں نے ایک انار دیکھا، مجھ کو انار کی خواہش ہوئی میں اسکے قریب گیا۔ ایک لیکر توڑا۔ وہ کھٹا نکلا۔ میں انار چھوڑ کر چلا گیا۔ آگے دیکھتا کیا ہوں کہ ایک آدمی پڑا ہے اور بہت سی بھڑیں اُسے لپٹ رہی ہیں۔ میں نے سلام علیک کی۔ کہا اے ابراھیم وعلیک السلام۔ میں نے پوچھا کہ تم نے مجھے کسطرح پہچان لیا۔ فرمایا جو اللہ کو پہچان لیتا ہے اسپر کوئی شے مخفی نہیں رہتی۔ تب میں نے ان سے کہا میرے خیال میں تمھیں اللہ سے خاص تعلق ہے۔ اگر تم اللہ سے چاہو اور دعا کرو تو امید ہے کہ ان بھڑوں سے وہ تمھیں بچا دے۔ فرمایا میرے خیال میں تمھیں بھی اللہ سے ایک خاص تعلق ہے۔ اگر تم چاہتے تو اللہ سے دعا کرتے تو وہ تمھیں انار کی خواہش سے بچا لیتا۔ کیونکہ انار کی لذت کی سزا تو انسان کو آخرت میں بھگتنی پڑے گی اور بھڑوں کی کاٹنے سے تو فقط دنیا ہی میں تکلیف معلوم ہوتی ہے (لہٰذا یہ تکلیف زیادہ رہی یا وہ) ابراھیم کہتے ہیں میں اُسے وہیں چھوڑ کر چل دیا۔

حکایت (۱۳۰) ابراھیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں بغداد میں تھا۔ وہاں ایک جماعت فقراء کی رہتی تھی۔ ایک روز ایک جوان ہشیار عقلمند خوبصورت خوش اخلاق آیا میں نے اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے کہا یہ شخص یہودی معلوم ہوتا ہے۔ ان کو میری یہ بات بری لگی۔ میں باہر آیا تو وہ جوان بھی باہر آ گیا۔ لیکن پھر اندر ہی چلا گیا اور ان (میرے ساتھیوں) سے پوچھا کہ یہ بڑے صاحب تم سے کیا کہتے تھے۔ انھوں نے اس کے بتانے سے دریغ کیا لیکن جب اس نے اصرار کے ساتھ پوچھا تو انھوں نے کہدیا کہ یہ شیخ تجھ کو یہودی بتاتے تھے۔ ابراھیم کہتے ہیں اسی وقت وہ میرے آگے آ پڑا اور مسلمان ہو گیا۔ کسی نے اس سے یہ واقعہ دریافت کیا تو اس نے یہ بیان کیا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ صدیق آدمی کا سمجھنا غلط نہیں ہوتا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ مسلمانوں کا امتحان کرنا چاہیئے۔ میں نے غور کیا تو دل نے کہا اگر ان میں کوئی صدیق آدمی ہو گا تو اس گروہ میں کوئی نہ کوئی ضرور ہو گا۔ کیونکہ وہ یہ لوگ ماسوی اللہ کے ترک کے قائل ہیں۔ چنانچہ جس وقت ان شیخ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو انھوں نے مجھے فوراً تاڑ لیا۔ اس لئے مجھے یقین ہو گیا کہ بیشک یہ صاحب صدیق (کے مرتبے میں) ہیں پھر وہ جوان صوفیۂ کبار میں سے ہو گیا۔

حکایت (۱۳۱) ابو العباسؒ بن مسروق کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بوڑھا آدمی آیا کرتا تھا، اور اپنی اسحالت میں وہ بہت خوش طبعی کے ساتھ شیریں باتیں کرتا اور خود ہی ہم سے کہدیتا

تھا کہ میرے متعلق جیسا تمہارا خیال ہو مجھ سے کہدینا - ایک روز مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص یہودی ہے اور غالب گمان میرا یہی ہوگیا - میں نے (اپنے دوست) جریری سے ذکر کیا تو انھوں نے اُسپر تعجب کی راہ سے اللہ اکبر کہا لیکن میں نے یہ کہا کہ میں تو اس سے یہ ضرور ظاہر کردونگا (چنانچہ میں نے تمہید کے طور پر) اول اس سے یہ کہا کہ تم نے خود ہم سے یہ کہہ رکھا ہے کہ میرے متعلق جیسا تمہارے دلوں میں خیال پیدا ہو تم مجھپر ضرور ظاہر کردینا (اسلیئے میں کہتا ہوں کہ) تم میری خیال میں یہودی ہو یہ سنکر تھوڑی دیر اُسنے سر جھکائے رکھا - پھر سر اُٹھا کر کہا بیشک تم سچے ہو - لیکن میں اسوقت کلمہ پڑھتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ - اور کہنے لگا میں تمام مذہبوں کی چھان بین کرچکا ہوں اور خود بھی میں یہ کہتا تھا کہ اگر کسی قوم میں کچھ سچاپن ہوگا تو وہ بس ان ہی (مسلمان) لوگوں میں ہوگا - اور تمہارے پاس میں تمہارا امتحان ہی کرنے کو آتا تھا اور بے شک اب میں دیکھ چکا کہ تم لوگ حق پر ہو - پھر وہ اچھا خاصا مسلمان ہوگیا -

حکایت (۱۳۲) ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سری سقطی مجھ سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ تو لوگوں کو وعظ سنایا کر اور میرے دل میں لوگوں کے سامنے بولنے سے بھی دہشت تھی اور میں حیا کی وجہ سے اسکے مستحق ہونے کو اپنے اوپر تہمت سمجھتا تھا - ایک روز جمعہ کی شب کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا - آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو نصیحت کرو اُسی وقت میں اُٹھا اور صبح ہونے سے پہلے ہی سریؒ سقطی کے دروازہ پر پہونچا اور دروازہ پر دستک دی - انھوں نے فرمایا جب تک تم سے خود نہ کہا گیا تم نے ہمارے کہنے کا اعتبار نہ کیا - خیر پھر صبح کو لوگوں کو وعظ سنانے کے لئے جامع مسجد میں بیٹھے اور سب میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ جنیدؒ وعظ سنانے کے لئے بیٹھ گئے ہیں - اتنے میں ایک نصرانی متعصب کا غلام ان کے روبرو کھڑا ہوا اور یہ کہا کہ اے شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ارشاد کا کیا مطلب ہے - اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی - یعنی مومن آدمی کے قیافسے بچنا چاہئے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھا کرتا ہے - حضرت جنیدؒ نے یہ سن کر سر نیچا کرلیا - تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ بس تو مسلمان ہوجا، تیرے مسلمان ہونے کا وقت آگیا ہے - اسی وقت وہ غلام مسلمان ہوگیا اور جنیؤ توڑ کر پھینک دیا - اللہ نے اسکی خطائیں معاف کیں -

حکایت (۱۳۳) شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ایک روز

اپنے مریدین کو لے کر باہر نکلے۔ اسوقت آپ کے ساتھ چالیس آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو رزق پہنچانے کا کفیل ہو چکا ہے۔ چنانچہ کیا عمدہ ارشاد ہے وَمَنْ یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ یعنی جو کوئی اللہ سے ڈرے تو اللہ اسکی خلاصی کی صورت پیدا کر دیتا ہے اور ایسی صورت سے رزق پہونچاتا ہے جہاں اُس کا گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر توکل کرے اللہ اسے کافی ہے۔ لہٰذا تم سب اللہ پر توکل کرو اور اسی کی طرف دھیان رکھو اور کسی کا خیال نہ کرو۔ یہ فرماکر انھیں وہیں چھوڑا اور آپ چل دئیے۔ تین روز تک یہ لوگ وہاں رہے لیکن ان پر کوئی بھید نہ کھلا۔ جب چوتھا روز ہوا۔ شیخ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالےٰ نے بندوں کے لئے (روزی تلاش کرنے کو) سبب پیدا کرنا مباح کر دیا اور اسکی اجازت دیدی ہے۔ چنانچہ اسی کی بابت ارشاد ہے ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ۔ پس چاہیئے کہ تم اپنے سے ایک سچا آدمی سمجھ کر اُسے بھیجو امید ہے کہ وہ تمہارے لئے کچھ کھانے کو لے آئے گا۔ چنانچہ انھوں نے اس کام کے لئے ایک کو پسند کر کے جو سب میں زیادہ غریب تھا بھیجا۔ وہ وہاں سے چل کر بغداد میں پہونچا اور وہاں پھرتا رہا۔ معاش کی کوئی صورت اُس سے نہ بنی اور بھوک کی وجہ سے یہ نوبت ہو گئی کہ چلنے سے مجبور ہو کر ایک نصرانی ڈاکٹر کے شفاخانہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس ڈاکٹر کے پاس بہت مخلوق آتی تھی۔ اور وہ سب کا حال خود بتا دیتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی نگاہ اس فقیر پر بھی پڑ گئی اس نے پوچھا تمھیں کیا تکلیف ہے۔ اس نے اسے نصرانی سمجھ کر اپنی بھوک کی کیفیت کہنی مناسب نہ سمجھی بلکہ (نبض دکھانے کے لئے) اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ اس نے نبض دیکھ کر کہا کہ میں نے تمہارے مرض کو بھی تشخیص کر لیا ہے اور اسکی دوا بھی سمجھ گیا ہوں (تم اطمینان سے بیٹھے رہو) پھر اپنے غلام سے کہا کہ فوراً بازار جاؤ اور آدھ سیر روٹی اور اسی قدر ہی قیمہ اور اتنا ہی حلوہ لے آؤ۔ غلام بازار گیا اور یہ اشیاء لے آیا۔ نصرانی نے لے کر خود اس فقیر کو دی اور یہ کہدیا کہ میرے خیال میں تو تمہارے مرض کی بس یہی دوا ہے۔ فقیر نے کہا۔ اگر تم اپنی طبابت میں سچے ہو تو مہربان چالیس اور آدمیوں کو بھی مرض ہے۔ نصرانی نے غلام سے کہا۔ اچھا پھر جلدی سے بازار جاؤ اور ایسا ہی کھانا چالیس آدمیوں کا اور لے آؤ غلام نے آیا اور فقیر کو دیکر ایک قلی کو ساتھ کیا کہ جہاں یہ جائیں ان کے ساتھ لے جا۔

ادھر فقیر سے کہا کہ آپ جو اور فقیر بتاتے ہیں یہ ان کے پاس لے جائیے چنانچہ یہ فقیر اوران کے ساتھ وہ قلی اُن لوگوں کے پاس پہونچے، اور ڈاکٹر بھی تھوڑے فاصلہ سے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے رہا تاکہ فقیر کے سیچے ہونے کو دیکھے۔ جب فقیر اس غار میں پہونچا جہاں اُسکے ساتھی تھے تو ڈاکٹر دروازے سے باہر ایک روزن کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس نے وہ کھانا رکھا اور سبھوں نے شیخ شبلیؒ کو آواز دی اور سارا کھانا اُن کے آگے رکھدیا۔ شیخ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا کہ اے فقیر و اس کھانے میں تو عجیب بھید ہے۔ پھر آپ اس فقیر کی طرف متوجہ ہوئے جو کھانا لایا تھا اور فرمایا اس کھانے کا پورا قصہ بیان کر کس طرح ہوا ہے۔ اس نے سب قصہ بیان کر دیا، اسوقت شبلیؒ نے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ ایک نصرانی کا کھانا کھا لینے پر بلا اسکے راضی ہو گئے کہ اس نے تمہارے ساتھ سلوک کیا اور تم نے اسکو ابھی عوض نہیں دیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا سید ہم (غریب فقیر آدمی) اس کا عوض کس طرح دے سکتے ہیں۔ فرمایا کہ کھانا کھانے سے پہلے اسکے حق میں دعا کرو۔ وہ نصرانی ڈاکٹر یہ سب قصہ سُن رہا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ یہ لوگ باوجود اس قدر بھوک کے کھانا کھانے سے رک گئے ہیں اور جو شیخ نے فرمایا تھا وہ سن لیا تو اُسوقت دستک دی۔ انھوں نے دروازہ کھول دیا۔ اس نے اندر جا کر اپنا جنیو توڑ کر پھینک دیا اور کہا اے شیخ ہاتھ بڑھاؤ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ پھر تو وہ نصرانی پکا مسلمان ہو کر شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے مریدین میں داخل ہو گیا

حکایت (۱۳۴) شیخ شبلی ہی رضی اللہ عنہ کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے تو (علاج کے لئے) لوگ آپ کو مارستان لے گئے اور وہاں کے سفیر علی بن عیسےٰ نے بادشاہ کو ان کی اطلاع کی بادشاہ نے فوراً ایک بڑا حاذق ڈاکٹر علاج کے واسطے بھیجدیا۔ لیکن وہ نصرانی تھا۔ اس نے ہر چند دوائیں دیں۔ کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ ایک روز اس ڈاکٹر نے شیخ شبلیؒ سے کہا کہ قسم ہے اللہ کی۔ اگر آپ کی دوا میرے بدن کا کوئی عضو کٹ کر اسمیں بنے تب بھی مجھے کوئی مشکل نہیں۔ شبلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری دوا تو بہت ہلکی سی ہے اس نے پوچھا کیا ہے۔ فرمایا اس زنار کو توڑ دے (اور مسلمان ہو جا) ڈاکٹر نے فوراً ہی کلمہ پڑھ لیا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ صلی اللہ علیہ وسلم (شیخ اچھے ہو گئے) اور بادشاہ کو اس قصے کی خبر ہوئی تو وہ بہت رویا اور کہا کہ ہم نے تو طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا۔ ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہم نے مریض کو طبیب کے پاس بھیجدیا ہے

میں کہتا ہوں کہ درحقیقت طبیب اور ڈاکٹر ایسا ہی شخص ہوتا ہے اور اسی کی حکمت ایسی ہوتی ہے کہ جس سے سب مرض جاتے رہیں۔

حکایت (۱۳۵) شیخ ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ جب کبھی سفر کرنا چاہتے تو نہ کسی کو خبر کرتے اور نہ کسی سے کہتے تھے۔ بلکہ فقط ایک لوٹا لے کر چل دیتے تھے۔ حامدؒ اسود کہتے ہیں ایک مرتبہ مسجد میں میں آپ کے ساتھ تھا کہ آپ لوٹا اٹھا کر چل دیئے اور میں بھی پیچھے ہولیا۔ ہم مقام قادسیہ میں پہونچے تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ حامد کہاں جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت جہاں آپ جاتے ہیں۔ فرمایا انشاء اللہ تعالےٰ میرا تو مکہ معظمہ کا قصد ہے۔ میں نے عرض کیا انشاء اللہ تعالیٰ میرا بھی مکہ معظمہ ہی کا قصد ہے۔ بعد اسکے جب تین روز ہمیں چلتے چلتے ہو گئے تو ایک جوان آدمی ہمارے ساتھ آملا اور وہ بھی ایک دن رات ہمارے ساتھ برابر چلا لیکن نماز بالکل نہ پڑھی۔ میں نے شیخ کو معلوم کرایا کہ یہ جوان (ہمارے ساتھ ہے اور) نماز بالکل نہیں پڑھتا شیخ وہیں ٹھہر گئے اور اس سے پوچھا کہ اے لڑکے کیا وجہ ہے کہ تو نماز نہیں پڑھتا۔ حالانکہ نماز تو حج سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس نے کہا اے شیخ میرے ذمہ نماز نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تو مسلمان نہیں ہے کہا نہیں۔ فرمایا اور تو کون ہے۔ کہا میں عیسائی ہوں لیکن عیسائی پن میں بھی میرا گذر توکل ہی پر ہے اور میں اپنے جی میں اس بات کا دعوی کر چکا ہوں کہ میں توکل کو پورا ہی کرونگا اور چونکہ اس دعوے میں سچا ہونے میں مجھے اعتماد نہیں تھا اس لئے میں بیابان جنگل میں چلا آیا ہوں کہ یہاں معبود کے سوا اور کوئی چیز ہی نہیں ہے تاکہ میں یہیں رہوں اور اپنے جی کا امتحان کروں۔ ابراہیم یہ قصہ سن کر چل دئیے اور (مجھ سے) فرمایا اسے چھوڑ دو اب یہ تمہارے ساتھ ہی رہیگا۔ چنانچہ وہ ہمارے ساتھ سفر کرتا رہا یہانتک کہ ہم مقام بطن مر میں پہونچے۔ شیخ نے وہاں ٹھہر کر اپنے کپڑے میلے اتارے اور انہیں پانی سے دھویا۔ پھر بیٹھ کر اُس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے۔ کہا عبد المسیح۔ فرمایا اے عبد المسیح یہ دہلیز مکہ کی یعنی حرم ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے تم جیسوں پر اسکے اندر جانا حرام فرما دیا ہے اور یہ فرمایا ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام۔ یعنی مشرک لوگ ناپاک ہوتے ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ جائیں۔ اور جو تو کہنا چاہتا تھا تجھے معلوم ہو گیا ہے۔ سو اب تو مکہ کے اندر نہ آنا ورنہ جس وقت ہم تجھے اندر دیکھیں گے فوراً نکلوا دینگے۔ حامد کہتے ہیں ہم اسے وہیں چھوڑ کر مکہ میں چلے گئے اور وہاں سے پھر عرفات گئے۔ عرفات

میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ وہ بھی محرم بنا لوگوں کے منھ تکتا ہوا آ رہا ہے اور آ کر ہمارے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضرت ابراھیم کے قدموں پر گر پڑا۔ ان کی قدمبوسی کی۔ آپ نے پوچھا اے عبد المسیح ہمارے بعد تمہارا کیا قصہ ہوا۔ کہا حضرت خبردار (اب میں عبد المسیح یعنی میں مسیح کا بندہ نہیں ہوں بلکہ) میں بھی اسی کا بندہ ہوں جس کا مسیح بندہ ہیں۔ ابراھیم ؒ نے پوچھا کہ تو اپنا قصہ تو بیان کر۔ کہا جب تم مجھے چھوڑ کر چلے آئے تو میں اپنی اسی جگہ بیٹھا رہا کہ اتنے میں ایک قافلہ حاجیوں کا آیا میں کھڑا ہو گیا (میری یہ حالت ہو گئی) گویا میں مجرم ہوں اور مسلمانوں کی صورتیں مجھے اوپری معلوم ہونے لگیں۔ پھر اسی وقت میری نظر خانۂ کعبہ پر پڑ کر یہ کیفیت ہوئی کہ سوائے دینِ اسلام کے اور سب دین مجھے بے اصل نظر آنے لگے۔ اسی وقت میں مسلمان ہو گیا اور غسل کر کے احرام باندھ لیا اور آج اس وقت میں تم ہی کو تلاش کرتا تھا۔ تب ابراھیم خواص ؒ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے حامد نصرانیہ میں بھی صدق کی برکت دیکھو۔ اسے اسلام کی ہدایت ہو گئی۔ پھر وہ ہمارے ہی ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ فقیروں ہی میں اسکا وصال ہو گیا۔

حکایت (۱۳۶) عبد اللہ ابن خفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدت دراز تک میں سیاحی کرتا رہا کہ کہیں ابدال سے ملوں۔ آخر سیر و سفر سے تنگ آ کر ملک فارس کے شہر اصطخر میں آ گیا اور وہاں صوفیوں کی ایک خانقاہ تھی میں وہاں پہونچا۔ مشائخ کی ایک جماعت دیکھی وہ نو آدمی تھے۔ کھانا ان کے آگے رکھا ہوا تھا انھیں میں حسن بن ابی سعد ابو الازھر بن حیان وغیرہ تھے۔ میں تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ پھر میں نے ہاتھ دھوئے جب دھو چکا تو انھوں نے میرے واسطے جگہ چھوڑ دی میں اُن کے بیچ میں ہی بیٹھ گیا اور جو کچھ وہ کھا رہے تھے ان کے ساتھ کھانے لگا پھر ہم وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے (اور سونے کے لئے لیٹ گئے) میں ابھی تھوڑی ہی دیر سونے پایا تھا کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابن خفیف جن لوگوں کی تمھیں تلاش تھی اور جن کی صحبت تم چاہتے تھے اس شہر میں وہ یہی لوگ ہیں۔ اور تم بھی اب ان ہی میں ہو۔ پھر میرا دل یہ چاہا کہ جو کچھ واقعہ میں نے دیکھا ہے۔ ان لوگوں کو سنا دوں، لیکن ان کے سامنے کہتے ہوئے مجھپر دہشت طاری ہو گئی۔ (اسلئے نہ کہہ سکا) ابھی تھوڑا ہی دن چڑھنے پایا تھا کہ شیخ ابو الحسن ابن ابی سعید ؓ یکایک تشریف لائے اور خود ہی مجھ سے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے ان صاحبوں کو بھی سنا دو

(ان کے فرمانے سے) میں نے ان کو سنا دیا۔ بس اس خبر کے پھیلتے ہی وہ سب صاحب دوسرے شہروں میں چلے گئے۔ رضی اللہ عنہم وعن سائر الصالحین ۔ آمین۔

حکایت (۱۳۷) ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میں پورب، پچھم کا سفر اس لئے کرتا پھرتا تھا کہ کہیں سے ابدال لوگوں کی زیارت کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگالوں، اتفاق سے ایک روز عشاء کے وقت میں بصرہ کے قریب پہونچا اور راستہ سے دائیں طرف مڑکر دریا کی جانب اس لئے ہو گیا کہ پانی کے قریب ہو جاؤں۔ میں نے دیکھا کہ دس آدمی اپنی اپنی جانماز پر بیٹھے ہیں۔ لیکن کسی کے پاس کوئی لوٹا وغیرہ جو صوفیوں کے پاس ہوتے ہیں نہیں ہے۔ پھر وہ سب کے سب میرے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور معانقہ کر کے مجھ سے ملے۔ اسکے بعد پھر سب سر جھکا کر بیٹھ گئے اور غروبِ شمس تک اسی طرح بیٹھے رہے کہ ایک کو ایک کی خبر نہ تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک آدمی اٹھا اور دریا میں گھس گیا۔ مجھے کچھ خبر نہیں کہ اسکی کیسی حالت تھی۔ ہاں یہ میں نے دیکھا کہ وہ گیارہ مچھلیاں بھنی ہوئی لایا۔ حالانکہ آگ یا ایندھن وہاں پر کچھ نہیں تھا۔ پھر ان ہی میں سے ایک اور نے اٹھ کر ہر ایک کے آگے ایک ایک مچھلی رکھ دی اور خود ایک بڑی مچھلی لیکر الگ جا بیٹھا۔ پھر یہ لوگ بھی اس مجلس سے اٹھ کر اپنے اپنے شغل میں لگ گئے۔ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ پھر جب صبح ہونے لگی تو موذن نے اذان پڑھی۔ اسکے بعد جماعت ہوئی۔ سب نماز پڑھ کر اپنی اپنی جانمازیں لے کر دریا میں گھس گئے۔ لیکن دریا میں پانی کے اوپر اوپر ہی چلتے تھے۔ ان کے اس خادم نے جس نے ان کے سامنے یہ مچھلیاں رکھی تھیں اور خود ایک بڑی مچھلی لے کر علیحدہ بیٹھ گیا تھا ان کے ساتھ جانا اور پانی کے اوپر چلنا چاہا وہ وہیں ڈوب گیا۔ انھوں نے اسکی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے فلاں جو ہم میں خیانت کرنے لگتا ہے وہ ہمارے مرتبہ میں نہیں رہتا اور میں دور کھڑا ہوا انھیں دیکھتا اور ان کی جدائی پر افسوس کرتا رہا آخر میں تو لوٹ کے چلا آیا اور اس خادم کو وہیں ڈوبا ہوا چھوڑ آیا۔

حکایت (۱۳۸) العباد انی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عشاء کی نماز کے بعد آبادان کی مسجد میں تھا اور اول صف میں تین آدمی تھے جنھوں نے ہمارے ساتھ ہی نماز پڑھی تھی۔ پھر وہ نکل کر دریا کی طرف جانے لگے تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ اولیاء (اللہ) ہیں اسوجہ سے میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ جسوقت وہ دریا پر

پہنچے اُسکے اندر چاندی کا ایک تار سا اُن کے لئے پھیل گیا اور یہ تینوں صاحب اُس کے اوپر سے اتر گئے میں نے بھی اُسپر اس خیال سے پاؤں رکھا کہ ان کے ساتھ جاؤں لیکن وہیں ڈوب گیا اور میں (اس رنج کے مارے) بیٹھکر رونے لگا وہ پرے چلے گئے۔ مجبور ہوکر میں پھر مسجد میں چلا آیا۔ جب صبح کا وقت ہوا تو پھر میں نے انھیں صفِ اول میں دیکھا اور اسوقت سے وہ مسجد ہی میں رہے۔ پھر کل جیسا سب قصہ ہوا تب بھی میں مجبور ہوکر مسجد میں چلا آیا جب تیسرا روز ہوا تو پھر میں نے انھیں پہلی صف میں دیکھا۔ تب میں نے اپنے جی میں کہا کہ اے جی تیرے اندر نقصان ہے۔ اگر تیرے اندر خوبی ہوتی تو تو ضرور ان کے ساتھ (پانی سے گذر جاتا) اور اللہ تعالیٰ میری اس نیک نیتی کو جانتا تھا۔ پھر جب وہ اُسوقت وہاں سے نکل کر جانے لگے جیسے کہ ہر روز جاتے تھے تو وہی چاندی کا تار ان کے لئے پانی پر تن گیا وہ سب اس پر سے گذر گئے میں نے بھی پانی پر قدم رکھا اور اُن کے ساتھ ہی اتر گیا اور ان میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، آگے پہنچکر سات آدمی ہو گئے۔ ہر روز سات مچھلیاں اُنپر آسمان سے اترتی تھیں اور خاص اُس روز ایک خوان میں لگ کر آٹھ مچھلیاں اتریں۔ اسلئے میں بھی ان کے ساتھ کھانے لگا۔ اتفاقاً میں نے ایک سے یہ کہدیا کہ اگر ہمارے پاس نمک ہوتا تو بہتر تھا۔ اسپر انھوں نے آہ کی سانس بھر کر کہا کہ تم ایسے لوگوں میں ہو۔ پھر میرا کسی نے ہاتھ پکڑکر چوراہے میں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد میں نے ان لوگوں کو کہیں نہیں دیکھا۔

حکایت (۱۳۹) عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کرانے کے لئے ایک غلام خریدا۔ جب رات ہوئی تو میں نے اسے اپنے کمرہ میں بلایا لیکن وہ مجھے معلوم نہ ہوا حالانکہ وہ دروازے سب اسی طرح بند تھے۔ جب صبح ہوئی تو وہ ایک درہم میرے پاس لایا۔ جس پر سورۂ اخلاص کا نقش تھا میں نے پوچھا یہ تم کہاں سے لائے ہو۔ کہنے لگا ایک ایسا ہی درہم میں ہر روز آپ کو اس شرط پر دے سکتا ہوں کہ رات کو آپ مجھے نہ بلایا کریں (میں نے یہ بات منظور کرلی) چنانچہ یہی قصہ رہا کہ رات کو وہ غائب رہتا اور صبح کو ویسا ہی درہم لے آتا۔ جب بہت سے دن ہو گئے تو میرے ہمسائے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے عبدالواحد اس غلام کو تم بیچ دو کیونکہ یہ کفن کھسوٹ ہے۔ اس سے مجھے بہت رنج ہوا۔ میں نے ان لوگوں کو یہ کہکر رخصت کیا کہ اب تو آپ تشریف لے جائیں باقی آج شب کو میں اسکی خبر لوں گا۔ جب عشاء کی نماز ہو چکی تو وہ جانے کے ارادے سے کھڑا

ہوا اور بند دروازے کی طرف اس نے اشارہ کیا تو وہ کھل گیا اور پھر اشارہ کیا تو بند ہو گیا اسی طرح دوسرے اور تیسرے دروازہ پر یہی قصہ ہوا اور میں (در پردہ) برابر اسکی حرکتوں کو دیکھتا رہا۔ آخر جب وہ نکل کر چلا تو میں بھی اُس کے پیچھے پیچھے گیا یہاں تک کہ وہ ایک چٹیل میدان میں پہونچا وہاں اس نے سب کپڑے اتار کر ایک ٹاٹ پہن لیا اور صبح تک نماز پڑھتا رہا اور فارغ ہو کر آسمان کی طرف منھ اُٹھا کر یہ دعا کی کہ اے میرے بڑے آقا مالک میرے چھوٹے آقا کی مزدوری دیدو۔ اسی وقت آسمان سے ایک درہم آپڑا اور اس نے اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ میں اسکا یہ قصہ دیکھ کر بہت متحیر ہوا اور اس کے حال سے مجھے دہشت ہو گئی۔ پھر میں بھی کھڑا ہوا اور وضو کر کے دو رکعت پڑھیں اور میرے دل میں جو خطرے آئے تھے اللہ سے اُس کی مغفرت چاہی اور مصمم ارادہ اُس کے آزاد کرنے کا کر لیا۔ اس کے بعد جو میں نے وہاں اُسے دیکھا تو وہاں مجھے معلوم نہ ہوا۔ میں رنجیدہ خاطر ہو کر وہاں سے لوٹا اور میں اس جنگل کو بھی نہیں پہچانتا تھا۔ یکایک میں نے سبزہ گھوڑے پر ایک سوار کو دیکھا۔ اس نے خود ہی مجھ سے پوچھا کہ اے عبد الواحد آج تم یہاں کیسے بیٹھے ہو۔ میں نے اپنا سب قصہ جو گذرا تھا بیان کیا۔ اس نے کہا تمھیں یہ بھی خبر ہے کہ تمہارے اور تمہارے شہر کے درمیان کتنا فاصلہ ہے میں نے کہا مجھے تو کچھ خبر نہیں ہو کہ یہاں سے کتنا فاصلہ ہے۔ کہا بڑے تیز رفتار سوار کے لئے بھی دو برس کی مسافت ہو۔ لیکن جب تک وہ تمہارا غلام یہاں نہ آئے تم ٹھہرنا نہیں اور وہ اسی شب میں یہاں آجائیگا۔ خیر جب رات ہوئی تو یکایک وہ وہاں پہونچ گیا اور ایک خوان ساتھ لئے ہوئے جس پر ہر قسم کا کھانا تھا مجھ سے کہا اے آقا کھاؤ اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔ میں نے کھانا کھایا اور وہ پھر اسی طرح نماز پڑھتا رہا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر کوئی اسم اعظم پڑھا جو میری سمجھ میں نہ آتا تھا اور چند قدم میرے ساتھ چلا کہ یکایک میں اپنے گھر کے دروازے ہی پر کھڑا ہوا تھا۔ پھر مجھ سے کہا اے آقا کیا تم نے مجھے آزاد کرنے کی نیت نہیں کر لی تھی۔ میں نے کہا نیت ویسی ہی ہے۔ کہا اچھا تو میری قیمت لیکر مجھے آزاد کر دو اور آخرت میں بھی تمہیں اس کا اجر ملیگا۔ پھر اس نے زمین سے ایک ڈھیلا اٹھا کر مجھے دیا۔ میں نے دیکھا تو وہ سونے کا ڈھیلا تھا۔ اسکے بعد وہ غلام تو چلا گیا اور میں اسکی جدائی کی حسرت ہی کرتا رہ گیا۔ پھر میرے ہمسائے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میاں اس کفن کھسوٹ غلام کو تم نے کیا کیا۔ میں نے کہا خبردار وہ کفن کھسوٹ نہیں تھا، بلکہ وہ نورجبین تھا۔ پھر میں نے جو جو اسکی کرامتیں دیکھی تھیں

انھیں سنائیں تو وہ سب رونے لگے اور اپنے گذشتہ توہمات سے توبہ کی۔

حکایت (۱۴۰) ابراھیم خواص رحؒ فرماتے ہیں۔ میں نے شہر بصرہ میں ایک غلام کو بکتے ہوئے دیکھا۔ اُس کا مالک یہ آواز دیتا تھا کہ کوئی اس غلام کو معہ اسکے اندر تین عیب ہونے کے خریدتا ہے۔ اور وہ تین عیب یہ ہیں۔ (۱) رات کو سوتا نہیں (۲) دن کو کھاتا نہیں (۳) بات بھی وہی کرتا ہے جو ضروری ہو۔ ابراھیم کہتے ہیں میں نے اس غلام سے کہا مجھے تم عارف معلوم ہوتے ہو کہا اے ابراھیم اگر میں عارف ہوتا تو اور کسی کی طرف کیوں مشغول ہوتا۔ اس کہنے سے میں سمجھ گیا کہ بیشک یہ عارفین سے ہے۔ میں نے بیچنے والے سے پوچھا کہ یہ غلام کتنے کا ہے۔ اس نے کہا کہ تم اسے کیا کروگے یہ تو دیوانہ ہے خیر میں نے اسکی قیمت تو اسے دیدی اور اپنے جی میں یہ کہا کہ خداوندا میں نے خاص تمہارے نام پر اس غلام کو آزاد کیا۔ اسی وقت اس غلام نے میری طرف دیکھا اور یہ کہا کہ اے ابراھیم اگر تم نے مجھے دنیا میں غلامی سے آزاد کیا ہے تو آخرت میں اللہ نے تمھیں دوزخ سے آزاد کردیا۔ پھر وہ مجھ سے غائب ہوگیا اور کہیں معلوم نہ ہوا۔

حکایت (۱۴۱) صالحین میں سے ایک شخص کی حکایت ہے فرماتے ہیں۔ میں نے ایک غلام خریدا تھا۔ اس سے پوچھا کہ تمھارا نام کیا ہے۔ کہا اے مولیٰ جو کچھ آپ رکھیں۔ میں نے پوچھا تم کام کیا کرتے ہو۔ کہا جو آپ بتائیں۔ میں نے پوچھا تم کیا کھاؤگے کہا جو آپ کھلائیں گے۔ میں نے کہا تمھارا دل کسی شئے کو چاہتا ہے کہا بھلا آقا کے سامنے غلام کا دل کسی شئے کو چاہ سکتا ہے۔ کہتے ہیں مجھے اسپر رونا آگیا اور وہ حالت یاد آئی جو میرے آقا (خداوند کریم) کے ساتھ ہوگی۔ میں نے کہا میرے پیارے تم نے تو مجھے خدا کا ادب کرنا سکھا دیا۔

حکایت (۱۴۲) ایک ولی اللہ کی حکایت ہے کہ ایک شخص کے مکان سے تھوڑی سی دیر میں ان کو کئی مرتبہ بلاوا آیا۔ جب یہ اُسکے دروازے پر پہونچے تو جو بلانے آیا تھا اُسی نے انھیں دھکے دیدیئے۔ یہ خوشی کے ساتھ واپس ہونے لگے رنجش کا ذرا اثر ان کے چہرہ پر نمایاں نہ ہوا۔ ان کے صبر و تحمل پر اسے بہت تعجب ہوا اور اس نے یہ بہت بڑی بات سمجھی۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ کوئی بڑی صفت نہیں ہے بلکہ یہ صفت تو کتّے میں بھی ہوتی ہے کہ جب بلاؤ تو آجاتا ہے۔ دھتکارو چلا جاتا ہے۔ اور اس نے بھی یہ فعل ان کے امتحان ہی کے لئے کیا تھا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کتّے میں دس خصلتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ہر مومن کو اپنے میں پیدا کرنی چاہئیں۔ اول یہ کہ وہ اکثر بھوکا رہتا ہے۔ اور یہ شیوہ

صالحین کا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا کوئی خاص مکان مشہور نہیں ہوتا۔ یہ اہل توکل کی نشانی ہے۔ تیسرے یہ کہ رات کو بہت ہی کم سوتا ہے۔ یہ محبین کی صفت ہے۔ چوتھے یہ جس وقت وہ مرجاتا ہے اس کا کچھ ورثہ نہیں ہوتا۔ یہ صفت زاہد لوگوں کی ہے۔ پانچویں یہ کہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا اگرچہ وہ اسپر ظلم کرے یا ستائے اور یہ صادق مریدوں کی صفت ہے۔ چھٹے یہ کہ تھوڑی سی جگہ پر خوش ہوجاتا ہے (اور صبر کرلیتا ہے) یہ علامت متواضعین کی ہے۔ ساتویں یہ کہ جب اسکی جگہ پر اور کوئی قابض ہوجاتا ہے تو وہ اسے چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے۔ یہ علامت راضعین کی ہے۔ آٹھویں یہ کہ جب کوئی مارے یا نکالے تو چلا جاتا ہے اور پھر ذرا سا ٹکڑا ڈال دیا جائے تو فوراً آجاتا ہے گذشتہ واقعہ کا کچھ دھیان دل میں نہیں رکھتا یہ علامت خاشعین لوگوں کی ہے۔ نویں یہ کہ جسوقت کھانا رکھا ہو تو دور بیٹھا دیکھتا ہے۔ یہ علامت مساکین کی ہے۔ دسویں یہ کہ جس جگہ کو چھوڑ دیتا ہے اُسے پھر کبھی نہیں دیکھتا۔ یہ علامت غمزدوں کی ہے۔

حکایت (۱۴۳) ایک صاحب فرماتے ہیں کہ ہم بہت سے آدمی ایک شہر میں تھے ایک روز ہم شہر سے باہر آنے لگے ہمارے پیچھے پیچھے شہر سے ایک کتا ہولیا جس وقت ہم دروازے پر پہونچے تو ہم نے مرا ہوا ایک جانور پڑا دیکھا۔ اور جب اس کتے نے دیکھا تو لوٹ کر شہر ہی میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اپنے ہی جیسے بیس کتے وہاں لایا۔ وہ آکر اس جانور کو کھانے لگے اور یہ دور کھڑا ہوا دیکھتا رہا۔ یہانتک کہ جب وہ کھا چکے اور اپنا اپنا پیٹ بھر کر چلے گئے اور جو کچھ ہڈیاں وغیرہ بچی تھیں وہیں چھوڑ گئے تب آیا اور بچا کچا کھایا۔ پھر یہ بھی چلا گیا۔

حکایت (۱۴۴) ایک شخص کی حکایت ہے کہ اس نے ایک پہاڑ کے غار میں بہت سے کتے دیکھے کہ وہ وہیں رہتے تھے اس سے باہر نہیں آتے تھے۔ ہاں ہفتہ بھر میں فقط ایک روز شہر میں جاکر ڈلاؤ پر سے کچھ کھاکر پھر اپنے پہاڑ پر آجاتے تھے۔ اسی طرح ہمیشہ ہوتا تھا کہ شہر میں گئے اور ڈلاؤ پر سے کھاکر اپنی جگہ آموجود ہوئے اور یہی ان کا طرز تھا۔ یہ شخص بھی مدت تک ان کے ساتھ رہا۔ جس روز وہ شہر جاتے تو ان کے ساتھ ڈلاؤ پر جو چیز اُسکے کھانے کی ہوتی کھا آتا اور پھر لوٹ کر ان کے ساتھ پہاڑ پر آجاتا۔ حتّٰی کہ ان کتوں ہی سے اُسے ریاضت اور آداب آگئے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ کچھ لوگ شکاری کتے لئے ادھر کو جاتے تھے۔ ان پہاڑیوں نے بھونک کر اُن سے کہا کہ اے مسکینوں تمھیں بادشاہوں کی نعمتوں کی ہوس اور خواہش ہوئی

اس لئے انھوں نے تمھیں قید کرلیا اور اگر تم بھی ہماری طرح گری پڑی چیز پر قناعت کرتے تو بلا قید رہتے۔ شکاریوں نے کہا کہ تمھیں ہمارے حال کی خبر نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے خود ہمارے اندر اپنی خدمت کرانے کا مادہ دیکھ کر ہم کو خدمت کرانے کے لئے قید کرلیا ہے اور ہماری قوتِ لایموت کے یہ کفیل ہیں۔ انھوں نے کہا اچھا جب تم میں کوئی بوڑھا ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ چھوٹ کر ہمارے ساتھ رہا کرے۔ شکاریوں نے کہا کیا اس وجہ سے چھوٹ جائے کہ اسکے ذمہ جو خدمت تھی وہ اب ادا نہیں ہوتی اور جب اس میں قصور آتا ہے تو ایسوں کو دھکے مل جایا کرتے ہیں۔

حکایت (۱۴۵) روایت ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ڈلاؤ پر سے اپنے کھانے کا گذر کرتے اور وہیں کے چیتھڑے پہنتے تھے ایک روز ایک ڈلاؤ پر انھیں کتا بھونکنے لگا انھوں نے اس سے فرمایا جو تجھے ملے تو کھالے اور جو مجھے ملتا ہے میں کھاتا ہوں مجھے بھونکتا کیوں ہے اگر (قیامت کے دن) پل صراط کے اوپر سے میں گذر گیا تو میں تجھ سے بہتر ہوں گا۔ ورنہ تو مجھ سے بہتر ہوگا۔ حضرت اویس کی یہ حالت تھی کہ گھر کے لوگ انھیں دیوانہ بتاتے اور لوگ انھیں ذلیل سمجھتے اور مضحکہ اڑاتے تھے اور بچے ان کے ساتھ کھیلتے تھے اور ڈھیلے مارتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ایسے لوگوں کو چاہا کرتا ہے جو متقی، پاک صاف پوشیدہ رہتے ہوں بال ان کے بکھرے ہوئے اور چہرہ غبار آلودہ اور پیٹ کمروں سے لگے ہوئے رہتے ہوں۔ جب وہ کہیں امیروں کے پاس جانا چاہیں تو انھیں اجازت نہ ملے اور اگر وہ خوبصورت مالدار عورتوں سے شادی کرنا چاہیں تو کوئی قبول نہ کرے۔ اگر کہیں چلے جائیں تو کوئی تلاش نہ کرے اگر کہیں سے آئیں تو ان کے آنے کی کسیکو خوشی نہ ہو۔ اگر بیمار ہوں، تو کوئی عیادت کو نہ آئے اگر مر جائیں تو کوئی جنازہ پر نہ آئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں سے کسی آدمی سے ہم کیونکر مل سکتے ہیں۔ فرمایا کہ اویس قرنی ایسے ہی لوگوں میں سے ہوں گے۔ پوچھا ان کی علامت کیا ہوگی حضور نے فرمایا۔ چھاتی چوڑی میانہ قد بہت تیز گندمی رنگ، داڑھی سینہ تک نگاہ کو ہمیشہ سجدہ ہی کی جگہ رکھیں گے۔ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے ہوئے اپنی حالت پر اکثر روتے ہوئے رہیں گے دو کملی ان کے پاس ہوں گی۔ ایک تہمد۔ دوسری چادر۔ زمین پر رہنے والوں میں وہ گمنام ہوں گے۔ لیکن اہلِ آسمان میں ان کا شہرہ ہوگا۔ اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھابیٹھیں تو اللہ اسکو ضرور (پوری کرے) انھیں بری کردیگا۔ ان کے بائیں مونڈھے کے نیچے قدرے سپیدی

ہوگی۔ اے حاضرین یاد رکھو کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے کہا جائیگا کہ تم بہشت میں چلے جاؤ لیکن اویس کی بابت یہ حکم ہوگا کہ تم کھڑے سفارشیں کرتے رہو۔ پھر اللہ تعالیٰ قبیلہ ربیعہ اور مضر جیسے جتھوں کے لوگوں کے حق میں انکی سفارش قبول فرمالیگا۔ اے عمر اور اے علی جس وقت تم ان سے ملو تو ضرور اپنے لئے ان سے دعاء استغفار کرانا اللہ تعالےٰ تمہاری خطاؤں کو بخش دیگا۔ اس قصہ کے بعد بیس برس تک حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی تلاش اور جستجو میں رہے لیکن مراد پوری نہ ہوئی۔ آخر جب وہ سال آیا کہ جسمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ کوہ ابو قبیس پر چڑھے اور بآواز بلند اہل یمن کو پکار کر پوچھا کہ تمہارے اندر کوئی شخص اویس نامی ہے۔ اسوقت ایک بہت بوڑھا لمبی داڑھی والا آدمی کھڑا ہوا اور دست بستہ عرض کیا کہ ہم کو اویس کی خبر نہیں ہے۔ لیکن ہاں میرا ایک بھتیجا ہے لوگ اسے بھی اویس کہتے ہیں وہ بہت نامرد اور فقیر کنگال ہے۔ اس قابل نہیں کہ اسے ہم آپ کے پاس حاضر کریں وہ ہمارے اونٹ چرایا کرتا ہے اور ہمارے اندر بہت ہی ذلیل اور رنج کا آدمی ہے۔ حضرت عمر نے اس بوڑھے سے پوچھا کہ وہ تمہارا بھتیجا کہاں ہے کیا وہ ہماری سرحد میں ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا کہاں ملیں گے اُس نے کہا عرفات کے جنگل میں اسی وقت حضرت عمر اور حضرت علیؓ دونوں سوار ہوکر دوڑتے ہوئے عرفات پہونچے۔ دیکھیں تو ایک درخت کے پاس کھڑے ہوئے اویس نماز پڑھ رہے ہیں اور اونٹ ادھر اُدھر چرتے پھر رہے ہیں۔ یہ دونوں اپنی سواریوں کو وہاں باندھ کر ان کے پاس پہونچے اور کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اویسؓ نے بھی ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھ کر ان حضرات کے سلام کا جواب دیا۔ ان دونوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ کہا اونٹوں کا چرواہا اور لوگوں کا نوکر۔ انھوں نے کہا ہم تم سے یہ اونٹوں کے چرانے اور نوکری کو نہیں پوچھتے۔ یہ فرمائیے آپ کا نام کیا ہے۔ کہا عبداللہ۔ انھوں نے کہا یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ اہل آسمان اور اہل زمین سب کے سب عبداللہ (یعنی اللہ کے بندے) ہیں، آپ اپنا وہ نام بتائیے جو آپ کی والدہ نے رکھا تھا فرمایا اے صاحب، تمہارا مجھ سے کیا مطلب ہے کیا چاہتے ہو۔ دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اویس قرنی کی ہم سے تعریف بیان فرمائی ہے۔ رنگ ڈھنگ سے تو ہم پہچان گئے ہیں۔ لیکن آپ نے ہم سے یہ بھی فرمایا تھا کہ ان کے بائیں مونڈھے کے نیچے قدرے سپیدی ہوگی۔ لہٰذا وہ تم ہمیں دکھادو اگر وہ بھی تمہارے اندر ہوئی تو بیشک تم وہی ہو۔ اویس رضی اللہ عنہ نے اپنا مونڈھا کھول کر دکھایا تو وہ سپیدی موجود تھی دونوں صاحبوں نے جلدی

سے اُٹھ کراُنکو بوسہ دیا اور یہ فرمایا کہ بیشک ہم گواہ ہیں کہ اویس قرنی آپ ہی ہیں آپ ہمارے لئے دعائے استغفار کیجئے۔ خدا آپ کی بھی مغفرت کر دیگا۔ فرمایا میں تو محض اپنے ہی لئے استغفار نہیں کرتا اور نہ اولادِ آدم میں سے کسی خاص کے لئے کرتا ہوں بلکہ جنگل اور دریا میں جس قدر مومن مرد اور مومن عورتیں اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہیں سب کے واسطے اس سے دعا کرتا ہوں جو مستجابُ الدعوات ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ ہی ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد اویس رضؓ نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر میرا حال اور میری کیفیت ظاہر فرمادی ہی۔ لیکن آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ یہ سنتے ہی اویس کھڑے ہو گئے اور کہا السّلام علیک یا امیر المومنین و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ، اور اے ابن ابی طالب تم پر سلام ہو اور خدا تعالےٰ آپ لوگوں کو اس امت میں سب سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آپ یہیں ٹھہرے رہیں اتنے وقت کہ میں مکہ معظمہ جاکر آپ کے واسطے کچھ خرچ اور کچھ کپڑا جو میرے پاس زائد ہو لے آؤں۔ اور بس وہاں جانا آنا ہی وعدہ کی میعاد ہے۔ فرمایا اے امیر المومنین میرے تمہارے درمیان کوئی میعاد نہیں اور نہ میں اس آج کے دن کے بعد تم کو دیکھ سکوں گا۔ لہٰذا یہ تو مجھے بتاؤ کہ میں اُس خرچ اور اس کپڑے کو کیا کروں گا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میرے پاس اونی چادر اور تہمد ہے بھلا تمہارے خیال میں ان کو کب تک پھاڑوں گا۔ یا تم نے نہیں دیکھا کہ میرے پاس گٹھا ہوا جوڑا جوتہ کا ہے میرے پاس یہ کب تک ٹوٹیں گے۔ اور تمھیں معلوم نہیں کہ میں اپنی اس چرواہے کی مزدوری چار درہم لیتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ انھیں میں کب تک کھاؤنگا اے امیر المؤمنین میرے اور تمہارے آگے آنیوالی ایک بڑی سخت گھاٹی ہے اسپر سے وہی پار ہوگا جو ہلکا اور دُبلا پتلا رہے گا۔ لہٰذا تم بھی ہلکے رہو۔ جب وقت حضرت عمر رضؓ نے ان کی یہ باتیں سنیں تو کوڑا زمین پر مارا اور چیخ کر یہ کہا کہ ہائے اے عمر تجھے تو تیری ماں نہ جنتی تو اچھا تھا اور کاش کہ وہ بانجھ ہی ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اسکے بعد حضرت عمر رضؓ مکہ کو روانہ ہوگئے۔ اور اویس رضؓ اپنے اونٹ لے کر بہڑے کو چلے گئے اور اپنی قوم میں ان کے اونٹ انکو سپرد کر دیئے اور وہ چرانا چھوڑ کر ایسے عبادت میں لگے کہ بس پھر وصال ہی ہو گیا اور صحیح مسلم میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ

سب کے روبرو فرماتے تھے کہ تمہارے پاس اویس بن عامر یمنی لوگوں کے ساتھ قرن سے آئیں گے پہچان ان کی یہ ہے کہ پہلے انھیں برص کی بیماری تھی اور دھبے تو سب جاتے رہے۔ فقط ایک درہم کے برابر سفیدی باقی ہے۔ ان کی ایک والدہ ہے جسکی انہوں نے بہت خدمت کی ہے اگر وہ اللہ پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اسے پوری ہی کردے گا۔

اے عمرؓ اگر تم ان سے اپنے حق میں دعا کراسکو تو ضرور کرانا۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہ حدیث اپنے اور حضرت علیؓ کے اکھٹے ہونے اور اس قول تک بیان کی کہ انھوں نے میرے لئے دعا کی میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا اب آپ کہاں جائینگے فرمایا کوفہ۔ فرمایا کہ آپ کی خاطر تواضع کے لیئے میں اپنے عامل کو لکھے دیتا ہوں۔ فرمایا نہیں۔ مجھے تو فقیر ہی لوگ پسند ہیں۔ اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت عمرؓ سے اسطرح مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ سب تابعین سے بہتر وہ آدمی ہے جسے لوگ اویس کہیں گے (پہچان ان کی یہ ہے کہ) ان کی ایک والدہ ہے اور پہلے ان کو برص کا بھی مرض تھا تم لوگ ان سے کہہ کر اپنے لئے استغفار کرانا۔

علقمہ ابن مرثد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زہد تابعین میں آٹھ آدمیوں پر ختم ہے۔ منجملہ اُن کے اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی ہیں ان کے گھر والوں نے انھیں دیوانہ سمجھ کر ان کے واسطے ایک حجرہ اپنے دروازہ پر بنوا دیا تھا (یہ بیچارے اسی میں رہتے تھے) اور وہ ایک ایک دو دو سال تک اُن کا منھ نہیں دیکھتے تھے۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے آپنے حج کے موسم میں آکر پکارا کہ اے لوگو سب کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ سب کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ سوائے اہل یمن کے اور سب بیٹھ جائیں۔ پھر حکم دیا کہ یمن والوں میں سے بھی ضلع مراد کے لوگ کھڑے رہیں اور باقی بیٹھ جائیں۔ چنانچہ دیگر اضلاع کے لوگ بھی بیٹھ گئے۔ اسکے بعد فرمایا کہ خاص مقام قرن کے لوگ کھڑے رہیں اور باقی ان میں سے بھی بیٹھ جائیں۔ چنانچہ اسطرح کرکے اور سب بیٹھ گئے فقط ایک آدمی کھڑا رہا اور یہی اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا چچا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اوّل یہ پوچھا کہ کیا تم خاص قرن کے رہنے والے ہو۔ بولا۔ ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا تم اویسؓ کو جانتے ہو۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین آپ اویس کو کیا پوچھتے ہیں وہ تو ہمارے اندر نہایت درجہ احمق ہی اور بالکل دیوانہ اور محتاج فقیر آدمی ہے۔ یہ سنتے ہی عمرؓ رونے لگے اور فرمایا کہ یہ باتیں تجھ میں ہی ہیں اُسمیں نہیں ہیں۔ کیونکہ میں نے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

آپ فرماتے تھے کہ اویسؓ کی شفاعت اور سفارش سے قبیلۂ ربیعہ اور مضر کے کتنے آدمی جنت میں جائیں گے۔ عمار بن یوسف حنفی کہتے ہیں، ایک آدمی نے اویس قرنی رضؓ سے پوچھا کہ آپ صبح وشام کیسے رہتے ہیں۔ فرمایا صبح کو اللہ کی محبت میں رہتا ہوں اور شام کو اسکی حمد ونعت میں مستغرق رہتا ہوں۔ علاوہ اسکے ایسے آدمی کا کیا حال پوچھتے ہو جس کا صبح کو خیال ہو کہ شام تک شاید ہی زندگی ہو اور شام کو خیال ہو کہ صبح تک شاید ہی زندہ رہے۔ کیونکہ موت اور اسکی یاد نے مسلمان آدمی کے لئے کوئی خوشی نہیں چھوڑی اور اللہ کے حق نے مسلمانوں کے حال میں چاندی سونا رکھنے کی گنجائش نہیں رکھی اسطرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر مسلمان کو کسی کا دوست نہیں ہونے دیتا کیونکہ ہم لوگ انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں وہ ہمیں سب برا کہتے ہیں اور ہماری بدگوئی کرتے ہیں بلکہ فاسقوں کو ہمارے مقابلے میں اپنے مددگار بنا لیتے ہیں۔ خدا کی قسم یہانتک نوبت پہونچی کہ میرے ذمہ بڑے بڑے جرم لگا دیئے۔ اتنا کہتے ہی اویسؓ نے اپنا راستہ لیا اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اویسؓ رضی اللہ عنہ کے حالات سنکر کوفہ پہونچا۔ سوائے ان کی تلاش کے اور کوئی مقصد میرا نہ تھا۔ دوپہر کے وقت میں دریائے فرات کے کنارے پہونچا تو وہاں بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ جو اوصاف میں نے ان کے سنے تھے ان سے میں نے انھیں پہچان لیا۔ گندمی رنگ، اتری ہوئی صورت، سر منڈا ہوا ہیبت ناک آدمی تھے۔ میں نے سلام علیک کی، آپ نے جواب دیا اور میری طرف دیکھا۔ میں نے مصافحہ کرنے کو ہاتھ بڑھایا۔ آپ نے مصافحہ مجھ سے نہیں کیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ اے اویس اللہ تم پر رحم فرمائے اور تمہاری مغفرت فرمائے کہو تو کیا حال ہے۔ اتنا کہتے ہی چونکہ مجھے ان سے محبت تھی ان کی حالت دیکھ کر ترس آیا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں رونے لگا۔ وہ بھی رونے لگے اور فرمایا اے ہرم ابن حیان خدا تمہیں خوش رکھے تم کسطرح ہو۔ میری خبر تمھیں کہاں سے لگ گئی۔ میں نے کہا اللہ نے بتا دیا فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمارا پروردگار پاک اور منزہ ہے جو کچھ اس کا وعدہ ہوتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے) میں نے پوچھا کہ تم نے میرا اور میرے باپ کا نام کہاں سے جان لیا۔ میں نے آج سے پہلے تمہیں کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ تم نے مجھے دیکھا۔ فرمایا نبانی العلیم الخبیر۔ (یعنی اسی علیم وخبیر نے مجھے بھی بتا دیا۔) میں نے کہا مجھے کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سناؤ۔ فرمایا مجھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب

نہیں ہوئی، نہ میں آپ کی صحبت میں رہا۔ ہاں میں نے ان حضرات کو دیکھا ہے کہ جنہوں نے
حضورؐ کو دیکھا تھا۔ اور میں تو اپنے لئے محدث بننا یا قاضی ہونا یا مفتی کہلانا پسند بھی نہیں کرتا اور
میری طبیعت تو لوگوں سے گھبراتی ہے۔ میں نے کہا اے برادرِ من قرآن شریف کی کچھ آیتیں ہی
سنا دو تم سے سننے کو میرا دل چاہتا ہے اور کوئی ایسی وصیّت کرو جسے میں ہمیشہ یاد رکھوں۔ یہ
سنکر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ پڑھا۔ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم
اور فرمایا کہ بے شک سب سے سچا قول میرے اللہ ہی کا ہے اور سب سے سچی بات میرے اللہ ہی
کی ہے۔ اسکے بعد یہ آیت وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ
مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ اَلْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ تک پڑھی اور ایک ایسی آہ کھینچی میرا یہ
خیال ہوا کہ بس اب آپ بیہوش ہو گئے ہیں پھر فرمایا کہ اے ابن حبان تمہارے باپ حبان
تو مر ہی چکے ہیں اور عنقریب تم بھی مر جاؤ گے نہ معلوم کہ پھر تم جنت میں جاؤ گے یا دوزخ
میں۔ اسکے علاوہ دیکھو کہ باوا آدم اماں حوّا بھی وفات پا چکیں اور حضرت نوح نبی اللہ
اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ نجی اللہ اور داؤد خلیفۃ الرحمن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضور کے خلیفہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میرے بھائی میرے دوست عمر بن الخطاب
رضی اللہ تعالےٰ عنہ سب کے سب وفات پا چکے ہیں۔ میں نے کہا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
تو وفات ابھی نہیں ہوئی۔ فرمایا نہیں ہو چکی۔ لوگوں سے میں نے یہ خبر سنی ہے اور منجانب اللہ
مجھے بھی الہام ہوا ہے اور میرا دل بھی گواہی دیتا ہے اور ہم تم بھی مردوں ہی میں ہیں اس کے
بعد درود پڑھی اور کچھ دعائیں کر کے فرمایا کہ بس میری تمکو یہی وصیت ہے تم موت کو یاد رکھنا۔
اور جب تک تم زندہ رہو ایک چشم زدن بھی اس ذکر کو دل سے جدا نہ کرنا اور جسوقت اپنے لوگوں
میں پہنچو خوفِ الٰہی کی ہدایت اور سب امت کو نصیحت کرنا اور جتھہ سے علٰحدہ رہنا ورنہ دین سے
علٰحدہ ہو کر جان بوجھ کر دوزخ میں چلے جاؤ گے۔ اب تم میرے اور اپنے حق میں دعا کرو اور
خود میرے حق میں بہت دیر تک دعا کی اور فرمایا کہ بس آج کے دن کے بعد تم مجھے نہیں دیکھ
سکو گے۔ کیونکہ میں شہرت کو برا سمجھتا ہوں اور تنہائی مجھے پسند ہے۔ بس اب نہ کسی سے مجھے پوچھنا اور
نہ تلاش کرنا اور مجھے یاد رکھنا اور دعا کرتے رہنا۔ میں بھی تمہارے واسطے دعا کروں گا۔ اب تم میرے
سامنے چلے جاؤ میں بھی ادھر کو جاتا ہوں۔ مجھے ان کے ساتھ تھوڑی دور چلنے کا اشتیاق تھا۔
لیکن انھوں نے منظور نہیں کیا اس لئے میں روتا ہوا ان سے علٰحدہ ہوا اور وہ بھی رونے لگے میں

انھیں دیکھتا ہی رہا۔ یہانتک کہ وہ بصرہ کے اندر داخل ہوگئے۔ بعد اسکے میں نے ہرچند تلاش کیا اور لوگوں سے بھی پوچھا لیکن کوئی ایسا شخص مجھے نہ ملا کہ ان کی کچھ بھی خبر دیتا اور کوئی ہفتہ مجھ پر ایسا نہ گذرتا تھا جسمیں ایک دو مرتبہ میں ان کو خواب میں نہ دیکھوں۔ مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جبکہ اور انبیاء علیہم السلام کا نام تعظیمی الفاظ کے ساتھ لیا ہے حضور کو اسطرح نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ فقط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا تو وجہ اسکی یہ ہے کہ حضورؐ کا فضل و شرف مشہور ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جس کا فضل و شرف مشہور ہوتا ہے اسکی زیادہ تعریف وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں رہا کرتی چنانچہ ہمارے علماء جس وقت امام شافعی وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں تو فقط شافعی کہدیتے ہیں اور جب ان کے کسی شاگرد کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ امام الحفیل سید الجلیل نے ایسا فرمایا ہے اور کئی قسم کے الفاظ ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح بعض امراء کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کی فضیلت وغیرہ ذکر کرتے ہیں اور بادشاہوں کے ذکر میں ایسا نہیں کرتے کیونکہ جو شے مشہور ہوگئی اسکی تعریف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر ان کی تعریف کیجائے تو بہت سے الفاظ سے ادا کرنی چاہیئے اور بسا اوقات بہت میں قصور رہ ہی جاتا ہے۔ لہٰذا قاعدہ یہی ہے کہ كَانَتْ شُهْرَةُ قَدْرِهٖ مُغْنِيَةً عَنْ ذِكْرِهٖ۔

اصبغ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اویس رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جب شام ہوتی تو آپ کہتے بس یہ شب رکوع کرنے کی ہے۔ بس پھر رات بھر رکوع ہی میں رہتے اور بعض اوقات فرماتے کہ آج کی رات سجدے کرنے کی ہے چنانچہ پھر رات بھر سجدہ ہی میں رہتے۔ بعض اوقات شام کے وقت جو کچھ کھانا وغیرہ بچتا سب خیرات کر دیتے۔ پھر جناب الٰہی میں عرض کرتے کہ الٰہی اب اگر کوئی بھوکا مرجائے تو مجھ سے مواخذہ نہ کیجیو۔ اور جو کوئی ننگا رہ جائے تب بھی مجھ سے کوئی مواخذہ نہ کیجو۔ عبداللہ بن سلمہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آذربائیجان پر ہماری جنگ ہوئی تھی اور اویس قرنی بھی اس میں ہمارے ساتھ تھے۔ جب ہم وہاں سے پھرے تو اویس رضؓ بیمار ہوگئے۔ ہم نے انھیں اٹھانا چاہا لیکن وہ سنبھل نہ سکے وہیں انتقال ہوگیا۔ وہاں کفن اور خوشبو اور قبر وغیرہ پہلے ہی سے تیار تھی۔ خیر ہم نے غسل دیکر اور کفنا کر نماز پڑھ کر دفن کر دیا اور وہاں سے چلے آئے۔ کچھ روز کے بعد جو ہم وہاں گئے حالانکہ ان کی قبر کو ہم جانتے تھے لیکن وہاں نہ قبر تھی اور نہ اس کا کچھ نشان تھا۔ عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ کی یہ روایت ہے کہ صفین کی لڑائی میں کسی نے پکارا کہ کیا ان لوگوں میں اویس قرنی ہیں تو اسوقت حضرت علی رضؓ کے ساتھیوں میں شہید

ہوئے ملے۔

حکایت ۱۴۶ ربیع ابن خیثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے خواب میں یہ بشارت ہوئی کہ میمونہ سوداء بہشت میں تیری بیوی ہوگی جب صبح ہوئی تو میں نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ عورت اب بکریاں چراتی ہے (میں نے یہ اپنے دل میں) کہا کہ اسکے پاس رہ کر اس کا عمل دیکھنا چاہیئے (کہ کیا کرتی ہے) میں نے دیکھا کہ دن میں سوائے فرض نمازوں کے اور کچھ نہیں پڑھتی اور جب شام ہوتی ہے تو بکری کا دودھ دُہ کر اول دفعہ تو خود پی لیتی ہے اور دوسری دفعہ دُہ کر خود اس بکری کو پلا دیتی ہے۔ میں نے تین روز اسکی یہ کیفیت دیکھ کر کہا کہ اے بی بی تو اس بکری ہی کو دودھ پلا دیتی ہے اور کسی کو کیوں نہیں دے دیتی۔ اُس نے کہا اے اللہ کے بندے یہ بکری میری نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر تو کیوں پیتی ہے۔ کہا یہ ایک شخص نے مجھے اس لئے دے رکھی ہے تاکہ میں پی لوں اور جسے چاہوں پلا دوں پھر میں نے کہا اے بی بی جو عمل میں نے تمہارے دیکھے ہیں کیا یہی فقط کرتی ہو اور کوئی عمل نہیں کرتیں۔ کہا نہیں صبح و شام جس حال میں مجھ پر ہوتی ہے میں اپنی تقدیر پر خوش و خرم رہتی ہوں۔ میں نے کہا اے بی بی کیا تمہیں بھی معلوم ہے کہ مجھے خواب میں یہ بشارت ہوئی ہے کہ تم بہشت میں میری بیوی ہوگی۔ یہ سنتے ہی بولی کیا تم ربیع ابن خیثم ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ کسی نے اس حکایت کے راوی سے پوچھا کہ اس عورت کو یہ کسطرح خبر ہو گئی۔ کہا شاید عورت نے بھی مرد کیطرح خواب میں دیکھ لیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ راوی نے جو کہا صحیح ہے کیونکہ یہ ایک احتمال ہے۔ لیکن انحصار اسمیں نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جاگتے میں اسکو کشف ہو گیا ہو۔

حکایت (۱۴۷) شیخ ابی محمد حریری فرماتے ہیں کہ میرے دروازہ پر... ایک اشہب باز آیا لیکن میں نے شکار نہ کیا۔ پھر چالیس برس تک میں نے جال لگایا تاکہ وہ یا اور کوئی باز مجھے ملجائے لیکن میری مراد پوری نہ ہوئی۔ کسی نے پوچھا وہ اشہب باز کیا چیز تھی کہا ایک آدمی تھا عصر کی نماز کے بعد ہمارے پاس مسافر خانہ میں آیا۔ جوان رنگ زرد پراگندہ بال ننگے سر ننگے پاؤں آکر وضو کیا اور نماز پڑھ کر مغرب تک اپنے گریبان میں منہ ڈالے بیٹھا رہا۔ اسکے بعد مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے گریبان میں منہ ڈالے بیٹھا رہا اور ہم لوگوں کو دعوت میں بلانے کے لئے خلیفہ کا آدمی گیا۔ میں خود اُٹھ کر اس جوان کے

کے پاس گیا اور کہا کہ خلیفہ کے درِ دولت پر تم ہمارے ساتھ چلو۔ اُس نے یہ سُن کر سر اوپر اُٹھایا اور کہا کہ میرا ایسا ارادہ نہیں کہ میں خلیفہ کے درِ دولت پر جاؤں۔ باقی میرا دل تو گرما گرم حلوا سوہن کو چاہتا ہے۔ چونکہ اس نے ہم لوگوں کی بات نہ مانی اور اپنی خواہش ظاہر کی، اس لئے میں نے بھی اسکی بات کو نہ سُنا۔ میں نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ یہ کوئی تو مسلم ہے اسکو ابھی ادب نہیں آیا۔ یہ سمجھ کر خلیفہ کے مکان پر چلا گیا وہاں ہم سب نے کھانا کھایا اور پچھلی رات وہاں سے رخصت ہو کر آئے۔ جب میں مسافر خانہ میں پہونچا تو اس جوان کو میں نے اُسی طرح بیٹھے ہوئے دیکھا میں بھی تھوڑی دیر اپنے مصلے پر بیٹھا رہا۔ پھر مجھے غنودگی سی آگئی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ موجود ہیں اور ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ آپ کے ہمرکاب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام ہیں۔ میں نے بھی حضورؐ کے سامنے جاکر سلام عرض کیا۔ آپ نے میری طرف سے منھ پھیر لیا۔ میں دوسری طرف سے گیا تو اسطرف سے بھی منھ پھیر لیا اور کچھ توجہ نہ فرمائی۔ نہ میرے سلام کا جواب دیا۔ میں اس سے بہت گھبرایا اور دست بستہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ سے ایسی کونسی خطا ہوئی جو حضور میری طرف سے منھ پھیر لیتے ہیں فرمایا ہماری امت کے ایک فقیر نے تم سے اپنی ایک خواہش ظاہر کی تھی، لیکن تم نے کاہلی کی (اور اسکو انجام نہ دیا) اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ مجھ پر رعب چھایا ہوا تھا۔ میں اُٹھتے ہی فقیر کے پاس گیا تو وہاں وہ مجھے نہ ملے۔ میں نے دروازہ کا کھڑکا سُنا فوراً میں ان کی تلاش میں باہر آیا تو وہ باہر نکل چکے تھے۔ میں نے آواز دی کہ اے جوان ذرا ٹھہرو جو چیز تم مانگتے تھے میں ابھی لاتا ہوں۔ تب میری طرف دیکھا اور کہا کہ جب فقیر نے تم سے ایک چیز چاہی تو تم نے نہ دی۔ اب ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے تم سے سفارش کی تو تم دوڑے آرہے ہو۔ اب مجھے ضرورت نہیں۔ یہ کہتے ہی مجھے چھوڑ کر چل دیئے۔

حکایت (۱۴۸) حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز مدینہ منورہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا میں کچھ باتیں کر رہا تھا کہ ایک نوجوان خوبصورت لباس فاخرہ پہنے ہوئے آیا اور ساتھ میں اُسکے چند یار دوست تھے۔ میں نے وعظ کہا اور وعظ میں یہ بھی بیان کیا کہ بڑے تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ ضعیف قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا رنگ زرد ہو گیا اور اُسی وقت وہ چلا گیا۔ پھر اگلے روز آکر اول سلام علیک کی اور پھر دو رکعت نفل پڑھ کر میری مجلس میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اے سریؒ میں نے کل تم سے

یہ سنا تھا تم نے کہا تھا (کہ ضعیف قوی کی نافرمانی کرتا ہے) تو اس کا مطلب کیا ہے۔ میں نے کہا مولیٰ (یعنی خداوند کریم سے) زیادہ کوئی قوی نہیں اور بندے سے زیادہ کوئی ضعیف نہیں۔ لیکن یہ پھر بھی اسکی نافرمانی کئے جاتا ہے۔ یہ سنکر اسوقت تو چلا گیا۔ اگلے روز آیا تو فقط دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ دوستوں میں سے بھی کوئی ساتھ نہ تھا۔ مجھسے پوچھا کہ اللہ کے پاس پہنچنے کا کونسا راستہ ہے۔ میں نے کہا اگر تم عبادت کرنا چاہتے ہو تو دن کو روزے رکھو اور راتوں کو نماز پڑھو اور اگر محض اللہ کو چاہتے ہو تو اُس کے سوا سب چیز کو چھوڑ دو اور مسجدوں یا ویران جگہ یا قبرستان میں رہا کرو۔ چنانچہ وہ یہ کہتا ہوا کھڑا ہو گیا کہ قسم ہے خدا کی میں مشکل ہی رستہ کو طے کروں گا۔ تھوڑے دنوں کے بعد میرے پاس چند لڑکے آئے اور پوچھنے لگے کہ احمد بن یزید کاتب کو کیا ہو گیا۔ میں نے کہا میں تو اسکو جانتا بھی نہیں ہوں۔ ہاں ایک ایسی ایسی صفت کا آدمی میرے پاس آیا تھا (نہ معلوم کون تھا) اور ایسی ایسی چند باتیں مجھ سے پوچھ کر چلا گیا۔ اب اس کا حال مجھے بھی معلوم نہیں (کہ کہاں ہیں)۔ کہا اچھا ہم تمھیں اللہ کی قسم دے جاتے ہیں کہ جب تمھیں اس کا حال معلوم ہو ہمیں ضرور خبر کر دینا۔ اسکے بعد ایک سال تک مجھے اسکی بالکل خبر نہ لگی۔ ایک روز عشاء کی نماز کے بعد میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک کسی نے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ میں نے اندر آنے کی لئے پکارا تو وہی جوان آنکلا اور میری پیشانی پر بوسہ دیکر کہا اے سرّی جیسا اللہ نے دنیا کی غلامی سے مجھے آزاد کر دیا ہے ایسا ہی ہمیں دوزخ کی آگ سے آزاد کرے۔ میں نے اسے دیکھ کر ایک اپنے دوست کو اشارہ کر دیا کہ اب ان کے گھر جاکر ان کو خبر کر آو (کہ تمہارا آدمی آگیا ہے) وہ اسی وقت گیا۔ اسکے جاتے ہی اُسکی بیوی بال بچوں کو لئے ہوئے آئی اسکا ایک بچہ زیور وغیرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس بچہ کو اسکی گود میں ڈال کر کہنے لگی کہ اے میاں تم نے اپنے جیتے ہی جی مجھے رانڈ بنا دیا اور ان بچوں کو بھی یتیم کر دیا۔ اس جوان نے میری طرف دیکھا اور کہا۔ اے سرّیؒ تم نے یہ کیا بے وفائی کی۔ پھر بیوی بچوں سے کہا کہ قسم ہے خدا کی۔ بیشک تم میرے دل کے پھل اور میرے دلی محبوب پیارے ہو میری اولاد مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیاری ہے۔ لیکن کیا کروں اس سرّی رضی اللہ عنہ نے مجھسے کہا کہ اگر تم اللہ کو راضی رکھنا چاہتے ہو تو اسکے سوا تمام شے سے قطع تعلق کر لو۔ یہ کہکر بچہ پر جو زیور وغیرہ تھا اتار لیا اور بیوی سے کہا کہ یہ زیور وغیرہ تو بھوکوں ننگوں کو دیدو اور میری کملی میں سے تھوڑا سا پھاڑ کر اسکے بدن پر ڈال دو۔ بیوی نے کہا اللہ کی قسم میں اپنے بچہ کو ایسی

حالت سے دیکھنا نہیں چاہتی اور بچہ کو اس سے چھین لیا۔ جب جوان نے دیکھا کہ اُسکی بیوی نے مجھسے منھ چڑھا لیا ہے۔ فوراً کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس رات کو تم نے مجھے اپنے اللہ کی یاد بھی نہ کرنے دی، پھر اسی وقت نکل کر چل دیا اور گھر میں رونے پیٹنے کا شور مچ گیا پھر اسکی بیوی (جاتے ہوئے) کہہ گئی کہ اگر اب کے پھر آئے یا تم کہیں خبر سنو تو مجھے ضرور اطلاع کر دینا۔ میں نے کہا انشاء اللہ تعالےٰ (اگر کہیں معلوم ہوا تو خبر کرا دوں گا) ایک عرصۂ دراز کے بعد ایک بڑھیا میرے پاس آئی اور کہا اے سریؒ مقام شونیزیہ میں ایک لڑکا حضور کو پوچھتا تھا۔ میں گیا تو وہی جوان پڑا ہوا تھا، سر کے نیچے ایک کچی اینٹ رکھی ہوئی تھی۔ میں نے سلام علیک کی۔ سُن کر فوراً آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا اے سریؒ تمہارا کیا خیال ہے کیا (اللہ کے ہاں) میری خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا کیا میرے جیسوں کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا میں تو گناہوں میں غرق ہوں۔ میں نے کہا وہ غرق ہونے والوں کو بھی بچا دیتا ہے۔ کہا میرے ذمہ بہت ظلم اور لوگوں کے حق ہیں۔ میں نے کہا حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ خود جس نے توبہ کر لی۔ قیامت کے دن اُسے اور اسکے حق داروں کو بلایا جائیگا۔ اور انھیں یہ حکم ہوگا کہ تم اسے چھوڑ دو اور اسکی طرف سے اللہ معاوضہ دیگا پھر اس نے کہا اے سری سقطیؒ میرے پاس کچھ گٹھلیوں کی بکریوں میں سے چند درہم ہیں۔ جسوقت میں مر جاؤں تو جس چیز کی میرے واسطے ضرورت ہو اسی میں سے خرید کر کفن کر دینا۔ اور میرے گھر والوں کو خبر نہ کرنا۔ ورنہ وہ حرام کی کمائی میں سے میرا کفن خرید کر میرا کفن بدل دیں گے۔ میں اسکے پاس تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ اُس نے آنکھیں کھولے رکھیں اور یہ پڑھا لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ۔ (یعنی عمل کرنیوالوں کو ایسے ہی اجر کے لئے عمل کرنے چاہئیں۔ پھر مر گیا۔ میں نے وہ درہم لئے اور جس جس چیز کی ضرورت تھی خریدنے گیا۔ ابھی واپس آ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ گھبرائے آ رہے ہیں۔ میں نے کہا خیر تو ہے۔ کہا ایک اولیاء اللہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہم اُسکے جنازہ کی نماز پڑھنے جا رہے ہیں۔ خیر میں نے آکر اسے غسل دیا اور ہم سب نے نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔ ایک مدت دراز کے بعد اسکے گھر والے خبر لینے کو میرے پاس آئے۔ میں نے اس کا مرنا اُن پر ظاہر کر دیا، اسی وقت اسکی بیوی رونے پیٹنے لگی۔ میں نے اس کا سارا حال اس سے بیان کیا۔ کہا خیر مجھے اسکی قبر دکھلا دو۔ اس پر مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اب یہ اس کا کفن نہ بدل دیں (اور اسپر بھی یہ بات ظاہر کر دی) اس نے کہا واللہ ایسا نہیں

نہیں ہوگا۔ (آپ اطمینان رکھیں)۔ خیر میں نے اسے قبر دکھادی۔ پھر اس نے دو گواہ بلوائے اور انکے روبرو اپنی سب لونڈیاں آزاد کردیں اور زمین وقف اور مال خیرات کردیا اور اپنے مرنے تک اس قبر کو نہ چھوڑا۔ آخر وہیں انتقال ہوگیا۔

حکایت (۱۴۹) روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے اپنے گھر بار اور مال و دولت چھوڑ کر نکلجانے کا سبب حالانکہ وہ بڑے شاہزادوں میں سے تھے یہ تھا کہ ایک روز وہ شکار کے لئے گئے اور ایک لومڑی یا خرگوش کو نکالا۔ ابھی اسکی تلاش میں تھے کہ غیب سے آواز آئی کہ کیا تم اسی لئے پیدا کئے گئے ہو یا تم کو یہی حکم کیا گیا ہے۔ پھر ان کے گھوڑے کی زین میں سے یہ آواز آئی کہ نہیں ہم نہ اسکے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہمکو یہ حکم کیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی ابراہیم سواری سے اُترے اور چرواہے کا کرتہ لیکر جو کمبل کا تھا پہن لیا۔ اور اپنا گھوڑا اور جو اسباب اُسپر تھا سب اسکے دیدیا اور خود اسی حالت سے جنگل کو نکل گئے

حکایت (۱۵۰)۔ شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی ایک روز شکار کو نکلے، اس زمانہ میں یہ کرمان کے حاکم تھے۔ شکار کی تلاش میں بہت کچھ پھرے یہاں تک کہ تن تنہا ایک جنگل بیابان میں پہونچے۔ دیکھا ایک نوجوان درندہ پر سوار ہے اور بہت سے درندے اسکے ارد گرد ہیں۔ جب درندوں نے شاہ بن شجاع کو دیکھا فوراً ان کی طرف جھپٹے۔ تو اس جوان نے ان کو روک لیا۔ جب وہ ان کے قریب آیا تو اول سلام علیک کی اور کہا کہ اے شاہ اللہ تعالٰے سے تم کس قدر غافل ہو کہ دنیا کے لئے آخرت کو بھول رہے ہو اور اپنی لذت و خواہش کی طلب میں اپنے آقا مالک کی خدمت سے منھ پھیر رہے ہو تم کو خدا نے دنیا اس لئے دی ہے کہ اسکی امداد سے اسکی خدمت گزاری میں کوشش کرو تم نے اسے عیش ہی کا وسیلہ بنالیا ہے وہ نوجوان ابھی اسکو نصیحت ہی کررہے تھے کہ یکایک ایک بڑھیا ہاتھ میں پانی کا پیالہ لئے ہوئے نکلی اور اس جوان کو وہ پیالہ دیدیا، اس نے اول تو خود پیا اور باقی بچا ہوا شاہ کو دے دیا۔ انھوں نے پی کر کہا کہ ایسی ٹھنڈی اور میٹھی مزہ دار میں نے کبھی کوئی شئے نہیں پی۔ اتنے میں وہ بڑھیا غائب ہوگئی۔ پھر اس جوان نے کہا کہ یہ بڑھیا دنیا ہے۔ میری خدمت کرنے کیلئے اللہ تعالٰی نے اسے مقرر کردیا ہے اور کیا تمھیں معلوم نہیں کہ جس وقت اللہ نے دنیا کو پیدا کیا تو اس سے یہ فرمادیا تھا کہ اے دنیا جو کوئی میری خدمت کرے تو تو اسکی خدمت کرنا اور جو تیری خدمت کرے تو تو اس سے اور خدمت لینا۔ جب شاہ نے یہ واقعہ دیکھا تو فوراً توبہ کی اور پھر جو کچھ ان سے

ظہور ہونا تھا ہوا۔

حکایت (۱۵۱) مالک ابن دینار سے کسی نے اُن کی توبہ کرنے کا سبب پوچھا فرمایا میں شرابی آدمی تھا۔ ہر وقت شراب خواری میں ڈوبا رہتا تھا۔ میں نے ایک بہت حسین خوبصورت لونڈی خریدی اور اس سے خوب صحبت داری کی۔ پھر اس سے ایک میری بیٹی ہوئی اسکی بھی مجھے از حد محبت ہو گئی جس وقت وہ پاؤں چلنے لگی تو میرے دل میں اسکی الفت و محبت اور زیادہ ہی ہوتی چلی گئی اور اکثر یہ ہوتا کہ جب میں شراب لیکر بیٹھتا وہ میرے پاس آتی اور مجھ سے چھین کر میرے کپڑوں پر گرا جاتی۔ جب وہ پوری دو برس کی ہوئی تو اس کا انتقال ہو گیا۔ مجھے اسکے رنج و صدمہ نے بالکل تباہ کر دیا۔ جب ماہ شعبان نصف گذر چکا اتفاق سے جمعہ کی شب بھی تھی۔ میں شراب میں مست ہو کر سو رہا۔ عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی (میں نے خواب میں) دیکھا کہ حشر برپا ہے اور اہل قبور قبروں سے نکل نکل کر آ رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں مجھے اپنے پیچھے کچھ کھس کھساہٹ سی معلوم ہوئی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا سانپ میری طرف منہ کھولے دوڑا ہوا آ رہا ہے۔ میں خوف کے مارے اس کے آگے آگے بھاگا جا رہا ہوں رعب مجھ پر چھایا ہوا ہے۔ میں ایک راستہ سے جو گذرا تو ایک بوڑھے آدمی سفید کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے ہوئے ملے۔ میں نے ان سے گریہ و زاری کی (کہ مجھے اس سانپ سے بچا دیجئے) انھوں نے فرمایا میں ضعیف آدمی ہوں اور یہ مجھ سے زیادہ زور آور ہے۔ اسلئے میں نہیں بچا سکتا۔ لیکن تم جاؤ دوڑو نہیں شاید اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا کوئی سبب پیدا کر دے۔ پھر میں اور بھی زیادہ بھاگا اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ وہاں سے دوزخ کی لپٹیں اور ان کے طبقے نظر آنے لگے میں اسی سانپ کے اندیشہ سے جو میرے پیچھے آ رہا تھا قریب تھا کہ انکے اندر جا پڑوں اتنے میں غیب سے مجھے آواز آئی کہ پیچھے ہٹ تو دوزخی نہیں ہے اسکے کہنے پر مجھے اطمینان ہوا اور میں پیچھے ہٹا تو وہ سانپ بھی میرے پیچھے ہی آیا۔ پھر مجھے آواز آئی اُسوقت میں ان بوڑھے صاحب کے پاس پھر آیا۔ اور میں نے کہا کہ آپ سے میں یہ چاہتا تھا کہ آپ مجھے اس سانپ سے بچا دیں آپ نے قبول نہ کیا یہ سن کر وہ رونے لگے اور فرمایا میں خود کمزور اور ناتوان ہوں لیکن تم اس پہاڑ پر جاؤ۔ یہاں مسلمانوں کی امانتیں جمع ہیں اگر تمہاری بھی کوئی شے امانت رکھی ہوگی تو اُس سے امداد ملجائیگی۔ میں نے دیکھا تو وہ گول پہاڑ تھا بہت سے دروازے اسمیں بنے ہوئے ان پر پردے پڑے ہوئے اور ہر دروازہ کی دونوں چوکھٹیں

سونے کی، یاقوت اور موتی جڑے ہوئے ہر دروازے پر ریشمی پردے تھے۔ جس وقت میں نے
اس پہاڑ کو دیکھا تو میں اسکی طرف دوڑا اور وہ سانپ بھی میرے پیچھے دوڑا۔ جب اُس کے
قریب پہنچا تو چند فرشتوں نے پردے اُٹھا کر اُس کے دروازے کھول دئیے اور انھوں نے خود ہی دیکھنا
شروع کر دیا کہ شاید تمھارے اندر اس ناامید کی بھی کوئی امانت ملجائے اور وہ اسے اسکے دشمن سے
بچالے۔ جس وقت پردے اُٹھ گئے اور دروازے کھل گئے تو بہت سے بچے چاند سے چہرے چمکاتے
ہوئے نکلے اور وہ سانپ میرے پاس ہی آگیا۔ میں اپنی فکر میں نہایت ہی حیران اور متردد تھا اتنے
میں ایک بچے نے چیخ کر کہا کہ افسوس تم سب تو موجود اور وہ اسکے پاس پہنچ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی
جماعت بچوں کی نکلی اور میری بیٹی جو مر گئی تھی یکایک وہ بھی آنکلی اور مجھے دیکھ کر رونے لگی
اور کہا ہائے واللہ میرے ابا۔ یہ کہتے ہی تیر کی طرح ایک نورانی مکان میں چلی گئی۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ
میرے داہنی طرف بڑھایا۔ میں بھی اوپر چڑھ گیا اور اس نے اپنا داہنا ہاتھ اس سانپ کی طرف
کیا تو وہ فوراً پیچھے کی طرف بھاگ گیا۔ پھر اس نے مجھے بٹھالیا اور خود میری گود میں بیٹھ گئی اور میری
داڑھی پر ہاتھ مار کر کہا اے ابا اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ
اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ یعنی کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور حق (احکام
نازل شدہ سے مسلمانوں کے دل ڈر جائیں۔ اسپر میں رونے لگا۔ میں نے پوچھا کہ اے
بیٹی کیا یہاں تم قرآن شریف بھی سیکھتی ہو۔ کہا کہ ہم تم ہی سے سیکھتے ہیں۔ میں نے کہا اچھا
یہ تو بتاؤ کہ یہ سانپ جو مجھے کھانے کو آتا تھا یہ کیا بلا تھی۔ کہا یہ تمھاری بدافعالیاں اور بداعمالیوں
کا نتیجہ تھا۔ تم ہی نے اسے بڑھا بڑھا کر ایسا قوی کر دیا تھا کہ اب تمھیں یہ دوزخ میں جھونکنا
چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ بوڑھے صاحب کون تھے جن کے کہنے پر میں یہاں آیا تھا۔ کہا اے
ابا یہ تمھارے اعمال صالحہ اور نیک افعال تھے۔ تم نے ان کو ایسا ضعیف و ناتوان کر رکھا ہے
کہ تمھارے بداعمال کے مقابلے میں ان میں طاقت نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس پہاڑ میں تم
کیا کرتی ہو۔ کہا ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں قیامت آنے تک ہم یہاں رہیں گے۔ تمھارے
آنے کا ہمیں انتظار رہتا ہے تا کہ ہم تمھارے لئے سفارش کریں۔ تھوڑی دیر کے بعد میری آنکھ
کھلی تو میں گھبرایا اور رعب مجھ پر چھایا ہوا تھا۔ جب صبح ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا سب دے دلادیا
اور اللہ کے سامنے توبہ کی بس یہی میری توبہ کا باعث ہوا (میں کہتا ہوں) حدیث شریف میں آیا ہے
کہ انسان کے اعمال اُسکے ساتھ قبر میں دفن ہوتے ہیں تو وہ اُسکو آواز دیتے ہیں۔ اگر وہ کریم

(اور کسی لائق) ہیں تو اس کا اعزاز و اکرام کرتے ہیں۔ اور اگر لئیم (اور بیکار) ہیں تو وہ اس کو آزار دیتے ہیں۔ یعنی اگر اعمال صالحہ ہیں تو اس شخص سے محبت کرتے ہیں اور اسے خوش رکھتے ہیں اور اسکی قبر کو نورانی اور فراخ کر دیتے ہیں اور تکلیفوں سے بچائے رکھتے ہیں۔ اور برے عمل ہیں تو اسے پریشان کرتے گھبراتے اور تکلیف دیتے ہیں اور قبر میں اندھیرا کر کے اسے تنگ کر دیتے ہیں۔ اور عذاب کراتے ہیں۔ ملک یمن کے شہروں میں میں نے بعض صالحین سے سنا ہے کہ ایک میت کو جب دفن کر کے لوگ واپس آنے لگے تو قبر میں سے ایک بڑے دھماکے کی آواز آئی اور قبر میں سے ایک کالا کتا نکل بھاگا۔ ایک بڑے صالح آدمی وہیں تھے۔ انھوں نے اس کتے سے کہا تیرا ناس ہو تو کون بلا ہے۔ وہ بولا میں اس میّت کا بدعمل ہوں۔ انھوں نے پوچھا کہ یہ جو آواز آئی تھی (اسکی) چوٹ تیرے لگی تھی یا میّت کے۔ کہا میرے ہی لگی تھی۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ اسکے پاس سورۂ یٰسٓ وغیرہ جن کا یہ شخص ورد رکھتا تھا آگئیں اور مجھے اسکے پاس تک نہ جانے دیا بلکہ مار کے نکال دیا۔ (میں کہتا ہوں کہ) اسکے نیک عمل قوی تھے اور اللہ کی رحمت عنایت سے اسکی بداعمال پر غالب آ گئے۔ اگر بداعمال قوی ہوتے تو وہی غالب آتے اور اسے عذاب اور طرح طرح کی تکلیفیں دلاتے۔

حکایت (۱۵۲) ایک بداعمال، بدکردار آدمی کی حکایت ہے کہ جس وقت وہ مر گیا تو لوگوں نے اسکے واسطے قبر کھدوائی۔ دیکھیں تو قبر میں ایک بہت بڑا سانپ ہے پھر انھوں نے دوسری کھدوائی تو اسمیں بھی وہ سانپ تھا غرض کہ اس طرح کرتے کرتے تیس کے قریب قبریں کھودی گئیں اور سب میں ویسا ہی سانپ نکلتا رہا۔ آخر جب یہ دیکھا کہ اللہ کے عذاب سے کوئی بھاگ نہیں سکتا اور نہ کوئی اسپر غالب آسکتا ہے۔ تو مجبور ہو کر اس سانپ ہی کے پاس اسکو دفن کر دیا اور یہ سانپ اس کا عمل ہی تھا۔ جیسا کہ ہم نے مالک بن دینار کی حکایت میں ذکر کیا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں تمھیں سب کو اس سے بچائے۔ آمین

حکایت (۱۵۳) ابو اسحاق فزاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اکثر ہمارے پاس بیٹھتا تھا اور اپنا آدھا چہرہ ڈھکے رکھتا تھا ایک روز میں نے اس سے کہا کہ تم اکثر ہمارے پاس بیٹھتے ہو اور آدھا چہرہ چھپائے رکھتے ہو اسکی وجہ کیا ہے۔ کہا تم مجھ سے عہد کرو کہ اور کسی سے نہیں کہو گے) میں نے کہا ہاں میں عہد کرتا ہوں۔ کہا میں کفن کھسوٹی کیا کرتا تھا۔ ایک روز ایک عورت دفن ہوئی تو میں اس کی قبر پر پہنچا۔ اور اسے کھود کر اسکی اینٹیں نکال دیں

بعد میں اسکی پوٹ کی چادر کھینچ لی۔ پھر کفنی کھینچنے لگا تو وہ مجھ سے نہ کھینچ سکی۔ آخر میں دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک کر اسے کھینچنے لگا۔ اس عورت نے ہاتھ اُٹھا کر میرے منھ پر طمانچہ مارا۔ پھر میں نے جو منھ کھول کر دیکھا تو اسکی پانچوں انگلیاں میرے منھ پر بنی ہوئی تھیں۔ میں نے اس سے کہا پھر تم نے کیا کیا۔ کہا میں نے اسکی چادر وغیرہ سب اسی طرح کر دی اور اینٹیں اور مٹی بھی اُسی طرح لگادی۔ اور اپنے اوپر یہ عہد کیا کہ جب تک زندہ رہونگا کبھی قبر کو نہیں کھودونگا۔ کہتے ہیں پھر میں نے اوزاعی علیہ الرحمۃ کو یہ قصہ لکھا تو انھوں نے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ کمبخت ایسے مردوں کے ساتھ بھی ایسا کرتا تھا کہ جو اہل توحید سے ہوں اور منھ ان کا قبلہ رُخ ہوتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا اُس نے کہا اکثروں کے منھ قبلہ سے پھرے ہوئے تھے۔ میں نے یہی اوزاعیؒ کو لکھ دیا۔ اُنھوں نے جواب میں میرے تین مرتبہ یہی لکھا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یاد رکھو جس کا منھ قبلہ سے پھر گیا تو وہ دین کے مخالف ہی مرا ہے۔ فقط

حکایت (۱۵۴) روایت ہے کہ ایک آدمی کا دم نکلتا تھا۔ اسلئے لوگ اُسے کلمہ بتاتے تھے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ مگر اسکے منھ سے کلمہ کے عوض یہ شعر نکلتا تھا۔

یَارُبَّ قَائِلَۃٍ یَوْمًا وَقَدْ تَعِبَتْ   اَیْنَ الطَّرِیْقُ اِلٰی حَمَّامِ مِنْجَابِ

اور اصل واقعہ اس کا یہ ہے کہ ایک عورت حمام کے ارادے سے جا رہی تھی اس حمام کو لوگ منجاب کہتے تھے۔ وہ عورت راستہ بھول گئی اور چلنے سے تھک گئی۔ یہ آدمی اپنے دروازہ پر کھڑا ہوا تھا۔ اُسے ملا اُس نے اس سے حمّام کا پوچھا۔ اُس نے اپنے گھر کی طرف اشارہ کرکے کہا حمام یہی ہے۔ وہ اندر چلی گئی تو اس نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔ جب اس عورت نے یہ سمجھا کہ اس مرد نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے تو اس نے اسکے سامنے اپنی خوشی اور رضامندی ظاہر کی اور اس سے کہا کہ تم کچھ خوشبو وغیرہ بازار سے لے آؤ تاکہ ہم پہلے لگالیں۔ مرد فوراً نکل کر چل دیا۔ اور دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ عورت اسے دھوکا دے کر اس کے مکر سے بچکر نکل گئی۔ جب وہ مرد فسق وفجور کی نیت سے لوٹ کر آیا تو گھر میں سوائے رونے کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اسیوقت گھبرایا ہوا یہ شعر مذکورہ پڑھتا ہوا گھر سے نکل پڑا۔ یہانتک کہ لا الہ الا اللہ کی شہادت کے عوض میں بھی یہی شعر پڑھتا رہا۔ حالانکہ وہ اُسوقت موت کی سختیوں میں مبتلا تھا۔

حکایت (۱۵۵) ایک اور آدمی کی حکایت ہے کہ وہ بھس فروشی کا پیشہ کرتا تھا اور خدا تعالے سے بالکل غافل تھا۔ جب وہ مرنے لگا تو لوگ اسے کلمہ پڑھاتے تھے۔

اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے داموں کا ہے۔ اس کے بعد ایک شیخ کامل نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ تم کلمۂ شہادت کا بکثرت ورد رکھا کرو تاکہ اسکے پڑھتے پڑھتے انتقال ہو۔ جیساکہ یہ آدمی زندگی بھر یہی کلمہ کہتا رہا اور اب مرتے وقت بھی یہی منہ سے نکلا۔ ایک صالح آدمی کی حکایت ہے کہ وہ قرآن شریف کی تلاوت بہت کرتے تھے جب انکا انتقال ہونے لگا تو ان سے لوگوں نے کہا کہ لاالٰہ الا اللہ کہو اسکے جواب میں انھوں نے یہ پڑھا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓی سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی تک۔ پھر جب انھیں کلمہ پڑھاتے تو وہ بار بار اسی کو پڑھنے لگتے۔ یہاں تک کہ اسی آیۃ کریمہ کے پڑھتے ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس حالت میں انسان اپنی زندگی گذارے گا اُسی پر اسکی وفات ہوگی۔ اور جس پر وفات ہوگی۔ اسی حالت پر اس کا حشر ہوگا۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ رحیم وکریم سب کو سنت وجماعت اور اسلام پر مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حکایت (۱۵۶) ایک عابدہ عورت کی حکایت ہے۔ لوگ اسے باہیہ کہتے تھے جب وقت وہ مرنے لگی تو آسمان کی طرف اس نے منہ اُٹھاکر یہ دعا کی کہ الٰہی میرا ذخیرہ اور توشہ تو ہی ہے۔ مرنے اور جینے میں میں نے تجھ ہی پر بھروسا کیا۔ اب مرنے کے وقت تو مجھے ذلیل نہ کیجیو اور قبر میں وحشت ہونے سے محفوظ رکھیو۔ جب وہ مرگئی تو اسکے بیٹے نے یہ التزام کر لیا کہ ہر جمعرات اور جمعہ کو قبر پر جاتا اور اسکی قبر پر کچھ قرآن کی آیتیں وغیرہ پڑھ کر اپنی والدہ اور سب مُردوں کے حق میں دعا اور استغفار کرتا۔ وہ کہتا ہے ایک مرتبہ میں نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا۔ اول میں نے سلام کیا، پھر پوچھا کہ اماں کس طرح ہو کیا حال ہے۔ کہا اے بیٹے موت کی سختیاں اور تکلیفات تو بہت ہیں۔ لیکن میں تو قیامت تک کے لئے اللہ کے فضل وکرم سے عالمِ برزخ میں ہوں۔ یہاں فرش بچھے ہوئے ہیں اور سندس واستبرق کے گاؤتکیئے لگے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا تمھیں کسی شئے کی ضرورت ہے۔ کہا ہاں۔ اے بیٹے یہ جو تم میری زیارت کو آتے ہو اور قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر ہمارے لئے دعا کر جاتے ہو یہ ورد نہ چھوڑنا۔ اے بیٹا جمعہ جمعرات کو تمہارے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے۔ جس وقت تم میرے پاس آتے ہو تو یہ سب مردے میرے پاس آتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ اے باہیہ یہ تمہارا بیٹا تمہارے پاس آیا ہے اس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے اور یہ میرے پاس کے سب مردے بھی خوش ہوجاتے

ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ پھر میں ہر جمعہ جمعرات ان کی زیارت کو جایا کرتا اور قرآن شریف کی کچھ آیتیں وغیرہ پڑھ کر یہ دعا کیا کرتا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت دفع کر کے انسیت تمہیں عطا کرے اور تمہاری تنہائی پر رحم فرمائے اور تمہاری خطائیں معاف فرمائے اور تمہاری نیکیاں قبول فرمائے۔ پھر ایک روز میں سو رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سی مخلوق میرے پاس آئی میں نے پوچھا کہ تم کون ہو کس لئے آئے ہو۔ کہا ہم اہل مقابر ہیں تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں اور یہ التجا کرتے ہیں کہ قرآن شریف وغیرہ پڑھنا تم چھوڑنا نہیں۔

حکایت (۱۵۷) ایک عالم نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کے اندر اہل قبور اپنی اپنی قبروں سے نکل کر باہر آرہے ہیں اور (میوے کی طرح) کوئی شے وہاں سے چنتے ہیں مجھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا شئے تھی۔ مجھے اس سے بہت تعجب ہوا اور میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ویسے ہی بیٹھا ہوا ہے وہ کچھ نہیں اٹھاتا۔ میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیا چیز چنتے ہیں اس نے جواب دیا کہ مسلمان جو قرآن وغیرہ پڑھ کر اور صدقہ اور دعا کر کے انھیں ثواب پہنچاتے ہیں یہ اسے چن رہے ہیں۔ میں نے کہا پھر تم بھی تو ان کے ساتھ ہو تم کیوں نہیں چنتے۔ کہا مجھے اسکی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا اسکی وجہ کیا ہے۔ کہا میرا لڑکا ایک قرآن شریف پڑھنے کا ثواب مجھے پہونچا دیتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ تمہارا لڑکا کہاں ہے۔ کہا ویسے وہ جوان آدمی ہے فلاں بازار میں تجارت کرتا ہے۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں فوراً اس بازار میں پہنچا، دیکھا تو ایک جوان زلابیہ بیچتا ہے۔ اور ہونٹوں کو ہلاتا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا تم ہونٹوں کو کیوں ہلاتے ہو۔ کہا میں ایک قرآن شریف پڑھ کر اپنے والد کی قبر میں انھیں ثواب پہنچاتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مردے اپنی اپنی قبروں میں سے نکل کر بدستور سابق کوئی شے چن رہے ہیں اور وہ آدمی بھی جس کو پہلی مرتبہ خاموش بیٹھا ہوا دیکھا تھا ان لوگوں کے ہمراہ چن رہا ہے بیدار ہونے کے بعد اس واقعۂ خواب پر میں تعجب کرتا ہوا اس تاجر لڑکے مذکور الصدر کی تلاش میں بازار کی طرف گیا۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ خدا تعالےٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ آمین۔

حکایت (۱۵۸)۔ نقل ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا۔ اسے اسکی ایک جاننے والی عورت نے خواب میں دیکھا کہ اسکے تخت کے نیچے ایک نور کا برتن ڈھکا

رکھا ہے۔ اُس عورت نے دریافت کیا کہ اسمیں کیا ہے۔ کہا اسمیں میرے شوہر کا ہدیہ ہے۔ جسے کل رات اس نے میرے واسطے روانہ کیا ہے۔ جب بیدار ہوئی تو اس نے اس عورت کے خاوند سے قصہ بیان کیا (خاوند نے) کہا میں نے کل شب کچھ قرآن پڑھ کے اسکی روح کو ثواب بخشا تھا (مولف کتاب کہتے ہیں) کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ یمن میں ایک میت کو اُسکے دوست نے خواب میں دیکھا۔ اور اُس کے ایک اور دوست نے کچھ قرآن شریف کا ثواب اسے پہنچایا تھا۔ خواب میں اس میت نے کہا کہ فلاں شخص کو میری طرف سے سلام کے بعد کہدو خدا تمکو جزائے خیر دے جس طرح کہ تم نے مجھ کو قرآن شریف کا ہدیہ روانہ کیا ہے۔ اور بعض علماء سے ان کی کتب میں مروی ہے کہ شیخ امام مفتی انام عزالدین ابن عبدالسلام سے ان کی وفات کے بعد خواب میں سوال کیا گیا کہ تم قرآن شریف کے ایصالِ ثواب سے انکار کرتے تھے اب اسکے بارے میں کیا کہتے ہو۔ کہنے لگے کہ افسوس ہے میں نے اپنے گمان کے مخالف دیکھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۱۵۹) صالح مری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شب جمعہ کو جامع مسجد میں گیا۔ تاکہ فجر کی نماز وہاں ادا کروں۔ راستہ میں ایک قبرستان پر میرا گذر ہوا اور ایک قبر کے پاس بیٹھ گیا۔ وہیں میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ اہل قبور سب کے سب اپنی قبروں سے نکل کر حلقہ باندھے بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے ہیں اور ایک جوان میلے کپڑے پہنے ہوئے غمگین ایک کونے میں تنہا بیٹھا ہے ناگہاں چند فرشتے ہاتھوں میں نور کے طبق لئے ہوئے نازل ہوئے جو رومال سے ڈھکے ہوئے تھے جن جنکو وہ طبق ملے وہ اپنا اپنا طبق لیکر اپنی اپنی قبروں میں داخل ہو گئے۔ صرف وہ جوان باقی رہا اور غمگین بلا کسی شے کے قبر میں داخل ہونے کا قصد کر رہا تھا۔ میں نے کہا اے اللہ کے بندے کیا وجہ ہے کہ میں تجھے غمگین پاتا ہوں اور یہ کیا واقعہ ہے جو میں نے دیکھا۔ کہا اے صالح تم نے طبق دیکھے۔ میں نے کہا ہاں۔ وہ کیا تھا۔ کہا وہ صدقات اور دعائیں جو زندوں کی جانب سے مردوں کو بھیجے جاتے ہیں اُنکے پاس ہر شب جمعہ اور روز جمعہ کو پہنچتے ہیں۔ پھر اس نے ایک دراز تقریر کی جس کا حاصل یہ تھا کہ اسکی ایک ماں ہے جو دنیا داری میں مشغول ہے اور اسے بھول گئی ہے اور اس نے نکاح بھی کر لیا ہے۔ اور وہ لہو و لعب میں مشغول ہے۔ اور اب میں اسی قابل ہوں کہ غم کروں۔ کیونکہ اب میرا یاد کرنیوالا کوئی نہیں ہے۔ شیخ صالح نے اس سے اسکی ماں کا پتہ اور محلہ دریافت کیا اس نے بتلایا۔ صبح کو صالح مریؒ نے اس محلہ میں جاکر اُسکی ماں کو دریافت کیا۔ لوگوں نے پتہ بتایا۔ پھر اسکی

ماں نے پردہ آڑ میں بات چیت کی - اور اُس کے لڑکے کا سارا حال بیان کیا - یہ سن کر وہ رونے لگی اور اسکے آنسو رخساروں پر جاری ہو گئے - پھر کہنے لگی اے صالح وہ میرا بیٹا اور میرے جگر کا ٹکڑا تھا، جس کے لئے میں نے اپنے پیٹ کو گھر بنایا اور اپنی پستانوں کو مشک بنایا، اپنی گود کو محلہ بنایا تھا، پھر ایک ہزار درہم مجھے دیئے اور کہا یہ اُس کے واسطے صدقہ کرو اور میں اس کو دعا اور صدقہ سے عمر بھر نہ بھولوں گی انشاءاللہ - صالح کہتے ہیں میں نے وہ دراہم اس عورت کی جانب سے خیرات کر دیئے - دوسرے جمعہ کو پھر میں جامع مسجد کے قصد سے نکلا اور اس مقبرہ میں ایک قبر سے تکیہ لگا کے لیٹ گیا اور میں نے وہی منظر دیکھا کہ سب اہلِ قبور ایک ایک کر کے اپنی قبروں سے نکلے اور وہ جوان بھی سفید لباس پہنے خوش خوش نکلا اور میرے قریب آکر کہنے لگا کہ اے صالح خداوند عالم تجھے میری طرف سے جزائے خیر عطا کرے میرے پاس بھی ہدیہ پہنچ گیا - میں نے سوال کیا کہ تم لوگ جمعہ کو جانتے ہو - کہا ہاں پرندے ہوا میں اس دن کو جانتے ہیں - اور کہتے ہیں السّلام السّلام اے یوم صالح خدا اسکی برکت ہم پر بار بار لوٹا دے - آمین -

حکایت (۱۶۰) مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں کچھ لوگ دیکھے جو جنازہ لیے جا رہے تھے اور سوائے حاملین جنازہ کے اور کوئی شخص جنازہ کے ہمراہ نہ تھا - میں نے ان لوگوں سے اسکی وجہ دریافت کی کہنے لگے کہ یہ شخص بہت ہی بڑا گنہگار تھا - مالک ابن دینار کہتے ہیں میں نے اسکی نماز جنازہ ادا کی اور قبر میں اتارا اور وہاں سے آ کے ایک جگہ سایہ میں لیٹ گیا - خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور اسکی قبر شق کی اور ایک ان میں سے قبر کے اندر داخل ہوا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اسکو اہلِ نار میں لکھ لیجئے - کیونکہ اس کا کوئی عضو گناہ سے محفوظ نہیں ہے - اس ساتھی نے کہا بھائی جلدی نہ کرو - اسکی آنکھوں کو دیکھو - کہا میں نے خوب دیکھا وہ نظر بد اور حرام سے پُر ہیں - کہا کانوں کو دیکھ اور آزما - کہا وہ بھی فواحش و منکرات کے استماع سے پُر ہیں - کہا اسکی زبان کو غور کر کہنے لگا وہ بھی ارتکاب محرمات سے پُر ہے - کہا اسکے ہاتھوں کو دیکھ کہا وہ بھی تناول حرام اور شہوات سے پُر ہیں - کہا اسکے پاؤں کو دیکھ کہا وہ بھی میں نے دیکھا کہ امور مذمومہ سے اور ناپاک جگہ کی طرف دوڑنے سے پُر ہیں - پھر کہا اے بھائی جلدی نہ کر اب مجھے اترنے دے - چنانچہ دوسرا فرشتہ اترا اور ایک ساعت اُسکے پاس رہا - پھر کہا اے بھائی میں نے اس کا قلب دیکھا کہ

ایمان سے پُر ہے۔ لکھدے کہ یہ مرحوم اور سعید ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ کا فضل اسکی خطا اور گناہوں کو دھو دے گا۔ اور دو شعر پڑھے۔ ؎

حکموا ابانی لا اجود برحمتی لما راوہ مبعدا عن طاعتی
من ذا یحدّ او اہری مشیتی حلمی اجلّ ولن یضیق علی الوری

(ترجمہ) جب لوگوں نے بندہ کو میری عبادت سے دور رہتے دیکھا۔ تو حکم لگادیا کہ میں اپنی رحمت سے اسے نہ بخشوں گا۔ حلم میرا بہت بڑا اور مخلوق پر حلم کا دروازہ تنگ نہیں ہے۔ میرے احکام اور مرضیات کو کون پورا کرسکتا ہے (مولف کہتے ہیں) یہ کیفیت اس شخص کو عنایتِ خداوندی سے حاصل ہوئی۔ اسپر غرہ نہ کریں کیونکہ سب گناہگاروں کو یہ بات حاصل نہیں ہے گنہگار اس خطرہ سے بالکل محفوظ نہیں ہیں کہ مشیّتِ ایزدی سے کیا حال درپیش ہو بلکہ ہر ایک صالح اور نیک آدمی کو بھی یہ اندیشہ ہو کہ اس کا خاتمہ کیسا ہو۔ ہم خدا تعالےٰ سے حسنِ خاتمہ اور دنیا و آخرت کی عافیت و مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے اور ہمارے احباب اور جملہ مسلمان بھائیوں کے لئے دین سلامت رکھے۔ آمین۔

حکایت (۱۶۱) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالےٰ سے سوال کیا کہ مجھے اہلِ قبور کے مقامات معلوم ہو جائیں۔ چنانچہ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور قبریں شق ہوئی ہیں۔ ان میں کوئی سندس کے فرش پر کوئی حریر پر، کوئی دیبا پر کوئی تخت پر کوئی پھولوں کی سیج پر سویا ہوا ہے اور کوئی رو رہا ہے۔ کوئی ہنس رہا ہے۔ میں نے کہا اے اللہ اگر آپ چاہتے تو ان سب کو ہلاک کردیتے اسی وقت اہل قبور میں سے ایک نے چلا کر کہا۔ اے شخص یہ مراتب اعمال کے ہیں۔ اصحاب سندس نیک خلق والے لوگ ہیں۔ اصحابِ دیبا و حریر شہدا ہیں۔ پھولوں کی سیج والے لوگ صائمین ہیں۔ اور ہنسنے والے لوگ اہلِ توبہ ہیں اور رونے والے لوگ گنہگار ہیں۔ اور بڑے درجوں والے اللہ کے واسطے باہم محبّت رکھنے والے لوگ ہیں (مؤلف کہتے ہیں) کہ اصل میں یوں ہی مذکور ہے۔ جس سے میں نے نقل کیا ہے کہ تفصیل میں اہل مراتب بھی مذکور ہیں حالانکہ اس کا ذکر پہلے نہیں ہوا ہاں البتہ اصحابِ سریر کا یعنی تخت والوں کا ذکر پہلے ہوا ہے اور اسکی تفصیل اب تک نہیں آئی کہ وہ کون لوگ ہیں۔ شاید اہلِ مراتب سے مراد تخت والے ہی ہیں۔ اگرچہ حقیقت مراتب کی علو منزلت اور شرف مرتبہ ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اہلِ سریر زمین پر لیٹنے والوں سے اعلیٰ

اولی ہیں، اگرچہ یہ لوگ ریشمی فرش پر کیوں نہ ہوں۔ اور سر یر بھی ایسے فرش سے خالی نہ ہونگے جب کہ یہ تخت اُن کو ان کی بزرگی کی وجہ سے عنایت ہوئے ہیں اگرچہ یہاں تخت کے ساتھ فرش کا ذکر نہیں جیساکہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا علی سُرُرٍ متقابلین یعنی تخت پر مقابل بیٹھے ہونگے۔ یہاں پر فرش کا ذکر نہیں ہے لیکن اور آیات سے معلوم ہوا ہے کہ ان پر فرش بھی ہوگا۔ چنانچہ محاورہ میں کہتے ہیں کہ بادشاہ سلامت تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھے اور ہم ان کے پاس بیٹھے تھے جس سے دو باتیں خود بخود معلوم ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ تخت پر بستر بچھا ہوا تھا اگرچہ اس کا ذکر کلام میں نہیں ہوتا اور دوسرے یہ کہ بادشاہ سلامت ہم سے اونچے پر بیٹھے تھے اور ہم ان سے نیچے تھے۔ کیونکہ بادشاہ اپنے ہمراہ دوسرے کو تخت پر نہیں بٹھلاتا ہے نہ دوسرے کے برابر زمین پر بیٹھتا ہے۔

روایت ہے کہ احنف بن قیس مسلمانوں کی ایک ضرورت سے کسی بادشاہ کے یہاں تشریف لے گئے اور اُس بادشاہ کے برابر اسکے تخت پر بیٹھ گئے۔ جب اسکے چہرے پر آثار غضب کے ملاحظہ کئے تو فرمایا جو شخص دن میں تین بار استنجا کرتا ہو وہ اپنے جیسے پر کیا فخر کرسکتا ہے۔ علیٰ ہذا جب عبد المطلب ایک بادشاہ کے پاس کسی ضرورت سے گئے اور بادشاہ نے ان کی وجاہت اور ان کی شرافت کی خبر سنی اور ان کی شیریں کلامی ملاحظہ کی تو بادشاہ نے ان کی عزت کی اور ان کو اپنے سامنے تخت سے نیچے بٹھانا پسند نہ کیا۔ نہ تختِ شاہی پر اپنے برابر بٹھلانا گوارا کیا آخر تخت سے اُتر کر انکے برابر زمین پر بیٹھا اور ان کی حاجت پوری کی اور بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ ان قصوں کی بنا پر بھی متحابون فی اللہ کا دوسرے لوگوں سے جو کہ اس خواب میں مذکور ہیں افضل و اعلیٰ ہونا معلوم ہوتا ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے جو صحیح ترمذی سے پہلے نقل کی جاچکی ہے قال اللہ تعالیٰ المتحابون فی اللہ لہم من نور یغبطہم النبیون والشہداء یعنی اللہ واسطے کی محبت کرنیوالوں کے لئے نور کے منبر رکھے جائینگے جس پر انبیاء اور شہداء رشک کرینگے۔ اور موطا میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی۔ یعنی میری محبت ان پر ہے جو میرے واسطے محبت کرتے ہیں اور میرے لئے مل کے بیٹھتے ہیں اور میرے واسطے ملتے ہیں اور میرے واسطے خرچ کرتے ہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے بھی واضح ہوگیا کہ مراد اصحاب مراتب سے اصحاب سریر ہیں۔ یہ بڑا رتبہ ہے اور کامل شرف ہے

اسکے ساتھ خوش عیشی اور رویتِ جمال خداوندی اور قربِ مولیٰ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نعمت اور زیادہ کرے اور انپر اور ہمارے اوپر اپنے کرم سے فضل فرمائے۔ آمین۔ رہا یہ کہ یہاں پر متحابین کا تخت پر دیکھا جانا مذکور ہے۔ اور حدیث میں منبر نور کا ذکر ہے۔ انہیں کوئی تناقض نہیں ہے کیونکہ منبر قیامت میں ہوں گے اور تخت قبر میں جیسا کہ خواب مذکور میں نظر آیا۔ اور آگے بھی آئے گا۔ انشاء اللہ۔

حکایت (۱۶۲) بعض گورکن ثقات سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک شہر میں کسی کی قبر کھودی دیکھا کہ اسمیں ایک شخص تخت پر بیٹھے قرآن شریف تلاوت کر رہے ہیں۔ یہ بھی کہتا تھا کہ اس تخت کے نیچے نہر جاری تھی۔ یہ دیکھ کر اسپر غشی طاری ہو گئی۔ لوگوں نے اسکو قبر سے نکالا۔ لیکن کسی کو اسکے بیہوش ہونے کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ اس شخص کو دوسرے یا تیسرے روز ہوش آیا تو اپنا قصہ لوگوں سے بیان کیا۔ ایک شخص نے اصرار کیا کہ اُسے اس قبر کا پتا بتادے۔ اس کا ارادہ ہوا کہ اس شخص کو پتا بتادے۔ تو، رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ وہ صاحب قبر اس سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تو نے میری قبر کسی کو بتائی تو فلاں فلاں مصائب میں مبتلا ہو گا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو اپنے ارادہ سے توبہ کی اور ان کی قبر چھپا دی۔ پھر کسیکو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ قبر کہاں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۱۶۳) منصور ابن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز ایک جوان کو دیکھا کہ ڈرنے والوں کی طرح نماز پڑھ رہا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ شخص کوئی ولی ہے۔ میں کھڑا رہا حتیٰ کہ وہ شخص اپنی نماز سے فارغ ہوا۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے اس سے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ دوزخ ایک وادی ہے جس کا نام لظیٰ ہے جو کھال اتار دے گی۔ اس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری ہو گی اور بے رخی کی ہو گی اور جمع کیا ہو گا۔ پھر اسکو اٹھا رکھا ہو گا۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو کہنے لگا اور کچھ سناؤ۔ میں نے یہ آیت سنائی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝ اے ایمان والو اپنے نفس کو اور اپنے اہل کو نار سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اسپر سخت شدید فرشتے مقرر ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور حکم ہوتا ہے

بجالاتے ہیں۔ یہ سنکر وہ شخص گر پڑا اور جان بحق تسلیم کی۔ میں نے اس کا سینہ کھول کر دیکھا تو اسکے سینہ پر قلم قدرت سے لکھا ہوا تھا فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ (یعنی وہ عیش پسندیدہ میں رہیگا اعلیٰ درجہ جنت میں جس کے ثمرات قریب ہیں) جب تیسری رات ہوئی تو میں نے اسکو خواب میں دیکھا کہ وہ تخت پر رونق افروز ہے اور اس کے سر پر تاج رکھا ہوا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ حق تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہا میری مغفرت فرمائی اور مجھے ثواب اہلِ بدر کا عطا ہوا۔ بلکہ اور زیادہ دیا۔ میں نے کہا زیادہ کیوں رکھا۔ کہا اس وجہ سے کہ وہ کفار کی تلوار سے شہید ہوئے اور میں اللہ کے کلام سے شہید ہوا۔

حکایت (۱۶۴) مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبر کھلی ہوئی ہے۔ میں اسمیں داخل ہوا تو وہ قبر بہت کشادہ تھی۔ لیکن اس میں سوائے چند تخت کے پایوں کے اور کوئی نہ تھا۔ آنکھ اٹھا کر میں نے دیکھا تو معلوم ہوا وہ تخت بہت اونچا تھا اور اسپر ایک شخص آرام کر رہے تھے۔ میں نے کہا اہل دنیا بھی کیا برے لوگ ہیں۔ اپنے تکبر اور آرام کو بعد موت کے بھی نہیں چھوڑتے۔ اپنے مُردوں کے لئے قبروں میں بھی تخت بچھاتے ہیں۔ یہ سنکر صاحب سریر نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں تخت کے زیادہ اونچے ہونے کیوجہ سے اسپر چڑھ نہ سکا۔ پھر مجھے اسپر چڑھنے کے واسطے ایک راستہ ملا جیسا زینہ کے تھا۔ اسپر چڑھ کر میں اس سونے والے کے قریب مقابل میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میری والدہ ہیں۔ میں نے پوری شفقت اور محبت سے سلام کیا۔ انھوں نے مجھ سے میرے بھائیوں کا جو زندہ تھے حال پوچھا اور جو خواب سے پہلے مر چکے تھے ان کو نہ پوچھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والوں کا حال مُردوں کو معلوم ہوتا ہے اور جو لوگ دنیا سے مر کے انکے پاس جاتے ہیں تو ان سے یہاں والوں کا حال دریافت کرتے ہیں پھر انھوں نے مجھے بعد سلام اور استفسار حال کے وداع کیا۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو اس رخصتی سلام کا رنج اور اس شفقت کا اثر مدت تک مجھے ہوتا رہا بلکہ سالہا سال کے بعد جب وہ قصہ یاد کرتا ہوں تو بھی اس کا پورا اثر دل پہ پاتا ہوں۔

حکایت (۱۶۵) مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مردوں کا دیکھنا خیر یا شر کی حالت میں یہ زندوں کے لئے ایک قسم کا کشف ہے۔ جو حق تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں

تاکہ بشارت ہو یا نصیحت ہو یا موتیٰ کے واسطے کوئی بہتری ہو مثل ایصالِ ثواب یا ادائے قرض یا اور کوئی مصلحت ہوتی ہے اور یہ رویت کبھی خواب میں ہوتی ہے۔ یہ غالب ہے اور کبھی بیداری میں بھی ہوتی ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامت ہے جو بڑے مرتبے والے اہل حال ہیں وہ موتیٰ کو حالتِ بیداری میں دیکھتے ہیں۔ جب اللہ تعالےٰ انکو کسی حکمت سے بتانا چاہتے ہیں اور اس بارے میں بہت سی صحیح حکایتیں ہیں جن کا ذکر طویل ہے۔ منجملہ ان کے ایک وہ ہے جس کو ہم نے آگے شیخ نجم الدین اصفہانی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ایک میت سے سنا کہ کہہ رہا ہے اے لوگو تم تعجب نہیں کرتے کہ مردہ زندہ کو تلقین کرتا ہے جبکہ اسکے سرہانے کوئی شخص تلقین کے لئے کھڑا ہوتا ہے (جیسا کہ گذر چکا) ایک یہ ہے کہ ایک نیک شخص نے مجھ سے شیخ عارف باللہ صاحب المقامات ابی الذبیح اسمٰعیل ابن محمد یمنی حضرمی سے روایت کی ہے کہ وہ بلاد یمن میں کسی مقبرہ پر گذرے اور بہت روئے یہانتک کہ انپر بہت سخت رنج وغم طاری ہوا۔ اور پھر بہت ہنسے۔ حتیٰ کہ آثار فرحت وسرور کے ظاہر ہونے لگے۔ حاضرین اس واقعہ سے متعجب ہوئے۔ اور ان سے وجہ دریافت کی کہنے لگے اس مقبرہ والوں کی حالت مجھ پر ظاہر کیگئی میں نے دیکھا کہ وہ لوگ معذب ہو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں غمگین ہوا اور رویا۔ حق تعالےٰ کے درگاہ میں ان کے لئے تضرع وزاری کی حکم ہوا کہ ہم نے ان کے حق میں تیری سفارش قبول کی۔ یہ سُن کر اس قبر والے نے کہا کہ میں بھی ان ہی کے ساتھ ہوں اے اسمٰعیل۔ اور میں فلاں مغنیہ ہوں اسپر مجھے ہنسی آئی اور میں نے کہا تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر شیخ نے گورکن سے دریافت کیا کہ یہ نئی قبر کسکی ہے۔ کہا فلاں مغنیہ کی ہے جس کے واسطے شیخ نے دعا کی تھی۔

حکایت (۱۶۶) مولف فرماتے ہیں کہ مجھے بعض ثقات سے معلوم ہوا کہ شیخ محمد ابن ابی بکر حکمی اور شیخ ابی الغیث ابن جمیل قدس اللہ سرھما اپنے زمانہ میں ممتاز اور اہلِ یمن میں بڑے کامل عارف تھے۔ ان کی وفات کے بعد بعض فقراء ان کی صحبت کی نیت سے آئے۔ چنانچہ شیخ محمد نے اپنے مزار سے نکل کر ان کو بیعت سے سرفراز کیا جو ان سے بیعت ہونے آئے تھے، اور ان سے عہد وپیمان کئے جن کا ذکر طویل ہے۔ اور شیخ ابو الغیث نے قبر سے ہاتھ نکالا اور ان لوگوں کو بیعت کیا جو ان سے بیعت کرنے آئے تھے۔ اس کا بیان بھی طویل ہے۔ خدا اُن پر رحم کرے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔

حکایت (۱۶۷) مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے فقیہ امام محب الدین طبری سے روایت کی ہے کہ وہ شیخ عارف باللہ امام اسمٰعیل ابن محمد حضرمی کی صحبت میں رہتے تھے جن کا بیان آگے مقبرۂ زبید کے ذکر میں گذرا ہے۔ محب الدین طبری فرماتے ہیں کہ ایک بار انھوں نے مجھ سے کہا اے محب الدین تمہارا کلام موتیٰ پر ایمان ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمانے لگے اس قبر والے نے مجھسے کہا کہ میں جنت کے ادنیٰ لوگوں میں ہوں۔ مولف کہتے ہیں کہ ایسی عالم بیداری اور خواب کی حکایات بہت کثیر ہیں اور منجملہ خواب کے ایک یہ ہے کہ میں نے اپنے ایک شیخ کو جو عالم وصالح تھے ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کے پاؤں میں دو خلخال ہیں۔ ہر ایک میں نصف سونا اور نصف چاندی ہے۔ لیکن دونوں میں کسی قسم کا جوڑ اور انفصال نہیں ہے۔ ان کی خوبصورتی دیکھ کر حیرت ہوتی تھی اور وہ اکڑ کر چل رہے تھے۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور میں نے ان خلخالوں کے حسن کی حلاوت جن کو دستِ قدرت نے بنایا تھا کسی چیز میں نہیں پائی۔ اور میں نے ایک سنار سے دریافت بھی کیا کہ ایسی خلخال بنانا ممکن ہے کہا کہ ہم میں اسکی قدرت نہیں نہ ایسا کرنا ممکن ہے کیونکہ اگر ہم سونا چاندی ملاکر زیور بنائیں گے تو ان کے درمیان فصل ضروری ہے۔ اسکے قول سے مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ کی قدرت سے بنی ہوئی چیز مخلوق کی قدرت واختیار سے باہر ہے۔

حکایت (۱۶۸) مؤلف فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو بعد وفات کے خواب میں دیکھا۔ وہ مجھ پر کچھ غضبناک ہو رہے ہیں کیونکہ میں ان کی وفات کے وقت بہت دور و دراز مقام پر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپکو نہیں معلوم کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کی مفارقت میں کتنے سال تک صبر کیا۔ فرمانے لگے۔ اے بیٹے ہمکو انبیاءؑ کے ساتھ مشابہت دیتا ہے۔ یا یہ کہا کہ ہمارا صبر انبیاء علیہم السلام کے مثل ہو سکتا ہے۔ پھر اسکے بعد ایک بار رجب کی پہلی شب کو جو کہ جمعہ کی شب تھی میں نے انکو خواب میں دیکھا میں تلاوت قرآن کے بعد ان کی قبر پر لیٹ گیا تھا مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ حق تعالےٰ نے مجھ پر تین احسان فرمائے ہیں۔ ایک ان میں سے تمہاری ملاقات ہے اور دوسروں کے بیان سے پہلے میری آنکھ کھل گئی۔ اللہ رب العزت ان کے اور ہمارے ساتھ اچھا معاملہ کرے اور ہمارے سب کے گناہ معاف فرمائے۔ آمین ۔۔ مولف فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ارواحِ موتیٰ بعض اوقات اعلیٰ علیین اور سجین سے انکے

جسموں میں آتی ہیں، جب حکم الٰہی ہوتا ہے اور اگر شب جمعہ اور روز جمعہ کو ایسا ہوتا ہو۔ اور باہم گفتگو کرتے ہیں اور اہل نعیم کو نعمت اور اہل عذاب کو عذاب اسوقت مع الجسم ہوتا ہے اور جب ارواح علیین اور سجین میں ہوتے ہیں تو ان کو وہاں روحانی عذاب وثواب ہوتا ہے۔ اور قبر میں راحت وعذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور شب جمعہ اور روز جمعہ میں عذاب نہیں ہوتا یہ اللہ کی رحمت اور جمعہ کی برکت ہے۔ میرے نزدیک ممکن ہے کہ شب جمعہ کو اور یوم جمعہ کو یہ رفع عذاب صرف گنہگار مومنین ہی سے ہوتا ہو اور کافر سے نہ ہوتا ہو کیونکہ ایک تو کافر مخلّد فی العذاب ہے نہ کہ مومن۔ دوسرے مومن جمعہ کی فضیلت وبرکت کا معتقد ہے نہ کافر واللہ اعلم۔ اور دلائل شرعیہ مثل احادیث صحیحہ اور آثار مشہورہ اس پر دال ہیں کہ قبر میں عذاب وثواب روح وجسم دونوں کو اور صرف روح کو عذاب وثواب علیین اور سجین میں ہوتا ہے بقدر اپنی سعادت وشقاوت کے اور یہ امر عقلاً بھی محال نہیں ہے اور نقلاً ثابت ہے جس کا بیان طویل ہے اور یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں ہے۔ علم اصول میں جولانی طبع کے لئے بڑا وسیع میدان ہے جہاں دلائل کے گھوڑے سبقت لے جاتے ہیں اور حجج وبینات کی تلواریں حملہ کرتی ہیں۔ اس میدان میں اہل سنت کی فوج ظفر موج کامیاب اور فتحمند اور اہل بدعت کے لشکر مغلوب وعاجز ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ سے ہم توفیق ہدایت کی دعا مانگتے ہیں اور ناکامی وہلاکت سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور یہ جو کچھ بیان ہوا ہے کہ کبھی عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور کبھی جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔ یہ عالم برزخ کا واقعہ ہے ورنہ بعد قیامت کے عذاب جسم کو روح کے ساتھ ہی ہوگا اسپر جمیع اہل اسلام کا اجماع ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے۔ البتہ کفار فلاسفہ جسم کے عذاب سے انکار کرتے ہیں اور روح کے عذاب کے قائل ہیں۔ یہ صابئین کہلاتے ہیں۔ اس سے سخت فرقہ فلاسفہ میں طبعیین کا ہے کہ جسم مع الروح کے بار دیگر مبعوث ہونے ہی سے انکار کرتے ہیں اور دونوں گروہ سے سخت ایک تیسرا گروہ فلاسفہ کا ہے جو دہریہ کہلاتے ہیں جو جسم اور روح دونوں کے زندہ ہونے کے منکر بھی اور اپنی جہالت اور کفر سے وجود خالق رب العزۃ جل جلالہ ہی کے منکر ہیں۔ تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔ حق تعالیٰ جملہ عیوب سے پاک اور مقدس ہے جس نے ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا جو صاحب مقام محمود ولواء مقصود حضرت سید الاصفیاء اور خاتم الانبیاء ہیں جن کے وسیلہ سے ہم نے اعتقادات باطلہ سے نجات پائی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم تسلیماً کثیراً۔

حکایت (۱۶۹) شیخ ابوعلی رودباری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک جماعت فقراء کی آئی۔ اُن میں سے ایک فقیر بیمار ہوا اور ایک مدت دراز تک بیمار رہا۔ ہمراہی اُسکے تیمارداری سے تنگ آگئے اور ایک دن اسکی شکایت کی شیخ نے اپنے نفس کے خلاف قسم کھائی کہ اسکی خدمت وہ آپ ہی کرینگے اور ایسا ہی ایک مدت تک کیا۔ پھر وہ فقیر مرگیا۔ شیخ نے اسے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور کفن پہنایا۔ اور نماز پڑھ کر دفنایا۔ جب قبر میں لٹا کر اُسکے سر کا بند کھولا تو اسکی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے کہا اے ابوعلی مجھے اپنے مرتبہ کی قسم ہے۔ میں قیامت میں تیری ضرور مدد کروں گا۔ جبکہ تونے اپنے نفس کے مخالف ہوکر میری مدد کی۔

حکایت (۱۷۰) شیخ ابوسعید خزار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں تھا ایک دن باب بنی شیبہ پر سے نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوب صورت نوجوان کی لاش رکھی ہے۔ میں نے اسکے چہرے کو غور سے دیکھا تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمانے لگے اے ابوسعید تم نہیں جانتے کہ محبانِ الٰہی نہیں مرتے اگرچہ ظاہر میں مرجائیں بلکہ وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف انتقال کرتے ہیں۔

اور ابویعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید مکہ میں آیا اور کہنے لگا اے اُستاد کل ظہر کے وقت میں مرجاؤں گا۔ یہ دینار لیجئے اور نصف سے میرا کفن اور نصف سے دفن کیا جائے۔ جب ظہر کا وقت آیا تو وہ شخص حرم میں آیا اور طواف کیا اور وہاں سے کچھ آگے بڑھ کر مرگیا۔ میں نے اسے غسل دیکر دفنایا۔ جب قبر میں رکھا گیا تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں میں نے کہا کیا مرے پر زندہ ہو رہے ہو تو کہا میں تو زندہ ہی ہوں اور محبانِ خدا زندہ رہتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۱۷۱) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک مرید کی میّت کو غسل دے رہا تھا کہ اُس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا اے بیٹے میرا انگوٹھا چھوڑ دے میں جانتا ہوں کہ تو مرا نہیں ہو بلکہ یہ انتقال ہے ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف یہ سن کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ مولف فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دیگئی کہ ایک میّت کے نہلانے والے نے میت کے ناخن تراشے ایک ناخن کچھ زیادہ کٹ گیا تو اس میّت نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اُس نہلانے والے نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ میّت مسکرا رہی تھی۔ نہلانے والی اور میّت دونوں عورتیں تھیں اور دونوں نیک بخت معلوم ہوتی ہیں۔ انشاء اللہ۔

شیخ ابن جلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد کا انتقال ہوا تو تختۂ غسل پر ہنسنے لگے۔ کوئی شخص اُن کے غسل پر جرأت نہیں کرتا تھا اور کہتے تھے کہ وہ زندہ ہیں حتیٰ کہ ایک شخص ان کے ہم صحبتوں میں سے آیا اور اُس نے اُن کو غسل دیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۱۷۲) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم ایک کشتی پر سوار تھے اور ایک شخص جو بہت دنوں سے بیمار تھا مر گیا۔ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی تیاری کی اور اس کو سمندر میں ڈالنا چاہا کیا دیکھتا ہوں کہ ناگہاں سمندر کے دو حصے ہو گئے اور پانی ہٹ گیا اور کشتی زمین پر جا لگی۔ ہم کشتی سے اُترے اور قبر کھود کر انھیں دفنایا۔ جب ہم فارغ ہو گئے تو پانی مل گیا اور کشتی پانی پر چڑھ گئی۔ اور منقول ہے کہ ایک فقیر نے کسی اندھیرے مکان میں وفات پائی جب اسکو غسل دینے لگے تو چراغ کی تلاش ہونے لگی۔ چنانچہ روزن سے ایک نور پیدا ہوا جسکی روشنی سارے گھر میں پھیل گئی۔ اور اُسکے اُجالے میں نہلایا گیا جب غسل دیکر فارغ ہو گئے تو روشنی جاتی رہی۔ گویا تھی ہی نہیں۔

حکایت (۱۷۳) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو تراب نخشبی کو جنگل میں مرا ہوا دیکھا کہ قبلہ کی جانب منہ کئے کھڑے تھے اور کوئی چیز ان کو تھامے ہوئے نہ تھی۔ میں نے چاہا کہ انھیں اُٹھا کر لے جاؤں اور دفناؤں مگر نہ ہو سکا اور سنا میں نے ایک ہاتف سے کہہ رہا تھا کہ ولی اللہ کو اللہ کے پاس چھوڑ دے۔ اور روایت ہے کہ جب شیخ ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے آنکھیں کھولیں اور فرمانے لگے کہ دیکھو یہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور یہ جنتیں آراستہ کی گئی ہیں اور ایک قائل کہہ رہا ہے کہ اے ابو علی ہم نے تجھ کو انتہائی درجہ پر پہنچایا اگرچہ تو نے اس کا ارادہ بھی نہ کیا تھا اور چند اشعار پڑھے۔ شعر

وحقک لا نظرت الیٰ سواکا	بعین مودۃ حتی اراکا
ولا استحسنت فی نظری جمالاً	ولا احببت حبا غیر ذاکا
ولا استلذذت فی الدنیا لذیذا	ولا لی بغیۃ الا رضاکا
فمنّ بنظرۃ فضلاً ومنا	وبلغنی المنی حتی اراکا

(ترجمہ) قسم ہے تیرے حق کی کہ میں نے تیرے غیر کو نہیں دیکھا محبت کی آنکھ سے یہاں تک کہ تجھ کو دیکھوں۔ اور میں نے کسی جمال کو اچھا نہ سمجھا اور نہ تیری محبت کے سوا کوئی محبت

پیدا کی اور نہ دنیا میں کوئی لذتوں کا مزہ چکھا اور میری آرزو تیری رضامندی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پس فضل و احسان سے ایک نگاہ لطف فرمائیے اور مجھے مقصود تک پہنچا دیجیے تو یہاں تک کہ آپ کے دیدار سے مشرف ہو جاؤں۔

حکایت (۱۷۴) بعض بزرگوں سے روایت ہے کہ جب ابن جلا رضی اللہ عنہ نے وفات پائی لوگوں نے انھیں دیکھا تو وہ ہنس رہے تھے۔ طبیب نے کہا وہ زندہ ہیں، پھر ہاتھ لگا کر دیکھا کہا مر گئے ہیں، پھر ان کا چہرہ کھول کر دیکھا اور کہا میں نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہیں یا مردہ۔ نقل ہے کہ عبداللہ ابن مبارک نے وفات کے وقت اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ یعنی ایسے وقت کے واسطے چاہئے کہ عمل کرنیوالے عمل کرتے رہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابو محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نزع کے وقت حاضر تھا۔ جمعہ کا روز تھا۔ وہ قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ختم کیا۔ میں نے کہا اے ابوالقاسم ایسے وقت میں۔ کہنے لگے پھر کون اس کام کو مجھ سے زیادہ اچھا ادا کریگا اسوقت میرا صحیفہ اعمال لپیٹا جا رہا ہے۔

حکایت (۱۷۵) محمد ابن حامد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام احمد ابن خضرویہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ان کی عالت نزع کی تھی اور پچانوے سال کی ان کی عمر تھی ان کے اصحاب میں سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور فرمایا اے بیٹے میں تو ایک دروازہ پچانوے سال سے کھلوا رہا تھا۔ اب اسکے کھلنے کا وقت آیا ہے۔ نہیں معلوم کہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا شقاوت کے ساتھ اور جواب کا وقت پہنچ گیا ہے۔ اتنے میں ان کے قرض خواہ آئے اور ان پر سات سو دینار کا قرضہ تھا۔ فرمانے لگے اے اللہ تو نے رہن کو قرض کا وثیقہ بنایا ہے اور تو ان لوگوں کا وثیقہ لینا چاہتا ہے (یعنی میری جان جسپر انھیں بھروسہ تھا) اور تو نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ میرا قرضہ ادا کروے اور میرے قرض خواہوں کو مجھ سے راضی کردے تو سب باتوں پر قادر ہے۔ اسی وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں۔ وہ لوگ اس کے پاس گئے۔ ان سب کا قرضہ اس نے ادا کیا اور ان کی روح راہی ملک عدم ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۱۷۶) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت شبلی رح سے کہا

کہ تم اللہ کیوں کہتے ہو اور لا الٰہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے- فرمایا- میں اس کا بدل نہیں چاہتا- کہنے لگا اے ابا بکر میں اس سے اعلیٰ وجہ چاہتا ہوں- کہنے لگے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ میں وحشت حجاب میں نہ پکڑا جاؤں اُسنے کہا میں اِس سے بھی اعلیٰ جواب چاہتا ہوں فرمایا کہ حق تعالےٰ فرماتے ہیں قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ- یعنی کہہ دیجیے اللہ پھر ان کو اپنے اعتراضات میں کھیلنے دیجئے- یہ سُن کر اس نے ایک چیخ ماری اور اسکی روح قبض ہو گئی- اُسکے اولیاء نے حضرت شبلی کو گھیر لیا اور اسکی دیۃ طلب کی اور خلیفہ کے دربار میں لے گئے- قاصد خلیفہ نے حضرت شبلی سے ان لوگوں کے دعوے کا حال بیان کیا شبلی رحؒ نے جواب دیا کہ ایک روح شوق سے رونے لگی جب اُسے بلایا گیا تو چلی گئی اور آواز محبوب کی طرف راجع ہوئی اسمیں میرا کیا قصور ہے- یہ جواب سنکر خلیفہ نے ایک چیخ ماری اور کہا اسے چھوڑ دو اسکا کوئی قصور نہیں-

حکایت (۱۷۷) شیخ ابوالحسن مزنی رضی عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نزع کے وقت بعض بزرگوں سے کہا کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ان بزرگ نے تبسم فرمایا اور کہا کیا مجھے تعلیم کر رہے ہو قسم ہے اس ذات کی جسے موت نہیں آتی میرے اور اسکے درمیان حجاب عزت کے سوا کوئی پردہ نہیں اور اسی وقت انتقال کر گئے- شیخ مزنی اپنی داڑھی پکڑ کر یہ کہا کرتے تھے- میرے جیسا حجام اولیاء اللہ کو کلمۂ توحید سکھائے بڑی شرم کی بات ہے- اور جب یہ حکایت یاد کرتے تو روتے تھے- کسی نے ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ابوسعید خراز کو موت کے وقت زیادہ وجد طاری ہو رہا تھا- فرمایا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اسکی روح شوق سے پرواز کرے- اور شیخ ابومحمد رویم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب ابی سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات قریب ہوئی تو یہ اشعار پڑھ رہے تھے- ؎

حنین قلوب العارفین الی الذکر — وتذکارھم عند المناجات للسر
ادیرت کؤس للمنایا علیھم — فاعفوا عن الدنیا کاغفاء ذی الملکوت
ھمومھم جوالۃ بمعسکر — بہ اھل ود اللہ کالانجم الزھر
فاجسامھم فی الارض قتلی لحبہ — وارواحھم فی الحجب نحو العلی تسری
فما عرسوا الا بقرب حبیبھم — وما عرجوا عن مس بوس ولا ضر

(ترجمہ) قلوب عارفین کی رغبت ذکر (محبوب) کیطرف ہے اور اسکی یاد کیطرف، جبکہ سرگوشی میں راز کی باتیں کیجائیں ان کے

اوپر موت کے پیالوں کا دور چلایا گیا تو وہ دنیا سے ایسے غافل ہوگئے جیسے نشے والا غافل ہوتا ہے۔ ان کے افکار ایسے لشکر میں گشت کرتے ہیں جن میں اللہ سے محبت کرنے والے چمکتے ہوئے تاروں کی مانند ہیں ان کے اجسام زمین پر محبت کے شہید ہیں اور ان کی ارواح پردے میں بلندی کی سیر کرتے ہیں۔ وہ لوگ نزول نہیں کرتے مگر اپنے حبیب کے پاس۔ اور تکلیف اور محنت سے منحرف نہیں ہوتے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین و المسلمین۔ آمین۔

حکایت (۱۷۸) خلف ابن سالم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے ابی علی ابن مغیرہ سے کہا کہ تیرا مقام کونسا ہے۔ کہا جہاں عزیز اور ذلیل برابر ہوتے ہیں۔ میں نے کہا یہ مقام کہاں ہو۔ کہا قبرستان میں۔ میں نے کہا شب کے اندھیرے میں تمھیں وحشت نہیں ہوتی۔ کہا اُسوقت میں قبر کی اندھیری اور وحشت یاد کر لیتا ہوں تو شب کی اندھیری آسان ہو جاتی ہو۔ میں نے کہا تم نے کبھی قبرستان میں کچھ دیکھا بھی ہوگا۔ کہنے لگے دیکھا تو ہوگا مگر ہول آخرت کے مقابل سارے خوف دھرے رہ جاتے ہیں اور یہ اشعار کسی قبر پر لکھے ہوئے تھے جو بعض لوگوں نے سنا ہے۔ **شعر**

مقیم الی ان یبعث اللہ خلقہ	لقاؤک لا یُرجی و انت قریب
تزید بلی فی کل یوم ولیلۃ	و تبلی کما تبلی و انت حبیب

(ترجمہ) مقیم جب تک کہ ہے اللہ تعالی مخلوقات کو زندہ کرے اور تیری لقا نصیب نہیں ہوتی حالانکہ تو قریب ہو۔ ہر دن رات تیری بوسیدگی بڑھتی جاتی ہو۔ اور تو اس بوسیدگی کی حالت میں بھی محبوب ہے۔

حکایت (۱۷۹) امام حجۃ الاسلام ابی حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ امام الحرمین سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ ان سے ان کے استاذ ابی بکر امام ابن فورک رضی اللہ عنہ حکایت کرتے ہیں کہ ایام طالب العلمی میں ان کے ایک ساتھی تھے۔ مبتدی تھے اور بہت محنت سے علم حاصل کرتے تھے اور بڑے متقی و عابد تھے اور باوجود سخت کوشش کے انھیں بہت قلیل علم حاصل ہوتا تھا اور ہم اُن کی حالت دیکھ کر تعجب کرتے تھے ناگہاں وہ بیمار ہوئے اور اپنی جگہ پر خانقاہ ہی میں رہے اور شفا خانہ نہیں گئے اور میں ان کے پاس ہی رہتا تھا اسی حالت میں اُنھوں نے آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے اے ابن فورک لمثل ھذا فلیعمل العاملون یعنی اس لئے چاہئے کہ عمل

کرنے والے عمل کرتے رہیں اور اسی وقت انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۱۸۰) مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہو کہ وہ اپنے ایک ہمسایہ کے پاس جو قریب المرگ تھا گئے۔ وہ شخص کہنے لگا اے مالک دو آگ کے پہاڑ میرے سامنے ہیں اور میں اُن پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ حضرت مالک فرماتے ہیں کہ میں نے اسکے اقربا سے دریافت کیا کہ یہ شخص کیا کیا کرتا تھا اُنھوں نے کہا کہ اسکے پاس دو پیمانے تھے ایک سے خریدتا تھا اور ایک سے بیچتا تھا (یعنی بڑے پیمانے سے خریدتا تھا اور چھوٹے پیمانے سے بیچتا تھا) میں نے وہ دونوں پیمانے منگا کر توڑ ڈالے۔ پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ اب کیا حال ہے کہنے لگا کہ شدت زیادہ ہوتی جا رہی ہو۔ اسی طرح بعض بزرگوں سے منقول ہو کہ ایک شخص وزان کو جو نزع کی حالت میں تھا اُنھوں نے کلمۂ توحید تلقین کی۔ کہنے لگا کہ میں زبان سے کہہ نہیں سکتا کیونکہ ترازو کا کانٹا میری زبان پر ہے جو مجھے اس کلمہ کے پڑھنے سے روکتا ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا کیا تو پورا نہیں تولتا تھا۔ کہنے لگا تولتا تو پورا ہی تھا لیکن کبھی میری ترازو پر غبار رہتا تھا مجھے اُس کی خبر نہ ہوتی تھی۔

حکایت (۱۸۱) بعض اصحاب احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہو۔ فرماتے ہیں کہ جب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو میں نے انھیں خواب میں دیکھا کہ وہ اکڑ کر چل رہے ہیں میں نے کہا کہ اے بھائی یہ کیسی چال ہے فرمایا کہ یہ دار السلام میں خدام کی چال ہے۔ میں نے کہا حق تعالےٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا میری مغفرت فرمائی اور سونے کے جوتے پہنائے اور ارشاد ہوا کہ یہ جزا اس قول کی ہو جو تم نے کہا تھا کہ قرآن کلام اللہ ہے حادث نہیں ہو اور حکم ہوا کہ جہاں چاہو چلو پھرو۔ میں جنت میں داخل ہوا تو دیکھتا ہوں کہ سفیان ثوری کے دو سبز پر ہیں اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑتے پھرتے ہیں اور یہ آیت تلاوت کرتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ۔ یعنی حمد و شکر ہے اس اللہ عز وجل کا جس نے اپنا وعدہ ہم سے وفا کیا اور ہمیں زمین جنت کا وارث بنایا اور ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں داخل ہوتے ہیں۔ یہ عمل کرنیوالوں کی بڑی اچھی جزا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ عبد الواحد وراق کی کیا خبر ہے۔ فرمایا میں نے انھیں دریائے نور میں کشتی نور پر سوار ہو کر حق تعالیٰ کی زیارت کرتے

چھوڑا ہے۔ میں نے کہا حضرت بشر ابن حارث کا کیا حال ہے۔ کہنے لگے واہ وا ان کے مثل کون ہو سکتا ہے۔ میں نے انھیں حق تعالیٰ کی طرف دیکھا اور حق تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے تھے کہ اے شخص تو نہیں جانتا کہ تیرا کیا مرتبہ ہے۔ اور اے وہ شخص جو کہ پیتا نہ تھا اب پی لے اور اے وہ شخص جو نہیں کھاتا تھا اب سیر ہولے۔ اور بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ میں نے معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ گویا عرش کے نیچے ہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ ملائکہ سے فرما رہے ہیں کہ یہ کون ہے۔ انھوں نے جواب دیا آپ خوب جانتے ہیں اے پروردگار۔ فرمایا یہ معروف کرخی ہیں جو میرے نشۂ محبت میں بیہوش تھے اور بدون میرے دیدار کے انھیں ہوش نہیں آئیگا۔ اور ربیع ابن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وفات خواب میں دیکھا۔ میں نے دریافت کیا کہ اے ابا عبداللہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا فرمایا۔ مجھے نور کی کرسی پر بٹھا کر مجھ پر چمکتے ہوئے تازہ موتی نثار کئے۔ اور بعض بزرگوں سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو اسحاق ابراہیم ابن علی ابن یوسف شیرازی رضی اللہ عنہ کو بعد وفات خواب میں دیکھا کہ نہایت سفید لباس پہنے تاج اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ حضرت یہ سفید لباس کیسا ہے کہا یہ عبادت کی بزرگی ہے۔ میں نے کہا اور تاج۔ کہا وہ علم کی عزت ہے۔ اور شیخ عارف ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے امام غزالی سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام پر مباہاۃ کی اور فرمایا کہ کیا تمہاری امت میں بھی کوئی ایسا عالم ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ رضی اللہ عنہ وعن جمیع الاولیاء والعلماء اجمعین ونفعنا بہم۔ آمین

حکایت (۱۸۲) بلال خواص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں تیہ بنی اسرائیل میں تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے ہمراہ چلتے دیکھا مجھ کو تعجب ہوا۔ مجھ کو پکار کر کہا بلال خواص رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا حق جل وعلا کی قسم ہے سچ بتائیے آپ کون ہیں۔ فرمایا میں خضر ہوں۔ میں نے کہا میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں آپ حضرت امام شافعی کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ فرمایا وہ اوتاد میں سے ہیں۔ میں نے کہا احمد بن حنبل کے حق میں کیا کہتے ہیں فرمایا وہ آدمی صدیق ہیں۔ میں نے پھر کہا۔ بشر ابن حارث کی نسبت آپ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا ان کے بعد پھر ویسا آدمی پیدا نہیں ہوا۔ میں نے کہا میں نے کسکی برکت سے آپ کو دیکھا فرمایا والدہ کی

خدمت کے طفیل

حکایت (۱۸۳) بعض بزرگوں سے روایت ہے کہ انھوں نے بشر ابن حارث کو خواب میں دیکھا۔ ان کی وفات کے بعد دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا فرمایا اللہ نے میری مغفرت کی اور نصف جنت میرے لئے مباح کر دی اور ارشاد فرمایا کہ تو دنیا میں کھاتا پیتا نہ تھا اب خوب کھا پی لے اور فرمایا اے بشر میں نے اس قدر تیری عزت و حرمت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی کہ اگر اسکے شکریہ میں تو انگاروں پر سجدہ کرے تو بھی اس کا حق ادا نہ کر سکے گا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ فرمایا جب میں نے تمہاری روح قبض کی ہے تو اُسوقت تم سے زیادہ دنیا میں کوئی میرا پیارا نہ تھا۔ مؤلف کہتے ہیں اس سے خضر علیہ السلام کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ بشر نے اپنا مثل نہ چھوڑا۔

حکایت (۱۸۴) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ان کا ایک بیٹا شہید ہو گیا تھا اور انھوں نے اسے کبھی خواب میں نہ دیکھا تھا جس شب عمر بن عبد العزیز کی وفات ہوئی تو اس بزرگ نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا۔ کہا اے بیٹے کیا تم مرے نہیں تھے۔ کہا نہیں میں شہید ہوا تھا میں اللہ کے یہاں زندہ ہوں رزق دیا جاتا ہوں۔ میں نے کہا تم کیوں آئے ہو، کہا آسمان والوں کو اعلان دیا گیا ہے کہ جس قدر نبی صدیق اور شہید ہیں سب عمر بن عبد العزیزؒ کے جنازہ کی نماز کے لئے جائیں کوئی باقی نہ رہے چنانچہ میں ان کے جنازہ پر حاضر ہوا تھا آپ کے سلام کو بھی آ گیا۔

حکایت (۱۸۵) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انھوں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وفات خواب میں دیکھا کہا اے ابو عبد اللہ تمہارا کیا حال ہے۔ اُنھوں نے منھ پھیر کر کہا کہ یہ زمانہ کنیت سے یاد کرنے کا نہیں ہے۔ میں نے کہا تمہارا کیا حال ہے اے سفیان تو انھوں نے چند شعر پڑھے **شعر**

نظرت الی ربی عیانا فقال لی	هنیئاً رضائی عنك یا ابن سعید
لقد کنت قواما اذا اظلم الدجا	بعبرة مشتاق و قلب عمید
فدونك فاختر ای قصر اردته	وزرنی فانی عنك غیر بعید

(ترجمہ) میں نے حق تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ فرمایا اے ابن سعید تمھیں میری رضا مندی مبارک ہو۔ جب اندھیری پھیلتی تھی تو تم قیام لیل کرتے تھے اور تمہارے دل میں

ہماری محبت اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوتے تھے۔ تمھیں اجازت ہے جو قصر جنت چاہو اُسپر قبضہ کرلو اور میری زیارت کرو کہ میں تم سے بہت قریب ہوں۔

حکایت (۱۸۶) روایت ہے کہ جب سہل ابن عبداللہ تستری کی وفات ہوئی تو لوگ ان کے جنازے پر گرے پڑتے تھے۔ شور و غل سنکر دریافت حال کے لئے ایک یہودی اپنے مکان سے نکل آیا جس کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی۔ جنازہ دیکھ کر لوگوں سے دریافت کرنے لگا کہ جو کچھ میں دیکھتا ہوں وہ بھی تمھیں نظر آتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہا آسمان سے جوق در جوق لوگ نازل ہوتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔ پھر وہ یہودی مسلمان ہوگیا اور اسکی بہت اچھی حالت ہوگئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۱۸۷) رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کی ایک خادمہ سے مروی ہے وہ کہتی ہے کہ رابعہ ساری رات نماز پڑھتی تھیں بعد طلوع فجر کے اسفار تک تھوڑی دیر اپنے مصلے پر لیٹ جاتیں۔ جب جاگتیں تو گھبرا کر فرماتیں اے نفس کب تک سوئے گا۔ کب تک عبادت کے لئے کھڑا نہ ہوگا۔ عنقریب ایسی نیند سوئے گا کہ پھر صور قیامت ہی سے جاگنا ہوگا۔ یہی انکی حالت وفات تک رہی۔ جب وفات کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے مجھ سے بلا کر کہا کہ میری موت کی کسی کو خبر نہ کیجیو اور ایک جبہ اونی بتلا کر کہا کہ اس سے میرا کفن بنانا جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتیں جب سب لوگ سو جاتے چنانچہ ہم نے انھیں اسی جبہ اور ایک صوف کی چادر میں جسے اوڑھا کرتی تھیں کفنایا۔ شب کو خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ انپر ایک جبہ سبز استبرق کا اور اوڑھنی سبز ابریشم کی ہے ویسی کبھی میں نے نہیں دیکھی تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ اے رابعہ وہ جبہ اور اوڑھنی کیا ہوئے جنمیں تمھیں کفنایا تھا۔ فرمایا وہ کفن میرا اتار کر مُہر کر کے اعلیٰ علیین پہنچا یا گیا تا کہ قیامت میں میرے اعمال کے ساتھ شریک کیا جاوے اسکے عوض یہ لباس دیا گیا جو تم دیکھتی ہو۔ میں نے کہا تم اسی لئے دنیا میں عمل کرتی تھیں۔ کہا حق تعالے نے اپنے اولیاء کے واسطے ایسی ایسی نعمتیں کرامت فرمائی ہیں کہ ان کے سامنے یہ ہیچ ہے۔ میں نے کہا مجھے کوئی بات بتاؤ جس سے قرب الٰہی حاصل ہو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا کرو کہ تم اسکی وجہ سے قابلِ رشک ہو جاؤ گی۔ قبر میں۔

حکایت (۱۸۸) احمد ابن ابی الحواری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری زوجہ رابعہ شامیہ کے متعدد احوال تھے کبھی ان پر حب کا غلبہ ہو جاتا تھا اور کبھی موانست

کا غلبہ ہوجاتا تھا، محبت کی حالت میں میں نے انھیں یہ اشعار پڑھتے سنا۔ شعر

حبیب لیس بعدلہ حبیب	ومالسواہ فی قلبی نصیب
حبیب غاب عن بصری وشخصی	ولکن عن فوادی ما یغیب

(ترجمہ) وہ ایسا حبیب ہے کہ اُسکے برابر کوئی حبیب نہیں ہے۔ اور اسکی محبت کے سوا کسی کی میرے قلب میں جگہ نہیں ہے + وہ حبیب میری آنکھوں اور نظر سے غائب ہے لیکن میرے دل سے کبھی غائب نہیں ہوتا ہے + ۔) اور انس کی حالت میں اشعارِ ذیل پڑھتے سنا

شعر ولقد جعلتك فی فوأد محدثی	وابحت جسمی مزاراً دجلوسی
فالجسم منّی للجلیس موانسی	وحبیب قلبی فی الفواد انیسی

(ترجمہ) میں نے آپکو اپنے دل کا متکلم بنایا ہے۔ اور ہم نشینوں کے لئے جسم مباح کردیا ہے جسم میرا جلیس کے ساتھ موانست کرتا ہے۔ تو دلمیں حبیب قلبی مونس ہے + اور حالتِ خوف میں یہ اشعار کہتے سنا۔ شعر

وزادی قلیل ما ارٰہ مبلغی	اللزاد ابکی ام لطول مسافتی
اتحرقنی بالنّار یا غایۃ المنی	فاین رجائی فیك این مخافتی

(ترجمہ) میرے پاس زادِ راہ قلیل ہے۔ امید نہیں کہ کفایت کرے۔ توشہ نہ ہونے پر روؤں یا طولِ مسافت پر۔ کیا مجھے آگ میں جلاؤگے اے میرے غایت مقصود + پھر میری امید کہاں چلی جائیگی، میرا خوف کہاں جائے گا۔ احمد رح کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا ساری رات تہجد پڑھتے ہوئے تمہارے سوائے کسی اور کو میں نے نہیں دیکھا۔ کہنے لگیں سبحان اللہ تم جیسا آدمی ایسی بات کرے۔ جب پکارا جاتا ہے۔ اُسی وقت میں قیام لیل کے لئے اُٹھتی ہوں۔ احمد کہتے ہیں ایک دن میں ان کے قیام کے وقت کھانے بیٹھا۔ وہ مجھے نصیحت کرنے لگیں، میں نے کہا مجھے اچھے طور سے کھالینے دو۔ کہنے لگیں ہم اور تم ایسے نہیں ہیں کہ ذکر آخرت سے ہمارا کھانا پینا مکدر ہوجائے اور کہنے لگیں تم سے میں خاوندوں کی سی محبت نہیں کرتی ہوں بلکہ بھائیوں کی سی۔ اور جب کوئی چیز پکا چکتیں توکہتیں اے میرے سردار اسکے کھاؤ یہ چیز تسبیح سے پکائی گئی ہے۔ ایک دفعہ مجھ سے کہا جاؤ نکاح کرو میں نے تین نکاح کئے۔ مجھے گوشت کھلاتی تھیں اور کہتی تھیں اپنی قوت اپنی ازواج پر صرف کرو۔ اور کہنے لگیں کہ اکثر اوقات جن اور حور مجھے نظر آتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہا۔ مولف

فرماتے ہیں ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ رویت جن اور حور کی بیداری میں ہے۔ اور خواب میں تو اولیاء اللہ کے سوا اور لوگ بھی دیکھتے ہیں اور یہ رابعہ شامیہ احمد بن ابی الحواری کی زوجہ ہیں اور رابعہ عدویہ بصریہ جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے وہ اور ہیں اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ شامیہ کا نام رابعہ یائے مثناۃ کے ساتھ ہے اور بصریہ کا نام رابعہ بائے موحدہ کے ساتھ ہے۔ بعضوں نے کہا دونوں کا نام رابعہ ہی ہے رحمۃ اللہ علیہا۔

حکایت (۱۸۹) روایت ہے شعوانہ رضی اللہ عنہا بہت بوڑھی ہوگئیں اور عبادت نماز وغیرہ سے عاجز ہوگئیں تو انھوں نے ایک شخص کو یہ اشعار پڑھتے سنا۔ شعر

اذری دموعک انما کنت شاجیۃ ان النیاحۃ لا تشفی الحزینینا

جدی وقومی وصومی الدھر دائبۃ فانما الدأب من فعل المطیعینا

(ترجمہ) جب تک ہمارا غم ہے آنسو بہاؤ کیونکہ آہ وزاری سے غمگینوں کو کبھی شفا نہیں ہوتی اپنی عادت کے مطابق روزہ نماز میں کوشش کرو یہی مطیعین کی عادت اور حالت ہے پس گریہ وزاری کرنے لگیں اور پھر وہی اپنا عمل بارِ دیگر شروع کیا اور اشعار مذکور پڑھ پڑھ کر روتی تھیں اور عورتوں کو رلاتی تھیں اور یہ شعر کہا کرتی تھیں۔ شعر

لقد امن المغرور دار مقامہ ویوشک یوماً ان یخاف کما أمن

(ترجمہ) نادان اپنے ٹھکانے سے بےخوف ہوگیا ہے — ایک روز اتنا ہی ڈریگا جتنا وہ نڈر رہے۔

روایت ہے کہ ایک روز فضیل ابن عیاضؒ ان کے پاس آئے اور کہا کہ میرے واسطے دعا کرو کہنے لگیں کہ اے فضیل کیا خداوند عالم کے اور تمہارے درمیان یہ راز نہیں ہے کہ اگر آپ دعا کرینگے تو وہ قبول فرمائیں گے۔ یہ سن کر فضیلؒ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگئے۔ خدا تعالےٰ ان سے راضی ہو اور ہمیں ان کی برکت سے کامیاب کرے۔ آمین۔

حکایت (۱۹۰) روایت ہے کہ عمرہ حبیب عجمیؒ کی زوجہ رات کے وقت انھیں جگاتی تھیں اور کہتی تھیں، کھڑا ہوجا اے شخص رات گذر گئی اور راستہ دراز ہے اور ہمارے پاس زادِ راہ بہت قلیل ہے۔ اور نیکوں کے قافلے ہم سے پہلے نکل چکے صرف ہم رہ گئے ہیں۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا جب وہ عشاء کی نماز پڑھ چکتی تو عمدہ کپڑے پہنتی اور خوشبو لگاتی اور دھونی لیتی اور مجھ سے کہتی کیا تجھے ضرورت ہے۔ اگر میں کہتا ہاں تو وہ میرے پاس رہتی اور اگر کہتا نہیں تو وہ کپڑے اتار دیتی اور صبح تک نماز میں کھڑی رہتی۔

حکایت (۱۹۱) روایت ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس ایک لونڈی تھی اُسے جوہرہ کہتے تھے، اسے بادشاہ نے آزاد کر دیا وہ ابو عبداللہ ترابی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے جھونپڑے میں جہاں وہ عبادت خدا میں مشغول تھے گئی اور ان سے نکاح کر لیا اور ان کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گئی۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے خیمے نصب ہیں۔ پوچھا یہ کس کے لئے ہیں۔ کہا گیا یہ تہجد گذاروں کے لئے ہے۔ اسکے بعد اُس نے سونا ترک کر دیا اور اپنے شوہر کو جگاتی اور کہتی اے ابو عبداللہ قافلہ نکل گیا اور یہ اشعار پڑھتی تھی۔ شعر

ارانی بعید الدار لم اقرب الحمیٰ	وقد نصبت للساھرین خیام
علامۃ طردی طول الیلی نائم	وغیری یری ان المنام حرام

(ترجمہ دیکھتی ہوں میں کہ میرا گھر دور ہے اور اپنے باغ کے قریب بھی نہیں پہونچی۔ اور شب بیداروں کے لئے خیمے گڑے ہوئے ہیں۔ یہ میرے مطرد اور مردود ہونے کی دلیل ہے کہ میں ساری رات سوتی ہوں اور دوسرے لوگ اپنے اوپر خواب کو حرام کئے ہوئے ہیں۔

حکایت (۱۹۲) روایت ہے کہ بادشاہ کرمان نے شیخ شاہ کرمانی رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے خطبہ کیا۔ انھوں نے جواب کے لئے تین دن کی مہلت مانگی اور مساجد میں تلاش کرنے لگے۔ ایک لڑکا دیکھا کہ اچھی طرح نماز پڑھ رہا ہے۔ جب فارغ ہوا تو بلایا۔ اے لڑکے تمہاری کوئی بی بی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نکاح کرنا چاہتا ہے ایسی لڑکی سے جو قرآن پڑھتی ہے اور نماز روزہ کی پابند ہے اور خوب صورت پاک سیرت عفیفہ ہے اس نے کہا کون مجھ سے نکاح کر دے گا۔ شاہ نے کہا میں کئے دیتا ہوں۔ یہ درہم لے ایک کی روٹی ایک کا سالن اور ایک کا عطر خرید لا اور سب کام تیار ہے۔ اور اس کا نکاح اپنی لڑکی سے پڑھا دیا۔ جب لڑکی اُسکے مکان میں آئی تو گھڑے پر ایک سوکھی روٹی رکھی دیکھی کہا یہ کیسی روٹی ہے۔ کہا یہ کل کی بچی ہوئی روٹی ہے۔ میں نے افطار کے لئے رکھ چھوڑی ہے یہ سُن کر وہ واپس لوٹنے لگی۔ لڑکے نے کہا میں جانتا تھا کہ شاہ کرمانی کی بیٹی مجھ فقیر پر عنایت نہ کرے گی اور راضی نہ ہو گی کہنے لگی شاہ کرمانی کی بیٹی تیری فقیری کی وجہ سے نہیں لوٹتی ہے بلکہ تیرے ضعف یقین کی وجہ سے لوٹتی ہے۔ مجھے تجھ سے تعجب نہیں، بلکہ اپنے باپ سے تعجب ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے ایک جوان عفیف سے تیرا نکاح کر دیا ہے۔ انھوں نے ایسے شخص کو کیونکر عفیف کہا جو خدائے تعالےٰ پر بدون روٹی جمع کئے اعتماد نہیں رکھتا اس

جوان نے عذر خواہی کی کہا اپنے عذر کو تو تم جانو لیکن میں ایسے گھر میں جہاں ایک وقت کی بھی خوراک ہو نہیں رہوں گی۔ اب یا تو میں نکل جاؤں یا روٹی یہاں سے نکال دی جائے چنانچہ اس جوان نے روٹی خیرات کردی۔ (مؤلف کہتے ہیں کہ یہ تزویج جلیل شاہ ابن شجاع کرمانی مذکور الصدر سے بعد ترکِ سلطنت اور دخول فی الطریقت کے ہوئی ہے اور اسکا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور یہی حکایت کتاب الارشاد میں اور طریق پر بیان کی گئی ہے لیکن اختلاف زیادہ نہیں ہے اور اس عورت کے حق میں قول شاعر کا نہایت زیبا ہے۔ شعر

ولو کان النسآء کمن ذکرنا	لفضلت النسآء علی الرجال
فلا التانیث لاسم الشمس عیب	ولا التذکیر فخر للھلال

(ترجمہ) اگر عورتیں ایسی ہی ہوتیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا تو البتہ عورتیں مردوں پر فضیلت لے جاتیں کیونکہ آفتاب کے اسم کا مونث ہونا اسکے واسطے معیوب نہیں ہے نہ ہلال کا مذکر ہونا اُسکے واسطے سبب فخر ہے۔

حکایت (۱۹۳) نقل ہے کہ ایک عابد جو عسقلان کی سرحد کے محافظ تھے ایک رات تہجد کے ارادہ سے چھت پر چڑھے ناگاہ سمندر کی جانب سے ایک ہاتف کو کہتے سنا کہ اے بندو میں نے عبادت کے تین حصے کئے ہیں اول تہجد دوسرے روزہ تیسرے دعاء تسبیح اور استغفار۔ یہ اچھی تقسیم ہے۔ ہر ایک سے پورا پورا حصہ لیا کرو یہ سنکر وہ سجدے میں گئے۔ خدا ان سے راضی ہووے۔

روایت ہے ۔کہ ابلیس علیہ اللعنۃ یحییٰ علیہ السّلام کے سامنے آیا آپ نے اُس سے منھ پھیر لیا۔ وحی آئی اے یحییٰ اس سے سوال کرو یہ سچ کہیگا۔ چنانچہ یحییٰ علیہ السّلام نے اس سے چند سوال کئے۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ اس سے پوچھا کہ تو کبھی مجھ پر بھی قادر ہوا ہے۔ کہا ہاں ایک شب کہ تمہارا پیٹ کھانے سے بھرا ہوا تھا اور آپ اپنا ورد چھوڑ کر سو گئے تھے۔ پس یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاؤں گا۔ ابلیس علیہ اللعنۃ نے کہا اب میں کسیکو نصیحت بھی نہ کرونگا۔ کسی کے اچھے شعر ہیں۔ شعر

وکم من اکلۃ منعت اخاھا	باکلۃ ساعۃ اکلات دھرا
وکم من طالب یسعیٰ بشئ	وفیہ ھلاکہ لو کان یدری

(ترجمہ) بعض کھانے ایسے ہیں جو کھانے والے کو ایک وقت کے کھانے سے ہمیشہ کے کھانوں سے

روک دیتے ہیں اور بہت خواہش مند کسی چیز کی تلاش میں کوشش کرتے ہیں حالانکہ اگر وہ سوچے تو اس میں اسکی ہلاکت ہو۔ مؤلف کہتے ہیں، بعض مصنفین نے اس قصہ کے بعد یہ اشعار لکھے ہیں لیکن یہ اشعار یحییٰ علیہ السلام کے مناسب حال نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ان لوگوں کے مناسب ہیں جنکو بہت سا کھا کر تخمہ ہو جاتا ہے اور مدتوں تک کھانا چھوڑنا پڑتا ہے جیسا کہ زیادہ کھانے والوں کو پیش آتا ہے۔ اور مناسب حال میرے یہ اشعار ہیں۔ **شعر**

کم من أكلة حرمت كثيرا	من الخيرات فى طاعات مولى
ولذات بخلوات تجلى	بها المولى وقد ناجاه ليلا

(ترجمہ) بعض کھانے اکثر محروم رکھتے ہیں۔ عبادت خدا کی نعمت اور خوبی سے۔ اور خلوت میں حاصل ہونے والی لذات سے جو اللہ تعالیٰ کی مناجات اور تجلی سے نصیب ہوتیں۔

حکایت (۱۹۴) نقل ہو کہ حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہ السلام نے ایک شب شکم سیر ہو کر جو کی روٹی کھائی اور اپنے درود وظائف سے اس رات سو گئے حق تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے یحییٰ کیا تم نے میرے دربار سے کوئی اچھا دربار اور پالیا ہے اور میری ہمسائیگی سے کوئی اچھا ہمسایہ اور پالیا ہے۔ قسم ہے میری عزت و جلال کی، اگر تمھیں فردوس کی ذرا بھی اطلاع ہو جائے تو تمہارا جسم پگھل جائیگا اور روح فردوس کے اشتیاق میں نکلجائے گی اور اگر جہنم کی کچھ بھی خبر ہو جائے تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کے ہمراہ پیپ نکلے گی۔ اور بجائے ٹاٹ کے لوہا پہننے لگوگے۔ بعض لوگوں کے شعر ہیں۔ **شعر**

اقنع بالقليل يحيى غنيا	ان من يطلب الكثير فقير
ان خبز الشعير بالماء والملح	لمن يطلب النجاة كثير

(ترجمہ) تھوڑے پر قناعت کر امیرانہ زندگی بسر ہوگی۔ کیونکہ کثیر کا طالب ہر وقت محتاج اور فقیر رہتا ہے۔ نمک کے پانی کے ساتھ جو کی روٹی طالب نجات کے لئے یہ بھی بہت ہے۔

حکایت (۱۹۵) حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جامع مسجد میں تھا ناگاہ ایک شخص ہمارے پاس آیا اور دو رکعت نماز ادا کر کے مسجد کے ایک کونے میں لیٹ گیا اور مجھے اشارہ سے بلایا اور کہا اے ابوالقاسم اللہ تعالےٰ کے اور احباب کے ملاقات کا وقت قریب آگیا ہے۔ جب میں فارغ ہو جاؤں تو آپ کے پاس ایک جوان قوال آئے گا، اسکو میری گدڑی، عصا اور لوٹا دیدو۔ میں نے کہا قوال کو

یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ فرمایا وہ میری قائم مقامی کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جب اس شخص کا انتقال ہو گیا اور ہم انکو دفنا چکے تو ایک جوان مصری ہمارے پاس آیا اور بعد سلام کے کہنے لگا ہماری امانت کہاں ہے اے ابو القاسم۔ میں نے کہا کیسی امانت کیا قصہ ہے بیان کرو۔ کہا کہ میں فلاں قوم کے گھاٹ پر تھا کہ مجھے ہاتف نے ندا دی کہ جاؤ اور جنید کے پاس جو کچھ ہے لے لو، اور اس کے پاس یہ یہ چیز ہے اور تو فلاں ابدال کے قائم مقام کیا گیا۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر وہ اشیاء اُسکے حوالہ کر دیں اس شخص نے اسی وقت اپنے کپڑے اتارے اور غسل کر کے گدڑی پہنی اور ویسے ہی شام کی طرف روانہ ہو گیا۔

حکایت (۱۹۶) نقل ہے کہ ایک جوان نیک بخت پرہیزگار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتا تھا چنانچہ اپنے وعظ میں ہارون رشید پر سختی کی اور اُسکے حکم سے ایک مکان میں مقید کر کے مکان کے دروازے اور ہوا کے آنے جانے کے راستے کل بند کر دئیے گئے تاکہ اسکے اندر ہلاک ہو جائے۔ بعد پانچ روز کے ایک شخص نے ہارون الرشید سے کہا کہ فلاں شخص کو جسے آپ نے قید کیا تھا میں نے فلاں باغ میں سیر کرتے دیکھا ہارون الرشید نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب حاضر ہوا تو کہا کس نے تمہیں نکالا، کہا جس نے باغ میں داخل کیا۔ کہا باغ میں کس نے داخل کیا کہا جس نے قید خانہ سے نکالا۔ ہارون الرشید نے کہا یہ عجیب بات ہے۔ کہا کونسا کام تیرے پروردگار کا عجیب نہیں ہے۔ ہارون الرشید یہ سنکر رونے لگا، اور اسپر احسان کیا اور حکم دیا کہ شاہی گھوڑے پر اسے سوار کر کے گشت کرایا جائے اور ایک منادی اسکے سامنے ندا دیتا جائے کہ اس بندہ کی اللہ نے عزت کی اور ہارون الرشید نے اسے ذلیل کرنا چاہا مگر نہ ہو سکا آخر عزت و حرمت کرنی پڑی۔ رضی اللہ عنہ۔ اسی مضمون میں مؤلف کے شعر ہیں۔ **شعر**

اذا اکرم الرحمٰن عبد العزہ	فلن یقدر المخلوق یوما یھینہ
ومن کان مولاہ العزیز أھانہ	فلا احدٌ بالعز یوما یعینہ

(ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ کسی کی عزت و اکرام کرتا ہے تو لوگ کبھی اسکی اہانت نہیں کر سکتے اور جس کو رب العزت ذلیل کرے کوئی اسکو عزت میں مدد نہیں دے سکتا۔

حکایت (۱۹۷) اہلِ اباوان سے ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں

ساٹھ سال سے زیادہ پانی کھاری رہا اور ایک شخص اہلِ ساحل میں سے ہمارے یہاں رہتے تھے ایک دن ماہِ رمضان میں سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ مغرب کے وقت سقایہ میں پانی نہ ملا تو میں نہر میں اترا تاکہ وضو کروں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص اس نہر میں کھڑا ہوا کہہ رہا ہے۔ اے مالک کیا تو میرے عمل پر راضی ہو گیا تاکہ میں کچھ تمنا کروں۔ میری طاعت سے راضی ہوا تو کچھ مانگوں اے مالک تیرے نافرمانوں کے لئے حمام کا غسالہ بہت ہے۔ میرے آقا اگر مجھے آپ کے غضب کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں پانی کو نہ چکھتا۔ پھر اس نے ایک چلو کھاری پانی لے کر پیا۔ مجھے ایسا کھاری پانی پیتے دیکھ کر تعجب ہوا۔ میں نے بھی اسی جگہ سے جہاں سے اس نے پانی لیا تھا چلو بھر پانی لے کر پیا تو وہ شکر کے مانند میٹھا تھا۔ پھر میں نے اسے سیراب ہو کر پیا۔

راوی کہتے ہیں کہ ایک روز اس شخص نے مجھ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ ہم تیرا گھر بنا چکے ہیں اگر تو اسے دیکھے گا تو تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور ایک ہفتے کے اندر اندر اسے صاف کرنے اور دھونی دینے کا حکم میں نے دیدیا ہے۔ اور اس مکان کا نام دار السرور ہے۔ تو خوش ہو جا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ساتواں روز آیا اور وہ جمعہ کا روز تھا۔ سویرے ہی اٹھ کر وضو کے واسطے نہر پر گیا۔ نہر میں اترنا چاہتا تھا کہ پاؤں پھسل کر نہر میں ڈوب گیا۔ بعد نماز کے ہم نے اسے نکالکر دفنایا۔ تین دن کے بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ سبز ریشم کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اس سے حال دریافت کیا۔ کہنے لگا کہ حق تعالےٰ نے مجھے دار السرور میں اتارا جو میرے لئے تیار فرمایا تھا۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیسا مکان ہے، اسکی کچھ توصیف کرو۔ کہا افسوس اسکی کوئی تعریف کر ہی نہیں سکتا۔ کاش میرے اہل وعیال کو بھی معلوم ہوتا کہ ان کے واسطے بھی میرے قریب مکان بنائے گئے ہیں جسمیں ہر خواہش کی چیز موجود ہے۔ میرے بھائیوں کے واسطے بھی ہے اور تو بھی انھیں لوگوں میں ہے۔ خدا ان سے راضی ہووے اور ان کی برکت سے ہمیں بھی مستفیض فرماوے۔ آمین — ریحانہ رضی اللہ عنہا کے اشعار ہیں

شعر	الٰھی لا تعذبنی فانی	واامل ان افوز بخیر دار
	وانت مجاور الابرار فیھا	فیا طوبیٰ لھم فی ذی الجوار

(ترجمہ) الٰہی تو مجھے عذاب نہ کر کیونکہ میں جنت میں پہنچنے کی امیدوار ہوں۔ تو جس جنت میں نیکوں کا ہمسایہ ہے۔ جن کو ایسا ہمسایہ ملے وہ بڑے ہی خوش نصیب ہیں۔

حکایت (۱۹۸) سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عجائبات وکرامات سے پہلے سہل یہ دیکھا کہ میں ایک تنہائی کے مقام میں گیا جہاں میرے قلب کو تقرب الٰہی کا مزہ آیا اور وہ جگہ اچھی معلوم ہوئی اور نماز کا وقت آگیا۔ میری عادت ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کی تھی۔ لڑکپن سے مجھے پانی نہ ملنے کی وجہ سے غم اور رنج ہوا۔ ناگاہ ایک ریچھ نظر پڑا جو دو پاؤں سے چل رہا تھا اسکے ہاتھوں میں پانی سے بھرا ہوا سبز گھڑا تھا۔ دور سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آدمی ہے۔ میرے قریب آکر اس نے گھڑا سامنے رکھ دیا اور سلام کیا۔ میرے جی میں ایک علمی اعتراض پیدا ہوا اور میں نے پوچھا کہ یہ پانی اور گھڑا کہاں سے آیا۔ اس ریچھ نے کہا اے سہل ہم لوگ وحوش ہیں۔ اہل اللہ میں سے جو لوگ اللہ کی محبت اور توکل میں تعلقات چھوڑے ہوئے ہیں آج ہم آپسمیں کچھ تذکرہ کر رہے تھے کہ اچانک آواز آئی کہ سہل تجدید وضو کے لئے پانی تلاش کر رہے ہیں۔ میں نے یہ گھڑا ہاتھ میں لیا تو میرے پہلو میں دو فرشتے تھے۔ میں ان کے قریب گیا انھوں نے ہوا پر سے اس گھڑے میں پانی ڈالا، مجھے پانی کے گرنے کی آواز بھی آئی۔ سہل فرماتے ہیں یہ سن کر مجھ غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ گھڑا میرے سامنے دھرا ہے اور ریچھ کا پتہ نہیں۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے اس سے اور کچھ بات نہ کی اور میں نے اس پانی سے وضو کیا اور پینا چاہتا تھا کہ آواز آئی اے سہل اس پانی کے پینے کا ابھی تمہارے لئے وقت نہیں آیا ہے، وہ گھڑا میرے سامنے ہل رہا تھا۔ ناگہاں میری نظر سے غائب ہوگیا نہ معلوم کہاں گیا۔

حکایت (۱۹۹) سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ابتدائی زمانہ میں ایک دن میں وضو کرکے جامع مسجد کو گیا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد بھر گئی اور امام خطبہ کے واسطے منبر پر چڑھ رہے تھے۔ میں بے ادبی کرکے لوگوں پر پھلانگتا ہوا پہلی صف میں جا بیٹھا میری سیدھی جانب ایک نوجوان خوبصورت خوشبو لگائے اونی چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا، تیرا کیا حال ہے اے سہل میں نے کہا اچھا ہوں اصلحک اللہ۔ لیکن متفکر رہا کہ اس نے مجھے پہچانا اور میں اسے نہیں جانتا تھا۔ ناگاہ مجھے پیشاب کی سوزش ہونے لگی۔ اب مجھے یہ اندیشہ ہونے لگا کہ اگر پیشاب کے واسطے جاتا ہوں تو لوگوں پر پھلانگنا ہوتا ہے۔ اور اگر نہ جاؤں تو نماز جاتی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ تمہیں پیشاب کی تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس شخص نے کندھے پر سے چادر اتاری اور مجھے اوڑھا کر

کہنے لگا جلدی سے قضائے حاجت کر کے اگر نماز میں شامل ہو جاؤ۔ میری آنکھ بند ہو گئی جب میں نے آنکھ کھولی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا دروازہ ہے اور ایک شخص دروازہ پر کھڑا کہہ رہا ہے کہ اندر جاؤ جب اندر گیا تو ایک محل نظر آیا جو نہایت عالی شان تھا اور ایک جانب ایک درخت تھا اور اسکے پاس ایک لوٹے میں پانی بھرا رکھا تھا جو شہد سے زیادہ میٹھا تھا وہیں پیشاب کرنے کی جگہ بھی تھی اور مسواک اور رومال بھی تھا۔ میں نے کپڑے اتار اور پیشاب کیا اور غسل کیا اور وضو کر رہا تھا کہ اس شخص کی آواز آئی کہ اگر تو اپنا کام کر چکا ہو تو کہدے میں نے کہا ہاں، اس نے میرے اوپر سے چادر اتاری تو وہیں پر تھا جہاں بیٹھا ہوا تھا اور کسی کو میرے اس واقعہ کا علم نہ ہوا اور میں متفکر رہا کہ کیا واقعہ ہوا کبھی اپنے نفس کی تصدیق کرتا تھا اور کبھی تکذیب کرتا تھا اتنے میں جماعت کھڑی ہوئی اور میں نے بھی لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی مگر مجھے اس جوان ہی کا خیال رہا میں اسے نہیں پہچانتا تھا۔ جب نماز سے فراغت ہو چکی تو میں اسکے پیچھے ہو لیا وہ ایک مکان میں داخل ہوا اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگا اے سہل گویا تجھے اپنے دیکھے ہوئے کا یقین نہ ہوا۔ میں نے کہا بالکل نہ ہوا۔ فرمایا اچھا داخل ہو دروازہ میں، میں نے دیکھا تو بعینہ وہی دروازہ تھا۔ جب اندر پہنچا تو وہی مکان وہی درخت اور لوٹا گیلا رومال سب کا سب موجود تھا۔ میں نے کہا آمنت باللہ۔ پھر فرمایا اے سہل جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے ہر شے اسکی اطاعت کرتی ہے۔ اے سہل اسے ڈھونڈو تو تم پا لوگے۔ یہ سنکر میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے انھوں نے میرے آنسو اپنے ہاتھ سے پونچھے، پھر جب میں نے آنکھیں کھولیں تو نہ وہ جوان تھے نہ محل، میں تھوڑی دیر تک متحیر رہا ان کی صحبت فوت ہو جانے پر۔ پھر اپنی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما۔

حکایت (۲۰۰) سہل ابن عبداللہ کے بعض اصحاب سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک ان کی خدمت کی میں نے کبھی ان کو بستر پر پہلو ٹیکتے نہ دیکھا نہ دن کو

ف۱ تو ہم گردن از حکم داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ۔ کاتب رضا حسین ۱۲

ف۲ اس حکایت پر جو اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ان دو شخصوں میں سے ایک تو یقیناً جھوٹا تھا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دونوں سچے ہوں تو پھر شیخ نے دونوں کی تصدیق کسطرح فرمائی اس کا جواب تفصیل کے ساتھ خاتمے میں مذکور ہے جس کا حاصل اجمالاً یہ ہے کہ ولی کامل کو بعض دفعہ اپنی روح میں تصرف کرنے کی قدرت عطا کر دی جاتی ہے جس سے وہ ایک وقت میں کئی کئی صورتیں اختیار کر لیتی ہے اور حقیقت میں وہ ایک ہی ہوتی ہے۔ ۱۲

نہ رات کو اور فجر کی نماز عشار کے وضو سے ادا کرتے تھے اور لوگوں سے بھاگ کر آبادان اور بصرہ کے درمیان ایک جزیرہ میں رہتے اور بھاگنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک شخص حج کو گیا جب وہاں سے واپس لوٹا تو اپنے بھائی سے کہا کہ میں نے سہل بن عبداللہ کو عرفات پر دیکھا ہے اسکے بھائی نے کہا ہم ان کے پاس آٹھویں ذیحجہ کو ان کی خانقاہ میں تھے جو بشر حافیؒ کے دروازہ کے سامنے ہے۔ اس نے اپنی بی بی کی طلاق کی قسم کھائی کہ اس نے انھیں عرفات پر دیکھا ہے۔ اسکے بھائی نے کہا چلو اُن سے جاکر سوال کریں۔ چنانچہ دونوں ان کے پاس حاضر ہوئے اور سارا قصہ بیان کیا اور پوچھا کہ قسم کے متعلق کیا کیا جائے سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمہیں ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں تم اللہ کی عبادت میں مشغول رہو اور اس حاجی سے کہا تو اپنی بی بی کو مت چھوڑ اور اس قصے سے کسی کو مطلع نہ کر۔ خدا ان سے راضی ہووے اور ہمیں ان کی برکت سے فائدہ پہونچاوے۔ آمین۔

حکایت (۲۰۱) منقول ہے کہ بعض صالحین لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے اتفاقاً ایک روز ایک یہودی انکے وعظ کی مجلس پر سے گذرا اور وہ واعظ لوگوں کو اللہ سے ڈرا رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا۔ یعنی تم سب دوزخ میں وارد ہوگے۔ یہ حق تعالے نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ یہ سنکر اس یہودی نے کہا اگر یہ کلام سچا ہے تو ہم تم برابر ہیں۔ واعظ نے کہا کہ ہم تم برابر نہیں کیونکہ ہم وارد ہوکر اسمیں سے نکلیں گے اور تم اس میں رہوگے اور ہم تقوے کے سبب اس سے نکلیں گے اور تم بوجہ ظلم کے اسمیں رہوگے۔ پھر دوسری آیت تلاوت کی ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔ یعنی پھر ہم متقیوں کو نجات دینگے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا اسی میں چھوڑ دینگے۔ یہودی نے کہا۔ متقی ہم ہیں۔ شیخ نے کہا تم نہیں ہو بلکہ ہم ہیں اور یہ آیت تلاوت کی وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ۔ یعنی میری رحمت ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور میں اسے لکھوں گا ان لوگوں کے واسطے جو متقی ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور نبیؐ امی کی اتباع کرتے ہیں۔ یہودی نے کہا اسپر کوئی دلیل لاؤ کہ ہم جلیں گے اور تم نہیں جلوگے۔ فرمایا دلیل ظاہر ہے۔ میرے

اور اپنے کپڑے آگ میں ڈال دے جس کے کپڑے جل جائیں سمجھو کہ وہی ناری ہے اور جس کے کپڑے نہ جلیں وہ ناجی ہے۔ پس دونوں نے کپڑے اتارے شیخ نے یہودی کے کپڑے اپنے کپڑوں کے اندر لپیٹ کر آگ میں پھینک دیئے۔ آپ ہی آگ میں گھس کر نکال لائے جب کھول کر دیکھا تو یہودی کے کپڑے باوجود اندر ہونے کے جل کر خاکستر ہو گئے تھے اور شیخ کے کپڑے ویسے ہی سلامت تھے بلکہ آگ کی وجہ سے اس کا میل کچیل سب صاف ہو گیا تھا اور بالکل سفید ہو گئے تھے۔ جب یہودی نے یہ حالت دیکھی تو اسی وقت مسلمان ہوا۔ شکر ہے اللہ کا جس نے دین اسلام کو ظاہر کیا اور سارے ادیان پر غالب کیا اور ہمیں اس دینِ قویم کی ہدایت کی اور نبی کریم رحمۃ للعالمین ؐ کے دین میں ثابت رکھا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔

حکایت (۲۰۲) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابی محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تھا ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں میدانِ انس میں تھا ناگاہ مجھ پر دروازہ بسط کا کھولا گیا اسمیں ایک لغزش مجھ سے ایسی ہوئی جس کی وجہ سے میرا مقام محجوب ہو گیا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے اور کیا طریقہ ہے اپنے مقام کے پھر پانے کا۔ یہ سنکر ابو محمد جریری بہت روئے اور فرمانے لگے کہ ہر ایک اس طریق کے قہر میں مبتلا ہے میں تمہیں چند اشعار سناتا ہوں ان سے تمہارا جواب حل ہو جائیگا۔ شعر

قف بالدیار فھذہٖ آثارھم	وابك الاحبة حسرةً وتشوقا
کم قد وقفت بربعھا مستخبرا	عن اھلھا متحیرا او مشفقا
فاجابنی داعی الھوی فی رسمھا	فارقت من تھوی و عز الملتقی

(ترجمہ) مکان میں کھڑا رہ کہ یہی علامات ان کے ہیں اور دوستوں کے ہونے پر حسرت اور شوق سے آنسو بہا۔ بسا اوقات میں اس کے مقام میں دریافت خبر کے لئے کھڑا رہا۔ کہ اسکے باشندے کہاں ہیں اور حیرت اور اندیشہ غالب تھا۔ چنانچہ علامات دار سے داعی عشق نے جواب دیا۔ کہ تیرا محبوب جدا ہو گیا اب ملاقات مشکل ہے ۔

حکایت (۲۰۳) بعض بزرگوں سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں حضرت جنید رح بغدادی کے پاس تھا انھوں نے ایک قوال کو گاتے سنا ؎

منازل کنت تھواھا و تالفھا   ایام انت علی الایام منصور

(ترجمہ) یہ وہ مقامات ہیں جن سے تجھے انس اور محبت تھی۔ان دونوں جب کہ تو دنیا میں منصور و کامیاب تھا۔حضرت جنید اسے سن کر بہت روئے اور فرمایا الفت و موانست کا مقام کیا ہی اچھا ہوتا ہے اور مخالفت اور وحشت کے مقامات کس قدر وحشت افزا ہوتے ہیں میں ہمیشہ ابتدائی ارادت اور شوق اور سخت سعی اور خطرناک احوال کا مشتاق رہتا ہوں اور یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

خلیلی ھل بالشام عین حزینۃ	تبکی علی النجد فانی اعینھا
واسلمھا الواشون الاحمامۃ	مطوقۃ ورقاء بان قرینھا

(ترجمہ) اے میرے دوستو شام میں کوئی آنکھ رونے والی بھی ہے۔جو نجد کی مفارقت پر غم کرے کیونکہ میں بھی ان کا ساتھ دوں گا۔اسے چغل خوروں نے چھوڑ دیا ہے مگر ایک کبوتری نے جس کے گلے میں طوق ہے جس کا ساتھی اس سے جدا ہو گیا ہے۔

حکایت (۲۰۴) بعض صالحین سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سفر میں ایک کمسن دیہاتی لڑکی کو دیکھا میں نے کہا تم کہاں منزل کرتی ہو کہنے لگی جنگل میں۔میں نے کہا تمہیں وحشت نہیں ہوتی کہنے لگی اے نالائق اللہ سے انس رکھنے والے اسکے ساتھ ہو کر متوحش بھی ہوتے ہیں۔میں نے کہا تم کہاں سے کھاتی ہو۔کہنے لگی اللہ جانتا ہے جہاں سے اپنے بندوں کو روزی دیتا ہے۔وہ اپنے منکرین کو روزی دیتا ہے پس ایمان والوں کو کیونکر نہ دے گا۔پھر کہنے لگی جو دل کہ معرفت الٰہی میں زندہ ہیں اور اسکی وحدت کے گرویدہ ہیں اور اسکی محبت میں فنا ہیں ان کی غذا اللہ کی محبت اور انس ہے اور اسکے جمال و کمال کا مشاہدہ وہ لوگ اللہ والے روحانی طاقت والے ہیں اور رات دن تسبیح کرتے ہیں کبھی تھکتے نہیں۔

حکایت (۲۰۵) حسن بصری رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا اے ابوسعید یہاں ایک شخص ہے ہم نے اسے ہمیشہ تنہا ستونوں کی آڑ میں بیٹھا ہوا دیکھا ہے۔ایک دن حسن بصری اسطرف گئے اور اس سے فرمایا۔اے شخص تم خلوت پسند معلوم ہوتے ہو کیا وجہ ہے کہ لوگوں سے نہیں ملتے کہا ایک کام میں مشغول ہوں جو لوگوں سے ملنے کی مہلت نہیں۔فرمایا یہاں جو حسن بصری رہتے ہیں ان کے پاس تو جایا کرو اور ان کے پاس بیٹھا کرو۔کہا جس کام کی وجہ سے لوگوں سے نہیں مل سکتا اسی وجہ سے حسن بصری سے بھی

نہیں مل سکتا حسن نے کہا ایسا کیا کام ہے یرحمک اللہ۔ کہا جب صبح کرتا ہوں تو اللہ کی نعمتیں اور اپنے گناہ دیکھتا ہوں۔ پس نعمتوں کا شکر اور گناہوں سے استغفار کرتا ہوں حسن نے کہا اے عبداللہ تو حسن سے بھی زیادہ سمجھ دار ہے اپنے کام پر قائم رہو۔

حکایت (۲۰۶) نقل ہے کہ ایک شخص اپنے مصاحبوں کے ہمراہ شراب پی رہا تھا اپنے غلام کو چار درہم دیئے تاکہ کچھ میوہ خرید لائے اہل مجلس کے واسطے۔ غلام وہ دراہم لیکر منصور ابن عمار کی مجلس سے گذرا، اُن سے ایک فقیر سوال کر رہا تھا اور وہ فرما رہے تھے کہ جو شخص اس فقیر کو چار درہم دیگا میں اسکو چار دعائیں دوں گا۔ غلام نے وہ چار درہم اس فقیر کو دیدیئے منصور نے دریافت کیا کہ کیا دعا چاہتا ہے۔ کہا ایک یہ ہے کہ میں ایک شخص کا غلام ہوں اسکی قید سے چھٹکارا چاہتا ہوں۔ انھوں نے اسکی دعا کی پھر فرمایا۔ دوسری بتلاؤ، کہا خدائے تعالےٰ مجھے اپنے درہم کا عوض عطا کرے انھوں نے اسکی دعا کی، پھر فرمایا، تیسری کہا مجھے اور میرے مالک کو اللہ تعالےٰ توبہ نصیب کرے۔ انھوں نے دعا کرکے فرمایا چوتھی، کہا اللہ تعالےٰ مجھے اور میرے مالک کو اور آپ کو اور ساری قوم کو بخشے انھوں نے دعا کی کہ خدائے تعالےٰ تجھ اور تیرے مالک کو اور مجھے اور ساری قوم کو بخشے پھر اسکے بعد غلام اپنے مالک کے پاس گیا۔ مالک نے کہا اے غلام اتنی دیر کیوں لگائی اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ مالک نے پوچھا اس نے کیا کیا دعا کی۔ کہا ایک تو یہ کہ تم مجھے آزاد کردو۔ کہا جا تو آزاد ہے۔ اللہ کے واسطے۔ دوسری دعا کیا ہے کہا اللہ مجھے ان کے عوض دراہم دیوے۔ کہا تو چار ہزار درہم میرے مال سے لے۔ کہا تیسری دعا کیا ہے۔ کہا اللہ تعالےٰ تجھے اور مجھے توبہ نصیب کرے۔ کہا میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ چوتھی دعا کیا ہے۔ کہا اللہ مجھے تمھیں منصور اور جملہ قوم کو بخشے۔ مالک نے کہا یہ میرا کام نہیں ہے۔ جب رات ہوئی تو مالک نے خواب میں دیکھا کہ ایک قائل کہہ رہا ہے کہ جب تو نے اپنے اختیار کا کام کرلیا تو کیا میں اپنا کام نہیں کرونگا۔ میں نے بھی تجھے اور تیرے غلام کو اور منصور ابن عمار اور سارے حاضرین کو بخشدیا میں ارحم الراحمین ہوں۔

حکایت (۲۰۷) نقل ہے کہ سلیمان علیہ السّلام اپنے تخت پر جا رہے تھے۔ اور پرندے انپر سایہ کئے ہوئے تھے، اور آدمی اور جن و وحوش اور چوپائے دائیں جانب اور بائیں جانب کھڑے ہوئے تھے۔ ان کا گذر ایک عابد پر بنی اسرائیل کے ہوا اس نے کہا

واللہ اے ابن داؤد حق تعالےٰ نے تمھیں بہت بڑا ملک عطا فرمایا ہے یہ سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ مومن کے صحیفہ میں ایک تسبیح ابن داؤد کے ملک سے بہت اچھی ہو کیونکہ ابن داؤد کا ملک فنا ہو جائیگا اور تسبیح باقی رہے گی۔ بعضوں کے شعر ہیں۔ شعر

اذا مالم تکن ملکا مطاعا	فکن عبد المالکم مطیعا
وان لم تملک الدنیا جمیعا	کما تختار فاترکھا جمیعا
ھما شیئان من ملک ونسک	ینیلان الفتی شرفا رفیعا
ومن یقنع من الدنیا بشیء	سوی ھذین عاش بھا وضیعا

(ترجمہ) اگر تو بادشاہ فرمانروا نہیں ہو۔ تو تو اپنے مالک کا فرمانبردار غلام بنجا۔ اگر تو ساری دنیا کا مالک نہیں ہو جیسا تیرا ارادہ ہے تو تو سب کی سب چھوڑ دے۔ دو ہی چیزیں ہیں، یعنی ملک اور عبادت۔ جو آدمی کو بڑے رتبے پر پہنچاتی ہیں۔ جو شخص دنیا میں ان دو چیزوں کے سوائے اور کسی چیز پر قناعت کرتا ہے تو دنیا میں ذلت وخواری سے زندگی بسر کرتا ہے۔

حکایت (۲۰۸) نقل ہو کہ ایک بادشاہ عابد تھا پھر دنیا اور ریاست کی جانب مائل ہوا اور ایک محل تعمیر کرایا جس میں نہایت عمدہ فرش کروایا اور بہت آراستہ کیا اور دعوت کی اور لوگوں کو کھانے کے واسطے بلایا لوگ اسمیں داخل ہوتے تھے اور کھانا کھاکر اسکی سیر کرتے تھے اور اس عمارت کی خوبی پر تعجب کرتے تھے اور دعا کرکے واپس ہوتے تھے۔ کچھ دنوں یہی عالم رہا۔ ایک روز اپنے خواص میں کہنے لگا کہ میرے مکان کی خوبی تم نے دیکھی اب میرے جی میں آتا ہے کہ اپنی اولاد کے واسطے بھی ایسا ہی ایک ایک مکان تعمیر کراؤں تم کچھ دنوں میرے پاس رہو تاکہ مکان بنانے میں تم سے مشورہ کیا جائے اور تمہاری گفتگو سے میرا شوق باقی رہے وہ لوگ اسکی صحبت اور لہو ولعب میں مصروف تھے اور مکان کے متعلق مشورہ کرتے تھے کہ کس ترتیب سے بنایا جائے۔ ایک دن وہ لوگ اسی گفتگو میں مشغول تھے ناگاہ مکان کے ایک کونہ سے ایک قائل کی آواز آئی جو کچھ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

یا ایھا البانی الناسی منیتہ	لا تامنن فان الموت مکتوب
علی الخلائق ان سروا وان جزعوا	فالموت حتف لذی الآمال منصوب
لا تبنین دیارا لست ساکنھا	وراجع النسک کیما یغفر الحوب

(ترجمہ) اے شخص اپنی موت کو بھول کر مکان تعمیر کرواتا ہے + بے خوف مت ہو کہ موت قسمت میں لکھی ہے جملہ مخلوقات خوش ہوں یا غم کریں موت امیدواروں کے قطع اُمید کے لئے قائم کیگئی ہے۔ پس اے مکان بنانے والے مکان تعمیر نہ کر جنھیں تو رہنے والا نہیں ہے۔ اور عبادت کی طرف متوجہ ہو تاکہ تیرے گناہ بخشے جائیں + یہ سُن کر بادشاہ اور اُسکے ساتھی بہت گھبرائے اور ان پر خوف طاری ہوگیا۔ بادشاہ نے لوگوں سے پوچھا کہ میں نے جو کچھ سُنا تم نے بھی سُنا سب نے کہا ہاں، کہا جو بیماری مجھے لاحق ہوئی ہے تمہیں بھی ہے کہا گیا ہے۔ کہنے لگا کہ میرا دل پکڑ لیا گیا ہے۔ میرے خیال میں یہ موت کی بیماری ہے۔ انھوں نے کہا نہیں آپ کو شفا ہو جائے گی اور آپ زندہ سلامت باقی رہیں گے۔ پھر رونے لگا اور حکم دیا کہ شراب گرادی جائے۔ اور آلاتِ ملاہی نکال دئیے جائیں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اللہ تعالٰی نے اسکی توبہ قبول کی اور الموت الموت کہتا رہا یہانتک کہ اُس کی جان نکل گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۰۹) مروی ہے کہ ایک بادشاہ ملوک کندہ میں سے بہت ہی بڑا عیاش اور کھیل تماشے کا شوقین تھا، ایک روز شکار کے یا کسی اور ارادے سے سوار ہوا اور اپنے مصاحبین سے جدا ہوگیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور اسکے آگے مردوں کی ہڈیاں ہیں اور وہ ان کو الٹ پلٹ رہا ہے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تیرا کیا قصہ ہے اے جوان اور تیری یہ بُری حالت کیوں ہے اور جسم کیوں سوکھ گیا ہے۔ رنگ متغیر ہوگیا ہے اور تنہا اس لق و دق بیابان میں کیوں پھر رہا ہے کہنے لگا یہ حالت اسوجہ سے ہے کہ میں سفر دراز کے واسطے تیار ہوں اور مجھپر دو موکل مُسلط ہیں جو مجھے ڈرا کر ہانکے لئے جاتے ہیں ایسے مکان میں جو تنگ و تاریک ہے اور تکلیف دہ ہے۔ پھر وہ مجھے سڑنے اور گلنے کے لئے چھوڑ دینگے مٹی کے نیچے۔ اگر مجھے وہاں چھوڑ دیا جائے تو باوجود تنگی اور مصیبت کے اور کیڑوں کی خوراک بننے کے میری ہڈیاں بوسیدہ اور پارہ پارہ ہو جائیں گی اسپر بھی اگر اکتفا کی جائے تو بلا کی ایک غایت ہوگی۔ لیکن اسکے بعد پھر آواز حشر کی طرف لے جایا جائیگا اور سخت خوف اور بڑی جزا ہوگی اسکے بعد نہیں معلوم کہ کس گھر میں مجھے جانا ہوگا۔ جس کا یہ مآل ہو وہ کس پر خوشی منائے اور مزے اڑائے۔ جب بادشاہ نے اس کی باتیں سنیں تو اپنے آپ کو گھوڑے سے گرایا اور اسکے سامنے جا بیٹھا اور کہنے لگا اے شخص تیری باتوں نے میرا عیش منغص کر دیا اور میرے دل پر قبضہ کر لیا۔ اپنی باتوں کو پھر دوبارہ بیان کر۔

اور اُن کی تفصیل کر۔ اس نے کہا یہ ہڈیاں جو میرے سامنے دھری ہیں، تم نے دیکھا۔ کہا ہاں۔ کہا یہ بادشاہ ہیں جن کو دنیا نے اپنی زینت دکھا کر دھوکہ دیا تھا اور ان کے دلوں پر قبضہ جما لیا تھا اپنے دھوکے سے اور آخرت کی تیاری سے انھیں غافل کر دیا تھا حتےٰ کہ ناگاہ اجل آپہونچی اور آرزو ان کی باقی رہ گئیں اور نعمتیں چھن گئیں۔ اب یہ ہڈیاں پھر مل کر جسم بنیں گی اور ان کو اعمال کی جزا ملے گی، پھر یا تو دار النعیم اور جنت میں جائینگے یا دار العذاب و دوزخ میں پہونچیں گے پھر وہ شخص غائب ہو گیا نہ معلوم کہاں گیا اور بادشاہ کے مصاحبین اس سے آملے تو اس کا رنگ فق ہو گیا تھا اور آنسو جاری تھے۔ جب رات ہوئی تو اپنا شاہی لباس اتار ڈالا اور دو چادریں اوڑھیں اور رات ہی میں نکل گیا اور اخیر تک اسکی یہی حالت رہی۔ بعض لوگوں کے شعر ہیں۔ ؎

افنی الملوك التی کانت منعمة	کر اللیالی اقبالا وادبارا
یا راقد اللیل مسرورا باوله	ان الحوادث قد یطرقن اسحارا
لا تأمنن بلیل طاب اوله	فرب آخر لیل أحجا لنارا

(ترجمہ) اہلِ نعمت بادشاہوں کو فنا کر دیا۔ زمانہ کی گردش و اقبال و ادبار نے + اے ابتدائے شب میں خوشی کے ساتھ سونے والے اکثر اخیر شب میں حوادث کا نزول ہوتا ہے۔ ابتدائے شب کی خوشی اور آرام پر مت بھول۔ کیونکہ اکثر اخیر شب میں آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔

حکایت (۲۱۰) حکایت ہے کہ اگلے زمانے میں ایک نہایت سرکش بادشاہ تھا جو خدا کے آگے تمرد کرتا تھا مسلمانوں نے اس سے جنگ کر کے اسے گرفتار کر لیا اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اسے کسطرح مارنا چاہیے۔ آخر ان کی رائے یہ قرار پائی کہ اس کو ایک دیگ میں ڈالا جائے اور اسکے نیچے آگ جلائی جائے اسطرح اسے قتل کیا جائے تاکہ مزا عذاب کا بھی چکھے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس نے اپنے معبودوں کو یکے بعد دیگرے پکارنا شروع کیا کہ میں تیری عبادت کرتا تھا اب مجھے بچالے اس مصیبت سے۔ جب دیکھا کہ اسکے معبود کچھ فائدہ نہیں پہونچاتے تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا لا الٰہ الا اللہ اور اخلاص کے ساتھ اس سے دعا کی، حق تعالےٰ نے پانی کو حکم کیا کہ برسے اس سے آگ بجھ گئی، پھر اس دیگ کو ہُوا لے اڑی اور آسمان و زمین کے درمیان گشت کرتی رہی اور وہ شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا جا رہا تھا آخر ش ایک قوم میں اسے پھینکا جو خدا کی عبادت نہیں کرتے تھے وہ لا الٰہ الا اللہ

کہتا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا۔ کہنے لگا میں فلاں قوم کا بادشاہ ہوں اور یہ میرا قصہ ہوا۔ یہ سنکر ساری قوم مسلمان ہو گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۱۱) زمانہ ماضیہ کے بادشاہوں سے بعض کی نقل ہے کہ اس نے ایک شہر بسایا اور نہایت خوبصورت بنوایا اور اسکی زیبائش اور زینت میں بہت سا مال خرچ کیا پھر اس نے کھانا پکوا کر لوگوں کی دعوت کی اور کچھ آدمی دروازے پر بٹھلائے کہ جو نکلے اس سے یہ پوچھا جائے کہ اس مکان میں کوئی عیب تو نہیں ہے چنانچہ سب نے یہی جواب دیا کہ کوئی عیب نہیں ہے۔ اخیر میں کچھ لوگ کمبل پوش آئے ان سے بھی سوال کیا گیا کہ تم نے اسمیں کوئی عیب دیکھا۔ کہا دو عیب ہیں۔ پاسبانوں نے انھیں روک لیا اور بادشاہ کو اطلاع کی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں ایک عیب پر بھی راضی نہیں ہوں انھیں حاضر کرو پاسبانوں نے ان کمبل پوشوں کو بادشاہ کے سامنے حاضر کیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ وہ دو عیب کیا ہیں کہنے لگے کہ یہ مکان اجڑ جائیگا اور اس کا مالک مر جائے گا۔ بادشاہ نے سوال کیا کہ کیا ایسا بھی کوئی مکان ہے کہ کبھی ویران نہ ہو نہ اس کا مالک مرے۔ انھوں نے کہا ہاں ہے اور جنت اور اسکی نعمتوں کا ذکر اور شوق دلایا اور دوزخ اور اُسکے عذاب سے ڈرایا۔ اور حق تعالےٰ کی عبادت کی رغبت دلائی۔ اس نے ان کی دعوت قبول کی اور اپنا ملک چھوڑ کر بھاگ گیا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۱۲) روایت ہے کہ زمانہ گزشتہ میں یمن کے دو بادشاہوں میں لڑائی ہوئی اور ایک غالب ہوا اور دوسرے بادشاہ کو قتل کر دیا اور اسکی فوج بھاگ نکلی۔ اس خوشی میں مجلس تیار کیگئی اور دربار منعقد ہوا اور لوگ مبارکبادی کے واسطے آنے لگے اور تخت آراستہ کئے گئے۔ سواری بادشاہ کی جارہی تھی کہ راستہ میں ایک شخص نے جسے لوگ دیوانہ کہتے تھے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

تمتع من الایام ان کنت حازما	فانک فیھا بین ناہ وآمر
فکم ملک قد رکم التوب فوقه	وعھدی بہ بالامس فوق المنابر
اذا کنت فی الدنیا بصیرا فانما	بلاغک منھا مثل زاد المسافر
اذا ابقت الدنیا علے المرء دینه	فما فاته منھا فلیس بضائر

(ترجمہ) دنیا سے اگر تو عقل مند ہے تو نفع حاصل کر کیونکہ اسمیں امر کرنے والے بھی ہیں اور منع کرنیوالے

بھی ہیں، بہت سے بادشاہوں کے اوپر مٹی کے ڈھیر لگ گئے ہیں جنھیں کل ہی ہم نے ممبر پر دیکھا تھا۔ اگر دنیا میں تو بصیر اور سمجھدار ہی۔ تو تجھی مسافر کی ضرورت کے مطابق حاصل کرنا چاہیئے اگر دنیا آدمی کے دین کو باقی رکھے۔ پھر جو کچھ بھی فوت ہو جائے یہ ضرر نہیں ہے + یہ سنکر بادشاہ نے کہا سچ کہتا ہی۔ اسی وقت اپنے گھوڑے پر سے اترا اور اپنے ساتھیوں کو وداع کر کے ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور ساتھیوں کو قسم دی کہ کوئی اسکے پیچھے نہ چلے اور یہ ہی حالت اخیر تک اس کی رہی اور ایک مدت تک ملک مین بادشاہ سے خالی رہا حتی کہ اسکے واسطے بادشاہ نیا تلاش کیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۱۳) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک گاؤں پر گذرا کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں تین قبریں ہیں ایک ہی مقدار کی اونچی زمین پر بنی ہوئی تھیں، ان پر اشعار لکھے ہوئے تھے پہلی قبر پر لکھا ہوا تھا ؎

وکیف یلذ العیش من ھو عالم	بان الی الخلق لابد سائلہ
فیاخذ منہ ظلمۃ لعبادہ	ولیجزیہ بالخیر الذی ہو فاعلہ

(ترجمہ) کیونکر زندگی کی لذت حاصل کر سکتا ہے جو شخص کہ جانے۔ کہ خالق دوجہان ضرور سوال کرے گا۔ اگر اس نے مخلوق پر ظلم کیا ہو تو اس سے بدلہ لیگا۔ اور اگر اُس نے نیکی کی ہو تو اس کی جزا دے گا۔ اور دوسری قبر پر یہ لکھا ہوا تھا ؎

وکیف یلذ العیش من کان موقنا	بان المنایا بغتۃ ستعاجلہ
فتسلبہ ملکا عظیما وبہجۃ	وتسکنہ القبر الذی ہو اھلہ

(ترجمہ) کیونکر زندگی کی لذت پا سکتا ہے جو شخص کہ یقین کرتا ہے۔ کہ موت ناگہاں اسے آئیگی اس کا بڑا ملک اور رونق چھین لی جائیگی۔ اور اسے قبر میں جس کا وہ اہل ہے ساکن کرائے گی اور تیسری قبر پر مرقوم تھا ؎

وکیف یلذ العیش من کان صائرا	الی جدث یبلی الشباب منازلہ
ویذھب ماء الوجہ بعد بہائہ	سریعا وعلے جسمہ ومفاصلہ

(ترجمہ) کیونکر لذت عیش حاصل کر سکتا ہی جو شخص کہ جانیوالا ہے۔ طرف قبر کے جو جوانی کی بوسیدہ کرنیوالی جگہ ہی۔ اور چہرے کی رونق دور کرنے والی ہی۔ بہت جلد جسم اور جوڑوں کی بوسیدہ کرنیوالی ہی۔ میں نے ایک شیخ سے جس کے پاس میں بیٹھ گیا تھا کہا کہ میں

تمہارے یہاں ایک عجیب بات دیکھی ہے۔ کہا وہ کیا ہے۔ میں نے انھیں ان قبروں کا قصہ سنایا کہنے لگے ان کا واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ میں نے کہا ان کا قصہ سناؤ۔ کہا کہ یہ تین بھائی تھے۔ ایک امیر، دوسرا تاجر، تیسرا زاہد، جب زاہد کی موت قریب ہوئی تو دونوں بھائی آئے اور اپنا عمدہ مال اسے دیا تاکہ وہ صدقہ کرے اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں تم سے ایک عہد کرتا ہوں اسکے خلاف نہ کرو انھوں کہا وہ کیا ہے۔ کہا جب میں مرجاؤں تو مجھے غسل دو اور کفن پہناؤ اور میری نماز پڑھ کر کسی اونچی جگہ میں مجھے دفن کرو اور یہ اشعار میری قبر پر لکھدو اور وہ اشعار بتائے جو تم نے پہلی قبر پر دیکھے پھر کہا جب تم یہ کرچکو تو روز میری قبر پر ایکبار آجایا کرو شاید تمھیں اس سے کچھ نصیحت حاصل ہو جائے انھوں نے اسکی وصیت کے مطابق عمل کیا اور اس کا بھائی جو امیر تھا فوج کے ساتھ سوار اسکی قبر پر آتا تھا اور وہ اشعار پڑھ کر روتا تھا۔ تیسرے دن وہ اسی طرح مع فوج کے اسکی قبر پر آیا اور اشعار پڑھ کر رونے لگا جب واپس لوٹا تو اس نے قبر کے اندر سے کسی چیز کے گرنے کی ایسی سخت آواز سنی کہ قریب تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے وہاں سے گھبرایا ہوا پریشان حال واپس لوٹا۔ رات کو اس نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا دریافت کیا اے بھائی میں نے تیری قبر سے کیسی آواز سنی۔ کہا وہ آواز لوہے کے کوڑے کے گرنے کی سی تھی، اسوقت مجھ سے پوچھا جارہا تھا کہ تو نے فلاں مظلوم کو دیکھا اور اسکی مدد نہ کی صبح کے وقت بہت غمگین گھبرایا ہوا اٹھا اور اپنے بھائی کو اور خاص لوگوں کو بلایا۔ اور کہا میرے بھائی نے اپنی قبر پر جو اشعار لکھنے کی وصیت کی تھی میرے خیال میں وہ میرے لئے ہی لکھوائے تھے اور اب میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں تمہارے درمیان ہرگز نہ رہونگا۔ اور امارہ چھوڑ کر عبادت اختیار کی اور پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتا تھا حتیٰ کہ اسکی موت کا وقت بھی قریب آیا، اسوقت ایک چرواہے کے یہاں پر تھا۔ یہ خبر سن کر اسکا بھائی آیا اور کہنے لگا اے بھائی کچھ وصیت کرو کہنے لگا میرے پاس مال نہیں ہے جو وصیت کروں، لیکن میں تجھ سے ایک عہد کرتا ہوں کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے اپنے بھائی کے پہلو میں دفنا کر میری قبر پر یہ اشعار لکھدے اور وہ اشعار بتائے جو تم نے دوسری قبر پر دیکھے۔ پھر تین دن تک میرے مرنے کے بعد میری زیارت کرتا رہ اور اللہ سے میرے لئے دعا کر شاید اللہ مجھ پر رحم کرے یہ کہکر وہ مر گیا۔ چنانچہ اسکے بھائی نے اسکی وصیت پوری کی جب تیسرا دن ہوا تو اسکی قبر پر آکر بہت رویا اور اسکے واسطے دعا کی

جب واپس لوٹنے لگا تو قبر کے اندر سے ایک دھماکہ سُنا تھا قریب تھا کہ وہ دیوانہ ہو جائے وہاں سے پریشان لوٹا جب رات ہوئی بھائی کو خواب میں دیکھا کہ اسکے پاس آیا ہے اُس نے سوال کیا اے بھائی کیا ہمارے ملنے کو آئے ہو کہا افسوس کہاں کا ملنا اب نہیں مل سکتے اور مجھے اپنے گھر پر قرار حاصل ہو گیا ہے اس نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے۔ کہا اچھا ہوں ماشاءاللہ توبہ سے بھی کس قدر بھلائی جمع ہو جاتی ہے۔ پھر پوچھا کہ ہمارا بھائی کہاں ہے۔ کہا وہ ائمۂ ابرار کے ساتھ ہے یعنی نیک اماموں کے مجمع میں ہے۔ پھر کہا آپ ہمیں کس کام کا حکم کرتے ہیں۔ کہنے لگے جو شخص کچھ پہلے سے بھیجتا ہے وہ اسے ملتا ہے۔ موت کو موت سے پہلے غنیمت جان۔ جب صبح اُٹھا تو اس نے دنیا ترک کر دی اور دل کو مکروہات دنیا سے پاک کر دیا مال تمام خرچ کر دیا، جائیداد تقسیم کر دی اور عبادت خدا میں مشغول ہو گیا۔ اس کا ایک جوان بیٹا خوبصورت تھا اس نے باپ کی جگہ تجارت شروع کر دی جب اسکی وفات کا وقت قریب آیا تو بیٹے نے کہا اے باپ کچھ وصیت کرو۔ کہنے لگے اے بیٹے تیرے باپ کا کوئی مال نہیں ہے جو وصیت کرے لیکن ایک عہد کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو اپنے دونوں چچا کے ساتھ دفن کیجو اور یہ اشعار میری قبر پر لکھ دیجو اور وہ اشعار جنکو تم نے تیسری قبر پر دیکھے ہیں وہ بتائے۔ جب یہ کر چکو تو تین دن تک میرے پاس آیا جایا کرو کرو اور میرے واسطے دعا کرو شاید حق تعالےٰ مجھ پر رحم کرے۔ لڑکے نے ایسا ہی کیا جب تیسرا دن ہوا تو اس نے قبر سے ایک آواز سنی جس سے اُسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور رنگ تبدیل ہو گیا غمگین یا یوں کہا جائے کہ بخار زدہ وہاں سے لوٹا، جب رات ہوئی تو اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ کہہ رہے ہیں، اے بیٹے تو عنقریب ہم سے ملنے والا ہے آخرت میں سامان کی ضرورت ہے اور موت سے بھی پہلے ہی اپنے سفر کی تیاری اور کوچ کا سامان کر سفر گاہ سے منزلِ اقامت کی طرف اسباب بھیجدے، دنیا کی زندگی پر دھوکا مت کھا جیسے کہ تجھ سے پہلے نالائقوں نے دھوکا کھایا۔ اور بڑی بڑی آرزوئیں کیں اور عاقبت کا سامان نہ کیا اور موت کے وقت سخت نادم ہوئے اور عمر کے ضائع کرنے پر بہت افسوس کیا موت کے وقت نہ ندامت نے ان کو فائدہ دیا اور نہ اپنی کوتاہی پر افسوس کرنے سے شدت اور مصیبت سے ان کو نجات ملی۔ پھر کہا اے بیٹے جلدی کر پھر جلدی کر۔ جب صبح جاگا تو کہنے لگا کہ میرا گمان غالب ہے کہ وقت آپہونچا اور اپنا قرضہ ادا کیا اور اپنا مال سارا تقسیم اور صدقہ کرتا رہا حتّٰے کہ جب تیسرا دن ہوا تو اپنے اہل و عیال کو بلا کر وداع کیا اور سلام کر کے قبلے کی طرف متوجہ ہو کر کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ اب لوگ ان کی زیارت کرتے ہیں اور ان سے توسل کرتے ہیں اپنی قضاء حاجت میں ان کی حاجت پوری ہوتی ہے رحمۃ اللہ علیہم

حکایت (۲۱۴) ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنے سفر میں ایکبار کوفہ میں گیا ایک رئیس کا مکان دیکھا کہ جابجا اسمیں نعمت کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور دروازوں پر غلام دست بستہ کھڑے تھے اور دریچے کے پاس ایک لونڈی گا رہی تھی ؎

الا یا دار لا یدخلک حزن	ولا یعبث بسکنک الزمان
فنعم الدار انت لکل ضیف	اذا ما الضیف اعززہ المکان

(ترجمہ) اے مکان خدا کرے تجھ میں غم نہ آئے۔ نہ تیرے بسنے والوں کو زمانہ پامال کرے۔ تو ہر مہمان کے لئے اچھا مکان ہے جب اور کوئی مکان اسے میسر نہ ہو۔ حضرت جنید فرماتے ہیں پھر ایک مدت کے بعد میں اس مکان پر گذرا تو ان کے دروازے سیاہ ہو رہے تھے اور وہ جماعت پراگندہ ہو گئی تھی اور اسپر ذلت ورسوائی کی سیاہی چڑھی ہوئی تھی اور زبان حال سے یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

ذھبت محاسنھا وبان شجونھا	والدھر لا یبقی مکانا سالما
فاستبدلت من انسھا بتوحش	ومن السرور بھا عزاء راغما

(ترجمہ) اسکی خوبصورتی جاتی رہی اور غم ظاہر ہو گیا۔ زمانہ کوئی مکان سالم نہیں چھوڑتا ہے۔ اسمیں بجائے انس کے وحشت ہے اور بجائے سرور کے غم و ذلت ہے۔ میں نے اسکی کیفیت دریافت کی لوگوں نے کہا کہ اس کا مالک مر گیا اور اس کی یہ حالت ہو گئی۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا جو کبھی کھلوایا ہی نہیں جاتا تھا، اندر سے ایک لونڈی نے ضعیف آواز سے پوچھا کون ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی اس مکان کی رونق کیا ہوئی، اسکی روشنی، اسکے آفتاب اور چاند کیا ہوئے اور اس کے آنے جانے والے کیا ہوئے۔ اس نے رو کر کہا اے شیخ اسمیں وہ لوگ عاریتاً قیام پذیر تھے، پھر تقدیر ان کو دار القرار کی طرف لے گئی یہ عادت دنیا کی ہے جو اسمیں آتا ہے وہ کوچ کر جاتا ہے اور جو اسکے ساتھ بھلائی کرتا ہے وہ برائی سے پیش آتی ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی ایک سال میں یہاں سے گذرا تو اس روشندان کے پاس ایک لڑکی گا رہی تھی ؎ الا یا دار لا یدخلک حزن (اے مکان تجھ میں حزن و غم نہ داخل ہو) تو اس نے رو کر کہا وہ میں ہی تھی اس مکان والوں میں میرے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ پس افسوس ہے جو شخص دنیا پر مغرور ہو۔ میں نے کہا تجھے اس اجاڑ مکان میں کیونکر قرار آتا ہے۔ کہنے لگی یہ تم نے کیسی سخت بات کہی۔ کیا یہ محبوبوں کے رہنے کی جگہ نہ تھی اور چند اشعار پڑھے ؎

قالوا الفت وقوفا فی منازلھم	ونفس مثلک لا یعنی بحملھا
فقلت والقلب قد ضجت اضالعہ	والروح تنزع والاشواق تبدلھا

منازل الحب فی قلبی لعظمۃ	وان خلاء من نعیم الوصل منزلھا
فکیف اترکھا والقلب یتبعھا	حبالمن کان قبل الیوم ینزلھا

(ترجمہ) لوگ کہتے ہیں کہ تو احباب کے مکان میں کھڑا ہوکر الفت کرنے لگا حالانکہ مجھ جیسا آدمی ایسے مکانِ ویران کی برداشت نہیں کرسکے گا۔ میں نے جواب دیا اس حال میں کہ میرے دل کی پسلیاں بولنے لگیں اور جان نکلی جاتی تھی اور شوق میرا جان کو کھوئے دیتا تھا کہ محبت کا مکان میرے قلب میں بڑی وقعت رکھتا ہے اگرچہ وہ گھر وصل کی نعمت سے خالی ہے۔ میں اسے کیونکر چھوڑوں کہ دِل اسمیں لگا ہوا ہے۔ اس شخص کی محبّت کی وجہ سے جو کبھی اسمیں رہتا تھا۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں میں اسے وداع کرکے چلا لیکن اسکے اشعار میرے دلمیں اثر کر گئے اور دل میں عشق زیادہ پیدا ہوگیا (مؤلف کہتے ہیں کہ اسکے اشعار حضرت کو اسوجہ سے پسند آئے کہ اُس نے صفت محبت اور محبوب اور وصل کی بیان کی اور سچ کہا اور اپنی محبّت میں سچی تھی اور احباب کے مکان میں باوجود ویران اور بدحال ہونے صبر کے ساتھ ثابت رہی — ایک چور کی حکایت ہے کہ اس نے پہلی بار چوری کی تو اسکا دایاں ہاتھ قطع کیا گیا پھر چوری کی اور بایاں پاؤں۔ پھر بایاں ہاتھ پھر دایاں پاؤں جیسا کہ امام شافعی کے مذہب میں یہ حکم ہے، پھر اُس نے چوری کی تو تعزیراً معلق لٹکایا گیا۔ اسپر ایک شیخ کا گذر ہوا دیکھ کر کہا میں اس کا غلام ہوں۔ مریدوں نے کہا یہ کیونکر۔ فرمایا اس لئے کہ اس نے اپنے محبوب کے حاصل کرنے میں ہر قسم کی مصیبت اُٹھائی اور کسی سزا اور تکلیف نے اُسے اپنے کام سے نہ روکا۔ میں کہتا ہوں کہ ابتدا قصہ میں جو اشعار ہیں الا یا دار لا یدخلک حزنٌ۔ یہ دھوکا ہے دنیا کی خوشی کی وجہ سے۔ کیونکہ جب دنیا آنے لگتی ہے اور اسمیں کوئی کدورت نہیں ہوتی ہے اسوقت انسان لہو ولعب میں ایسا مشغول ہوجاتا ہے کہ نہ نیک کام کا خیال ہوتا ہے نہ عبادت کا اور کان حق تعالےٰ کے اس ارشاد سے کہ دنیا کی زندگی لہو ولعب ہے بالکل بہرے ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح آیہ کریمہ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ یعنی ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے تاکہ کھائیں اور مزے اُڑائیں اور دنیا کی آرزو انھیں اچھی طرح غافل کردے عنقریب انھیں معلوم ہوجائیگا اور قول اللہ تعالیٰ کا أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمَتَّعُونَ یعنی بتائیے اگر ہم انھیں فائدہ پہنچائیں کئی سال تک پھر آجاے اُن کے پاس وہ بلا جس سے انھیں ڈرایا جاتا تھا تو یہ آسائش و آرام انھیں کیا بچاسکتے ہیں اور بھی ایسی آیات سے ان کے کان بہرے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس حدیث سے اِنَّ الدنیا حلوۃ خضرۃ یعنی دنیا میٹھی اور خوشنما اور نعمت المرضعۃ وبئست الفاطمۃ یعنی دنیا اچھی دودھ پلانے والی اور بری دودھ چھڑانیوالی ہے۔ ان سے غافل ہوتے ہیں۔ اس بیان میں ایک قائل کا قول ہے ؎

ومن یحمد الدنیا یعیش بسرہٖ	فسوف لعمری عن قلیل یلومہا
اذا ادبرت کانت علی المرء حسرۃ	وان اقبلت کانت کثیرا غمومہا

(ترجمہ) جو کوئی دنیا کی خوش عیشی کے سبب تعریف کرتا ہے قسم ہے میری عمر کی بہت جلد ملامت بھی کرے گا۔ جب منھ پھیر کر جاتی ہے تو آدمی کو حسرت ہوتی ہے اور جب آنے لگتی ہے تو غم اور فکر بہت ہو جاتے ہیں۔ اور قول امام شافعی کا ہے ؎

ومن یذق الدنیا فانی طعمتہا	وسیق الینا عذبہا وعذابہا
فلم أرہا الّا غرورا وباطلا	کما لاح فی ظہر الفلاۃ سرابہا
وما ہی الا جیفۃ مستحیلۃ	علیہا کلاب ہمہن اجتذابہا
فان تجتنبہا کنت سلما لاہلہا	وان تجتذبہا نازعتک کلابہا

(ترجمہ) کسی نے تو دنیا کو چکھا ہی ہوگا میں نے تو اسے کھایا ہی اور میرے پاس اسکے شیرین و تلخ دونوں مزے آئے ہیں۔ میں نے اسے دھوکا اور باطل پایا جیسا کہ جنگل میں ریت چمکتا ہوتا ہے۔ وہ ایک سڑی ہوئی مردار ہے اور اسپر کتے نوچ کھانے کے لئے جمع ہیں اگر تو اس سے بچے تب تو دنیا والوں سے محفوظ رہیگا اور اگر تو بھی نوچ کر کھانے لگے گا تو دنیا کے کتے تجھ سے جھگڑا کرینگے + اور مولف کے اس مضمون میں اشعار ہیں ؎

عجوز السوء سوداء الجسم شوہا	وحدبا تحت اثواب حسان
بہا یغتر غر لم یشاہد	عیوبا فی ہواہا ذوا فتنان
جمیع الدہر یجری لیس یدری	لجسم من محارمہا ملان
الی تقبیل ثغر لیس فیہ	من الاسنان ما غیر اللسان
غرو حبہا راس الخطایا	جمیعا ذات مکر واختیان
تری عیشا ہنیئا فیہ رست	سموما تلک منہا مہلکان
حساب طال فی یوم عبوس	یشیب الطفل مزھول وثانی
عقاب فی جحیم رب سلم	بہا جلد ولحم ناضجان

(ترجمہ) یہ بری بڑھیا سیاہ رو بدشکل۔ کبڑی اور اسپر لباس نہایت خوشنما۔ اسپر سیدھا آدمی دھوکا کھا جاتا ہے جس نے اسکے عیوب دیکھے نہیں وہ اسکی محبت میں فریفتہ ہوتا ہے۔ سارا زمانہ اسی پر چل رہا ہے اور نہیں جانتا کہ اس کا جسم محرمات سے پر ہے۔ اور ایسے ہونٹوں کو بوسہ دینے جا رہا ہے۔

جس میں کوئی دانت نہیں۔ سوائے زبان کے بہت دھوکے باز ہے۔ اسکی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے اور بڑی مکار فریبی ہے، ظاہری عیش خوشگوار ہے۔ کہیں اسمیں چھپا ہوا زہر قاتل ہے۔ اسمیں ہلاک کرنیوالی دو چیزیں ہیں۔ ایک تو قیامت کے سخت دن میں لمبا حساب ہونا جس کی تکلیف اور خوف سے بچہ بوڑھا ہو جائیگا۔ دوسرے عذاب جہنم خدایا اس سے بچائیو جہاں گوشت اور کھال پکتے ہیں چنانچہ بعض عارفین کا قول ہے کہ اگر دنیا فنا ہونے والا سونا اور آخرت باقی رہنے والی ٹھیکری ہوتی تو بھی باقی رہنے والی رغبت اور میلان کے قابل تھی۔ چہ جائیکہ امر بالعکس ہے یعنی دنیا فنا ہونیوالی ٹھیکری اور آخرت باقی رہنے والا سونا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ آخرت سونے سے بھی اولی وافضل ہے۔ کیونکہ وہ جواہر فاخرہ اور نور سے بنائی گئی ہے۔ وہ لذت ونعمت حور وسرور والی ہے۔ بعض عارفین کا قول ہے کہ دنیا کی طلب میں نفس کی ذلت ہے اور آخرۃ کی طلب میں اسکی عزت ہے پھر نہایت افسوس ہے اسپر جو فانی شے کی طلب میں ذلت اختیار کرے اور باقی شئے کی عزت کے ساتھ طلب نہ کرے۔ مؤلف کہتے ہیں مجھے اس لونڈی کے ابتدائی اشعار پر کچھ شعر ذہن میں آئے کیونکہ وہ اشعار دار آخرت کے مطالب تھے، حق تعالیٰ آخرت کے لوگوں کے قول کی نقل فرماتے ہیں کہ وہ کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ اور اخیر میں فرمایا لَا یَمَسُّنَا فِیْھَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْھَا لُغُوْبٌ۔ یعنی اہل جنت کہیں گے کہ ہمیں نہ کوئی تکلیف ہے نہ تعب اور تکان اور وہ اشعار یہ ہیں

۵	الا یا دار خلد طبت دارا	نعیمک لا یغیرہ الزمان
	اذا دار الفنا غرت واضحت	خرابا ثم اعوزنا المکان
	فنعم الدار انت لکل تاو	بک اللذات والحور الحسان
	واخری لا یساوی تلک فضل	جوار الرب والنظر العیان
	تحل زاد فی الجنات حسنا	علی حسن بہ تنسی الجنان

(ترجمہ) اے دار خلد تو اچھا مکان ہے۔ کہ تیری نعمت کو زمانہ نہیں بگاڑے گا جبکہ دار فنا ہلاک ہو جائیگا اور ویران ہو جائیگا اور ہم اور مکان تلاش کریں گے۔ تو ہر بسنے والے کے واسطے اچھا مکان ہے۔ تجھ میں لذتیں اور عمدہ حوریں ہیں اور ایک اور نعمت ہے جس کے کوئی برابر نہیں کہ ہمسایہ خدا کا ہوگا اور دیدار اسکی جلوہ گری سے جنتوں کا حسن زیادہ ہوگا اور اس سے جنت کا حسن بھول جائیں گے۔ ان شعروں میں مہمان کی جگہ بسنے والا کہا ہے۔ کیونکہ دنیا

مہمان خانہ ہے یہاں آدمی آتا ہے اور جاتا ہے۔ اور ایسا ہی اہلِ دنیا آتے ہیں اور چند روز رہ کر چلے جاتے ہیں جیسا شاعر کا قول ہے الا انما الانسان ضیف لاھلہ + یقیم قلیلا عندھم ثم یرحل (ترجمہ) خوب جان لو کہ آدمی اپنے گھر والوں کے پاس مہمان ہے کہ چند روز رہتا ہے پھر سفر کر جاتا ہے اور آخرۃ دار القرار ہے ہمیشہ کے لئے رہنے کی جگہ ہے۔ چنانچہ آخرت کے بنانے والے حق سبحانہ وتعالےٰ نے بھی اس کا نام دار المقامہ رکھا ہے اپنے اس قول میں جس میں اہلِ جنت کے قول کی حکایت کی گئی ہے۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ الَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ۔ (ای تعب) یعنی اہلِ جنت کہیں گے شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہم سے غم دور کیا، تحقیق پروردگار مغفرت کرنے والا بڑا قدر دان ہے جس نے ہم کو دار الاقامۃ یعنی جنت میں اپنے فضل سے داخل کیا جہاں نہ تکلیف ہمیں پہونچتی ہے نہ تکان وسستی اور مراد دار المقامۃ سے دار المقام ہے اور ہا ہِنوز واسطے مبالغہ کے آئی ہے جیسا کہ علامۃ وغیرہ میں ہے اور یہ قصیدہ بھی میرے ذہن میں آیا جس کا نام اللآلی الفاخرہ فی مدح دار الآخرہ ہے ؎

الا یا دار خلد طبت دارا
مدامًا غیر مجذ وذا النوال
بہا ما لم تری عین وسمع
وغرفات مضیئات عوالی
یری ظہر لساقیہا عیانا
فراتا طیبا للشرب حالی +
تضیئ الخلد فی نوم ابتسام
باصوات رخیمات عوالی
فلا احلی واھنا من جمالی
ورضوانا ویالک من نوال
سید ری کل ذی فخر بدنیا
فقیرا من صفات الخیر خالی
ومسک الختم حمد اللہ ربی

جمعت الحسن مامون الزوال
ولذات وعیشا ذا نعیم
بہ اذن ولم یخطر ببال
بہا حور حسان فائقات
ورأ سبعین ملبوس الجمال
ولو تبدو بدنیا عطرتہا
بوجد الزوج فی زاھی الحجال
علی خیل نجب من بہاء
راؤلما تجلی ذو الکمال
فہذا العیش لا عیش بدنیا
لدی الاخوی لمن فخر المعالی
فما لی قربۃ الا رجائی
علی نعمائہ فی کل حال

قصورا ثم حورا ثم خیرا
مقیم لیس فی دھر مالی +
خیام الدر فیہا باھیات
منیرات ملیحات غوالی +
ولو تبصق بحر عاد عذبا
وامسی النور للظلماء جالی
تغنی فی الارائک رافعات
کمثل البرق زار واذا الجلال
وقالوا فی جوار الرب ملکا
وھذا الفخر لا فخر بمال
الٰہی لا تخیب یا فغیا
لفیض الفضل یا مولی الموالی
وتغشی احمد مولی البرایا

صلوٰۃ مع صحاب ثم آل

(ترجمہ)۔ اے دارِ خلد تو اچھا مکان ہی۔ تو ایسے حسن کا مجموعہ ہو جو زوال سے محفوظ ہے۔ تو محلات اور حوروں کا اور ہر قسم کی بھلائی کا جامع ہے جو دائم رہنے والی ہیں جنکی نعمت منقطع نہ ہوگی اور لذت وعیش اور نعمت دائم والا ہو۔ تو کبھی زمانہ میں پرانا نہ ہوگا۔ اسمیں وہ چیزیں ہیں جنھیں نہ تو آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سُنا ہے نہ دِلمیں خیال گذرا ہے۔ اسمیں فاخرہ موتیوں کے خیمے ہیں اور بالاخانے اونچے چمکنے والے ہیں۔ اسمیں حوریں ہیں حسن میں فوقیت رکھنے والی۔ چمکنے والی۔ نمکین حسن رکھنے والی خوشبو سے مہکنے والی ان کی پنڈلیوں کا گودا نظر آئیگا حُسن کے ستر لباس کے اوپر سے۔ اگر وہ سمندر میں تھوکے تو اس کا پانی میٹھا اور شیریں ہو جائے پینے والے کو عمدہ مزے دار معلوم ہووے۔ اگر دنیا میں وہ ظاہر ہوں تو (دنیا) معطّر ہو جائے اور ان کا نُور اندھیرے کو دور کردے۔ جنت ان کے شوہروں کے آگے خوبصورت مسہریوں میں مسکرانے سے روشن ہوتی ہی۔ اونچے تخت پر گاتی ہوں گی بلند اور باریک آواز سے۔ اہل جنت خوبصورت گھوڑے اور اُونٹوں پر سوار ہوکر۔ جو روشنی میں مثل برق کے ہوں گے حق تعالےٰ کی زیارت کرینگے۔ اس جمال سے شیریں اور خوشگوار کوئی چیز نظر نہ آئے گی جب کہ تجلی اللہ ذوالکمال کی دیکھیں گے اور اللہ کے قرب میں ملک پاویں گے اور رضامندی خدا کی ملے گی یہ کتنی بڑی نعمت ہی حقیقت میں یہی عیش ہے نہ کہ عیش دنیا۔ اور یہی فخر ہے نہ فخر مال کا قریب ہو کہ ہر دنیا پر فخر کرنے والا جان لے گا آخرت میں کہ بزرگی کا فخر کس کے لئے ہی۔ الٰہی محروم نہ کر یافعی کو۔ جو فقیر ہے اور ہر خیر سے خالی ہے میرے پاس امید کے سوا کوئی ذریعہ تقرب نہیں ہی۔ صرف تیرے فضل کا امیدوار ہوں۔ اے مولی الموالی اختتام اس قصیدے کا اللہ کی حمد سے کرتا ہوں اسکی ان نعمتوں پر جو ہر حال میں پہنچتی ہیں۔ اور اللہ کرے سردار مخلوق احمد مجتبےٰ کو ڈھانک لے رحمتِ الٰہی اور ان کے آل و اصحاب کو بھی۔

حکایت (۲۱۵) ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جبل لکام کی سیر کر رہا تھا ناگاہ ایک جنگل میں میرا گذر ہوا جہاں بہت سے درخت اور سبزہ زار تھا میں وہاں کھڑے ہوکر اسکے پھولوں کا حسن اور اطراف کی سبزی دیکھ رہا تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک آواز میرے کان میں آئی جس سے میرے آنسو جاری ہو گئے اور رنج کی آگ بھڑک اٹھی میں اس آواز کی طرف بڑھا کیا دیکھتا ہوں کہ دامن کوہ میں ایک غار ہے اور وہ آواز وہاں سے

آرہی ہے میں نے اسمیں جھانکا تو دیکھا وہاں ایک عابد ہے اور وہ کہہ رہا ہے پاک ہے تو اے خدا جس نے مشتاقوں کی تفریح باغ طاعت میں کی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے عقل مندوں کو یہ سمجھا دیا ہے کہ وہ اسکے سوا غیر پر اعتماد نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اہل محبت کے نفس کو دریائے محبت پر پہنچایا ہے اور وہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں پھر خاموش ہوا۔ میں نے کہا السلام علیکم اے غم کے دوست اور رنج کے ساتھی۔ کہا وعلیکم السلام تم کیونکر پہنچے ایسے شخص کے پاس جو لوگوں کے سوال سے ڈر کر تنہا رہتا ہے اور محاسبہ نفس میں مشغول ہوا ہے اور لوگوں کے اقوال میں غور و خوض ترک کر دیا ہے۔ میں نے کہا مجھے نصیحت و عبرت کا شوق اور نیکوں کے قلوب کی عطاؤں کی طلب ہی تمہارے پاس لائی ہے انھوں نے کہا اے جوان اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کے دلوں میں محبت کے چقماق نے عشق کی آگ جلائی ہے وہ شدۂ اشتیاق کے سبب ریاضِ ملکوت کی سیر کرتے پھرتے ہیں اور ان کے واسطے حجاب جبروت میں جو کچھ پوشیدہ ہے اسکا ملاحظہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا ان کی تعریف کچھ بیان کرو فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جو رحمتِ الٰہی کے غار میں پناہ گزین ہیں اور شراب محبت کے جام پیتے ہیں۔ پھر کہنے لگے اے میرے مالک مجھے بھی ان لوگوں میں ملا دے اور ان جیسے اعمال کی توفیق دے۔ میں نے کہا مجھے کچھ وصیت فرمائیے فرمایا اللہ تعالیٰ کی محبت اُس کے لقاء کے شوق پر کرو کہ وہ ایک دن اپنے اولیاء کو اپنے جمال کی تجلی دکھائیں گے اور کچھ اشعار پڑھے ؎

قد کان لی دمع فافنیته	وکان لی جفن فادمیته
وکان لی جسم فابلیته	وکان لی قلب فافنیته
وکان لی یاسیدی ناظرٌ	اری به الخلق فاعمیته
عبدك اضحی سیدی موثقا	لوشئت قبل الیوم آودیته

(ترجمہ) میرے بھی کبھی آنسو تھے تو نے انھیں فنا کر دیا۔ میری بھی پلکیں تھیں تو نے انھیں خوناب کر دیا میرا بھی جسم تھا تو نے اُسے بوسیدہ کر دیا۔ میرا بھی دل تھا تو نے اسے ضعیف کر دیا۔ میرے اے مالک آنکھیں بھی تھیں جن سے میں مخلوق کو دیکھتا تھا تو نے اندھی کر دیں۔ اب تیرا بندہ تجھی پر اعتماد رکھنے والا ہو گیا ہے۔ اگر تو چاہے تو آج سے پہلے بھی پاس بلا سکتا تھا۔ خدا ان سے راضی ہو اور ان کی برکت سے ہمیں بھی مستفیض کرے۔ آمین۔

حکایت (۲۱۶) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب آدھی رات کو کوہ لبنان پر میں سفر کر رہا تھا ناگاہ ایک بلوط کے پتوں کی ٹٹی نظر آئی اور ایک شخص جس کا چاند سا چہرہ ہے اُسمیں سے سر نکالے کہہ رہا ہے۔ میرا قلب تیرے بہمہ صفات کمال موصوف ہونے کا ہر حادثہ میں گواہی دیتا ہے اور قلوب تیرے کنہ ذات کے جاننے میں متحیر ہیں اور تیری شراب محبت کے مست ہیں۔ میرا دل کیونکر نہ گواہی دے کہ میرا دل تیرے غیر کی محبت کا جس ہی نہیں رکھتا ہے۔ افسوس اور نہایت افسوس کہ تیری محبت میں کوتاہی کرنیوالے رسوا اور ناکام ہو گئے۔ پھر اپنا سر ٹٹی کے اندر کھینچ لیا۔ اور اسکی بات مجھ سے فوت ہو گئی میں یوں ہی کھڑا رہا۔ جب فجر ہوئی تو اس نے پھر اپنا سر نکالا اور چاند کو دیکھ کر کہا اے اللہ تیرے ہی نور سے آسمان روشن ہیں اور تیرے ہی نور سے اندھیرے میں اُجالا ہوتا ہے اور تیرا جلال آنکھوں سے غائب ہے اور دلوں ہی کو اسکی معرفت حاصل ہے۔ میں اپنے اس درد و غم میں آپ ہی سے التجا کرتا ہوں کہ میری طرف ایسی نظر فرمائیے جیسی اس غلام پر کیجاتی ہے جس کو آپ نے بلایا ہو اور وہ فوراً حاضر ہو گیا ہو۔ میں نے دوڑ کر اسکو سلام کیا، اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے۔ میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ کہا نہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ کہا تیرا خوف اب تک میرے دل سے نہیں گیا۔ میں نے کہا۔ پیارے میری کس بات سے تمہیں خوف طاری ہوا۔ کہا تم کام کے وقت بے کار پھر رہے ہو اور معاد کے توشہ سے غافل ہو۔ اور گمان پر ٹھہرتے ہوا ہے ذوالنون حضرت فرماتے ہیں یہ سنکر میں بیہوش ہو گیا۔ دوپہر کی گرمی سے جب مجھے افاقہ ہوا تو وہاں نہ وہ شخص تھا نہ ٹٹی تھی۔ میں وہاں سے روانہ ہوا اور اس کی مُلاقات کی حسرت دل میں رہ گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۲۱۷) ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ عارف کی کیا علامت ہے فرمایا میں اپنے شیخ ابی عبداللہ مغربی کے ہمراہ کوہ طور پر تھا اور ہمارے ساتھ تقریباً ستر آدمی تھے، ایک روز ہمارے پاس ایک نوجوان آیا اسپر اثر خشوع کا تھا، جب ہم نماز پڑھتے تو وہ بھی ہمارے ہمراہ نماز پڑھتا تھا اور اگر علمی تذکرہ کرتے تو ایک گوشہ میں بیٹھا سنتا تھا۔ ایک روز ہم ایک درخت کے سایہ میں سبزہ پر بیٹھے تھے کہ شیخ نے کچھ معرفت کا بیان کیا۔ اس جوان نے شیخ کا بیان سن کر ایک سانس لی، اس کی گرمی سے اس کے سامنے کی سبزی جل اُٹھی اور وہ غائب ہو گیا۔ شیخ نے فرمایا یہی عارف کی علامت

ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۱۸) بعض بزرگوں سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں کوہ لکام پر عابدوں اور زاہدوں کی تلاش میں گھومتا تھا، ایک شخص گدڑی پوش کو میں نے دیکھا کہ ایک پتھر پر زمین کی طرف سر جھکائے بیٹھا تھا۔ میں نے کہا اے شیخ یہاں کیا کرتے ہو۔ کہا دیکھ رہا ہوں اور نگہداشت کر رہا ہوں میں نے کہا تمہارے آگے پتھروں کے سوا کچھ بھی نہیں کسے دیکھ رہے ہو اور کس کی نگہداشت کر رہے ہو۔ یہ سن کر ان کا رنگ متغیر ہو گیا اور غصہ سے میری طرف دیکھا اور فرمایا اپنے خیالاتِ قلب کو دیکھ رہا ہوں اور حق تعالےٰ کے اوامر کی نگہداشت کر رہا ہوں۔ قسم ہے اس خالق کی جس نے تجھے مجھ پر ظاہر کیا ہے یہاں سے چلا جا۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت کر دو تو میں چلا جاؤں۔ فرمایا جو دروازہ کو لازم پکڑ لے وہ خادم ہوتا ہے۔ جو گناہوں کو یاد کرتا ہے بہت نادم ہوتا ہے۔ جو اللہ پر بے پرواہ ہوتا ہے ناداری سے محفوظ ہوتا ہے۔ پھر مجھے چھوڑ کر وہ چلے گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۲۱۹) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس سے ایک ضرورت کے لئے کسی گاؤں کی طرف چلا۔ راہ میں ایک بڑھیا کو دیکھا کہ ایک اونی جبّہ اور ایک اونی چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب دیکر پوچھا اے جوان کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا ایک ضرورت سے فلاں گاؤں میں جاؤں گا۔ پھر اس نے سوال کیا تیرا مکان یہاں سے کتنی دور ہے میں نے کہا اٹھارہ میل ہے کہا اٹھارہ میل ایک ضرورت کی تلاش میں گئے ہو یہ بڑی حاجت ہو گی۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا صاحب قریہ سے کیوں نہیں کہدیا کہ تمہاری حاجت تمہارے پاس پہنچا دے اور تمہیں نہ تھکاوے۔ میں نے اس کا مطلب نہ سمجھا اور کہا اے بڑھیا صاحب قریہ سے میرا تعارف نہیں ہے۔ اس نے کہا کس نے تیرے اور اس کے درمیان توحش پیدا کر دیا ہے اور آپس کے اتصال کو قطع کر دیا ہے۔ اب اس کا مطلب میری سمجھ میں آیا اور میں رونے لگا، اس نے کہا تو اللہ سے محبت رکھتا ہے میں نے کہا ہاں۔ کہا سچ کہو میں نے کہا قسم ہے اللہ کی میں بلاشبہ اسے دوست رکھتا ہوں۔ کہا جب اس نے تمہیں محبت کے درجہ پر پہنچایا تو کس حکمت کا افادہ فرمایا۔ اس کا جواب مجھے نہ آیا۔ پھر کہا شاید تو ان لوگوں میں ہے جو محبت کو چھپاتے ہیں میں اس کا بھی جواب نہ دے سکا کہنے لگی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور معرفت اور پوشیدہ محبت کو نالائقوں کے میل سے بچاتا ہے۔ میں نے

کہا تم پر خدا رحم کرے تم خدا سے دعا کرو کہ وہ میرے دل کو بھی محبت میں مشغول کرے اُس نے میرے منھ پر ہاتھ جھاڑ دیا۔ میں نے پھر اسی قول کا اعادہ کیا۔ کہنے لگی اپنے کام کو جا۔ پھر کہنے لگی اگر سلب ہو جانیکا اندیشہ نہ ہوتا تو بڑے بڑے عجائبات ظاہر کر دیتی اور ایک آہ کھینچکر کہا افسوس یہ شوق بدون تیرے اچھا نہ ہوگا اور یہ غم بدون تیرے تسکین نہیں پائیگا۔ رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۲۲۰) روایت ہے کہ دو جوان ملک شام میں عبادت میں مشغول رہتے تھے حسن عبادت کیوجہ سے ایک کا نام اور دوسرے کا نام ملیح پڑ گیا تھا۔ اتفاقاً کئی روز تک وہ بھوکے رہے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا چلو جنگل کیطرف کسی کو دین کی تعلیم کریں شاید اسکی وجہ سے اللہ تعالے ہمیں کچھ نفع پہنچا دے چنانچہ دونوں چلے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم جنگل میں داخل ہووے تو ہمارے سامنے ایک حبشی لکڑیوں کا بوجھ سر پر رکھے ہوئے آیا ہم نے کہا اے شخص تیرا رب کون ہی۔ یہ سن کر اس نے لکڑیوں کا بوجھ تو زمین پر ڈال دیا اور اسپر بیٹھ کر کہنے لگا یہ نہ کہو کہ تیرا رب کون ہی بلکہ یہ کہو کہ تیرے دل میں ایمان کس جگہ پر ہے۔ ہم آپسمیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ پھر کہا پوچھو پوچھو کیونکہ مرید وہ ہے کہ اپنے سوال کا انقطاع نہ کرے۔ جب اس نے دیکھا کہ ہم کچھ جواب نہیں دیتے تو کہنے لگا۔ اے خدا اگر تو جانتا ہی کہ تیرے بعض بندے جو کچھ تجھ سے مانگتے ہیں تو انھیں دیتا ہے تو میرا بوجھ سونے کا کر دے فوراً سونے کی شاخیں بن گئیں اور چمکنے لگیں۔ پھر کہا اے اللہ اگر تو جانتا ہی کہ تیرے بعض بندے گمنامی کو پسند کرتے ہیں تو اسکو پھر لکڑی کر دے چنانچہ اسی وقت لکڑی کا بوجھ ہو گیا۔ پھر اس بوجھ کو سر پر رکھکر چلا گیا ور ہمیں اُسکے پیچھے جانے کی جرأت نہ ہوئی رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۲۲۱) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔ جب اُنھوں نے کہا اللہ تو جلال الٰہی کیوجہ سے مبہوت ہو گئے گویا ان کے جسم میں روح ہی نہ رہی پھر جب کہا اکبر یہ گمان ہوا کہ ان کی تکبیر کی ہیبت سے میرا دل پارہ پارہ ہو گیا۔ اور ذوالنون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ساحل شام میں ایک عابد سے سُنا کہتے تھے کہ اللہ تعالے کے کچھ بندے ہیں جنھوں نے اسے تحقیق اور یقین کے ساتھ پہچانا ہے اور اسکی معرفت حاصل کی ہی۔ ان لوگوں نے اس کی رضا کو مقصود اصلی اپنا قرار دیا ہے۔ اس ارادہ میں بہت سی مصیبتیں برداشت کرتے ہیں اسکے پاس کے کامیابی کی امید پر دنیا میں غم کے ساتھی ہیں اور رنج کی زندگی بسر کرتے ہیں، رغبت اور خواہش کی آنکھ سے

اسکی طرف نہیں دیکھتے اور اس سے مسافر کے توشے سے زیادہ نہیں لیتے راستہ میں رات ہو جانے کی خوف سے جلدی چلتے ہیں اور نجات کی امید پر عزم کرتے ہیں اور اپنی روح کو تصدق کرتے ہیں مالک کی رضا میں آخرت کو پیش نظر رکھتے ہیں اور آخرت کی خبر دل کے کانوں سے سنتے ہیں۔ اگر تو انھیں دیکھے تو ایسے نظر آئیں گے کہ پتلے ہونٹ ہوں گے اور چھوٹا پیٹ ہوگا غمگین اُنکے دل ہوں گے نحیف ان کے جسم ہوں گے گریہ کرنے والی آنکھیں ہوں گی وہ نہ کسی فعل کی علت تلاش کرینگے نہ اسکے بجالانے میں تاخیر کریں۔ اور قلیل شئے پر دنیا کی قناعت کرتے ہوں گے۔ بجائے لباس فاخرہ کے پرانی چادروں پر اکتفا کرتے ہونگے اور بجائے آباد شہروں کے ویران مقاموں میں زندگی بسر کرتے ہوں گے، وطن سے بھاگتے ہوں گے دوستوں سے تنہائی پسند کرتے ہوں گے۔ اگر تو انھیں دیکھے تو ایک قوم نظر آئے گی جن کو راتوں نے بیداری کی چھری سے ذبح کر دیا ہے اور تکلیف کے خنجر سے ان کے اعضاء جدا کر دیئے ہیں، رات کی سیر کی وجہ سے ان کے شکم پتلے دبلے ہو رہے ہیں۔ خواب کے معدوم ہونے کی وجہ سے بال پراگندہ ہو رہے ہیں جو رنج پر رنج ملاتے ہیں اور کوچ کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں۔ خدا ان سے راضی رہے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ مولف کہتے ہیں ان لوگوں کے حق میں یہ اشعار حسب حال ہیں ؎

انت بالصدق قد خبرت رجالا	قد اطالوا البکا اذ اللیل طالا
وملأت القلوب منهم بنور	من نفیس الیقین یا من تعالیٰ
وتولیتهم فکنت دلیلا	وکسوت الجمیع منهم جمالا
فاذا ما الظلام جن علیهم	وصلوا بالکلال منهم کلالا
عفروا بالتراب منهم وجوها	ذاک للّٰه خشیةً وابتهالا
هجرت للمنام منهم عیونٌ	فاستطار المنام عنهم وزالا
انها لذت البکا لهم ید	اسلم الاهل والدیار وجالا
خاضعا باکیا حزینا ینادی	یا کریما اذا استقبل اقالا

(ترجمہ) تو نے اے اللہ بعض لوگوں کی سچائی آزمائی ہے جو دراز راتوں میں بہت روتے ہیں اور ان کے قلوب تو نے نور سے بھر دیئے ہیں۔ جو کہ یقین کا نور ہے اے بزرگ مرتبہ والے۔ تو ان کا سرپرست اور رہبر ہو گیا ہے اور تو نے سب کو لباس حسن پہنایا ہے۔ جب رات کی تاریکی اُنپر طاری ہوتی ہے

تو وہ رنج پر رنج کا اضافہ کرتے ہیں۔ مٹی سے اپنے منہ خاک آلودہ کرتے ہیں اور یہ اللہ ہی کے خوف سے اور زاری سے ان کی آنکھوں نے نیند کو ترک کر دیا ہے اور ان کی نیند بھاگ گئی ہے اور زائل ہو گئی ہے۔ لذت رونے کی اس مرید کو حاصل ہوتی ہے جو اہل و عیال اور وطن کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ عاجزی کرتے ہوئے روتے ہوئے غم سے چلاتا ہے کہ اے کریم جو تجھ سے بخشش مانگتا ہے اُسے تو بخشتا ہے۔

حکایت (۲۲۲) سعید ابن ابی عروبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے ایک سال حج کیا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک تالاب پر منزل کی اور ناشتہ طلب کیا اور دربان سے کہا میرے ہمراہ کھانے کے لئے کسی شخص کو تلاش کر جس سے یہاں کی کچھ حالت بھی دریافت کر سکوں۔ اس دربان نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو وہاں ایک اعرابی ایک چادر بچھائے دوسری اوڑھے سو رہا ہے اسے لات مار کر جگایا اور کہا کہ امیر تجھے یاد کرتا ہے چل۔ وہ چلا آیا۔ حجاج نے اس سے کہا ہاتھ دھو لے اور میرے ساتھ ناشتہ کھا اُس نے جواب دیا تجھ سے اچھے شخص نے مجھے دعوت دی تھی میں اسکی دعوت قبول کر چکا ہوں۔ حجاج نے سوال کیا وہ کون ہے کہا اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے روزہ کی دعوت دی تھی میں روزہ دار ہوں۔ حجاج نے کہا ایسی سخت گرمی میں۔ کہا اس سے سخت گرمی کے دن کے واسطے روزہ رکھا گیا ہے۔ حجاج نے کہا آج افطار کر لے کل کو روزہ رکھ لیجو۔ کہا اگر کل تک کی زندگی کا تو ذمہ دار ہو تو میں افطار کرتا ہوں حجاج نے کہا یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ کہا پھر کیوں مجھ سے کہتا ہے کہ موجودہ نعمت کو کل کے بھروسہ پر چھوڑ دوں جس پر تو قادر بھی نہیں ہے۔ حجاج نے کہا یہ بہت اچھا کھانا ہے۔ کہا تو نے اور تیرے باورچی نے اسے اچھا نہیں کر دیا ہے بلکہ اچھا تو جب ہے جب عافیت ہو اور یہ خدا کا کام ہے۔ اسی مضمون میں مولف کے اشعار ہیں ؎

وما طیب الطباخ عیشا وانما	بعافیۃ طاب الطعام لطاعم
اذا کان لی سقم فلا شیٔ طیب	وان لم یکن طابت جمیع المطاعم

(ترجمہ) باورچی روٹی کو مزیدار نہیں کر سکتا بلکہ تندرستی سے کھانے والے کو خوراک اچھی اور پسند معلوم ہوتی ہے۔ اگر مجھ میں کوئی مرض ہو تو کوئی چیز اچھی نہیں۔ اگر کوئی بیماری نہ ہو تو سب کھانے اچھے ہیں۔

حکایت (۲۲۳) روایت ہے کہ حجاج ابن یوسف نے حج کیا - ایک شخص کو سنا جو بیت اللہ کے گرد زور زور سے تلبیہ کہہ رہا تھا اور ان دنوں حجاج مکہ میں تھا - کہا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ - چنانچہ حاضر کیا گیا - حجاج نے کہا تو کن لوگوں میں سے ہے - کہا مسلمانوں میں سے ہوں، کہا میں یہ نہیں پوچھتا - اس نے کہا پھر کیا پوچھتے ہو کہا کس ملک کا باشندہ ہے - کہا یمن کا، کہا محمد ابن یوسف کو (اور وہ حجاج کا بھائی تھا) تو نے کس حال پر چھوڑا - کہا اونچا موٹا تازہ عمدہ لباس پہننے والا، سواری کرنے والا شہر کے اندر باہر آنے جانے والا حجاج نے کہا میں یہ نہیں پوچھتا، کہا پھر کیا پوچھتے ہو - کہا میں اسکی عادات پوچھتا ہوں - کہا نہایت ظالم جابر لوگوں کا مطیع خدا کا نافرمان ہے - حجاج نے کہا تو نے ایسی سخت کلامی کیوں کی حالانکہ اس کا رشتہ میرے ساتھ جانتا ہے - اس نے کہا کیا تیرا یہ خیال ہے کہ اسکی عزت تیرے رشتہ کی وجہ سے اس سے بھی زیادہ ہے جتنی کہ میری خدا کے نزدیک ہے میرے تعلق کیوجہ سے کیونکہ میں اسوقت اسکے مکان پر آیا ہوں اور اسکے نبی کی تصدیق کرتا ہوں - یا یہ کہا کہ میں اسکے مکان کی زیارت کو آیا ہوں اس کا فرض ادا کر رہا ہوں اور اسکے دین کی اتباع کر رہا ہوں - یہ سن کر حجاج خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ شخص بدون اجازت کے لوٹ گیا اور غلافِ کعبہ کو پکڑ کر کہنے لگا اے اللہ تجھ ہی سے میں پناہ مانگتا ہوں اور تیرے ہی پاس پناہ گزین ہوتا ہوں - تیری کشائش قریب ہے تیرا احسان قدیم ہے تیری عادت بہت اچھی ہے - رضی اللہ تعالےٰ عنہ -

حکایت (۲۲۴) طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابدال کی تلاش میں عسقلان سے غزہ کو جا رہا تھا ناگاہ ایک شخص ساحل پر نظر آیا جو میلی چادریں اوڑھے ہوئے تھا، میں نے اسکی پرواہ نہ کی اس نے میری جانب التفات کی اور کہا ؎

لاتنب عنی بان ترےٰ خلقی	فانما الدر داخل الصدف
عملی جدید وملبسی خلق	ومنتھی اللبس منتھی الصلف

(ترجمہ) میرے پرانے کپڑے دیکھ کر مجھ سے دور مت ہٹو - کیونکہ موتی صدف ہی کے اندر ہوتا ہے - میرا عمل نیا ہے اگرچہ لباس پرانا ہے - اور انتہا لباس انتہاء تکبر ہے -

شیخ عبداللہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک دن ایک فقیر آیا - اسپر تکلیف کے آثار نمایاں تھے - میرے جی کو اچھا معلوم ہوا کہ کچھ چیز اسکو لادوں

اور میں نے اپنی نعلین رہن رکھنے کا ارادہ کیا، نفس نے منع کیا ننگے پاؤں طہارت کیونکر پوری ہوگی، میں نے کہا لوٹا اپنا رہن رکھوں، پھر نفس نے منع کیا اور کہا وضو کس سے کروگے میں نے رومال رہن رکھنے کا ارادہ کیا نفس نے پھر منع کیا اور کہا ننگے سر پھروگے میں نے کہا اس میں کیا حرج ہے اور نفس کو جواب دینے لگا اتنے میں فقیر کمر باندھ کر کھڑا ہوگیا اور عصا ہاتھ میں لیکر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا اے خسیس الہمت اپنا رومال سنبھال رکھ میں جارہا ہوں میں نے اللہ سے عہد کر لیا کہ جب تک اس سے ملاقات نہ کروں روٹی نہ کھاؤں گا۔

نقل ہے کہ شیخ عبداللہ دینوری اسکے بعد تیس برس زندہ رہے اور روٹی نہیں کھائی۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۲۲۵) سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ایک عورت تھی جب وہ تہجد کے لئے کھڑی ہوتی تو کہتی تھی اے اللہ ابلیس بھی ایک تیرا بندہ ہے اسکی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے نہیں دیکھ سکتی اور تو اسے دیکھتا ہے جہاں سے وہ تجھے نہیں دیکھ سکتا اور تو اس کے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر قدرت نہیں رکھتا۔ اے اللہ اگر وہ میرا برا کرنا چاہے تو تو ور د کردے اور اگر مجھ سے مکر کرے تو تو اس سے مکر کر۔ میں تجھ سے اسکے شر سے پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اسکے سینہ کو ڈھکیلتی ہوں، پھر روتی تھی حتّٰے کہ ایک آنکھ اس کی جاتی رہی، لوگوں نے کہا خدا سے ڈر کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے۔ کہنے لگی اگر میری آنکھ جنت والوں کی آنکھ ہے تو حق تعالےٰ دوسری آنکھیں بدل دینگے جو ان سے اچھی ہونگی اور اگر اہل نار کی آنکھیں ہیں تو خدا انھیں دُور ہی کرے۔ خدا ان سے راضی ہو اور ہمیں بھی ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔

حکایت (۲۲۶) ابوالعباس مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ میں تھا، ایک شکاری کو دیکھا کہ ساحل پر مچھلی کا شکار کرتا تھا اور اس کے پہلو میں اسکی ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی۔ جب کوئی مچھلی پکڑتا تو ٹوکری میں ڈال کر اس لڑکی کے پاس رکھ دیتا تھا اور لڑکی اسے نکال کر پانی میں چھوڑ دیتی تھی، ایک بار مڑ کے دیکھا تو ٹوکری میں کچھ نہ تھا، لڑکی سے پوچھا تونے مچھلیوں کو کیا کیا کہنے لگی ابّا جان کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو مچھلی ذکر اللہ سے غافل ہوتی ہے وہی کانٹے میں پھنستی ہے۔ یہ سُن کر وہ شخص رونے لگا اور کانٹا پھینک کر چلا گیا۔ رضی اللہ عنہما۔

مؤلف کہتے ہیں لڑکی کا مطلب یہ تھا کہ جو چیز یادِ الٰہی سے غافل ہو اسمیں نقصان ہے اسلیئے ہم اسے نہیں لینا چاہتے کیونکہ اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔

حکایت (۲۲۷) مروی ہو کہ حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت مدینۂ منورہ میں گشت کرتے تھے ایک شب چلتے چلتے تھک گئے تو ایک دیوار سے تکیہ لگاکر بیٹھ گئے۔ سُنا کہ ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے کہ اس دودھ میں پانی ملادے لڑکی نے کہا اماں جان تمھیں امیرالمؤمنین کا حکم معلوم نہیں ہو۔ ماں نے کہا کیا حکم ہے۔ کہا امیرالمؤمنین نے اپنے منادی کو فرمایا تھا کہ اعلان کردے کہ کوئی شخص دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا تو پانی ملادے یہاں پر تجھے نہ عمرؓ دیکھیں نہ ان کا منادی۔ لڑکی نے کہا قسم ہو اللہ کی ایسا ہرگز نہ کروں گی کہ سامنے ان کی اطاعت کروں اور پیچھے نافرمانی کروں رضی اللہ عنہا۔ مؤلف کہتے ہیں اس لڑکی کا قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پسند آیا اور اپنی اولاد میں سے ایک سے اس کا عقد کیا۔ اسکی اولاد میں عمر بن عبدالعزیز ہیں خدا ان سے راضی رہے اور ہمیں ان سے اور اُن کے سلف اور جملہ اولیات کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔

حکایت (۲۲۸) روایت ہو کہ ایک امیر شیخ حاتم اصم کے دروازے پر سے گذرا اور پانی مانگا جب پانی پی چکا تو کچھ مال اُن کی طرف پھینکا اسکے مصاحبوں نے بھی موافقت کی اور ہر ایک نے کچھ کچھ مال پھینکا، گھر والے یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن ان کی چھوٹی لڑکی ناخوش ہوئی اور رونے لگی اس سے دریافت کیا گیا کہ کیوں روتی ہو کہنے لگی کہ ایک مخلوق نے ہماری طرف نظرِ محبت سے دیکھا تو ہم غنی ہو گئے۔ اگر خالق نظرِ رحمت سے دیکھے تو کیا حال ہو۔ خدا اس سے راضی ہو۔

روایت ہو کہ شیخ یحییٰ ابن معاذ رازی کی لڑکی نے اپنے باپ سے کھانے کے لئے کچھ چیز مانگی باپ نے کہا اپنے پروردگار سے مانگو۔ کہنے لگی قسم ہو اللہ کی میں اس سے کھانے کی چیز مانگتے ہوئے شرماتی ہوں۔ خدا اس پر رحم کرے۔

حکایت (۲۲۹) ابی عبداللہ جلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے میرے والد سے مچھلی کی خواہش کی، آپ بازار کو گئے اور میں بھی ہمراہ تھا مچھلی خرید کر گھر تک پہنچانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی۔ ایک لڑکا ان کے قریب کھڑا تھا کہنے لگا چچا اسے اُٹھانے کے واسطے مزدور چاہیئے۔ کہا ہاں۔ اس نے اپنے سر پر اُٹھالیا اور ہمارے ساتھ چلا۔ راستہ میں

اذان کی آواز آئی۔ اس لڑکے نے کہا کہ مؤذن نے اذان کہی اور مجھے طہارت کی ضرورت ہے پھر نماز پڑھوں گا، اگر تم راضی ہو انتظار کرو ورنہ اپنی مچھلی لیجاؤ اور مچھلی رکھ کر چلا گیا۔ والد نے کہا کہ بچے نے خدا پر توکل کیا ہمیں بدرجہ اولیٰ توکل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مچھلی وہیں چھوڑ کر ہم بھی مسجد میں داخل ہوئے اور ہم نے اور اس لڑکے نے نماز پڑھی، جب مسجد سے نکلے تو مچھلی اسی جگہ تھی جہاں ہم نے رکھی تھی، لڑکا اُسے اٹھا کر ہمارے ساتھ ہمارے گھر تک چلا والد نے یہ قصہ والدہ سے بیان کیا۔ والدہ نے کہا اس سے کہو کہ بیٹھے اور ہمارے ساتھ مچھلی کھائے۔ لڑکے نے کہا میں روزے سے ہوں۔ پھر کہا شام کو آجاؤ۔ کہا جب ایک بوجھ اٹھالیتا ہوں تو دوبارہ تکلیف نہیں کرتا ہوں اور قریب کی مسجد میں جا بیٹھتا ہوں شام کو آجاؤں گا۔ چنانچہ جب شام ہوئی تو آیا۔ ہم نے اسکے ساتھ کھانا کھایا۔ جب ہم فارغ ہوئے تو اسے طہارت کی جگہ بتلادی۔ جب ہم نے دیکھا کہ اسے تنہائی پسند ہے تو ہم الگ ہوگئے۔ ہمارے قریب ایک اپاہج عورت رہتی تھی رات کو چلتی ہوئی ہمارے یہاں آئی ہم نے کہا تو کیونکر اچھی ہوگئی۔ کہا میں نے دعا کی۔ اے رب اس مہمان کی برکت سے مجھے اچھا کردے۔ پس میں کھڑی ہوگئی، پھر ہم ان کے پاس گئے، دیکھا کہ دروازے بند ہیں اور لڑکے کا پتہ نہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ — مؤلف کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ بچے بھی ہوتے ہیں بڑے بھی ہوتے ہیں، غلام بھی ہوتے ہیں، احرار بھی ہوتے ہیں، عورتیں بھی ہوتی ہیں مرد بھی ہوتے ہیں، دیوانے بھی ہوتے ہیں عقلمند بھی ہوتے ہیں منجملہ بچوں کے ایک بچہ تھا یمن میں جو ایک شیخ کا لڑکا تھا اور بچوں کے ہمراہ کھیلا کرتا تھا، جو چیز جس سے خواہش کی فوراً حاضر کردیتا تھا حالانکہ اُن کے ہمراہ کھیلتا ہوتا تھا جب اُسکے والد کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگے فلاں چیز مجھے کھلادے اس نے کھلادی جو چیز اُس سے مانگتے تھے حاضر کردیتا تھا باپ نے اسپر ہاتھ پھیرا اور کہا خدا تجھ میں برکت کرے فلاں چیز کھلادے۔ موافق عادت کے جب طلب کیا تو نہ آئی۔ اسی وقت شیخ کی توجہ سے یہ دروازہ بند ہوگیا۔ اور شیخ نے اسی میں اس کی بہتری سمجھی۔ کیونکہ عجب اور شہرت کا اندیشہ تھا۔ رضی اللہ عنہ

حکایت (۲۳۰) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں رات کو وادی کنعان سے چلا ناگاہ ایک شخص آیت وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ پڑھتا ہوا میرے سامنے آیا یعنی جو اُن کے گمان میں نہ تھا وہ اللہ کی طرف سے ظاہر ہوگیا۔ جب وہ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک عورت تھی اونی جبہ پہنے اور اونی برقعہ اوڑھے آرہی تھی اور

ہاتھ میں ایک لوٹہ اور ایک لاٹھی تھی اس نے بغیر اندیشہ کے مجھ سے پوچھا تو کون ہے میں نے کہا میں مسافر ہوں کہنے لگی اے شخص اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے مسافر بھی کوئی ہوتا ہے حالانکہ وہ پردیسی کا انیس اور کمزور کا مددگار ہے۔ میں یہ سن کر رونے لگا۔ اس نے کہا کیوں روتے ہو۔ میں نے کہا زخم پر مرہم لگ گیا۔ پھر کہا اگر تو سچّا ہے تو بتا تو کیوں رو یا خدا تجھ پر رحم کرے۔ میں نے کہا کیا سچا کبھی نہیں روتا ہے۔ کہا نہیں۔ میں نے کہا کیوں کہا اسلیے کہ رونا دل کی تسلّی کے لئے ہوتا ہے جس سے غم خارج ہوتا ہے۔ غمگین اس سے پناہ لیتے ہیں، آہ وزاری سے زیادہ چھپانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اور رونا اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم کے پاس علامتِ ضعف ہے۔ ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکی باتیں سنکر میں متعجب رہ گیا اس نے کہا تجھے کیا ہو گیا میں نے کہا تمہاری باتوں سے متعجب رہ گیا کہنے لگی خدا تجھ پر رحم کرے اپنی بیماری بھول گیا میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے اگر مناسب سمجھو تو کچھ افادہ کرو جس سے خدا مجھے نفع دے کہنے لگی کہ حکیم جو کچھ بھی تجھے بتائے گا تو طلب زیادت سے مستغنی نہیں ہو سکتا میں نے کہا میں طلب زیادت سے مستغنی نہیں ہوں اولیاء کرام سے کہا سچ کہا تو نے اے مسکین اپنے مولا سے محبت کر اور اس کا شوق دل میں پیدا کر کیونکہ وہ ایک دن اپنے پورے جمال کے ساتھ تجلی فرمائے گا اپنے اولیاء و اصفیا اور محبین کی بزرگی کے اظہار کے لئے اور شراب جمال اور جام وصال سے ان کو سیراب فرمائیگا اسکے بعد وہ کبھی پیاسے نہ ہونگے۔ پھر ان پر وجد غالب ہو گیا اور کہنے لگی اے میرے دل کے پیارے کب تک مجھے اس دنیا میں بے یار و غمگسار چھوڑیگا پھر وہ مجھے چھوڑ کر جنگل میں نکل گئی اور یہ کہتی جاتی تھی اپنے ہی پاس بلائیو آگ کی طرف نہ بھیجیو۔ حتی کہ اس کی آواز مجھ سے منقطع ہو گئی۔ رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۲۳۱) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایکبار میں دریائے نیل کے کنارے سیر کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک بچھو نظر آیا میں نے پتھر اٹھا کر اسکے مارنے کا قصد کیا وہ جلدی سے بھاگ کر نیل کے کنارے پر جا ٹھہرا۔ دریا سے ایک مینڈک نکلا اور یہ بچھو کود کر اس پر سوار ہو گیا اور وہ تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر جا نکلا میں بھی اُسکے پیچھے ہو لیا۔ جب خشکی پر پہنچا تو بچھو کود کر اسکی پیٹھ پر سے اتر کر آگے چلا۔ وہاں ایک شخص شراب پیکر بیہوش پڑا تھا اور اس کے سر پر ایک اژدہا پھن نکالے ڈسنے کا قصد کر رہا تھا۔ بچھو نے جلدی کر کے اُس اژدہے کے ڈنک مارا جس سے وہ ٹکڑے ہو گیا۔ میں نے وہاں پہنچکر اس شخص کو جگایا وہ گھبرایا ہوا اٹھا، جب اپنے پاس اژدہا پڑا

ہوا دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگا۔ میں نے کہا نہ گھبراؤ خدا نے تمہیں بچالیا اور سارا قصہ از اول تا آخر کہہ سنایا۔ یہ سنکر اس نے سر جھکالیا اور سر آسمان کی طرف اٹھاکر کہنے لگا، اے پروردگار اپنے نافرمان پر تو یہ احسان کرتا ہے تو فرمانبرداروں پر کیا کچھ نہ کرے گا۔ قسم ہے تیری عزت وجلال کی اس کے بعد کبھی تیری نافرمانی نہ کروں گا، پھر روتا ہوا وہاں سے لوٹا اور یہ اشعار پڑھتا تھا ؎

یا نائما والجلیل یحرسہ	من کل سوء یدب فی الظلم
کیف تنام العیون عن ملک	تاتیک منہ کرائم النعم

(ترجمہ) اے سونے والے خدا تیری نگہبانی کرتا ہے ہر بری چیز سے جو اندھیرے میں چلتی ہے۔ کیونکر سوتی ہیں آنکھیں ایسے بادشاہ سے کہ جس کے پاس سے بڑی عمدہ نعمتیں تیرے پاس پہنچی ہیں

حکایت (۲۳۲) روایت ہے کہ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا گذر ایک شرابی پر ہوا جو راستہ میں بیہوش پڑا ہوا تھا اور اسکے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ ابراہیم ادہمؒ نے اسکی زبان دھوئی اور فرمانے لگے ایسی زبان کو یہ آفت پہنچی جو اللہ کا ذکر کرتی تھی۔ جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے ابراہیم ادہمؒ کا ماجرا بیان کیا وہ شخص شرمندہ ہوا اور توبہ کی اور اچھی توبہ کی اور ابراہیم ادہمؒ نے خواب میں دیکھا کہ ایک قائل کہہ رہا ہے تو نے ہمارے واسطے اسکی زبان پاک کی ہم نے تیری وجہ سے اس کا قلب پاک کیا۔ اللہ ان سے راضی ہو اور ہمکو ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔

حکایت (۲۳۳) بشر ابن حارث رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ تمھاری ابتدائی حالت کیا تھی کیونکہ تمہارا نام ایسا روشن ہے جیسا کہ انبیاء کا ہوتا ہے۔ کہنے لگے۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ میں ایک چالاک آدمی تھا، عصبیت اور فخر کا عادی تھا۔ ایک دن میں نے سڑک پر ایک پرچہ پایا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے صاف کر کے جیب میں رکھ لیا اور ان دنوں میری جیب میں صرف دو درہم تھے اور ان کے سوا میری ملک میں کچھ نہ تھا ان کا عطار کے یہاں سے عطر خرید کر اس پرچہ پر ملا جب رات کو سویا تو میں نے خواب میں ایک قائل کو کہتے سنا کہ کہہ رہا ہے۔ اے بشر تو نے میرے نام کو خوشبو سے مہکایا ہم بھی تیرے نام کو دنیا و آخرت میں خوشبو دار اور مشہور کرینگے۔ خدا ان سے راضی رہے اور ہمیں اُن کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔

روایت ہے کہ منصور بن عمار رضی اللہ عنہ کے توبہ کا یہ سبب ہوا کہ انھوں نے راستہ میں ایک پرچہ پایا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا، اسکے رکھنے کو کوئی جگہ نہ ملی تو اُسے چبا گئے شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک قائل کہہ رہا ہے- اس پرچہ کے احترام اور عزت کے سبب حق سبحانہ وتعالیٰ نے تجھ پر حکمت کے دروازے کھول دیئے- رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۳۴) روایت ہے کہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عیاشی کے زمانہ میں ایک دن اپنے گھر میں تھے اور ان کے ہمراہ ان کے مصاحبین بھی تھے اور مجلس شراب وسرود کی گرم تھی- ان کے دروازہ پر سے ایک بزرگ کا گذر ہوا انھوں نے دستک دی- اندر سے ایک باندی نکلی اس سے سوال کیا کہ اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام اس نے کہا آزاد ہے کہا جبھی تو عیش وطرب میں مصروف ہے اگر غلام ہوتا تو غلام جیسے فعل کرتا اور آداب عبودیت بجالاتا اور لہو ولعب چھوڑ دیتا- بشر حافی رح نے اس شخص کی گفتگو سنی اور ننگے سر ننگے پاؤں دروازے کیطرف دوڑے وہ بزرگ جا چکے تھے- لونڈی سے کہا سچ بتا تجھ سے کون باتیں کر رہا تھا، اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا، بشر حافی ان کے پیچھے گئے اور ان سے دریافت کیا کہ آپ ہی تھے جنہوں نے دروازے پر کھڑے ہوکر لونڈی سے گفتگو کی تھی، فرمایا ہاں- کہا ذرا ایکبار پھر فرمائیے جو کچھ آپ نے فرمایا تھا انھوں نے وہی باتیں دہرائیں- یہ سُن کر بشر زمین پر لوٹنے لگے اور کہتے جاتے تھے بلکہ وہ غلام ہے غلام ہے اور ننگے سر ننگے پاؤں گھومتے پھرتے تھے اسی وجہ سے ان کا نام حافی ہوگیا (یعنی ننگے پاؤں والا) لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ آپ ننگے پاؤں کیوں چلتے ہیں جوتے کیوں نہیں پہنتے- فرمایا جب میں نے اللہ سے مصالحت کی تھی تو اسوقت ننگے پاؤں تھا اور وہ خوف کا وقت تھا میں مرنے تک اسی حالت پر رہوں گا- رحمۃ اللہ علیہ۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ ان سے ایک چھوٹی لڑکی نے کہا کہ اگر دو دانگ کی جوتی خرید لیتے تو حافی کا نام جاتا رہتا یعنی شہرت نہ ہوتی-

حکایت (۲۳۵) استاذ ابی علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بشر حافی لوگوں پر سے گذرے وہ لوگ آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ شخص رات کو تمام رات بیداری کرتا ہے اور تین دن میں ایک مرتبہ افطار کرتا ہے- یہ سن کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی ساری رات جاگا ہوں اور جب کبھی روزہ رکھتا ہوں اسی دن

کی شام کو افطار کر لیتا ہوں لیکن حق تعالیٰ بندہ کی عبادت سے زیادہ اپنی مہربانی سے لوگوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ اسی مضمون میں مؤلف کے شعر ہیں ؎

فسبحان من ابدی جمیل جمالہ علی	عبدہ لطفا وجود جوادہ
واخفی المساوی والعیوب تکرما	وحلما تعالیٰ ساتر العباد

(ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جو کہ اپنے عمدہ جمال کو ظاہر کرتا ہے اپنے بندہ پر مہربانی سے۔ وہ کریم کی بخشش ہے۔ اور اپنے بندہ کے عیوب اور گناہ اپنے کرم سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور وہ بہت ہی بڑا حلیم بردبار بندوں کے گناہوں کا پردہ پوش ہے۔

حکایت (۲۳۶) فاطمہ بنت احمد شیخ ابی علی رودباری رضی اللہ عنہ کی بہن سے مروی ہے۔ کہتی ہیں کہ بغداد میں دس جوان تھے اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک لڑکا تھا ایک لڑکے کو انھوں نے کسی کام سے بھیجا اس نے واپس لوٹنے میں تاخیر کی یہ لوگ اس پر غضبناک ہوئے اتنے میں وہ لڑکا ہنستا ہوا آیا اس کے ہاتھ میں ایک خربوزہ تھا، ان لوگوں نے غصہ سے کہا اتنی دیر کر کے آیا اور پھر ہنس رہا ہے۔ کہنے لگا ایک عجیب چیز لایا ہوں کہا کیا ہے لڑکے نے کہا بشر رحمۃ اللہ علیہ نے اس خربوزہ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا میں نے بیس درہم میں اسے خریدا ہے۔ سب نے اسے لیکر آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا ان میں سے ایک نے کہا کس چیز نے بشر کو اس مرتبہ پر پہنچایا اوروں نے کہا تقوے نے۔ کہا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ سب نے اسی طرح کہا۔ نقل ہے کہ وہ سب کے سب طرطوس گئے اور شہید ہوئے۔ رحمہم اللہ اجمعین۔

حکایت (۲۳۷)۔ بعض اہل علم سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں بغداد میں ایک تاجر تھا میں ہمیشہ اسکو صوفیا کی برائی کرتے سنتا تھا، اسکے بعد میں نے اسے دیکھا کہ ہر وقت ان کی صحبت میں رہتا تھا اور اپنا سارا مال انپر خرچ کر دیا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تو تو ان سے بغض رکھتا تھا، کہنے لگا کہ میں جیسا گمان کرتا تھا وہ بات نہیں تھی میں نے نے پوچھا یہ کیونکر معلوم ہوا کہنے لگا میں نے ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی میں نے بشر کو دیکھا کہ سرعت کے ساتھ مسجد جامع سے نکل کر جا رہے تھے میں نے اپنے جی میں کہا کہ دیکھوں اس شخص کو جو بڑا صوفی مشہور ہے اور ایک لحظہ مسجد میں نہیں ٹھہرتا ہے یہ کہاں جاتا ہے اس نے بازار میں نانبائی کے یہاں سے نرم نرم روٹیاں خریدیں میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ صوفی

ہیں نرم نرم روٹیاں خریدتے ہیں، پھر کبابی کے یہاں سے ایک درہم کے کباب خریدے۔ میرا غصہ اور زیادہ ہوا۔ وہاں سے حلوائی کے یہاں آکر فالودہ خریدا ایک درہم کا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ جب یہ کھانے بیٹھے گا تو اس پر عیش تلخ کردوں گا اور اس نے جنگل کا راستہ لیا۔ مجھے یہ خیال آیا کہ اسے سبزہ زار کی تلاش ہے وہاں بیٹھکر کھائے گا۔ چنانچہ میں بھی اسکے پیچھے پیچھے ہولیا وہ عصر تک چلتا رہا، عصر کے وقت ایک گاؤں میں پہونچا اور ایک مسجد میں داخل ہوا اور وہاں ایک مریض تھا اُسکے سرہانے بیٹھ کر اسے کھلانے لگا۔ میں گاؤں دیکھنے کے ارادے سے نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹا تو انھیں نہ پایا میں نے اس مریض سے پوچھا کہ بشر کہاں ہیں کہا کہ وہ بغداد کو لوٹ گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ بغداد کا یہاں سے کسقدر فاصلہ ہے اُسنے کہا چالیس فرسخ یعنی پانچ منزل ہیں۔ میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ میں نے اپنے اوپر یہ کیا مصیبت ڈالی۔ نہ میرے پاس اتنے دام ہیں جو کوئی سواری کرایہ پر کروں نہ اتنی طاقت ہے کہ اتنی دور چل سکوں اُس مریض نے کہا ان کے پھر آنے تک یہاں قیام کرو چنانچہ دوسرے جمعہ تک وہاں رہا اور بشر اسی وقت پر پہونچے اور ان کے ساتھ وہی مریض کی خوراک تھی جب کھلا چکے تو اس مریض نے کہا اے ابونصر، یہ شخص تمہارے ساتھ جمعہ گذشتہ میں آیا تھا اور ایک ہفتہ تک یہاں پڑا رہا اُسے پہنچا دو سوداگر کہتا ہے کہ انھوں نے غصہ سے مجھے گھورا اور کہا کیوں میرے ساتھ آیا تھا میں نے کہا خطا ہوئی کہا اٹھ چل میں ان کے پیچھے مغرب تک چلا۔ جب شہر کے قریب پہونچے تو پوچھا تیرا محلہ کونسا ہے میں نے کہا فلاں محلہ ہے، کہا اچھا جاؤ پھر دوبارہ ایسا مت کیجیو۔ جب سے میں نے توبہ کی اور ان کی صحبت اختیار کی اور میں اسی توبہ پر قائم ہوں۔ انشاء اللہ رضی اللہ عنہم۔

حکایت (۲۳۸) بعض بزرگوں سے ایک کلام منقول ہے جس کے معنے یہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ابتدائی زمانہ میں خلوت میں داخل ہوا اور اللہ تعالے سے عہد کر لیا کہ چالیس دن تک کچھ نہ کھاؤں گا چنانچہ جب بیس دن سے زیادہ گذرے تو مجھ پر فاقہ کی شدت ہوئی اور اشتہا زیادہ ہوئی میں خلوت سے نکل کر چلا مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ میں کہاں جارہا ہوں ناگاہ بازار میں پہنچا ایک فقیر کو دیکھا کہہ رہا ہے کہ میں نے اللہ سے سوال کیا ہے کہ ایک رطل سفید روٹی ایک رطل کباب اور ایک رطل حلوا ملے

راوی کہتے ہیں مجھے اس کا سوال گراں معلوم ہوتا تھا اور وہ بازار میں گشت کرتے ہوئے مجھ پر سے گزرتا تھا لیکن مجھ سے کچھ نہیں کہتا تھا اور میں اپنے جی میں کہتا تھا کہ یہ شخص بڑا ہی پست ہے بڑی بڑی مزے کی چیزیں طلب کرتا ہے اور میں سوکھی روٹی کا ٹکڑا چاہتا ہوں اور مجھے نہیں ملتا، جب ایک ساعت گذری تو اس کا سوال پورا ہو گیا اور وہ لاکر مجھے دیا اور میرے کان اینٹھے اور کہا بتا کس کا کام زیادہ گراں ہے اس شخص کا جو عہد توڑ کر اپنی شہوت رانی کے لئے خلوت سے نکلے یا اس کا جو اس بھوکے کے لئے اچھی اچھی چیزیں پیدا کر لائے جس سے اسکی قوت اور حواس قائم ہوں۔ پھر فرمایا جو شخص چالیس روز بھوکا رہنا چاہے تو اسے تدریجًا عادت ڈالنی چاہیئے اور ایک ہی دم میں ایسا نکرے ورنہ بھوک کا کتا اسپر کودے گا اور حملہ کرے گا اور پھر فرمایا آئندہ ایسا مت کیجیو اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۳۹) بعض شیوخ یمن سے مروی ہے کہ وہ مقام زبید سے ساحل کی جانب چلے جو ہداب کے نام سے مشہور ہے ان کے ہمراہ ان کا ایک شاگرد بھی تھا راستہ میں ایک مقام پر بید کا جنگل نظر آیا شیخ نے شاگرد سے کہا کہ جا اس میں سے ایک بید اپنے ہمراہ لے لے شاگرد حکم بجالایا اور تعجب کرتا تھا کہ شیخ کی کیا غرض ہے شیخ نے اس سے کچھ نہ کہا حتّٰے کہ غلاموں کے محلہ میں پہونچے جن کو قوم سناکم کہتے تھے۔ وہ مردار کھاتے ہیں اور نہ بازہیں نماز روزہ جانتے ہی نہیں وہاں وہ لوگ شراب خواری میں مشغول تھے اور ناچ کود اور گانے میں مصروف تھے۔ شیخ نے شاگرد سے کہا اس لمبے بوڑھے کو جو طبلہ بجارہا ہے میرے پاس لے آؤ۔ شاگرد نے اس سے جاکر کہا کہ تجھے شیخ بلارہے ہیں ان کے پاس چل اسی وقت اس نے اپنی گردن میں سے طبلہ اتار پھینکا اور شاگرد کے ہمراہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب شیخ کے سامنے آیا تو شیخ نے شاگرد سے کہا اسے بید مارو شاگرد نے اسے حد ضرب لگائی پھر شیخ نے فرمایا ہمارے آگے آگے چلو چنانچہ وہ ہمارے آگے آگے سمندر پر پہونچا۔ پھر شیخ نے فرمایا کہ غسل کرو اور کپڑے پاک صاف کرو اور اس کا طریقہ بھی سکھایا۔ اور وضو کرنے کا طریقہ بتلایا پھر نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور آگے بڑھکر شیخ نے ہم دونوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ نے کھڑے ہو کر اپنا مصلّی پانی پر بچھایا اور فرمایا آگے بڑھو اور اس مصلے پر کھڑے ہو جاؤ وہ شخص سجادہ پر کھڑا ہو کر پانی پر چلنے لگا یہانتک کہ نظر سے غائب ہو گیا۔ شاگرد نے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا نہایت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ

مجھے حضور کی خدمت میں اتنے سال ہوئے اور اب تک یہ بات حاصل نہیں ہوئی اور اسے ایک لحظہ میں ہو گئی اور ایسی بڑی کرامت اس سے صادر ہوئی شیخ نے رو کر فرمایا اے بیٹے میں کیا چیز ہوں یہ تو اللہ تعالے نے اسکے ساتھ کیا مجھے تو یہ ارشاد ہوا کہ فلاں ابدال کا انتقال ہوا ہے فلاں شخص کو اسکے قائم مقام کر دیں حکم بجالایا میں خود یہ چاہتا تھا کہ مجھے یہ مقام مل جائے اور یہ شیخ جلیل فاضل ان کو شیخ علی ابن مرتضے کہتے ہیں شیخ کبیر محمد ابن ابی باظل کے مرید ہیں ان کے سفر کے وقت ایک شاگرد نے یہ اشعار کہے تھے ؎

لیت شعری ای قوم اجدابت	فسقو ھابك ماوجه الفرج
مساقك الله الیھا رحمة	فنجاھلك ما علیھم من حرج

(ترجمہ) مجھے نہیں معلوم کس زمین میں قحط پڑا ہے جس کو تجھ سے سیراب کیا گیا۔ اے سرتا پا کشادگی اللہ تعالے نے تجھ کو وہاں اپنی رحمت سے بھیجا۔ تیری حرمت سے انپر کوئی نقصان نہ ہوگا۔ یعنی حق تعالے نے تمھیں ایسی جگہ بھیجا جہاں کے لوگوں کو آپ سے سیراب کرنا مقصود تھا اور مجھے اب تک نہیں معلوم وہ مکان کہاں ہے۔ جب وہ کوچ کر کے عدن پہونچے تو وہاں چند روز قیام کیا وہیں ان کی وفات ہوئی ان کی قبر وہاں مشہور ہے۔ لوگ زیارت کرتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۴۰) روایت ہے کہ شیخ کبیر جن کا نام جوہر ہے اور ان کی قبر عدن میں ہے غلام تھے اور آزاد ہونے کے بعد بازاروں میں خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور فقراء کی مجلسوں میں آتے جاتے اور ان سے اعتقاد رکھتے تھے اور وہ ان پڑھ تھے جب شیخ کبیر سعد حداد کے جو عدن میں مدفون ہیں وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے بعد شیخ کون ہوں گے۔ کہا جس کے سر پر سبز پرندہ تیسرے دن گرے میری موت سے جبکہ سب فقراء جمع ہوں وہی شیخ ہوگا۔ جب تیسرا دن ہوا اور لوگ قرأت و ذکر وغیرہ سے فارغ ہو کر شیخ کے ارشاد کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ ایک سبز پرندہ ان کے قریب آگرا بڑے بڑے فقرا اس خواہش میں تھے کہ ہم پر گرے۔ یہ لوگ اسی انتظار اور تمنا میں تھے کہ تقدیر سے کیا ظاہر ہو ناگاہ وہ پرندہ اڑ کر جوہر کے سر پر گرا۔ حالانکہ یہ نہ انھیں خیال تھا نہ اور فقراء کو گمان تھا۔ فقراء ان کی طرف دوڑے تاکہ انھیں سجادہ نشین کریں اور شیخ بنائیں اور وہ روتے تھے اور کہتے تھے میں شیخ بننے کے قابل نہیں ہوں میں ایک بازاری آدمی ہوں اور ان پڑھ

ہوں، طریقہ فقراء کا جانتا نہیں ہوں نہ ان کے آداب سے واقف ہوں اور لوگوں سے میرا لین دین اور معاملہ ہے۔ انھوں نے کہا یہ حکم آسمانی ہے جو نازل ہوا ہے حق تعالیٰ تیری تعلیم میں معاونت اور سرپرستی کرینگے۔ وہی بزرگوں کے سرپرست ہیں۔ فرمایا تھوڑی دیر کے لئے مجھے چھوڑ دو تو جاکر لوگوں کے حقوق سے بری ہو آؤں۔ اُنھوں نے چھوڑ دیا اسی وقت اپنے مکان پر جاکر جملہ حق داروں کا حق ادا کیا پھر بازار چھوڑ کر گوشہ نشین ہوگئے اور ان کے پاس فقرا، خدمت گزین رہے حتیٰ کہ اپنے نام کے مثل جوہر ہی ہوگئے اُنکے بہت سے فضائل اور کرامات ہیں جن کا ذکر طویل ہے۔ خدا ہی کو پاکی ہے یہ اس کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور وہ بڑے فضل والا ہے۔ بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جس کی سرپرستی اللہ کی مہربانی اور نظر لطف فرمائے وہ اس سے بڑھ کر ہے جس کو تدبیر علمی باادب بنائے اور یہ قول بہت ہی اچھا ہے اور بعض بزرگ کہتے ہیں کہ سالک اپنے سلوک میں چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے ایک علم کا جو کہ اس کا حاکم بنے۔ ایک ذکر کا جو انس پیدا کرتا ہے۔ ایک پرہیزگاری کا جو اُسے بچائے رکھتی ہے۔ ایک یقین کا جو اُسے اعلےٰ مرتبہ پر پہنچاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے بزرگ کے قول کے موافق جسے رعایتِ حق حاصل ہو جائے وہ ان چار چیزوں سے مستغنی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اسی ایک رعایت حق سے صاحبِ علم و صاحب انس اور محفوظ ہوکر مقامِ بلند کیطرف اٹھالیا جائیگا۔ واللہ اعلم۔

حکایت (۲۴۱) روایت ہے کہ ابن سماک رضی اللہ عنہ نے ایک روز وعظ فرمایا اور اُن کو اپنا وعظ بہت پسند آیا۔ گھر میں آکر سوئے تو خواب میں ایک قائل کو سنا یہ اشعار کہتا تھا ؎

یا ایہا الرجل المعلم غیرہ	ھلا لنفسک کان ذا التعلیم
تصف الدواء لذی السقامۃ والضنی	ومن الضنا والداء انت سقیم
واراک تلقح بالرشاد عقولنا	صفۃ وانت من الرشاد عدیم
ابدا بنفسک فانہا عن غیہا	فاذا انتہت عنہ فانت حکیم
فہناک یقبل ما تقول ویقتدی	بالوعظ منک وینفع التعلیم
لا تنہ عن خلق وتاتی مثلہ	عار علیک اذا فعلت عظیم

(ترجمہ) اے غیروں کو تعلیم کرنے والے اپنے نفس کو یہ تعلیم کیوں نہ دی۔ تو بیماروں

اور لاغروں کو علاج بتلاتا ہے تو بھی تو لاغری اور مرض کا بیمار ہے تو ہدایت سے ہماری عقل پُر کر دیتا ہے اپنے بیان سے حال آنکہ اس ارشاد کی صفت سے تو خالی ہے۔ اپنے نفس سے ابتداء کر اور اسکو کجروی سے باز رکھ جب وہ باز رہے تو تو پورا حکیم ہے۔ اسوقت تیرا قول مقبول ہوگا اور تیرا وعظ قابلِ اقتداء ہوگا اور تعلیم بھی تیری نافع ہوگی لوگوں کو ایسی چیز سے منع نہ کر جسے تو خود کرتا ہو۔ اگر ایسا کرے تو تجھ پر بڑی عار کی بات ہے۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو قسم کھائی کہ ایک مہینہ وعظ نہ کہوں گا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ فضیل ابن عیاض اور محمد ابن سماک کی آپس میں ملاقات ہوئی فضیل ابن عیاض نے فرمایا کہ عالم دین کا طبیب ہے اور مال دین کی بیماری ہے۔ جب طبیب ہی اپنی طرف بیماری کھینچے تو دوسروں کا کیا علاج کریگا۔ اسی مضمون میں بعض فضلاء کے شعر ہیں ؎

ان زاد مالك لم تزدد به قنعا	اوزاد علمك لم تزدد به وجعا
اثرت دنياك مسرور الذاتها	وقد تركت التقى والزهد والورعا
وكيف ينفع علم منك سامعه	ولا يراك بدالك العلم منتفعا

(ترجمہ) اگر تیرا مال زیادہ ہو تو تجھ میں قناعت زیادہ نہیں ہوتی اور اگر تیرا علم زیادہ ہو تو تجھے درد اور فکر زیادہ نہیں ہوتا۔ تو نے دنیا کو لذت کی خوشی میں اختیار کرلیا ہے۔ اور تقوےٰ زہد اور پرہیزگاری چھوڑدی ہے۔ تیرا علم سامع کو کیونکہ نفع دیگا جب وہ تجھے ہی اس علم سے نفع حاصل کرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔

حکایت (۲۴۲) نقل ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسئلہ میں فتوےٰ دیا۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ اور فقہا اس مسئلہ میں آپ کے خلاف کرتے ہیں۔ ان سے حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا خدا برا کرے تو نے کہیں فقیہہ بھی دیکھا ہے۔ فقیہہ تو وہ ہے جو دنیا سے بچے۔ اور فرمایا لوگ دنیا میں پانچ قسم کے ہیں۔ ایک علماء وہ تو ورثۃ الانبیاء ہیں دوسرے زاہد جو رہبر ہیں تیسرے غازی جو سیف اللہ ہیں یعنی خدا کی تلوار ہیں۔ چوتھے تاجر جو اللہ کے امین ہیں۔ پانچویں بادشاہ جو مخلوق کے نگہبان ہیں۔ جب عالم لالچی اور مال جمع کرنے والا ہو جائے تو کس کی اقتداء کی جائے۔ اور جب زاہد دنیا کی طرف راغب ہو تو پھر کس سے راستہ طلب کیا جائے اور ہدایت حاصل کیا جائے۔ اور جب غازی ریاکار ہو اور ریاکار کا

کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا تو دشمن پر کس طرح فتح حاصل کی جائے اور جب تاجر خیانت کرنے لگے تو کس سے امانت داری ڈھونڈی جائے اور کسکو پسند کیا جائے۔ اور جب بادشاہ خود ہی بھیڑیا ہو جائے تو کون بکریوں کی حفاظت کرے اور چرواہی کرے۔ قسم ہے اللہ کی کہ علماء ہی نے لوگوں کو ہلاک کیا جو دین کی بابت مداہنت برتتے ہیں اور ان زاہدوں ہی نے جو دنیا کیطرف رغبت کرتے ہیں اور ان غازیوں نے جو ریاکار ہیں اور ان تاجروں نے جو خائن ہیں اور ان بادشاہوں نے جو ظالم ہیں اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔

حضرت شیخ صالح عالم و عامل امام فاضل عبدالعزیز دیرینی نے چند اشعار لکھے ہیں ؎

اذا ما مات ذو علم وتقوے	فقد ثلمت فی الاسلام ثلمة
وموت العابد المرضی نقص	ففی مراٰة للاسرار نسمة
وموت العادل الملك المولی	بحکم الحق منقصة وقصمة
وموت الفارس الضرغام هدم	فکم شهدت له بالنصر عزمة
وموت الفتی کثیر الجود محل	فان بقاءه خصب ونعمة
فحسبك خمسة یبکی علیهم	وموت الغیر تخفیف ورحمة

(ترجمہ) اگر کوئی صاحب علم متقی مرجائے تو اسلام میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے۔ اور عابد مقبول بارگاہ خدا کا مرنا بڑا نقص ہے جس کے دیدار سے باطن قلوب میں جان پڑتی ہے اور بادشاہ عادل سرپرست قوم کا بحکم الٰہی مرجانا بہت بڑا نقصان اور کمر توڑنے والا حادثہ ہے اور سوار بہادر کا مرجانا بنائے اسلام کا منہدم ہو جانا ہے جس کے ارادہ سے بااوقات نصرت حاصل ہوتی ہے اور سخی آدمی کا مرجانا قحط سالی ہے کیونکہ اس کی بقا میں نعمت و سرسبزی تھی۔ بس یہی پانچ ہستیاں ہیں جن پر رونا چاہیئے اور ان کے سوا دوسرے لوگوں کا مرجانا تخفیف اور رحمت ہے۔

حکایت (۲۴۳) مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ عبدالعزیز دیرینی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدین نے بیان کیا کہ میں شیخ کے ساتھ ایک سفر میں تھا ہم جنگل میں ایک قبر پر پہونچے اور شیخ اس قبر کے پاس بیٹھے رو رہے تھے میں نے ان سے اس کا حال دریافت کیا۔ فرمایا کہ اس قبر کا صاحب اولیاء اللہ سے ہے۔ میرا اسکے ساتھ ایک عجیب قصہ پیش آیا میں نے عرض کیا وہ کیا تھا، فرمایا میرا ایک شخص کے پاس ایک شہر میں کچھ کام تھا میں نے

اس ضرورت سے سفر کیا راستہ میں نماز مغرب کا وقت آگیا میں مڑ کر مسجد میں گیا وہاں ایک فقیر جماعت کی نماز پڑھا رہے تھے میں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی میں نے دیکھا کہ وہ فقیر قرأت میں غلطی کرتے تھے جس سے مجھے نماز میں تشویش ہوئی اور میں نے نماز ہی میں اپنے جی میں کہا کہ میں اپنی حاجت چھوڑ کر یہیں قیام کروں اور اس فقیر کو قرأت سکھا دوں یہ اولیٰ ہے یا اپنی حاجت کے لئے جانا اولیٰ ہے اور دل ہی دل میں معین کر رہا تھا۔ جب ہم نے نماز سے سلام پھیرے تو اس نے میری طرف التفات کی اور کہا اے شیخ عبد العزیز اپنے کام کو جاؤ جس کے پاس تم جانا چاہتے ہو وہ سفر کی تیاری کر رہا ہے تم اپنا کام کرو اور ہم کو اس غلطی سے کوئی ضرر نہیں ہے اور نہ تعلیم کی جس کا تم ارادہ کر رہے ہو کوئی ضرورت ہے سب مجھے ان کے کشف احوال پر تعجب ہوا اور ان کے فرمانے سے میں اپنے کام کو گیا اور میں نے بہت جلدی کی۔ جب اس شہر میں داخل ہوا تو وہ شخص جس سے میرا کام تھا سفر کے لئے سوار ہو چکا تھا اب مجھے دیکھ کر توقف کیا اور میری ضرورت پوری کی اور اگر میں تاخیر کرتا تو میرا مطلب فوت ہو جاتا اس سے میرا تعجب اور زیادہ ہوا اور اس فقیر کی محبت زیادہ ہوئی اور میں نے ان کی خدمت کی نیت کی تاکہ ان سے کچھ برکت حاصل کروں۔ چند ہی روز ان کی خدمت کر سکا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور یہ ان کی قبر ہے خدا ان سے راضی رہے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے آمین

حکایت (۲۴۴) بعض علماء سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ہم شہر مصیصہ میں تھے وہاں دو شخص تھے جو خلوت میں خدا سے کلام کرتے تھے — جب وہ وہاں سے جانے لگے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس علم کا کوئی ثمرہ نکالیں جو ہم پر حجت نہ ہو دوسرے نے کہا جو چاہو ارادہ کرلو میں بھی وہی کروں گا۔ کہا میں عزم کرتا ہوں کہ مخلوق کی بنائی ہوئی چیز نہ کھاؤں گا۔ میں بھی ان کے پیچھے چلا اور کہا میں بھی تمہارے ہمراہ ہوں۔ انہوں نے کہا اسی شرط پر۔ میں نے کہا میں بھی اسی شرط پر چلوں گا۔ پھر وہ دونوں کوہ لکام پر چڑھے اور مجھے ایک غار بتلا کر کہا کہ اس میں عبادت کرو میں اس میں داخل ہوا اور وہ دونوں میری قسمت کی روزی میرے پاس پہونچاتے تھے۔ ایک مدت تک میں وہاں رہا پھر میں نے کہا کہ کب تک یہاں قیام کروں گا اب طرطوس جاؤں اور مال حلال کما کر کھاؤں اور لوگوں کو علم دین کی تعلیم کروں اور قرآن سکھاؤں۔ میں وہاں سے چل کر طرطوس آیا اور ایک سال وہاں رہا ناگاہ ایک روز میں نے دیکھا

کہ ان میں سے ایک میرے پاس کھڑے ہوئے کہہ رہا ہے کہ تو نے عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی اگر تو ہماری طرح صبر کرتا تو جو کچھ ہمیں عطا کیا گیا ہے تجھے بھی ملتا۔ میں نے دریافت کیا کہ تمھیں کیا ملا کہا تین چیزیں ملیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایک قدم میں مشرق سے مغرب تک قطع کر لیتے ہیں دوسرے پانی پر چلتے ہیں۔ تیسرے لوگوں کی نظر سے جب چاہتے ہیں غائب ہو جاتے ہیں۔ پھر میری نظر سے غائب ہو گیا۔ میں نے کہا قسم ہے اُس ذات کی جس نے تجھے یہ حال عطا کیا ہے مجھ پر ظاہر ہو جا میرا دل بیقرار ہو رہا ہے وہ پھر ظاہر ہوا اور کہا کیا کہتے ہو کہو میں نے کہا کیا میں پھر ویسا ہی کر سکتا ہوں۔ کہا خائن کے پاس امانت کوئی نہیں سپرد کرتا۔ اور یہ اشعار پڑھے ؎

من سار دوه فابدی السر مشتهرا	لم یامنوا علی الاسرار ما عاشا
وابعدوه ولم یسعد بقربهم	وابدلوه مکان الانس ایحاشا
ومن اتاهم بهم لم یجبوه به	حاشا وداد هم من ذلکم حاشا
فکن بهم ولهم فی کل نائبة	الیهم ما لقیت الدهر هشاشا

(ترجمہ) جب کسی سے اسرار بیان کئے گئے اور اس نے ان اسرار کو مشتہر کر دیا۔ پھر زندگی بھر اس کو اسرار کا امین نہیں بناتے اور اسے اپنے سے دور کر دیتے ہیں اور تقرب کی نعمت اسکو نہیں دی جاتی اور بجائے انس کے وحشت اسے دیجاتی ہے۔ اور جو لوگ ان کے اسرار کی حفاظت کرتے ہیں اُن سے نہیں چھپاتے اور ان لوگوں کی محبت پاک ہے خیانت سے۔ ہر مصیبت و حادثہ میں انھیں کا ہو رہ۔ اور ان سے زندگی بھر خوشی منایا کرہ۔

حکایت (۲۴۵) یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اسم اعظم جانتے ہیں میں مکہ معظمہ سے انھیں سے ملنے کی غرض سے چلا اور ان سے ملاقات مصر کے ایک لنگر خانہ میں ہوئی جب مجھے اُنھوں نے ابتداءً دیکھا تو میری داڑھی لمبی تھی اور ہاتھ میں ایک بڑا لوٹا تھا اور ایک لنگی باندھے اور ایک اوڑھے پاؤں میں تسمہ دار جوتے پہنے تھا۔ جب اُنھوں نے دیکھا تو یہ صورت انھیں مکروہ معلوم ہوئی جب میں نے انھیں سلام کیا تو وہ میرے ساتھ حقارت سے پیش آئے اور ان کو میں نے بشاش نہ دیکھا۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ تو کہاں آ پھنسا اور ان کے پاس بیٹھ گیا۔ جب دو تین دن گذرے تو ان کے پاس ایک متکلم نے

آکر مناظرہ کیا اور ان پر غالب آگیا مجھے اس کا رنج ہوا اور آگے بڑھ کر میں نے اس سے گفتگو شروع کی اور اس مناظرہ کو اپنی طرف مائل کر لیا اور مناظرہ میں اُسے خاموش کر دیا پھر اور دقیق گفتگو شروع کی جس کو مناظر سمجھ بھی نہ سکا - یہ دیکھ کر ذوالنون متعجب ہوئے اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر مجھ سے آملے حالانکہ وہ مجھ سے بڑے تھے اور فرمانے لگے میں نے تمہارا علمی مرتبہ نہ پہچانا اور معذرت کی اب سب سے زیادہ میرے پاس تم بڑھے ہوئے ہو اسکے بعد اپنے سارے ساتھیوں اور مریدوں سے میری زیادہ وقعت کرتے تھے میں اسی حال سے ایک سال کامل ان کی خدمت میں رہا ایک سال کے بعد میں نے کہا اے استاد میں مسافر آدمی ہوں اور اب اہل وعیال سے ملنے کو جی چاہتا ہے - میں آپ کی خدمت میں سال بھر رہ چکا ہوں اور آپ پر میرا حق بھی ہے اور آپ نے میرا تجربہ بھی کر لیا ہے اور مجھے جانتے بھی ہیں - میں نے سنا ہے کہ آپ کو اسم اعظم معلوم ہے - اگر آپ کو معلوم ہو تو مجھے سکھا دیجئے - وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا - مجھے یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید انھوں نے سکھا دیا ہوا اور مجھے تبلایا نہ ہو کہ یہی اسم اعظم ہے اور چھ ماہ تک یہی حالت رہی - بعد اسکے ایک دن مجھ سے کہا کہ اے ابو یعقوب ہمارے فلاں دوست کو (ان کا نام لیا) تم نہیں جانتے جو ڈیرے میں رہتا ہے اور ہمارے پاس آیا جایا کرتا ہے - میں نے کہا جانتا ہوں - پھر ایک طبق میرے پاس لے آئے جس پر سرپوش ڈھکا ہوا تھا اور رومال لپٹا ہوا تھا اور فرمایا یہ اس شخص کے ڈیرے میں پہونچا آؤ میں نے طبق ہاتھ میں لے کر دیکھا وہ بہت ہلکا تھا گویا کہ اسمیں کچھ تھا ہی نہیں لنگر خانہ اور خیمہ کے درمیان کے پُل پر پہنچ کر مجھے یہ خیال آیا کہ اسے ضرور دیکھوں، چنانچہ رومال کھول کر سرپوش اُٹھایا ہی تھا کہ اس میں سے ایک چوہا نکل کر بھاگ گیا - مجھے غصہ آیا اور میں نے جی میں کہا کہ مجھ سے ذوالنون نے تمسخر کیا اور اسوقت میرا وہم ان کے مقصود کی طرف نہ گیا اور میں غصہ سے لوٹا - وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور قصہ تاڑ گئے اور فرمایا اے مجنون میں نے ایک چوہا تیرے پاس امانت رکھا تھا اسی میں تو نے خیانت کی اسم اعظم کیونکر تیرے پاس امانت رکھوں اسی وقت میرے پاس سے چلے جاؤ اور پھر کبھی میرے پاس نہ آؤ - ناچار میں لوٹ آیا -

حکایت (۲۰۶۳) عمر بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں

ایک مقبرہ میں ایک راہب پر گذرا جس کے سیدھے ہاتھ میں سفید کنکریاں اور بائیں ہاتھ میں سیاہ کنکریاں تھیں۔ میں نے کہا اے راہب یہاں کیا کرتے ہو کہنے لگا جب میں اپنے قلب کی تلاش کرنا چاہتا ہوں تو قبرستان میں آجاتا ہوں اور ان سے عبرت حاصل کرتا ہوں۔ میں نے کہا یہ کنکریاں تمہارے ہاتھ میں کیسی ہیں۔ کہا یہ اس لئے ہیں کہ جب کوئی عمل نیک کرتا ہوں تو ایک سفید کنکری کالی کنکریوں میں ڈالتا ہوں اور اگر کوئی گناہ کرتا ہوں تو ایک کالی کنکری سفید میں ڈالتا ہوں جب رات ہوتی ہے تو دیکھتا ہوں، اگر نیکیاں زیادہ ہوگئیں تو افطار کرتا ہوں۔ اور اپنا وظیفہ پڑھتا ہوں اور اگر گناہ زیادہ ہوئے تو نہ افطار کرتا ہوں نہ کچھ کھاتا پیتا ہوں یہی میرا حال ہے۔ والسّلام علیک۔

حکایت (۲۴۷) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ شیبان مجنون سے میں نے ملاقات کی۔ میں نے کہا میرے واسطے دعا کرو۔ کہا خدا تعالےٰ تم کو اپنے قرب کی موانست نصیب کرے اور ایک چیخ مار کر بیہوش ہوگئے اور دو دن کے بعد افاقہ ہوا۔ جب افاقہ ہوا تو ایک شعر پڑھا ؎

ان ذکرالحبیب ھیج شوقی	ثم حب الحبیب اذھل عقلی

(ترجمہ) دوست کے ذکر نے میرا شوق بھڑکایا پھر اسکی محبت نے میری عقل گم کردی۔ انھیں کے اشعار ہیں ؎

تری المحبین صرعی فی دیارھم	کفتیۃ الکھف لا یدرون کم لبسوا
واللہ لو حلف العشاق انھم	قتلی من الحب یوم البین ما حنثوا

(ترجمہ) تو عاشقوں کو دیار محبوب میں گرے پڑے ہوئے دیکھے گا جیسے کہ اصحاب کہف غار کے درمیان نہیں جانتے کس قدر ٹھہرے قسم ہے اللہ کی اگر عشاق قسم کھائیں کہ وہ فراق کے دن محبت کے مقتول ہیں تو حانث نہ ہونگے۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے علاء ابن زیاد رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا کہ ایک شخص نے مجھ سے خواب میں کہا کہ علاء ابن زیاد سے جاکر کہو کہ کتنا روؤ گے تمہاری مغفرت ہوگئی۔ یہ سنکر رونے لگے اور فرمایا کہ اب مجھ کو لازم ہے کہ میں اور بھی تسکین نہ پاؤں۔ کسی کے اشعار ہیں ؎

وما فی الارض اشقی من محب	وان وجد الھوی حلو المذاق

تراہ باکیا فی کلّ حین ۔۔۔ مخافۃ فرقۃ اولاشتیاق
فیبکی ان نأوا شوقا الیھم ۔۔۔ ویبکی ان دنو اخوف الفراق

(ترجمہ) زمین پر عاشق سے زیادہ کوئی مصیبت میں نہیں ہے۔ اگرچہ عشق خوش ذائقہ ہے اسے تو روتا دیکھے گا ہر وقت کبھی جدائی کے خوف سے کبھی شوق سے۔ اگر معشوق دور ہو توان کے شوق دیدار میں روتا ہے اور اگر قریب ہو تو فراق کے اندلیشہ سے روتا ہے۔

روایت ہے کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آدم علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا۔ آپ رو رہے تھے میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں کیا اللہ نے آپ کو بخش نہیں دیا اور پھر جنّت میں داخل کرنیکا وعدہ کیا۔ یہ سنکر انھوں مجھے ایک رقعہ دیا میں بیدار ہوا تو وہ رقعہ میرے ہاتھ میں تھا اور اس میں یہ لکھا تھا ؎

اتحرقنی بالنار من نار النوے ۔۔۔ ونار النوے نار اشد من النار
شغفت بجار لا بدار سکنتھا ۔۔۔ علی الجار ابکی لا علی سکنۃ الدار
ولو لم یعدنی بالرجوع الی المنی ۔۔۔ ھلکت ولکن نلت بالوعد اوطاری

(ترجمہ) کیا مجھے تو جدائی کی آگ میں جلاتا ہے حالانکہ جدائی کی آگ اس آگ سے زیادہ تیز ہے میں اس پڑوسی پہ عاشق ہوں نہ اس گھر پر جس میں میں رہا تھا (یعنی جنت پر عاشق نہیں ہوں بلکہ خدا پر عاشق ہوں جس کا قرب اسمیں حاصل تھا۔) میں اس ہمسایہ کی وجہ سے روتا ہوں نہ گھر کی سکونت پر اور اگر اس آرزو کی طرف دوبارہ لوٹانے کا مجھ سے وعدہ نہ فرماتے تو میں کبھی کا ہلاک ہو چکتا۔ لیکن میں نے وعدہ ہی سے بہت سے مقاصد پالئے۔

حکایت (۲۴۸) روایت ہے کہ سالم حداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابدال میں سے تھے اور فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے جاتے تھے اور جب اذان کی آواز سنتے تھے توان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور زرد پڑ جاتا تھا اور بیقرار ہو جاتے تھے اور دُکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھنے لگتے ؎

اذا ما دعا داعیکم قمت مسرعا ۔۔۔ مجیبا لمولی جل لیس لہ مثل
اجیب اذا نادی بسمع وطاعۃ ۔۔۔ وبی نشوۃ لبیک یا من لہ الفضل
ویصفر لونی خیفۃ ومھابۃ ۔۔۔ ویرجع لی عن کل شغل بہ شغل
وحقکم ما لذلی غیر ذکرکم ۔۔۔ وذکر سواکم فی فمی قط لا یحلو

متی یجمع الایام بینی وبینکم	ویفرح المشتاق اذ اجمع الشمل
فمن شاھدت عیناہ نور جمالکم	یموت اشتیاقاً نحوکم قط لا یسلو

(ترجمہ) جب تمہارا منادی پکارتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں بڑے مولا کی پکار قبول کرتے ہوئے جس کا کوئی مثل نہیں ہے جب بلاتا ہے تو گوش قبول سے سنتا ہوں اور اطاعت کو حاضر ہوتا ہوں اس حال میں کہ مجھے نشہ طاری ہوتا ہے اور کہتا ہوں لبیک اے مہربان میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور سارے اشغال چھوٹ جاتے ہیں اور ان کا شغل پیدا ہوتا ہے۔ تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا کوئی چیز مجھے مزا نہیں دیتی اور تمہارے غیر کا ذکر میرے منھ میں کبھی میٹھا نہیں ہوتا۔ زمانہ ہمارے تمہارے درمیان کب اجتماع کریگا۔ اور یہ مشتاق جب وصال ہوگا تب ہی خوش ہوگا جس کی آنکھوں نے تمہارے نور جمال کا مشاہدہ کیا وہ تمہارے اشتیاق میں ہی مرے گا۔ کبھی تسلی نہ پاویگا۔

حکایت (۲۴۹) فتح موصلی کے بعض مصاحبین سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں فتح کے یہاں گیا تو انھیں روتا ہوا پایا اور ان کے آنسو زردی مائل تھے۔ میں نے کہا تمھیں قسم ہے اللہ کی کیا خون روئے ہو۔ فرمایا اگر تو قسم نہ دیتا تو میں نہ بتلاتا۔ آنسو سے بھی رویا ہوں اور خون سے بھی رویا ہوں۔ میں نے کہا آنسو سے کیوں روئے ہو۔ فرمایا خدا سے دور رہنے پر میں نے کہا خون سے کیوں روئے ہو فرمایا اسلئے کہ شاید یہ رونا مقبول نہ ہوا ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ان کی وفات ہوئی تو میں نے انھیں خواب میں دیکھا۔ میں نے سوال کیا کہ حق تعالے نے تمہارے ساتھ کیا کیا فرمایا مجھے بخشدیا اور فرمایا اے فتح تم یہ سارا رونا کیوں روتے تھے میں نے کہا خداوندا تیرے حق سے کوتاہی کرنے پر۔ پھر فرمایا، خون کیوں روئے تھے۔ عرض کیا پروردگار اس لئے کہ شاید میری گریہ وزاری مقبول نہ ہوئی ہو۔ فرمایا اے فتح یہ تو نے کیوں کیا۔ تیرے محافظ فرشتے چالیس برس تک تیرا صحیفہ میرے پاس لاتے رہے اور اس میں کوئی گناہ تیرا نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

حکایت (۲۵۰) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جبال بیت المقدس میں سیر کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک شخص نظر پڑا جو خوف کی ازار پہنے اور امید کی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے کہاں سے تشریف لا رہے ہو۔ کہا حظیرۂ الانس سے۔ میں نے کہا کہاں جاؤ گے۔ کہا رحمت از

نفس کی طرف - پھر مڑ کر یہ اشعار پڑھتا ہوا چلا گیا ؎

من هجر الخلق كلهم وتخلى	فهو بالله طيب الخلوات
قال للنفس ساعدينى وجدى	ليس نقض لعهود فعل الثقات
ليس من يطلب الحبيب فتورًا	فاسبلى الدمع واهجرى الترهات
هل رأيتم مدللا فى عذاب	وعروسا تواصل لعبرات
ملك جائع غنى فقير	مشرق وجهه من الحسنات
لم يره عرسه الذى هو ماض	انما رام عرسه الذى هو آت
فلعمرى لتخلعن عليه	خلع العز مع جزيل الهبات

(ترجمہ) جو شخص ساری مخلوق کو چھوڑ کر خلوت گزین ہوا - اب وہ اللہ کے ساتھ اچھی خلوت والا ہے - اور نفس سے کہا میری موافقت کر اور کوشش کر کیونکہ نقض عہد ثقہ لوگو کا کام نہیں ہے طالب محبوب کا سُست نہیں ہوتا - آنسو بہا اور فضول باتیں چھوڑ - تم نے کبھی کسی کو عذاب میں بھی ناز کرتے دیکھا ہے - یا کسی دلہن کو دیکھا ہے جس کے آنسو مسلسل بہتے ہوں - وہ طالب صادق کا بادشاہ ہے اور فقیر بے پرواہ ہے - اس کا چہرہ نیکیوں سے چمکتا ہے - اسے اپنے فنا ہونے والی خوشی مطلوب نہیں بلکہ آنے والی خوشی منظور ہے - قسم ہے اپنی عمر کی البتہ پہنایا جائیگا اسکو خلعت عزت کا بڑی بڑی بخششوں کے ساتھ -

حکایت (۲۵۱) ایک بزرگ سے مروی ہے - کہتے ہیں کہ میں اپنی ایک ضرورت سے چلا - میں جنگل میں تھا کہ ناگاہ ایک شخص نظر آیا جو ایک کانٹے دار درخت کے گرد گھوم کر کھجوریں توڑتا تھا اور کھاتا تھا - میں نے سلام کیا اس نے کہا وعلیکم السلام آگے بڑھ اور کھا - اور میں اپنے اونٹ پر سے اترا اور درخت کی طرف بڑھ کر تر کھجور توڑنے لگا - جب کوئی کھجور میں توڑتا تھا تو وہ میرے ہاتھ میں کانٹا ہو جاتا تھا - وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا - افسوس اگر تو خلوت میں اسکی اطاعت کرتا تو جنگلوں میں وہ تجھے کھجوریں کھلاتا - اور ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ذوالنون رح کے ہمراہ جنگل میں تھا اور ہم کیکر کے درخت کے نیچے اترے - ہم نے کہا یہ کیا ہی اچھی جگہ ہے اگر اسمیں کھجور ہوتے - ذوالنون رح نے مسکرا کر فرمایا کھجور کو جی چاہتا ہے - یہ کہکر انھوں نے درخت کو پکڑ کر ہلایا اور کہا اے درخت قسم ہے اسکی جس نے تجھے پیدا کیا ہے اور درخت بنایا ہے عمدہ عمدہ کھجوریں گرائیو - پھر اسے ہلایا تو اس سے عمدہ کھجوریں گریں -

ہم پیٹ بھر کر کھا کر سو رہے۔ پھر ہم نے اس درخت کو ہلایا تو سوائے کانٹے کے کچھ نہ گرا۔

محمد ابن مبارک صوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا بیت المقدس کے راستہ میں ہم قیلولہ کے وقت ایک انار کے درخت کے نیچے پہنچے۔ ہم نماز پڑھ رہے تھے کہ اس پیڑ کی جڑ میں سے آواز آئی کہ اے ابو اسحاق ہم سے کچھ تناول کر کے ہماری عزت افزائی کرو۔ ابراہیم ادہم نے اپنا سر جھکا لیا۔ اسیطرح تین بار کہا۔ پھر کہا اے محمد کچھ تم سفارش کرو کہ کچھ ہم سے تناول کریں۔ میں نے کہا اے ابو اسحق کچھ آپ نے سنا۔ انھوں نے کھڑے ہو کر دو انار توڑے۔ ایک انھوں نے کھایا اور ایک مجھے دیا۔ میں نے کھایا تو وہ ترش تھا اور درخت بھی بہت چھوٹا تھا۔ جب ہم زیارت سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو وہ درخت بہت اونچا ہو گیا تھا اور اس کے انار میٹھے ہو گئے تھے اور اس میں ہر سال دو بار پھل آتا تھا اور اس کا نام (رمانۃ العابدین ہو گیا) یعنی عابدوں کا انار۔ اسکے سایہ میں عابد لوگ ٹھہرا کرتے تھے

حکایت (۲۵۲) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور میں اور میری بی بی ہم دونوں ایک تختے پر رہ گئے اس حالت میں اسکے لڑکی تولد ہوئی اس نے مجھ سے چلا کر کہا کہ میں پیاس کے مارے مری جاتی ہوں۔ میں نے کہا خداوند عالم ہر جگہ موجود ہے ہماری حالت دیکھ رہا ہے اور آنکھ اٹھا کر آسمان کیطرف دیکھا تو ہوا پر ایک آدمی نظر پڑا اسکے ہاتھ میں ایک سونے کی زنجیر تھی اس زنجیر میں ایک سرخ یاقوتی کوزہ لٹک رہا تھا۔ مجھسے کہا یہ پانی ہے اسے پیو۔ میں نے وہ کوزہ لے لیا اور ہم دونوں نے اس سے سیراب ہو کر پانی پیا وہ پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ میں نے پوچھا تم کون ہو تم پر خدا رحم کرے کہنے لگا میں تیرے مالک کا غلام ہوں میں نے پوچھا کہ تو اس مرتبے پر کیونکر پہنچا۔ کہا میں نے اسکی رضامندی کے لئے اپنی ہوائے نفسانی ترک کی تو اس نے مجھے ہوا پر بٹھایا۔ پھر میری نظر سے غائب ہو گیا اور میں نے پھر کبھی انھیں نہیں دیکھا۔ خدا ان سے راضی ہووے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ہم عسقلان میں تھے تو ایک جوان ہمارے پاس آیا جایا کرتا تھا اور گفتگو کیا کرتا تھا۔ جب ہم فارغ ہو جاتے تو نماز میں مصروف ہو جاتا تھا۔ ایک روز مجھ سے رخصت ہونے آیا اور کہا میں اسکندریہ جاتا ہوں۔ میں اس کے ہمراہ ہو لیا اور چند درہم میں نے ان کو دیئے۔ انھوں نے لینے سے انکار کیا میں نے اصرار کیا۔

انھوں نے اسی وقت ایک مٹھی بھر ریت لوٹے میں ڈالا اور سمندر کا پانی اسمیں ملایا اور کچھ پڑھا فوراً وہ گھلا ہوا ستو ہو گیا جسمیں شکر بھی ملی ہوئی تھی۔ پھر کہا جس کا حال یہ ہو اسکو تمہارے درہم کی کیا ضرورت ہے۔ پھر اشعار ذیل پڑھنے لگے ۔

بحق الھوی یا اھل ودی تفھموا	للسان وجود بالوجود غریب
حرام علی القلب تعرض للھوے	یکون لغیر الحق فیہ نصیب

(ترجمہ) قسم ہے محبت کی لے میرے دوستو سمجھ لو۔ زبانی وجود وجود حقیقی کے ساتھ نادر ہے۔ حرام ہے اس قلب پر جو عشق کے درپے ہے کہ اسکے قلب میں غیر حق کا کچھ بھی حصہ ہو۔

حکایت (۲۵۳) شیخ ابو تراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدین سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ابو تراب کے ہمراہ مکہ کے راستے میں تھے وہ راستہ سے ہٹ کر ایک کنارہ پر گئے۔ ان کے ایک مرید نے عرض کیا حضرت میں بہت پیاسا ہوں، انھوں نے اُسی وقت اپنی ایڑی زمین پر ماری ناگاہ ایک چشمہ نکلا جس کا پانی بہت میٹھا تھا، اس شخص نے کہا میں پیالہ میں پینا چاہتا ہوں اسی وقت زمین پر ہاتھ مارا اور پیالہ نہایت ہی عمدہ شیشہ کا دیا اور وہ پیالہ مکہ معظمہ تک ہمارے پاس رہا۔ استاذ ابی علی دقاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یعقوب ابن لیث کو ایک بیماری پیدا ہوئی جس کے علاج سے تمام اطبا عاجز آگئے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تیسری ولایت میں ایک نیک مرد ہے جس کا نام مبارک بن عبداللہ ہے۔ اگر وہ دعا کرے تو شاید حق تعالیٰ اسکی دعا قبول فرماویں۔ چنانچہ وہ بلوائے گئے اور ان سے کہا کہ میرے واسطے دعا کرو سہل نے فرمایا کہ میری دعا کیونکر مقبول ہو سکتی ہے جبکہ تیری قید میں مظلوم ہیں۔ اُس نے سارے قیدیوں کو اسی وقت آزاد کر دیا۔ اسوقت حضرت نے دعا کی اے اللہ جیسا کہ تو نے اُسے معصیت کی ذلت دکھائی اب اطاعت کی عزت بھی دکھادے اور دفع کردے اسکی بیماری۔ وہ اچھا ہو گیا۔ اس نے آپ کی خدمت میں بہت سا مال پیش کیا شیخ نے لینے سے انکار کیا۔ لوگوں نے کہا اگر آپ وہ لیکر فقرا کو دیتے تو اچھا ہوتا، انھوں نے جنگل کی کنکریوں کی طرف نگاہ کی تو سب کے سب جواہر بنگئے۔ پھر فرمایا جس کو اتنی دولت ملتی ہے کیا وہ یعقوب ابن لیث کے مال کا محتاج ہے۔

حکایت (۲۵۴) سعید ابن یحیٰی بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عبدالواحد بن زید کے پاس میں گیا وہ ایک سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے کہا اگر آپ اپنے لئے توسیع رزق کی دعا کرتے تو مجھے امید ہے کہ قبول ہوتی فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی حاجتوں

کو خوب جانتا ہے پھر مٹھی بھر کنکریاں زمین سے اُٹھا کر کہا اے اللہ اگر تو چاہے تو انھیں سونا کر دے ناگاہ وہ ان کے ہاتھ میں سونا بن گئیں اُنھیں میری طرف پھینکا اور فرمایا اپنی ضرورت کے لئے خرچ کرو۔ دنیا میں کوئی خیر نہیں سوائے اُسکے جو آخرت کے لئے ہو۔ ابوزید فرماتے ہیں میرے یہاں استاذ ابو علی سندھی تشریف لائے ان کے پاس ایک توشہ دان تھا جب اُسے جھاڑا تو اس میں سب جواہر بھرے تھے۔ میں نے کہا یہ کہاں سے ملے فرمایا میں یہاں ایک جنگل میں پہونچا تو وہ انھیں جواہر سے مانند چراغ کے چمک رہا تھا۔ میں نے اتنا اس میں سے اُٹھا لیا۔ اور شیخ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ کے راستہ میں ایک روز بہت تھکا ہوا تھا۔ ناگاہ ایک ہمیانی چمک رہی تھی اور اس میں دینار تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے اُٹھا لوں اور فقراء مکہ پر خرچ کروں۔ ناگاہ ہاتف نے آواز دی کہ اگر تو اسے اُٹھائیگا تو تیری فقیری چھن جائیگی۔

حکایت (۲۵۵) روایت ہے کہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی بیوی بڑی بد خلق تھیں ایک دن کہنے لگیں اگر خدائے تعالےٰ تمہارے پاس کوئی فتوحات نہیں بھیجتا ہے تو مزدوری کرو اور کسی مزدوری دینے والے کی خدمت کرو۔ حضرت جنگل میں تشریف لے گئے اور دن بھر عبادت میں مشغول رہے پھر گھر کو لوٹے اور بی بی کے ڈر سے شرمندہ اور پریشان خاطر تھے۔ آتے ہی بی بی نے پوچھا مزدوری کہاں ہے فرمایا جس کی میں نے مزدوری کی ہے وہ شخص بہت سخی ہے۔ میں نے مزدوری مانگنے میں جلدی نہیں کی اور مجھے شرم آئی۔ اسی طرح کئی دن گذر گئے کہ جنگل میں جاکر عبادت کرتے اور رات کو گھر آتے جب بی بی دریافت کرتیں تو کہتے مجھے اجرت میں جلدی کرتے شرم آتی ہے۔ جب بہت دن گذرے تو بی بی نے کہا یا تو اُن سے اجرت اپنی لے آؤ یا اور کسی کی مزدوری کرو چنانچہ ان سے وعدہ کیا کہ آج ضرور اجرت طلب کرونگا اور موافق عادت کے جنگل کی طرف چلے جب شام ہوئی تو گھر آئے لیکن بی بی کی بدمزاجی سے ڈرے ہوئے تھے۔ جب دروازہ پر پہونچے تو دیکھا دھواں اُٹھ رہا ہے اور دسترخوان چنا ہوا تھا اور بی بی خوش خوش پھر رہی تھیں دیکھتے ہی کہنے لگیں تمہارے مستاجر نے کریموں ہی کی سی اجرت روانہ کی اور اُسکے قاصد نے مجھ سے کہا کہ حبیب سے کہو کہ عمل میں زیادہ کوشش کرے اور یہ سمجھ لے کہ ہم نہ ہونے کی وجہ سے اجرت میں تاخیر نہیں کرتے ہیں نہ بخیلی کی وجہ سے۔ اپنی آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش رکھے۔ پھر اُنھیں چند توڑے دیناروں کے بھرے ہوئے

دکھائے یہ دیکھ کر حضرت بہت روئے اور فرمانے لگے یہ اجرت اُس نے بھیجی ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں یہ سنکر بی بی نے بھی توبہ کی اور قسم کھائی کہ پھر کبھی انھیں ایسی تکلیف نہ دیگی۔

حکایت (۲۵۶) روایت ہے کہ عطاء ارزق رضی اللہ عنہ کو ان کی بی بی نے دو درہم دیئے تاکہ اس کا آٹا خرید کر لادیں جب آپ بازار کو چلے تو راستہ میں ایک غلام کو دیکھا کہ کھڑا رو رہا ہے جب اس سے وجہ پوچھی تو اُس نے کہا کہ مجھے مولےٰ نے دو درہم دیئے تھے سودے کے لئے۔ وہ کھو گئے۔ اب وہ مجھے ماریگا۔ حضرت نے دونوں درہم اُسے دیدیئے اور شام تک نماز میں مشغول رہے اور منتظر تھے کہ کچھ ملے کچھ میسر نہ ہوا۔ جب شام ہوئی تو اپنے ایک دوست بڑھئی کی دُکان پر بیٹھ گئے۔ اُس نے کہا یہ کھورا لیجاؤ۔ تنور گرم کرنے کی ضرورت ہو تو کام آئیگا۔ اور کچھ میرے پاس نہیں جو آپ کی خدمت کروں۔ آپ وہ کھورا ایک تھیلہ میں ڈال کر گھر تشریف لے گئے اور دروازے ہی سے وہ تھیلا گھر میں پھینک کر مسجد تشریف لے گئے اور نماز پڑھ کر بہت دیر تک بیٹھے رہے تاکہ گھر والے سو جائیں اور ان سے مخاصمت نہ کریں۔ پھر گھر آئے تو دیکھا وہ لوگ روٹی پکار ہے تھے۔ فرمایا تمھیں آٹا کہاں سے ملا۔ کہنے لگے وہی ہے جو آپ تھیلے میں لائے تھے۔ ہمیشہ اسی شخص سے آٹا خرید کر لایا کیجئے جس سے آج خریدا ہے۔ فرمایا انشاء اللہ میں ایسا ہی کرونگا۔

حکایت (۲۵۷) بعض بزرگوں سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ بصرہ کے ایک عابد لکڑیوں کا بوجھ خریدنے چلے۔ ایک مسجد سے اقامت کی آواز سنی ویسے ہی راستہ چھوڑ کر مسجد کی طرف چلے۔ راہ میں ایک ہمیانی نظر پڑی اسپر لکھا ہوا تھا کہ اس ہمیانی میں تنو دینار ہیں۔ انھوں نے اسکی طرف التفات بھی نہ کی اور اپنی نماز میں مشغول ہوئے۔ پھر وہاں سے چلکر بازار میں آئے اور لکڑیوں کا بوجھ خرید کر گھر لائے۔ جب بوجھ کھولا تو وہ ہمیانی اُسکے اندر رکھی ہوئی دیکھی۔ آپ نے آسمان کیطرف آنکھ اُٹھا کر فرمایا کہ اے اللہ جیسا کہ تو اپنے بندہ کا رزق فراموش نہیں کرتا ہے اسی طرح اسے بھی توفیق دے کہ وہ اوقاتِ ذکر میں تیرا ذکر نہ بھولے اور کہتے جاتے تھے اگر تو اسکی عبادت میں مشغول ہوتا اور اسکی نافرمانی سے اپنے نفس کو بچاتا تو بڑے بڑے لطف دیکھتا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ابوالخیر کے یہاں گیا۔ آپ نے مجھے دو سیب دیئے میں نے جی میں کہا کہ انھیں نہ کھاؤں گا اور برکت کے لئے رکھ چھوڑوں گا اور جیب میں

ڈال لئے مجھ پر کئی کئی فاقے گذر جاتے تھے لیکن انھیں نہیں کھاتا تھا۔ ایک دفعہ مجھ پر بڑا ہی فاقہ گذرا۔ مجبوراً اس میں سے ایک سیب نکال کر کھایا۔ پھر دوسرے کے نکالنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو دونوں موجود تھے۔ میں ہمیشہ ان میں سے کھاتا رہا حتیٰ کہ ایک بار موصل میں گیا۔ وہاں میرا ایک ویرانہ پر گذر ہوا ناگاہ ایک مریض کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے سیب کی خواہش ہے اور زمانہ سیب کا نہ تھا۔ میں نے وہ سیب نکال کر اسکو دیئے انکو کھاتے ہی اسکی روح نکل گئی اسوقت مجھے معلوم ہوا کہ شیخ نے اس مریض کے لئے سیب دیئے تھے۔

حکایت (۲۵۸) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں ایک خراسانی جوان تھا اور ایک ہفتہ ہماری مسجد میں رہا اور کچھ نہ کھایا۔ میں کھانا حاضر کرتا تھا تو وہ شخص انکار کرتا تھا، ایک دن ایک سائل آیا۔ اس جوان سے کہا اگر تو خدا ہی کی طرف متوجہ ہوتا تو تجھے وہ غنی کر دیتا۔ اس نے کہا میرا یہ رتبہ کہاں ہے۔ اس خراسانی نے کہا تو کیا مانگتا ہے۔ کہا جس سے قوت لایموت ہو جائے اور ستر عورت ڈھک جائے اس شخص نے محراب کیطرف کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک نیا کپڑا اور طبق میووں سے بھرا ہوا لایا اور سائل کو دیا۔ ذوالنون نے کہا میں نے اس سے سوال کیا کہ اے عبداللہ تیرا اللہ کے نزدیک یہ رتبہ ہے اور تو نے ایک ہفتہ سے کچھ نہ کھایا۔ یہ سنکر وہ دو زانو ہو بیٹھا اور کہنے لگا اے ابوالفیض جن کے دل نورِ رضا سے بھرے ہوں ان کی زبان سوال کے لئے کیونکر کھلے۔ میں نے کہا کیا رضامندی والے سوال نہیں کرتے۔ کہا کوئی ناز و ادا سے مانگتا ہے۔ کوئی عنایت سے مانگتا ہے کوئی دوسرے کی مہربانی کے لئے مانگتا ہے۔ پھر اقامت ہوئی اور اس نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور لوٹا لیکر باہر نکلا گویا رفع حاجت کے لئے جا رہا ہے۔ میں نے دوبارہ اسے نہ دیکھا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۲۵۹) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم ابراہیم ابن ادہم کے ہمراہ ساحلِ سمندر پر تھے۔ وہاں ہم ایک بن میں پہونچے جہاں بہت سی خشک لکڑی پڑی تھی۔ ہم نے کہا اگر ہم رات یہیں بسر کرتے اور اس خشک لکڑی کو جلاتے تو اچھا ہوتا۔ فرمایا اچھی بات ہے رہ جاؤ۔ ہم نے آگ جلائی اور ہمارے پاس روٹی تھی اُسے سینک کر کھانے لگے ہم میں سے ایک نے کہا یہ انگارے کیا اچھے ہیں اسوقت گوشت ہوتا تو خوب بھونا جاتا۔ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے

کھلانے پر قادر ہے۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک شیر ایک اونٹ بھگا لایا اور ہمارے قریب آکر اسی پکڑ لیا اور اسکی گردن توڑ دی۔ حضرت کھڑے ہوئے اور فرمایا اسے ذبح کر دو۔ یہ خدا نے تمھیں کھلایا ہے۔ ہم نے اس کا گوشت بھونا اور شیر کھڑا دیکھ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دن وضو کی ضرورت ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جواہر کا کوزہ پانی سے لبریز اور ایک مسواک چاندی کی جو ریشم سے زیادہ نرم ہے رکھی ہے۔ میں نے مسواک کی اور وضو کر کے وہاں سے گیا۔ اور فرمایا کہ میں ایک سفر میں کئی دن تک رہا۔ کوئی شخص مجھے نظر نہ آیا بلکہ کوئی جاندار پرندہ تک بھی نہ دیکھا۔ ناگاہ ایک شخص آیا، نہ معلوم وہ کہاں سے نکلا اور مجھ سے کہا اس درخت سے کہو کہ دینار اسمیں لگیں۔ میں نے کہا اے درخت دیناروں سے لد جا۔ اسمیں کوئی دینار نہ پیدا ہوا۔ پھر اس نے کہا اے درخت دیناروں سے بھر جا۔ ناگہاں اسکے سارے پھل دینار بن گئے اور اس میں لٹکنے لگے۔ میں اسکو دیکھنے میں پھر پھر کے دیکھا تو اسکا پتہ بھی نہ تھا اور وہ دینار بھی بدل گئے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حکایت (۲۶۰) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک میرا ہمراہی دونوں ایک پہاڑ پر عبادتِ خدا میں مشغول تھے۔ میرا ساتھی نباتات پر گذر کرتا تھا اور میرے پاس ایک ہرنی آتی اور قریب آکر پاؤں پھیلاتی اور میں اس کا دودھ پیتا تھا۔ اسی حالت پر ہم ایک مدت تک رہے اور میرا ساتھی مجھ سے بہت دور رہتا تھا ایک دن وہ میری زیارت کے واسطے آیا اور کہنے لگا ہمارے قریب کچھ لوگ بدوی آٹھہرے ہیں چلو ان کے یہاں جائیں شاید کچھ دودھ وغیرہ ملجائے۔ میں نے منع کیا وہ اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے بھی اسکی موافقت کی۔ ہم وہاں گئے۔ اُن لوگوں نے ہمیں کھلایا اور پھر وہاں سے اپنی جگہ پر لوٹ آئے اور میں وقت پر اس ہرنی کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہ آئی اور وہ دودھ منقطع ہو گیا۔ میں نے جانا کہ یہ میرے اس گناہ کے سبب سے ہوا جو میں نے کیا باوجودیکہ میں ہرنی کے دودھ کے سبب سوال سے مستغنی ہو چکا تھا۔ مولف فرماتے ہیں ظاہر گناہ یہاں پر تین وجوہ سے ہوا ہے۔ پہلا توکل سے نکلنا جسمیں داخل ہو چکا تھا دوسرا طمع اور ترکِ قناعت اس رزق پر جس پر وہ مستغنی تھا۔ تیسرا کھانا طعام خبیث کا جو طیب نہ تھا۔ اس سبب سے اس رزق حلال سے محروم ہوا جس کو عنایتِ الٰہی و کرم سے محض اپنی بخشش و کرم سے بطور کرامت کے ایجاد فرما کر اولیاء کی کرامت کا اظہار فرماتے تھے اس کے لئے برتن بھی پاک ہی درکار تھا جیسے کہ وہ تحفہ تھا اور اس نے برتن کو ایسی نجاست سے نجس کیا کہ اسکی پاکی استغفار کے غسل خانہ میں صدق نیت کے صابون اور توبہ کے پانی سے دھوکر اسپر توکل کا پانی نہ بہایا جائے

نہیں ہوسکتی جو غسلخانہ کی اخیر شب کی نہر کے کنارے پر واقع ہو پھر آنکھوں کے پانی سے صاف کیا جائے اور وفا کا گلاب چھڑکا جائے اور اسپر آیت وحدیث پڑھی جائے اور دل کے کان اور قلب کے یقین سے سنے جب کہیں وہ نجاست دور ہوسکتی ہے جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اسکے واسطے کافی ہے۔ اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیساکہ حق ہے تو تمھیں رزق پہونچاتا جیساکہ رزق پہونچاتا ہے پرندوں کو کہ خالی پیٹ صبح کو گھونسلے سے نکلتے ہیں اور پیٹ بھرے ہوئے لوٹتے ہیں پھر یہ دو بیتیں اسے سنائی جائیں جن کو دل کے کانوں سے سنیئے ؎

حقیقۃ العبد عندی فی توکلہ	سکون احساسہ عن کل مطلوب
وان تراہ لکل الخلق مطرحا	یصون اسرارہ عن کل محبوب

(ترجمہ) بندہ کی حقیقت توکل میں میرے نزدیک یہ ہے کہ ہر مطلوب کا احساس ہی اسی نہ ہو اور سکون ہوجائے۔ اور یہ دیکھ اپنے کو ساری مخلوق سے مجرا ہوا اور محفوظ رکھے اپنے اسرار کو ہر محبوب سے۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا اگر اسکی تعمیل کی قدرت نہ ہو اور وہ ہماری طرح اس سے عاجز ہو تو اسے اعتراف کرنا چاہیئے جس طرح کہ میں نے اعتراف کیا ہے یعنی اپنی نحوست کا اور اپنے نفس کی برائی میں میں نے جو اشعار کہے ہیں انھیں پڑھنا چاہیئے۔ ؎

الٰھی ھا انا العاصی خلیا ✦ من الاحسان حلو للمساوی ✦ فلا فعلی لاقوال مضاھے ولا قولی لافعال مساوی ✦ کذوبا خائنا کراوف عھدا ✦ ولو اوفق بمضمونہ الدعاوی فسامح مذنبا وارحم ضعیفا ✦ وانس موحشا فی القبر ثاوی۔ فقد عودتنا السراء فضلا وعنا انت للضراء زاوی ✦ لنا معروفک المعروف بحر ✦ بہ العطشان للغفران راوی

(ترجمہ) الٰہی میں ہی ہوں وہ گناہگار جو خالی ہے نیکیوں سے اور برائیوں سے پر ہے نہ میرے افعال اقوال کے مشابہ ہیں نہ میرے اقوال افعال کے مشابہ ہیں۔ جھوٹا، خیانت دار، عہد شکن اور کسی دعوی پر سچا نہ نکلنے والا۔ اس گناہگار سے چشم پوشی کر اور ضعیف پر رحم کر اور اسے انس دے جب قبر میں وحشت کے ساتھ مقیم ہو۔ تو ہی نے اپنے فضل سے آرام کا عادی بنایا ہے اور تو ہی ہم سے تکلیف دور کرے گا۔ ہمارے لئے تیرا مشہور احسان دریا ہے جسمیں مغفرت کے پیاسے سیراب ہوتے ہیں۔

حکایت (۱۲۶) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مصر سے نکل کر ایک گاؤں کو چلا۔ راستہ میں ایک جگہ سو رہا جب آنکھ کھلی اور بیدار ہوا تو ناگاہ ایک اندھی چڑیا

درخت سے نیچے گر پڑی۔ اسی وقت زمین پھٹی اور اسمیں سے دو تشتریاں نکلیں ایک سونے کی دوسری چاندی کی۔ ایک میں تل تھے اور دوسری میں گلاب تھا یا خالص پانی تھا اس سے کھاتی تھی اور اس سے پانی پیتی تھی۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ مجھے یہ عبرت کافی ہے اور اپنے مولیٰ کے دروازہ کو پکڑ لیا یہاں تک کہ مجھے مقبول کر لیا۔ منقول ہے کہ ایک نیک مرد طلب رزق میں چلا کھیتوں کی کٹائی کا زمانہ تھا۔ راستہ میں بارش ہوئی تو وہاں ایک غار میں نظر ڈالی۔ وہاں ایک عقاب اندھا نظر آیا یہ دیکھکر اسے فکر ہوئی کہ یہ کہاں سے کھاتا ہو گا ناگاہ ایک کبوتری غار میں گھونسلا بنانے کے واسطے آئی اور اتفاق سے اس عقاب پر گر پڑی۔ عقاب نے اُسے پکڑ کر کھایا۔ وہ شخص یہ دیکھ کر اپنے گھر آیا اور اللہ پر متوکل رہا۔

حکایت (۲۶۲) ایک لیٹرے قطاع الطریق (ڈاکو) کُردی سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک بار ہم قطع طریق اور لوٹ مار کے ارادے سے چل کر ایسے مقام پر پہونچے جہاں تین درخت تھے۔ میں اور میرے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان تینوں درختوں میں سے ایک میں پھل نہ تھا اور ایک چڑیا ایک کھجور میں سے جسمیں کھجور لگے ہوئے تھے کھجور توڑ کر اس درخت پر جسمیں کھجور نہ تھے لیجاتی تھی۔ دس بار اس نے ایسا کیا اور میں دیکھ رہا تھا۔ میرے دلمیں خیال گذرا کہ چلکر دیکھوں۔ جب درخت پر چڑھا تو اُسکے سرے پر ایک سانپ تھا اور اسکا منھ کھلا ہوا تھا اور چڑیا وہ کھجور لاکر اسکے منھ میں دیتی تھی۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا اور کہا اے مالک یہ سانپ ہے جس کے قتل کا تیرے نبی نے امر کیا ہے۔ جب تو نے اسے اندھا کیا تو اس کے رزق کے واسطے چڑیا کو معین کیا ہے جو اسکو خوراک بہم پہونچاتی ہے اور میں تیرا بندہ تیری وحدانیت کا مقر ہوں مجھے تو نے لوٹ مار پر مقرر کیا ہے۔ اسوقت میرے قلب پر یہ القا ہوا کہ اے شخص میرا دروازہ توبہ کیواسطے کھلا ہوا ہے۔ میں نے اپنی تلوار توڑ ڈالی اور سر پر خاک ڈالتے ہوئے چلاتے ہوئے الاقالہ الاقالہ یعنی توبہ توبہ کہتے ہوئے دوڑا (الاقالہ سے مراد یہاں ترک عمل قدیم ہے) ناگاہ ایک ہاتف کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے بھی تجھ سے اقالہ کیا (یعنی تیری توبہ قبول کی) پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا، اُنھوں نے کہا تجھے کیا ہو گیا تو نے ہمیں ڈرا دیا۔ کہنے لگا میں مردود تھا اب مجھ سے مصالحت کر لیگئی اور سارا قصہ ان لوگوں کو کہہ سنایا۔ انھوں نے کہا ہم بھی مصالحت کرتے ہیں۔ ہم سب نے اپنی تلواریں توڑ دیں اور کپڑے اتار پھینکے اور مکہ معظمہ کے قصد سے احرام باندھا اور تین دن تک جنگل میں چلتے رہے۔ پھر ایک قریہ میں داخل ہوئے اور ہمارا

گذر ایک اندھی بڑھیا پر ہوا اس نے ہم سے سوال کیا کہ تم میں فلاں کہہ دی (میرا نام لیکر) تو نہیں ہے۔ ہم نے کہا ہے۔ کہنے لگی میرا لڑکا مر گیا ہے اُس نے یہ کپڑے چھوڑے ہیں۔ میں نے تین شب پے در پے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ کپڑے فلاں کہدی کو دیدے۔ میں نے وہ کپڑے لے لیئے اور میں نے اور میرے ہمراہیوں نے پہنے پھر چلکر مکہ معظمہ پہونچے۔

حکایت (۲۶۳) مروی ہو کہ عبدالواحد ابن زید کے پاس کچھ اہلِ قریش بیٹھا کرتے تھے کہ ایک دن اُنھوں نے کہا کہ ہمیں اپنے اسباب کا اندیشہ رہتا ہے۔ حضرت نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں بوسیلہ اُس آپ کے بلند اسم کے سبب جسکے آپ اولیاء کو کرامت عطا کرتے ہیں جسکے ذریعہ آپ اپنے پسندیدہ محبین کو الفا کرتے ہیں آپ اسی وقت ہمیں ایسا رزق عنایت فرمائیے جس سے خیالات شیطانی ہمارے دل سے دور ہو جائیں تو مہربان منان قدیم الاحسان ہو اے اللہ ابھی ابھی۔ اُسی وقت چھت پھٹنے کی آواز آئی اور ان پر دینار برسنے لگے۔ پھر حضرت نے فرمایا اللہ پر غنی ہو جاؤ غیر ونکا اندیشہ نہ کرو۔ آپ کی حکم سے اُنھوں نے وہ دینار و درہم اُٹھا لیئے اور حضرت کچھ نہ لیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۶۴) حکایت ہے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ سمندر کے کنارے پر جاؤ وہاں ایک عجیب چیز دیکھو گے۔ حضرت سلیمان اپنے ہمراہی جن والنس کے ساتھ ساحل پر تشریف لے گئے۔ جب ساحل پر پہونچکر داہنے بائیں نظر کی تو کچھ نہ دیکھا آپ نے عفریت سے فرمایا کہ اس سمندر میں غوطہ لگا اور وہاں کی حالت مجھ سے آکر بیان کر اس نے غوطہ مارا ایک ساعت کے بعد اوپر آیا اور عرض کیا یا نبی اللہ میں نے اس دریا میں اتنے غوطے لگائے مگر اس کی تہہ کو نہ پہنچا نہ کوئی چیز مجھے نظر آئی۔ آپنے دوسرے عفریت کو حکم دیا کہ تو غوطہ لگا کر وہاں کی حالت مجھ سے بیان کر اس نے بھی غوطہ لگایا اور نکل کر وہی کہا جو پہلے عفریت نے کہا تھا اور اس نے پہلے والے سے دو گنے غوطے لگائے تھے۔ آپنے آصف برخیا سے کہا جو آپکے وزیر تھے جن کا حق تعالےٰ نے بھی ذکر کیا ہے وقال الذی عندہ علم من الکتاب (یعنی کہا اس نے جس کے پاس علم کتاب کا تھا۔ مراد اس سے آصف ابن برخیا ہیں) کہ اس کے اندر کا حال بیان کرو۔ اُنھوں نے فوراً ایک قبہ سفید کافوری حاضر کیا جس کے چار دروازے تھے، ایک موتی کا ایک یاقوت کا ایک ہیرے کا ایک زمرد سبز کا اور یہ سب دروازے کھلے ہوئے تھے اور ان میں ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں داخل ہوتا تھا، حالانکہ وہ قبہ سمندر کی تہ

میں تھا جس کا عمق اتنا گہرا تھا کہ عفریت نے اول جو غوطہ لگایا تھا اسی طرح کے تین غوطے نیچے ہی نیچے لگاتا تو تہ کو پہونچتا۔ اُنھوں نے جب حضرت سلیمان علیہ السّلام کے سامنے حاضر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اُس کے اندر ایک جوان خوبصورت صاف کپڑے پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے قبہ میں داخل ہو کر اسے سلام کیا اور فرمایا کہ تجھے اس دریا میں کس چیز نے پہونچایا۔ کہا اے نبی اللہ میرے باپ اپاہج تھے اور ماں نابینا تھیں میں نے ان کی ستر برس خدمت کی۔ جب میری والدہ وفات پانے لگیں تو اُنھوں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کی عمر دراز کر اور تیری عبادت میں گذارنے کی توفیق دے۔ جب باپ کی وفات کی نوبت آئی تو انھوں نے کہا اے خدا اس سے ایسی جگہ خدمت لے جہاں شیطان کا دخل نہ ہو۔ جب میں انھیں دفنا کر اس ساحل کیطرف آیا تو یہ قبہ نظر آیا میں اسکی خوبصورتی کے ملاحظہ کے لئے اندر داخل ہوا اتنے میں ایک فرشتہ نے آکر اسے قعر دریا میں اتار دیا۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تو کس زمانہ میں یہاں آیا تھا۔ کہا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کے زمانہ میں حضرتؑ نے تاریخ دیکھی تو معلوم ہوا کہ انھیں دو ہزار سال گذرے تھے۔ وہ شخص بالکل جوان تھا، ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا آپنے پھر دریافت کیا کہ تم اس سمندر کے اندر کیا کھاتے ہو۔ کہا اے نبی اللہ میرے پاس ایک سبز پرندہ اپنی چونچ میں ایک زرد چیز جو آدمی کے سر کے برابر ہے لے آتا ہے میں اُسے کھاتا ہوں اس میں دنیا کی ساری نعمتوں کا مزہ آتا ہے اور اس سے بھوک پیاس میری جاتی رہتی ہے اور گرمی سردی اور نیند اور سستی اور غنودگی وحشت سب کا سب اس سے دفع ہو جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ ہمارے ساتھ چلو یا ہم تمھیں تمھاری اپنی جگہ پر پہنچا دیں کہا نہیں مجھے اپنی جگہ پر پہونچا دیجئے۔ آپ نے آصف ابن برخیا سے فرمایا کہ انھیں اپنی ہی جگہ پر پہونچا دو چنانچہ انھوں نے پہونچا دیا۔ آپنے لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا دیکھو ماں باپ کی دعا کیسی مقبول ہے خدا تم پر رحم کرے حقوق والدین سے بچتے رہو۔ اے اللہ تو ہمیں بھی ان کی خدمت کی توفیق دے۔

حکایت (۲۶۵) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰ اس پرندہ کے مانند زندگی بسر کر جو تنہا رہتا ہے۔ درخت پر سے اپنی روزی کھاتا ہے اور خالص پانی یا نہر کا پانی پیتا ہے اور جب رات ہو جاتی ہے تو کسی غار میں پناہ گزین ہوتا ہے کیونکہ اُسے مجھ سے انس اور میرے نافرمانوں سے نفرت ہے۔ اے موسیٰ میں نے اپنے اوپر قسم کھائی ہے کہ کسی مدعی عمل کا

عمل پورا نہ ہونے دونگا اور جو غیر سے امید رکھتا ہے اسکی امید منقطع کر دوں گا اور جو میرے سوا پر تکیہ کریگا تو اسکی پیٹھ توڑ دونگا اور جو میرے غیر سے انس کرتا ہے اسکو وحشت میں ڈالوں گا جو غیر سے محبت کرے اس سے اعراض کروں گا۔ اے موسیٰ میرے بعض بندے ہیں اگر وہ مجھ سے سرگوشی کرتے ہیں تو میں کان لگا کر سنتا ہوں۔ اگر پکارتے ہیں تو ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اگر میری طرف آتے ہیں تو میں ان کو اپنے قریب کرتا ہوں اور تقرب ڈھونڈتے ہیں تو مواصلت عطا کرتا ہوں اور ان کی کفایت کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے سرپرست بناتے ہیں تو ان کی سرپرستی قبول کرتا ہوں۔ اگر خالص محبت کرتے ہیں تو میں بھی ویسی ہی محبت کرتا ہوں۔ عمل کرتے ہیں تو جزا دیتا ہوں میں ہی ان کے امور کا مدبر ہوں اور ان کے قلوب کا نگہبان ہوں اور ان کے احوال کا متولی ہوں، میں نے ان کے دلوں کی تسکین صرف اپنے ذکر ہی سے کی ہے اسی سے ان کی بیماریوں کی شفا ہے اور ان کے دلوں پر روشنی ہی میرے سوائے کسی کی اُنس نہیں پکڑتے اور میرے پاس ہی اپنے دل کی منزل بناتے ہیں اور انکو چین بھی نہیں آتا سوا میرے اے اللہ تو ہم کو بھی اُن کے ساتھ ملا دے۔ یارب العالمین آمین۔

حکایت (۲۶۶) روایت ہے کہ ایک شخص حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا آپ مسجد میں بیٹھے تھے، آپ کو سلام کیا پھر آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے سوال کیا کہ کیوں آئے ہو کہا آپ کی انس کے لئے اے ابو علی آپ نے فرمایا یہ تو وحشت ہوئی انس نہ ہوئی یا تو یہاں سے چلا جا یا میں جاتا ہوں۔ مجبوراً وہ چلا گیا۔

حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اگر تو آئینہ تو بہ میں ہر وقت اپنے آپ کو دیکھتا رہیگا تو تجھے اپنی قباحت معلوم ہوگی۔ اور فرمایا لوگوں سے معرفت کم حاصل کرو اور جن کی معرفت نہیں ہے اُن کی معرفت نہ پیدا کرو اور جن کی معرفت ہے ان سے بھی نفرت پیدا کرو اور بھاگو لوگوں سے جیسا کہ شیر سے بھاگتے ہو اور جمعہ اور جماعت کو کبھی ناغہ نہ کرو اور بعض بزرگوں کا قول ہے فرماتے ہیں "تم بے معرفت لوگوں سے معرفت پیدا کرنا چاہتے ہو اور ہم جاننے والوں سے انجان بنتے ہیں۔ اور بعضوں کے اشعار ہیں ؎

ولما بلوت الناس اطلب صاحبا ۔۔۔ اخا ثقة عند ارتکاب الشدائد
تفکرت فی الدنیا رخاء وشدة ۔۔۔ ونادیت فی الاحیاء ھل من مساعد
فلم ار فیما ساءنی غیر شامت ۔۔۔ ولم ار فیما سرنی غیر حاسد

(ترجمہ) جب میں نے لوگوں کو آزمایا اور ایک دوست تلاش کیا جس کو مصیبت کے وقت معتمد علیہ بناؤں اور میں نے دنیا کی سختی اور نرمی کی حالت میں سوچا اور سارے زندہ لوگوں میں آواز دی کہ کوئی موافقت کرنے والا ہے۔ میں نے اپنی بری حالت میں سب کو ہنستا دیکھا اور اچھی حالت میں جسے دیکھا حسد کرنیوالا دیکھا۔

مولف فرماتے ہیں کہ جو کچھ حضرت ابراہیم وغیرہم سے منقول ہے۔ یہ بھی سلف کا ایک مذہب ہے کہ بعض لمنیں تعارف اور مخالطت لوگوں کی اچھی نہیں جانتے تھے کیونکہ تنہائی میں زیادہ سلامتی ہے اور مخالطت کے حقوق سے حفاظت ہے اور عبادت کے مشغلہ کے واسطے فراغت ہے اور بعض لوگوں نے مخالطت کو جائز رکھا ہے بسبب ظاہر احادیث کے جو نیکوں کی صحبت کی ترغیب اور اخیار کی صحبت کے اُخروی منافع میں وارد ہیں جیسا کہ حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقون (یعنی اس روز دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو نگے مگر متقین کہ وہ دوست ہی رہیں گے) حق تعالیٰ ہم کو انھیں لوگوں میں سے گردانے۔ اور احمد ابن الحواری رضی اللہ عنہ نے جب ان سے سوال کیا گیا کہ طریقہ نجات کیا ہے فرمایا کہ افسوس ہمارے اور اس راستہ کے درمیان بہت سی گھاٹیاں ہیں اور وہ گھاٹیاں بڑی تیز چال سے اور خدائے تعالےٰ کے ساتھ معاملہ صحیح کرنے سے اور مشغول کرنے والے تعلقات کو منقطع کرنے سے قطع ہو سکتی ہے۔

حکایت (۲۶۷) بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اُن کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کیا کہ حضرت ایک شیر ہمارے راستہ میں حائل ہو گیا ہے۔ حضرت شیر کے پاس آئے اور کہا اے ابوالحارث اگر تجھے ہمارے متعلق کچھ حکم ہوا ہے تو اپنا کام کر اور اگر کچھ امر نہیں ہوا ہے تو ہمارا راستہ چھوڑ کر ہٹ جا۔ یہ سن کر ان کے راستہ سے ہٹ گیا حالانکہ وہ ان لوگوں کی تاک میں تھا۔ حضرت نے فرمایا جب تم لوگ خواب سے بیدار ہو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو اَللّٰھُمَّ احْرُسْنَا بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاحْفَظْنَا بِرُکْنِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقُدْرَتِکَ عَلَیْنَا فَلَا نَھْلِکُ وَاَنْتَ ثِقَتُنَا وَرَجَآءُنَا۔ (یعنی اے اللہ تو ہماری نگہبانی کر ان آنکھوں سے جو نہیں سوتی ہیں اور اپنی پناہ سے ہماری حفاظت کر جس کا کوئی قصد ہی نہیں کر سکتا اور اپنی قدرت سے ہم پر رحم کر کیونکہ آپ پر بھروسہ اور امید کرنے کے بعد ہم ہلاک نہیں ہوں گے۔

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں گاؤں میں نہروں کے درمیان گذر رہا تھا ناگہاں ایک بہت بڑا شیر مجھ پر دوڑا میں نے ایک درخت کے نیچے منزل کی اور اس سے بچاؤ کی صورت تلاش کرنے لگا جب قریب آیا تو وہ لنگڑا رہا تھا اور کچھ گنگناتا ہوا میرے پاس بیٹھکر اپنا ہاتھ میری گود میں رکھا میں نے دیکھا تو وہ سوج رہا تھا اور اسمیں پیپ پڑ گئی تھی۔ میں نے ایک کھپچی سے وہ جگہ چیری جہاں پیپ بھری ہوئی تھی اور اُسپر ایک دھجی باندھ دی اور وہ چلا گیا۔ ایک ساعت کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ شیر آرہا ہے، اسکے ہمراہ اُسکے بچے بھی کودتے ہوئے چلے آرہے ہیں اور ان بچوں کے پاس دو روٹیاں ہیں جنھیں وہ میرے واسطے لائے تھے۔ حضرت خواص ہی فرماتے ہیں کہ ایکبار میں مکہ معظمہ کے راستہ میں تھا رات کو ایک ویرانہ میں داخل ہوا ناگاہ وہاں ایک بہت بڑا شیر نظر آیا اُسے دیکھ کر میں ڈرا ہاتف نے آواز دی ثابت قدم رہو تیرے اطراف ستر ہزار فرشتے تیری حفاظت کر رہے ہیں

حکایت (۲۶۸) سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور شیبان راعی دونوں حج کے ارادہ سے چلے راستہ میں ناگہاں ایک شیر ہمارے سامنے آیا میں نے شیبان راعی سے کہا کہ آپ اس کتے کو نہیں دیکھتے جو ہمارے سامنے آتا ہے فرمایا اے سفیان مت ڈرو انکی بات سنتے ہی شیر کتے کی طرح دم ہلانے لگا اور چاپلوسی کرنے لگا شیبان اس کی طرف متوجہ ہوکر اسکا کان ملنے لگے میں نے کہا یہ کیا شہرت ہے اے شیبان فرمایا اے ثوری یہ کچھ بھی شہرت نہیں اے ثوری اگر شہرت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اپنا توشہ اسکی پیٹھ پر لاد کر مکہ تک لیجاتا۔ مروی ہے کہ ایک بزرگ کسی پہاڑ پر تھے جب انھیں بارش یا جاڑا لگتا تو شیر ان کے پاس جمع ہوتے اور انھیں لپٹ کر گرمی پہنچاتے۔

حکایت (۲۶۹) مؤلف فرماتے ہیں کہ ان سے ان کے بعض نیک بھائیوں نے بیان کیا کہ ایک دن میں اپنے نفس پر خفا ہوا اور کہا میں آج تجھے ضرور ہلاکت میں ڈالوں گا اور میں شیروں کے جنگل سے قریب رہتا تھا میں جاکر شیر کے بچوں کے درمیان لیٹ گیا۔ پھر ان کا باپ آیا اُسکے منہ میں گوشت تھا۔ جب مجھے دیکھا تو گوشت اپنے منھ سے نیچے رکھ کر دور ہٹ کے بیٹھ گیا۔ پھر ان کی ماں آئی وہ بھی گوشت لئے ہوئے تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو گوشت پھینک کر غراتی ہوئی مجھ پر دوڑی اسکو شیر نے اپنے ہاتھ سے منع کیا وہ بھی بیٹھ گئی اور دونوں نے حرکت نہ کی ایک ساعت کے بعد شیر نے آہستہ آہستہ چلکر نرمی سے اپنے بچوں کو

ایک ایک کر کے اُٹھا کر ان کے مکان کے پاس پھینکا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حق تعالیٰ کی اپنے اولیاء کے ساتھ بڑی مہربانی ہے خدا ان سے اور سارے صلحا سے راضی ہو۔

حکایت (۲۷۰) روایت ہے کہ ایک بزرگ پر بادشاہ وقت سخت ناراض ہوا۔ اور حکم کیا انھیں شیر کے سامنے ڈال دیا جائے۔ جب ڈالے گئے تو شیر انھیں سونگھتا تھا اور ضرر نہیں پہنچاتا تھا اور ان کی چاپلوسی کرتا تھا لوگوں نے شیخ سے دریافت کیا کہ اُس وقت آپکا دل کیا کہتا تھا۔ فرمایا میں اسوقت شیر کے جھوٹے کا مسئلہ سوچ رہا تھا یعنی اسکی پاکی پر غور کر رہا تھا اور اسکے متعلق علماء کے اقوال پر غور کر رہا تھا رضی اللہ عنہ۔

منقول ہے کہ ایک جماعت فقہا کی کسی شیخ کی زیارت کے لئے گئی جب اُن کے پیچھے نماز پڑھی تو ان کو قرأت میں غلطی کرتے دیکھا۔ یہ سُن کر ان کا اعتقاد بدل گیا۔ جب سوئے تو اس رات سب کو احتلام ہوا صبح ہی غسل کے واسطے گئے اور حوض کے پاس کپڑے اتار رکھے اور پانی میں اترے ایک شیر آ کر ان کے کپڑوں پر بیٹھ گیا۔ اب انھیں سردی کی سخت تکلیف ہوئی اتنے میں شیخ تشریف لائے اور اسکا کان پکڑ کر فرمایا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ میرے مہمانوں کو مت ستا۔ پھر فرمایا تم اصلاح ظاہر میں ہو تو شیر سے ڈرتے ہو اور ہم اصلاح باطن میں ہیں تو ہم سے شیر ڈرتا ہے + مؤلف کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض نیک بھائیوں سے جو لوگوں سے قطع تعلق کر کے جنگلوں میں رہتے تھے پوچھا کہ شیروں کے ساتھ تمہارا کیونکہ گذر ہوتا ہے فرمایا میں نے ہیبت الٰہی کا لباس پہن لیا ہے اب میں شیروں کے واسطے شیر ہوں اور وہ مجھے دیکھ کر بھاگتے ہیں۔ انھیں لوگوں کے بارے میں میرے اشعار ہیں۔ ؎

هم الاسد حقا و الاسود تهابهم … وما النمر ما اطفار فهد و نابه
وما الرمي بالنشاب ما الطعن بالقنا … وما الضرب بالماضي الكمي ذبابه
من الله خافوا لا سواه فخافهم … جميع جمادات الورى و دوابه
لهم للقاطعات قو اطع … لهم قلب عيان المداد انقلابه
لهم كل شئ طائع و مسخر … فلا قط تعصيهم بل الطوع دابه
بترك الهوى امسوا يطيرون بالهوا … ويمشون فوق الماء امن جنابه
لقد شمروا في نيل كل عزيمة … و مكرمة مما يطول حسابه
الى ان جنوا ثمرا لهوى بعد ما جنى … عليهم و صار الحب عذب عذابه

لمہ نقلت ہمزہ اعیان الی تنوین قبلہ لضرورۃ الوزن کما فی در المختار (مصرحہ) مصرف الاولین الی بنص فی الشامی ینقل حرکۃ الہمزۃ الی الام لضرورۃ الوزن ۱۲

وحتی استحال لہم فی الحال صابہ	وحتی دنا النائی وھانت معابہ
علیہم من الرحمٰن ازکی تحیۃ	وافضل رضوان ولا زال بابہ
مدی الدھر مفتحا لاکرام وافد	بہ اقبلت تقری الفیافی رکابہ
ولا زال ذالہ الانس والقرب والصفا	ولا حال من دون الحبیب حجابہ

(ترجمہ) وہی لوگ حقیقی شیر ہیں جن سے شیر بھی ہیبت کھاتے ہیں۔ چیتا کیا چیز ہے اور اسکے دانت اور ناخن کیا چیز ہیں اور تیر باری کیا ہے اور نیزہ مارنا کیسا ہے اور تلوار مارنا بہادر کا نیز وسارے کیا ہوتا ہے۔ وہ لوگ صرف اللہ سے ڈرتے ہیں تو ان سے سب ڈرتے ہیں تمام جمادات عالم کے اور سب جانور ان کی ہمتیں ایسی ہیں کہ تلواروں کو توڑ دیتی ہیں اور ان کا ایسا دل ہے کہ حقائق کا سامان اسکے انقلاب کا سبب ہو جاتے ہیں۔ ہر چیز ان کی تابع اور فرمانبردار ہے۔ کبھی ان کی نافرمانی نہیں کرتی بلکہ اطاعت ان کا خاصہ ہے بسبب ترک ہوا کے ہوا پر اڑنے لگے ہیں۔ اس دربار کے امن کے سبب پانی پر چلتے ہیں۔ ہر مقصود کے پورا کرنے میں کوشاں ہیں اور ہر بزرگی کے حصول میں جس کا شمار مشکل ہے حتی کہ انھوں نے مقصود کے پھل توڑے بعد تکلیف برداشت کرنے کے۔ اور محبت کا عذاب ان کے حق میں میٹھا ہو گیا اور تلخ شئے فی الحال ان کے لئے میٹھی ہو گئی اور دور کی چیز نزدیک ہو گئی اور سختی آسان ہو گئی۔ ان پر خدا کی اچھی رحمت نازل ہوتی رہے اور عمدہ رضامندی رہے اور ہمیشہ یہ دروازہ جب تک دنیا رہے، کھلا رہے طالبوں کی عزت کے واسطے۔ اسی کے واسطے ان کی سواریاں جنگل قطع کرتی ہیں۔ اور یہ انس اور تقرب اور صفائی ہمیشہ رہے اور ان کے اور ان کے حبیب کے درمیان کوئی حجاب حائل نہ ہو۔

حکایت (۲۷۱) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ انھوں نے سمنون کو دیکھا کہ محبت میں کچھ کلام کرتے تھے اور وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک چھوٹی سی چڑیا آئی اور ان کے قریب ہوتے ہوتے ان کے ہاتھ پر بیٹھ گئی۔ پھر زمین پر چونچ مارنے لگی جس سے خون نکلا اور اسی وقت مر گئی۔ اسی طرح ایک دن محبت کے متعلق کلام کر رہے تھے کہ مسجد کے سارے قندیل ٹوٹ گئے۔ شیخ ابو الربیع مالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک سفر میں تنہا تھا۔ حق تعالیٰ نے ایک پرندہ میرے ساتھ معین کر دیا تھا جو رات بھر میرے ہمراہ بات چیت کرتا تھا اور رات کو یا قدوس یا قدوس کہتا تھا جب

صبح ہوتی تو پر جھاڑ کر کہتا سبحان الرزاق - حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں ملک شام کے ایک گاؤں میں قیام پذیر ہوا - ناگاہ ایک آواز آئی کہ میں نے گناہ کئے ہیں، پھر نہیں کروں گا - جب صبح ہوئی تو میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیسی آواز تھی لوگوں نے کہا ایک پرندہ ہے میں نے کہا اس کا کیا نام ہے کہا اسے (فاقد الف) کہتے ہیں (یعنی دوست گم کرنے والا) پھر فرمایا کہ میں نے اسی وقت ایک آواز سنی اور کسی کو نہ دیکھا اور وہ یہ اشعار پڑھتا تھا ؎

طیر لخبیل بارض الشام اقلقہ	ذکر الحبیب لہ نطق باضمار
یقول اخطأت حتی الصبح یسعدہ	صوت شجی و یبکی وقت اسحار

(ترجمہ) ایک لاغر پرندہ ہے ملک شام میں جسکو مضطرب کر دیا ہے محبوب کے ذکر نے اور وہ دل ہی دل میں بولتا ہے جو صبح تک کہتا ہے میں نے خطا کی - اسکی موافقت غمناک آواز کرتی ہے اور صبح کے وقت روتا ہے -

اور ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ روم کی ایک لڑائی میں مسلمانوں کے ساتھ تھے، سردار نے ایک فوج ایک مقام کیطرف روانہ کی اور اس کے آملنے کا ایک دن معین کیا وہ دن آگیا اور فوج نہ آئی اس سے سردار کو اور مسلمانوں کو سخت رنج ہوا وہ اس غم میں تھے اور ابو مسلم اپنے نیزہ کیطرف نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ آکر اس نیزہ پر بیٹھ گیا اور کہا وہ فوج سلامتی کے ساتھ غنیمت لے کر واپس آرہی ہے فلاں وقت فلاں روز تم سے آملے گی - ابو مسلم نے کہا تو کون ہے خدا تجھ پر رحم کرے - کہا میں مسلمانوں کے دلوں سے غم دور کرنیوالا ہوں اور اسکے قول کے مطابق فوج پہونچ گئی -

حکایت (۲۷۲) حضرت خیر نساج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ ہم مسجد میں تھے اور شبلی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اُن کی وجد کی سی حالت تھی - ہماری طرف نگاہ کی اور کچھ نہیں کہا اب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں گھس پڑے آپ کے پاس بی بی بھی تھیں، بی بی نے پردہ کرنا چاہا - کہا کچھ ضرورت نہیں، اسے ہوش ہی نہیں ہے - وہ تمھیں جانتے ہی نہیں ہیں اور شبلی نے حضرت جنید کے سر پر ہاتھ مار کر یہ اشعار پڑھے ؎

عوودونی الوصال والوصال عذب	ورموني بالصد والصد صعب
زعموا حین عاتبوا ان جرمی	فرط حبی لھم وما ذاک ذنب

لاؤ حسن الخضوع عند التلاقی ماجزا من یحب الا یحب

(ترجمہ) حادی بنالیلے ہے وصال کا اور وہ بہت شیریں ہے اور مبتلا کیا مجھے ہجر میں اور وہ بہت سخت ہے۔ عتاب میں کہتے ہیں کہ میرا گناہ فرط محبت ہی ہے لیکن یہ تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ قسم ہے ملاقات کے وقت کی عمدہ نرمی کی۔ کہ محبت کی جزا سوائے محبت کے اور کچھ نہیں ہے۔

حضرت جنیدؒ یہ سن کر سر ہلانے لگے (یعنی وجد میں آگئے) اور فرمایا یہی ہے اے ابو بکرؔ حضرت شبلیؒ یہ سن کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر ایک ساعت کے بعد رونے لگے۔ حضرت جنید نے بی بی سے کہا اب پردہ کرو ان سے کہ انھیں ہوش آ گیا ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں حضرت شبلیؒ کے پاس گیا تو وہ موچنے سے بھوں کا گوشت نوچ رہے تھے۔ میں نے کہا حضرت یہ آپ کیا نوچ رہے ہیں آپ ہی کو آخر کار اس کا درد ہو گا۔ فرمایا مجھ پر حقیقت کا انکشاف ہوا اور میں اس کی طاقت نہیں رکھتا ہوں اس لئے یہ درد کر رہا ہوں تا کہ قلب اس درد کی طرف مائل ہو جائے تو حقیقت غائب ہو جائے۔ لیکن نہ درد ہوتا ہے نہ حقیقت غائب ہوتی ہے نہ ضبط کی طاقت ہے

ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ سے سنتا تھا کہ کبھی بندہ ایسی حالت پر پہونچتا ہے کہ اگر اسے تلوار ماری جائے تو اسے احساس نہیں ہوتا فرماتے تھے مجھے اس میں کچھ شبہ تھا حتیٰ کہ ظاہر ہو گیا کہ وہ ٹھیک ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ، تعالیٰ کا قول آیت فلما رأینہٗ اکبرنہٗ وقطعن ایدیھن اسکی تائید کرتا ہے (یعنی مصر کی عورتوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو ان کو بہت بڑا جانا اور اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے) تفسیر میں ہے کہ انھیں اپنی انگلیوں کا کٹنا معلوم بھی نہ ہوا۔ جب مخلوق کی محبت کا یہ حال ہے تو خالق کی محبت کا کیا حال ہو گا اور اس کا انکار وہی کرتا ہے جس نے اس کا مزہ چکھا ہو۔ نہ اس قوم کی حالت سے واقف ہو۔ اسی طرح اس کی تصدیق اس حکایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بزرگ کے پاؤں میں پھوڑا ہوا طبیبوں نے کہا اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا جائے تو یہ مر جائیں گے۔ ان کی والدہ نے کہا اب ٹھہر جاؤ جب نماز میں کھڑے ہوں تو کاٹ لیجیو۔ کیونکہ اس وقت اُن کو کسی شئے کا احساس نہیں ہوتا چنانچہ جب وہ نماز پڑھنے لگے تو انکا پاؤں کاٹا گیا اور انھیں خبر بھی نہیں ہوئی۔ خدا ان سے راضی ہو۔

شیخ ابو حفصؒ نیشاپوری کا قصہ بھی اسکی تائید کرتا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے ایک قاری کو کوئی آیت پڑھتے سُنا فوراً آپ کے قلب پر ایک حال طاری ہوا اور احساس جاتا رہا

آپ نے بھٹی میں ہاتھ ڈال کر گرم لوہا نکال لیا ان کے ایک شاگرد نے دیکھ لیا اور چلایا کہ استاذ یہ کیا ہے اسوقت آپنے اپنی یہ حالت دیکھی اور لوہاری کا پیشہ ترک کیا اور دوکان چھوڑ دی۔
ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں پریشان پھرتا تھا اور یہ اشعار پڑھتا تھا ؎

اتیه ولا ادری من التیه من انا	سوی ما یقول الناس فی و فی جنسی
اتیه علی حسن البلاد و انسها	فان لم ایجد شخصا اتیه علی نفسی

(ترجمہ) پریشان پھرتا ہوں اور مستی میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں سوائے اسکے جو لوگ میرے اور میری جنس کی نسبت کہتے ہیں، خوبصورت شہر اور اسکے آدمیوں سے حیران ہوتا ہوں اور جب کوئی نہیں ملتا تو اپنے ہی سے حیرت کرتا ہوں۔ میں نے ایک ہاتف کو سنا مجھ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔

ایا من یری الاسباب اعلی وجوده	ویفرح بالتیه الدنی وبالانس
فلو کنت من اهل الوجود حقیقة	لغبت عن الاکوان والعرش والکرسی
وکنت بلا حال مع الله واقفا	تصان عن التذکار للجن والانس

(ترجمہ) اے شخص جو اسباب کو اعلیٰ مرتبہ وجود جانتا ہے۔ اور ذرا سی پریشانی اور انس پر خوش ہوتا ہے اگر تو حقیقی وجود والوں میں ہوتا تو عالم کون اور عرش و کرسی سے بھی گذر جاتا اور بغیر کسی حال کے اللہ کے روبرو قائم ہوتا اور محفوظ ہوتا ذکر سے جن وانس کے۔
مشائخ فرماتے ہیں کہ صحو وہ ہے جو غیبت سے احساس کیطرف رجوع ہو اور سکر وہ ہے جو کسی وارد قوی سے ہوتا ہے اور سکر اور غیبت میں فرق یہ ہے کہ ذکر ثواب و عقاب سے خوف یا امید پیدا ہوتی ہے اس سے جو حال طاری ہوتا ہے اسے غیبت کہتے ہیں۔ لیکن سکر انہیں لوگوں کو ہوتا ہے جو صاحب وجد ہیں۔ جب عبد پر صفات جمالیہ کا انکشاف ہوتا ہے تو سکر پیدا ہوتا ہے اور روح کو طرب اور قلب کو اضطراب حاصل ہوتا ہے۔ اسی معنی میں اشعار ہیں ؎

فصحوک من لفظی هو الوصل کله	وسکرک من لحظی یبیح لک الشربا
فما مل ساقیها وما مل شارب	عقار لحاظ کاسه یسکر القلبا

(ترجمہ) میرے کلام سے تیرا ہوشیار ہو جانا یہ عین وصال ہے اور سکر تیرا میرے دیدار میں تیرے لیے حلال کرتا ہے ایسی شراب کو جس کا نہ پلانے والا تھکے نہ پینے والا۔ وہ شراب

دیدار ہے جس کا پیالہ دل کو مست کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب صفت جلال کا اظہار کیا جاتا ہے تو مرتبۂ حقیقت سے صفت قہر کا اظہار ہوتا ہے۔ بعضوں نے یہ شعر کہا ہے ؎

اذا طلع الصباح کنجم راح	تساوی فیہ سکران وصاحی

(ترجمہ) جب طلوع صبح مثل ستارہ شراب کے ہوتا ہے، تو اسمیں مست و ہشیار برابر ہوتے ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تیرے رب نے کوہ طور پر تجلی فرمائی تو پہاڑ پھٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوکر گر پڑے۔

حکایت (۲۷۳) روایت ہے کہ ایک جوان حضرت جنید رضؓ کی صحبت میں رہتا تھا۔ جب کوئی ذکر سنتا تو چیخ اُٹھتا تھا ایک روز حضرت نے فرمایا اگر پھر ایسا کرو تو میرے پاس نہ آؤ۔ اس کے بعد جب کچھ سنتا تو رنگ اس کا متغیر ہوجاتا اور وہ ضبط کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ہر بُن مُو سے خون ٹپکتا۔ ایک دن ایسی زور کی چیخ ماری کہ جس سے اسکی روح پرواز کرگئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ علی رُخ دباری فرماتے ہیں کہ ایک دن میرا گذر ایک محل پر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت جوان پڑا ہے اور اُسکے گرد لوگ جمع ہیں۔ میں نے اسکی حالت دریافت کی لوگوں نے کہا یہ شخص رستہ پر جارہا تھا اور اس محل میں ایک لونڈی یہ اشعار گارہی تھی ؎

کبرت ہمۃ عبدٍ	طمعت فی ان تراکا
اوما حسب بعین	أن تری من قد راکا

(ترجمہ) بڑی ہمت ہے اس بندہ کی + جو تیرے دیکھنے کی طمع رکھتا ہے۔ کیا آنکھ کے لئے یہ کافی نہیں کہ تیرے دیکھنے والے کو دیکھ لے۔ یہ سنتے ہی اُس نے ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۷۴) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ عمر بن عثمان مکی اصفہان آئے ان کے ہمراہ انھیں کے رشتہ کا ایک نوجوان تھا اُس نوجوان کو اُسکے والد صوفیہ کی صحبت سے روکتے تھے وہ جوان اتفاقاً بیمار ہوگیا اور شیخ عمر ابن عثمان اسکی عیادت کو گئے۔ ایک قوال بھی ان کے ساتھ تھا۔ اس جوان نے کہا حضرت اسکو ارشاد فرمائیں کہ کچھ گائے۔ اس قوال نے یہ شعر گایا ؎

مالی مرضت فلم یعدنی عائد	منکم ویمرض عبدکم فاعود

(ترجمہ) میرا کیا حال ہے کہ میں مریض ہوا تو تمہارا کوئی آدمی میری عیادت کو نہ آیا۔ اور اگر تمہارا

غلام بھی بیمار ہوتا ہے تو میں عیادت کو حاضر ہوتا ہوں + وہ جوان سیدھا ہو کر فرش پر بیٹھا اور قوال سے کہا اور سناؤ اُس نے یہ شعر پڑھا ؎

واشد من مرضی علی صدودکم	وصدود عبدکم علی شدید

(ترجمہ) اور میرے مرض سے زیادہ سخت مجھ پر تمہارا اعراض ہے۔ اور تمہارے تو غلام کا اعراض بھی مجھ پر زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اسکے سنتے ہی اُسکے جسم میں ٹھنڈک پڑگئی اور کھڑا ہو کر لوگوں کے ہمراہ چلا۔ لوگوں نے حضرت عمر بن عثمان سے وجہ دریافت کی فرمایا کہ جب اشارہ قبل سماع کے ہوتا ہے تو مریض کو شفا ہوتی ہے اور وہ اوپر سے ہوتا ہے اور اگر بعد سماع کے ہوتا ہے تو یہ نیچے سے ہوتا ہے اس سے مریض ہلاک ہوتا ہے یعنی اگر صحبت حق تعالیٰ کا اشارہ پہلے ہو اور پھر گانا سنا جائے تو شفا ہوتی ہے اور اگر سماع کے بعد یہ اشارۂ صحبت پیدا ہوتا ہے تو اس سے ہلاک ہو جاتا ہے بسبب ہونے قوت کے جیسا کہ بعض ادنیٰ اشارہ سے پھر دوبارہ بیمار ہوتا ہے اور دوبارہ جب بیمار ہوتا ہے تو وہ بیماری سخت ہوتی ہے کیونکہ اسمیں قوت کم ہوتی ہے اور اکثر ایسی حالت میں ہلاک ہو جاتا ہے۔

حکایت (۲۷۵) بعض سلف سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں پانچ فقیروں کے ساتھ ایک گاؤں میں گیا ان کے ہمراہ ایک قوال بھی تھا اور ان میں ایک شخص صاحبِ وجد بھی تھا ہمیشہ قوال سے کہتا تھا کچھ سناؤ جب وہ کوئی شعر پڑھتا تو اسے وجد آتا۔ میں نے ایک دن اسے ڈانٹا اور کہا یہ کیسا وجد ہے وہ خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دیا اور اپنی حالت پر رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو وہ فقیر ہوا میں رقص کر رہا تھا۔ میں اسکی طرف گیا تاکہ اس سے معافی مانگوں تو وہ میری نظر سے غائب ہو گیا۔ اسکے گم ہونے کی حسرت اب تک میرے دل میں ہے۔

حضرت جنیدؒ سے سوال کیا گیا کیا وجہ ہے کہ آدمی سکون میں ہوتا ہے پھر جب سماع سنتا ہے تو بے قرار ہو جاتا ہے۔ فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب ارواح کو مخاطب کر کے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انھوں نے کہا بلیٰ یعنی ہاں تو ہمارا رب ہے اس قول کی حلاوت ارواح میں رچ گئی۔ جب سماع سنتے ہیں تو وہی حلاوت یاد آتی ہے اور بے قرار کر دیتی ہے — حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آدمی کو غیر قرآن سنکر وجد آتا ہے اور قرآن کے سننے سے نہیں آتا۔ فرمایا قرآن غلبہ اور ہیبت کا کلام ہے وہاں بوجہ غلبۂ ہیبت کے حرکت نہیں ہو سکتی اور

دوسروں کے کلام میں نشاط و طرب بدون ہیبت کے ہوتا ہے اور یہی نشاط بدون ہیبت کے باعثِ وجد ہے اسی وجہ سے اسمیں حال آتا ہے۔

اور حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا سماع کے متعلق، فرمایا سچا وجد ہی دل ہلاتا ہے۔ اگر کوئی حق کے واسطے سنے تو لطف پیدا ہوتا ہے اور فسق کے سبب سے سنے تو زندیق ہوتا ہے۔

اور ابوالقاسم نصر آبادی نے فرمایا سماع بقدر قوت قلب اور صفاء قلب اور کشف قلب کے اللہ کی طرف سے عجیب تقرب اور غیبت پیدا کرتا ہے۔ اور حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا فقراء پر تین وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے ایک سماع کے وقت کیونکہ وہ حق کے لئے سنتے ہیں اور وجد سے قیام کرتے ہیں۔ دوسرے کھاتے وقت کیونکہ وہ بدون فاقہ کے نہیں کھاتے اور علمی گفتگو میں کیونکہ وہ اولیاہی کا ذکر کرتے ہیں ——

حکایت (۲۷۶) روایت ہے کہ حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ نے ایک دن سماع میں چیخ ماری۔ کسی نے ان سے وجہ اسکی دریافت کی فرمایا۔ ؎

لو یسمعون کما سمعت کلامھا	خروا العزۃ رکعا و سجودا

(ترجمہ) اگر لوگ میری طرح اُس کا کلام سنتے تو عزہ کے سامنے رکوع اور سجود میں گر پڑتے اور ایک شخص کو یہ شعر گاتے سنا ؎

اسائل عن سلمیٰ فھل من مخبر	یکون لہ علم بھا این تنزل

(ترجمہ) میں دریافت کرنا چاہتا ہوں سلمیٰ کو پس کیا کوئی خبر دینے والا ایسا ہے جسے اس کا علم ہو کہ وہ کہاں منزل گزین ہے۔ فوراً ایک چیخ ماری اور کہا دارین میں اسکی حالت سے کوئی واقف نہیں ہے۔ اور ابوالحسین نوری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے سنا ؎

مازلت انزل من ودادک منزلا	تتحیر الالباب دون نزولہ

(ترجمہ) تیری محبت میں میں ایسی منزل میں اترا رہتا ہوں کہ اس کے قریب بھی عقل متحیر ہوتی ہے سنتے ہی ان پہ وجد کی حالت طاری ہوئی اور جنگل کی طرف دوڑے اور ایک نیستاں (بانس کا جنگل) میں پہونچ گئے جس کے بانس کٹے ہوئے تھے اور اسکی جڑیں تلوار کی مانند نوک دار ہو رہی تھیں اُسپر گھومتے جاتے تھے اور یہی شعر پڑھتے جاتے تھے اور ان کے پاؤں سے خون جاری تھا۔ صبح تک یہی کیفیت رہی۔ اسکے بعد بیہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ کے

پاؤں سوجھ گئے اور اسی میں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۷۷) ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ کوہِ طور پر تھا۔ ہم ایک چشمہ پر جو دیر نصاریٰ کے متصل تھا اترے۔ ہمارے ساتھ ایک قوال تھا اُس نے کچھ گانا شروع کیا اور ہمارے ساتھیوں پر وجد طاری ہوا اور وہ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے اور اس دَیر کا راہب اوپر سے ہمیں دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا قسم ہے اللہ کی، قسم ہے دین حنفی کی میرے پاس آجاؤ۔ اس خوش وقتی میں ہم میں سے کسی نے اسکی طرف توجہ نہ کی۔ جب جماعت ساکن ہو گئی اور اطمینان سے بیٹھ گئے تو وہ راہب آیا اور کہنے لگا تم میں استاذ اور مرشد کون ہے۔ سب نے میری طرف کو اشارہ کیا۔ پھر کہا اے استاذ یہ جو کچھ تم سماع اور حرکات اور رقص کر رہے تھے کیا یہ تمہارے دین کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے۔ میں نے کہا مخصوص ہے اور ترکِ دنیا اور پرہیزگاری بھی شرط ہے۔ اسی وقت اس نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسیطرح میں نے انجیل میں دیکھا ہے کہ خواص مسلمین بشرط پرہیزگاری کے سماع کے وقت حرکت کرینگے اور ان کا لباس رنگین یا صوف کا ہوگا اور دنیا سے بقدر ضرورت پر اکتفا کرینگے اسیطرح منقول ہے

حکایت (۲۷۸) نقل ہے کہ حضرت جنید اپنے مریدوں کے ہمراہ ایک شب ایک مکان میں پہونچے جہاں آپ کی دعوت تھی۔ جب وہاں پہونچے تو اپنے درمیان ایک اجنبی آدمی کو دیکھا آپ نے اسے بلا کر اپنی چادر دی اور کہا اسے بازار میں رہن کر کے دو سیر شکر فقیروں کے واسطے لے آؤ۔ جب وہ چادر لیکر نکلا تو آپنے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور پکار کر فرمایا اے شخص چادر لیجا اور یہاں لوٹ کر مت آ۔ لوگوں نے آپسے اسکی وجہ دریافت کی۔ فرمایا میں نے چادر بیچکر تمہارے لئے صفائی وقت کی خریدی اس رات میں کیوں کہ تمہارے درمیان سے ایسے شخص کو نکالدیا جو تم میں سے نہ تھا اور فرمایا کہ سماع کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ زمان اور مکان موافق ہو اور رفقاء بھی قابلیت رکھنے والے ہوں

بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک شب دوستوں کے ساتھ تھا اور وہ گانا سننے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ جب قوال کوئی شعر پڑھتا تو حال لاتے اور کھڑے ہو کر رقص کرنے لگتے میں نے دل میں انکار کیا۔ اسی شب خواب میں دیکھا گویا قیامت قائم ہے اور صوفیہ صراط پر سے گذر رہے ہیں اور رقص کر رہے ہیں اور لوگ ان کے پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں بیدار ہوا

اور اللہ تعالےٰ سے نذر مانی کہ کبھی ان لوگوں پر انکار نہ کرونگا -

حکایت (۲۷۹) شیخ جلیل بحر الحقائق موضح الدقائق ابو الغیث ابن جمیل یمنی سے مروی ہے کہ آپ ابتداء میں سماع سے انکار کرتے تھے اور اسکے سننے والے سے جھگڑتے تھے - اور اخیر میں یہ طریقہ آپنے ترک کر دیا وجہ اسکی یہ ہوئی کہ آپ کے پاس ایک بڑے شیخ فقراء کی جماعت کے ساتھ تشریف لائے اس قصد سے کہ ان کے گاؤں میں سماع کے ساتھ داخل ہوں آپ نے گاؤں والوں سے فرمایا کہ لاٹھیاں لے کر ان سے لڑنے کے واسطے چلو اور آپ بھی ان کے ہمراہ چلے - یہ لوگ حالت سماع میں ان کے پاس پہونچے فوراً آپ پر حال طاری ہوا اور آپ اہلِ وجد کی طرح رقص کرنے لگے - ان کے ساتھیوں کو تعجب ہوا اور ان سے پوچھا یہ آپنے کیا کیا - فرمایا قسم ہے اُس ذات کی عزت وجلال کی کہ اُسکے لئے عزت ہے نہ اُس کے غیر کے لئے میں نے رقص کیا جب کہ میں نے دیکھا کہ آسمان بھی رقص کر رہے ہیں بعضوں کے شعر ہیں

یرنحنی الیک الشوق حتے	امیل من الیمین الی الشمال
کما مال المعاقر عاودتہ	حمیا الکاس حالا بعد حال
ویاخذنی لذاکہ ارتیاح	کما نشط الاسیر من العقال

(ترجمہ) تیرا شوق مجھے جھکاتا ہے حتیٰ کہ میں کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف جھومتا ہوں - جیساکہ شرابی جھومتا ہے - جسکو پے در پے جام شراب نے ایک حال سے دوسری حالت کیطرف بدلا ہے مجھے تیرے ذکر سے ایسی حالت پہنچتی ہے جیساکہ قید سے قیدی رہائی پائے روایت ہے کہ بعض فقہائے کبار شیخ کبیر عارف باللہ محمد ابن ابی بکر حکمی یمنی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار کرتے تھے شیخ نے ایک دن اس فقیہ منکر سے حالت سماع میں فرمایا اے فقیہ اوپر دیکھ جب اوپر دیکھا تو فرشتے ہوا میں رقص کر رہے تھے - مروی ہے کہ فقیہ امام عارف باللہ احمد ابن موسیٰ ابن عجیل یمنی سے جن کے حق میں کہا گیا ہے کہ اولیاء میں آپ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انبیاء میں یحییٰ علیہ السلام کی جنھوں نے نہ کبھی گناہ کیا نہ کبھی قصد کیا - آپ سے دریافت کیا گیا سماع صوفیہ کے متعلق، آپ نے فرمایا اگر میں اسے مباح جانوں تو اس کا اہل نہیں ہوں اگر انکار کروں تو مجھ سے اچھوں نے اسے سنا ہے - مؤلف فرماتے ہیں کہ جملہ انبیاء کرام معاصی سے پاک ہیں اور سہواً صغیرہ کے صادر ہونے میں اختلاف ہے درمیان علماء کے اور معاصی سے ان کا معصوم ہونا واجب ہے - لیکن اولیاء رضی اللہ عنہم کی عصمت واجب نہیں ہے بلکہ جائز ہے

کہ گناہوں سے محفوظ ہوں یا محفوظ نہ ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض محفوظ ہوں اور بعض نہ ہوں۔ چونکہ ابن عجیل لڑکپن سے محفوظ تھے اور نہایت خشیت رکھنے والے زیادہ اجتہاد کرنے والے ملازم زہد تھے اور پرہیزگار تھے اس زمانہ سے مشہور تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی بچپن میں ان صفات سے مشہور تھے۔ اسوجہ سے ان اخلاق میں ان کے ساتھ تشبیہ دیگئی ہے۔ لیکن جب ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ کسی خاص صفت میں تشبیہ دیجاتی ہے تو ادنیٰ اعلےٰ کے مساوی نہیں ہوسکتا نہ اسکے قریب ہوتا ہے اسی وصف میں اور نہ یحییٰ علیہ السلام کا لڑکپن ہی سے ان صفات کے ساتھ موصوف ہونا آپ کو جملہ انبیاءؑ سے افضل بناتا ہے اور حضرت شیخ کبیر عارف باللہ ابوالحسن ابن سالم رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ اہل سماع کے کسی امر کا انکار کرتے ہیں۔ فرمایا میں کیونکر انکار کروں جبکہ مجھ سے اچھے لوگ اسے سنتے ہیں، جن میں عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ، سری سقطی رح ذوالنون مصریؒ ابوالحسین نوری، ابوالقاسم جنید بغدادی شبلی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور بعض مشائخ کہتے ہیں کہ اگر ہم سماع سے انکار کریں تو ستر اولیاء سے انکار کرینگے کیونکہ یہ بڑے بڑے حضرات سنتے تھے۔ بعض فقہاء نے بعض صوفیاء سے کہا کیا آپ دف میں ٹکے ہوئے گھنگرو کی آواز نہیں سنتے فرمایا ہم گھنگرو کی آواز نہیں سنتے، بلکہ اس سے اللہ اللہ کہنے کی آواز سنتے ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی، فرمایا جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہتا ہے سبحان اللہ حقاً حقاً ان المولیٰ صمد یبقیٰ۔ اسی طرح بعض فقہاء بعض صوفیہ سے سماع کا انکار کرتے تھے اتفاق سے وہ صوفی ان فقیہ کے پاس گئے تو وہ جھوم رہے تھے۔ انہوں نے کہا آج تم کس لئے جھوم رہے ہو۔ کہنے لگے ایک مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اسوقت سمجھ میں آیا جس سے خوشی سے پُر ہوگیا اور خوشی کے مارے بیخود ہوگیا اور کھڑے ہوکر گھومنے لگا۔ اس صوفی نے کہا اے فقیہ تو ایک مسئلہ پر اسقدر وجد کرتا ہے۔ پھر ان لوگوں سے کیوں انکار کرتا ہے جو اللہ پر وجد کرتے ہیں۔ مولف کہتے ہیں ان دونوں فرحتوں میں بہت بڑا فرق ہے ایک تو فرحت ہے اللہ کے حکم کے سمجھنے پر اور ایک فرحت ہے حق تعالیٰ کی تجلی جمال و صفات کمال پر جبکہ دل اسکی محبت اور اس کے دیدار کے شوق سے پر ہوجاتا ہے۔ اور اسکے ذکر شیریں اور ورد وحال اور مراتب کے اعلاء سے طرب و نشاط پیدا ہوجاتا ہے

اور شرابِ محبت کا نشہ حاصل ہوتا ہے جس میں قائل کا قول ہے ؎

هنيئاً لاهل الدير كم سكروا بها	وما شربوا منها ولكنهم هموا
على نفسه فليبك من ضاع عمره	وليس له منها نصيب ولا سهم

(ترجمہ) مبارکباد ہے اہلِ خرابات کو کہ کس قدر مست ہوئے حالانکہ ابھی کچھ پیا ہی نہیں ہے بلکہ قصد ہی کیا ہے۔ جس شخص کو اپنے نفس پر رونا چاہیئے جس نے اپنی عمر ضائع کی اور اُسے اس شراب کا کوئی حصّہ نہ ملا۔ حضرت استاذ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کیا یارسول اللہ اس سماع کے متعلق جبمیں ہم حاضر ہوتے ہیں راتوں کو اور کبھی ان سے حرکات بھی پیدا ہوتے ہیں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں فرمایا ہر رات میں بھی تمہارے ساتھ حاضر ہوتا ہوں لیکن قرآن شریف سے شروع کرو اور قرآن شریف پر ختم کرو۔ مولف فرماتے ہیں کہ سماع شیوخ کا ذکر سنکر کوئی جاہل دھوکہ نہ کھائے اور یہ گمان نہ کر بیٹھے کہ وہ ہر ایک کے لئے جائز ہے۔ نہیں نہیں۔ یہ تو صرف ان لوگوں کے واسطے ہے جن کو حضرت قدوسیہ کا شوق غالب ہوا ہو اور نفسانی خواہشات اور بہیمی صفات سے بالکل پاک ہو گیا ہو اور اہلِ حال کی ان صفات سے متصف ہو جن کو بعض نے نظم کیا ہے ؎

ولما حضرنا بالسرور بمجلس	اضاءت لنا من عالم الغيب انوار
وطافت علينا للعوارف جمرة	يطوف بها في حضرة القدس خمار
تخامر ارباب العقول بلطفها	فتبدو لنا عندالمسرة الاسرار
فلما شربناها فافواه كشفنا	اضاءت لنا منها شموس واقمار
رفعنا حجاب الانس بالانس عنوة	وجاءت الينا بالبشائر اخبار
وغبنا بها عنا ونلنا مرادنا	ولم يبق منها بعد ذالك آثار
وخاطبنا في سكرنا عند محونا	كريم قديم فائض الجود جبار
وكاشفنا حتى رأيناه جهرة	بابصار فهم لا نواريه استار

(ترجمہ جب ہم سرور کے ساتھ مجلس میں حاضر ہوئے تو ہم پر عالم غیب کے انوار روشن ہوئے اور شراب عرفان کا ہم پر دور چلا جس کو لیکر دربار قدس میں ایک ساقی گھومتا ہے جو ارباب عقول کی عقل زائل کر دیتی ہے اپنے لطف سے اور مسرت کے وقت ہم پر اسرار ظاہر ہوتے ہیں

جب ہم نے دہنِ کشف سے وہ شراب پی تو ہمارے سامنے چاند سورج چمکنے لگے اور ہم نے حجابِ اُنس کو اُنس ہی سے اٹھایا۔ اور ہمارے پاس بشارت کی خبریں آئیں جنکی وجہ سے ہم اپنے سے غائب ہو گئے اور اپنی مراد پائی اور اسکے بعد ہمارا نشان بھی باقی نہ رہا اور ہماری مستی میں محو کے وقت ہم سے خطاب کیا۔ کریم و قدیر بخشش کے برسانے والے جبّار نے۔ اور اپنے جمال کا انکشاف ہم پر فرمایا حتیٰ کہ ہم نے واضح طور پر دیکھا سمجھ کی آنکھوں سے جسے پردے نہیں چھپا سکتے۔

میرے نزدیک یہی سماع حقیقی ہے اور اس کے علاوہ اور وجہ سے بھی جائز ہے لیکن انھیں شرطوں کے ساتھ جن کو مشائخ نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے ان میں ترتیب و تہذیب اور حسن و تحقیق کے لحاظ سے کتاب عوارف المعارف شیخ جلیل عالم ربانی حضرت شہاب الدین سہروردی کی تصنیف بہت اچھی ہے۔ اور شیخ ابو عثمان خیری کا قول کیا ہی اچھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سماع تین قسم کا ہے۔ ایک تو مریدین مبتدین کے واسطے ہے جو احوال شریفہ پیدا کرنا چاہتے ہیں لیکن ان پر فتنہ کا اندیشہ ہے۔ دوسرا صادقین جو اپنے احوال میں ترقی کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اوقات کے موافق سنتے ہیں۔ تیسرا اہل استقامت کا جو عارف ہیں انھیں حرکت و سکون تامل وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ان کا تعلق اللہ سے ہے ہر حال میں اور اللہ ہی کے اختیار پر قائم ہیں بدون اسکی مرضی کے کوئی جنبش نہیں کرتے یہی تیسری قسم وہ ہے جس کو بعض نے کہا ہے کہ سماع انھیں کے لئے جائز ہے جنھوں نے ریاضات سے نفس کا معالجہ کر لیا ہے اور نفس کو صفاتِ ذمیمہ سے پاک کر لیا ہے اور نفس کو ممنوعات سے محفوظ کر لیا ہے اور خیالات اور قلب کو زہریلے آفات سے پاک کر لیا ہے اور اُسے اسماء و صفات کی معرفت حاصل ہو گئی ہے اس وقت اس شخص کو مشاہدات کا سماع جائز ہوتا ہے۔ اسیطرح میں یہ بھی کہتا ہوں کہ کوئی دھوکا نہ کھائے ان دو شخصوں سے ایک وہ جو میری نسبت یہ کہتا ہے کہ میں اولیاء اللہ کا مسلک جاننے والا ہوں جن کا میں نے ذکر کیا۔ قسم ہے اللہ کی میں ان کے مشرب کا محتاج ہوں واللہ باللہ میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کی ایک نگاہ مجھ پر پڑ جائے جسمیں حب اللہ کی مہک ہو۔ دوسرا وہ جو میری حالت جانتا ہے لیکن میری اس تحریر سے یہ سمجھتا ہے کہ میں فقر کا مدعی بننا چاہتا ہوں تو جان لے کہ میں یہ نہیں چاہتا بلکہ میں افلاس و عدم کا مقر ہوں اسی بارے میں میں نے پہلے کچھ شعر کہے تھے جس میں اہلِ عطا کی مدح اور وصول کا ذکر اور اپنے نفس کے افلاس و ناداری کا بیان کیا ہے۔ ؎

وکم من جوہر اُحکی نفیس ولی وصف حکی وصف الفلوس
وکم اجلوا علی حُسنٍ و مالی نصیب مثل مشاطۃ العروس
رضایا نفس تستوفی نصیبًا بتسلیم رضا باری النفوس
فلو بالمدح قابلتہٗ امیرا رجعتہٗ منہ بالمال النفیس
فکیف الظن بالرحمٰن معطی عطایا لیس تحصی فی الطروس
حباکی مدح سادات البرایا وقد عافاک من مدح النحوس
ففی ھذا لہ حمد عظیم علیکی فاشکری ساقی الکؤس
لاحباب حباھم و اصطفاھم کرام سادۃ غرر ؤس
اذا ما الیافعی امسی عبیدا لسادات فلا وقت ام لوسی
عسی یوما یقول الفضل ذوفی حمیا جھم و الفرش دوسی
الھی لا تخیب سعی مدحی لسادتی ولا معھم جلوسی
فحاشی جود رحمٰن کریم یرد القاصد الراجی ببوس
وصلی اللہ مولانا علی من یغیث الخلق فی یوم عبوس

(ترجمہ) میں نے بہت سے جواہر نفیسہ کا بیان کیا ہے حالانکہ مجھے صرف حکایت فلوس ہی کا وصف حاصل ہے۔ میں بہت سی حسین چیزوں کو جلوہ دیتا ہوں حالانکہ مجھ میں نہیں ہے حسن کا کوئی حصہ جیساکہ دلہن کی مشاطہ۔ راضی رہ تو اے نفس پالیگا تو بھی ایک حصہ خالق نفوس کی قضا پر راضی رہنے سے۔ اگر میں مدح کرتا ہوا کسی امیر کے روبرو جاتا تو اُس کے پاس سے بہت نفیس مال لیکر لوٹتا۔ پھر کیا گمان ہے اس رحمٰن پر جو عطا کرنے والا ہے۔ ایسے عطایا کرتا ہے جن کا کتاب احصی نہیں کرسکتی دنیا کے حاکموں کے مدح کی توفیق دی ہے تجھے اللہ نے اور منحوس مدح سے بچایا ہے اسمیں اسکی بڑی نعمت ہے تجھ پر پس شکر کا پیالہ پلانے والے کا ایسے احباب کی مدح کی جن کو اس نے پسند کیا ہے اور ان پر بخشش کی ہے۔ وہ شرفاء ہیں سردار ہیں روشن سر والے ہیں۔ جب یافعی غلام ہو گیا ہے ان سرداروں کا تو اقدام میں موافقت کر عنقریب ایک دن فضل ربی یہ کہیگا کہ مزا چکھ ان کی محبت کی شراب کا اور فرش پر چل

ع اصل کتاب میں بجائے قابلتہ کے قابلنی اور بجائے رجعتہ کے رالجعنی ہے جس کے کوئی معنے سمجھ میں نہیں آئے - ۱۲

اے اللہ ان کی مدح کی کوشش ضائع نہ کر جو میں نے اپنے سادات کی کی ہے۔ نہ سات کے جلوس سے محروم کر۔ کبھی رحمٰن کریم کی بخشش رد نہیں کریگی قصد کرنے والے امیدوار کو نا امیدی سے اور رحمت نازل کر اے اللہ ہمارے مولیٰ پر جن سے فریادرسی چاہیں گے لوگ قیامت کے سخت دن میں ۔ اب میں کہتا ہوں کہ جب میں نے ان دونوں کے قول کا بے اعتبار ہونا بتلا دیا تو اب کہتا ہوں کہ اصل حال کی تحقیق یہ ہے کہ مجھے ان کے ذکر اور ان کی گفتگو میں لطف آتا ہے اور ان کے اشعار میں لذت آتی ہے جیسا کہ بعض اخیار کا قول ہے ؎

ایہ احادیث نعمان وساکنہ	ان الحدیث من الاحباب اسمار
استنشق الریح عنکم کلما نفحت	من نحو ارضکم نکباء معطار

(ترجمہ) جبل نعمان اور اس کے ساکنین کا ذکر کر۔ کیونکہ احباب کا ذکر بھی لذیذ قصہ ہے۔ میں تمہاری ہوا سونگھتا ہوں جبکہ وہ مہکتی ہوئی تمہارے شہر سے آتی ہے مثل عطر کے۔ اور انشاء اللہ مقصود بھی حاصل ہو جائیگا جیسا کہ حدیث صحیحین میں وارد ہے کہ المرء مع من احب۔ یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔

حکایت (۲۸۰) احمد بن مقاتل عکی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب ذوالنون مصری بغداد میں داخل ہوئے تو آپ کے پاس صوفیہ جمع ہوئے ان کے ہمراہ ایک قوال بھی تھا، آپ سے اجازت طلب کی کہ کچھ سماع فرماویں آپ نے اجازت دی اور اس نے یہ اشعار گائے

صغیر ھواک عذبنی	فکیف بہ اذا احتنکا
وانت جمعت فی قلبی	ھوی قد کان مشترکا
اما ترثی لمکتئب	اذا ضحک الخلی بکی

(ترجمہ) تیری ذرا سی محبت نے مجھے عذاب میں ڈال رکھا ہے۔ اسوقت کیا حال ہو جب کہ وہ خوب مجتمع ہو جائے ۔ اور تو نے جمع کر دیا ہے میرے دل میں اس محبت کو جو کہ بٹی ہوئی اور منقسم تھی کیا مجھ جیسے رنجیدہ پر ترحم نہ کروگے کہ جب فارغ البال ہنستا ہے تو وہ رو دیتا ہے ۔ یہ سنتے ہی ذوالنون کھڑے ہو گئے اور منھ کے بل گر پڑے اور ان کا خون بہتا تھا لیکن زمین پر نہیں گرتا تھا۔ پھر ان میں سے ایک اور شخص کھڑا ہوا اور وجد کرنے لگا، اس سے حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ وہ تجھے قیام کے وقت اور حال کرتے وقت دیکھتا ہے۔ وہ شخص یہ سنکر بیٹھ گیا۔ استاذ ابو علی وقاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذوالنون پر اس وقت اس شخص کا

حال منکشف ہوا اور آپ نے اسے متنبہ کیا کہ یہ تیرا مقام نہیں ہے اور وہ بھی منصف تھا کہ مان گیا اور حال ترک کر کے بیٹھ گیا۔ مروی ہے کہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک لڑکی کو یہ شعر گاتے سنا ؎

خلیلی مابال المطایا کانہا	تراھا علی الاعقاب بالقوم تنکص

(ترجمہ) اے میرے دوست ان سواریوں کو کیا ہو گیا کہ گویا قوم کو پچھلے پیر لوٹ مار رہے ہیں۔ آپ نے احمد بن علیہ سے جو آپ کے ہمراہ تھے فرمایا کیسے شعر سُنے تمہیں کچھ کیفیت بھی آئی۔ انھوں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا تمھیں حس ہی نہیں ہے۔ منقول ہے کہ بعض بزرگ اس شعر پر ؎ باللہ ردوا فؤاد مکتئب + لیس لہ من حبیبہ خلف۔ رات بھر وجد میں کھڑے رہے گر پڑتے تھے اور پھر کھڑے ہو جاتے تھے اور لوگ آپ کے ساتھ کھڑے رہتے تھے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:۔ خدا کے لئے اس غمگین کا دل پھیر دو۔ جسے اپنے حبیب کا ثانی نہیں ملتا پہلے بھی تم نے ایک فقیر کی حکایت سنی ہے جسے ایک لڑکی کے اس شعر کو ؎

فی سبیل اللہ ودٌ	کان منی لک یبذل
کل یوم تتلون	غیر ھذا لک اجمل

گاتے وقت وجد آیا تھا اور وہ مر گیا تھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:۔ اللہ واسطے کی محبت میں تجھپر خرچ کرتی تھی۔ تو ہر روز رنگ بدلتا ہے تجھے یہ مناسب نہ تھا۔

حکایت (۲۸۱) ابو عبد اللہ ابن جلا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ملک مغرب میں دو شیخ تھے اور ان کے شاگرد اور مریدین بھی تھے۔ ایک کو جبلہ اور دوسرے کو زُریق کہتے تھے۔ ایک دن جبلہ سے زریق نے ملاقات کی، ان کے ہمراہ ان کے مریدین بھی تھے۔ ان میں سے ایک نے کچھ پڑھا اُس پر جبلہ کے مریدین میں ایک کو حال آگیا اور ایک چیخ مار کر مر گیا۔ جب صبح ہوئی تو جبلہ نے زریق سے کہا وہ کہاں ہے جس نے کل گایا تھا۔ کوئی آیت سنائے۔ جب اُس نے آیت سنائی تو جبلہ نے ایک چیخ ماری جس سے وہ قاری مر گیا پھر کہا ایک کے بدلے ایک اور شروع کرنے والا ہی ظالم ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں ایسی ہی ایک اور حکایت آگے آتی ہے۔

حکایت (۲۸۲) مؤلف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک یمن میں دو شیخ تھے۔ ایک شیخ کبیر عارف باللہ احمد بن جعد۔ دوسرے شیخ کبیر عارف باللہ سعید

ابو علیسی - ہر ایک کے شاگرد اور مرید تھے - ایکبار شیخ احمد کسی مزار کی زیارت کو جاتے ہوئے اپنے مریدین کے ہمراہ شیخ سعید سے ملے وہ بھی زیارت کے قصد سے جارہے تھے - راستہ میں ان کا ارادہ بدل گیا اور وہ لوٹ گئے یہ حضرموت کا واقعہ ہے - اور شیخ احمد اپنے ارادہ ہی پر رہے اور زیارت کرکے واپس ہوئے - اور شیخ سعید کئی دن ٹھہرے پھر اپنے مریدین کے ہمراہ چلے - اتفاق سے پھر دونوں کی راستہ میں ملاقات ہوئی شیخ احمد نے شیخ سعید سے کہا کہ تمپر بوجہ رجوع کے فقراء کا حق رہا - اُنھوں نے کہا نہیں رہا - کہا تم کھڑے ہوکر انصاف کرو - شیخ سعید نے کہا جو ہمیں کھڑا کرے ہم اُسے بٹھلائے رکھیں گے شیخ احمد نے کہا جو ہمیں بٹھلائے ہم اُسے مصیبت میں مبتلا کرینگے - ہر ایک کی بددعا دوسرے کے حق میں قبول ہوگئی - چنانچہ شیخ احمد اپاہج ہوگئے حتّٰی کہ اسی میں انتقال کیا اور شیخ سعید مرنے تک ایسی بلا میں مبتلا رہے کہ انکا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گرتا تھا - واللہ یہ ایسے احوال ہیں کہ ان کے قطع کرنے سے تیز تلواریں کند اور عاجز ہیں اور دونوں کا وار جبھی قاطع ہوتا ہے جب کہ دونوں ایک ہی رتبے کے یا قریب قریب رتبے والے ہوں اور اگر ایک کا حال قوی، دوسرے کا ضعیف ہو تو قوی کا وار چل جاتا ہے - اور کبھی پہلے والے کا وار چل جاتا ہے - اور یہی غالب ہے - واللہ اعلم -

حکایت (۲۸۳) بعض بزرگوں سے مروی ہے - فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری بی بی پر بچہ کی ولادت دشوار ہوگئی کسی طرح سے خلاصی نہیں ہوتی تھی میں حضرت شیخ ابوالحسن دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شیشہ کا گلاس لیگیا تاکہ آپ کی تحریر کی برکت سے کامیابی ہوجائے جب آپ نے اسپر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تو فوراً گلاس ٹوٹ گیا اور شیخ پر بیہوشی طاری ہوگئی - میں دوسرا گلاس لے آیا اور وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا - پھر تیسرا پھر چوتھا پھر پانچواں لاتا گیا اور وہی حالت ہوتی گئی - اخیر میں فرمایا اے شخص کسی اور سے لکھوا میرے پاس جس قدر لائیگا سب ٹوٹ جائینگے کیونکہ میں ایک بندہ ہوں جب اپنے مولیٰ کو یاد کرتا ہوں تو ہیبت اور حضور کے ساتھ یاد کرتا ہوں -

حکایت (۲۸۴) حکایت ہے کہ ابوتراب نخشبی اپنے ایک مرید سے بہت خوش تھے اور اسکی خدمت کرتے تھے اور اسکی ضرورتوں کو خود پورا کرتے تھے اور وہ عبادت میں مشغول رہتا تھا - ایک دن آپ نے اس سے کہا کہ اگر تم ابویزید کے پاس جاتے تو اچھا

ہوتا۔ اس نے کہا میں ان سے مستغنی ہوں۔ جب آپ نے بہت کہا تو اس نے جوش میں آکر کہا میں ابویزید کو لیکر کیا کروں میں نے اللہ کو دیکھ لیا جس نے مجھے ابویزید سے مستغنی کر دیا حضرت ابوتراب فرماتے ہیں اُس وقت مجھے بھی جوش آگیا اور میں بے قابو ہو گیا اور کہہ بیٹھا کہ اللہ پر غرور کرتا ہے اگر تو ایک مرتبہ ابویزید کو دیکھے تو ستر دفعہ اللہ کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ یہ سُن کر وہ شخص حیرت میں رہ گیا اور اس قول سے انکار کیا اور کہا یہ کیونکہ ہو سکتا ہے میں نے کہا اسو جہ سے کہ تو حق تعالےٰ کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو اپنی مقدار کے موافق دیکھتا ہے اور جب ابایزید کو دیکھے گا تو ان کو اللہ کے نزدیک دیکھے گا تو تجھ پر ان کا حق اللہ تعالےٰ کے مرتبے کے موافق انکشاف ہوگا۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ ان کے پاس تجھ پر حق تعالیٰ شانہٗ کے صفات جلالیہ وجمالیہ کا اظہار بقدر اُن کے حال کے ہوگا۔ حضرت ابوتراب فرماتے ہیں کہ وہ شخص میری بات سمجھ گیا اور کہا مجھے ان کے پاس لیچلو۔ پھر جا نیکا قصہ بیان کیا تو اخیر میں فرمایا کہ ہم ایک پہاڑی پر ان کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے تاکہ وہ بن سے ہماری طرف آویں کیونکہ وہ شیروں کے بَن میں رہتے تھے وہ اپنی پوستین الٹی پشت پر ڈالے ہوئے ہم پر سے گذرے میں نے کہا یہی ہیں ابویزید انھیں دیکھو۔ اس نے انھیں دیکھا، اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے اُسے ہلایا تو وہ مرا ہوا تھا۔ میں نے ابویزید سے کہا اے حضرت آپ نے میرے مرید کو مار ڈالا یا یہ کہا کہ آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھنے سے وہ قتل ہو گیا۔ فرمایا نہیں یہ وجہ نہیں ہے بلکہ وہ صادق تھا اور اسکے قلب پر ایک سر کا انکشاف نہیں ہوتا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ سر منکشف ہو گیا اور اس کا متحمل نہ ہو سکا کیونکہ وہ ضعیف مریدوں کے مرتبہ میں تھا اور اسی وجہ سے وہ مر گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۲۸۵) یحیٰی بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابویزید کو بعض مرتبہ بعد نماز عشاء کے صبح تک مراقبہ میں مشغول دیکھا کہ صرف پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہوئے اور ایڑی اور پنجہ اُٹھائے ہوئے اور ٹھوڑی سینہ پر رکھے ہوئے اور آنکھیں کھولے ہوئے تھے۔ صبح کے وقت سجدہ کیا اور بہت دراز سجدہ کیا، پھر قاعدے میں بیٹھے پھر دعا کی اے اللہ آپ سے ایک قوم نے آپ کو طلب کیا تو آپنے ان کو پانی پر چلنا ہوا پر اڑنا اور زمین کا طے کرنا، اشیاء کی ماہیت کا بدل دینا بطور کرامت کے عطا کیا۔ اسی طرح بیس سے زائد کرامتیں شمار کیں۔ پھر کہا وہ اسپر راضی ہو گئے اور میں

ان باتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر میری طرف دیکھا۔ فرمایا کون ہے؟ یحییٰ ہے۔ میں نے کہا جی حضور، فرمایا تو کب سے یہاں کھڑا ہے۔ میں نے کہا بہت دیر سے ہوں یہ سنکر خاموش ہو گئے میں نے عرض کیا کچھ حالت مجھ سے بیان فرمایئے، فرمایا تیرے مناسب حال بیان کرتا ہوں کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے مجھے فلکِ سفلی میں داخل فرمایا اور ملکوتِ سفلی میں گشت کرایا اور زمین میں تحت الثریٰ تک کی سیر کرائی۔ پھر مجھے فلکِ علوی میں پہنچایا اور جملہ افلاک اور جہات اور عرش کی سیر کرائی۔ پھر مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا کہ تجھے کون سی چیز پسند آئی جو تجھے دی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی چیز پسند نہ آئی جو میں آپ سے طلب کروں۔ فرمایا تو میرا سچا بندہ ہے جو صدق دل سے میری عبادت کرتا ہے اور میرے ہی واسطے میری عبادت کرتا ہے۔ میں تیرے ساتھ یہ کرونگا اور یہ کرونگا اور بہت سی اشیاء کا شمار کیا جن سے میں گھبرا گیا اور مجھے تعجب ہوا میں نے عرض کیا حضور نے ایسے وقت معرفت کا سوال کیوں نہ کیا حالانکہ آپ سے ایسے شاہنشاہ نے فرمایا کہ جو چاہے مانگ یہ سنکر مجھے ڈانٹا اور فرمایا چپ رہ مجھے اُسپر اپنے سے بھی رشک آیا۔ میں نہیں چاہتا کہ انکو سوائے اُن کے کوئی بھی پہچانے۔ کسی کا شعر ہے ؎

ولا تذکروا انی العامریۃ اننی اغار علیھا من فم متکلم

(ترجمہ) میرے پاس عامریۃ کا ذکر نہ کرو۔ کیونکہ مجھے غیرت آتی ہے جب اس کا ذکر غیر کے منھ سے سنتا ہوں، یہ شعر فارسی میں بھی حسب حال ہے ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

حکایت (۲۸۶) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے عبدالرحمٰن ابن یحییٰ سے توکل کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا اگر تو اژدہے کے منہ میں ہاتھ ڈالے اور وہ پہونچے تک نگل جائے تو بھی اللہ کے سوائے غیر سے تجھے اندیشہ نہو۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں ابویزید سے توکل کے متعلق سوال کرنے چلا اور اُن کے دروازے پر دستک دی آپ نے فرمایا کیا تجھے عبدالرحمٰن کا قول کافی نہیں ہوا۔ میں نے کہا دروازہ تو کھولئے فرمایا تو میری زیارت کو نہیں آیا ہے۔ اور جواب تم کو دروازہ کے باہر ہی مل گیا ہے۔ غرض دروازہ نہ کھولا۔ میں وہاں سے واپس لوٹا اور ایک سال کے بعد پھر گیا فرمایا مرحبا۔ اب تم زیارت ہی کے واسطے آرہے ہو۔ میں آپ کی خدمت میں ایک

مہینہ تک رہا۔ جب کوئی بات میرے دل میں کھٹکتی تو مجھے فوراً اطلاع دیدیتے تھے

حکایت (۲۸۷) روایت ہے کہ یحییٰ ابن معاذ رازی نے ابو یزید کو لکھا کہ میں شراب محبت کی کثرت کے سبب مدہوش ہوگیا۔ آپ نے لکھا کہ دوسروں نے تو آسمان وزمین کے سمندر محبت کے پی لئے اور اب تک سیراب بھی نہیں ہوئے اور مارے تشنگی کے ان کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے اور ہل من مزید کی صدا بلند کر رہے ہیں۔ اس مضمون میں کسی کے اشعار ہیں ؎

عجبت لمن یقول ذکرت ربی	وھل انسی فاذکر ما نسیت
شربت الحب کاسا بعد کاس	فما نفد الشراب وما رویت

(ترجمہ) مجھے تعجب ہے اس سے جو کہتا ہے میں نے اللہ کا ذکر کیا۔ کیا میں اسے کبھی بھولتا بھی ہوں جو یاد کروں۔ میں نے شرابِ محبت کے پے در پے جام پر جام پی لئے۔ لیکن نہ شراب ہی ختم ہوئی نہ اور نہ میں ہی سیراب ہوا۔ اور مروی ہے کہ شقیق بلخی اور ابو تراب نخشبی حضرت ابو یزید سے ملاقات کے لئے آئے جب دستر خوان چنا گیا تو آپ کی خدمت میں ایک نوجوان خدمت گذار تھا۔ حضرت شقیق بلخی نے اس سے کہا ہمارے ساتھ شریک ہوجا اے جوان۔ اس نے کہا میں روزہ دار ہوں۔ ابو تراب نے فرمایا کھالے تجھے ایک مہینہ کے روزوں کا ثواب ملیگا۔ اس نے انکار کیا۔ پھر شقیق بلخی نے کہا تجھے ایک سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ کھالے۔ اس نے پھر بھی انکار کیا۔ حضرت ابو یزید رح نے فرمایا چھوڑو اسکو جو شخص اللہ کی نظر سے گر چکا۔ اب وہ شخص چوری کرنے لگا۔ ایک سال کے بعد اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ خدا اپنے غضب سے بچاوے۔

حکایت (۲۸۸) زیتونہ، خادمۂ ابو الحسین نوری رح وجنید بغدادی رح سے مروی ہے کہ ایک دن سخت جاڑا تھا میں نے ابو الحسین نوری سے عرض کیا کہ کچھ لاؤں فرمایا لے آؤ میں نے کہا کیا لے آؤں۔ فرمایا دودھ، روٹی۔ جب میں ان کے پاس لے گئی تو آپ کے پاس ایک کوئلہ پڑا ہوا تھا اور اسکو ہاتھ سے پلٹا رہے تھے وہ جل اٹھا اور آپ روٹی کھانے میں مشغول ہوئے۔ روٹی پر کا دودھ ہاتھ پر بہتا تھا اور ہاتھ کوئلے سے سیاہ ہو رہے تھے۔ میں نے اپنے جی میں کہا۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ تیرے اولیاء کیسے گندے ہیں کوئی ان میں صفائی والا نہیں ہے۔ جب وہاں سے میں نکلی تو ایک عورت مجھسے چپٹ گئی کہ تو نے میرے

کپڑوں کی گٹھری چرائی ہے اور کشاں کشاں مجھ کو توال کے پاس لے گئی - حضرت ابوالحسین رح نوری کو اسکی خبر ہوئی - آپ نے آکر اس کوتوال سے فرمایا اسے چھوڑ دے یہ بھی اولیاء اللہ میں سے ہے - اس نے کہا میں کیا کروں یہ عورت دعویٰ کرتی ہے - زیتونہ کہتی ہیں کہ اسی وقت ایک لونڈی وہ گٹھری لے آئی - حضرت نے گٹھری اس عورت کے حوالہ کی اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ پھر بھی کہو گی کہ اولیاء اللہ کسقدر گندے ہوتے ہیں - میں نے کہا میں توبہ کرتی ہوں -

حکایت (۲۸۹) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ذوالنون کو دیکھا کہ ان کے پاس دو شخص آئے ایک فوجی تھا اور ایک رعیت کا آدمی اس نے لڑائی میں فوجی کے دانت توڑ ڈالے تھے اور فوجی نے اسے پکڑ لیا تھا کہ میں تجھے بادشاہ کے پاس لیجا کر تیرا فیصلہ کرونگا - سر راہ حضرت کا مقام بھی تھا لوگوں نے کہا کہ حضرت سے تو کہہ لو چنانچہ وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے - آپنے اُسکے دانتوں کو اپنا لعاب مبارک لگا کر اپنی جگہ پر لگا دیا جب اُس نے ہونٹ گھمائے تو وہ دانت بالکل جمے ہوئے تھے پہلے سے کسی قسم کا فرق نہ تھا - میں کہتا ہوں کہ آگے والی حکایت بھی اسی کے مشابہ ہے -

حکایت (۲۹۰) مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک یمنی کے ہاتھ میں ایک غدود تھا اس نے تمامی بزرگوں سے دعا کرائی کہ وہ جاتا رہے لیکن نہ گیا - آخر حضرت ابن عجیل کے پاس گیا اور کہا کہ اگر آپ سے یہ اچھا نہ ہوا تو پھر میں کسی فقیر سے حسن ظن نہیں رکھونگا - آپ نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اپنا ہاتھ لا پھر آپ نے اُسپر مسح کر کے پٹی باندھ دی اور فرمایا اپنی جگہ پر جا کر اسے کھولیو - آپ کے پاس سے وہ اور اسکے ساتھی چلے اور ایک گاؤں پر سے گذرے وہاں جا کر انھوں نے روٹی اور دودھ مول لیا اور روٹی کے ٹکڑے دودھ میں بھگوئے جسے اہل یمن ثراقہ بولتے ہیں، وہ غدود اس کے سیدھے ہاتھ ہی میں تھا - جب کھانے لگا تو بھول کر پٹی کھول دی اور کھانا کھالیا - بعد کھانے کے دیکھا تو اس کا اثر بھی نہ تھا اور یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کس جگہ پر تھا - یہ بالمعنے حکایت ہے اگرچہ بعض الفاظ بعینہ نہیں ہیں -

مولف کہتے ہیں کہ یہ ثراقہ بہت سا کھایا جاتا ہے یہ خلاف سنت ہے اور قبیح بدمزہ بھی ہے - خصوصاً بعض جہاں کھانے میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں اور قریب قریب

تین مرتبہ میں سیر بھر پکے کا ازالہ کر لیتے ہیں جس سے ہول اور گھبراہٹ بھی پیدا ہو جاتی ہے یہ طریقہ مسنونہ نہیں ہے بلکہ طریقہ مسنونہ یہ ہے کہ آہستہ نرمی سے کھایا جائے جس سے ہونٹ اور ہاتھ وغیرہ بھی آلودہ نہ ہوں۔ اور ایسا کھانا کبھی تو مکروہ ہوتا ہے اور کبھی حرام ہوتا ہے اور حرام تو جب ہے کہ دوسرے سے چھین جھپٹ کر بغیر رضامندی کے کھائے اور جب کسی پر ظلم نہ کیا جاوے تو وہ اسوقت مکروہ ہے اور یہ خصلت اہل یمن کی اگرچہ بُری ہے لیکن ان میں بہت سے اچھے خصائل بھی ہیں ایک بڑی خوبی یہی ہے کہ نصوص صریحہ انکی خوبی پر دال ہیں۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں مذکور ہے اور اس کے بیان کا موقع یہاں نہ تھا، لیکن ہیں نے تنبیہ اور نصیحت کے واسطے یہاں بیان کر دیا ہے۔

حکایت (۲۹۱) مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض نیک بھائیوں نے بیان کیا کہ ایک شخص حضرت فقیہ عارف باللہ محمد ابن حسین بجلی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میرا ایک بیل چوری ہو گیا ہے۔ فرمایا کیا اپنا بیل چاہتے ہو کہا ہاں۔ فرمایا کہ فلاں جگہ پر جاؤ وہاں ہمارے شیخ اسے چراتے ہوں گے۔ انھیں جب تک بیل نہ لیلو مت چھوڑو اور ان کی مراد شیخ سے ان کے شیخ مشہور محمد ابن ابوبکر یمنی حکمی ہیں جن کا ذکر گذر چکا ہے وہ شخص شیخ سے جا کر کہنے لگا کہ میرا بیل پھیر دو اور ان سے ایسے چپٹ گیا کہ گویا انھیں وہ چور سمجھتا تھا۔ کیونکہ ان کا رتبہ تو وہ جانتا ہی نہ تھا۔ شیخ نے اس سے دریافت کیا کہ تجھ سے کس نے کہا کہ میرے پاس ہے کہا محمد بن حسین نے پھر کہنے لگا یہ باتیں چھوڑو اور میرا بیل پھیر دو۔ فرمایا کہ تیرا بیل کس صورت کا ہے کہنے لگا کہ میرا بیل بھی چرایا اور اسکی صورت بھی نہیں معلوم یہ سنکر آپ نے تبسم فرمایا اور کہا فلاں مقام پر جاؤ وہاں تیرا بیل ایک درخت سے بندھا ہوا ہے اسے کھول کر لیجا۔ وہ شخص اس جگہ پر گیا تو مطابق ارشاد کے بیل بندھا ہوا تھا۔ چنانچہ بڑی خوشی سے اپنا بیل کھول کر لے گیا اور جب چور آیا تو وہاں بیل نہ ملا وہاں سے محروم لوٹا تو بجائے بیل کے گناہ لے گیا۔ اور شیخ نے ثواب کمایا۔

حکایت (۲۹۲) بعض سلف سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کے ایک شخص پر سو دینار قرض تھے، جب وصول کا وقت آیا تو دستاویز گم ہو گئی جسپر قرض دیا تھا وہ دوڑتا ہوا بنان الحمال کے پاس آیا اور دعا کی درخواست کی آپنے فرمایا میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرا جی حلوا چاہتا ہے تو بازار سے جا کر ایک رطل حلوہ کا غذ میں باندھ لا اور

میں تیرے لئے دعا کرتا ہوں۔ وہ شخص جاکر حلوہ خرید لایا آپ نے فرمایا پڑیا کھول جب کھولا تو دستاویز اسمیں موجود تھی۔ آپ نے فرمایا اپنی دستاویز اور حلوہ لیجا اور اپنے بچوں کو کھلا وہ شخص دونوں چیزیں لیگیا اور آپنے کچھ نہ لیا۔ اور حضرت بیان فرماتے ہیں کہ ایکبار میں تنہا جنگل میں گیا، وہاں مجھے وحشت ہوئی۔ ناگہاں ایک ہاتف نے مجھ سے کہا اے بنان کیا عہد شکنی کرتے ہو۔ یہاں کیوں وحشت ہوتی ہے کیا تمہارا حبیب تمہارے ساتھ نہیں ہے۔

حکایت (۲۹۳) حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو جمعہ کو دن تکلیف سے کچھ تخفیف سی معلوم ہوئی اور آپ میرا ہاتھ پکڑ کر جامع مسجد کو چلے۔ جب ہم صرافوں کے بازار میں پہونچے تو ہمارے سامنے ایک شخص صرافہ کیطرف سے آیا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ کل اس شخص کے ساتھ میرا معاملہ ہوگا۔ شب کو حضرت کا انتقال ہو گیا، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ سقوں کے محلہ میں ایک غسل دینے والے ہیں انھیں لے آؤ اور مجھے ان کا پتہ بتلایا۔ میں نے جاکر آہستگی کے ساتھ ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا السلام علیکم۔ اس نے کہا کیا شبلی کا انتقال ہو گیا میں نے کہا ہاں در جب وہ شخص نکلا تو وہی تھا جس کے متعلق شبلی نے کہا تھا کہ کل اس سے میرا معاملہ ہوگا۔ میں نے تعجب سے کہا لا الٰہ الا اللہ اس شخص نے کہا لا الٰہ الا اللہ کس بات سے تعجب کرتے ہو۔ میں نے کہا کل جب آپ سے ملاقات ہوئی تھی تو حضرت شبلی نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے ساتھ کل میرا معاملہ ہوگا آپکو خدا کی قسم سچ بتلائیے کہ آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ شبلیؒ کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے کہا اے نادان حضرت شبلی کو کہاں سے معلوم ہوا تھا کہ کل میرے ساتھ ان کا معاملہ ہوگا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ مجھ پر ایک درہم ظلم کا ہے اُسکے عوض ہزاروں درہم تصدق کر چکا ہوں لیکن میرے قلب پر اس کا بہت بڑا بوجھ ہے۔

حکایت (۲۹۴) روایت ہے کہ ایک عورت اسرائیلیہ کا محل شاہی کے پڑوس میں مکان تھا۔ جس سے شاہی محل بدنما معلوم ہوتا تھا۔ اس سے بارہا بادشاہ نے خریدنا چاہا۔ اس نے انکار کیا اور نہ بیچا۔ ایکبار وہ عورت سفر میں گئی اس وقت بادشاہ نے اس مکان کے ڈھا دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ وہ منہدم کر دیا گیا۔ جب وہ عورت سفر سے لوٹ آئی تو اپنا مکان نہ پایا۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ میرا مکان کس نے منہدم

کروایا لوگوں نے کہا۔ بادشاہ نے۔ اس وقت اس عورت نے آسمان کیطرف نگاہ کی اور عرض کیا الٰہی میں سفر میں تھی اور تو حاضر تھا تو ہی ضعیفوں کا معاون اور مظلوموں کا مددگار ہے۔ یہ کہکر بیٹھ گئی۔ جب بادشاہ کی سواری نکلی تو بادشاہ نے اس عورت کو دیکھ کر کہا کہ یہاں کیوں بیٹھی ہے کس کا انتظار ہے۔ کہنے لگی تیرے محل کے ویران ہونیکا انتظار ہے۔ اسپر مذاق اڑایا گیا۔ جب رات ہوئی تو وہ محل مع بادشاہ اور اسکے متعلقین کے زمین میں دھنس گیا اور ایک دیوار پر یہ ابیات لکھے ہوئے پائے گئے ؎

اتھزأ بالدعاء و تزدریہ	وما یدریک ما صنع الدعاء
سہام اللیل لا تخطی ولکن	لہا امد وللامد انقضاء
وقد شاء الالٰہ بما تراہ	فما للملک عندکم بقاء

(ترجمہ) کیا دعا پر مذاق اڑاتا ہے اور اسکو حقیر سمجھتا ہے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ دعا نے کیا کیا۔ رات کے تیر کبھی خطا نہیں کرتے۔ لیکن اسکے لئے ایک مدت ہوتی ہے۔ اور مدت کا اختتام بھی ہے۔ اللہ نے وہی کیا جو تو نے دیکھا۔ اور یہ ملک تمہارے پاس رہ نہیں جائیگا۔

رجاء ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم کوفہ میں اپنے شیخ کے پاس حدیث لکھنے بیٹھے تھے۔ ایک عورت ہمپر سے گذری جو اون کا کرتہ پہنے ہوئے اور اسی کی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھی اس نے کہا السلام علیکم پھر اس نے انگلی سے شاہی محل کیطرف اشارہ کیا اور کہنے لگی یہ لوگ اپنے محلوں پر خوش ہیں اور ان کے آرام پر رشک کئے جاتے ہیں اور جو کچھ نوشتہ اعمال قبر کیطرف روانہ کیا ہے اسپر نادم ہیں مغرور نہ ہو اسوقت ہم بوڑھے ہیں موت ہماری کٹائی کا وقت ہے اور قبر ہمارا کھلیان ہے اور قیامت ہمارا موعد ہے۔ پس جو شخص نیکی بوئیگا آرام کی کٹائی کریگا اور جو شخص بدی اور شر بوئے گا تو ندامت کاٹیگا۔ تھوڑے سے صبر میں بہت سی غنیمت ہے اور تھوڑے دنوں کی تکلیف میں طویل راحت حاصل ہوتی ہے۔

حکایت (۲۹۵) عمر ابن دینار رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص اسرائیلی نے جو ساحل پر رہنے والا تھا سنا کہ ایک شخص پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ جو شخص مجھے دیکھے وہ کسی پر ظلم نہ کرے۔ اسرائیلی نے اس کے قریب جاکر پوچھا اے عبداللہ تیری کیا خبر ہے

اس نے کہا سُن ہیں ایک سپاہی تھا ایک دن میں اس ساحل پر آیا تو میں نے ایک شخص کو شکار کرتے دیکھا۔ اس نے میرے سامنے ایک مچھلی پکڑی میں نے اس سے کہا یہ مجھے دیدے اس نے انکار کیا میں نے کہا میرے ہاتھ فروخت کردے اس نے اس سے بھی انکار کیا۔ میں نے ایک کوڑا اسکے سر پر رسید کیا اور مچھلی اس سے چھین لی اور میں اسے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے گھر لئے جارہا تھا کہ ناگاہ اس مچھلی نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا میں نے بہتیرا چھڑانا چاہا کہ کسی طرح اپنا انگوٹھا چھڑالوں مگر نہ ہوسکا۔ میں اپنے اہل وعیال کے پاس گیا۔ انھوں نے بھی اسکے چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن نہ کرسکے آخر بڑی محنت و جانفشانی سے چھٹکارا ہوا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب کھانے لگا تو اس نے انگوٹھا چبالیا وہ شخص کہتا ہے کہ پھر میرا انگوٹھا ورم گیا اور سڑ گیا اور اسمیں جتنے مچھلی کے دانت تھے اُسی قدر سوراخ ہوگئے۔ میں نے اپنے ایک دوست طبیب کو دکھایا اُس نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ آکلہ ہے اگر تو اپنا انگوٹھا نہ کٹوائے گا تو ہلاک ہوجائیگا۔ میں نے انگوٹھا کٹوادیا تو پھوڑا میری ہتھیلی میں ہوگیا۔ پھر اس کے پاس گیا اُس نے کہا اگر ہتھیلی نہیں کٹوائے گا تو ہلاک ہوجائے گا۔ میں نے اسے بھی کٹوادی۔ تو وہ کلائی میں ہوگیا۔ پھر اسکے پاس گیا اُس نے کہا اگر کلائی نہ کٹوائیگا تو ہلاک ہوجائیگا۔ میں نے کلائی بھی کٹوادی۔ پھر وہ پھوڑا میرے بازو میں ہوگیا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں بھاگ نکلا اور اہل وعیال کو ترک کردیا۔ ایک دن میں اسیطرح چیختا پھرتا تھا۔ ناگاہ مجھے ایک درخت نظر آیا اُسکے سایہ میں جا بیٹھا۔ وہاں مجھپر کسی قدر غنودگی طاری ہوگئی۔ خواب میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ کب تک ایک ایک کر کے اپنے اعضا کٹوائیگا حق دار کو پہنچادے تو اس سے نجات پائیگا۔ جب تو مجھے وہ حق یاد آیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ ہی کیطرف سے ہے چنانچہ میں ساحل پر اس صیاد کے پاس لیا دیکھا تو جال پھینکے بیٹھا تھا میں اُسکے کھینچنے تک منتظر رہا۔ جب اُس نے جال کھینچا تو اسمیں بہت سی مچھلیاں تھیں۔ میں نے اسکے پاس جاکر کہا اے اللہ کے بندے میں تیرا غلام ہوں اس نے کہا تو کون ہے اے بھتیجے۔ میں نے کہا میں وہی سپاہی ہوں جس نے تمہارے سر پر کوڑا مارا تھا اور مچھلی تم سے چھین لی تھی اور اسکو اپنا ہاتھ دکھایا اسے دیکھ کر اللہ کی بلا سے اس نے پناہ مانگی اور مجھ سے کہا میں نے تجھے معاف کیا۔ یہ کہتے ہی زخم سے کیڑے گرنے لگے۔ جب میں وہاں سے پلٹ کر آنے لگا تو مجھ سے کہا ٹھہر جا یہ مجھ سے ناانصافی ہوئی کہ ایک مچھلی کی وجہ سے میں نے بد دعا کی حالانکہ اسکی کوئی وقعت نہ تھی

اور وہ بددعا مقبول ہو گئی اور ہاتھ پکڑ کر کہا چل اور مجھے اپنے مکان پر لے گیا اور اپنے بیٹے کو بلایا اور ایک کونے میں لیجا کر کہا یہاں کھود۔ لڑکے نے کھود کر وہاں سے ایک گھڑا نکالا جس میں تیس ہزار درہم تھے۔ پھر لڑکے سے کہا دس ہزار درہم اسے گن دے۔ اس نے گن دئیے۔ اس نے کہا اس سے اپنا زمانہ گذارو اور مصیبت کے وقت کام میں لاؤ۔ پھر اور دس ہزار گنوا دیئے اور کہا کہ اسکو اپنے پڑوس کے اور قریب کے غریب غربا پر تقسیم کردو لوٹتے ہوئے میں نے کہا کہ خدائے تعالےٰ کے لئے مجھے اتنا بتا دیجئے کہ آپ نے کیا کہہ کر بددعا کی تھی۔ کہا جب تو نے میرے سر پر کوڑا مارا اور مچھلی چھین لی تو میں آسمان کی جانب نگہ کر کے رویا اور کہا اے رب تو نے ہی اسے اور مجھے پیدا کیا اور اسے مجھ سے قوی بنایا اور مجھے ضعیف بنایا۔ پھر اسے مجھ پر مسلط کیا۔ نہ تو نے مجھے بچایا نہ مجھے اتنی طاقت دی کہ اسکے ظلم سے محفوظ رہتا اور اپنے آپ کو خود بچاتا۔ میں تجھ سے اسی قدرت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے تو نے اُسے قوی اور مجھے ضعیف بنایا ہے اسکو مخلوقات کے واسطے عبرت بنا۔ خدا انپر رحم کرے۔

حکایت (۲۹۶) علی ابن حرب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اور کچھ نوجوان موصل کے دریا کے کنارے ایک ناؤ پر سوار ہوئے۔ جب بیچ میں پہونچے تو ایک مچھلی دریا سے اُچھل کر ناؤ میں آپڑی۔ انھوں نے یہ دیکھ کر ناؤ کو کنارے لگایا اور اسکے بھوننے کے لئے لکڑیاں جمع کرنے لگے۔ اس اثنا میں ہمارا گذر ایک ویرانہ پر ہوا ہم وہاں کے کھنڈر اور ٹوٹے مکانات دیکھنے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہے جس کے مشکیں کسی ہوئی ہیں اور دوسرا ایک شخص ذبح کیا ہوا اسکے پہلو میں پڑا ہے اور ایک خچر پر بہت سا سامان لدا ہوا کھڑا ہے۔ ہم نے اس جوان سے دریافت کیا کہ تیرا کیا قصہ ہے اور اسے کس نے ذبح کیا ہے۔ کہنے لگا کہ میں نے اس شخص کا خچر کرایہ پر لیا تھا۔ یہ مجھے راستہ سے اس جانب کو پھر لایا اور میری مشکیں جیسی تم دیکھ رہے ہو کس دیں پھر مجھ سے کہا کہ میں تجھے ضرور مار ڈالونگا میں نے اسے خدا کا واسطہ دیا کہ مجھ پر ظلم نہ کر اور میرے قتل کا گناہ اپنے سر نہ لے اور میری روح کو تکلیف نہ دے یہ اسباب تیرا ہے تو لے لے میں نے تجھے حلال کر دیا اور میں کسی سے فریاد بھی نہیں کروں گا۔ میں قسم دیتا ہی رہا مگر اس نے ایک نہ سنی اور کمر سے چھرا کھینچا اس کا غلاف بہت تنگ ہو گیا اور اسے زور سے کھینچنا پڑا۔ جب وہ سختی سے نکلا تو جھٹکے سے بلا کم و کاست اُسکے حلق پر آلگا اور وہ ذبح ہو گیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور میں اسی

حالت پر ہوں۔ ہم نے اسکی مشکیں کھول دیں اور خچر اور اسباب اُس کے حوالہ کیا۔ وہ شخص چلا گیا اور ہم ناؤ کیطرف لوٹے۔ جب ناؤ پر سوار ہوئے تو مچھلی کود کر دریا میں جا رہی۔ یہ زیادہ تعجب انگیز ہے میرے دیکھنے اور سننے میں۔ اللہ تعالےٰ بڑا لطف کرنیوالا اور سننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

حکایت (۲۹۷) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایکبار میں طواف کر رہا تھا ناگاہ ایک عورت نظر پڑی جس کے کندھے پر ایک چھوٹا بچہ تھا اور اور وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی یاکریم یاکریم عہدک القدیم میں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تیرے اور اللہ کے درمیان کیا عہد ہے کہنے لگی ایک بار میں کشتی میں سوار ہوئی اور ایک قوم تاجروں کی ہمارے ساتھ تھی اتفاقاً بہت زور کا طوفان آیا اور کشتی غرق ہوگئی اور سارے آدمی کشتی کے غرق ہوگئے صرف میں اور یہ بچہ ایک تختہ پر اور ایک حبشی مرد جو دوسرے تختہ پر تھا سلامت رہے۔ جب صبح ہوئی تو اس حبشی نے میری طرف دیکھا اور پانی کو ہٹاتے ہٹاتے میرے قریب آیا اور ہمارے تختہ پر سوار ہوگیا اور مجھے راضی کرنے لگا۔ میں نے کہا اے بندۂ خدا کیا تجھے کچھ بھی خوفِ خدا نہیں ہے۔ ہم اس بلا میں گرفتار ہیں جس سے بجز اللہ کی اطاعت کے خلاصی ممکن نہیں چہ جائیکہ اسکی نافرمانی کریں۔ اس نے کہا یہ باتیں چھوڑ دے میں ضرور یہ کام کرونگا۔ یہ بچہ میری گود میں سویا ہوا تھا۔ میں نے اسکے چٹکی بھرلی وہ جاگ کر رونے لگا میں نے کہا اے بندۂ خدا ذرا صبر کر میں اس بچہ کو سُلالوں پھر جو مقدر میں ہوگا ہو جائیگا۔ اس حبشی نے ہاتھ لمبا کر کے بچہ کو دریا میں ڈال دیا۔ میں نے آسمان کی جانب نگاہ کر کے کہا اے اللہ تو آدمی اور اُسکے قلبی ارادوں کے درمیان حائل ہونے والا ہے۔ اپنی طاقت اور قدرت سے میرے اور اس کے درمیان جدائی کردے تو سب چیزوں پر قادر ہے۔ قسم ہے اللہ کی میں ابھی ان کلمات کو پورا بھی نہ کر چکی تھی کہ ایک جانور منھ کھولے ہوئے دریا سے نکلا اور اس حبشی کا ایک نوالہ کر گیا اور غوطہ لگا کر تہ آب میں چلا گیا۔ اور اللہ سبحانہٗ تعالےٰ نے اپنی قوت سے مجھے اس سے بچالیا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر موجیں مجھے تھپیڑے دینے لگیں حتیٰ کہ ایک جزیرہ میں پہنچا یا۔ میں نے جی میں کہا یہاں کی سبزی اور پانی پر گذر کروں گی۔ جب تک اللہ تعالےٰ کوئی صورت پیدا کرے وہی نجات دینے والا ہے۔ اسطرح چار روز مجھپر گذرے۔ پانچویں دن دور سے ایک کشتی نظر آئی۔ میں نے ایک

ٹیلہ پر چڑھ کر ان کی طرف کپڑے سے اشارہ کیا۔ ان میں سے تین آدمی ایک ناؤ پر بیٹھ کر میری طرف آئے۔ میں ان کے ساتھ ناؤ پر سوار ہو کر کشتی میں داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ میرا بچہ جسکو حبشی نے دریا میں ڈال دیا تھا ایک شخص کے پاس ہے۔ یہ دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا میں نے اپنے آپ کو اس بچہ پر گرا دیا اور اسے چومنے لگی اور کہا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ میرے جگر کا ٹکڑا ہے کشتی والے کہنے لگے تو دیوانی ہے تیری عقل ماری گئی ہے۔ میں نے کہا نہ میں دیوانی ہوں نہ میری عقل ماری گئی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے اور اپنا سارا قصہ از اول تا آخر کہہ سنایا یہ سنکر انھوں نے سر جھکا لیا اور کہا اے لڑکی تو نے عجیب قصہ سنایا۔ ہم بھی ایک قصہ سنائیں گے جس سے تجھے بھی تعجب ہوگا۔ ہم موافق ہوا میں چل رہے تھے کہ ایک بڑا جانور دریائی ہمارے آڑے آیا اور سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور یہ بچہ اسکی پشت پر تھا اور ایک منادی آواز دے رہا تھا کہ اگر اس بچہ کو نہ لیچلو گے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے چنانچہ ہم میں سے ایک آدمی اس مچھلی کی پشت پر چڑھا اور اس بچہ کو لے آیا اسکے کشتی پر آتے ہی وہ جانور غوطہ مار کر چلا گیا ہمیں اس سے بھی اور تیرے بیان کئے ہوئے قصہ سے بھی بہت تعجب ہوا۔ ہم سب خدا سے عہد کرتے ہیں کہ وہ آج کے بعد ہمیں معصیت میں نہ دیکھے گا۔ چنانچہ ان سب نے توبہ کی۔ پاک ہے وہ بندوں پر لطف کرنے والا۔ ان کی خبر رکھنے والا مصیبت زدہ کی مدد کرنے والا۔

حکایت (۲۹۸) روایت ہے کہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک تاجر تھے جو شام سے مدینہ اور مدینہ سے شام کو مال لیجاتے تھے اور قافلہ کے ساتھ کبھی نہیں جاتے اور اللہ پر توکل کرتے تھے۔ ایکبار شام سے مدینہ منورہ کو مال لا رہے تھے۔ ناگاہ ایک ڈاکو گھوڑے پر سوار ان کے آڑے آیا اور تاجر پر چلا کر دوڑا۔ تاجر نے کہا یہ مال ہے تو لیجا اور مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا مال تو میرا ہے ہی میں تو تیری جان چاہتا ہوں۔ تاجر نے پھر کہا میری جان لیکر تو کیا کریگا مال لیجا اور مجھے چھوڑ دے۔ اس ڈاکو نے وہی پہلی والی بات پھر کہی۔ تاجر نے کہا اچھا اتنی دیر مجھے مہلت دے کہ میں وضو کر کے نماز پڑھوں اور کچھ دعا کر لوں اس نے کہا جو جی چاہے کرلے۔ تاجر نے وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھی یا ودود یا ودود یا ودود یا ذا العرش المجید یا مبدی یا معید یا فعال لما یرید اسالک بنور وجھک الذی ملاء ارکان عرشک واسئلک بقدرتک التی قدرت بھا علی جمیع خلقک و

برحمتك التي وسعت كل شيء لا إله إلا أنت يا مغيث اغثني

اغثنی۔ دعا سے فارغ ہوتے ہی دیکھا کہ ایک سوار سفید گھوڑے پر چڑھے ہاتھ میں نور کی تلوار لئے آپہونچا۔ وہ ڈاکو سوار کو دیکھ کر اس پر دوڑا۔ جب قریب پہونچا تو اس سوار نے ایک ایسا نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پھر تاجر کے پاس آکر کہا تو اسے قتل کر۔ تاجر نے کہا تم کون ہو میں نے اب تک کسی کو قتل نہیں کیا نہ اسکے قتل سے میرا جی خوش ہوا۔ سوار نے لوٹ کر اس ڈاکو کو قتل کیا اور اس تاجر سے آکر کہا کہ میں ایک فرشتہ ہوں آسمان سوم پر رہتا ہوں۔ جب تو نے پہلی بار دعا کی تو ہم نے آسمان کے دروازے پر کچھ سخت آواز سنی جس سے ہم نے جانا کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے۔ جب تو نے دوسرے بار دعا کی تو آسمان کے دروازے زور سے کھلے کہ ان سے چنگاریاں اڑنے لگیں۔ تیسرے بار میں جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انھوں نے آواز دی کہ اس مصیبت زدہ کی مدد کو کون جاتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے اس کام پر معین کیا جائے۔ تم جان لو کہ جو شخص مصیبت کے وقت تیری یہ دعا پڑھیگا خواہ کوئی حادثہ ہو اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے اسکو بچا دیگا۔ اور اسکی فریاد رسی فرمائیگا۔ وہ تاجر اس واقعہ کے بعد سلامتی کے ساتھ مدینۂ طیبہ میں واپس آیا اور حضور نبوی میں آکر سارا قصہ بیان کیا اور دعا سنائی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے تجھ کو اسمائے حسنیٰ کی تلقین کی جس کے وسیلہ دعا مستجاب اور سوال مقبول ہوتا ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ایک جماعت علماء نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ یہ روایت مع اس قصہ کے میری نظر سے نہیں گذری ممکن ہو مولف رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں دیکھا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔) مترجم)

حکایت (۲۹۹) روایت ہے کہ کوفہ میں ایک قلی تھا جس پر لوگ اعتبار رکھتے تھے اور تجار اُسے امین جان کر اپنا مال حوالہ کرتے تھے۔ ایک بار وہ شخص تنہا سفر میں چلا جب آبادی سے باہر نکلا تو اسے ایک شخص راہ میں ملا اور پوچھا تیرا کہاں کا قصد ہے۔ کہا فلاں شہر کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا اگر میں چل سکتا تو میں تیرے ہمراہ چلتا اگر تو مناسب جانے تو ایک دینار مجھ سے لے کر مجھے خچر پر سوار کر لے۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اس شخص نے دینار اُسکے حوالہ کیا اور خچر پر سوار ہو گیا۔ راستہ میں ایک دوراہہ ملا تو اس سوار نے دریافت

کیا کہ کونسا راستہ اختیار کیا جائے۔ مزدور نے کہا شارع عام پر چلو۔ سوار نے کہا یہ دوسرا راستہ قریب بھی ہے اور جانور کے واسطے سبزہ زار بھی ہے۔ مزدور نے کہا میں کبھی اس راستہ پر نہیں گیا سوار نے کہا میں بارہا گیا ہوں۔ مزدور نے کہا جسطرف سے چاہو چلو تھوڑی دیر چلے تھے کہ وہ راستہ ایک وحشتناک جنگل میں جاکر ختم ہو گیا۔ جہاں بہت سے مردے پڑے تھے۔ مزدور نے کہا میرے خیال سے یہ راستہ منقطع ہو گیا۔ اس شخص نے سواری سے اتر کر کمر سے چھرا نکالا اور مزدور کے قتل کا ارادہ کیا۔ اس نے کہا ایسا نہ کر خچر اور اسباب تو لیجا اور مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا خدا کی قسم جب تک تجھے نہ مار ڈالونگا خچر نہ لونگا۔ پھر مزدور نے نہایت عاجزی سے رو کر کہا خدا کے لئے مجھے چھوڑ دے اور خچر اور اسباب تیرا ہے تو لیجا۔ اُس نے کہا میں بغیر مار ڈالے نہیں چھوڑوں گا۔ ہاں میں ہی پہلے مر جاؤں تو اور بات ہے۔ کہا اچھا مجھے اپنے عمل کو دو رکعت نماز پر ختم کرنے کی مہلت دے۔ اس نے ہنس کر کہا جلدی کھڑا ہو اور نماز پڑھ لے ان سارے مردوں نے جنھیں تو دیکھ رہا ہے سب نے یہی کیا تھا۔ ان کی نماز نے کچھ نفع نہیں دیا اور میرے ہاتھ سے نہیں چھڑایا۔ جلدی سے تو بھی نماز ادا کر لے۔ وہ شخص کھڑا ہوا اور تکبیر کہہ کے سورۂ فاتحہ پڑھی اور اس کی زبان بہکنے لگی اور اس سوچ میں رہ گیا کہ آگے کیا پڑھوں اس لٹیرے نے ڈانٹا اور کہا جلدی کر اسوقت یہ آیت زبان پر آگئی جیسے الہام خداوندی کہنا چاہیئے۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء الآیہ (ترجمہ) کون ہے سوائے اللہ کے جو مضطر کی دعا قبول کرے اور اسکی تکلیف دور کرے۔ یہ آیت چلا کر پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ ناگاہ جنگل کے درمیان سے ایک سوار ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے نمودار ہوا جو سر پر ایک چمکتا ہوا خود اوڑھے ہوئے تھا۔ اس نے ایک لحظہ سے بھی جلد اس شخص کو آلیا اور ایک ہی نیزہ میں اُسے زمین پر گرا دیا اور اس جگہ سے جہاں وہ گرا آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص سجدہ میں گرا پھر وہاں سے اُٹھ کر سوار کیطرف کو چلا اور اس سے دریافت کیا کہ خدا کے لئے سچ بتاؤ کہ تم کون ہو۔ جواب دیا کہ میں امن یجیب المضطر کا غلام ہوں اب تم جہاں چاہو جاؤ تمھیں کوئی خوف نہیں ہے۔ بعضوں کے شعر ہیں ؏

لبست ثوب الرجاء والناس قد رقدوا — وقمت اشکو الی مولائی ما اجد

وقلت یا املی فی کل نائبۃ — ومن علیہ لکشف الضر اعتمد

اشکو الیک امورا انت تعلمھا — مالی علی حملھا صبر ولا جلد

وقد مددت یدی بالذل مبتہلا	الیک یا خیر من مدت الیہ ید
فلا تردنہا یا رب خائبۃ	فبحر جودک یروی کل من یرد
ثم الصلوٰۃ علی المختار من مضر	محمد المصطفی ما مثلہ احد

(ترجمہ) جب لوگ سو جاتے ہیں تو میں امید کا لباس پہنکر اپنے مولے سے ہر تکلیف کی شکایت کرتا ہوں اور کہتا ہوں تو ہی میرا مقصود ہے ہر حادثہ میں جس پڑیں دفع مصائب میں اعتماد کرتا ہوں۔ تجھ سے ایسی باتوں کی شکایت کرتا ہوں جنھیں تو جانتا ہے اور مجھے اس کی برداشت کی طاقت اور صبر نہیں ہے اور میں نے ذلت وزاری سے ہاتھ پھیلایا ہے اور تیری ہی آگے ہاتھ پھیلا جانے کے لائق تو ہی ہے اے رب ان ہاتھوں کو نا امید نہ پھیریو۔ تیرا دریائے جود ہر وارد کو سیراب کرتا ہے اور رحمت نازل کر اور برخلاصۂ مضر کے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کا مثل کوئی نہیں ہے۔

حکایت (۳۰۰) روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھے جن کا اپنے زمانہ میں مثل نہ تھا اور پٹاریاں بیچا کرتے تھے۔ ایک دن وہ پٹاریاں لئے گھوم رہے تھے کہ ایک عورت کسی بادشاہ کے یہاں سے نکلی۔ جب اسے دیکھا تو دوڑی ہوئی اندر گئی اور بادشاہ زادی سے کہا کہ میں نے ایک جوان کو پٹاریاں بیچتے ہوئے دروازہ پر دیکھا ہے۔ ایسا خوبصورت آدمی کبھی نظر نہ آیا۔ شہزادی نے کہا اسے بلا لاؤ۔ اس نے باہر نکلکر اس جوان سے کہا اے جوان اندر آؤ ہم بھی خریدینگے۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کرلیا۔ پھر وہ دوسرے دروازہ میں داخل ہوا۔ اسیطرح تین دروازوں میں داخل ہوا اور اس نے دروازہ بند کرلیا۔ پھر شہزادی سینہ اور چہرہ کھولے ہوئے اس کے سامنے آئی۔ اس جوان نے کہا اپنی ضرورت کی چیز خرید لو تو میں جاؤں اس نے کہا ہم نے اسکے خریدنے کو نہیں بلایا ہے بلکہ اپنے نفس کی حاجت پوری کرنے کو بلایا ہے اس نے کہا خدا سے ڈر، اس نے کہا اگر تو ایسا نہیں کریگا تو میں بادشاہ سے کہوں گی کہ تو بدکاری کے ارادہ سے میرے گھر میں گھس آیا تھا۔ اس نے اسے نصیحت کی مگر وہ نہ مانی پھر اس نے کہا میرے واسطے وضو کے لئے پانی چاہیئے۔ کہنے لگی مجھ سے بہانہ نہ کر اور لونڈی سے کہا اس کے واسطے چھت پر وضو کا پانی رکھدو جہاں سے کسی طرح بھاگ نہ سکے۔ وہ چھت زمین سے چالیس گز اونچی تھی۔ جب اوپر پہنچا تو کہنے لگا اے

اللہ مجھے بُرے کام پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن میں اپنے آپ کو یہاں سے گرا دینا ارتکاب معصیت سے اچھا جانتا ہوں۔ پھر بسم اللہ کہکر چھت پر سے کود پڑا۔ اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے اس کا بازو پکڑ کر زمین پر کھڑا کر دیا اسے کچھ تکلیف نہ ہونے پائی پھر دعا کی اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بغیر اس تجارت کے بھی روزی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے پاس سونے کی ایک تھیلی بھیجی۔ اس نے اسمیں سے جتنا اُسکے کپڑے میں سمایا لے لیا۔ پھر کہا الٰہی اگر یہ میری دنیا کی روزی ہے تو اسمیں مجھے برکت دے۔ اور اگر اسکے بدلے میرا اخروی ثواب کم ہو جائیگا تو یہ مجھے درکار نہیں ہے۔ آواز دیگئی کہ یہ ایک جزء ہے اُس صبر کا جسکو تو نے چھت پر سے گرتے وقت اختیار کیا تھا۔ کہا اے اللہ میرا اخروی ثواب گھٹانے والی چیز بالکل درکار نہیں ہے۔ چنانچہ وہ سونا اس سے پھیر لیا گیا اور شیطان سے کہا گیا کہ تو نے اسے چھت پر سے گرتے وقت بہکا نہ لیا۔ کہنے لگا کہ میں ایسے شخص کو کیونکر بہکا لیتا جس نے اللہ کے واسطے اپنی جان ہی خرچ کر دی۔ خدا ان پر رحم کرے اور ہمیں انکی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین کسی نے کیا اچھا شعر کہا ہے ؎

وسائل عنھم ماذا تقدمھم	فقلت فضل بہ عن غیرھم بانوا
صانوا النفوس عن الفحشاء وبتذر	منھن فی طریق العلیاء ما صانوا

(ترجمہ) ایک سائل نے پوچھا کہ کس چیز نے انھیں آگے پہونچایا۔ میں نے کہا کہ اللہ کے فضل نے کہ اسی کے سبب وہ دوسروں سے ممتاز ہوئے۔ اپنے نفس کو فحش سے بچایا اور اسکو جس قدر بچایا اسی قدر ترقی کے راستوں کو پامال کیا۔

حکایت (۱۰۳) مروی ہے کہ ایک نیک بخت امین کے پاس بادشاہ نے ایک عمدہ قیمتی جوہر امانت رکھا۔ اس شخص نے اپنے گھر میں ایک جگہ اسے سنبھال کر رکھ دیا۔ اتفاقاً اس کے چھوٹے بچے کے ہاتھ لگ گیا۔ جس کو اس بچہ نے پتھر پر مار کر چار ٹکڑے کر ڈالے۔ یہ شخص اس واقعہ کو دیکھ کر اس قدر غمگین اور پریشان ہوا کہ ضبط نہ ہو سکا اور شہر چھوڑنے پر آمادہ ہوا اس کے ایک دوست نے اس سے دریافت کیا کہ میں تجھے بہت پریشان پاتا ہوں کیا وجہ ہے۔ اس نے سارا قصہ کہہ سنایا اور اپنی پریشانی اور خوف کی حالت بھی بیان کی۔ اُس دوست نے اسے یہ چار بیتیں سکھائیں اور کہا انھیں ہر وقت پڑھا کر انشاء اللہ یہ پریشانی دفع ہو جائیگی۔

وکم للہ من لطف خفی	یدق خفاہ عن فہم الذکی
وکم یسر اتی من بعد عسر	وفرج کربۃ القلب الشجی
وکم امر تساء بہ صباحا	وتاتیک المسرۃ بالعشی
اذا ضاقت بک الاحوال یوما	فثق بالواحد الفرد العلی

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی بہت سی خفیہ نعمتیں ہیں۔ کہ خفا کی وجہ سے انھیں ذکی بھی نہیں جان سکتا اور بہت سی راحتیں تکلیف کے بعد پہونچیں جن سے دل غمگین کی بیچینی زائل ہو گئی بہت سے حادثے جو صبح کے وقت برے معلوم ہوتے تھے۔ انھیں سے شام کے وقت تجھے مسرت پیدا ہوئی۔ جب کسی دن اپنے حالات تجھے تنگ کریں تو اللہ واحد و یکتا و بزرگ پر اعتماد کر+ اس نے ان شعروں کو پڑھنا شروع کیا۔ ایک دن وہ انھیں پڑھ ہی رہا تھا کہ ناگاہ بادشاہ کا قاصد آیا اور کہنے لگا کہ بادشاہ کی فلاں خواص کا مزاج بہت ناساز ہو گیا ہے اور طبیبوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ ہیرے کے چار ٹکڑے کر کے پانی میں ڈال کر وہ پانی پلایا جائے۔ اب بادشاہ کا حکم ہے کہ تم کسی ہوشیار جوہری کو تلاش کر کے اسکے چار ٹکڑے کرواؤ لیکن کم زیادہ نہ ہوں۔ اس نے کہا بسر و چشم۔ اسی وقت اس کا رنج و غم دور ہو گیا اور خوف جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر بجالایا کہ اس نے اسے ایسی بلا سے اپنے لطفِ خفی سے نجات عطا فرمائی۔ پھر وہ چاروں ٹکڑے بادشاہ کے پاس لیگیا۔ بادشاہ اس صنعت پر اس کا احسانمند ہوا اور اسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ وہ شخص بعد خوف و غم کے خوش و خرم گھر آیا۔ اللہ پاک بڑا ہی لطف و کرم والا اور رحم والا ہے جو رنج و غم اور خوف و ہراس کو احسان و سرور سے مبدل کر دیتا ہے۔ سبحان اللہ کسقدر جلد مضطر کی کشائش فرماتے ہیں اور محسن پر رحم فرماتے ہیں۔ تبارک اللہ رب العالمین۔

حکایت (۳۰۲) روایت ہے کہ ایک بادشاہ کسی فقیر پر ناراض ہوا اور ایک برج بنوا کر اس کے اندر اسے بند کرا یا اور ہوا کی آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا اور کھانا پانی بھی موقوف کر دیا۔ تین دن کے بعد لوگوں نے اسے خوش و خرم برج کے باہر پھرتے دیکھا۔ بادشاہ کو اسکی اطلاع کی گئی۔ کہا اُسے حاضر کرو وہ شخص حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے کہا قسم ہے اسکی جس نے تجھے اس سختی سے نجات دی اور یہ مصیبت

دفع کی سچ بتا، تیری نجات کا سبب کیا ہوا۔ فقیر نے کہا میں نے ایک دعا کی تھی وہی سبب نجات ہوئی۔ کہا وہ کونسی دعا ہے کہنے لگا میں نے یہ دعا کی تھی اللھم یا لطیف یا لطیف یا لطیف یا من وسع لطفہ اھل السمٰوٰت والارضین اسئلک اللھم ان تلطف بی من خفی خفی لطفک الخفی الخفی الخفی الذی اذا لطفت بہ لاحد من عبادک کفی فانک قلت وقولک الحق المبین اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز۔

حکایت (۳۰۳) سری سقطی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک شخص حافظ و متقی رہتا تھا جو نہایت فقیر و بیمار تھا۔ ایک بار اسپر سخت فاقہ اور تکلیف کا سامنا ہوا تو اسکے جی میں آیا کہ اپنا حال ایک رقعہ پر لکھ کر اللہ کے پاس مرافعہ کرے۔ چنانچہ اپنا حال لکھ لیا جب رات ہوئی تو محراب میں جاکر نماز پڑھنے لگا اور دعا کیساتھ رقعہ آسمان کیطرف بلند کیا دیر تک ایسا ہی کرتا رہا آخر اسے نیند نے مجبور کیا اور بیٹھ کر نماز پڑھنے لگا۔ جب تھوڑی شب باقی رہی تو اسکی آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت آدمی کہہ رہا ہے کہ اے ابو بشر یہ کیسی غفلت تجھے لاحق ہے کہ اپنے رب کے پاس سیاہی سے رقعہ لکھ کر پیش کرتا ہے اُس نے کہا پھر کیا کروں۔ کہا جب تیرا ارادہ ہو تو شکر کا ہاتھ بحر ذکر سے دھو کر صبر کے قلم سے اپنے قلب پر فکر کی سفیدی سے خوف طلب کے ساتھ لکھ۔ اس نے پوچھا کہ کیا لکھوں؟ کہا یہ لکھ۔ اے وہ ذات کہ تیرے افضال سارے فضل کرنے والوں سے زیادہ ہیں اور تیرے انعام جمیع منعمین کے انعام سے زیادہ ہیں۔ تیرے شکر سے سارے شاکرین عاجز ہیں۔ میں نے دوسرے سوال کرنیوالوں کے ذریعہ سارے محسنوں کا حال دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ تیرے غیر کا قصد کرنے والا مردود ہے اور غیروں کی طرف کا راستہ مسدود ہے اور ہر چیز تیرے پاس موجود ہے اور تیرے غیر کے پاس معدوم ہے۔ اس فقیر نے کہا کہ یہ بات تو جناب نے بہت اچھی بتائی ہے۔ کہا اگر روشنی بصیرت کی باقی رہے اور اپنے ارادہ کی تصریح کی ضرورت بھی سمجھی جائے تو لکھ اے اللہ تیرے ہی سے میں نے وسیلہ کیا ہے اور تکلیف و راحت میں تجھی پر بھروسا کیا ہے میری حاجتیں تیری طرف پھیر دی گئی ہیں اور میری امیدیں تیرے سامنے قائم ہیں جس کام کی تو مجھے توفیق دے تو تو ہی اُس کا راستہ دکھا اور رہبر ہو جا۔ اُس نے کہا جناب یہ تو اس سے بھی اچھا ہے۔ کہا اگر بصیرت کی روشنی اس سے زیادہ تصریح حاجت

کی ضرورت سمجھے تو یہ اور لکھ اے قدیر مجھے طلب عاجز نہیں کرتی۔ اے بادشاہ تیری ہی طرف ہر راغب جھکتا ہے۔ میں ہر وقت تیری نعمتوں سے لدا ہوا ہوں جو محض تیرے فضل وکرم سے مجھ پر فائض ہوئی ہیں۔ اے اللہ تیرے ہی کرم سے آدمی مستحق کرم ہوتا ہے اور تیری حمد سے نعمت مزید ہوتی ہے اس نے کہا یہ اور احسن ہے۔ کہا اگر فکر کی روشنی اور تصریح حاجت کی ضرورت سمجھی ہو تو یہ لکھ اے وہ ذات جس نے صبر کو بلا پر بندہ کا معاون بنایا ہے اور شکر کو نعمتوں کا بڑھانیوالا گردانا ہے۔ میں تجھ سے سختی میں صبر کی اور نعمتوں پر شکر کی توفیق چاہتا ہوں۔ تیری آزمائش میرے صبر سے زیادہ ہے اور تیری نعمت میرے شکر سے عظیم ہے تو میرے اقرار پر عفو کی چادر اُڑھا دے تو اسپر قادر و توانا ہے۔ اگر میرے گناہ کا کوئی عذر نہیں ہے تو تو اپنی طرف سے اسے معاف کر دے۔ پھر کہا اے ابوبشر مقام تبتل میں مغفرت کی جگہ کھڑا ہو اور ذلت و انکساری کے ساتھ فضل کا امیدوار اور زبان توسل سے اللہ غالب کا شکر گذار رہ۔ اس نے کہا یہ اور اچھا ہے کہنے لگا کہ خاص فرشتوں کی یہ دعا ہے جو تجھے سکھائی گئی ہے اس نے کہا بیشک انشاء اللہ پھر اس نے اسکے سینہ اور پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا وہ جاگ اُٹھا وہ ساری باتیں اسے یاد تھیں ایک حرف بھی نہ بھولا تھا۔ حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ ابوبشر نے فجر کی نماز کے وقت یہ روایت ہم سے بیان کی ہم نے اسے بہت اچھا جانا اور اسے لکھ لیا رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۳۰۴) بعض اہل عراق سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں ابوبکر ابن مجاہد مقری کے پاس پڑھتا تھا اُن کے پاس ایک بوڑھا آیا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا، انھوں نے اس سے اولاد کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا اے ابوبکر گذشتہ شب ایک تیسری لڑکی پیدا ہوئی ہے اور بی بی نے مجھ سے ایک دانگ طلب کیا جس سے گھی اور شہد بچے کے چٹانے کے لئے منگایا جائے۔ میرے پاس نتھا، رات بھر غمگین اور متفکر رہا، رات ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرمایا اے شخص غم مت کر صبح ہی علی بن حسین وزیر کے پاس جا اور میری طرف سے سلام کہہ اور اُسے یہ علامت بتا دے کہ اس نے میرے مزار کے پاس چار ہزار مرتبہ درود بھیجا ہے تجھے وہ ایک سو دینار سونا دیگا۔ ابوبکر نے کہا اے عبداللہ اسمیں بڑا فائدہ ہے چنانچہ سبق موقوف کر کے اس کا ہاتھ پکڑ کے وزیر کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب وزیر نے ابوبکر کے ہمراہ ایک نیا آدمی دیکھا تو دریافت کیا

کہ اے ابوبکر یہ کون ہے۔ انھوں نے کہا آپ قریب بلا کر اس سے دریافت کریں اور اسکی بات سنیں۔ وزیر نے قریب بلاکر پوچھا کہ اے شیخ تیرا کیا کام ہے۔ اس نے کہا میرے دو لڑکیاں تھیں یہ ابوبکر جانتے ہیں۔ کل شب تیسری ایک اور پیدا ہوئی میری بی بی نے ایک دانگ طلب کیا تاکہ اسکا گھی اور شہد منگا کر بچے کو چٹایا جائے میرے پاس دانگ نہیں تھا۔ رات کو میں غمگین سویا خواب میں میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا اور حضور نے مجھ سے یہ یہ فرمایا اور سارا قصہ کہہ سنایا۔ یہ سنتے ہی علی بن عیسٰے وزیر کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا اللہ اور رسول نے سچ کہا اور تو نے بھی سچ کہا یہ فعل میرا اللہ اور رسول کے سوا کسی کو معلوم نہ تھا تو نیک آدمی ہے۔ پھر غلام سے کہا کہ تھیلی لے آؤ غلام نے تھیلی لاکر سامنے رکھ دی کہا اسمیں سے تین سو دینار نکال۔ پھر کہا۔ ایک سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور یہ ایک سو بشارت کا صلہ ہے اور ایک سو ہدیہ ہے چنانچہ وہ شخص وہاں سے تین سو دینار لیکر چلا اور اس کا رنج و غم زائل ہو گیا۔ مولف فرماتے ہیں کہ جس طرح اس شخص کو اللہ کی رحمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیر و برکت حاصل ہوئی اسی طرح اس وزیر کو بھی بہت کچھ ملا چنانچہ وزارت کے عالی مرتبہ اور سیاست و جبروت کو چھوڑ کر مکۂ معظمہ کا مجاور ہو گیا۔ حضور نے اس کا ذکر اسی لئے کیا کیونکہ آپ کو اللہ کی طرف سے ان کی انتہائی حالت معلوم ہو چکی تھی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایکبار یہ علی بن عیسٰے فوج کثیر کے ساتھ سوار ہوئے راستہ میں غربا ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ کون ہے۔ ایک عورت راستہ میں کھڑی تھی اُس نے کہا کہانتک دریافت کروگے یہ ایک بندہ ہے جو اللہ کی نظر سے گر گیا ہے اور اللہ نے اسے ان مصائب میں گرفتار کر رکھا ہے۔ یہ سنتے ہی گھر لوٹے اور وزارت سے استعفا دیکر مکۂ معظمہ کے مجاور ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۳۰۵) شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو لیلۃ القدر ستائیسویں رمضان شب جمعہ کو خواب میں دیکھا فرمایا اے علی اپنے کپڑے پاک کر میل سے ہر لحظہ تجھے اللہ کی جانب سے حصہ ملتا رہیگا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کون سے کپڑے۔ فرمایا اللہ نے تجھے پانچ کپڑے عطا فرمائے ہیں۔ ایک خلعتِ معرفت اور ایک خلعت محبت ایک خلعت توحید ایک خلعت ایمان

ایک خلعتِ اسلام۔ پس جو اللہ سے محبت رکھے اسکے نزدیک ساری چیزیں حقیر ہو جاتی ہیں اور جو اللہ کی معرفت رکھتا ہو کل چیزیں نظر میں آتی ہیں اور جو اللہ کی توحید رکھتا ہے وہ کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر شئے سے مامون اور بے خوف ہوتا ہے۔ اور جو اسلام لاتا ہے وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اگر کبھی ہو جائے تو فوراً عذر خواہی کرتا ہے۔ جب معذرت چاہے تو اللہ تعالےٰ معاف کرتا ہے۔ حضرت ابوالحسن رح فرماتے ہیں اسوقت مجھ کو یہ آیت وثیابك فطهر کی تفسیر معلوم ہوئی۔ انتہیٰ کلامہ۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جو شخص اللہ سے محبت رکھتا ہے ساری چیزیں اُسکی نظر میں حقیر ہو جاتی ہیں اسکی وجہ یہ ہو کہ محبت محبوب کے آگے اپنے آپکو ذلیل جانتا ہے اور اسکی طرف سے جو کچھ شدت اور مشکل پیش آتی ہے وہ محبوب کی رضامندی کے آگے بالکل حقیر ہوتی ہے اور وہ عالم میں سارا ظہور اسی محبوبِ حقیقی کا جانتا ہے اور محبوب کا ہر فعل محبوب ہوتا ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے ہر چیز اسکے سامنے چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عارف باللہ اس کے جلال و عظمت و کبریائی اور قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے جمیع مخلوقات کی اُنکی نظر سے وقعت و عظمت جاتی رہتی ہے۔ لیکن باوجود اسکے اللہ کے برگزیدہ انبیاء و رسل اور ملائکہ کے احترام و تعظیم میں کوتاہی نہیں کرتے اور ان کی عظمت ان کی قدر کے موافق کرتا ہے مگر اس عظمت کو اللہ کی عظمت کے آگے کچھ نسبت نہیں اور آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جو اللہ کی توحید کرتا ہے وہ شرک نہیں کرتا۔ کیونکہ شرک توحید کے منافی ہو۔ یہاں شرک سے مراد شرک خفی ہے جسے صرف عارف ہی جانتے ہیں اور اس سے بچتے ہیں تاکہ اُنکی توحید حقیقی خاص میں کوئی نقصان نہ پیدا ہو جائے۔ اور شرک جلی اس کو تو خاص و عام سب جانتے ہیں اور یہ شرکِ جلی دونوں توحیدوں میں مضر ہے اور منجملہ ان کے جو صرف توحید خاص کو ضرر پہنچاتی ہو وہ محبت غیر اللہ کی ہے جو غیر ہی کے سبب سے ہو جیسے نفس کی محبوبات اور شہوات مباحہ۔ جب ان سے اللہ کی عبادت کی قوت مطلوب نہ ہو اگر محبت غیر اللہ کی اللہ کے واسطے ہو تو یہ دونوں توحیدوں کے مضر نہیں ہو۔ اور نفس کے بعض اعمال میں چھپے ہوئے اغراض ہوتے ہیں۔ اسے اللہ والے ہی جانتے ہیں اور وہی اس سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو اہل مقامات و احوال ہیں یہ بھی ان کے نزدیک شرک خفی ہے۔

یہیں سے بعضوں نے کہا ہے جو جنت کی طمع اور دوزخ کے خوف سے اللہ کی عبادت کرے تو اس نے بھی اللہ سے شرک کیا بلکہ عبادت اسوجہ سے کرنا چاہئے کہ وہی قابل معبود بننے کے ہے اگرچہ دوزخ و جنت کچھ بھی نہ ہوں۔ اسیطرح لوگوں کے پاس مرتبہ پیدا کرنا اور ان سے ڈرنا یا ان سے نفع کی امید رکھنا یا ضرر کا اعتقاد رکھنا اور مصیبتوں میں ان سے مدد مانگنا یہ سب ان کے نزدیک شرک ہے۔ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کا بیان طویل ہے اور بعض خواہشات نفس جو ظاہر شرع میں مباح اور مستحب بھی ہیں لیکن جب عارف انھیں بغیر نیت صالح کے استعمال کرتا ہے تو اپنے مرتبے سے گر جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ ابو الغیث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کو ایک فقیر نے خواب میں پہاڑ پر دیکھا پھر اسکے بعد پہاڑ کے نیچے دیکھا۔ اس نے شیخ سے اسکی وجہ دریافت کی آپنے فرمایا ٹھہر جا جب تیسری بار خواب دیکھے تو مجھ سے کہیو۔ میں سب کی تعبیر اکٹھی تبا دوں گا۔ ایک سال کے بعد اس نے پھر شیخ کو پہاڑ کی چوٹی پر دیکھا جہاں پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اس نے شیخ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا اللہ کے نزدیک ایک مرتبہ تھا۔ ایک شب میں نے اپنی بی بی سے تقبیل کی اور میری نیت اللہ کے واسطے کی نہ تھی بلکہ صرف شہوت کی نظر سے تھی اسوجہ سے اس رتبہ سے گر گیا جیسا کہ تونے دیکھا۔ پھر ایک سال تک محنت و مشقت کر کے میں اپنے قدیم مقام پر پہنچ گیا جیسا کہ تونے دیکھا۔ خدا ان سے اور سارے اولیاء اللہ سے راضی ہو، اور ہمیں بھی ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین آپنے یہ جو فرمایا کہ جو اللہ پر ایمان لاتا ہے ہر چیز سے بے خوف ہوتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ایمان سے ایمان کامل مراد ہے۔ اور جب ایمان کامل حاصل ہوتا ہے تو اسے توکل کامل حاصل ہوجاتا ہے اور اس کے قلب پر خوف اللہ کا غالب ہو جاتا ہے اور اُس کی ہیبت و جلال و عظمت و کبریائی اور قدرت و قہر و سطوت قلب پر مستولی ہو جاتی ہے۔ پھر تو عالمِ وجود میں اللہ واحد صاحب الاسماء الحسنیٰ والصفات العلیٰ سبحانہ و تعالےٰ کے سوا کسیکو نہ عطا کرنے والا جانتا ہے نہ رد کرنے والا نہ نفع دینے والا نہ ضرر پہنچانے والا نہ بلند رتبہ دینے والا نہ پستی میں گرانیوالا نہ جدائی ڈالنے والا نہ ملانے والا۔ اس سبب سے کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور کسی سے امید بھی نہیں رکھتا سوائے اُسکے کیونکہ سارا وجود اسکے قبضہ میں ہے۔ بلا اسکے ارادہ کے کوئی متحرک حرکت نہیں کرسکتا اور ہر خیر و شر اور نفع و ضرر اسی کی قضاء و قدر

سے ہے پس مخلوقات کی حرکات وسکنات اور ارادات جہاں بھی ہوں اور جسوقت ہوں اسی رب السمٰوات والارض کی قضاء سے ہے۔اس بات کو علماءِ ظاہر دلائل قاطعہ عقلیہ ونقلیہ سے جانتے ہیں اور اہلِ باطن دلائل قاطعہ یقینیہ سے جو کہ مشاہدات ومکاشفات سے حاصل ہوئے ہیں پہچانتے ہیں۔جب یہ مشاہدہ کر چکے کہ کل کام اسی کی طرف سے ہے تو نہ غیر سے ڈرتے ہیں نہ غیر سے امید رکھتے ہیں بلکہ اس سے امید رکھتے ہیں اور بس اور آپ نے یہ جو فرمایا کہ جو اللہ کے واسطے اسلام لاتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور اگر کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو عذر خواہی کرتا ہے اور جب عذر کرتا ہے تو عذر مقبول ہوتا ہے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ جو حقیقی اسلام لاتا ہے وہ اپنے نفس کو تابع اللہ کے امر کے کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو سپرد کر دیتا ہے اور اسکی عبادت کا تابع ہو جاتا ہے پھر اسکی نافرمانی نہیں کرتا۔کیونکہ نافرمانی طاعت کے منافی ہے اور اذعان کے بھی منافی ہے اگر کبھی شیطان اسے بہکا لیتا ہے۔کسی گناہ میں جو اسکی تقدیر میں ہونے والا ہوتا ہے۔اللہ سے توبہ اور استغفار کرتا ہے اور اُسکی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے عذر خواہی کرتا ہے۔جب وہ سچی توبہ کے ساتھ عذر خواہی کرتا ہے تو حق تعالیٰ اسکی توبہ اپنے فضل سے قبول کرتے ہیں اور عذر اس کا اپنے کرم سے مقبول فرماتے ہیں اور مغفرت کی بارش اسپر برسانے ہیں۔اے اللہ صاحب جود واحسان اے صاحب فضل عظیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر افضل رحمت اور سلام نازل فرما۔اور ہمیں ان افعال سے متصف فرما جیسا تو نے ہمیں اقوال کا متصف بنایا ہے اور ہمیں حسنِ ادب اور نیک اعمال کی توفیق عطا کر اور ہمپر پوری مغفرت اور کامل توبہ نازل کر اور اپنا فضل روشن عطا فرما تو ہی تواب اور رحیم ہے۔برحمتک یاارحم الراحمین۔

حکایت (۳۰۶) حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے ابتدائی زمانہ میں تردد واقع ہوا کہ آبادی اور شہروں میں رہوں یا جنگل میں بود وباش اختیار کروں، لوگوں نے مجھ سے ایک ولی کا تذکرہ کیا جو ایک پہاڑ کی چوٹی پر خلوت گزین تھے میں نے ان سے ملنے کے قصد سے سفر کیا شام کے وقت اُن کے پاس پہنچا اُسوقت میرے جی میں آیا کہ اس وقت رات کو ان سے ملوں تو انھیں تکلیف ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ رات گذار کر صبح کو ملوں چنانچہ غار کے باہر دروازے پر میں نے شب گذاری۔رات کو انھیں یہ دعا مانگتے میں نے سُنا۔اے اللہ لوگ تجھ سے تسخیر

کی دعا مانگتے ہیں اور تو نے مخلوق کو ان کا مسخر کر دیا اور وہ اسپر راضی ہو گئے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں کو مجھ سے پھیر دے تاکہ کوئی پناہ کی جگہ تیرے سوا مجھے نہ ملے ای رب العالمین میں نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھ یہ شیخ کس دریا سے اپنا چلو بھر رہے ہیں۔ صبح کے وقت میں نے جا کر سلام کیا۔ لیکن میرا دل خوف سے بھرا ہوا تھا۔ پھر میں نے عرض کیا جناب کا کیا حال ہے۔ فرمایا رضا و تسلیم کی سردی کی شکایت اللہ سے کرتا ہوں، جیسا کہ تم تدبیر اور اختیار کی گرمی کی شکایت کرتے ہو۔ میں نے کہا تدبیر اور اختیار کی گرمی تو میں جانتا ہوں کیونکہ میں اسمیں مبتلا ہوں لیکن رضا و تسلیم کی سردی کیا چیز ہے اور اسکی سردی سے کیوں آپ شکوہ کرتے ہیں۔ فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ رضا و تسلیم کی حلاوت کہیں اس سے غافل نہ کر دے میں نے کہا میں نے آپ کو یہ دعا کرتے سنا کہ کچھ لوگ تجھ سے تسخیر مخلوقات کو مانگتے ہیں اور تو نے انھیں عطا کیا ہے اور وہ اسپر خوش ہوئے۔ انھوں نے مسکرا کر فرمایا اے بیٹے تم بجائے سخر لی کے کن لی کہو۔ تم ہی کہو کہ جب اللہ تمہارا ہو جائیگا تو تمہیں دوسروں کی کیا احتیاج ہوگی۔ پھر تم ایسی خطا کیوں کرتے ہو۔ مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ کو جو علم و صلاح دونوں کے ساتھ موصوف تھے سنا ہے کہ جب ان سے کوئی شخص دعا کی درخواست کرتا تو فرماتے کان اللہ لک۔ یعنی خدا تیرا ہو جائے۔ یہ کلمہ اگرچہ باعتبار لفظ کے بہت چھوٹا ہے مگر معنے کے اعتبار سے ہر مطلوب کو شامل ہے کیونکہ اللہ جس کا ہو جائے تو اسے محبوب چیز عطا کریگا اور خوفناک چیزوں سے بچائیگا۔ لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جب بندہ اللہ ہی کا ہو رہے تو اللہ بھی بندہ کا ہوتا ہے جیسا کہ اگر کوئی اللہ کو اختیار کرے تو اللہ بھی اسے اختیار کرتا ہے اور جو اللہ سے راضی ہوا اللہ بھی اس سے راضی ہوتا ہے۔ ایسے ہی جمیع صفات محمودہ ہیں جنسے وہی متصف ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالےٰ برگزیدہ فرمائے۔ نفس کی کدورت سے پاک کرلے ہمیں اللہ تعالیٰ اس قول سے بچائے جسے ہم نہ کر سکیں اور اصلاح حال کی اور حسن خلق و حسن مآل کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

حکایت (۳۰۷) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اور شیخ نصر خراطی دونوں ایک مقام پر ایک شب رہے۔ آپس میں مذاکرہ علمی ہو رہا تھا شیخ نے کہا ذاکر اللہ کو پہلا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے یاد کر رہے ہیں

پس برکت اسی کے کہ اللہ اسکی یاد فرماتے ہیں وہ اللہ کو یاد کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کی اسمیں مخالفت کی، انھوں نے کہا اگر اس وقت خضر ہوتے تو میرے اس قول کی شہادت دیتے یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ناگاہ ایک شخص آسمان وزمین کے درمیان ہمیں نظر آئے اور آکر ہمیں سلام کیا۔ پھر فرمایا۔ سچ کہا بیشک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنیوالا ببرکت اسکے کہ خدا تعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اسوقت ہمیں معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ مؤلف فرماتے ہیں حضرت خضر کو علیہ السلام کہنے میں اختلاف ہے۔ اور حضرت خضر ہی پر موقوف نہیں بلکہ جن جن کی نبوت میں اختلاف ہے ان سب کو علیہ السلام کہنے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ جائز ہے اور بعض کہتے ہیں ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کے ساتھ مخصوص ہے اور غیروں کے واسطے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا چاہیئے۔ جواز والے یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ لوگ بوجہ اختلاف کے انبیاء کے درجہ سے گھٹے ہوئے ہیں لیکن اولیاء سے انکا مرتبہ بڑھا ہوا ہے تو ان کے لئے ایک درمیانی درجہ ہونا چاہیئے ایسے ہی ان کے لئے دعا بھی درمیانی ہونی چاہیئے۔ پس انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص علیہ الصلوٰۃ ہے اور صحابہ واولیاء کے ساتھ مخصوص ترضیہ ہے اور ان لوگوں کے واسطے علیہ السلام کہا جائے جو بین بین ہے۔ میرے نزدیک یہ قول مناسب ہے اسمیں کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ یہ اولےٰ ہے اگرچہ اکثر کے خلاف ہے اور مذہب شافعی رحمۃ اللہ میں یہ اختلاف مشہور ہے۔ واقفین مذہب اسے جانتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حکایت (۳۰۸) شیخ احمد بن عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے اونٹ نے کلام کیا ایک بار میں مکہ معظمہ جارہا تھا راستہ میں بہت سے بوجھل اونٹ دیکھے جو بوجھ سے لدے ہوئے تھے گردنیں لمبی کئے ہوئے چلے جارہے تھے۔ میں نے کہا پاک ہے اللہ جس نے ان پر گرانباری آسان کردی ہے اور انھیں متحمل بنا دیا ہے اسی وقت ایک اونٹ نے میری طرف متوجہ ہوکر کہا۔ کہو جل اللہ یعنی اللہ جلال والا ہے میں نے کہا جل اللہ۔ اور حضرت شبلی رح فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار یہ عزم کرلیا کہ حلال کے سوائے کچھ نہ کھاؤں گا۔ چنانچہ میں صحراؤں میں گھومتا تھا وہاں میں نے ایک انجیر کا درخت دیکھا اور اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اس سے کچھ کھاؤں اس درخت نے پکار کر مجھ سے کہا تو اپنا عہد قائم رکھ اور مجھ سے مت کھا کیونکہ میں ایک

یہودی کی مالک ہوں۔

حکایت (۳۰۹) بعض سلف سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میرا بیٹا محمد غائب ہوگیا اور ہمیں اسپر بہت سخت رنج ہوا۔ میں نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاکر عرض کیا اے ابو محفوظ میرا بیٹا غائب ہوگیا ہے اور اسکی ماں سخت پریشان ہے فرمایا تم کیا چاہتے ہو۔ میں نے کہا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اُسے ہمارے پاس پہنچادے۔ کہا اے اللہ آسمان بھی تیرا ہے زمین بھی تیری ہے اور ان کے درمیان کی چیزیں بھی تیری ہیں تو محمد کو پہونچادے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں وہاں سے باب الشام کی طرف گیا تو وہ کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا اے محمد اس نے کہا ابا جان میں ابھی انبار میں تھا

مؤلف کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی اجابت دعا میں مشہور تھے۔ اب بھی مشہور ہے کہ ان کی قبر کے پاس بھی دعا مقبول ہوتی ہے اور اہلِ بغداد ان کی قبر کو تریاق مجرّب کہتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۳۱۰) روایت ہے کہ ایک عورت کسی شیخ کے پاس گئی اور کہا کہ میرے لڑکے کو اہل روم نے گرفتار کرلیا ہے۔ میرے پاس ایک جھونپڑے کے سوا کچھ نہیں ہے اسے بیچ نہیں سکتی اور میرے پاس مال نہیں ہے۔ اگر آپ کسی سے کہدیتے تو وہ فدیہ ادا کرکے اسے چھڑاتا۔ کیونکہ مجھے نہ رات سوجھتی ہے نہ دن نہ قرار ہے نہ نیند انھوں نے کہا اچھا تم جاؤ میں اُسکے متعلق سوچوں گا اور زمین کیطرف نظر کرکے لبِ مبارک کو حرکت دی۔ پھر ایک مدت کے بعد وہ عورت بیٹے کو لئے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعائیں دینے لگی اور کہا کہ میرا بیٹا سلامتی سے آگیا اور اس کا ایک عجیب قصہ پیش آیا جس کو وہ خود آپ سے بیان کریگا۔ اس نے کہا کہ میں بادشاہِ روم کے پاس بہت سے قیدیوں کے ہمراہ تھا، بادشاہ کا ایک مقرب آدمی تھا جو ہم سے خدمت لیتا تھا۔ ہر روز ہمیں جنگل میں لیجاتا تھا۔ اور ہم سے کام لیتا تھا۔ شام کو واپس لوٹا لاتا تھا اور بیڑیاں پڑی ہوتی تھیں ایک دن میں ایک محافظ کے ساتھ لوٹ کر آرہا تھا ناگاہ بیڑی میرے پاؤں سے کھل کر گر پڑی اور دن اور گھڑی بھی بتلائی تو وہی وقت تھا جب کہ شیخ نے دعا کی تھی۔ میرا محافظ مجھ پر چلایا اور کہا تونے بیڑیاں کھول لیں۔ میں نے کہا وہ اپنے آپ کھل گئیں۔ اس نے افسر سے کہا اور اسی وقت لوہار کو بلاکر اس سے سخت

بیڑیاں پہنائیں چند قدم چلا تھا کہ وہ بھی کھل کر گر پڑیں۔ یہ دیکھ کر انھیں حیرت ہوئی۔ انھوں نے اپنے ایک راہب کو بلایا۔ راہب نے مجھ سے دریافت کیا کیا تیرے ماں ہے میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اسی کی دعا مقبول ہوئی ہے۔ اور کہا تجھے اللہ نے آزاد کر دیا ہے ہم قید نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ایک آدمی میرے ساتھ کر کے سرحد مسلمین تک مجھی پہنچا دیا

حکایت (۳۱۱) حکایت ہے کہ طبرستان میں ایک ظالم بادشاہ تھا۔ شہر کی دوشیزہ لڑکیوں کو خراب کرتا تھا۔ ایک بار ایک بڑھیا شیخ ابوسعیدؒ کے پاس روتی ہوئی آئی اور کہنے لگی، اے شیخ میری فریاد رسی کرو۔ میری ایک خوب صورت باکرہ لڑکی ہے بادشاہ نے میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ وہ میرے یہاں آئیگا اور اس لڑکی کو خراب کریگا۔ میں تمہارے پاس دوڑتی آئی ہوں شاید تمہاری دعا سے اسکے شر سے ہم محفوظ رہیں۔ شیخ نے ایک ساعت تک سر جھکا لیا اسکے بعد سر اٹھا کر فرمایا۔ اے بڑھیا زندوں میں تو کوئی مستجاب الدعوات رہا نہیں ہے تو مسلمانوں کے قبرستان میں جا وہاں تجھے ایسا آدمی ملیگا جو تیری حاجت روائی کریگا۔ وہ بڑھیا قبرستان میں گئی وہاں سے ایک خوبصورت جوان خوش پوشاک جن سے خوشبو مہک رہی تھی ملے۔ اس نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیکر پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انھوں نے کہا کہ تو شیخ ابوسعید کے پاس پھر جا اور کہہ کہ تیرے لئے وہ دعا کریں ان کی دعا مقبول ہوگی۔ اس نے کہا بے مجھے زندہ مُردوں کے پاس بھیجتے ہیں اور مُردے زندوں کے پاس بھیجتے ہیں کوئی میری فریاد رسی نہیں کرتا۔ اب کس کے پاس جاؤں۔ انھوں نے کہا تو ان کے پاس لوٹ جا ان کی دعا سے تیرا مقصد حاصل ہوگا۔ اس نے لوٹ کر سارا قصہ ابوسعید سے کہہ سنایا آپ نے فکر میں سر جھکا لیا حتیٰ کہ پسینہ پسینہ ہو گئے۔ پھر ایک چیخ ماری اور منھ کے بل گر پڑے۔ فوراً شہر میں غل مچگیا کہ بادشاہ فلاں بڑھیا کے گھر جا رہا تھا کہ اسکی لڑکی کو خراب کرے ناگہاں اُسکے گھوڑے نے ٹھوکر لی اور بادشاہ اسپر سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اللہ نے شیخ کی دعا سے یہ بلا لوگوں سے دور کی۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے مقابر کا کیوں حوالہ کیا اور پہلے ہی خود آپنے اسکی حاجت کیوں پوری نہ کر دی۔ فرمایا مجھے مکروہ معلوم ہوا کہ میری بددعا سے اُسکا قتل ہو۔ میں نے اسوجہ سے بھائی خضر علیہ السلام کے پاس بھیجدیا۔ اُنھوں نے

واپس میرے پاس بھیجدیا کہ ایسے پلید پر دعا کرنا جائز ہے۔ بعضوں کے اشعار ہیں ؎

اما واللہ ان الظلم شوم الی دیان یوم الدین نمضی	وما زال المسیئ ھو الظلوم وعند اللہ تجمع الخصوم

(ترجمہ) خوب جانو قسم ہے اللہ کی ظلم بدبختی ہے اور گنہگار ہمیشہ ظلم میں مبتلا ہے اور ہم اور جزاء دیان کے پاس پہونچیں گے اور اللہ کے یہاں سارے خصوم جمع ہوں گے۔

حکایت (۳۱۲) مؤلف رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شہر میں ایک بزرگ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہمارے یہاں بارش نہ ہوئی اور پانی کی بہت قلت ہوگئی اور لوگ بہت پریشان ہوئے ہم میں سے ایک آدمی پانی خریدنے گیا اور بڑی گران قیمت پر خریدا راستہ میں اسکی ایک فقیر سے ملاقات ہوئی جسے وہ نہیں پہچانتا تھا اس نے فقیر سے کہا تم ہماری مصیبت نہیں دیکھتے ہو۔ ہمارے لئے دعا کرو۔ انھوں نے کہا کس چیز کے لئے دعا کروں۔ میں نے کہا بارش کیلئے فوراً اس کا رنگ سرخ ہوگیا اور ایک ساعت خاموش رہا۔ پھر ایک چیخ ماری اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ شخص کہتا ہے میں اپنے گھر پہونچنے نہیں پایا تھا اور پانی خریدا ہوا گھر میں رکھنے نہیں پایا تھا کہ بڑی شدت کی بارش ہوئی جس سے سیلاب جاری ہوگیا۔ رضی اللہ عنہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پہلے تحقیق کرچکا ہوں کہ کرامات اولیاء امت کے آثار معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں اور معجزات کا تتمہ ہیں اور یہ کرامات دریائے نبوت کے چشمے ہیں جو ہر اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت سے استسقاء کرنے میں آپ کے چچا ابو طالب کا شعر ہے ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ	ثمال الیتمی عصمۃ للارامل

(ترجمہ) وہ گورے چہرے والے ہیں۔ اس چہرے کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کے سرپرست بیواؤں کے محافظ ہیں۔

حکایت (۳۱۳) بعض بزرگوں سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم شیخ ابو سعید خراز کے ہمراہ دریائے صیدی کے کنارے جارہے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دور سے دیکھا اور ہم سے فرمایا بیٹھ جاؤ یہ کوئی ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں۔ اتنے میں ایک خوبصورت جوان آپہنچا جس کے ہاتھ میں لوٹا اور دوات تھی اور کندھے پر گدڑی پڑی ہوئی تھی۔

ابوسعید رحؒ نے ان کے ہاتھ میں دوات دیکھکر نظر انکار سے ان کی طرف دیکھا۔ پھر کہا اے جوان اللہ کی جانب راستہ کیونکر ملتا ہی۔ اس نے کہا اے ابوسعید جان لو اللہ کی طرف دو راستہ ہیں ایک خاص ایک عام۔ عام وہ ہے جس پر تم اور تمہارے ساتھی ہیں اور خاص راستہ یہ ہے چلو یہ کہکر وہ پانی پر ہو لیا حتےٰ کہ ہماری نظر سے غائب ہو گیا۔ یہ دیکھکر ابوسعید حیران رہ گئے کہ اللہ تعالےٰ نے اس جوان کو کیسی کرامت عطا فرمائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع الصالحین۔

حکایت (۳۱۴) ایک شیخ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن فرات کے کنارے پر گذر رہا تھا کہ مجھے تازہ مچھلی کا شوق ہوا ناگاہ پانی نے میری طرف ایک مچھلی پھینکی اور ایک شخص دوڑتا آیا کہ میں یہ آپ کو بھونے دیتا ہوں۔ میں نے کہا اچھا اس نے اسی وقت بھون دیا اور میں نے وہیں بیٹھکر کھایا۔

ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد شونیزیہ میں آیا تو وہاں فقراء کو کرامات میں باہم گفتگو کرتے دیکھا۔ ان میں سے ایک نے کہا میں اس شخص کو جانتا ہوں کہ اگر وہ اس ستون کو کہے کہ آدھا سونے کا اور نصف چاندی کا ہو جا تو ہو جائیگا۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں نے جب ستون کی طرف دیکھا تو وہ نصف سونے کا اور نصف چاندی کا ہو گیا تھا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ذوالنون کے پاس تھا، وہاں ذکر آیا کہ تمام اشیاء اولیاء اللہ کی اطاعت کرتی ہیں حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ ایک اطاعت یہ بھی ہی کہ اس تخت کو کہا جائے کہ مکان کے چاروں گوشوں میں گھومے اور پھر اپنی جگہ پر آجائے تو تخت حکم بجالائے۔ اسی وقت وہ تخت مکان کے چاروں گوشوں میں گھوما اور پھر اپنی جگہ پر آگیا۔ اسوقت وہاں ایک جوان بیٹھا ہوا تھا اس نے رونا شروع کیا اور اتنا رویا کہ اسی میں مرگیا۔ رضی اللہ عنہ

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ منیٰ کے پہاڑ پر تھے۔ فرمایا اگر کوئی ولی اللہ اس پہاڑ کو کہیں کہ حرکت کر تو حرکت کرنے لگے۔ وہ پہاڑ اسی وقت حرکت کرنے لگا۔ آپ نے پہاڑ سے کہا کہ ساکن ہو جا میری یہ غرض نہ تھی۔ میں نے ایک مثال بیان کی تھی۔ پھر وہ پہاڑ ساکن ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ

حکایت (۳۱۵) ابی عمرو زجاجی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے

ہیں کہ میں حضرت جنید کے پاس حاضر ہوا میرا ارادہ سفر حج کو جانے کا تھا۔ آپ نے مجھے ایک صحیح درہم عطا فرمایا۔ میں نے لیکر اپنی کمر بند میں باندھ لیا۔ سفر میں جہاں کہیں پہنچا وہیں میرا ایسا اچھا سامان ہو گیا کہ مجھے اس درہم کے خرچ کرنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ جب میں حج سے فارغ ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے ہاتھ پھیلایا اور فرمایا لاؤ ہمارا درہم میں نے وہ درہم ان کے حوالہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسکی مہر کیسی تھی میں نے کہا نافذ تھی ــــ ابو نصر سراج فرماتے ہیں کہ ہم شہر تستر میں پہنچے تو ہم نے سہل بن عبد اللہ کے گھر میں ایک کوٹھری دیکھی جسے لوگ بیت السّباع یعنی درندوں کی کوٹھری کہتے تھے۔ ہم نے لوگوں سے اسکی وجہ تسمیہ دریافت کی۔ کہنے لگے کہ حضرت سہل کے پاس درندے آتے تھے تو آپ انھیں اسی کوٹھری میں رکھتے تھے اور ان کی گوشت وغیرہ سے مہمانی کیا کرتے تھے۔ ابو نصر فرماتے ہیں کہ اہل تستر سب ہی اس پر متفق تھے۔ کوئی انکار نہیں کرتا تھا حالانکہ وہ جم غفیر ہیں۔ مروی ہے کہ اہل رحبہ اکثر کراماتِ اولیاء کا انکار کرتے تھے۔ ایک دن شیخ جابر رحبی رضی اللہ عنہ شیر پر سوار ہو کر شہر رحبہ کے اندر آگئے اور فرمایا بلاؤ ان لوگوں کو جو کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا تو اپنی زبان انکار سے روکی۔ میں کہتا ہوں کہ شیخ ابو الغیث یمنی ؒ ابتدائی زمانہ میں لکڑی کاٹنے جنگل میں گئے۔ شیر نے ان کے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ آپ نے دیکھکر فرمایا۔ جب تو نے میرا گدھا پھاڑ کھایا ہے تو لامحالہ تیری پشت پر لکڑیاں لادی جائیں گی۔ چنانچہ شیر کی پشت پر لکڑیاں لادکر شہر کے دروازہ تک لے آئے۔ پھر اسے چھوڑا اور کہا چلا جا۔

حکایت (۳۱۶) مؤلف فرماتے ہیں مشہور ہے کہ ایک دن فقراء نے شیخ ابو الغیث رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمارا گوشت کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا فلاں روز تک صبر کرو وہ بازار کا دن تھا جسمیں قافلے آتے تھے۔ جب وہ روز آیا تو خبر پہنچی کہ ڈاکوؤں نے قافلہ لوٹ لیا۔ چنانچہ بعض لٹیرے کچھ اناج لے آئے اور کچھ لوگ ایک بیل لے آئے۔ حضرت نے ان فقراء سے کہا کہ بیل اور اناج اپنے تصرف میں لے آؤ۔ جب اسکے کھانے کا وقت آیا تو جو فقہاء تھے وہ الگ ہو گئے۔ فقراء نے انھیں بلایا تو انھوں نے انکار کیا۔ شیخ نے فقراء سے فرمایا تم کھاؤ فقہاء حرام نہیں کھاتے ہیں۔ جب فارغ ہو چکے تو ایک شخص شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں نے فقراء کے واسطے اس قدر اناج کی نذر مانی

تھی اور قافلہ کے ساتھ لارہا تھا کہ راہ میں لٹ گیا اتنے میں ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک بیل فقراء کے واسطے لارہا تھا وہ چھن گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں کی چیز فقراء کو پہنچ گئی۔ یہ سن کر فقہاء ندامت سے ہاتھ ملتے رہ گئے کہ ہم نے کیوں فقراء کے ساتھ موافقت نہ کی۔ حضرت بڑے صباغ تھے۔ یعنی دلوں کو رنگنے والے لوگوں کو صفات دنیہ سے صاف کر کے عمدہ صفات سے رنگتے تھے۔ مروی ہے کہ ایکبار آپ کے سامنے ایک مغنیہ کھڑی ہوئی تھی فوراً اسپر غشی طاری ہوئی اور گر پڑی۔ جب اسے ہوش آیا تو اسی وقت اس نے توبہ کی اور فقراء کی صحبت اختیار کی۔ وہ آرائش پسند تھی اس سے شیخ نے فرمایا ہم تجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں تو اسے پسند کرے گی اور اسپر صبر کرے گی۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو فقراء کو پانی پلایا کر۔ چھ مہینہ تک اپنی پشت پر پانی لاد کر فقیروں کو پلایا کی پھر اسے شیخ نے دیکھا تو اسکی حالت بالکل بدل گئی تھی پھر کہنے لگی حضور مجھے اب اللہ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تو جمعرات کے دن اپنے رب سے ملاقات کرے گی۔ چنانچہ جمعرات کے دن اس کا انتقال ہو گیا۔ رحمہا اللہ تعالےٰ۔ میں نے آپ کے شان میں کچھ اشعار کہے ہیں ؎

لنا سید کم ساد ابالفضل سیدا	بکل مکان ثم کل زمان
اذا اھل الارض فخروا بشیوخھم	ابوالغیث فینا فخر کل یمان

(ترجمہ) ہمارے ایک سید ہیں جو اپنی فضیلت میں سید السادات ہیں۔ ہر جگہ کے اور ہر زمانے کے سادات کے فخر ہیں۔ جب کسی ملک والے اپنے شیوخ پر فخر کریں — تو ابوالغیث تمام یمینوں کے لئے فخر ہیں۔

حکایت (۱۷ا) مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک قصہ مشہور ہے جسے میں نے بڑے بڑے شیوخ سے سنا ہے کہ حضرت شیخ کبیر عارف ربانی مربی عیسےٰ ہتار یمنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دن ایک رنڈی پر گذر ہوا آپ نے فرمایا ہم بعد عشاء کے تیرے پاس آئیں گے وہ سنکر بہت خوش ہوئی اور خوب بناؤ سنگار کر کے شیخ کے انتظار میں بیٹھی جن لوگوں نے یہ سنا بہت تعجب ہوا بعد عشاء کے حسب وعدہ آپ اسکے یہاں تشریف لائے اور دو رکعت نماز اسکے مکان میں ادا کر کے نکل کھڑے ہوئے۔ اس رنڈی نے کہا آپ تو جا رہے ہیں۔ فرمایا میرا مقصود حاصل ہو گیا۔ چنانچہ اسی وقت اسکی حالت بدل گئی اور شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور کل مال و اسباب

اپنا چھوڑ دیا۔ حضرت نے اس کا ایک فقیر کے ساتھ نکاح کر دیا اور فرمایا ولیمہ میں صرف روٹیاں پکواؤ سالن کی ضرورت نہیں۔ انھوں نے حسب الارشاد روٹی پکوا کر شیخ کے پاس حاضر کی اس رنڈی کا امیر یار تھا اس سے ایک شخص نے جا کر کہا کہ فلاں رنڈی نے توبہ کر لی اس نے کہا کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا واللہ اس نے توبہ کر لی اور اس کا ایک کے ساتھ نکاح بھی ہو گیا اور اسکا اسوقت ولیمہ ہو جسمیں صرف روٹیاں ہیں اور سالن نہیں ہے اس امیر نے دو شراب کی بوتلیں اسکے حوالہ کیں اور کہا تو جا کر شیخ کو میرا سلام کہیو اسکے بعد یہ کہیو کہ میں نے یہ واقعہ سنا جس سے بہت خوشی ہوئی اور معلوم ہوا ہے کہ ولیمہ میں سالن کا انتظام نہیں ہے اسوجہ سے یہ روانہ کرتا ہوں اس کا سالن بنالو مقصود اس کا فقراء سے مذاق اور انھیں شرمندہ کرنا تھا۔ وہ قاصد جب شیخ کی خدمت میں پہونچا تو آپ نے فرمایا تو نے بہت دیر لگادی۔ پھر ان میں سے ایک بوتل لے کر خوب ہلایا اور پیالہ میں ڈالا پھر دوسری بوتل کو بھی ایسا ہی کیا۔ پھر اس شخص سے کہا تو بھی بیٹھ کر کھالے۔ وہ قاصد یہی کہتا ہے کہ میں نے بھی بیٹھ کر کھایا تو وہ ایسا عمدہ گھی بن گیا تھا کہ میں نے کبھی نہ ویسا کھایا تھا اور سارا قصہ اس نے جا کر اس امیر کو سنایا۔ اس امیر نے آکر سارا قصہ دیکھا اور متحیر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس نے بھی حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی۔ یہ فضل اللہ کا ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل فرمانے والے ہیں۔

حکایت (۳۱۸) حکایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے بیس سال تک حق تعالیٰ کی عبادت کی اور اسمیں ایک لحظہ بھی گناہ کا مرتکب نہ ہوا۔ پھر بیس سال تک اللہ کی نافرمانی کی اور اسمیں ایک ساعت بھی اطاعت نہ کی ایک دن اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھا تو سفید بال نظر آئے کہنے لگا بڑھاپا اور عیب پیدا ہو گیا۔ افسوس قسم ہے تیری عزت کی آئندہ گناہ نہیں کرونگا اور اسی وقت توبہ کی واسطے طہارت کی۔ جب رات ہوئی کہنے لگا، الٰہی میں نے بیس سال عبادت کی اور بیس سال نافرمانی کی اب مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ اگر میں پھر تیری جانب رجوع کروں تو تو مجھے قبول کر لیگا۔ اس گھر کے ایک جانب سے آواز سنائی دی ہم تجھے قبول کر لینگے۔ تو نے اطاعت کی۔ ہم نے تیری مقاصد پورے کئے اور نافرمانی کی تو ہم نے بھی ڈھیل دی۔ اب اگر رجوع کریگا تو قبول کریں گے بعضوں کے اشعار ہیں ؎

اخلقت وجھی لمعاصی عند علام الغیوب سیدی شیئوم المعاصی بعدت منک نصیبی

سیدی قسوۃ قلبی حیرت کل طبیب + یا طبیب الاطباء انت عونی وطبیبی

اشفنی هب لی الٰھی + توبۃ تمحو ذنوبی (ترجمہ) مجھے گناہوں نے روسیاہ کردیا نزدیک علام الغیوب کے۔ اے میرے مالک گناہوں کی بدبختی نے میرا حصہ تجھ سے دور کردیا۔ اے مالک میرے دل کی سختی نے سب طبیبوں کو حیران کرر کھا ہے۔ اے طبیبوں کے طبیب تو ہی میرا طبیب و مددگار ہے۔ مجھے شفا دے اور الٰہی عطا کر ایسی توبہ جس سے کُل گناہ بخشے جائیں۔

حکایت (۳۱۹) عبداللہ ابن فضیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سرّی سقطی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا ان کی سکرات کی حالت تھی۔ آپ نے میری طرف کو دیکھا تو میں رو رہا تھا۔ فرمایا اے ابو محمد تو کیوں رو رہا ہے۔ میں نے کہا آپ کی حالت دیکھ کر۔ فرمایا مت رو، میں نے اللہ کے ساتھ ایک حساب لگایا ہے کہ بیس سال تک میں اللہ کا طالب رہا۔ جب اُسے پالیا تو بیس سال تک حق تعالٰے نے مجھ سے خدمت لی اور پھر بیس سال تک مجھے رلایا۔ اس کے بعد بیس سال تک شوق میں رکھا پھر بیس سال تک مقامِ فنا میں رکھا۔ اب مجھے امید ہے کہ مجھے مرتبۂ بقا باللہ حاصل ہو گا کہ اسے دیکھوں گا اسی کے لئے اسی کی مدد سے اسی کے ساتھ رہوں گا۔ اسوقت اے ابو محمد تہنیت کرنی چاہیئے

بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر گیا تو آپ کپڑے سے گھر جھاڑ رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے ؎

وما دمت الدخول علیہ حتٰی حللت محلۃ العبد الذلیل

واغمضت الجفون علی قذاھا وصُنیت النفس عن قال وقیل

(ترجمہ) میں نے اسکے پاس حاضر ہونے کا اسوقت تک قصد نہیں کیا جب تک کہ اس کا بندۂ ذلیل نہ بنگیا۔ اور باوجود تکلیف کے میں نے آنکھ بند کرلی اور نفس کو قال و قیل سے بچالیا۔

اور حضرت فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے اللہ تعالےٰ کو بلاخوف کے محبّت ہی میں دیکھا وہ انبساط و ناز یعنی بوجہ بے تکلفی کے ہلاک ہوگیا

اور جس نے اسکو خوف میں بلا محبّت کے پہچانا تو بعد و وحشت ہی میں رہ گیا اور جس نے محبت وخوف دونوں کے ساتھ پہچانا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبّت کرنے لگتے ہیں اور دوست رکھتے ہیں اور اکرام کرتے ہیں اور اسے مقرب اور سمجھ دار اور عالم طاقت ور بنا دیتے ہیں۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ حضرت فضیل کے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض بڑے بڑے مشائخ تھے جو محب و عارف ہونے کے باوجود بہت ہی باخوف رہتے تھے، خدا ان سے راضی ہو اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔

حکایت (۳۲۰) بعض سلف سے مروی ہے کہ یکبار حضرت عیسےٰ علیہ السّلام ملک شام میں سفر کر رہے تھے ناگاہ انھیں بارش اور بجلیوں نے گھیر لیا آپ نے اس سے بچنے کے لئے جگہ تلاش کی دور سے آپکو ایک خیمہ نظر آیا۔ جب اُسکے قریب پہونچے تو اس میں ایک عورت تھی اسے دیکھ کر راستہ سے پھر گئے تو انھیں ایک پہاڑ میں غار نظر آیا جب اُسکے قریب پہونچے تو وہاں ایک شیر تھا آپ نے اپنا ہاتھ اُس پر رکھدیا اور کہنے لگے۔ الٰہی ہر شئے کے لئے تو نے پناہ کی جگہ بنائی ہے اور میرے لئے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ حق تعالےٰ نے جواب دیا میں نے تیری جگہ اپنے پاس مستقر رحمت میں بنائی ہے میں قیامت میں تیری سو حوروں کے ساتھ شادی کروں گا۔ جنھیں میں نے اپنے ہی ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور تمہاری شادی کا کھانا چار ہزار برس تک کھلاؤں گا جن کا ایک دن ساری عمرِ دنیا کے برابر ہوگا اور ایک منادی کو حکم دوں گا کہ جو ندا کرے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا سے پرہیز کرتے تھے۔ عیسےٰ ابن مریم کے بیاہ میں شریک ہو جاؤ۔ رحمۃ اللہ۔

عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک راہب کے صومعہ پر گذر ہوا میں نے ساتھیوں سے کہا ٹھہر جاؤ۔ پھر میں نے اس سے باتیں کیں اور کہا اے راہب کیا ہے علم الیقین۔ اس نے صومعہ کا پردہ اٹھایا اور کہا اے عبد الواحد گر تو علم الیقین حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے اور شہواتِ دنیا کے درمیان لوہے کی دیوار کھڑی کردے۔ پھر پردہ چھوڑ کر بیٹھ گیا۔

حکایت (۳۲۱) عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں چین میں ایک راہب کے صومعہ پر سے گذرا میں نے پکارا اے راہب اس نے

جواب نہ دیا۔ میں نے دوسری مرتبہ پھر پکارا۔ پھر بھی اس نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ میں میری طرف جھانک کر دیکھا اور کہنے لگا اے شخص میں راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو جو آسمانوں پر ہے۔ اور اسکی کبریائی کی تعظیم کرتا ہو اور اس کی بلاؤں پر صبر کرتا ہو۔ اور اسکی قضا پر راضی ہو اور اسکی بخششوں پر حمد کرے۔ اسکی نعمتوں کا شکر کرے۔ اسکی عظمت کے آگے تواضع کرے۔ اسکی عزت کے سامنے ذلت اختیار کرے۔ اسکی قدرت کو تسلیم کرے اسکی ہیبت کے آگے سر جھکائے اور اسکے حساب و عذاب میں فکر کرتا رہے۔ اپنا دن روزہ میں اور شب قیام میں گذارے۔ اسے دوزخ کے اور سوال و جواب کے ذکر نے بیدار کر رکھا ہو۔ اور میں تو ایک پھاڑ کھانے والا کتا ہوں، اپنے آپ کو اس صومعہ میں قید کر رکھا ہے۔ تاکہ کسی کو اپنی زبان سے نہ پھاڑ کھاؤں۔ میں نے سوال کیا کہ اے راہب کس چیز نے مخلوق کو اللہ کی طرف سے بہکا رکھا ہے۔ کہا اے بھائی اللہ کی معرفت کے بعد جس نے اس سے لوگوں کو بہکایا ہے وہ حبِ دنیا ہے اور زینت دنیا ہے۔ کیونکہ وہی گناہ اور نافرمانی کی جڑ ہے۔ عاقل وہ ہے جو اسکو قلب سے نکال دور کرے اور اپنے گناہوں سے اللہ کے حضور میں توبہ کرے اور اللہ سے قریب کرنے والی اشیاء کیطرف متوجہ ہو جائے۔

حکایت (۳۲۲) روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عیسے علیہ السلام کے ساتھ ہوا اور کہنے لگا یا نبی اللہ میں آپ کے ہمراہ چلونگا۔ وہ دونوں چلکر ایک نہر کے کنارے پہونچے اور ناشتہ کرنے بیٹھے۔ ان کے ساتھ تین روٹیاں تھیں۔ دونوں نے دو روٹیاں کھائیں ایک باقی رہی۔ آپنے نہر میں اتر کر پانی نوش فرمایا۔ جب لوٹ کر آئے تو وہ روٹی نہ پائی۔ اس شخص سے دریافت فرمایا کہ روٹی کس نے لے لی۔ اُس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ آپ چلے اور آپ کے ہمراہ وہ شخص بھی تھا۔ راہ میں ایک ہرنی نظر آئی اس کے ساتھ دو بچے تھے۔ آپنے انھیں بلایا جب آگئے تو ایک کو ذبح کر کے بھنوا کر تناول فرمایا اور اس شخص کو بھی کھلایا اسکے بعد فرمایا، خدا کے حکم سے کھڑا ہو جا، وہ ذبح کیا ہوا بچہ فوراً کھڑا ہو گیا۔ پھر اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا میں اس خدا کو جس نے تجھے یہ معجزہ دکھلایا گواہ بنا کر پوچھتا ہوں سچ بتا وہ روٹی کس نے لی۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ وہاں سے وہ دونوں چل کر ایک ریگستان میں پہنچے وہاں سے آپ نے بہت سا ریت جمع کر کے فرمایا سونا بنجا اللہ کے حکم سے فوراً وہ سونا بنگیا، آپ نے اُسکے تین حصے کئے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک میرا ایک تیرا ایک اسکا

جس نے روٹی چرائی ہے۔ اس نے کہا روٹی چرانے والا میں ہی ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ سب تیرا ہے اور اس کا ساتھ ترک کر دیا۔ وہ شخص سونے کے لے چلنے کی فکر کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں دو آدمی اور آگئے انھوں نے اس سے مقابلہ کرنا چاہا۔ آخر اسپر فیصلہ ہوا کہ تینوں برابر تقسیم کرلیں پھر اس نے کہا کہ ایک شخص گاؤں میں جاکر ہمارے واسطے کھانا خرید لائے۔ ایک شخص کھانا خریدنے گیا راستہ میں اس نے سوچا کہ میں ان کو حصہ دار ہی کیوں بناؤں۔ اس کھانے میں زہر ملاکر انھیں کھلادوں اور سارے سونے پر میں ہی قابض ہو جاؤں۔ چنانچہ اس نے کھانے میں زہر ملا دیا۔ ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اسے ہم حصہ دار ہی کیوں بنائیں جب وہ آئے تو اسے مار ڈالیں اور مال دونوں نصف نصف تقسیم کرلیں چنانچہ جب وہ شخص کھانا لیکر پہونچا تو ان دونوں نے مل کر اسے مار ڈالا۔ پھر وہ کھانا کھایا اور زہر کی وجہ سے وہ دونوں بھی مر گئے۔ اور مال اسی ریگستان میں پڑا رہا اور تین آدمی بھی مردہ پڑے رہے۔ دوبارہ حضرت عیسے علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا یہ دنیا ہے اس سے ڈرتے رہو۔ مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے دنیا ایک بناؤ سنگار کی ہوئی بڑھیا کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اسپر ہر طرح کی زینت تھی۔ پوچھا تو نے کتنے نکاح کئے۔ کہنے لگی انکا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کیا سب تیرے سامنے مر گئے یا سب نے تجھے طلاق دی۔ اس نے کہا میں نے ہی سب کو قتل کر دیا۔ حضرت نے فرمایا تیرے بقیہ ازواج پر تف ہے کہ وہ ان مرے ہوؤں سے عبرت نہیں حاصل کرتے تو کس کیفیت سے انھیں ایک ایک کر کے قتل کرتی ہو اور پھر بھی وہ تجھ سے خوف نہیں کرتے۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص کی روح خواب میں بلند کیگئی، اس نے راستہ میں ایک عورت دیکھی کہ اسپر ہر قسم کا زیور اور لباس فاخرہ تھا، لیکن جو اسپر گذرتا تھا اسی پر حملہ کرتی تھی اور اسے زخمی کرتی تھی۔ پھر یہ دیکھا کہ جب وہ خود آگے آتی تھی تو بدشکل معلوم ہوتی تھی اور جب پیٹھ پھیر کر جاتی تھی تو خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ وہ ایک بڑھیا تھی نیلی آنکھوں والی، سفید بالوں والی چوندھی آنکھوں والی۔ اس نے خواب ہی میں کہا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے بچا وے اس نے کہا خدا تجھے مجھ سے نہیں بچائیگا جب تک تو درہم سے بغض نہیں رکھیگا اس نے کہا تو کون ہے۔ کہا میں دنیا ہوں۔ نعوذ باللہ منہا۔

حکایت (۳۲۳) حضرت ابراھیم ابن بشار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم ابن ادہم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ ہمارے پاس کوئی چیز افطار کے لئے نہ تھی نہ کوئی صورت تھی۔ حضرت نے مجھے غمگین دیکھکر فرمایا اے ابن بشار اللہ تعالےٰ نے فقراء و مساکین پر کسقدر نعمت و راحت نازل فرمائی ہے دنیا اور آخرت میں انھیں چین ہے ان سے قیامت کے دن نہ زکوٰۃ کا سوال ہوگا نہ حج کا نہ صدقہ کا نہ صلہ رحمی کا نہ مواساۃ کا بلکہ ان مسکین امیروں سے سارے سوالات ہوں گے۔ پھر فرمایا یہ دنیا کے امیر آخرت میں مسکین ہونگے یہ دنیا کے عزت مند آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ تم فکر و غم نہ کرو اللہ تعالیٰ رزق کا ضامن ہے تمہارے پاس عنقریب پہونچیگا۔ ہم ان اُمراء دنیا کے بادشاہ ہیں۔ دُنیا و آخرت میں ہمیں پوری خوشی ہوتی ہے تم رنج و غم نہ کرو اور اسکی پرواہ نہ کرو کہ صبح ہماری کس حالت میں ہوئی، شام کس حالت میں ہوئی جبکہ ہم خدا کی اطاعت میں کوتاہی نہ کریں تو سب طرح آرام ہے۔ یہ کہکر وہ اپنی نماز میں مشغول ہوگئے اور میں اپنی نماز میں مشغول ہوگیا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک شخص آٹھ روٹیاں اور بہت سا خرما لے آیا اور ہمارے آگے رکھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ اسے کھالو خدا تم پر رحم کرے۔ حضرت نے سلام پھیر کے فرمایا اے مغموم لے اب کھالے۔ اتنے میں ایک سائل وہاں سے یہ کہتا ہوا گذرا کہ مجھے کچھ خدا کے لئے کھلادو آپ نے تین روٹیاں اور کچھ خرما اُسے دیا اور تین روٹیاں اور کچھ خرما مجھے دیا اور دو روٹیاں آپ کھائیں اور فرمایا مواساۃ مومنین کی اخلاق ہے۔ پھر یہ اشعار پڑھے

انحی نحن واللہ الملوک حقیقۃ	لنا الملک فی الدارین والعز والغنا
نولی و نعزل والملوک جمیعھم	لنا خدم والذل یجزون والعنا

(ترجمہ) اے بھائی ہم ہیں بادشاہ فی الحقیقت۔ ہمارے ہی لئے ملک ہے دنیا و آخرت میں اور عزت و غنا ہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں والی کرتے ہیں اور معزول کردیتے ہیں اور سارے بادشاہ ہمارے خادم ہیں جنھیں ذلت و تکلیف کی جزا ملتی ہے

حکایت (۳۲۴) حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن گاؤں کے ارادہ سے چلا راہ میں ایک کمسن نوجوان جس کا جسم نہایت لاغر گرد آلود تھا اور بال بکھرے ہوئے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور وہ صحرا میں بیٹھے ہوئے دو قبروں کے درمیان کی خاک میں اپنے رخسارہ مل رہا تھا اور گھڑی گھڑی آسمان کی جانب دیکھتا بھی جاتا تھا اور اپنے ہونٹ ہلاتا تھا اُسکے آنسو رخساروں پر جاری تھے اور ذکر و استغفار اور دعا میں ایسا

مشغول تھا کہ اور کوئی مشغلہ اسکو تسبیح و تقدیس اور تحمید و تمجید و تعظیم سوا اسکو باز نہیں رکھتا تھا جب میں نے اس جوان کو اس حالت پر دیکھا تو میرا قلب اس کی طرف مائل ہوا اور اسکی ملاقات پر خوش ہوا۔ میں اپنا راستہ چھوڑ کر اسکی طرف ہوا اس نے جب مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنی جگہ سے اُٹھ کر بھاگنے لگا۔ میں پھر اسکے پیچھے بھاگا کہ شاید میں اسے پکڑ لوں لیکن نہ ہو سکا۔ میں نے کہا اے ولی اللہ مجھ پر مہربانی کرو۔ اس نے کہا قسم ہے اللہ کی ہرگز نہ کروں گا میں نے کہا خدا کے واسطے ٹھہر جاؤ اس نے انگلی سے اشارہ کیا نہیں اور زبان سے اللہ کہا۔ میں نے کہا اگر تیرا قول سچا ہے تو اپنی سچائی جو اللہ کے ساتھ ہے دکھا دے فوراً ہی اس نے چلا کر اللہ اللہ اللہ کہا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے قریب جا کر اسے ہلایا تو وہ مرگیا تھا۔ میں متفکر ہوا اور اسکے حال اور صدق سے متعجب ہوا اور جی میں کہا یختص برحمتہ من یشاء یعنی اللہ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرے پھر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتے ہوئے اسکی تجہیز و تکفین کی تیاری کی نیت سے ایک قبیلۂ عرب کیطرف گیا۔ جب میں وہاں سے لوٹا تو وہ میری نظر سے غائب ہو گیا۔ میں نے اسے بہت ڈھونڈا لیکن کچھ پتہ نہ ملا نہ کوئی خبر ملی میں نے جی میں کہا کہ یہ جوان مجھ سے غائب ہو گیا مجھ سے پہلے اس کا سامان کرنے والا کون آگیا۔ جو اسے اُٹھا کر لے گیا۔ اتنے میں ایک شخص کو کہتے ہوئے سُنا اے شبلی تو اس جوان کی فکر سے بچ گیا اس کا کام فرشتوں نے کیا تو اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہ اور صدقہ زیادہ کیا کر کیونکہ یہ جوان بھی اس رتبہ پر ایک دن کے صدقہ سے پہنچا ہے جو ساری عمر میں ایکبار کیا تھا۔ میں نے کہا میں خدا کے لئے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ کیا صدقہ تھا۔ اس نے کہا اے شبلی یہ شخص اپنی اوائل عمر میں نافرمان گنہگار فاسق، زانی تھا، اللہ کی جانب سے اُسے ایک خواب نظر آئی جس سے وہ گھبرایا اور پریشان ہوا کہ اس کا ذکر اژدہا بنگیا اور اسکے منہ کے اطراف گھیرا لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر اُس اژدہی کے منہ سے شعلے نکل کر اسکے منہ میں جلنے لگے اور وہ شخص جلکر کوئلہ ہو گیا۔ یہ خواب دیکھ کر گھبرایا ہوا خوفزدہ اٹھا اور سب تعلقات چھوڑ کر بھاگ نکلا اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو گیا اسے تعلقات منقطع کئے ہوئے آج بارہ سال ہوئے اور وہ اسی طرح تضرع و زاری ادب خوف و خشوع میں مصروف تھا۔ کل ایک سائل نے اسکے پاس آکر ایک دن کی خوراک کا سوال کیا اس نے اپنے کپڑے اسے اتار دئیے وہ سائل بہت خوش ہوا اور ہاتھ اٹھا کر اسکے لئے دعاء مغفرت کی۔ حق تعالے نے اس صدقہ کی برکت سے جس سے فقیر کا جی خوش ہوا

اس کی دعا مقبول کی۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو سائل صدقہ سے خوش ہو کر دُعا کرے اُسے غنیمت جانو۔

حکایت (۳۲۵) ابو جعفر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ ابدال میں تھے۔ فرمایا کہ میرے دروازہ پر ایک سائل آیا میں نے بی بی سے کہا تیرے پاس کچھ ہے۔ انھوں نے کہا چار انڈے ہیں فرمایا اس سائل کو دیدو اس نے دیدئیے۔ جب سائل چلا گیا ایک دوست نے میرے یہاں انڈوں کی پٹاری بھیجی میں نے بی بی سے دریافت کیا کہ اسمیں کئے انڈے ہیں اس نے کہا تیس ہیں میں نے کہا تو نے سائل کو چار انڈے دئیے تھے یہ حساب پورا نہیں ہوا اس نے کہا انڈے تو چالیس ہیں لیکن دس ٹوٹے ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں نے اسکی وجہ بیان کی ہے کہ سائل کو جو انڈے دئیے تھے اسمیں تین اچھے تھے اور ایک ٹوٹا ہوا تھا ہر ایک کے عوض میں دس دس ملے۔ صحیح کے عوض میں صحیح اور ٹوٹے کے عوض میں ٹوٹے ہوئے۔

مروی ہو کہ ایک عورت نے ایک روٹی سائل کو خیرات دی۔ پھر اپنے زوج کی روٹی لیکر کھیت پر گئی جہاں وہ کٹائی کر رہا تھا اسکے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ ایک باغ پر سے گذر رہی تھی کہ ایک درندہ نے اسکے بچہ کو پکڑ لیا ناگاہ ایک ہاتھ نکلا اور بھیڑئیے کو ایک طمانچہ مار کر بچہ اس سے چھین لیا پھر ایک منادی کی آواز سنی کہتا تھا کہ اپنا بچہ لیجا ہمنے روٹی کے ایک لقمہ کے عوض بچہ کا لقمہ چھین کر تیرے حوالہ کیا۔

حکایت (۳۲۶) حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں نکلا۔ میرے پاس امیر جیش نے کچھ نفقہ روانہ کیا میں نے اسے لینا پسند نہ کیا اور حاجتمندوں پر وہ چیز تقسیم کردی۔ ایک دن میں نماز ظہر پڑھ کر متفکر بیٹھا تھا کہ میں نے وہ مال قبول کر کے لوگوں پر کیوں تقسیم کیا قبول ہی نہ کرتا۔ ناگاہ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں بہت سے محل آراستہ بنتے ہوئے دیکھے جن میں بہت سی نعمتیں بھی تھیں میں نے سوال کیا کہ یہ کس کے محلات ہیں جواب ملا کہ یہ ان کے محل ہیں جن کا مال تم نے لے کر غازیوں پر تقسیم کیا ہے۔ میں نے کہا ان کے ساتھ میرا کچھ بھی حصہ نہیں کہا تمہارا وہ محل ہے اور ایک بہت بڑے محل کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے

کہا مجھے ان سے زیادہ کیوں ہوئی ارشاد ہوا کہ ان لوگوں نے ثواب کی امید پر مال نکالا تھا جس کے وہ ابھی امیدوار ہیں اور تم نے اسے ایسی حالت میں تفرقہ کیا ہے کہ تمہیں اسکے قبول کرنے کا خوف بھی تھا نفس کا محاسبہ بھی تھا اور ندامت بھی تھی۔ اسوجہ سے اللہ تعالےٰ نے تمہارا ثواب سعی کیوجہ سے دگنا کیا۔ بعض بزرگوں کے اشعار ہیں ؎

اذا کانت الدنیا تعد نفیسۃ	فدار ثواب اللہ اعلیٰ وانبل
وان کانت الارزاق قسما مقدرا	فقلۃ السعی المرء فی الرزق اجمل
وان کانت الاجساد للموت انشئت	فقتل امرء فی اللہ بالسیف افضل
وان کانت الاموال للترک جمعہا	فما بال متروک بہ المرء یبخل

(ترجمہ) جب دنیا نفیس شمار کیجاتی ہے تو دار ثواب اس سے اعلیٰ و اولیٰ ہے۔ جب رزق مقسوم و مقدر ہے تو اسمیں قلت سعی آدمی کو مناسب ہے۔ اور جب اجسام موت ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں تو آدمی کا اللہ کی راہ میں تلوار سے قتل ہو جانا افضل ہے۔ اور جب مال کا اکٹھا کرنا اور جمع کرنا چھوڑ جانے کے واسطے ہے تو پھر ایسی متروک چیز پر آدمی کو بخیل نہ ہونا چاہیئے۔

حکایت (۳۲۷) حکایت ہے کہ ملک رے میں قاضی غنی رہتے تھے ان کے پاس ایک فقیر عاشوراء کے دن آیا اور کہا قاضی صاحب کی عزت خدا زیادہ کرے میں ایک غریب عیالدار ہوں اور میں تمہارے پاس اس دن کو شفیع بنا کر آیا ہوں اس مبارک دن کے وسیلہ سے تم مجھے دس سیر روٹی پانچ سیر گوشت دو درہم عنایت کردو۔ قاضی صاحب نے ظہر تک کا وعدہ کیا۔ جب ظہر کے وقت وہ شخص آیا تو عصر کا وعدہ کیا۔ جب عصر کا وقت آیا تو اسے کچھ نہ دیا فقیر ٹوٹے دل کے ساتھ ان کے یہاں سے چلا۔ راستہ میں ایک نصرانی کو دیکھا کہ اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھا تھا اس سے کہا اس دن کی برکت سے مجھے کچھ دے اس نے کہا یہ کیا دن ہے فقیر نے اس دن کی کچھ فضیلت بیان کی۔ اس نے کہا اب تو اپنی حاجت بیان کر تو نے بڑے دن کا واسطہ دیا ہے۔ اس نے روٹی گوشت اور دو درہم طلب کئے اس نے فوراً روٹی کیواسطے دس قفیز گیہوں اور سو من گوشت اور بیس درہم دیئے۔ پھر کہا یہ تیرے اور تیرے عیال کیواسطے جب تک تو زندہ رہے مقرر کیا جاتا ہے۔ ہر مہینہ آکر لیجایا کر یہ اس دن

کی برکت کیوجہ سے ہے۔ فقیر لیکر اپنے گھر گیا۔ قاضی صاحب جب رات کو سوئے تو خواب میں ان سے کہا گیا اپنی نگاہ اٹھا کر دیکھو۔ جب دیکھا تو ایک محل نظر آیا جس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی تھی اور ایک محل سرخ یاقوت کا بنا ہوا ایسا شفاف کہ باہر سے اندر کے اشیاء اور اندر سے باہر کے اشیاء نظر آتے تھے۔ قاضی صاحب نے دریافت کیا کہ الٰہی یہ کیسے محل ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ محل اگر تو فقیر کی حاجت پوری کرتا تو تیرے ہوتے لیکن جب تو نے رد کردیا تو اب یہ فلاں نصرانی کے ہوگئے۔ جب قاضی صاحب بیدار ہوئے تو بڑے پریشان افسوس وحسرت کرتے ہوئے صبح ہی نصرانی کے یہاں گئے اور اس سے کہا تو نے کل کیا خیرات کی تھی اس نے کہا تم کیوں دریافت کرتے ہو۔ قاضی صاحب نے خواب کا حال بیان کیا۔ پھر کہنے لگے وہ نیکی اپنی ایک لاکھ درہم میں میرے ہاتھ بیچ ڈال اس نے کہا میں تو ساری زمین بھر کے درہم دیدو جب بھی نہ بیچوں گا۔ پھر کہنے لگا اس کریم پروردگار کے ساتھ معاملہ بہت ہی اچھا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور اسلام سچا دین ہے۔ اس مضمون میں بعضوں کے اشعار ہیں ؎

لا یلحقك ضجرة من سائل	فدوام عزك ان ترى مسئولا
لا تصرفن بالرد وجه مؤمل	فلخير يومك ان ترى ماموﻻ
واعلم بانك عنقريب صائر	خبر فكن خبرا يروق جميلا
تلقى الكريم فتستدل ببشره	وترى العبوس على اللئيم دليلا

(ترجمہ) تجھے سائل سے دلتنگی نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ تیری عزت ہمیشہ اسی میں ہے کہ تجھ سے ہر وقت سوال ہوتا رہے۔ کسی امیدوار کا منھ رد کے ساتھ مت پھیر کیونکہ تیرا اچھا دن وہی ہے جن میں تو حاجت روا بنا رہے اور جان لے کہ تھوڑے دنوں میں تیری بات ہی بات رہ جائیگی تو تجھے ایسی خبر بنا چاہیئے جس سے خوشی حاصل ہو۔ اگر کریم سے ملاقات کرے تو اس کا بشرہ دلالت کریگا اسکی سخاوت پر اور ترش روئی بخیل کی علامت ہے۔ اور بعضوں کے یہ اشعار ہیں۔

یا طالب العفو هذا یوم عاشورا	یوم غدا افضله فی الناس مشهورا
ما ان دعا رب به داع لحاجته	الا وعاد بما یهوی الا مسرورا

ولا اتی اللہ فیہ مذنب خجل	الا وا صبح ذالک الذنب مغفورا
فتب الی اللہ وابغ رحمتہ	من قبل توقف یوم العرض مذعورا
وأنت فی فرق مضنٍ فی عرق	تقراء کتابک بین الخلق منشورا
فاسأل الھک فیہ فضل رحمتہ	وقف علی بابہ خجلان مکسورا

(ترجمہ) اے طالبِ عفو آج عاشورہ کا دن ہے۔ ایسا دن جسکی فضیلت لوگوں میں مشہور ہے۔ اس دن جو کوئی اپنی حاجت اپنے رب سے طلب کرتا ہے تو اپنی حاجت لے کر خوش خوش لوٹتا ہے۔ اور جو کوئی گنہگار اس دن میں شرمندہ ہو کر اللہ کے یہاں آتا ہے تو اسکے گناہ بھی بخشے جاتے ہیں۔ اس دن میں اللہ سے توبہ کر اور رحمت طلب کر قیامت کے دن خوفناک ہو کر اللہ کے سامنے جانے سے پیشتر جہاں کہ تو خوف سے لاغر ہو کر جائیگا اور پسینہ میں ڈوبا ہو گا۔ مخلوق کے سامنے اپنا کھلا ہوا اعمال نامہ پڑھیگا۔ اس دن اپنے اللہ سے اسکی رحمت کا خواستگار ہو اور اسکے دروازہ پر شرمندہ اور منکسر کھڑا ہو۔

حکایت (٣٢٨) مروی ہے کہ حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ چالیس ہزار درہم میں اللہ تعالےٰ سے اپنے نفس کو خریدا۔ ایک مرتبہ دس ہزار درہم نکالے اور کہا اے اللہ میں نے اپنا نفس ان کے عوض تجھ سے خریدا پھر اور دس ہزار درہم نکالے اور کہا الٰہی اگر تو نے وہ بیع قبول کر لی ہے تو یہ اس کا شکریہ ہے۔ پھر تیسرے بار دس ہزار درہم نکالے اور کہا الٰہی اگر تو نے پہلے اور دوسرے درہم نہیں مقبول کئے تو انھیں قبول کر لے۔ پھر دس ہزار درہم چوتھی مرتبہ نکالے اور کہا الٰہی اگر تو نے تیسری مرتبہ کو قبول کر لیا ہے تو یہ اسکا شکریہ ہے۔

مروی ہے ایک مرتبہ قحط سالی ہوئی حضرت حبیب عجمی نے اناج خرید کر فقراء اور مساکین پر تقسیم کیا۔ پھر تھیلیاں سی کر سرہانے رکھ کر سو گئے اور اللہ سے دعا کی جب اناج والے آپ سے تقاضا کرنے آئے تو آپ نے وہ تھیلیاں نکالیں تو دراہم سے پر تھیں انھیں تولا گیا تو ان لوگوں کے حقوق کے برابر ہی تھے آپ نے ان کے حوالہ کر دیا کہ لے جاؤ۔ اور مروی ہے کہ ایک بار سائل آیا آپ کی بی بی آٹا گوندھ کر آگ لینے گئی تھیں تاکہ روٹی پکاویں۔ آپنے سائل سے کہا آٹا لیجاؤ وہ لے گیا جب بی بی صاحبہ آگ لائیں اور آٹا دریافت کرنے لگیں تو آپ نے فرمایا وہ روٹی پکانے لے گئے۔ جب بہت پوچھا تو آپنے

واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے کہا سبحان اللہ ہمیں بھی تو کچھ کھانے کو چاہیے اتنے میں ایک شخص ایک بڑا پیالہ روٹی اور گوشت کا بھرا ہوا لے آیا بی بی صاحبہ نے کہا کس قدر جلدی تجھیں پھیر دیا گیا۔ روٹی بھی پکالی اور گوشت کا اور اضافہ کیا گیا رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔ میں کہتا ہوں آگے کی حکایت میں بھی ایسا ہی واقعہ آئیگا۔

حکایت (۳۲۹) مولف فرماتے ہیں کہ ہم ایک جماعت جو تقدیراً جمع ہو گئے تھے سفر میں تھے ایک دن ایک قریہ میں اترے ایک شخص جاکر گاؤں سے دیگچی مانگ لایا اسمیں حلوہ پکاکر سب نے کھایا۔ ہم میں سے ایک شخص غائب ہو گیا تھا اسے نہیں بلایا گیا اسکے پاس تھوڑا سا آٹا تھا اُسے کوئی دوست یا محسن نہ ملا جو آٹا پکا دیتا اس نے آٹے کو سارے گاؤں میں پھرایا، شاید کوئی پکادے مگر کسی نے نہ مانا۔ اسی اثناء میں اُسے راستہ میں ایک ضعیف نابینا ملا جسے لطفِ خفی جاننا چاہیئے اور حکمتِ الٰہی نے بلسانِ حال ندا دی کہ یہ آٹا اس ضعیف کے رزق کا ہے اور تیرا رزق پھر پہنچیگا۔ اس نے آٹا اس ضعیف کے حوالہ کیا اور اپنے رفقاء میں آکر بغیر کھانے کے بیٹھ گیا وہ غیب کی حالت سے بے خبر تھا اور حق تعالےٰ نے اسکے واسطے ایک آدمی مقرر کر دیا تھا چنانچہ ایک آدمی نے آکر سارے رفقاء کے درمیان سے اسی کو بلایا اور لیجا کر ثرید سے اس کی دعوت کی اور عمدہ گوشت کھلایا جس سے خوب طاقتور ہو گیا اور چلنے پر بڑی قوت پیدا ہو گئی۔ اللہ پاک بڑا ہی لطف وکرم والا خبردار ہے۔ اے نفس بے صبر ضعیف الیقین کیا اس سچے اور ظاہر وعدہ کی تصدیق تو نہیں کرتا تجھ پر افسوس ہے کہ ایسے معتبر ضامن کی ضمانت پر اعتبار نہیں کرتا، تجھے اس سب سے بڑے سچے کے قول کا یقین نہیں ہوتا کہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَالرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ یعنی اللہ ہی رزاق اور مضبوط طاقت والا ہے۔ اور فرمایا وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا یعنی جتنے جانور زمین پر ہیں سب کا رزق اللہ ہی پر ہے اور فرماتے ہیں وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ وَھُوَخَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ یعنی جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ تعالےٰ اس کا بدل عطا فرماتا ہے اور وہ سب سے اچھا رزاق ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۔ تمہارا رزق اور جس کا تم وعدہ کئے گئے ہو آسمان پر ہے۔ اسکے بعد حضرت رب العالمین نے ایک بہت ہی بڑی قسم کھائی حالانکہ اس کا قول حق اور وعدہ سچا ہے جس کو قسم کی حاجت نہیں چنانچہ فرمایا ہے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ

مِثْلَ مَا اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ یعنی قسم ہے پروردگار آسمان و زمین کی یہ سچ ہے جیسا کہ تم بات چیت کرتے ہو۔ اے نفس تو نہیں جانتا کہ اسکا لطفِ خفی بندوں پر ہر جگہ فیضان و بخشش کا کفیل ہے اور اسکے خزانۂ رحمت سے ارزاق کے بوجھ ولا دیئے جاتے ہیں۔ اے انسان اسکی قدرتِ قدیم نے لطف و کرم کی لگام سے تجھے کھینچا تو تو کنج عدم سے میدان وجود میں آیا پھر عالمِ وجود میں اسی کے فیضان جود سے حالات متغیر ہوتے ہوتے مقربین بارگاہ کے درجہ تک پہنچا اور اس برکت کی جگہ تو نے قیام کیا اور تیرے لئے بڑے الطاف سے توفیق کے تحفے اور ہدیے بھیجے۔ پھر اس توفیق سے جو عبادت ہوئی اسے خدام قدرت نے بارگاہِ عزت میں پہونچایا اور اس کی وجہ سے بڑے مراتب عالیہ اور معارف غالیہ کا تو مظہر بنا اور ان نعمتوں کے ساتھ اللہ ہی نے جسے چاہا مخصوص کیا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اور زبان حال اسوقت یوں گویا ہوئی۔

تبارك من عم الوجود بجوده	ومن من فيض الفضل للخلق يغمر
ومن خص اهل القرب صفوة خلقه	لفضل عظيم وصفه ليس يقدر
فللقوم اعلام الولايات علمت	بمجد وخلعات الكرامات تزهر

(ترجمہ) اللہ بڑی برکت والا ہے جس کا انعام ساری خلق کو گھیرے ہوئے ہے۔ اسکے دریائے فیض و کرم میں مخلوقات ڈوبی ہوئی ہے اسی نے مقربین کو مخلوقات میں سے اس فضل عظیم کے ساتھ ممتاز بنایا ہے جس کا بیان کرنا قدرت سے باہر ہے ان لوگوں کے لئے ولایت کے جھنڈے بلند کر دیئے گئے اور کرامت کے خلعت ظاہر ہو کر چمک رہے ہیں۔

حکایت (۳۳۰) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کے قصد سے داخل ہوا وہاں ایک عابد اور ایک تاجر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ عابد دعا مانگ رہا تھا کہ اے مالک میں آج فلاں فلاں قسم کا کھانا فلاں فلاں قسم کا حلوہ چاہتا ہوں۔ اس تاجر نے کہا اگر یہ شخص مجھ سے مانگتا تو میں ضرور کھلاتا لیکن وہ حیلہ گری کر رہا ہے۔ میرے سامنے اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ میں کھلاؤں قسم ہے اللہ کی میں ہرگز اسے کچھ نہ کھلاؤں گا۔ وہ عابد دعا سے فارغ ہو کر مسجد کے ایک گوشہ میں سو گئے ناگاہ مسجد میں ایک شخص آیا۔ اسکے ہاتھ

میں ایک خوان سرپوش ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے مسجد کے چاروں طرف دیکھا تو اس عابد کو ایک گوشہ میں سویا ہوا پایا۔ ان کے پاس آکر انھیں جگایا اور خوان ان کے آگے رکھ کر ہٹ گیا۔ اس تاجر نے جو دیکھا تو اسمیں اتنے ہی اقسام کے کھانے تھے جتنی اس نے طلب کئے تھے۔ انھوں نے بقدر اشتہا کھایا اور بقیہ پھیر دیا تاجر نے اس لانے والے سے دریافت کیا کہ تجھے خدا کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں تو اس شخص کو پہلے سے جانتا تھا۔ اُس نے کہا واللہ میں نہیں جانتا۔ میں ایک مزدور آدمی ہوں۔ ایک سال سے میری لڑکی اور بی بی ان کھانوں کا شوق رکھتے تھے۔ مگر اتفاق نہیں ہوتا تھا۔ آج میں نے ایک شخص کا بوجھ اٹھایا تو اس نے ایک مثقال سونا مجھے دیدیا۔ میں گوشت وغیرہ خرید لایا اور میری بی بی پکانے لگی۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا آج تمہارے یہاں ایک ولی اللہ آئے ہوئے ہیں اور وہ مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو نے جو کھانے اپنے اہل کے واسطے پکائے اس کا انھیں بھی شوق ہے یہ کھانے ان کے پاس لیجا وہ اپنی حاجت کے موافق کھالیں گے اور بقیہ میں اللہ تمھیں برکت دیگا اور میں تیرے لئے جنت کی کفالت کرتا ہوں۔ میں نے بیدار ہو کر اسکی تعمیل کی۔ تاجر نے کہا میں نے اس شخص کو یہ کھانے اللہ سے مانگتے سنا تھا۔ پھر پوچھا تو نے اسپر کیا صرف کیا ہے۔ اسنے کہا ایک مثقال سونا۔ تاجر نے کہا مجھ سے دس مثقال لیکر اپنی ثواب میں مجھ ایک قیراط کا حصہ دار بنالے اس نے کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ تاجر نے کہا دس مثقال لے لے اُسنے کہا نہیں تاجر نے کہا پچاس مثقال لیکر اپنے ساتھ شریک بنالے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر کہا سو مثقال لے کر شریک بنالے۔ اس نے کہا قسم ہے اللہ کی میں ہرگز ایسی چیز کو جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمانت کی ہے نہ فروخت کروں گا اگرچہ تو ساری دنیا اسکی قیمت میں دیدے اگر تجھے اجر لینا تھا تو مجھ سے پہلے تو نے اس عابد کی خواہش پوری کی ہوتی۔ مگر اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے راوی کہتے ہیں کہ تاجر اپنی غفلت سے بہت نادم ہوا۔ لیکن اسکی ندامت نے کچھ نفع نہ دیا اور پریشان ہو کر مسجد سے نکلا جیسے اپنی گمشدہ چیز پر کوئی پریشان ہوا کرتا ہے۔

حکایت (۱۳۲۳) ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں تھا وہاں میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ تین دن تک ساکت تھا نہ کھایا نہ پیا نہ کہیں حرکت کی۔ میں اس کی تاک میں تھا اور میں نے اسکے ساتھ اپنے سارے کام

چھوڑکر صبر کیا لیکن میں عاجز آگیا۔ پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کیا کھاؤ گے اس نے کہا گرم روٹی اور کباب میں نے مسجد سے نکل کر دن بھر اسکی تلاش میں تکلیف اٹھائی مگر میسر نہ ہوا۔ آخر تھک کر دروازہ مسجد کا بند کر کے بیٹھا رہا۔ کچھ رات گذری تھی کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دروازہ کھولا تو ایک شخص گرم روٹی اور کباب لئے دروازہ پر کھڑا تھا۔ میں نے وجہ پوچھی اس نے کہا مجھ سے بچوں نے یہ لینا چاہا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور میں نے قسم کھائی یہ ہم میں کوئی نہیں کھائیگا یہ مسجد والے کھائیں گے۔ میں نے کہا الٰہی جب آپ اس فقیر کو یہی کھلانا چاہتے تھے تو مجھے دن بھر کیوں پریشان کیا۔

حکایت (۳۳۲) حکایت ہے کہ ایک عابد کسی مسجد میں معتکف ہوئے لیکن ان کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا۔ امام نے ان سے کہا اگر تم کسب کرتے تو بہتر تھا۔ انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ امام صاحب نے مکرر تین مرتبہ یہی بات کہی۔ چوتھی مرتبہ فرمایا مسجد کے قریب جو یہودی رہتا ہے اس نے میرے لئے ہر روز کی دو روٹیاں مقرر کر دی ہیں۔ امام نے کہا اگر وہ سچا ہو تو مسجد میں بیٹھا رہنا ہی تمہارے لئے مناسب ہے انھوں نے فرمایا اے شخص اگر تو باوجود نقص فی التوحید کے امام نہ بنتا تو اچھا تھا کہ لوگوں کا پیشوا اللہ کے سامنے بنتا۔ تیرے لائق نہیں ہے کہ ایک یہودی کی ضمانت کو اللہ کی ضمانت پر ترجیح دیتا ہے۔ اس مضمون میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار مروی ہیں ؎

اتطلب رزق اللّٰه من عند غیرہ	وتصبح من خوف العواقب آمنا
وترضی بصراف وان کان مشرکا	ضمینا ولا ترضی بربک ضامنا

(ترجمہ) کیا تو رزق اللہ کو غیر سے طلب کرتا ہے اور غیر کے بھروسے عاقبت اندیشی سے مامون رہتا ہے۔ تو صراف مشرک کی ضمانت پر راضی ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر راضی نہیں ہوتا

حکایت (۳۳۳) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے جب مخلوقات کو روز ازل میں ظاہر فرمایا تو ہر ایک کے سامنے صنعتیں اور پیشے بھی ظاہر فرمائے ہر ایک نے کسی صنعت کو پسند کیا۔ پھر جب انھیں عالم دنیا میں پیدا کیا تو ہر ایک کے دل و زبان پر وہی جاری فرمایا جس کو انھوں نے پسند کیا تھا۔ اور ایک جماعت ان میں سے الگ ہو گئی تھی جس نے کوئی چیز پسند نہ کی انھیں بھی حکم ہوا کہ تم بھی کچھ پسند کرو۔ انھوں نے کہا ہم نے جو چیزیں دیکھیں ان میں کوئی ہمارے پسند نہ آئی۔ پھر ان پر مقامات عبادت کا اظہار فرمایا۔

انھوں نے کہا اے ہمارے مالک ہم نے تیری خدمت پسند کی۔ارشاد ہوا اپنی عزت وجلال کی قسم میں ان سب کو تمہارا تابع اور خادم بناؤنگا اور قسم ہے میری عزت وجلال کی قیامت کے دن تمکو تمہارے جاننے والے اور خدمت کرنیوالوں کا تمسکو شفیع بناؤں گا۔اس بارہ میں ایک قائل کے چند شعر ہیں ۔

شغلی تشاغل قوم بدنیاهم	وقوم تخلوا لمولاهم
فالزمهم باب مرضاته	وعن سائر الخلق اغناهم
یصفون باللیل اقدامهم	وعین المهیمن ترعاهم
فما یعرفون سوی حبه	وطاعته طول محیاهم
فطوبیٰ لهم ثم طوبیٰ لهم	وطوبیٰ لهم ثم طوبیٰ لهم

(ترجمہ) ایک قوم اپنی دنیا میں مصروف ہوئی اور ایک قوم اپنے مولا کی طرف مشغول ہوئی پس انھیں خدائے تعالےٰ نے اپنے رضا کے دروازہ پر ثابت قدم رکھا۔اب ساری مخلوقات سے انھیں بے پرواہ کر دیا۔راتوں کو ان کے پاؤں سیدھے کھڑے رہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی چشم عنایت ان کی حفاظت کرتی ہے۔ وہ لوگ نہیں جانتے سوائے اسکی محبت اور اطاعت کے زندگی بھر۔ان کے لئے مبارکباد ی ہے۔پھر مبارکبادی ہے ان کے لئے پھر مبارکبادی ہے۔

نقل ہے کہ ایک جماعت ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ ہم رزق طلب کریں۔آپ نے فرمایا اگر معلوم ہو کہ تمہارا رزق کہاں ہے تو ضرور طلب کرو۔انھوں نے کہا تو پھر ہم اللہ سے سوال کریں۔فرمایا اگر تم یہ جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ تم کو بھول گیا ہے تو یاد دلاؤ۔ انھوں نے کہا اپنے گھروں میں بیٹھ کر اللہ پر توکل کریں۔فرمایا اللہ کے معاملہ کا تجربہ کرنا۔اسکی قدرت میں شک کرنا ہے۔انھوں نے کہا تو پھر کیا حیلہ کیا جائے۔فرمایا حیلہ یہی ہے کہ حیلہ کو چھوڑ دیا جائے۔

حکایت (۳۳۴) حکایت ہے کہ ایک مرید طلبِ رزق کے لئے نکلے اور کوشش کرتے کرتے تھک گئے۔آخر ایک ویرانہ نظر پڑا وہاں آرام کی غرض سے بیٹھ گئے اتفاقاً دیواروں کو دیکھ رہے تھے۔ناگاہ ایک تختی سبز سنگِ مرمر کی نظر پڑی اور اس پر سفید خط سے یہ ابیات تحریر کیے گئے تھے۔ ۔

لما رأیتک جالسا مستقبلا ایقنت انک للهموم حزین
مالا یکون فلا یکون بحیلة ابدا و ماهو کائن سیکون
سیکون ماهو کائن فی وقته واخو الجهالة متعب محزون
فلعل ما تخشاه لیس بکائن ولعل ما ترجوه سوف یکون
یسعی الحریص فلا ینال بحرصه حظا و یحظی عاجز و مهین
فارفض لها و تعرّض اثوابها انکان عندک للقضاء یقین
هوّن علیک و کن بربک واثقا فاخو التوکل شانه التهوین
طرح الاذی عن نفسه فی رزقه لما تیقن انه مضمون

(ترجمہ) جب میں نے تجھ کو اپنی طرف متوجہ بیٹھا دیکھا یقین ہو گیا کہ تو قرین رنج و غم ہوتا ہے۔ جو بات نہیں ہونے والی ہے وہ کسی حیلہ سے کبھی نہ ہوگی۔ اور جو ہونے والی ہے وہ عنقریب ہو جائے گی۔ جو چیز ہونے والی ہو وہ اپنے وقت پر ہو جائیگی۔ اور نادان بیکار تھکتا اور غم کھاتا ہے۔ ممکن ہے جس سے تو ڈرتا ہے کبھی واقع نہ ہو۔ اور ہو سکتا ہے جس کی تجھے امید ہے وہی ہو جائے۔ حریص کوشش کرتا ہے اور اسکو حرص سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور عاجز و ضعیف حصّہ پا لیتا ہے۔ فکر کو چھوڑ دے اور اسکے لباس سے ننگا ہو جا۔ اگر تجھے قضاؤ قدر کا کچھ یقین ہے۔ بیفکر رہ اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کر۔ کیونکہ متوکل کی شان بیفکر رہنا ہے۔ متوکل روزی کی مشقت کو چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اسے یقین ہو گیا ہے کہ رزق کا اللہ تعالے نے ذمہ لے لیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ پڑھ کر وہ شخص اپنے گھر واپس لوٹا اور اسکے بعد رزق کی فکر نہ کی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور نقل ہے کہ ابا یزید رضی اللہ تعالے عنہ نے کسی مسجد میں ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ سلام پھیر کر امام صاحب نے پوچھا اے ابویزید کہاں سے کھاتے ہو۔ حضرت نے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جا۔ تیرے پیچھے جو نماز پڑھی ہے اسے لوٹا لوں۔ کیونکہ تجھے مخلوق کے رزاق ہی میں شک سا ہے ایسے شخص کے پیچھے جو رزق کے مالک کو نہیں جانتا نماز جائز نہیں ہے۔

حکایت (۳۳۵) ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں ایک رات حضرت سری سقطی رح کے یہاں سویا۔ جب کچھ رات گذری تو آپ نے فرمایا اے جنید تم سوتے ہوئے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اسوقت حق تعالے نے مجھے

اپنے سامنے کھڑا کیا۔ پھر فرمایا اے سری میں نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو سب نے میری محبت کا دعوےٰ کیا۔ جب میں نے دنیا پیدا کی تو ہر دس ہزار میں سے نو ہزار دنیا میں مشغول ہو گئے اور میری محبت ترک کر دی اور ہزار باقی رہ گئے۔ پھر میں نے جنت پیدا کی تو اس کی محبت میں ہزار میں سے نو سو مشغول ہو گئے اور میری الفت ترک کر دی ایک سو رہ گئے اُن پر میں نے بلا مسلط کر دی تو اس سو میں سے نوے مجھے چھوڑ کر بلا میں مشغول ہو گئے۔ صرف دس باقی رہ گئے۔ پھر میں نے کہا تم نے نہ دنیا طلب کی نہ آخرت نہ کسی بلا سے تم بھاگے۔ پھر تم کیا چاہتے ہو۔ عرض کی الٰہی تو جانتا ہے جو کچھ ہم ارادہ رکھتے ہیں۔ فرمایا میں تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ مصیبت نازل کروں گا جسے مضبوط پہاڑ بھی نہیں اُٹھا سکیں گے کیا تم اس پر ثابت قدم رہو گے۔ عرض کیا۔ الٰہی آپ جب خود ہمکو مصیبت میں مبتلا کرینگے تو آپ کی مدد سے اور آپ کی رضا میں آپ کے لئے ہم ساری بلائیں جھیلیں گے جو پہاڑ سے بھی نہ اُٹھ سکتی ہوں۔ فرمایا تم ہی میرے سچے بندے ہو۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حق تعالےٰ نے فرمایا اے سری میں نے مخلوق کو پیدا کیا تو سب نے میری محبت کا دعویٰ کیا تو میں نے دنیا پیدا کی تو سو میں سے نوے مجھ سے بھاگ کر دنیا کی محبت میں مشغول ہو گئے اور دس میرے ساتھ رہے اور جب جنت میں نے پیدا کی تو دس میں سے نو مجھ سے بھاگ کر جنت میں مشغول ہو گئے۔ پھر میں نے بقیہ ایک حصہ پر بلا بمقدار ایک ذرہ کے مسلط کی تو اس ایک حصہ میں سے بھی نو بھاگ گئے اور صرف دسواں حصہ رہ گیا۔ ان سے میں نے کہا تم میرے ساتھ ہو۔ نہ تم نے دنیا طلب کی۔ باقی بیان روایت اول ہی کے موافق ہے۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت سری سقطی رضی اللہ کے جسم کو دیکھا تو آپ کا جسم بیمار کے جسم کی طرح نہایت ضعیف ولاغر تھا۔ فرمایا اگر میں چاہوں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ حالت اسکی محبت کی وجہ سے ہے۔ پھر بے ہوش ہو گئے۔ اسی وقت آپ کا چہرہ جو زرد تھا چاند کی مانند روشن اور چمکدار ہو گیا۔ پھر دوبارہ بیمار ہو گئے تو میں آپکی عیادت کو گیا۔ اسی وقت میں نے سوال کیا۔ آپکا کیا حال ہے تو آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

کیف اشکو الی طبیبی بالی　　والذے بی اصابنی من طبیبی

(ترجمہ) میں اپنی مصیبت کا طبیب سے کیونکر شکوہ کروں۔ کیونکہ جو مصیبت کہ مجھے پہنچی ہی

وہ طبیب ہی کی بدولت ہے۔ میں نے پنکھا جھلنا شروع کیا۔ فرمایا اس شخص کو پنکھے کی ہوا کیونکر پہونچے گی جس کا اندرونی حصہ بھی جل گیا ہو اور چند اشعار پڑھے ؎

القلب محترق والدمع مستبق	والکرب مجتمع والصبر مفترق
کیف القرار علی من لا قرار بہ	مما جناہ الھوی والشوق والقلق
یارب ان کان لی شیٔ بہ فرج	فامنن علی بہ ما دام بی رمق

(ترجمہ) دل جل رہا ہے اور آنسو جلد جلد بہ رہے ہیں۔ اور رنج و غم جمع ہیں اور صبر دور ہے جسے قرار ہی نہیں اُسے کیونکر قرار ہو کیونکہ محبت اور شوق و اضطراب نے اس پر مصیبت ڈھا رکھی ہے۔ اے پروردگار اگر مجھے کسی شے میں قرار ہو تو جب تک مجھ میں رمق باقی ہے وہ شے عطا فرما دے۔ حکایت ہے کہ جب حضرت سری کا انتقال ہو چکا تو ایک شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالےٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا میری مغفرت فرمائی۔ اور جو لوگ میرے جنازہ میں حاضر ہوئے اور جنھوں نے میرے جنازہ کی نماز پڑھی سب کو بخش دیا۔ اس نے کہا میں بھی آپ کے جنازہ میں حاضر تھا اور نماز پڑھی تھی۔ آپ نے لپٹا ہوا ایک کاغذ نکالکر دیکھا۔ اس میں میرا نام نہ پایا میں نے کہا جی ہاں۔ میں یقیناً حاضر ہوا تھا۔ پھر دیکھا تو ایک کنارہ پر میرا نام لکھا ہوا تھا۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم۔

حکایت (۳۳۶) روایت ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا۔ کہ ہمیں دنیا میں جو سب سے بڑا عابد ہے اسکی خبر دو۔ جبرئیل علیہ السلام نے انھیں ایک ایسے شخص کے پاس پہنچایا۔ جس کے ہاتھ پاؤں جذام سے کٹ کر گر گئے تھے اور وہ کہہ رہے تھے، جب تک تو نے چاہا ان اعضاء سے مجھے مستفید فرمایا اور جب چاہا چھین لیا اور مجھے باقی رکھا۔ تو ہی مقصود ہے اے خالق۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا اے جبرئیل میں نے آپ سے ایسے آدمی کو دریافت کیا تھا جو صائم و قائم ہو۔ جبرئیل نے کہا۔ قبل اس مصیبت کے یہ بھی ایسے ہی تھے۔ اب مجھے حکم ہوا ہے کہ ان کی آنکھیں چھین لوں۔ چنانچہ اسی وقت ان کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو فوراً وہ بہ گئیں۔ پھر انھوں نے وہی کہا کہ جب تک تو نے مناسب سمجھا مجھے ان سے مستفید کیا اور جب چاہا انھیں چھین لیا اور مجھے باقی رکھا۔ تو ہی مقصود ہے یا خالق۔ حضرت جبرئیل ع نے کہا چلو ہم تم ملکر دعا کریں کہ حق تعالےٰ تمھیں ہاتھ پاؤں اور آنکھیں پھر

عطا کریں اور تم جیسے تھے ویسے ہی عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا میں یہ نہیں چاہتا جبرئیلؑ نے کہا کیوں۔ کہا جب اسکی مرضی اسی میں ہے تو اسی کی رضا مجھے پسند ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے کسی کو اس سے بڑھ کر عابد نہیں پایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ایسا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔ بعضوں کے شعر ہیں ؎

قالت لطيف خيال زارها ومضى	بالله صفه ولا تنقص ولا تزد
فقال خليته لو مات من ظمأ	وقلت قف عن ورود الماء لم يرد
قالت صدقت الوفاء الحب عادته	يا برد ذاك الذي قالت على كبدي

(ترجمہ) محبوبہ نے عاشق کی خیالی تصویر سے جبکہ اس نے محبوبہ کی زیارت کی۔ پوچھا خدا کے واسطے اسکی حالت بیان کر اور زیادہ (یا) کم نہ کر۔ اس تصویر نے کہا میں نے اُسے ایسی حالت میں چھوڑا ہے۔ کہ اگر پیاس سے مرتا ہو تو اس سے کہئے پانی پر نہ جانا تو کبھی نہیں جائیگا۔ محبوبہ نے کہا تو نے سچ کہا۔ بیشک محبت میں وفاداری کرنا اس کی عادت ہے۔ ہائے اسکے اس قول کی ٹھنڈک میرے جگر پر کس قدر ہے۔

حکایت (۳۳۷) حضرت شقیق بلخی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم نے پانچ چیزیں طلب کیں انھیں پانچ چیزوں میں پایا۔ روزی کی برکت طلب کی وہ نماز چاشت میں ملی۔ اور ہم نے قبر کی روشنی طلب کی۔ اُسے تہجد کی نماز میں پایا۔ اور ہم نے منکر و نکیر کے سوالوں کا جواب طلب کیا تو اسے قرأت قرآن میں پایا اور ہم نے پُل صراط کا پار ہونا طلب کیا تو اسے روزہ اور صدقہ میں پایا۔ اور ہم نے عرش کا سایہ طلب کیا تو اسے خلوت میں پایا۔ رضی اللہ عنہ

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہم نے مجلس وعظ کے آخر میں دعا کی اے الٰہی ہم میں جس کا قلب زیادہ سیاہ ہے اور جس کی آنکھیں زیادہ خشک ہیں اور جسکی معصیت کا زمانہ زیادہ قریب ہے اسکی مغفرت کر۔ ہمارے قریب ایک شخص مخنث گنہگار تھا، اس نے کھڑے ہو کر کہا یہ دعا پھر کرو کیونکہ تم سب میں میں ہی زیادہ سیاہ قلب اور خشک آنکھ اور قریب المعصیت ہوں۔ میرے واسطے دعا کرو۔ اللہ تعالےٰ میری توبہ قبول کرے وہ عالم فرماتے ہیں دوسری شب میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں حق تعالےٰ کے

سامنے کھڑا ہوں اور ارشاد ہوا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ تم نے میرے اور میرے بندے کے درمیان صلح کرادی۔ میں نے تجھے اور اسکو اور ساری مجلس والوں کو معاف کیا نقل ہے کہ ایک شخص نے ایک بزرگ کو بعد وفات خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالےٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ کہا اللہ تعالےٰ نے میرا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا اس میں مجھے اپنی ایک لغزش نظر آئی۔ میں اسکے پڑھنے سے شرمایا اور کہا الٰہی مجھے رسوا نہ کر۔ ارشاد ہوا کہ جب تونے یہ فعل کیا تھا۔ اور مجھ سے نہیں شرمایا تھا اس وقت میں نے تجھے رسوا نہ کیا تو آج جبکہ تو مجھ سے شرماتا ہے میں تجھے کیوں کر رسوا کرونگا میں نے تیری لغزش معاف کر کے اپنی رحمت سے تجھے جنت میں داخل کیا۔ پاک ہے وہ عیبوں کا ڈھانکنے والا حلم وکرم والا ہے۔

حکایت (۳۳۸) ابو عبداللہ ابن شجاع صوفی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اپنے سیاحت کے زمانہ میں مصر میں قیام پذیر تھا۔ وہاں مجھے نکاح کی ضرورت ہوئی میں نے اپنے دوستوں سے ذکر کیا۔ ان لوگوں نے کہا یہاں ایک عورت صوفیہ ہے اسکی لڑکی قریب البلوغ ہے چنانچہ میں نے اس سے خِطبہ کیا اور اس کے ساتھ میرا نکاح ہوگیا۔ جب میں اُسکے پاس داخل ہوا تو وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کر رہی تھی، مجھے شرم آئی کہ ایسی کم سن لڑکی تو نماز پڑھے اور میں نہ پڑھوں۔ میں نے بھی قبلہ کیطرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور جتنا مجھ سے ہو سکا ادا کیا اس کے بعد میری آنکھ لگ گئی اور میں اپنے مصلے پر لیٹ گیا اور وہ بھی اپنے مصلّے پر سو گئی۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ جب بہت دنوں تک یہی حالت رہی تو ایک دن میں نے اس سے کہا۔ اے لڑکی ہمارے اس اجتماع کا کوئی مقصود بھی ہے۔ اس نے جواب دیا میں اپنے مولا کی خدمت میں ہوں، لیکن جس کا مجھ پر حق ہے اسے میں منع بھی نہیں کرتی۔ مجھے اسکی باتوں سے شرم آئی اور اسی گذشتہ طریق پر میں نے ایک مہینہ گذارا۔ پھر میرا قصد سفر کا ہوا میں نے کہا اے بی بی اس نے کہا لبیک۔ میں نے کہا میرا سفر کا ارادہ ہے۔ کہنے لگی تم عافیت کے ساتھ رہو اور خدا تم کو مکروہات سے سلامت رکھے اور مقصود عطا کرے۔ جب میں دروازہ تک پہنچا تو وہ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔ اے میرے سردار ہمارے درمیان دنیا میں ایک عہد تھا جو پورا نہ ہو سکا۔ ممکن ہے انشاء اللہ جنت میں پورا ہو گا۔ پھر کہا

میں تمھیں اللہ کے سپرد کرتی ہوں وہی سب سے بہتر امانت دار ہے۔ چنانچہ اس سے وداع ہو کر چلا گیا۔ پھر دو سال کے بعد میں نے اس کی حالت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے عبادت و ریاضت میں زیادہ مشغول ہے۔ رضی اللہ عنہا۔

ایک فقیر سے مروی ہے کہ ان کی بی بی اولیاء میں سے تھیں۔ جب ان پر کوئی حالت طاری ہوتی تھی تو میں ان پر دست اندازی نہیں کر سکتا تھا اور ان کی شدت ہیبت اور قوت حال کی وجہ سے اپنی حاجت روائی نہیں کر سکتا تھا اور اسوقت وہ کہتی تھیں کہ ہم میں عورت کون ہے اور مرد کون ہے۔ اور جب ان کا حال زائل ہو جاتا تو میں قادر ہوتا تھا اور اپنی ضرورت پوری کر لیتا تھا۔ رضی اللہ عنہا و عن جمیع الاولیاء

حکایت (۳۳۹) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ کوہ لبنان میں میری ایک عابدہ عورت سے ملاقات ہوئی۔ وہ پرانی مشک کیطرح سوکھی ہوئی گویا کہ قبر سے نکلی ہوئی چلی آرہی ہے اور بڑی عبادت اور مجاہدہ والی تھی ویسی میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے کہا تمہارا وطن کون ہے۔ کہا میرا کوئی وطن نہیں ہے سوا دوزخ کے مگر یہ کہ حق تعالےٰ عزیز و غفار مغفرت کرے میں نے کہا تم پر خدا رحم کرے مجھے کچھ وصیت اور نصیحت کرو۔ فرمایا کتاب اللہ کو خوان نعمت بناؤ اور اس کے وعدے و وعید کی صحبت اختیار کرو اور نیک ارادوں کے پورا کرنے کے لئے دامن اٹھا کر تیار ہو جاؤ اور بیہودہ لوگوں کے جھوٹے امیدوں کو ترک کردو جس کا کوئی وجود نہیں ہے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کا انجام کیا ہونیوالا ہے۔ قسم ہے اللہ کی اس منزل پر وہی لوگ پہنچتے ہیں جو اہل دل ہیں اور اس سے آگے وہی لوگ پہنچتے ہیں جو مجاہد ہیں اے بھائی اپنے نفس کے واسطے جو کچھ حاصل کرنا ممکن ہو حاصل کرلے تو وہی مطلوب ہی عقلمند بن جا میں نے کہا میرے واسطے دعا کیجئے تو اس نے اللہ کی حمد کی اس طور سے کہ میں نے کبھی نہ سنی تھی اور اسی طرح درود بھی ایسی ادا کی جسے میں نے کبھی نہ سنا تھا، پھر ایک اچھی دعا کی۔ رضی اللہ عنہا

حکایت (۳۴۰) حضرت ذوالنون ہی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ساحل شام میں ایک عورت دیکھی میں نے کہا تم کہاں سے آرہی ہو کہنے لگی

ان لوگوں کے پاس سے آرہی ہوں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہاں جارہی ہو۔ کہا ان لوگوں کے پاس جن کو تجارت اور بیع اللہ کے ذکر سے باز نہیں رکھ سکتے۔ میں نے کہا ان لوگوں کے کچھ اوصاف بیان کرو تو اس نے چند اشعار پڑھے ؎

قوم ھمومھم باللہ قد علقت	فما لھم ھمم تسموا الی احد
فمطلب القوم مولاھم وسیدھم	یا حسن مطلبھم للواحد الصمد
مان ینازعھم دنیا ولا شرف	من المطاعم واللذات والولد
ولا اللباس لثوب فائق انق	ولا لروح سرور حل فی بلد
فھم رھائن غدران واودیۃ	وفی الشوامخ تلقاھم مع العدد

(ترجمہ) وہ ایسی قوم ہے کہ ان کی ہمتیں اللہ ہی کے ساتھ معلق ہیں۔ ان کی کوئی خواہش اور کے یہاں نہیں پہنچتی۔ اس قوم کا مقصود اپنا مولا اور مالک ہے۔ اللہ واحد اور صمد انکا مطلوب ہے کیا ہی اچھا مطلوب ہے۔ ان سے کوئی منازعت نہیں کرسکتا نہ دنیا نہ شرافت نہ طعام ولذائذ و اولاد وغیرہ نہ لباس عمدہ اعلیٰ ترین کپڑے کا۔ نہ انھیں کسی شہر کی سکونت سے روحانی مسرت ہوتی ہے۔ وہ چشموں اور جنگلوں میں رہتے ہیں اور پہاڑ کی چوٹیوں پر جماعت کے ساتھ ملتے ہیں۔

حکایت (۳۴۱) حضرت ذوالنون رضؓ ہی سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ساحلِ سمندر پر گذر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی کھلے سر زرد چہرہ چلی آرہی ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی اپنے سر پر دوپٹہ اوڑھ لے۔ اس نے کہا ایسے منہ پر جس پر ذلت برستی ہے دوپٹہ کی کیا ضرورت ہے۔ پھر کہا اے بیہودہ میرے پاس سے ہٹ جا۔ شب گذشتہ میں نے جام محبت نوش کیا ہے جس سے رات بھر طرب میں گذری اور اس کی مستی میں میں نے صبح کی ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی مجھے کچھ نصیحت کر۔ کہا اے ذوالنون خاموش گوشہ نشینی اور قوت لایموت پر رضامندی اختیار کرو یہانتک کہ موت آئے رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۳۴۲) بعض سلف سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے دامنِ کوہ میں ایک جوان دیکھا جس پر آثار پریشانی نمایاں اور آنکھوں سے آنسو جاری

تھے میں نے پوچھا تو کون ہے کہا اپنے مولا سے بھاگا ہوا غلام ہوں - میں نے کہا لوٹ جا اور معذرت کر کہنے لگا معذرت کے لئے حجت کی ضرورت ہے اور تقصیروار کیا عذر کر سکتا ہے - میں نے کہا کسی شخص سے سفارش کراؤ - اس نے کہا سفارش کرنے والے آپ اس سے خوف کھاتے ہیں - میں نے کہا ایسا کون شخص ہے - اس نے کہا میرا مالک وہ ہے جس نے بچپن میں میری پرورش کی اور بڑا ہو کر میں نے اسکی نافرمانی کی مجھے کسقدر شرم آتی ہے کہ اس نے میرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کیا اور میں نے اسکے ساتھ کتنا برا برتاؤ کیا - پھر ایک چیخ مار کر گرا اور مر گیا - اتنے میں ایک بڑھیا آئی اور کہنے لگی اس غمگین حیران کے قتل پر کون معاون ہوا خدا اس پر رحم کرے میں نے کہا میں تیرے پاس قیام کرونگا اور تجہیز وتکفین میں تیری مدد کرونگا - اس نے کہا اسے اپنے قاتل کے آگے ذلیل پڑا رہنے دے شاید کہ اسے بے یار و مددگار دیکھ کر اس پر رحم کرے اور اسکو قبول کر کے اسیر انعام فرمائے -

حکایت (۳۴۳) مروی ہے کہ سلیمان ابن عبدالملک رحمتہ اللہ علیہ نے ابو حازم رضی اللہ عنہ سے کہا - اے ابو حازم کیا بات ہے کہ ہم موت کو برا جانتے ہیں - فرمایا اسلئے کہ تم نے اپنی دنیا کو آباد کیا ہے اور آخرت کو ویران کیا ہے اور تم آبادی سے ویرانے کی طرف کوچ کرنا برا جانتے ہو - سلیمان نے کہا تم سچ کہتے ہو - پھر کہا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کل میرا خدا کے یہاں کیا حال ہوگا - فرمایا اپنا عمل کتاب اللہ پر منطبق کر تجھے اپنا کل کا حال معلوم ہو جائیگا - اس نے کہا کتاب اللہ میں کہاں ملے گا - فرمایا اس آیت میں ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم - سلیمان نے کہا پھر اللہ کی رحمت کہاں گئی - فرمایا قریب ہے محسنوں کے اور نیکوں کے پھر سلیمان نے کہا کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ کے سامنے پیشی کسطرح ہوگی فرمایا نیک اسطرح پیش ہونگے جیسے مسافر اپنے گھر آتا ہے خوش و خرم ہوتا ہے اور بدکار ایسے پیش ہوگا جیسے کوئی بھاگا ہوا غلام اپنے مولا کے سامنے پکڑا ہوا خوفناک اور حسرت زدہ آتا ہے یہ سنکر سلیمان ابن عبدالملک رونے لگے اور ابو حازم سے سوال کیا گیا کہ آپ کسطرح نماز پڑھتے ہیں - فرمایا جب وقت نماز کا قریب ہوتا ہے تو جملہ فرائض وسنن کی رعایت کے ساتھ وضو کامل کرتا ہوں پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیت اللہ کو

سامنے۔ جنت کو دائیں طرف دوزخ کو بائیں طرف اور پل صراط کو پاؤں کے نیچے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مطلع وخبردار تصور کرکے نماز پڑھتا ہوں اور یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ میری اخیر نماز ہے۔ اسکے بعد مجھی نماز پڑھنا میسر نہ ہوگا۔ پھر تعظیم کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں۔ اور تفکر کے ساتھ قرأت کرتا ہوں اور ذلت کے ساتھ رکوع اور تواضع کے ساتھ سجدہ اور اتمام کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں پھر اس خوف سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہوں کہ نہ معلوم یہ نماز میری قبول کیجاتی ہے یا میرے منہ پر ماری جاتی ہے۔ سائل نے ان سے پوچھا کب سے تم ایسی نماز پڑھ رہے ہو۔ فرمایا چالیس سال سے اس نے کہا میں چاہتا ہوں۔ کاش ساری عمر میں ایک نماز ایسی پڑھ لوں تو کامیاب ہو جاؤں۔

حکایت (۳۴۴) حضرت صالح مری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے داؤد علیہ السّلام کے محراب میں ایک بڑھیا دیکھی جس کی آنکھیں جاتی رہی تھیں اور ایک صوف کی کرتی پہنے ہوئے تھی اور نماز پڑھتی جارہی تھی اور روتی جاتی تھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نماز چھوڑ کر اسے، کھڑا دیکھتا رہا جب نماز پڑھ چکی تو اپنا منہ آسمان کی طرف اُٹھا کر یہ اشعار پڑھے ؎

اَنْتَ لی و عصمتی فی حیاتی	انت ذخری و عدتی فی مماتی
یا علیما بما اُکِنُّ و اخفی	و بما فی بواطن الخطراتِ

لیس لی مالک سواک فارجوا — لا لدفع العظائم الموبقاتِ

(ترجمہ) تو ہی میرا مقصود اور میرا زندگی میں حفاظت کرنے والا ہے اور تو ہی میرا ذخیرہ اور اچھا سنبھالنے والا ہے آخرت میں۔ اے ہر مخفی اور پوشیدہ کے جاننے والے اور دل کے خطراتِ باطن کے پہچاننے والے۔ میرا تیرے سوا کوئی مالک نہیں ہے کہ امید کروں میں۔ اس سے بڑے بڑے مصائب کے دفع کی۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے سلام کیا اور پوچھا تمہاری آنکھیں کیوں جاتی رہیں کہا میری گریہ وزاری سے جو میں نے اللہ کی نافرمانی اور مخالفت سے نادم ہو کر اور اسکی ذکر کے تقصیر کے سبب کی تھی۔ اگر مجھ سے عفو کیا گیا تو آخرت میں اس سے اچھی آنکھیں مل جائیں گی اور اگر نہ مغفرت کرے تو دوزخ میں جلنے والی آنکھوں کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ میں اسپر رحم کھا کر رونے لگا۔ پھر اس نے کہا اے صالح مجھے اپنے مولا کا

کچھ کلام سنانے سے تجھے انکار تو نہیں ہے۔ قسم ہے اُس کی عزّت کی مجھے بہت دنوں سے اس کا شوق ہے۔ میں نے یہ آیت پڑھی وما قدروا اللہ حق قدرہ الآیہ کہا اے صالح کون اسکا حقِ خدمت ادا کر سکتا ہے۔ پھر ایسی چیخ ماری کہ سننے والوں کا جگر ٹکڑے ہو گیا اور منھ کے بل زمین پر گر پڑیں۔ دیکھا گیا تو دنیا سے انتقال کر چکی تھیں۔ حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے اسکے بعد اسے خواب میں دیکھا وہ بہت اچھی حالت میں تھی۔ میں نے ان کی حالت دریافت کی۔ کہا جب میں مر گئی تو اللہ نے مجھے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا مبارک آمد ہوئی اسکی جس کو کوتاہی خدمت کے افسوس نے قتل کیا پھر یہ اشعار پڑھتی ہوئی لوٹ گئیں ؎

جادلی بالذی اؤمل منہ	وحبانی بکل ما ارتجیہ
فی نعیم ولذۃ وسرور	ابدا عندہ اخلد فیہ

(ترجمہ) میرے ساتھ وہی احسان کیا جس کی امید تھی۔ اور ہر ایک مرغوب و مامول مجھے عطا فرمایا۔ نعمت اور لذت اور سُرور میں ہمیشہ اسی کے نزدیک ہوں۔ رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۳۴۵) مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ علی سکر دری جو قرافہ میں مدفون ہیں فرماتے تھے کہ وہ ایک مرتبہ مجلسِ سماع میں حاضر ہوئے اور ان پر وجد طاری ہوا اور بڑی دیر تک یہ دیکھتے رہے کہ چند نہریں شراب کی جاری ہیں اور انھیں ان سے پلایا جاتا ہے اور وہ سیر نہیں ہوتے۔ اور وہ شراب بھی دنیا کی نہیں ہے اور یہ حالت بیداری میں ہوا۔ اسکے بعد ایک نور نظر آیا۔ جب انھیں وہ شراب پلائی جاتی تھی تو وہ قوت پیدا ہوتی تھی کہ سات قوی آدمی ان کو نہ روک سکتے تھے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتے تھے۔ پھر جب کہ نور دیکھا تو ضعیف ہو گئے۔ مجھ سے دریافت کیا کہ ان دونوں حالتوں میں کونسی حالت بہتر ہے۔ میں نے کہا ایسی بات ہے جہاں میرا خیال نہیں پہنچا میں اس میں کیونکر کلام کروں جسے میں نہیں جانتا۔ بعض بزرگوں کا قول ہے ؎

سقونی وقالوا لا تغنّ ولو سقوا جبال حنین ما سقونی لغنّتِ

(ترجمہ) مجھے شراب محبت پلا کر کہنے لگے کہ گاؤ مت (یعنی مستی کے جوش میں گانا بجانا شروع نہ کیجیو) حالانکہ حنین کے پہاڑوں کو اگر وہ چیز پلائی جاتی جو میں نے پی ہے تو وہ بھی جوش مستی میں گانے لگتے۔ میں کہتا ہوں کہ رویت نور علامت معرفت کی ہے اور شراب (خمر) علامت محبت کی ہے اور اکثر کے نزدیک مرتبہ معرفت کا مرتبۂ محبت سے افضل ہے

اور یہ اکثر شیوخ اہل تحقیق کا مذہب ہے اور حضرت میمون فرماتے ہیں کہ محب محبت میں افضل ہیں اور فرمایا کہ عشاق شرف دنیا اور آخرت دونوں کو لے گئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرء من احب (یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔ اور بعض عارفوں نے کہا ہے کہ محبّت کی حقیقت یہ ہے کہ لذت میں ہلاک ہو جائے اور معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ حیرت کے ساتھ مشاہدہ اور ہیبت میں فنا ہو جائے اور حضرت شبلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا محب اگر خاموش رہے تو ہلاک ہو جائے اور عارف اگر خاموش نہ رہے تو ہلاک ہو جائے اور حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا عارف اڑنے والا ہے اور زاہد چلنے والا اور شیخ ابو عبداللہ قرشیؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت محبت کی یہ ہے کہ بالکل اپنے آپ کو محبوب کے سپرد کر دے اور نیز اپنے نفس میں کوئی حق نہ رہے

حکایت (۶۴۳) شیخ ابو الربیع مالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک شب شیخ ابی محمد سید ابن علی النجار رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور میں ادباً جب تک آپ تہجد کے لئے نہیں کھڑے ہو جاتے تھے اپنا وظیفہ نہیں شروع کرتا تھا۔ چنانچہ اس رات آپ بیدار ہوئے اور وضو کیا۔ میں اپنے بستر پر پڑا جاگ رہا تھا۔ آپ قبلہ کیطرف متوجہ ہو کر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کے اپنے وظیفہ میں تلاوت قرآن کرنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ دیوار شق ہوئی اور اس میں سے ایک شخص نکلا جس کے ہاتھ میں ایک سفید شیشی ہے جس کے اندر سفید شہد تھا اور جب آپ قرآن پڑھنے کے لئے منہ کھولتے تھے تو وہ شخص آپ کو چٹاتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر متعجب ہوا اور اپنا وظیفہ چھوڑ کر اسی کے دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ صبح کو میں نے آپ سے اپنا دیکھا ہوا قصہ بیان کیا شیخ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا اے ابو سلیمان یہ قرآن کی لطافت ہے۔

حکایت (۷۴۳) ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک شہر میں پہنچ کر مسجد میں مقیم ہوا۔ جب نماز عشا ہو چکی تو امام نے آکر کہا یہاں سے نکلو میں دروازہ بند کرتا ہوں۔ میں نے کہا میں مسافر ہوں یہیں شب گذاروں گا۔ کہنے لگا مسافر قندیلیں اور چٹائیاں چراتے ہیں ہم کسی کو یہاں ہونے نہیں دینگے چاہے ابراہیم ابن ادہم ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے کہا میں ابراہیم ابن ادہم ہوں اور وہ جاڑے کی رات تھی۔ اس نے کہا تمہاری صورت سے معلوم ہوتا ہے جھوٹ

بولنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر اس نے کہا بس بہت بک بک نہ کرو اور سختی سے میری ٹانگ پکڑ کر کھینچا اور تنور حمام کے دروازہ تک گھسیٹتا ہوا منہ کے بل لایا اور وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو ایک آگ جلانے والا حمام میں آگ جلا رہا تھا۔ میں نے جی میں کہا اسی کے پاس چل کر شب گذارنا چاہئے۔ چنانچہ میں نیچے اتر کر اس شخص کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ ایک موٹے سن کا کپڑا پہنے تھا۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب نہ دیا بلکہ اشارہ کے ساتھ مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ وہ شخص خوف زدہ کبھی دائیں طرف کبھی بائیں طرف دیکھتا جاتا تھا مجھے اس سے اندیشہ معلوم ہونے لگا جب وہ حمام جھونک چکا تو میری طرف متوجہ ہوا اور کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے کہا تعجب ہے میں نے سلام کیا تھا اسی وقت تم نے جواب کیوں نہ دیا کہا میں ایک قوم کا ملازم ہوں اس وجہ سے میں ڈرا کہ اگر تیرے سلام میں مشغول ہو گیا تو میں خائن اور گنہگار ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا میں نے تمھیں دائیں بائیں نظر کرتے دیکھا کیا کسی سے ڈرتے ہو کہا ہاں۔ میں نے کہا کس سے کہا موت سے۔ نہ معلوم دائیں طرف سے آ پہنچے یا بائیں طرف سے۔ میں نے کہا دن میں کتنے کی مزدوری کر لیتے ہو۔ کہا ایک درہم اور ایک دانگ کی۔ میں نے کہا اس کا کیا کرتے ہو کہا دانگ تو میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور درہم اپنے ایک بھائی کی اولاد پر صرف کرتا ہوں۔ میں نے کہا وہ تمہارا حقیقی بھائی تھا۔ کہا نہیں۔ میں نے اس سے اللہ واسطے کی محبت کی تھی۔ اب وہ مر گیا تو اسکی اولاد کی کفالت میں ہی کرتا ہوں میں نے کہا تم نے خدا سے کسی حاجت میں دعا کی تھی جو اس نے قبول فرمائی ہو۔ کہنے لگا میری ایک حاجت ہے اور میں بیس سال سے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ اب تک وہ حاجت پوری نہیں ہوئی میں نے پوچھا وہ کیا حاجت ہے۔ کہا میں نے سنا ہے کہ عرب میں ایک شخص ہے جو زاہدوں میں ممتاز اور سارے عابدوں پر فائق ہے انھیں ابراھیم ابن ادہم کہتے ہیں۔ میں نے اللہ عز وجل سے دعا کی تھی کہ میں اسے دیکھوں اور اسی کے سامنے مروں۔ میں نے کہا خوش ہو جا اے بھائی اللہ نے تیری حاجت پوری کر دی اور دعا قبول ہو گئی۔ اور مجھے تمہارے پاس منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے پہنچا کر راضی ہوا۔ سنتے ہی اچھل پڑا اور مجھ سے معانقہ کیا اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔ اے اللہ تو نے میری حاجت پوری اور میری دعا

قبول کی۔ اب میری روح قبض کرلے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دوسری دعا بھی فوراً قبول کرلی اور وہ شخص گر پڑا اور گرتے ہی مرگیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حکایت (۳۴۸) حضرت شیخ ابویزید قرطبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے بعض آثار میں سنا تھا کہ جو کوئی لا الٰہ الا اللہ ستر ہزار بار پڑھے تو اُسے دوزخ سے نجات ہو جائیگی۔ میں نے بخیال برکت اس وعدے کے یہ عمل اپنی بی بی کیلئے بھی کیا اور اپنے لئے چند نصاب پورے کئے جنھیں اپنا ذخیرۂ آخرت سمجھتا تھا ان دنوں ہمارے ساتھ حجرہ میں ایک نوجوان رہتے تھے مشہور تھا کہ انھیں بعض اوقات میں جنت اور دوزخ کا کشف ہوتا ہے اور ساری جماعت باوجود صغر سنی کے ان کی تعظیم کرتی تھی مگر میرے ذہن میں ان کی طرف سے کچھ شبہ تھا۔ اتفاقاً بعض برادران نے دعوت کر کے ہمیں اپنے گھر بلایا جب ہم کھانا تناول کر رہے تھے اور وہ شخص بھی ہمارے ساتھ تھے ناگاہ اُنھوں نے ایک بھیانک آواز سے چیخ ماری اور اس کا سانس پھولنے لگا اور کہنے لگے اے چچا یہ میری ماں دوزخ میں ہے اور وہ ایسی شدت سے چیخ رہے تھے کہ سننے والے کو یقین ہوتا تھا کہ ضرور یہ کسی مصیبت ہی کیوجہ سے چیخ رہا ہے۔ جب میں نے ان کی گھبراہٹ دیکھی میں نے اپنے جی میں کہا کہ آج اس شخص کی سچائی کا تجربہ کروں چنانچہ میرے دلمیں القاء ہوا کہ ایک نصاب ستر ہزار لا الٰہ الا اللہ کا جس کو میں نے پڑھا تھا اور اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اسکی ماں کا فدیہ کروں اور میں نے جی میں یہ بھی کہا کہ حدیث صحیح ہے اور اسکے راوی صادق ہیں یا اللہ ستّر ہزار اس عورت پر قربان کرتا ہوں جو اس جوان کی ماں ہے۔ ابھی یہ خیال میں پورا بھی نہ کرنے پایا تھا کہ اس نے کہا اے چچا وہ دوزخ سے نکالی گئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔ مجھے اس سے دو فائدے ہوئے۔ ایک اس حدیث کے صدق پر ایمان ہو گیا دوسرے اس جوان کے متعلق جو شبہ تھا جاتا رہا اور اسکے سچا ہونے کا یقین ہو گیا۔ رضی اللہ عنہما و نفعنا بہما۔ شیخ ابوالعباس ابن عریف رضی اللہ عنہ نے چند اشعار فرمائے ہیں ؎

سلوا عن الشوق من اھوی فانھم	ادنی الی النفس من وھمی ومن نفسی
مازلت مذ سکنوا قلبی اصون لھم	لحظی وسمعی ونطقی اذا ھم النسی
فمن رسولی الی قلبی لیسالھم	عن مشکل من سوال الصب ملتبس

اکون کمن قد خانھم و نسی	لا نھضن الیٰ حشری بحبھم و لا

(ترجمہ) معشوق کے اشتیاق کا حال محبوب ہی سے پوچھو کیونکہ وہ مجھ سے میرے وہم اور سانس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جب سے کہ وہ میرے قلب میں ساکن ہوا ہے۔ میں اسکی وجہ سے حفاظت کرتا ہوں اپنی آنکھ اور کان اور زبان کی کیونکہ وہی مقصود ہے۔ پس کون میرا قاصد ہے جو ان سے دریافت کرے عاشق کی ایک مشکل اور پیچیدہ سوال کو البتہ میں حشر میں انکی محبت ساتھ لیکر اٹھونگا۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونگا جنہوں نے اُن سے خیانت کی اور بھول گئے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ چوتھے شعر کا اخیر مصرعہ میں نے تبدیل کر دیا ہے کیونکہ اصل میں یوں تھا لا بارک اللہ فیمن خانھم و نسی۔ یعنی خدا خیانت کرنیوالوں اور بھول جانے والوں میں برکت نہ کرے۔ میں نے یہ بد دعا اپنے اور عموم خلق کے لئے مضر جانی سوائے خواص کے کیونکہ ہم اپنا عہدِ قدیم بھولے ہوئے ہیں اور خائن ہیں۔ مصنف کا قول ان کے اور ان جیسے لوگوں کے احوال کے مناسب ہے جو صدیق صادق الاحوال ہیں۔ نیز آخیر شعر سے پہلے دو بیتیں بھی میں نے حذف کر دی ہیں اس میں یہ مصلحت میں نے دیکھی کہ جنھیں ان اہل اسرار کی معانی کا فہم نہیں ہے وہ انکار کریں گے۔ رضی اللہ عنہم وجعلنا منہم ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۳۴۹) حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا ایک روز مجھے بدخوابی ہوئی میں اپنا وظیفہ پورا کرنے کے قصد سے کھڑا ہوا تو ہمیں ہمیشہ کیطرح حلاوت نہ پائی پھر سونے کا قصد کیا نیند نہ آئی اُٹھ بیٹھا تو بیٹھا بھی نہ گیا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص اپنی عبا میں لپٹے ہوئے راستہ میں پڑے ہیں۔ میری آہٹ سُن کر انھوں نے سر اٹھایا اور کہا اے ابوالقاسم تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس آجاؤ۔ میں نے کہا جناب بغیر کسی اطلاع ہی کے۔ کہا ہاں۔ میں نے اللہ محرک القلوب سے سوال کیا تھا کہ تمہارے قلب کو میری جانب حرکت دے۔ میں نے کہا یہ تو اللہ نے کیا۔ آپ کا مجھ سے کیا کام ہے۔ کہا نفس کی بیماری کسی وقت خود ہی علاج بن جاتی ہے میں نے کہا جب نفس اپنے خواہشات کی مخالفت کرنے لگتا ہے تو اسکی بیماری ہی دوا ہو جاتی ہے۔ پھر انھوں نے نفس کیطرف متوجہ ہو کر کہا سُن میں نے سات بار تجھے یہی جواب دیا تھا۔ تو نے نہ مانا اور جنید ہی سے سننے کا قصد کیا۔ اب تو تو نے ان سے بھی سن لیا۔ پھر وہ چلے گئے

میں نہ ان سے واقف تھا نہ میں نے اُنھیں پہچانا۔ رضی اللہ عنہما۔ شیخ خیر النساج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گھر میں بیٹھا تھا ناگاہ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت جنیدؒ دروازہ پر ہیں میں نے اس خیال کو دل سے دور کیا۔ لیکن پھر دوسری بار اور تیسری بار بھی خیال گذرا آخر میں نکلا تو حضرت جنیدؒ موجود تھے۔ فرمایا پہلے ہی خیال میں کیوں نہ آ گئے۔ رضی اللہ عنہما۔

حکایت (۳۵۰) روایت ہے کہ حضرت کُرز جرجانی رضی اللہ عنہ عبادت میں محنت بہت کیا کرتے تھے لوگوں نے اسکی نسبت ان سے کچھ عرض کیا فرمایا تمہیں قیامت کے دن کی مقدار کتنی معلوم ہوئی ہے۔ لوگوں نے کہا پچاس ہزار برس۔ پھر فرمایا تمھیں دنیا کی ہستی کی مقدار کتنی معلوم ہوئی لوگوں نے کہا سات ہزار برس۔ پھر فرمایا کیا کوئی اتنے بڑے دن کے بچاؤ کے لئے سات دن عمل کرنے سے بھی عاجز ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ تو آنجناب نے عمر دنیا کی نسبت سے بیان فرمایا ہے۔ اگر ایک شخص کی عمر مثلاً سو برس ہو اور اسکی نسبت قیامت کے دن سے دیکھی جائے تو پانسو حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔ اور احمد ابن ابی الحواری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابی سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رو رہے تھے۔ میں نے کہا کون چیز آپ کو رُلا رہی ہے۔ فرمایا اے احمد میں کیوں نہ روؤں جب رات ہوتی ہے اور آنکھیں نیند میں مستغرق ہوتی ہیں اور پھر حبیب اپنے محبوب کے ہمراہ خلوت کرتے ہیں اور اہل محبت اپنے پاؤں سیدھے کھڑے کرتے ہیں اور ان کے آنسو رخساروں پر بہتے ہیں اور مصلّے پر ٹپکتے ہیں تو حق سبحانہ وتعالیٰ جل جلالہ ان لوگوں پر نظر رحمت فرماتے ہیں اور جبرئیل علیہ السّلام کو ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ میرے کلام سے لذت حاصل کرنے والے ہیں وہ میرے سامنے ہیں۔ پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کیا تم نے کسی دوست کو دیکھا ہے جو اپنے احباب کو عذاب دیتا ہو۔ پھر مجھے یہ کیونکر مناسب ہے کہ میں عذاب دوں ان لوگوں کو کہ جب رات ہوتی ہے تو وہ میری خوشامد کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قسم ہے اپنی عزت کی جب وہ قیامت میں میرے پاس حاضر ہونگے تو میں اپنا دیدار انھیں دکھاؤں گا تاکہ وہ مجھے دیکھیں اور میں انھیں دیکھوں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم ونفعنا بہم۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ اپنے پروردگار تبارک وتعالےٰ سے دعا کرتے تھے کہ انپر اکرام کرے اور اس اکرام کو لوگوں سے پوشیدہ رکھے۔ ایک رات صبح تک نماز میں اور عجز والحاح میں گذاری۔ اس اثنا میں انھیں بعض اصحاب نے دیکھا تو ان کے سر پر نور کا ایک قندیل لٹک رہا تھا جو اُن کی آنکھوں کے سامنے چمک رہا تھا ان سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

ایا صاحب السرّ ان السر قد ظہرا	ولا ارید حیاۃ بعد ما اشتہرا

(ترجمہ) اے میرے رازدار راز فاش ہوگیا۔ اسکے اشتہار کے بعد میں زندگی نہیں چاہتا۔ پھر سجدہ کیا۔ حق تعالےٰ نے سجدے ہی میں ان کی رُوح قبض کرلی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۳۵۱) ابراھیم ابن شبیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن بعد نماز کے مجلس کیا کرتے تھے چنانچہ ایک شخص صرف ایک کپڑے میں لپٹا ہوا ہماری مجلس میں آبیٹھا اور ایک سوال پیش کیا۔ ہم لوگ مجلس کے برخاست ہونے تک مسائل فقہیہ میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر وہ شخص دوسرے جمعہ کو آیا ہم نے اسے جواب دیا اور اس کا مقام اور اسکی حالت دریافت کی اُسنے اپنا پتہ بتایا۔ پھر ہم نے اسکی کنیت پوچھی اس نے کہا ابو عبداللہ۔ ہم اس کی ہمنشینی سے بہت خوش ہوئے۔ ایک مدت تک وہ ہمارے پاس اسی طرح آتا جاتا رہا۔ پھر اس کا آنا موقوف ہوگیا ایکبار ہم اسکی ملاقات کے ارادہ سے اس قریہ میں گئے اور انھیں دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا۔ وہ ابو عبداللہ صیّاد ہیں۔ اسوقت شکار کو گئے ہیں ابھی آتے ہونگے۔ ہم انتظار میں بیٹھے تھے کہ وہ سامنے سے آئے اور حال یہ تھا کہ ایک ٹکڑے کپڑے کی لنگی۔ اور ایک ٹکڑے کی چادر بنائے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں کئی پرندے زندہ اور کئی ایک ذبح کئے ہوئے تھے۔ ہمیں دیکھ کر مسکرائے۔ ہم نے کہا آپ ہماری مجلس کی رونق افزائی کیا کرتے تھے۔ اب کیا ہوگیا جو بالکل ترک کردیا۔ کہا کیا سچ کہدوں۔ میرا ایک ہمسایہ تھا۔ اس سے کپڑے لے کر اور پہنکر تمہارے یہاں آتا تھا۔ اب وہ شخص سفر کو گیا ہے پھر کہا کیا تم میرے گھر چل کر رزق اللہ تناول کروگے۔ ہم ان کے مکان پر پہنچکر بیٹھے اور آپ اپنی بی بی کو ذبح کئے ہوئے پرندے پکانے کے لئے سپرد کئے اور زندہ کو

لیکر بازار گئے اور انھیں بیچ کر روٹیاں خرید لائے۔ اتنی دیر میں بی بی نے سالن تیار کر رکھا تھا
ہم کھانا کھا کر نکلے تو آپس میں گفتگو ہونے لگی کہ تم نے اس شخص کی ناداری اور فقر کی حالت
اور نیک بختی اور صلاح کی کیفیت دیکھی اور تم میں قدرت بھی ہے کہ اس کی اتنی مدد کرو جس
سے وہ اپنی حالت سنبھال سکے۔ تمہیں ایسا کرنا چاہیئے کہ کچھ چندہ جمع کر کے ان کی
امداد کرو جس سے وہ اپنی حاجت روائی کریں۔ چنانچہ ہم نے آپس میں تعین کر کے پانچہزار
درہم جمع کئے اور ان کو دینے کے لئے پھر اس گاؤں کو لوٹ چلے جب ہم مرید پر پہنچے تو
امیر بصرہ محمد ابن سلیمان جھروکے میں بیٹھے ہوئے تھے غلام سے کہا ابراھیم ابن شبیب کو
میرے پاس بلالا۔ جب میں اُن کے پاس گیا تو انھوں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آئے
ہو۔ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ امیر نے کہا مجھپر تم سب سے زیادہ حق
ہے اور اسی وقت دس ہزار درہم کا توڑا منگا کر اور ایک فراش کے کاندھے پر رکھوا کر
میرے ہمراہ کر دیا۔ میں اور خوش ہوا اور جلدی سے اُس گاؤں کی طرف روانہ
ہوا۔ اور ان کے دروازہ پر پہنچ کر سلام کیا۔ وہ جواب دیتے ہوئے باہر نکلے
جب میرے ہمراہ فراش کو اور اشرفیوں کے توڑوں کو دیکھا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا
اور کہنے لگے اے شخص تجھے مجھ سے کیا علاقہ ہے کیا تو مجھے فتنہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔
میں نے کہا اے ابو عبد اللہ بیٹھ جاؤ۔ واقعہ یہ ہے۔ چنانچہ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا
ہیں نے کہا تم جانتے ہو کہ وہ ایک ظالم امیر ہے۔ تم خدا کے واسطے اپنے نفس کو بچاؤ
اور یہ لیلو۔ یہ سنکر ان کا غصہ اور تیز ہوا اسی وقت گھر میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔ میں
ناامید ہو کر امیر کے پاس لوٹ آیا اور بغیر سچ کہنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ ناچار واقعہ
بیان کیا سنتے ہی کہنے لگا یہ شخص خارجی معلوم ہوتا ہے اور غلام سے کہا تلوار لے آؤ
جب وہ لے آیا تو میرے ساتھ کر دیا اور کہا ان کے ساتھ جا کر اس کا سر کاٹ لاؤ۔ میں نے
کہا خدا امیر کو سلامت رکھے اس شخص کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ ہم نے اسکو دیکھا ہے
وہ خارجی نہیں ہے۔ میں انھیں کو تمہارے پاس بلالاتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں میرا
مقصود ان کو اس سے بچانا تھا۔ اسپر امیر کو اطمینان ہوا اور میں روانہ ہو کر ان کے دروازہ
پر پہنچا اور سلام کیا تو ان کی بی بی کو روتا ہوا پایا۔ کہنے لگی کچھ خبر بھی ہے تمہارے
ابو عبد اللہ کا کیا قصہ ہوا۔ میں نے کہا ان کا کیا حال ہے کہا انہوں نے گھر میں آکر

جو کچھ ان کے پاس تھا رکھدیا اور وضو کر کے نماز پڑھی اور میں نے انھیں یہ دعا کرتے سنا۔ کہ اے اللہ مجھے اپنے پاس بلالے اور فتنہ میں نہ ڈال یہ کہتے ہوئے لمبے لیٹ گئے میں اُن کے پاس پہنچی تو انکا انتقال ہو چکا تھا اور یہ ان کی لاش موجود ہے۔ میں نے کہا اے بی بی یہ ہمارا بہت ہی بڑا قصہ ہے پس اب اسکا ذکر ہی نہ کرو۔ یہ کہکر ویسے ہی لوٹ کر میں امیر کے پاس آیا اور سارا حال میں نے اس سے بیان کیا۔ امیر نے کہا میں اُس شخص کی نماز پڑھاؤں گا۔ یہ خبر شہر میں مشتہر ہوئی چنانچہ تمام اہلِ شہر مع امراء اور رؤسا کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔

حکایت (۳۵۲) محمد ابن سماک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ اس کا ایک لڑکا تھا جو دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو تہجد پڑھتا تھا۔ جب رات ہوتی تو یہ اشعار پڑھتا ؎

لما رایت اللیل اقبل خاشعا	بادرت نحو موانسی بنحیبی
ابکی فتقلقنی الیہ صبابتی	فابیت مسرورا بقرب حبیبی

(ترجمہ) جب میں رات کو عجز کے ساتھ آتے دیکھتا ہوں تو اپنے مونس کی جانب روتا ہوا دوڑتا ہوں۔ روتا ہوں اور عشق مجھے اسکی طرف مضطرب کر دیتا ہے۔ پھر میں قرب حبیب سے خوش خوش شب گذارتا ہوں۔ اور جب رات اخیر ہوتی تو رو رو کر یہ اشعار پڑھتا ؎

قد دت فی اللیل اذا لاحت معاملہ	ماکان اُنسی بہ فیہ لمولایا
ضمنت فی القلب حبا قد کلفت بہ	واللہ یعلم ما مکنون احشایا

(ترجمہ) جب رات کی علامات ظاہر ہوتی ہیں اسوقت میں اندازہ کرتا ہوں کہ اسوقت مجھے اپنے مولا سے کس قدر انس ہوتا ہے۔ میں نے قلب میں ایسی محبت چھپا رکھی ہے جس پر میں عاشق ہوں۔ اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ میرے سینہ میں پوشیدہ ہے محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ اس کا باپ بہت بوڑھا آدمی تھا۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ تم اسے سمجھاؤ کہ وہ اپنے اوپر کچھ رحم کرے۔ ایک دن میں اپنے دروازہ پر بہت سے لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ناگاہ وہ لڑکا سامنے سے گذرا۔ میں نے آواز دی اے جوان ہمارے پاس ہو جاؤ۔ میں نے جو اسے دیکھا تو وہ پرانی مشک کی طرح سکڑا ہوا

لاغر ہو رہا تھا کہ اگر شدت کی ہوا بھی چلے تو وہ اس ہوا سے اُڑ جائے غرض بہت ہی ضعیف تھا۔ وہ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اے دوست اللہ نے تجھ پر والد کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور والد کی نافرمانی سے بھی منع فرمایا ہے جسطرح کہ اپنی نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔ تمہارے باپ نے ہم سے ایک بات کہی ہے۔ اگر تم اجازت دو تو ہم اسے بیان کریں۔ کہا اے چچا شاید آپ مجھے عمل میں کمی کرنے اور اللہ کی جانب مبادرت ترک کرنے کا مشورہ دیں گے۔ میں نے کہا یہ مقصود تمہارا بغیر اس محنت شاقہ کے بھی انشاء اللہ حاصل ہو جائیگا۔ کہا نہیں اے چچا میں نے اس محلّہ کے چند نوجوانوں سے اسی حالت پر رہنے کا معاہدہ کیا ہے کہ اللہ کی طرف سبقت کریں۔ چنانچہ انھوں نے کوشش کی اور محنت کی۔ اور خدا کی طرف بُلا لئے گئے تو خوشی سے چلے گئے۔ اب میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میرا عمل دن میں دوبار ان کے پاس پیش ہوتا ہے وہ کیا کہیں گے جب اس میں نقصان یا تقصیر دیکھیں گے۔ پھر کہا اے چچا میں نے اس طریق پر ایسے نوجوانوں سے معاہدہ کیا ہے جنھوں نے رات کو اپنی سواری قرار دیکر اسپر بڑے بڑے جنگل قطع کئے اور بڑے بڑے پہاڑوں پر چڑھے۔ صبح جب کہ میں نے انھیں دیکھا تو انکو شب بیداری کی چھری نے ذبح کر دیا تھا اور خنجر تعب نے ان کے اعضا جدا کر دیئے تھے۔ شب روی کی وجہ سے ان کے پیٹ پتلے ہو رہے تھے نہ انھیں قرار آتا تھا نہ ان کا اشرار سے تعلق تھا۔ جب انھیں بلایا گیا تو خوشی سے اللہ کے یہاں چلے گئے۔ ابن سماک رضؓ فرماتے ہیں۔ واللہ اس نے ہمیں حیرت میں ڈال دیا اور رخصت ہوا۔ صرف تین دن اس واقعہ کو گذرے تھے کہ خبر ملی کہ اس نوجوان لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ایک قائل کا قول ہے۔ اشعار یہ ہیں ؎

تجوع للالٰہ لکی یراہ	نحیل الجسم من طول الصیام
وقام لربہ فی اللیل حتی	اضر بجسمہ طول القیام
سیجزی فی جنان الخلد حورا	نواعم قاصرات فی الخیام
ویلھو مع حسان ناعمات	جوار اللہ فی دار السلام

(ترجمہ) بھوکا رہا خدا کے واسطے تاکہ دیکھے اسکو + لاغر ہو گیا بسبب طول صیام کے۔

اور اللہ کے لئے کھڑا رہا رات بھر حتی کہ ضرر پہنچایا اسکے جسم کو طول قیام نے۔ عنقریب جنت خلد میں اسے جزا میں حوریں ملیں گی۔ نازک اندام نامحرم سے نظر بچانے والی خیمہ میں رہنے والی۔ اور وہ شخص نازک اندام حسینوں کے ساتھ لطف اٹھائیگا۔ جنت میں جوار رحمت الٰہی میں۔

حکایت (۳۵۳) بعض سلف سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک قوم نے ایک خوبصورت عورت کو جو حسن میں لاثانی تھی حکم کیا کہ وہ ربیع ابن خثیم رضی اللہ عنہ کو چھیڑے شاید وہ فتنہ میں پڑجائیں اور اس فعل کی ہزار درہم اجرت ٹھہرائی۔ اس نے حتی المقدور عمدہ لباس اور زیور سے آراستہ ہوکر نہایت عمدہ خوشبو لگائی اور جب حضرت نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو سامنے آئی۔ آپ اسے دیکھ کر گھبرائے۔ وہ کھلے منہ آپ کے پاس آگئی۔ اسوقت حضرت نے فرمایا اسوقت تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تجھپر بخار نازل ہو اور تیرا رنگ متغیر ہو جائے اور رونق تیری اڑجائے یا تجھپر ملک الموت نازل ہوکر تیری رگ جان کاٹ ڈالیں۔ یا تجھ سے منکر و نکیر سوال کریں۔ یہ سنتے ہی اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑی۔ راوی کہتے ہیں کہ قسم ہے اللہ کی جب اسے افاقہ ہوا تو ایسی عبادت گذار بن گئی کہ جس دن وہ مری ہے جلے ہوئے درخت کی طرح خشک و سیاہ تھی۔

حکایت (۳۵۴) حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت تھی جس کے پاس حسن کا تہائی حصہ تھا۔ جب تک سو دینار نہ لے لیتی کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیتی۔ اسے ایک عابد نے دیکھا اور اسپر عاشق ہوگیا اور محنت مزدوری کرکے سو دینار جمع کئے پھر اس عورت کے پاس آیا اور کہا تیرا حسن مجھے بھا گیا تھا۔ میں نے محنت مزدوری کرکے سو دینار جمع کرلئے ہیں۔ اس نے کہا لے آؤ۔ وہ شخص اسکے یہاں پہنچا اس کا ایک سونے کا تخت تھا جسپر وہ بیٹھا کرتی تھی۔ اسے بھی اس نے اپنے پاس بلایا جب عابد آمادہ ہوا اور اسکے پاس جا بیٹھا تو ناگاہ اسے اللہ کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہونا یاد آگیا اور فوراً اسکے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور کہا مجھے جانے دے سو دینار تیرے ہی ہیں۔ اس نے کہا تجھے کیا ہو گیا تو نے تو کہا تھا کہ میں تیرے

پسند آگئی اور تو نے محنت مزدوری کر کے دینار جمع کئے اور جب مجھ پر قادر ہوا تو پھر گت
کی۔ کہا مجھ پر اللہ کا خوف طاری ہوگیا۔ اور اللہ کے سامنے جانے کا اندیشہ غالب
آگیا۔ میرے دل میں تیری عداوت پیدا ہوگئی۔ اب تو ابغض الناس ہے۔ میرے
نزدیک۔ اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو میرا شوہر بھی تیرے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اُسنے
کہا مجھے نکل جانے دے۔ اس نے کہا مجھ سے نکاح کرنے کا وعدہ کر جاؤ۔ کہا عنقریب
ہو جائیگا۔ پھر سر پر چادر ڈالی اور اپنے شہر کو چلا گیا۔ وہ عورت بھی توبہ کر کے اسکے پیچھے
اس شہر کو روانہ ہوئی۔ اس شہر میں پہنچ کر لوگوں سے اس عابد کا حال دریافت
کیا۔ لوگوں نے اسے بتایا۔ اس عورت کو ملکہ کہتے تھے۔ عابد سے بھی کسی نے
کہا کہ تمھیں ملکہ تلاش کرتی پھرتی ہے۔ انھوں نے جب اسے دیکھا۔ فوراً ایک چیخ
ماری اور جان بحق تسلیم کی۔ وہ عورت ناامید ہوگئی۔ پھر اس نے کہا یہ تو مر ہی گئے
ان کا کوئی رشتہ دار بھی ہے۔ لوگوں نے کہا اسکا بھائی بھی فقیر آدمی ہے کہنے لگی
اس کے بھائی کی محبت کی وجہ سے اس سے نکاح کرونگی۔ چنانچہ اس سے نکاح
کیا جس سے سات لڑکے پیدا ہوئے۔ سب کے سب نیک بخت صالح تھے۔

حکایت (۳۵۵) رجاء ابن عمرو النخعی سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ
کوفہ میں ایک جوان نہایت حسین اور بہت عبادت اور مجاہدہ کرنے والا زاہد تھا قبیلہ
نخع میں ایک قوم کے پڑوس میں آیا۔ ان کی ایک لڑکی کو دیکھ کر عاشق ہوگیا۔ اور اُس کی
عقل زائل ہوگئی۔ اور اس لڑکی کا بھی وہی حال ہوا۔ جو اسکا تھا۔ اس شخص نے اسکے
باپ سے خطبہ کیا، اس نے کہا کہ اس کی منگنی تو اسکے چچازاد بھائی سے ہو چکی ہے۔ ان
دونوں کو بوجہ عشق کے سخت تکلیف ہونے لگی۔ لڑکی نے اس کے پاس قاصد بھیجا۔ کہ
میں نے تمھارے عشق کا حال اور مصیبت کی داستان سنی ہے۔ میں بھی تمھاری طرح
محبت میں مبتلا ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں تمھارے پاس آجاؤں یا تمھارے آنے
کے اسباب بہم پہنچاؤں۔ اس نے قاصد سے کہا مجھے ان میں سے کوئی طریقہ
پسند نہیں ہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ اگر اسکی نافرمانی کروں، تو بڑے
عذاب کا اندیشہ ہے۔ میں ایسی آگ سے ڈرتا ہوں کہ نہ اس کی تیزی کم ہوتی
ہے نہ اسکے شعلے بجھتے ہیں۔ جب قاصد نے لوٹ کر یہ واقعہ اس لڑکی کو سنایا

سُن کر کہنے لگی باوجود اس حسن کے وہ پرہیز گار بھی ہے۔ قسم ہے اللہ کی خوف خدا میں سب بندوں کو یکساں ہونا چاہیئے۔ ایک دوسرے سے اس کا زیادہ مستحق نہیں۔ اسی وقت اس نے دنیا ترک کی اور سارے علاقے پس پشت ڈال دیئے اور ٹاٹ کا لباس پہن کر عبادت میں مصروف ہو گئی لیکن اس جوان کی محبت میں پگھلتی جاتی تھی۔ حتےٰ کہ اسکی محبت میں مرگئی۔ وہ شخص اسکی قبر پر جایا کرتا تھا۔ ایکبار اسے خواب میں دیکھا۔ وہ بہت اچھی حالت میں تھی۔ پوچھا تونے کیا کیا دیکھا اور تیرا کیا حال ہے۔ اس نے یہ شعر سنایا ؎

نعم المحبۃ یا حبی محبتنا	حبا یعی دالی خیر و احسان

(ترجمہ) اے دوست ہماری محبت اچھی محبت تھی ایسی محبت جو خیر و احسان کی طرف پہنچاتی ہے۔ پھر پوچھا۔ اب تو کہاں پہنچی۔ اس نے یہ شعر پڑھا ؎

الیٰ نعیم وعیش لازوال له	فی جنۃ الخلد تلک لیس بالفانی

(ترجمہ) ایسی نعمت اور عیش میں جسکو زوال ہی نہیں ہے۔ جنت خلد میں جو ایسا ملک ہے جسے فنا نہیں ہے۔ اس سے کہا مجھے وہاں یاد رکھ میں بھی تجھے نہیں بھولتا ہوں۔ کہنے لگی واللہ میں بھی تجھے نہیں بھولتی ہوں۔ اور میں نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی ہے کہ تو محنت و اجتہاد کرکے میری مدد کر۔ جب وہ مڑکر جانے لگی تو کہا میں تجھ پھر کب دیکھونگا۔ کہا عنقریب تم میرے پاس آؤگے۔ اس خواب کے بعد وہ شخص صرف سات روز زندہ رہا۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

حکایت (۳۵۶) کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بنی اسرائیل کا ایک فاحشہ عورت کے پاس گیا اور وہاں سے نکل کر غسل کے واسطے ایک نہر میں گھسا۔ پانی نے اُسے آواز دی کہ اے شخص تجھے شرم وحیا نہیں ہے۔ کیا تونے توبہ نہیں کی تھی کہ میں کبھی ایسا نہیں کرونگا۔ وہ شخص پانی میں سے گھبرایا ہوا نکلا اور کہتا جاتا تھا کہ میں نے ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی ہے۔ چنانچہ ایک پہاڑ پر پہنچا۔ جہاں بارہ آدمی عبادت میں مشغول تھے۔ وہ شخص بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ رہا حتےٰ کہ وہاں قحط واقع ہوا تو وہ لوگ گھاس اور چارہ کی تلاش میں اس شہر پر آئے۔ جب نہر کے پاس جانے لگے

تو اس شخص نے کہا میں تمہارے ہمراہ نہیں جاؤں گا - انھوں نے کہا کیوں۔ کہا وہاں میرے گناہ کا جاننے والا ہے اس سے مجھے شرم آتی ہے - چنانچہ وہ لوگ اُسے چھوڑ کر آگے بڑھے - نہر نے آواز دے کر کہا - اے عابدو! تمہارا ساتھی کیا ہوا - انھوں نے کہا وہ کہتا ہے کہ یہاں ایک اُس کے گناہ کا جاننے والا ہے - اس سے شرماتا ہے کہ کہیں اسے دیکھ نہ لے - کہنے لگا سبحان اللہ اگر تم سے کوئی اپنے اولاد یا عزیز قریب سے غصہ ہوتا ہے - پھر وہ اپنے فعل سے باز آجائے اور توبہ کرلے تو کیا پھر اس سے محبت نہیں کرنے لگتا ہے - تمہارے ساتھی نے بھی توبہ کی اور میرے پسند کا کام کرنے لگا - اب میں بھی اُسے دوست رکھتا ہوں اُسے لے آؤ اور یہ خبر کرو اور میرے کنارے اللہ کی عبادت کرو - ان لوگوں نے اُسے خبر کی وہ بھی ان کے ساتھ نہر کے کنارے پر آیا اور عبادتِ خدا میں مشغول رہا - ایک طویل زمانہ تک وہ لوگ وہیں مقیم رہے پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا تو نہر نے آواز دی - اے عابدو اے خدا کے بندو اسکو میرے ہی پانی سے غسل دیکر میرے ہی کنارے پر دفناؤ تاکہ قیامت میں بھی میرے ہی پاس سے اُٹھے ان لوگوں نے ایسا ہی کیا - پھر سب نے کہا چلو آج رات اسی کی قبر کے پاس سوئیں صبح ہی اُٹھ کر چلیں گے - چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا - جب صبح قریب ہوئی تو ان سب کی آنکھ لگ گئی - بیدار ہو کر دیکھا تو اسکی قبر پر بارہ سرو کے درخت کھڑے ہیں - پہلا سرو اسکے سر پر پیدا ہوا - انہوں نے آپس میں کہا یہ سرو اللہ تعالے نے اس لیئے پیدا کئے ہیں کہ ہم یہیں رہیں - پھر انہوں نے وہیں اقامت اختیار کی اور عبادت میں مشغول ہوگئے - جب ان میں سے کوئی مرجاتا تو اسی کے پہلو میں دفنا دیتے حتیٰ کہ کُل مر گئے - بنی اسرائیل ان کی زیارت کو جایا کرتے تھے - رضی اللہ تعالے عنہم -

حکایت (۳۵۷) کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ دو آدمی بنی اسرائیل کے ایک مسجد میں گئے - ایک تو مسجد میں داخل ہوا - دوسرا باہر بیٹھا رہا اور کہنے لگا میرے جیسا شخص مسجد میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہے - میں نے اللہ کی نافرمانی کی ہے - اس وجہ سے اس کا نام صدیقوں میں لکھا گیا - اور فرمایا بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ایک گناہ کیا اس پر اسے

بہت رنج ہوا اور اِدھر اُدھر آتا جاتا تھا کہ کس طرح خدا کو راضی کروں۔ اس سبب سے اس کا نام بھی صدیقوں میں لکھا گیا۔ اور حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک قافلہ میں تھا جو شام کو جا رہا تھا۔ راستہ میں بدوؤں نے اسے پکڑ لیا اور اس کا اسباب اپنے امیر کے پاس پیش کرنے لگے۔ اس میں ایک بادام اور شکر کی بھری ہوئی تھیلی نکلی اسے بدوؤں نے کھایا۔ لیکن ان کے امیر نے کچھ نہ کھایا میں نے پوچھا کہ تم کیوں نہیں کھاتے۔ کہنے لگا کہ میں روزہ دار ہوں۔ میں نے کہا ڈاکہ ڈال کر لوگوں کا مال لوٹتے ہو اور پھر روزہ بھی ہے۔ اس نے کہا اے صاحب میں خدا سے مصالحت کرنے کا ایک موقع رکھ چھوڑتا ہوں (یعنی ایسی سرکشی نہیں کرتا ہوں کہ صلح بالکل نہ ہو سکے۔ بلکہ کچھ اعمال صالح بھی کرتا رہتا ہوں تاکہ صلح ہو سکے) کچھ دنوں بعد میں نے اسے دیکھا کہ احرام باندھے ہوئے کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا۔ اور عبادت نے اسکو نحیف کر دیا تھا۔ جیسے پرانی مشک ہوتی ہے۔ میں نے کہا تم وہی آدمی ہو۔ کہا ہاں۔ اسی روزہ نے میرے اور اللہ کے درمیان صلح کرائی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۳۵۸) اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں جامع مسجد بصرہ سے آرہا تھا۔ میں بعض گلیوں ہی میں تھا کہ ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی جو نہایت دبلا پتلا اپنی اونٹنی پر سوار تھا اور گلے میں تلوار پڑی ہوئی تھی اور ہاتھ میں کمان تھی۔ قریب آکر مجھے سلام کیا اور کہا تم کن لوگوں میں سے ہو۔ میں نے کہا قبیلہ اصمع میں سے۔ کہا اصمعی تم ہی ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے کہا ایسی جگہ سے آرہا ہوں جہاں اللہ کا کلام پڑھا جا رہا تھا۔ کہا رحمٰن کا بھی کوئی کلام ہے جسے آدمی پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگا۔ کچھ مجھے بھی پڑھ کر سنا دے۔ میں نے کہا سواری سے اتر جا وہ اتر گیا۔ میں نے سورۂ والذاریات شروع کی حتّٰی کہ آیت وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ پر پہنچا یعنی تمہارا رزق جس کا تم وعدہ کئے گئے ہو وہ آسمان پر ہے۔ کہا اے اصمعی یہ کلام اللہ عزوجل کا ہے۔ میں نے کہا قسم ہے اسکی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو سچا نبی کر کے بھیجا ہے یہ کلام اسی کا ہے جسے اس نے اپنے نبی پر

نازل فرمایا۔ پھر کہا بس کرو۔ پھر کھڑا ہو کر اپنی سواری کے اونٹ کو ذبح کیا اور کھال سمیت اسکے ٹکڑے کئے اور کہا اس کی تقسیم میں میری مدد کرو۔ ہم نے آنے جانے والوں پر تقسیم کر دیا۔ پھر تلوار اور کمان لے کر ٹکڑے کئے اور ریت میں دبا کر جنگل کی طرف روانہ ہوا اور کہتا جاتا تھا وفی السماء رزقکم وما توعدون۔ میں نے اپنے نفس پر ملامت کی کہ جس کلام سے یہ شخص بیدار ہو گیا تو اس سے کیوں نہیں بیدار ہوتا۔ جب میں ہارون رشید کے ساتھ حج کو گیا تو میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ مجھ کسی نے نرم آواز سے بلایا۔ میں نے پیٹھ پھیر کر دیکھا تو وہی اعرابی تھا جو بالکل لاغر اور زرد ہو گیا تھا۔ اس نے معلوم کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مقام ابراہیم کے پیچھے مجھے بٹھایا اور کہا کچھ کلام اللہ پڑھ کر سنا دے۔ میں نے پھر وہی سورۂ ذاریات شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا وفی السماء رزقکم وما توعدون۔ اس اعرابی نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا۔ پھر کہا اور بھی کچھ ہے میں نے کہا، ہاں آگے فرماتے ہیں فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون۔ یعنی قسم ہے پروردگار آسمان وزمین کی کہ یہ ایسا سچ ہے جیسا کہ تم آپس میں گفتگو کرتے ہو۔ یہ سنتے ہی اس اعرابی نے ایک چیخ ماری اور کہا سبحان اللہ اللہ جل جلالہ کو کس نے غصہ دلایا حتےٰ کہ قسم فرمائی۔ کیا اس کی لوگوں نے تصدیق نہ کی اور اسے قسم کھانے پر مجبور کیا۔ تین بار یہی بات مکرر کہتا رہا اس میں اسکی روح نکل گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۳۵۹) مروی ہے کہ حضرت عطاء ازرق رات کو نماز پڑھنے کی غرض سے جنگل کی طرف چلے ایک چور راستہ میں آپ سے متعرض ہوا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ تو جسطرح چاہے مجھے اس سے بچالے۔ چنانچہ فوراً اُس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں خشک ہو گئے۔ وہ رونے لگا اور کہنے لگا پھر کبھی ایسا نہ کرونگا آپ نے چھوڑ دیا۔ وہ شخص آپ کے پیچھے ہولیا اور کہا میں اللہ کے واسطے تم سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا کیا نام ہے فرمایا میرا نام عطاء ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص لوگوں سے دریافت کرنے لگا کہ تم کسی ایسے شخص بزرگ صالح کو بھی جانتے ہو جو رات کے وقت صحرا میں نماز کے واسطے جاتا ہو۔ لوگوں نے کہا ہاں وہ عطاء سلمی ہیں۔ وہ عطاء سلمی کے پاس پہنچا اور کہا میں فلاں فلاں قصہ سے توبہ کر کے آپ کے

پاس حاضر ہوا ہوں۔ میرے لئے دعا فرمائیے۔ آپ نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور روتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ارے بھلے مانس وہ میں نہ تھا وہ عطاء ارزق تھے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہما ونفعنا بہما۔ روایت ہے کہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ غسل کے ارادہ سے پانی میں گھسے۔ ایک چور آپ کے کپڑے چرا کر بھاگ گیا۔ پھر ایک ساعت کے بعد دیکھا تو چور کپڑے لئے ہوئے چلا آرہا ہے اور اُسکے ہاتھ خشک ہو گئے ہیں۔ حضرت نے اپنے کپڑے پہن لئے۔ پھر فرمایا۔ الٰہی آپ نے مجھے میرے کپڑے لوٹا دیئے۔ اب اس کا ہاتھ بھی لوٹا دیجئے۔ اسی وقت وہ صحیح و سالم ہو کر چلا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حکایت (۳۶۰) کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ میں قحط سالی واقع ہوئی۔ لوگوں نے آپ سے استسقاء کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا۔ میرے ہمراہ پہاڑ پر چلو۔ سب لوگ آپ کے ہمراہ چلے۔ جب پہاڑ پر پہنچے تو حضرت نے فرمایا میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ آوے جس نے کبھی گناہ کا ارتکاب کیا ہو۔ یہ سنکر سب لوگ لوٹ گئے۔ صرف ایک شخص یک چشمی رہ گئے جنہیں برخ کہتے تھے۔ حضرت نے ان سے کہا تم نے میری بات نہیں سنی۔ کہا ہاں سنی ہے۔ فرمایا پھر تم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ کہنے لگے مجھے کوئی گناہ یاد نہیں ہے۔ سوائے ایک گناہ کے کہ جس کا آپ سے ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ گناہ ہے تو لوٹ جاؤنگا۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ کہا میں راستہ پر جارہا تھا تو ایک کمرہ کا دروازہ کھلا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنی اس پھوٹی آنکھ سے ایک شخص کو دیکھا جسے میں نہیں جانتا کہ وہ مرد تھا یا عورت۔ میں نے یہ کہکر کہ اے آنکھ تو نے میرے سارے بدن میں سے گناہ پر سبقت کی۔ اب تو میرے پاس نہ رہ۔ وہ آنکھ میں نے ہاتھ سے نکال لی۔ اگر یہ گناہ ہے تو میں لوٹا جاتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا یہ تو گناہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا اے برخ اللہ سے پانی مانگو۔ انھوں نے دعا کی کہ اے قدوس جو کچھ تیرے پاس ہے وہ ختم نہیں ہوتا اور تیرا خزانہ فنا نہیں ہوتا نہ تو بخیلی کے ساتھ متہم ہو سکتا ہے۔ پھر نہ معلوم یہ رکاوٹ کیوں ہے۔ اپنے فضل سے ہم پر ابھی وقت پانی برسا دے راوی کہتے ہیں کہ وہاں سے دونوں کیچڑ پانی میں واپس لوٹے۔ اللہ عزوجل کی رحمت

اور فضل کی برکت سے۔

حکایت (۳۶۱) مروی ہے کہ زمانۂ موسیٰ علیہ السلام میں دو بارہ بنی اسرائیل کے اندر قحط واقع ہوا۔ لوگوں نے جمع ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔ کہ یا نبی اللہ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسا دے۔ آپ انکے ہمراہ جنگل کو چلے۔ وہ ستر ہزار آدمی تھے بلکہ کچھ زیادہ۔ آپ نے دعا فرمائی کہ الٰہی ہم پر بارش نازل فرما اور اپنی رحمت ہم پر پھیلا دے اور دودھ پینے والے بچوں اور چرنے والے جانوروں اور نمازی بوڑھوں کے طفیل ہم پر رحم فرما۔ مگر آسمان پہلے سے بھی زیادہ صاف اور آفتاب پہلے سے بھی زیادہ گرم ہو گیا۔ آپ نے اسوقت عرض کیا کہ الٰہی اگر میری وجاہت آپ کے سامنے گھٹ گئی ہے تو حضرت نبی امی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے التجا کرتا ہوں جنھیں آخر زمانہ میں آپ مبعوث فرمائیں گے کہ ہم پر بارش برسائی جائے۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ تمہارا رتبہ میرے نزدیک نہیں گھٹا ہے اور نہ تمہاری وجاہت کم ہوئی ہے۔ لیکن تم میں ایک بندہ ہے جو چالیس برس سے گناہوں کے ساتھ میرا مقابلہ کر رہا ہے۔ تم لوگوں میں منادی کر دو تاکہ وہ شخص تم میں سے نکل جائے اسی کے سبب بارش میں نے روک لی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی میں عبد ضعیف اپنی کمزور آواز سے ان سب کو کیونکہ مطلع کرونگا حالانکہ لوگ کم زیادہ ستر ہزار آدمی ہیں۔ حکم ہوا تم آواز دو ہم پہنچاوینگے۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر ندا کی کہ اے وہ گنہگار بندے جو چالیس سال سے گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے ہمارے درمیان سے نکل جا کیونکہ تیری ہی وجہ سے ہم سے بارش روکی گئی ہے یہ سن کر وہ بندۂ گنہگار کھڑا ہوا اور چاروں طرف نگاہ کر کے دیکھا تو کوئی نکلتا ہوا نظر نہ پڑا۔ سمجھ گیا کہ میں ہی مطلوب ہوں اور جی میں سوچنے لگا کہ اگر لوگوں میں سے میں نکلوں تو سب کے سامنے رسوائی ہوگی۔ اور اگر ان کے ساتھ ٹھہرا رہوں تو میری وجہ سے سب لوگ بارش سے روکے جاوینگے۔ اسی وقت کپڑے میں اپنا منھ چھپا کر اپنے افعال پر نادم ہوا اور کہنے لگا الٰہی میں نے چالیس سال تک تیری نافرمانی کی۔ تو نے مجھے مہلت دی۔ اب میں فرمانبردار بنکر آیا ہوں مجھے قبول فرمالے۔ یہ دعا پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ ایک سفید ابر کا ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس تیزی سے برسا

کہ گویا مشک کے دہانے کھل گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی ابھی تو ہم میں سے کوئی بھی نہ نکلا پھر کیونکر ہم پر آپنے بارش نازل فرمائی۔ ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ جس کی وجہ سے پانی روکا گیا تھا اب اسی کی وجہ سے برسا ہے۔ حضرت نے عرض کیا کہ الٰہی اس بندہ کو مجھے دکھا دے۔ فرمایا اے موسیٰ میں نے نافرمانی کے زمانہ میں اسے رسوا نہ کیا۔ اب فرمانبرداری کے وقت اسے کیونکر رسوا کروں گا۔ اے موسیٰ میں چغل خوروں سے بغض رکھتا ہوں۔ میں کیونکر چغل خوری کروں۔

حکایت (۳۶۲) حکایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں تین آدمی استسقاء کے قصد سے چلے۔ ایک نے کہا الٰہی آپ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ جو ہم پر ظلم کرے تو ہم اس کا جرم بخشدیں۔ سو ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ آپ بھی ہمیں بخش دیجئے۔ اس مضمون میں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اشعار ہیں ؎

تعالیت ربی انت ذا قد امرتنا	بعفو و صفح عن مسیئ لنا ظلم
و ها نحن ربی قد ظلمنا نفوسنا	وانت الذی بالعفو اولیٰ و بالکرم

(ترجمہ) اے میرے بزرگ پروردگار تو ہی نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم اپنے ظالم اور برائی کرنے والے سے عفو اور اعراض کریں اور ہم لوگوں نے بھی اے رب اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اور تو عفو و کرم میں سب سے اولیٰ ہے۔ دوسرے نے کہا۔ الٰہی تو نے ہمیں غلاموں کے آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے جبکہ وہ ہماری خدمت میں بوڑھے ہو جائیں۔ اب ہم تیری خدمت میں بوڑھے ہو گئے تو ہمیں آزادی کی فضیلت عطا فرما۔ اس مضمون میں کسی کے شعر ہیں ؎

ان الملوک اذا شابت عبیدهم	فی رقهم اعتقوهم عتق ابرار
فانت اولی بها یا سیدی کرما	قد شبت فی الرق اعتقنی من النار

(ترجمہ) جبکہ بادشاہوں کے غلام بوڑھے ہو جاتے ہیں ان کی غلامی میں تو وہ انھیں نیکو کاروں کی طرح آزاد کر دیتے ہیں۔ تو کرم میں اے میرے مالک سب سے اولیٰ و برتر ہے میں بھی غلامی میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے بھی دوزخ سے آزاد کر دیجئے۔ تیسرے نے کہا الٰہی تو نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ اپنے دروازہ سے مساکین کو نہ نکالیں اب ہم مسکین تیرے حاضر ہیں۔ تو اپنے فضل و کرم سے ہم پر احسان فرما۔

کسی کے اشعار ہیں ؎

اتیناك فی رکب لمطامع والرجا	وقد کاد جیش الیاس یذهب بالامل
فان جدت بالعفو الذی انت اهله	هزمنا سرایا عسکر الخوف والوجل

(ترجمہ) ہم امید اور طمع کی سواری پر سوار ہو کر حاضر ہوئے ہیں اور نا امیدی کی فوج امید کا خون کر رہی ہے۔ اگر تو نے عفو کے ساتھ بخشش کی جس کے تو قابل ہے تو ہم اندیشے اور خوف کی فوج کو شکست دینگے۔ ایضاً ؎

اتیناك نرجو الفضل فامنن تفضلا	علینا وجد یا ذا المکارم والعلا
فانت الذی یرجی ویکثر فضله	اذا انسدت الابواب وانقطع الرجا

(ترجمہ) ہم تیرے پاس تیرے فضل کی امید پر حاضر ہوئے ہیں تو ہم پر فضل کر۔ اور احسان کر اے بڑے کرم والے اور بڑے مرتبہ والے۔ تو ہی ہے جس سے امید کی جاتی ہے اور جسکی بڑی بخشش ہے جبکہ سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور امیدیں منقطع ہو جاتی ہیں۔ ایضاً ؎

قدمت علیك یارب البرایا	فامن روعتی یوم القدوم
فکیف ولا اخاف ولی ذنوب	قدمت بها علی الملك العظیم
وما قدمت بین یدی زادا	ولکنی قدمت علی کریم

(ترجمہ) اے مخلوق کے رب میں تیرے پاس حاضر ہوا ہوں تو حاضری کے دن مجھ کو خوف سے بچا لے۔ میں کیونکر خوف نہ کروں کہ میرے ساتھ گناہ ہیں جنھیں لے کر میں بہت بڑے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اور آگے میں نے کوئی توشہ بھی نہیں بھیجا ہے۔ لیکن یہ سہارا ہے کہ میں کریم کے یہاں آیا ہوں۔

حکایت (۳۶۳) حکایت ہے کہ جب عمر ابن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو چرواہوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کہا۔ کہ یہ کون نیک صالح خلیفہ ہے جو لوگوں پر قائم ہوا ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا۔ کہ تمھیں کیونکر معلوم ہوا۔ کہنے لگے جب کوئی نیک صالح خلیفہ ہوتا ہے تو بھیڑیئے اور شیر ہماری بکریوں کے کھانے سے باز رہ جاتے ہیں اور عمری رضی اللہ عنہ نے ہارون رشید سے جبکہ وہ صفا و مروہ کی سعی کر رہا تھا اور صفا پر چڑھ چکا تھا فرمایا اے ہارون اس نے کہا لبیک اے چچا۔ کہا

کہا اپنی نگہ نیچی کر کے ذرا زمین کو دیکھو - یہ کتنے لوگ ہیں - کہا ان کا کوئی شمار کر سکتا ہے
کہا ان کے برابر لوگوں میں اور کتنے ہوں گے - کہا بہت سی مخلوق ہے جن کو خدا کے سوا کوئی
نہیں جانتا - فرمایا اے شخص یہ سمجھ لے کہ ہر ایک ان میں سے صرف اپنے نفس سے سوال
کیا جائیگا اور تو اکیلا سب کی حالت سے سوال کیا جائیگا - اب سوچ لے کیا حال ہوگا -
یہ سنکر ہارون رشید رونے لگے - پھر حضرت عمری نے فرمایا - ایک اور بات میں کہتا ہوں کہا
فرمائیے اے چچا - کہا آدمی جب اپنے مال میں فضول خرچی کرتا ہے تو مستحق حجر کا یعنی رکاوٹ
کا ہو جاتا ہے - پس جو شخص مسلمانوں کے مال میں اسراف کرے تو اس کا کیا حال ہو -
پھر ہارون رشید کو روتا چھوڑ کر چلے گئے - اور حضرت عمری ہی نے فرمایا ہے کہ جس شخص
نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیا ہے لوگوں کے خوف سے تو اللہ کی ہیبت
اس سے چھین لی جاتی ہے - پھر اگر وہ اپنی اولاد یا غلاموں کو حکم کرے تو اسکی اطاعت
وہ لوگ نہیں کریں گے - یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے کہ اپنے نفس سے غفلت یہ بھی ہے
کہ تو اللہ تعالیٰ سے اعراض کرے اسطرح کہ تو اللہ تعالیٰ کی نارضامندی کی کوئی بات
دیکھ لے اور اس سے اعراض اور تجاوز کرے اور ایسے شخص کے خوف سے جو تجھے ضرر
پہنچا سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے - امر و نہی نہ کرے -

حکایت (۳۶۴) بعض مشائخ کی حکایت ہے کہ ان کے پاس دنیا بہت
تھی جسے وہ نیک کاموں میں صرف کیا کرتے تھے - ایک دن بعض مریدوں نے ان سے کہا
حضرت اس ساری دنیا کو اپنے پاس سے نکال لیئے اور اس سے مجرد ہو جائیے - یہ آپ کے
حق میں اچھا ہے - جیسا کہ اُن لوگوں کی جو دنیا سے اعراض کر کے اللہ کی طرف
مشغول ہوتے ہیں یہی عادت ہے - ان سے شیخ نے کہا کہ جاؤ جو کچھ میرے
پاس ہے سب خرچ کر ڈالو - اور کچھ نہ چھوڑو - چنانچہ انھوں نے سارا مال
نکال کر ایک ہی دن میں خرچ کیا - جب دوسرا دن ہوا تو چاروں طرف سے
پھر دنیا ان کی طرف متوجہ ہوگئی اور پہلے سے بھی زیادہ مال ان کے پاس جمع
ہوگیا - پھر شیخ نے مرید سے کہا جب حق تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس کے
ارادہ سے کسی کو نکال نہیں سکتے - یہ بھی بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب حُبِّ
آخرت قلب میں ہوتی ہے تو دنیا اس کی مزاحم ہوتی ہے اور جب حُبِّ دنیا قلب میں

ہوتی ہے تو آخرت اسکی مزاحم نہیں ہوتی - کیونکہ آخرت شریف ہوتی اور دنیا رذیل ہوتی ہے اور حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا خسیس ہے اور خسیس ہی کی جانب اسکا میلان ہے اور خسیس تر وہ شخص ہے جو اسے بغیر حق کے لیتا ہے اور بے محل صرف کرتا ہے - اور بے موقع طلب کرتا ہے اور فرمایا کہ کوئی شریف اور عالم اور صاحب فضل ایسا نہیں ہے مگر اسمیں کوئی نہ کوئی عیب ہے - لیکن بعض ایسے لوگ ہیں جن کے عیوب کا تذکرہ مناسب نہیں جس کا فضل اسکے نقصان سے زیادہ ہو تو اس کے نقص سے فضل کے سبب درگذر کیا جاتا ہے -

حکایت (۳۶۵) بعض سلف سے مروی ہے - فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان ایک شخص کے غلام تھے سیاہ فام وہ شخص آپکو بیچنے کے لئے بازار لے گیا - جب کوئی خریدار آتا تھا تو آپ دریافت کرتے تھے کہ تم مجھے خرید کر کیا کرو گے - جب وہ کوئی ضرورت اپنی بیان کرتا تو آپ فرماتے میری حاجت یہ ہے کہ تم مجھے نہ خریدو - حتّٰے کہ ایک خریدار نے آپ کے جواب میں یہ کہا کہ میں تم کو دربان بناؤں گا - آپ نے فرمایا تو خرید لے چنانچہ وہ آپ کو خرید کر اپنے گھر لے گیا - اس مالک کی تین فاحشہ لڑکیاں تھیں جو بدکاری کیا کرتی تھیں - اُس کو اتفاقاً اپنی جائیداد کی جانب جانے کی ضرورت ہوئی تو آپ سے کہہ گیا کہ میں نے کھانا پانی اور ساری ضرورت کی چیزیں ان کے پاس پہنچا دی ہیں - جب میں نکل جاؤں تو تُو دروازہ بند کر کے باہر بیٹھا رہیو اور میرے واپس آنے تک دروازہ نہ کھولیو - چنانچہ جب مالک باہر چلا گیا تو آپ نے حکم کی تعمیل کی - لڑکیوں نے کہا دروازہ کھول دے - آپ نے انکار کیا - ان لڑکیوں نے آپ کو مار کر زخمی کیا اور واپس لوٹ گئیں - آپ خون دھو کر وہیں بیٹھ گئے - جب مالک آیا تو آپ نے اسے اس واقعہ کی خبر نہ کی - پھر دوسری مرتبہ بعینہ یہی واقعہ پیش آیا - اب بڑی لڑکی نے سوچا کہ یہ غلام حبشی کیسا اچھا آدمی ہے اور باوجود غلام ہونے کے اللہ کی عبادت میں مجھ سے اولیٰ ہے - میں بھی ضرور ہی توبہ کرونگی - چنانچہ اس نے توبہ کی - پھر چھوٹی نے کہا یہ غلام حبشی اور بڑی لڑکی دونوں مجھ سے زیادہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں میں بھی ضرور توبہ کرونگی - اس نے بھی توبہ کی - منجھلی لڑکی نے کہا یہ حبشی غلام اور دونوں بہنیں خدا کی اطاعت میں مجھ سے بہتر ہیں میں بھی ضرور توبہ کرونگی - اس نے بھی توبہ کی - جب

شہر کے بدمعاشوں نے یہ خبر سنی تو کہنے لگے کہ یہ حبشی غلام اور فلاں شخص کی لڑکیاں ہم سے زیادہ خداپرست ہیں اب ہم بھی توبہ کرینگے۔ چنانچہ ان سب نے اللہ کی درگاہ میں توبہ کی اور شہر میں سب متقی ہو گئے۔

حکایت (۳۶۶) حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرمایا کرتے تھے۔ اے علام الغیوب کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ کے پاس میرا نام کیا ہے اور آپ میرے ساتھ کیا معاملہ کرینگے۔ اے غفار الذنوب اور اے مقلب القلوب میرا عمل کس چیز پر ختم ہوگا۔ پھر یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

لیت شعری کیف ذکری	عند من یعلم سری
أجمیل ام قبیح	ام بخیر ام بشر
لیت شعری کیف حالی	یوم احضاری وحشر
لیت شعری کیف موتی	بیقین ام بکفر
اتریقبل قولی	ام ترے یشرح صدری
لیت شعری این امضی	لنعیم ام لجمر
فدعوا مدحی ووصفی	فانا اعرف قدری

(ترجمہ) کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرا ذکر کسطرح ہوتا ہے۔ نزدیک اسکے جو رازوں سے واقف ہے۔ اچھی طرح یا بری طرح۔ بھلائی کے ساتھ یا برائی کے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرا کیا حال ہوگا۔ وقت میری حاضری کے حشر کے دن۔ کاش مجھے علم ہوتا کہ میری موت کیونکر ہوگی۔ ایمان کے ساتھ یا کفر کے۔ کیا تو خیال کرتا ہے کہ وہ میری بات قبول کریگا۔ یا تیرا خیال ہے کہ میرا سینہ کشادہ کردے گا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں کہاں جاؤں گا جنت میں یا دوزخ میں۔ تم لوگ میری مدح اور توصیف چھوڑ دو۔ میں ہی اپنی قدر خوب جانتا ہوں۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت شبلی کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے وجد کر رہے تھے اور کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور اشعار ذیل پڑھ رہے تھے ؎

شققت جیبی علیک شقاً	وما لجیبی علیک حقاً
ادرت قلبی فصار رفقہ	ید ای بالجیب اذ توقیٰ
لوکان قلبی مکان جیبی	لکان للشق مستحقا

(ترجمہ) میں نے اپنا گریبان تیرے لئے چاک کر دیا ہے اور اس گریبان کا تجھ پر کوئی حق نہیں ہے۔ آپ نے میرا دل پھیر دیا تو اسکی موافقت کی۔ میرے ہاتھوں نے جب گریبان کھینچنے لگا۔ اگر میرا دل گریبان کے بجائے ہوتا تو وہی چاک ہونے کے قابل تھا

حکایت (۳۶۷) حاتم اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہمارے مذہب میں داخل ہوا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ چار موتیں اپنے اوپر لازم کر لے۔ ایک موت سفید یعنی بھوک۔ دوسرے موت سیاہ یعنی مخلوق کی اذیت برداشت کرنا۔ تیسری موت سرخ یعنی عمل مخالفت ہوئی۔ چوتھی موت سبز۔ یعنی پیوند جوڑ کر گدڑی پہننا۔ عبداللہ بن زید کی حکایت ہے فرماتے ہیں میں نے ایک راہب کو دیکھا کہ سیاہ اونی کرتا پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے سیاہ لباس پر کس نے آمادہ کیا۔ کہا یہ غمگینوں کا لباس ہے اور میں سب سے زیادہ غمگین ہوں۔ میں نے دریافت کیا کہ تو کس وجہ سے غمگین ہے۔ کہا اسوجہ سے کہ میں نے اپنے نفس کو مصیبت میں گرفتار کیا ہے کیونکہ میں نے میدان گناہ میں اُسے قتل کر دیا ہے اس سبب سے غمگین ہوں۔ پھر اسکے آنسو جاری ہوئے۔ میں نے پوچھا کہ اسوقت تجھے کس چیز نے رُلایا۔ کہا میں نے اپنی عمر کے وہ دن یاد کئے جو بلا اچھے عمل کے گذر گئے۔ اب میرا رونا توشہ کی کمی اور راستہ کی دوری اور گھاٹیوں کی بلندی کی وجہ سے ہے۔ جہاں سے گذرنا ضروری ہے۔ پھر یہ نہیں معلوم کہ کہاں اترنا ہوگا۔ جنت میں یا دوزخ میں پھر دو شعر پڑھے ؎

یا راکبا یطوی مسافۃ عمرہ	باللہ ھل تدری مکان نزولکا
شمر وقم من قبل حطک فی الثری	فی حفرۃ یبتلی بطول حلولکا

(ترجمہ) اے مسافت عمر کی طے کرنے والے سوار تجھے خدا کی قسم ہے۔ اپنی جائے نزول کی بھی تجھ کچھ خبر ہے۔ قبل ازیں کہ تو اس گڑھے میں پہنچے جسمیں مدت دراز مقیم رہنے کے سبب تو بوسیدہ ہو جائیگا۔ آستین چڑھا کر کھڑا ہو جا۔

حکایت (۳۶۸) حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد ابن واسع رضی اللہ عنہ نے ایک دن کہا کہ میں ایک ولی اللہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلوگے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ آپ گھر میں جا کر

ایک روٹی کا ٹکڑا لے آئے اور ہم دونوں بصرہ سے نکل ان کے مکان پر پہنچے وہ مکان آبادی سے بہت دور تھا۔ جب ہم دروازے پر پہنچے تو ہم نے سنا کہ آپ کی صاحبزادیاں آپ سے اپنی حالت اور بری ہیئت کے سبب جھگڑ رہی ہیں۔ اُسوقت آپ نے فرمایا کہ جس نے تمھیں پیدا کیا ہے اور تمہارا منہ کھولا ہے اور تمہارے واسطے دانت اور پیٹ بنایا ہے وہ تمہارے نفس پر تم سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے دستک دی فرمایا کون ہے۔ ہم نے کہا محمد اور سفیان یہ سنکر باہر تشریف لائے اور فرمایا کیوں آئے ہو حضرت محمد ابن واسع نے کہا ان لڑکیوں کے واسطے روٹی کا ایک ٹکڑا لایا ہوں۔ فرمایا لاؤ۔ تم وقت پر لائے ہو۔ ہم گھر میں جاکر بیٹھے ہی تھے کہ ایک اور شخص کی اجازت مانگنے کی آواز آئی۔ انھوں نے پوچھا کون ہے۔ اس نے کہا مالک ابن دینار۔ آپ باہر نکل آئے اور دریافت کیا کیوں آئے ہو۔ کہا ان لڑکیوں کے واسطے دو درہم لایا ہوں۔ کہا آج محمد ابن واسع نے ان کی ضرورت پوری کی ہے۔ انہوں نے کہا یہ درہم رکھ لو کل ان کے کام آجائیں گے۔ فرمایا اے مالک تم مجھے فقر سے خوف دلاتے ہو۔ تمھیں خدا کی قسم اب سے میرے پاس نہ آئیو۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن واسع نے کہا دیکھا ہے تو مقام اس شخص کا باوجود اس غربت کے۔ میں نے کہا یہ فاضل ہے۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا زاہد ہے۔ کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا یہ عابد ہے فرمایا ہاں۔ اسی طرح میں مقامات کا ذکر کرتا رہا اور آپ ہاں ہاں کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص فقراء صابرین میں سے ہے۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم۔

حکایت (۳۶۹) ایک صالح سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ اُسکے بدن پر ایک جبہ اور ہاتھ میں ایک لوٹا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا کہ میں اللہ کا ایک بندہ ہوں۔ تقوے کا زیادہ خیال رکھتا ہوں اور جو چیز کہ لوگ پھینک دیتے ہیں میں اُسے کھالیتا ہوں۔ کبھی کبھی ایسا چھلکا پڑا ملتا ہے جس پر چیونٹی مجھ سے پہلے پہنچ چکی ہوتی ہے میں اُس چیونٹی کو الگ کرکے کھالیتا ہوں۔ اسپر کوئی گناہ تو نہیں ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ایسا پرہیزگار تو زمین پر کوئی نظر نہیں آتا۔ جب میں نے اسکی طرف دیکھا تو وہ سفید چاندی کی زمین پر کھڑا تھا اور کہنے لگا کہ غیبت حرام ہے۔ پھر میری نظر سے غائب ہوگیا۔ اس کا راز یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب

اس نے اللہ سے باز رکھنے والی چیزیں ترک کردیں تو اللہ نے نورِ اشراق سے اسے منور کردیا حتیٰ کہ اسکے دل میں جو انکار پیدا ہوا تھا ظاہر کردیا پھر اللہ نے اسے اعتراض کی نحوست کی وجہ سے مخفی کردیا۔ یہی طریقہ ہے۔ اللہ کا کہ اپنے اولیاء کو ان کے مرتبہ کے نہ پہچاننے والوں سے پوشیدہ کردیتا ہے۔ اور شیخ ابوالخیر اقطع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص عمدہ حالت اور بلند رتبہ پر نہیں پہنچتا مگر لزوم موافقت۔ رعایت ادب ادائے فرائض اور صحبت صالحین اور خدمت فقراء صادقین کی وجہ سے۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم۔

حکایت (۳۷۰) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ فقراء کی ایک جماعت ایک حبشی کی زیارت کو گئی جو انگور کے ایک باغ کی پاسبانی کرتے تھے۔ اور مقبل ان کا نام تھا۔ میں بھی ان فقراء کے ہمراہ ہولیا۔ ہم ایک بیگن کے کھیت پر پہنچے تو اس کھیت میں وہی حبشی کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔ ہم سلام کرکے بیٹھ گئے۔ انھوں نے سلام پھیر کر ایک تھیلی نکالی جسمیں خشک روٹی کے ٹکڑے اور معمولی نمک تھا ہم سے کہا کھاؤ۔ ہم کھانے لگے اور کچھ لوگ آپس میں کرامات اولیاء کا تذکرہ کرنے لگے۔ وہ صاحب بالکل خاموش تھے۔ بعض فقراء نے آپ سے کہا کہ اے مقبل ہم آپ کی زیارت کو آئے اور آپ کچھ بات ہی نہیں کہتے۔ کہا میں کیا کہوں اور میرے پاس کیا ہے جس کی خبر دوں۔ البتہ میں ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ اگر اللہ سے سوال کرے کہ ان بیگنوں کو سونا بنادے تو اللہ تعالیٰ سونا بنادیگا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص ابھی یہ کلام پورا بھی کرچکا تھا کہ سارے بیگن سونا بنگئے چمکنے لگے۔ ایک شخص نے کہا کہ اے مقبل ان میں کا کوئی پیڑ کوئی شخص اکھاڑ بھی سکتا ہے۔ انھوں نے کہا تو اکھاڑ لے۔ چنانچہ اس نے ایک پیڑ جڑ سے اُکھاڑ لیا جو بالکل سونے کا تھا اس میں سے ایک چھوٹا بیگن اور چند پتے گرے جن کو میں نے اٹھالیا وہ ابھی تک میرے پاس ہیں۔ پھر مقبل نے دو رکعت نماز پڑھکر دعا کی کہ ان بیگنوں کو اپنی اصلی صورت کیطرف لوٹادے۔ ویسا ہی ہوگیا اور اکھڑے ہوئے پیڑ کے بجائے دوسرا ایک پیڑ بھی لگ گیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔

حکایت (۳۷۱) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا واقعہ مروی ہے کہ آپ سے

وفات کے وقت کہا گیا کہ آپ نے اپنی اولاد کو حالتِ فقر میں چھوڑا ہے ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ فرمایا میری اولاد نیک بخت ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان کی حاجت روائی فرمائیگا۔ وہی نیکوں کی سرپرستی فرماتا ہے۔ اگر بدکار ہوگی تو گناہ میں میں ان کی مدد کرنا نہیں چاہتا۔ آپکی حالت قبل خلیفہ ہونے کے یہ تھی کہ جب آپ کے پاس ہزار درہم کی قیمت کا لباس لایا جاتا تھا تو فرماتے کہ یہ بہت اچھا ہوتا اگر اسمیں کسی قدر سختی نہ ہوتی۔ اور بعد خلافت کے چار یا چھ درہم کا کپڑا آتا تو فرماتے اگر اسمیں نرمی نہ ہوتی تو یہ بہت اچھا تھا۔ اسکے متعلق آپ سے سوال کیا گیا۔ فرمایا میرا نفس بڑا شوقین اور طالب لذت ہے۔ کسی چیز کو طلب کر کے اس کا مزہ چکھ لیتا ہے اور زیادہ کا طالب ہوتا ہے۔ اسیطرح شوق کرتا اور مزے لیتا رہا۔ حتیٰ کہ خلافت کا بھی مزہ چکھ لیا۔ پھر اس سے اچھی چیز کا طالب ہوا تو کوئی چیز نہ ملی۔ سوائے اسکے جو اللہ کے پاس ہے۔ آخرت میں۔ اب اس کا شائق ہو گیا ہے اور اس کا ملنا ترک دنیا ہی پر منحصر ہے۔ اس لیئے دنیا ترک کر دی ہے۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔

حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپنے اپنی عمر کس کام میں صرف کی۔ فرمایا چار چیزوں میں۔ ایک تو یہ کہ میں جانتا تھا کہ اللہ کی آنکھ سے میں چھپ نہیں سکتا۔ بس مجھ کو شرم آئی کہ اُس کے سامنے اسکی نافرمانی کروں۔ دوسرے میں نے جان لیا کہ میرا رزق مجھ سے تجاوز نہ ہوگا اور اللہ تعالےٰ نے اس کا ذمہ بھی لے لیا ہے تو میں نے اسی پر اعتماد کر لیا۔ اور اسکی طلب ترک کر کے بیٹھ رہا۔ تیسرے میں نے جان لیا کہ مجھ پر چند فرائض ہیں۔ جنھیں میرے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا اور اس میں مشغول ہو گیا۔ چوتھے میں نے جانا کہ میری اجل معین ہے جو میری طرف جلدی کر رہی ہے تو میں بھی اسکی طرف دوڑنے لگا اور آخرت کی تیاری کرنے لگا اب میں مشغول ہوں اس چیز کی فکر میں جو مجھ اللہ تعالیٰ کی جناب سے ملنے والی ہے۔ ثواب یا عذاب رحم و کرم وغیرہ۔ جب ہر چیز میں توکل اتم حاصل کر کے

حکایت (۳۷۲) ابراہیم ابن اشعث رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ انھوں نے ایک شب فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ کو سنا کہ سورۂ محمد پڑھتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ اور آیۂ کریمہ ولنبلونکم حتیٰ نعلم المجاھدین منکم والصابرین ونبلوا اخبارکم کو بار بار دہراتے تھے

استغنا ءحاصل کر لیا تو کوئی چیز بھی امکی مشغول کرنے والی نہ رہی۔ واللہ الفتان

(ترجمہ) یعنی ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے حتّٰی کہ ہم تم میں جو مجاہد اور صابر ہیں انھیں معلوم کریں گے اور تمہاری اخبار کا امتحان لیں گے۔ پھر اسی بار بار دوہراتے اور کہتے جاتے تھے آپ ہماری خبروں کا امتحان لیں گے پھر اسی بار بار دہراتے اور کہتے تھے اگر آپ ہماری خبروں کا امتحان کرلیں گے تو ہمیں فضیحت کرینگے اور ہماری پردہ دری کرینگے اسے بھی بار بار کہتے۔ اگر آپ ہماری خبروں کی آزمائش کریں گے تو ہم کو ہلاک کرینگے اور عذاب دینگے اور میں نے آپ کو سنا کہتے تھے کہ اے فضیل تو لوگوں کے واسطے آراستہ ہوا اور انھیں کے لئے تو نے تصنع کیا اور تیاری کی۔ ہمیشہ تو ریا کرتا رہا حتّٰی کہ لوگوں نے جان لیا کہ تو نیک آدمی ہے انھوں نے تیری حاجت روائی کی اور اپنی مجالس میں تیرے لئے ممتاز جگہ بنائی اور تیری تعظیم و تکریم کی۔ تجھ پر افسوس ہے کس قدر برا حال ہے تیرا اگر یہی تیری شان اور یہی تیرے افعال ہیں اور میں نے سنا فرماتے تھے کہ اگر ممکن ہو کہ کوئی تجھ کو نہ پہچانے تو ایسا کر۔ اگر کوئی تجھے نہ پہچانے اور لوگوں میں تیری تعریف نہ ہو تو تیرا کوئی حرج نہیں ہے اور جب تو اللہ کے نزدیک اچھا ہے تو لوگوں کے نزدیک برا ہونا تجھے کچھ مضر نہیں ہے کیا معلوم کہ کل تجھ کیا چیز ملنے والی ہے رسوائی یا خوشی اپنے افعال کیوں یاد نہیں کرتا۔ کیوں اپنی امیدیں کوتاہ نہیں کرتا کیوں اپنے اشغال و اثقال کو کم نہیں کرتا تو نہیں جانتا کہ تیرا کیا حال ہونے والا ہے واہ واہ ہے تیرے لئے اگر کہا جائے کہ تو نے نجات پائی اور آہ آہ ہے اگر کہا جائے کہ تو بدبخت ہو گیا۔ اے اللہ ہماری توبہ قبول کر اور لطف کے ساتھ ہمارے گناہوں سے چشم پوشی کر۔ اے عظیم ہمارے بڑے گناہوں کو اپنی بڑی مغفرت و کرم میں داخل کر۔ یا ارحم الراحمین۔ آمین۔

حکایت (۳۷۳) محمد ابن واسع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں چالیس سال تک بھنی ہوئی کلیجی کے شوق میں رہا۔ ایک دن جی میں آیا کہ جہاد میں شریک ہو جاؤں۔ شاید میرے حصہ میں کوئی بکری آجائے تو میری خواہش پوری ہو جائے۔ چنانچہ لوگوں کے ساتھ جہاد میں گیا اور مشرکین سے مقابلہ کر کے ہم نے غنیمت حاصل کی اور میں نے اپنے حصہ میں ایک بکری لی اور اپنے ایک دوست سے کہا۔ میرے واسطے اسکی کلیجی بھون لا دے۔ اس اثنا میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ملائکہ آسمان سے اترے اور لکھنے لگے کہ فلاں شخص جہاد میں اسلئے شریک ہوا تھا کہ شجاع کہلاوے اور یہ شخص غنیمت اور یہ شخص فخر کیلئے پھر میرے پاس کھڑے ہوئے اور کہا اس مسکین کی معمولی خواہش تھی۔ صرف کلیجی کے کباب کھانے کے واسطے شامل ہوا تھا۔ میں نے کہا خدا کے واسطے مت لکھو میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ اور کہا اے رب

پھر نہیں کرونگا۔ اے رب پھر نہیں کرونگا۔ میں جملہ خواہشات سے توبہ کرتا ہوں۔ رضی اللہ عنہ

حکایت (۳۷۳) ابوتراب نخشبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نفس نے کبھی کسی شئے کی خواہش نہیں کی۔ مگر ایکبار میرے نفس نے روٹی اور انڈا طلب کیا۔ میں سفر میں تھا۔ راستہ سے ہٹ کر ایک گاؤں میں گیا۔ وہاں ایک شخص مجھ سے لپٹ گیا اور کہا۔ لگا یہ بھی چوروں کے ساتھ تھا۔ انھوں نے میرے ستر درّے لگائے۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے مجھے پہچانا اور کہا یہ ابوتراب نخشبی ہیں۔ ان لوگوں نے معذرت کی ایک شخص مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اور انڈے اور روٹی سامنے لایا۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ ستر درّوں کے بعد شوق پورا ہوا اسے کھالے۔ اس مضمون میں کسی کے شعر ہیں ؎

اذا طالبتك النفس یوما بشهوة	وكان علیها للخلاف طریق
فخالف هواها ما استطعت فانما	هواها عدو والخلاف صدیق

(ترجمہ) جب کسی دن نفس تجھ سے کوئی اپنی خواہش طلب کرے اور تجھے مخالفت کی بھی گنجائش ہو تو اسکی خواہش کا خلاف کر۔ جہانتک ممکن ہو کیونکہ نفس کی خواہش دشمن ہے اور اس کا خلاف دوست ہے۔ ایک صالح فرماتے ہیں کہ دنیا اپنی زینت اور آرائش اور شہوات کے ساتھ میرے سامنے پیش کیگئی۔ میں نے اس سے اعراض کیا۔ پھر آخرت مع حور و قصور کے پیش کیگئی میں نے اس سے بھی اعراض کیا اسوقت مجھ سے کہا گیا کہ اگر تو نے دنیا کی طرف توجہ کی ہوتی تو تجھ کو آخرت سے ہم روک دیتے اور اگر آخرت کی طرف متوجہ ہوتا تو تجھے اپنے سے روک دیتے اب ہم تیرے واسطے موجود ہیں اور دونوں ہی تیرا حصہ بھی تیرے پاس آجائیگا۔ اور ابویزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ عرض کیا کہ میں آپ کو کیونکر پاس ہوں فرمایا اپنے نفس سے جدا ہو کر آجا۔ اور حضرت احمد ابن خضرویہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ رب العزت کو خواب میں دیکھا۔ مجھ سے فرمایا۔ اے احمد سب لوگ مجھ سے کچھ مانگتے ہیں۔ سوائے ابویزید کے کہ وہ صرف میرا طالب ہے اور ابراھیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ میں نے پوچھا اسے کیا کروگے فرمایا اس پر محبین کے نام لکھوں گا۔ میں نے کہا سب سے نیچے عاشقان خداوندی کے عاشق ابراھیم ابن ادہم کا بھی نام لکھدو۔ ندا آئی اے جبرئیل ان کا نام سب سے پہلے لکھو۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۳۷۵) مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شہر میں ایک قبر دیکھی جس کی زیارت کی جاتی تھی۔ میں نے بھی اسکی زیارت کی۔ اور اہلِ شہر سے ان کی حالت دریافت کی۔ کہا اس شہر میں ایک فقیر مسافر تھے۔ وہ بیمار ہوئے اور انھوں نے وفات پائی تو شہر کے ایک شخص نے جو اُن کو جانتے تھے ان کو کفن دیا۔ جب رات ہوئی تو اس کفن پہنانے والے نے انھیں خواب میں دیکھا کہ وہ ایک ریشمی حلّہ ہاتھ میں لئے ہوئے قبر سے نکلے اور کہا یہ اس کپڑے کا عوض ہے جس سے تونے مجھے کفن پہنایا تھا اسے لے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص جاگا تو وہ حلہ اسکے ہاتھ میں تھا۔ یہ حکایت اس شہر میں مشہور ہے تمام اہلِ شہر جانتے ہیں۔

ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی محبّت میں آدمی دو قسم پر ہیں۔ ایک عام اور ایک خاص۔ عوام اسکی محبت کثرت نعمت اور دوام احسان کی وجہ سے کرتے ہیں۔ لیکن ان کی محبت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ اور خواص اسکی محبّت اُسکے صفات اور اسمائے حسنیٰ کے جاننے کیوجہ سے کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک استحقاق محبّت اسوجہ سے ہے کہ وہ محبّت کئے جانے کے لائق ہے۔ اگرچہ ان پر کوئی نعمت نہ رہے۔ ابوتراب نخشبی رضی اللہ عنہ نے علامت محبّت میں چند اشعار فرمائے ہیں ؎

لاتخدعن فللمحب دلائل	ولدیہ من تحف الحبیب وسائل
منہا تنعمہ بمر بلائہ	وسرورہ فی کل ما ہو فاعل
فالمنع عنہ عطیۃ مقبولۃ	والفقر اکرام وبر عاجل
ومن الدلائل ان تری من عزمہ	طوع الحبیب وان الح العاذل
ومن الدلائل ان یری متبسما	والقلب فیہ من الحبیب بلابل
ومن الدلائل ان یری متفہما	لکلام من یحظی لدیہ السائل

(ترجمہ) تو دھوکا نہ کھائیو کیونکہ عاشق کی چند علامتیں ہیں اور اسکے پاس محبوب کے عطایا میں سے چند وسائل ہیں۔ ان علامات میں سے ایک یہ ہے کہ محبوب کی تلخ آزمائش پر خوش رہے۔ اور اسے محبوب کے ہر فعل پر بھی خوشی حاصل ہو۔ اس کا منع بھی مقبول عطیہ سمجھے اور فقر و فاقہ کو اکرام اور فوری احسان سمجھے۔ ایک دلیل یہ ہے کہ ہم اُسکے ارادہ و عزم کو محبوب کے تابع دیکھیں۔ اگرچہ ناصح اصرار ہی کرتا رہے۔ ایک دلیل یہ ہے کہ ظاہری ہنستا ہوا دیکھا جاوے۔ لیکن دل میں محبوب کی محبت کا شوق رہے۔ اور ایک

دلیل یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہو اسکے کلام کو جس کے پاس سائل کامیاب ہوتے ہیں (یعنی کلام الٰہی کو خوب سمجھتا ہو۔)

حکایت (۳۷۶) ایک صالح سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا۔ اسے خدائے تعالےٰ نے جذام میں مبتلا کیا۔ حتےٰ کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں گل گئے اور دونوں آنکھیں جاتی رہیں۔ میں نے انھیں مجذوموں کے ساتھ کر دیا اور ان کی نگہداشت کرتا رہتا تھا۔ کچھ دنوں میں غافل ہو گیا۔ پھر مجھے یاد آیا میں نے جا کہ کہا کہ میں بھول گیا تھا۔ فرمایا میرا ایک ایسا سرپرست ہے جو مجھ سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ میں نے کہا۔ واللہ مجھے تمہارا دھیان ہی نہیں رہا۔ فرمایا میرا ایک ایسا سرپرست ہے جو میرا دھیان ہر وقت رکھتا ہے۔ پھر فرمایا میرے پاس سے ہٹ جا تو نے مجھے ذکر اللہ سے روک دیا۔ چند ہی روز کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ میں نے ایک کفن نکالا جو کسی قدر دراز تھا اس زیادت کو پھاڑ کر باقی کا کفن لگایا اور دفنا دیا۔ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ شخص میرے پاس کھڑا ہے اور ایسا خوبصورت ہے کہ ویسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اور کہہ رہا ہے کہ تو نے لمبا کفن دینے سے بخیلی کی، اپنا کفن لے جا ہم اسے لوٹاتے ہیں ہمیں سندس اور استبرق کا کفن مل گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جاگا تو وہ کفن میرے سرہانے دھرا تھا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ وبجمیع الصالحین۔

حکایت (۳۷۷) نقل ہے کہ ایک جوان بعض واعظ علماء سلف کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب واعظ یا ستّار کہتے تو وہ جوان مانند شاخ تر کے حرکت کرتا تھا۔ اسکے متعلق سوال کیا گیا اس نے کہا میں عورتوں کا لباس پہن کر ہر شادی اور ولیمہ کی مجلس میں جہاں عورتیں جمع ہوتی تھیں جایا کرتا تھا۔ ایک دن ایک بادشاہ کی لڑکی کی شادی میں شریک ہوا۔ بادشاہ کی لڑکی کا ہار چوری ہوا۔ اسی وقت آواز دیگئی کہ دروازے بند کر دو۔ اور عورتوں کی تلاشی لو اور ایک ایک کی تلاشی لی گئی حتےٰ کہ میں اور ایک عورت دو رہ گئی میں نے خلوص نیت اور توبہ کے ساتھ اللہ سے دعا کی اور کہا۔ اگر آج کی رسوائی سے بچ جاؤں تو پھر کبھی ایسا فعل نہ کرونگا۔ وہ ہار میرے ساتھ والی عورت کے پاس نکلا۔ تو لوگوں نے کہا دوسری عورت کو چھوڑ دو

یعنی مجھ کو چنانچہ مجھے چھوڑ دیا۔ اور میرا حال ان سے پوشیدہ رہا۔ اسی دن سے جب ستار کا نام آتا ہے تو اپنا عیب اور اسکا ستر کرنا یاد آجاتا ہے اور حرکت اور وجد مجھ میں طاری ہو جاتا ہے۔ اے اللہ اے ستار العیوب وغفار الذنوب یا مقلب القلوب یا کاشف الکروب ہمارے عیوب ڈھانک دے اور گناہ بخش دے اور ہمارے قلوب کی اصلاح کر اور ہمارے رنج وغم وفکر دور کر۔ اور حسن خاتمہ ہمیں نصیب کر یا کریم برحمتک یا ارحم الراحمین ۔ آمین۔

حکایت (۳۷۸) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت دیکھی جو توکل کے راستہ پر چلتی تھی اور ایک اونی کرتہ اور چادر اوڑھے رہتی تھی۔ میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے سیر وسیاحت عورتوں کا طریقہ نہیں ہے۔ کہا اے مغرور میرے پاس سے ہٹ جا۔ کیا تو کتاب اللہ نہیں پڑھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں پڑھتا ہوں کہا پڑھ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا۔ یعنی زمین اللہ کی کیا وسیع نہیں تھی۔ جسمیں تم مہاجرت کرتے۔ مجھے معلوم ہوا کہ تمام زمین علم سے بھری ہوئی ہے۔ میں نے کہا تم نے کس چیز سے اللہ کو پہچانا۔ کہا میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا۔ اور غیر اللہ کو اللہ کے نور سے پہچانا۔ میں نے دریافت کیا کہ اللہ کا اسم اعظم کیا ہے۔ کہا وہ لفظ اللہ ہی ہے جو کہ اللہ کا بڑا نام ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا آمین۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت کے لئے ایک لونڈی خریدی۔ ایک مدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت مجھ سے پوشیدہ رکھتی تھی۔ اسکی ایک خاص محراب تھی جس میں وہ نماز پڑھتی تھی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات کرتی ہے۔ میں نے سنا کہ وہ کہتی ہے۔ آپ اس محبت کے وسیلہ سے جو کہ میری ساتھ ہے۔ فلاں فلاں کام کر دیں۔ اسوقت میں نے چلا کر کہا۔ اے عورت یوں مت کہہ۔ بلکہ یوں کہہ میری محبت کے وسیلہ جو مجھے تجھ سے ہے۔ کہا اے میرے آقا اگر اسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمھیں نماز سے بٹھلا کر مجھے کھڑا نہ رکھتا جب صبح ہوئی تو میں نے اسے بلایا اور کہا تو میری خدمت کے لائق نہیں ہے بلکہ اپنے بڑے مالک کی خدمت کے قابل ہے۔ جا تو خدا کے واسطے آزاد ہے۔ پھر کچھ چیز اسکے

ساتھ کر کے اسے روانہ کیا - اور اسکی جدائی پر مجھے ندامت ہوئی - رضی اللہ عنہا

حکایت (۳۷۹) ابی عامر واعظ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں - کہ میں نے ایک لونڈی کو دیکھا جو بالکل ادنیٰ قیمت پر فروخت ہو رہی تھی - میں نے اُسے دیکھا تو اس کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے اور رنگ زرد ہو رہا تھا - میں نے رحم کر کے اسے خریدا اور کہا - ہمارے ساتھ بازار میں چل رمضان کے واسطے کچھ ضروری چیزیں خریدیں - اس نے کہا اُس اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے ہیں اور دنیا کا کوئی شغل مجھکو نہیں دیا ہے - وہ دن کو روزہ رکھتی اور رات بھر نماز پڑھتی تھی - جب عید قریب آئی تو میں نے کہا صبح تڑکے ہمارے ساتھ بازار چل عید کے لئے ضروری سامان خریدینگے - اس نے کہا اے میرے آقا تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو - پھر اندر جا کر نماز میں مشغول ہو گئی اور ایک ایک آیت پڑھتی رہی حتیٰ کہ اس آیت پر پہنچی ویسقے من ماء صدید یعنی اہل دوزخ کو پیپ کا پانی پلایا جائیگا - اس آیت کو مکرر پڑھتی رہی اور ایک چیخ ماری اور دنیا سے مفارقت کر گئی - رضی اللہ عنہا ونفعنا بہا آمین -

حکایت (۳۸۰) ایک صالح فرماتے ہیں کہ میں بازار کو گیا - میرے ساتھ ایک حبشن لونڈی تھی میں نے اسے بازار میں ایک جگہ بٹھایا اور کہا کہ میرے آنے تک یہیں رہیو - وہ وہاں سے چلی گئی - میں جب لوٹ آیا تو اسے اُس جگہ نہ پایا - میں اس پر بہت غصہ ہو کر گھر آیا - وہ لونڈی میرے پاس آئی اور کہا اے آقا تم مجھ پر جلدی نہ کرو تم نے مجھے ایسی قوم کے پاس بٹھایا جو اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے - مجھے ڈر معلوم ہوا کہ کہیں وہ اللہ کے عذاب سے زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ دھنس جاؤں - میں نے کہا اس امت سے ان کے نبی کی برکت سے خسف اُٹھ گیا ہے کہا اگرچہ خسف مکانی جاتا رہا ہے لیکن خسف قلوب باقی ہے - اے وہ شخص جس کا قلب اور معرفت کا خسف ہو گیا ہے اور وہ ابھی تک اپنی بلا اور کرب سے غافل ہے جلدی دوا اور پرہیز میں مشغول ہو اور اپنی موت اور فنا سے پہلے اپنا تدارک کر - پھر چند اشعار پڑھے ؎

ھموا بنا ندری الدموع تاسفا	بلاء المعاصی فوق کل بلاء

لعل الٰهى ان يمن بجمعنا	فقد حال في سجن الفراق عنائى
فيا مهجتى لاتترك الحزن ساعة	ويا مقلتى هذا اوان بكائى

(ترجمہ) ہمارے پاس آجاؤ تاکہ افسوس کے ساتھ آنسو بہائیں۔ گناہ کی مصیبت ہر مصیبت سے بڑی ہے۔ شاید کہ حق تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے جمع کرے کیونکہ قید جدائی میں مدت دراز سے میں غمگین ہوں۔ اے میری جان ایک لحظہ بھی غم مت چھوڑ اور اے میری آنکھ یہی رونے کا وقت ہے رولے۔

حکایت (۳۸۱) حضرت ابوالحسین دیلمی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حبشی کی تعریف سنی جو انطاکیہ میں رہتا ہے اور دل کی بات بیان کرتا ہے۔ میں اسکے ملنے کے ارادہ سے گیا جب میں نے انھیں دیکھا تو وہ ایک مباح شئے بیچتے تھے۔ میں نے ان سے بھاؤ کیا اور کہا کتنی قیمت میں اسے فروخت کروگے انھوں نے مجھے دیکھا اور کہا بیٹھ جاؤ۔ میں اسے فروخت کرلوں تو اسکی قیمت سے کچھ تمھیں بھی دونگا تم دو دن سے مجھے بھوکے معلوم ہوتے ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں واقعی دو دن سے بھوکا تھا میں ان کی آنکھ بچا کر نکل گیا اور اوروں سے بھاؤ کرتے کرتے پھر ان کے پاس لوٹ آیا۔ اور کہا یہ شئے کتنی قیمت میں فروخت کروگے۔ انھوں نے پھر مجھے دیکھا اور کہا بیٹھ جاؤ تم دو دن سے بھوکے ہو اسے بیچ کر اسکی قیمت سے کچھ تمہیں بھی دونگا۔ یہ سنکر میرے دل میں ان کی ہیبت طاری ہوگئی۔ جب وہ شئے بک گئی تو مجھ بھی کچھ عطا فرمایا۔ اور وہاں سے چلے میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ شاید مجھے بھی کچھ ان سے استفادہ ہوجائے۔ انھوں نے پھر کر مجھے دیکھا اور فرمایا۔ اگر تجھے کوئی حاجت پیش آجائے تو اللہ کے آگے پیش کر مگر جب اس میں تیرے نفس کی آمیزش شامل ہو، کیونکہ اسوقت تو اللہ سے دور ہوجاتا ہے۔ جو شخص یہ جان لے کہ اللہ اسے کافی ہے تو اسے مخلوق کے اعراض سے وحشت نہیں ہوتی۔ نہ مخلوق کے متوجہ ہونے سے اسکو خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ اسے اعتماد ہے کہ جو قسمت میں ہے وہ فوت نہیں ہوسکتا، اگرچہ سب کے سب اعراض کردیں اور جو قسمت میں نہیں ہے وہ اسے نہ ملیگا۔ اگرچہ سب اُسی کی طرف متوجہ ہوجائیں۔

حکایت (۳۸۲) بعض بزرگوں کی حکایت ہے کہ وہ ایک فقیر کے یہاں گئے۔ ان کے یہاں کسی قسم کا کوئی سامان نہ پایا۔ پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی چیز

نہیں ہے۔ کہا ہاں ہے۔ ہمارے دو گھر ہیں ایک امن کا گھر ہے اور ایک خوف کا۔ جو مال ہوتا ہے اُسے ہم امن کے گھر میں جمع کر دیتے ہیں یعنی دار آخرت کو بھیج دیتے ہیں۔ میں نے کہا یہاں کے واسطے بھی تو کچھ چاہیئے۔ فرمایا اِس گھر کا مالک یہاں ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ کسی کا مقولہ ہے کہ دنیا یا عاریت ہے یا امانت۔ عاریت دینے والا یا امانت رکھنے والا ایک دن ضرور اپنی چیز واپس لوٹاوے گا۔ کسی کا شعر ہے ؎

وما المال والاھلون الا ودیعۃ	ولا بُدّ یوماً ان ترد الودائع

(ترجمہ) مال اور اہل سب امانت ہیں۔ اور ایک دن ضرور امانت کو لوٹانا ہے۔

حکایت (۳۸۳) بعض صالحین سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ بصرہ میں ایک شخص تھا، اُسے ذکوان کہتے تھے اور اپنے زمانہ میں سردار تھا۔ جب ان کی وفات ہوئی تو بصرہ کے سب لوگ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ جب لوگ ان کے دفن سے فارغ ہو کے لوٹے تو میں ایک قبر کے پاس سو گیا۔ ناگاہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور پکارا اے اھل القبور اٹھو اپنا اجر لے لو۔ چنانچہ قبریں پھٹ گئیں اور سب کے سب اہلِ قبور نکل کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر تک سب غائب رہے۔ پھر جب واپس آئے تو ذکوان بھی ان کے ہمراہ تھے اور ان پر دو حلہ زر سرخ کے جواہر اور موتی سے جڑے ہوئے تھے اور ان کے آگے آگے چند غلام تھے جو انھیں قبر تک پہنچا رہے تھے۔ اور ایک فرشتہ آواز دیتا تھا کہ یہ بندہ اہلِ تقوےٰ میں سے تھا۔ ایک نگاہ کی وجہ سے اس پر تکلیف اور ابتلا نازل ہوئی۔ اسکے متعلق حکم الٰہی کا امتثال کرو۔ چنانچہ وہ جہنم کے قریب ہوا اور اس میں سے ایک زبان یا ایک اژدھا نکلا اور اس کے منہ پر کاٹ لیا اور وہ جگہ سیاہ ہو گئی۔ آواز آئی کہ اے ذکوان تیرا کوئی کام تیرے مولیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ اس نگاہ کا بدلہ ہے۔ اگر اور زیادہ کرتا تو ہم بھی اور زیادہ کرتے۔ اس حالت میں ایک شخص قبر سے سر نکالے دکھائی دیا اور اس نے ان لوگوں سے چلا کر کہا۔ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ واللہ مجھے مرے ہوئے نوّے سال ہوئے۔ اب تک تلخی موت کی میرے حلق سے نہ گئی۔ اللہ سے دعا کرو کہ مجھے جیسا تھا ویسا ہی کر دے۔ اسکی آنکھوں کے درمیان سجدے کا اثر تھا۔ بعضوں کے اشعار ہیں ؎

اولست تدری ان یومک قد دنا	اولست تدری ان عمرک تنفد

وعلام ترقد والثری لك مرقد	فعلام تضحك والمنية قد دنت

(ترجمہ) کیا تو نہیں جانتا کہ تیرا دن قریب آگیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تیری عمر ختم ہو جائیگی تو کس بات پر ہنستا ہے تیری موت تو قریب آگئی ہے اور کس بھروسہ پر سوتا ہے تیری خوابگاہ قبر ہے۔

حکایت (۳۸۴) ایک صالح سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میرے جی میں آیا کہ میں حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا سے ملوں اور دیکھوں کہ وہ اپنے دعوے میں سچی ہیں یا جھوٹی۔ میں اس خیال میں تھا کہ ناگاہ بہت سے فقرا جن کے چہرے مثل چاند کے چمکتے تھے۔ سامنے آئے ان سے مشک کی خوشبو آتی تھی انہوں نے مجھے سلام کیا اور میں نے انھیں سلام کیا میں نے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو۔ انھوں نے کہا جناب ہمارا عجیب قصہ ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے۔ کہا ہم لوگ مالدار تاجروں کی اولاد ہیں۔ ہم مصر میں حضرت رابعہ عدویہؒ کے پاس تھے۔ میں نے کہا تم ان کے پاس کیونکر پہنچے۔ کہنے لگے کہ ہم اپنے شہر میں کھانے پینے میں مشغول تھے۔ ہم نے رابعہ عدویہ کی خوبصورتی اور خوش آوازی کا ذکر سنا تھا تو ہم نے کہا ضرور ان کے پاس جاکر ان کا گانا سننا چاہیئے اور ان کی خوبصورتی دیکھنا چاہیئے چنانچہ ہم اپنے شہر سے نکل کر ان کے شہر میں پہنچے۔ لوگوں نے ان کا گھر ہمیں بتایا اور کہا انھوں نے توبہ کرلی ہے۔ ہم میں سے ایک نے کہا اگرچہ اسکے گانے سننے اور خوش آوازی سے ہم محروم ہوگئے مگر کسی طرح اسکی صورت اور حسن تو دیکھ ہی لینا چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے اپنی ہیئت تبدیل کی اور اپنا لباس بدل کر فقیرانہ لباس پہنا اور ان کے دروازے پر جاکر دستک دی فوراً ہی وہ نکلیں اور ہمارے پاؤں میں لوٹنے لگیں اور کہنے لگیں کہ تم نے مجھے اپنی زبان سے سعید بنادیا۔ ہم نے کہا کیا سعادت ہوئی۔ فرمایا ہمارے یہاں ایک عورت چالیس سال سے اندھی تھی جب تم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا اے اللہ اے میرے مالک اس قوم کے طفیل جو دروازہ کھٹکھٹا رہی ہیں میری آنکھیں پھیر دے۔ اسی وقت اللہ تعالےٰ نے اسکی آنکھیں پھیر دیں۔ اسوقت ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہا دیکھتے ہو اللہ کے احسان کو کہ اس نے کسطرح ہماری پردہ پوشی کی۔ اور وہ شخص جس نے تبدیل لباس کی رائے دی تھی کہنے لگا کہ میں تو یہ لباس نہیں اُتاروں گا اور حضرت رابعہ کے ہاتھ پر توبہ کرونگا

ہم نے بھی کہا کہ جب ہم نے گناہ میں تیری موافقت کی تھی تو اب توبہ اور اطاعت میں بھی تیری موافقت کریں گے۔ ہم سب نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنا سارا مال چھوڑ کر جیسا کہ تم دیکھتے ہو فقیر بن گئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔

حکایت (۳۸۵) بشیر ابن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا اے بشیر تم جانتے ہو تمھیں اللہ نے اپنے ہمعصروں پر کیوں فوقیت دی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا تم کو میری سنّت کی اتباع اور صالحین کی خدمت اور بھائیوں کی نصیحت اور میرے اصحاب و اہلبیت کی محبت نے ابرار کے مرتبہ پر پہنچایا۔

نقل ہے کہ بغداد میں ایک شخص ایک عورت سے لپٹ گیا اور اس سے تعرض کرنے لگا اس نے اپنے نفس پر قادر کرنے سے انکار کیا۔ اس مرد کے پاس ایک چھری تھی۔ جب کوئی عورت کے چھڑانے کو آتا تو اسکے مارتا تھا اور بہت قوی آدمی تھا۔ اس حالت میں کہ لوگ اسکے چاروں طرف تھے اور عورت اُسکے ہاتھ میں چیخ رہی تھی کہ اچانک بشیر ابن حارث پہنچے اور اُسکے قریب جاکر اسکے بازو سے بازو مَل دیا۔ فوراً ہی وہ شخص زمین پر گر پڑا اور عورت چھوٹ کر بھاگ گئی اور حضرت بشیر چلے گئے۔ تماشائی لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تو وہ پسینہ پسینہ ہو رہا تھا اس سے اسکی حالت دریافت کی۔ کہنے لگا۔ معلوم نہیں صرف ایک شیخ نے میرے بازو سے بازو رگڑا اور کہا اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے فعل کو دیکھتا ہے۔ اس قول کے سنتے ہی میں بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور بڑی ہیبت ان کی مجھ پر طاری ہوئی نہ معلوم وہ شخص کون تھا۔ لوگوں نے کہا وہ بشیر ابن حارث تھے۔ کہا افسوس آج کے بعد وہ مجھے کیونکر دیکھیں گے۔ اسی دن اس شخص کو بخار آیا اور ساتویں روز مر گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حکایت (۳۸۶) حکایت ہے کہ حضرت ابوالحسین نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شب گھر سے نکلے اور بازار کے پیچھے ایک چوکیدار کو دیکھا کہ ایک مرد اور عورت کو پکڑے کھڑا ہے اور ان سے کہتا ہے میں تم کو ضرور حاکم کے یہاں پیش کروں گا۔ حضرت ابوالحسین ان کے قریب پہنچے اور چوکیدار سے کہا انھیں چھوڑ دے اور ان کا عیب چھپا لے۔ اس نے انکار کیا۔ آپ نے جیب سے ایک رومال نکالا

جسمیں کچھ دراہم تھے اور اپنی چادر اتاری اور سب اس چوکیدار کو دے کر فرمایا۔ انھیں چھوڑ دے اور یہ سب لے جا۔ اور میں تیرے ساتھ حاکم کے روبرو چلوں گا مجھ اس کے سامنے پیش کر دیجئے۔ چوکیدار نے کہا اس شرط پر کہ میں جو کچھ تیری نسبت کہوں اس سے تو برا نہ مانئے۔ آپ نے کہا ہاں۔ چنانچہ سپاہی نے وہ اشیا دے کر انھیں تو چھوڑ دیا۔ اور اس چوکیدار نے آپ کی گردن میں چادر ڈالی اور کھینچتے ہوئے کوتوال کے پاس لے گیا اور کہا میں نے ان کو ایک عورت کے ساتھ بازار میں پایا تھا۔ حاکم نے ان سے کہا تم کیا کہتے ہو۔ فرمایا میں اور یہ اور ایک عورت تینوں تھے۔ حاکم نے کہا تمہارا چہرہ ایسے فعل کرنے والوں کا سا نہیں ہے۔ پھر چوکیدار سے کہا سچ کہہ ورنہ تجھے سزا دونگا۔ اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ یہ سنکر حاکم اور چوکیدار دونوں نے توبہ کی اور حضرت ابو الحسین اپنے گھر گئے۔ رضی اللہ عنہٗ۔

حکایت (۳۸۷) حضرت سہیل بن ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا کہ میں کوہ قاف پر چڑھا تو وہاں نوح علیہ السلام کی کشتی پڑی دیکھی حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ جبل قاف پر پہنچے تھے۔ فرمایا جبل قاف تو بہت قریب ہے البتہ جبل کاف جبل صاد جبل عین یہ وہ جبال ہیں جو زمین کو گھیرے ہوئے ہیں اور ہر زمین کو ایک ایک پہاڑ گھیرے ہوئے ہے اور کوہ قاف اس زمین کو بمنزلہ دیوار کے گھیرے ہوئے ہے اور یہ زمین سب سے چھوٹی ہے اور کوہ قاف سب سے چھوٹا پہاڑ ہے اور یہ سبز زمرد کا پہاڑ ہے۔ کہتے ہیں کہ آسمان کی سبزی اسی کے عکس کی وجہ سے ہے اور روایت ہے کہ ساری زمین اولیاء اللہ کیواسطے ایک قدم ہے۔ حکایت ہے کہ ایک ولی اللہ کو آگ کی ضرورت تھی۔ آپ نے چاند کی جانب ہاتھ بڑھا کہ اس سے کپڑے کی دھجی میں ایک چنگاری لی۔

حکایت (۳۸۸) حکایت ہے کہ بعض سلف ایک وقت تکیہ لگا کر سوئے۔ ایک شخص نے خواب میں آکر کہا۔ کہو پوچھا کیا کہوں کہا کہہ یہ شعر ؎

یاحرانك ان توسد لینا — وسدت بعد الموت صم الجندل
فاعمل لنفسك فی حیاتك صالحا — فلتندمن غدا اذا لم تفعل

(ترجمہ) اے آزاد شخص اگر تو نرم تکیہ لگاتا ہے تو بعد موت کے تو سخت پتھر کا تکیہ لگائیگا۔ زندگی میں اپنے لئے نیکی حاصل کرلے ورنہ کل کو بہت نادم ہوگا۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگلے صالحوں کے نفوس نیکی پر خوشی سے موافقت کرتے تھے اور ہمارے نفس موافقت نہیں کرتے مگر زبردستی سے لہٰذا ہمیں لازم ہے کہ ان کو مجبور کریں۔ مؤلف کہتے ہیں کہ عفواً کے معنے طوعاً بدون مجاہدہ اور عقوبت کے ہیں۔ بعض سلف فرماتے ہیں۔ اے ابن آدم اگر تو یہ چاہتا ہے کہ نیکی ہمیشہ نشاطی کے ساتھ کیا کرے تو یہ نفس تو رنج وغم اور فتور کے زیادہ قریب ہے۔ ہمیشہ اسکو نشاط نہیں ہو سکتا۔ لیکن مومن وہ ہے جو نفس پر تشدد کرے اور عہد پورا کرے اور رات دن اللہ تعالےٰ کو پکارے۔ واللہ مومن ہمیشہ ربنا ربنا کہتے رہتے ہیں۔ ظاہر میں بھی اور پوشیدگی میں بھی حتیٰ کہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور شیخ ابوالربیع مالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف لنگڑے پن کے زمانہ میں شکستگی کی حالت میں بھی چلو اور صحت کا انتظار نہ کرو کیونکہ صحت کا انتظار بیہودگی ہے۔

حکایت (۳۸۹) حضرت صالح مری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ابو جہیر نابینا کی زیارت کے ارادہ سے چلا۔ وہ شہر سے نکل گئے تھے۔ اور ان کے واسطے ایک مسجد بنائی گئی تھی۔ اسمیں عبادت کرتے تھے۔ میں ایک راستہ پر جا رہا تھا کہ ناگاہ محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا ابو جہیر کے پاس۔ فرمایا میں بھی انھیں کے پاس جا رہا ہوں۔ ہم دونوں آگے بڑھے تو ناگاہ حبیب عجمی ملے پوچھا تم کہاں جاتے ہو۔ ہم نے کہا ابو جہیر کے پاس۔ کہا میں بھی انھیں کے پاس جا رہا ہوں۔ ہم اور آگے چلے تو تو ہمیں مالک ابن دینار ملے۔ انھوں نے پوچھا تم کہاں جاتے ہو۔ ہم نے کہا ابو جہیر کے پاس۔ فرمایا میں بھی وہیں چل رہا ہوں۔ اتنے میں حضرت ثابت بنانی ملے اور کہا تم کہاں جا رہے ہو۔ ہم نے کہا ابو جہیر کے پاس۔ کہا میں بھی انھیں کے پاس جا رہا ہوں۔ الحمد للہ کہ اللہ نے ہم سب کو جمع کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم چل کر بے وقت ان کے مقام پر پہنچے۔ ایک جگہ سبزہ زار دیکھ کر حضرت ثابت بنانی نے کہا آؤ دو رکعت نماز پڑھ لیں تاکہ قیامت کے دن اللہ کے پاس ہماری گواہی دے پھر ان کے گھر پر گئے اور ان کو خبر کر کے تکلیف دینا مناسب نہ جانا اور بیٹھ گئے جب

ظہر کا وقت ہوا تو وہ گھر سے نکلے اور اذان دے کر اقامت کہی نماز پڑھی ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ بعد نماز کے محمد بن واسع کھڑے ہو کر ان سے ملے۔ پوچھا تم کون ہو۔ کہا محمد بن واسع تمہارا بھائی ہوں۔ فرمایا تم وہی ہو جن کی نسبت سنا جاتا ہے کہ تم بصرہ میں سب سے اچھے نمازی ہو۔ وہ سنکر خاموش ہو رہے۔ پھر ثابت بنانی ملے۔ پوچھا تم کون ہو۔ کہا ثابت بنانی فرمایا تم وہی ہو جن کی نسبت مشہور ہے کہ بصرہ میں سب سے زیادہ نمازی ہو۔ وہ بھی سنکر خاموش رہے۔ پھر مالک ابن دینار ملے۔ پوچھا تم کون ہو۔ کہا میں مالک ابن دینار ہوں۔ فرمایا واہ واہ تمہاری نسبت مشہور ہے کہ بصرہ میں سب سے بڑے زاہد ہو۔ پھر حبیب عجمی نے اقامت کی پوچھا تم کون ہو کہا حبیب عجمی فرمایا تم وہی ہو جنکی لنسبت مشہور ہے کہ تم مستجاب الدعوات ہو۔ وہ بھی سن کر ساکت رہے۔ پھر میں نے ملاقات کی۔ پوچھا تم کون ہو۔ میں نے کہا میں صالح مری ہوں۔ فرمایا تم وہی ہو جنکی لنسبت مشہور ہے کہ تمہاری آواز بصرہ والوں میں سب سے اچھی ہے۔ پھر فرمایا میں تمہاری آواز کا مشتاق مدت سے تھا۔ آؤ پانچ آیتیں کتاب اللہ کی مجھے پڑھ کر سناؤ۔ حضرت صالح کہتے ہیں کہ میں نے قرأت آیت یوم یرون الملئکۃ لا بشریٰ یومئذ للمجرمین۔ سے شروع کی اور جب ھباء منثورا پر پہنچا تو ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا وہی آیتیں پھر سناؤ۔ میں نے پھر پڑھا۔ پھر ایک چیخ ماری اور دنیا سے انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اتنے میں ان کی بی بی نکل آئیں اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو۔ ہم نے خبر دی۔ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا ابو جہیر کا انتقال ہو گیا ہم نے کہا ہاں۔ خدا تمہیں اجر دے۔ تمھیں کیونکر معلوم ہوا۔ کہا میں انھیں اکثر دعا میں یہ کہتے ہوئے سنتی تھی کہ میری موت کے وقت اے اللہ اپنے اولیاء کو جمع کر دے۔ اسواسطے میں جان گئی کہ تم لوگ انکی موت کے واسطے اکھٹے ہوئے۔ پھر ہم نے انھیں غسل دیا اور کفنایا اور نماز پڑھ کر دفنایا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۳۹۰) ابو سلیمان مغربی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں پہاڑ سے لکڑیاں لاتا اور ان کی قیمت پر گذر کرتا تھا۔ میرا طریقہ نہایت احتیاط کا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت

اولیا بصرہ کی ہے۔ جن میں حسن بصری اور فرقد سنجی اور مالک ابن دینار بھی تھے۔
میں نے اپنا حال بتاکر ان سے پوچھا کہ تم ائمہ مسلمین ہو۔ تم مجھے حلال کا ایسا طریقہ
بتاؤ کہ جس میں اللہ کی جانب سے کوئی گرفت نہ ہو۔ نہ مخلوق کا کوئی احسان ہو
انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے طرطوس سے باہر لے گئے اور ایک برج میں سرخاب
پرندے بہت سے تھے مجھے بتاکر کہا کہ یہی ہے جس کی نہ اللہ کے یہاں گرفت ہے۔ نہ
مخلوق کی منت ہے۔ میں تین مہینے تک اسی کو پکڑ کر کھاتا رہا۔ کبھی پکالیتا تھا۔ کبھی
بھون لیتا تھا۔ اور ایک مسافر خانہ میں رہتا تھا۔ جب اس مسافر خانہ کی حالت
مجھے معلوم ہوئی تو میں نے کہا یہی ایک فتنہ ہے اور وہاں سے نکل کر تین مہینے
تک انھیں پرندوں سے گزر کرتا رہا۔ اور اللہ نے میرا قلب ایسا پاک کر دیا کہ
میں کہتا تھا۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ اہل جنت کو ایسا قلب عطا کرے تو وہ بہت اچھے
رہینگے۔ لوگوں کی باتوں سے مجھے بالکل انس نہ تھا۔ ایک دن میں نکل کر ایک راستہ
کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک جوان نظر آیا جو لامش کی جانب سے آکر طرطوس کی طرف
جا رہا تھا میرے پاس اس لکڑی کے جسے پہاڑ سے لاکر بیچا کرتا تھا۔ کچھ دام رہ گئے تھے
جی میں آیا کہ میں تو پرندوں پر گزر کرتا ہوں یہ دام اس فقیر کو دیدوں۔ تاکہ طرطوس
میں جاکر اس سے کوئی چیز خرید کر کھالیوے۔ جب وہ قریب آیا تو میں نے جیب
میں ہاتھ ڈالا تاکہ وہ دام نکالوں۔ اتنے میں اس فقیر نے اپنی زبان کو حرکت دی
اسی وقت کیا دیکھتا ہوں کہ میرے چاروں طرف کی ساری زمین سونا بن گئی۔
اور چمکنے لگی۔ قریب تھا کہ اسکی روشنی کے زور سے میری آنکھیں جاتی رہیں
اور اسکی ہیبت مجھپر طاری ہوگئی وہ شخص آگے بڑھ گیا۔ لیکن مجھے سلام کرنے کی بھی
قدرت نہ رہی۔ اس کے بعد ایک دن میں نے طرطوس کے باہر ایک برج میں
بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے سامنے ایک پانی سے بھرا ہوا کوزہ بھی تھا۔ میں نے سلام
کر کے ان سے نصیحت کی استدعا کی۔ انھوں نے پاؤں پھیلا کر کوزہ کا پانی زمین پر گرا دیا
اور فرمایا کہ کثرت کلام نیکیوں کو اسطرح چوستی ہے جیسے کہ زمین نے پانی کو چوس
لیا۔ یہ نصیحت کافی ہے جاؤ۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۳۹۱) جبال بیت المقدس کے ایک سیاح سے مروی ہے

کہتے ہیں کہ میں ایک شخص کے یہاں مہمان ہوا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ چلو ہمارے ہمسایہ کا بھائی مر گیا ہے اسکی تعزیت کر آئیں۔ میں ان کے ساتھ اس شخص کے یہاں گیا۔ وہ شخص نہایت غمگین اور پریشان تھا کسی طرح اسے صبر نہیں آتا تھا ہم نے کہا اے شخص خدا سے ڈر اور یقین کے ساتھ جان لے کہ موت ایک ایسا راستہ ہے کہ ہمیں ضرور اسپر چلنا ہے اور وہ سب پر آنیوالی ہے۔ اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم نے جو کچھ کہا وہی ہونیوالا ہے لیکن میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ صبح و شام میرے بھائی کو کس مصیبت میں گزرتی ہے۔ ہم نے کہا سبحان اللہ کیا اللہ تعالےٰ نے تمھیں غیب کی خبر دیدی۔ کہا نہیں۔ لیکن جب میں نے اسے دفنایا اور اسکے اوپر مٹی ڈال کر برابر کر رہا تھا۔ کہ قبر سے آواز آئی۔ ہائے۔ میں نے کہا میرا بھائی میرا بھائی۔ اور قبر کھولنے لگا۔ لوگوں نے کہا ایسا مت کر۔ میں نے قبر برابر کر دی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اتنے میں پھر آواز آئی۔ میں نے پھر میرا بھائی میرا بھائی کہکر قبر کھولنے کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے کہا ایسا نہ کرو۔ میں نے پھر قبر برابر کی اور اُٹھنے لگا تو پھر ہائے کی آواز آئی۔ میں نے کہا واللہ میں ضرور قبر کھولوں گا۔ چنانچہ میں نے قبر کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اسکی کمر میں ایک طوق آگ کا پڑا ہے اسکی تیزی سے تمام قبر دہک رہی ہے۔ میں نے اس طوق کو دور کرنے کے ارادہ سے اُسپر ہاتھ مارا تو میری انگلیاں الگ ہو گئیں۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ دکھایا جس کی چار انگلیاں جاتی رہی تھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت اوزاعی کے پاس گیا اور کہا اے ابو عمر یہودی۔ نصرانی اور کفار سارے مرتے ہیں، ان میں ایسی علامتیں نہیں دیکھی گئیں۔ اور یہ شخص توحید و اسلام پر مرا ہے اور پھر یہ عذاب دیکھا جاتا ہے۔ فرمایا ہاں وہ لوگ تو پہلے ہی یقیناً اہل نار ہیں اسلئے اُن کا حال دکھانے کی ضرورت نہیں، اور تمھیں اللہ تعالےٰ اہل توحید ہی میں یہ عذاب دکھاتا ہے تاکہ تم عبرت پکڑو۔ اے اللہ ہمارے گناہوں سے چشم پوشی کر اور ہمیں بخش دے۔ اور اے لطیف ہم پر لطف کر۔

حکایت (۳۹۲) حضرت ابو جعفر فرغانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ کہ میں اپنے بعض صوفی بھائیوں کے ساتھ دینور میں تھا کہ چند کُرد کچھ اسباب خریدنے کے لئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ

اگر تجھے معلوم ہوتا کہ اسباب کس کے لئے خرید اجارہا ہے تو تو ہی جلدی سے خرید وادیتا میں نے کہا اس کا قصہ بیان کرو کہنے لگے ہاں ہاں۔ پھر انھوں نے اپنے رئیس کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ ہماری قوم کا سردار ہے۔ ان کی ایک بی بی ہے جن سے کئی ایک لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ انھوں نے ایک حمل میں یہ کہا کہ اگر تو اسمرتبہ بھی لڑکی جنے تو تجھے طلاق ہے۔ اتفاقاً ہم لوگوں نے گرمی کے موسم میں مراغہ کی جانب کوچ کیا۔ ایک دن ہم چل رہے تھے کہ اسکو درد زہ شروع ہوا۔ وہ عورت راستہ سے ہٹ کر دور پانی پر گئی۔ گویا وضو کرنا چاہتی ہے وہیں اسکے لڑکی پیدا ہوئی اس نے وہیں اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر ایک پہاڑ کے غار کے پاس رکھ چھوڑا اور بیان کیا کہ وہ حمل نہ تھا صرف ہوا تھی اور وہ ہوا نکل گئی ہم وہاں سے چلے گئے اور چھ ماہ تک غائب رہے۔ بعد چھ ماہ کے لوٹے اور اس مقام پر ٹھیرے وہ عورت لوٹے میں پانی لے کر جہاں بچہ چھوڑا تھا۔ اسی طرف چلی۔ جب اسکے پاس پہنچی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک ہرنی کھڑی ہے اور اس بچہ کو دودھ پلا رہی ہے۔ اسے دیکھ کر ہرنی بھاگ گئی۔ اور ماں اسکے پاس پہنچی اور اسے اٹھا لیا تو وہ رونے لگی اور چیخ مار کر رونے لگی۔ جب اسے چھوڑ کر ہٹ گئی تو ہرنی آئی اور اسے دودھ پلانے لگی اور لڑکی خاموش ہوگئی۔ وہ عورت قبیلہ میں لوٹ آئی اور انھیں اس واقعہ کی خبر دی۔ اسکے زوج نے بھی سنا اور سارے قبیلے کے لوگ جمع ہوکر اس غار کے پاس گئے۔ دیکھا تو ہرنی بچہ کو دودھ پلا رہی تھی۔ ان کی آہٹ سن کر ہرنی بھاگ گئی اور لڑکی رونے لگی۔ عورتوں نے اسے لے کر سمجھایا حتے کہ اسے کچھ سکون ہوا اور آدمیوں سے مانوس ہوگئی اور اسے قبیلہ میں لے آئے اور وہ ہرنی دور سے کھڑی دیکھ رہی تھی حتے کہ ہم نے وہاں سے کوچ کیا۔ اور یہ سامان اسی کے جہیز کے لئے خرید اجارہا ہے۔ اب اسکے باپ نے اس لڑکی کا ایک نیک آدمی سے نکاح کردیا ہے۔ پاک ہے اللہ جو مخلوق پر لطف کرتا ہے اور ان کی خبر رکھتا ہے۔ وہ بڑی قدرت اور بڑے احسان والا ہے

حکایت (۳۹۳) شیخ ابوبکر اسمٰعیل فرغانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک مدت دراز تک بہت ہی فاقہ کشی کرتا رہا حتے کہ کبھی کبھی بیہوش ہوکر گر پڑتا تھا۔ اسوقت میں کم سمجھ تھا بھوک کی وجہ سے ہاتھ کے ناخن متغیر نظر آتے تھے۔ ایک دن میں نے کہا اے اللہ اگر مجھے تیرا اسم اعظم معلوم ہوتا تو میں جب کبھی شدید فاقہ میں ہوتا تو اس اسم اعظم کے وسیلہ تجھ سے سوال کرتا۔ ایکمرتبہ دمشق میں باب البرید پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دو آدمی دیکھے جو مسجد میں

داخل ہوئے۔ میرے جی میں آیا کہ یہ فرشتے ہیں۔ دونوں آکر میرے محاذات میں کھڑے ہوئے۔ اور ایک نے دوسرے سے کہا۔ تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے اسم اعظم سکھاؤں۔ دوسرے نے کہا ہاں۔ میں نے کان لگایا اس نے کہا وہ یہ ہے کہ تو کہے یا اللہ۔ میں نے کہا میں نے سیکھ لیا۔ اور ویسے ہی لوٹنا چاہتا تھا کہ ایک نے ان میں سے کہا تو جیسا کہتا ہے وہ نہیں ہے بلکہ صدق لجا کے ساتھ ہو۔ شیخ ابو بکر فرماتے ہیں کہ صدق لجا کے معنے یہ ہیں کہ اسکے کہتے وقت قائل ایسا ہو کہ جیسے کوئی گہرے دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی اس کا بچانیوالا نہیں ہے۔ صرف اللہ ہی کے پاس اسکو پناہ ہے اور کوئی پناہ کی جگہ دوسری نہ ہو۔

حکایت ہو کہ ایک فقیر کسی ایسے شیخ کے پاس آئے جو اسم اعظم جانتے تھے اور کہا مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے۔ فرمایا کیا تجھ میں اسکی اہلیت ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا جا شہر کے دروازہ پر جاکر بیٹھا رہ اور وہاں جو کچھ معاملہ ہو اسکی مجھے خبر دے۔ وہ حکم کے موافق چلا ناگاہ ایک بوڑھا لکڑی والا اپنے گدھے پر لکڑیاں لادے سامنے سے آرہا تھا۔ ایک سپاہی نے اسے پکڑکر اسکی لکڑیاں چھین لیں اور اسے مار کر بھگا دیا۔ فقیر یہ دیکھ کر غمگین وہاں سے لوٹ کر شیخ کے پاس آیا۔ اور سارا حال بیان کیا۔ شیخ نے کہا اگر تجھ اسم اعظم معلوم ہوتا۔ تو تو کیا کرتا۔ کہا اس سپاہی کی ہلاکی کی بد دعا کرتا۔ کہا اس لکڑی والے شیخ ہی نے مجھے اسم اعظم سکھایا ہے۔ مولف فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اسم اعظم جاننے کی صلاحیت اس میں ہے جو ان اوصاف سے متصف ہو۔ یعنی صبر۔ حلم۔ رحم۔ بلکہ ان جمیع اخلاق سے متصف ہونا چاہیئے جن سے برگزیدہ لوگ متصف ہوتے ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم ونفعنا بہم۔

حکایت (۳۹۸) شیخ یوسف ابن حمدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کے راستہ مکۂ معظمہ کو چلا۔ میرے ساتھ فقراء کی ایک جماعت بھی تھی ان میں ایک جوان تھے جن کی عمدہ صحبت اور رعایتِ حال اور اشتغالِ دوام بالذکر و مناجات پر مجھے رشک آتا تھا۔ جب ہم مدینۂ منورہ پہنچے تو وہ جوان بہت سخت بیمار ہوئے اور ہم سے الگ ہو گئے۔ میں ان کی حالت دریافت کرنے کے لئے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ چلا۔ ان کے پاس پہنچکر جب ہم نے

ان کی شدت اور تکلیف دیکھی تو بعض ساتھیوں نے کہا کہ اگر ان کے واسطے طبیب کو بلائیں تو اچھا ہو تاکہ ان کی بیماری کی تشخیص کرے تو ممکن ہے کہ اسکے پاس کوئی موافق دوا نکلے اس جوان نے اس کی باتیں سنیں اور مسکرا کر کہا۔ اے میرے مشائخ اور دوستو۔ موافقت کے بعد مخالفت بہت ہی بری ہے جس کے لئے اللہ نے ایک حال پسند کیا ہو اور وہ دوسرا حال چاہے تو گیا اس نے اللہ کے ارادے میں اسکی مخالفت نہیں کی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے کلام سے خجالت ہوئی۔ انھوں نے ہماری طرف دیکھ کر کہا۔ کہ اگر کشتۂ محبت کی دوا عشق سے بیخبر ہونے والے کے پاس ملسکتی ہے تو اسکے لئے دوا طلب کرنے میں مضائقہ نہیں۔ بیماری اور امراض میں نفس کی تطہیر اور گناہوں کا کفارہ ہے اور موت کی یاد دہانی ہے اور کشتۂ محبت کی بیماری نفس کا مشاہدہ کرنا اور خواہش کی موافقت کرنا ہے۔ پھر چند اشعار پڑھے ؎

بید اللہ دوائی و بعلم اللہ دائی	انما اظلم نفسی باتباعی لھوائی
کلما داویت دائی	غلب الداء دوائی

(ترجمہ) اللہ ہی کے ہاتھ میں میری دوا ہے اور اسی کے علم میں میری بیماری ہے میں تو اپنے اوپر ظلم ہی کر رہا ہوں اپنی خواہش کا اتباع کر کے۔ جب میں اپنی بیماری کا علاج کرتا ہوں تو میری بیماری دوا پر غالب آجاتی ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ و نفعنا بہ۔ آمین

حکایت (۳۹۵)

ایک بزرگ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایکبار میں تنگی اور خوفِ شدید میں مبتلا ہوا اور پریشان ہو کر بلا زاد و راحلہ مکہ معظمہ کی راہ پر تین دن تک چلا۔ جب چوتھا روز ہوا تو مجھے پیاس اور گرمی کی سخت تکلیف ہوئی اور مجھے اپنی موت کا اندیشہ ہوا جنگل میں کوئی درخت بھی نہ تھا جس کے سائے میں پناہ لیتا۔ میں نے اپنا حال اللہ کے سپرد کیا اور قبلہ کیطرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ پھر مجھ پر نیند غالب ہوئی اور بیٹھے بیٹھے ہی سو گیا خواب میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ میری طرف ہاتھ بڑھا کر مجھ سے کہتے ہیں اپنا ہاتھ لاؤ۔ میں نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا انھوں نے مجھ سے مصافحہ

کیا اور کہا خوش ہو جاؤ۔ تم سلامتی کے ساتھ بیت اللہ پہنچو گے۔ اور زیارت نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے بھی مشرف ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا آپ پر خدا رحم کرے آپ کون ہیں فرمایا میں
خضر ہوں۔ میں نے کہا میرے واسطے کوئی دعا کیجئے۔ فرمایا تین بار یہ دعا پڑھو۔ یا
لطیفاً بخلقہ یا خبیراً بخلقہ یا علیماً بخلقہ الطف بی یا لطیف یا علیم یا خبیر
میں نے پڑھا۔ فرمایا یہ ایسا تحفہ ہے کہ اس سے ہمیشہ کے لئے غنا ہے جب تمھیں کوئی تنگی
لاحق یا تم پر کوئی بلا نازل ہو تو تم اسے پڑھو وہ تنگی رفع ہو جائیگی اور اس بلا سے شفا
ہو جائے گی۔ پھر وہ غائب ہو گئے اتنے میں میں نے ایک شخص کو سنا کہ وہ مجھے یا شیخ یا شیخ کہہ کر
آواز دے رہا ہے۔ یہ سنکر میں جاگا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کھڑا ہے اس نے مجھ سے
پوچھا کہ تم نے اس صفت کا ایسے ایک نوجوان کو نہیں دیکھا۔ اور اسکی ہیئت بیان کی۔ میں نے
کہا میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہنے لگا کہ ہمارے یہاں سے سات دن ہوئے ایک
جوان گیا ہے اور ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ حج کو گیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا تم کہاں کا قصد
رکھتے ہو۔ میں نے کہا جہاں خدا لیجائے۔ اس نے اونٹ کو بٹھایا اور اترا۔ اور ہاتھ بڑھا
کر توشہ دان نکالا اور دو روٹیاں روغنی اسمیں سے نکالیں۔ ان کے بیچ میں حلوہ رکھا
اور پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ نکالا اور کہا یہ کھانا کھاؤ پیو۔ میں نے ان میں سے ایک روٹی
کھائی اور پانی پیا۔ پھر مجھ سے کہا سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہو گیا اور وہ بھی سوار ہوا اور میرے
سامنے بیٹھا اور ہم نے ایک دن اور دو راتیں چلتے ہی میں گذاریں کہ ناگاہ قافلہ نظر آیا
اور اسمیں جا ملے۔ وہاں اس نے اس جوان کا پتہ دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ
قافلہ میں ہے۔ وہ شخص مجھے چھوڑ کر آگے گیا اور تھوڑی دیر بعد میرے پاس آیا۔ وہ جوان
بھی اس کے ہمراہ تھا اور اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اے بیٹے اس شخص کی ملاقات
کی برکت سے اللہ نے تیری تلاش مجھ پر آسان کر دی۔ پھر میں نے انھیں وداع کیا اور پھر
قافلہ کے ساتھ جا ملا۔ پھر وہ شخص مجھ سے آملا اور ایک لپٹا ہوا کاغذ میرے ہاتھ میں دیا
اور میرے ہاتھ کو بوسہ دیکر لوٹ گیا۔ میں نے جب وہ کاغذ کھولا تو اسمیں پانچ درہم کھرے
تھے ان میں سے میں نے بعض سے تو اونٹ کا کرایہ ادا کیا اور باقی سے توشہ خرید کر
اس سال حج کیا اور زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فارغ ہو کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ
علیہ السلام کیطرف گیا۔ اور جب کبھی مجھے تنگی یا کوئی مصیبت پہنچی تو میں نے وہی کلمات

پڑھے جن کی حضرت خضر علیہ السلام نے تعلیم کی تھی۔ میں آپ کے فضل و کرم کا معترف ہوں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر گزار ہوں۔

حکایت (۳۹۶) ایک فقیر فرماتے ہیں کہ میں ایک دن خلوت مع اللہ اور سیاحت کی نیت سے جنگل کا قصد کر کے چلا جب تین دن سفر کرتا رہا تو چوتھے روز میرے باطن میں بیقراری اور اضطراب پیدا ہو گیا اور ظاہر پر بھی حرکت زیادہ ہونے لگی اس اثناء میں ناگاہ دو آدمی ادھیڑ عمر کے خوبصورت بے خبری میں میرے پاس پہونچے اور مجھے سلام کیا۔ میں نے جواب دیا۔ پوچھا تیرا کیا نام ہے میں نے کہا عبداللہ۔ ایک نے ان میں سے کہا۔ ہم بھی اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کیطرف جا رہے ہیں۔ ہم تینوں آگے چلے۔ جب نماز ظہر کا وقت آیا تو ایک نے مجھ سے پوچھا کیا یہی وقت ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا ہمیں نماز پڑھا دو گے۔ میں نے کہا اس بوجھ سے مجھے سبکدوش کرو۔ تم میں سے کوئی پڑھا دے۔ چنانچہ ایک نے نماز پڑھائی اور ہم سب نے سنت نماز ادا کی۔ جب امام اپنی سنتوں سے فارغ ہوئے تو ہمارے سامنے ایک طبق لے آئے جسمیں ایک خوشہ انگور کا اور انجیر تھے۔ ایسے عمدہ کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے۔ اور کہا بسم اللہ ہم سب نے بقدر ضرورت کھایا اور وہاں سے چلے۔ جب دوسرے دن نماز ظہر کا وقت آیا تو میری طرف دیکھ کر کہا۔ یہی وقت ہے۔ میں نے کہا ہاں، پھر کہا ہمیں نماز پڑھا دو گے۔ میں نے کہا اس بوجھ سے تو مجھے سبکدوش کرو۔ اس نے دوسرے ساتھی سے کہا تم نماز پڑھا دو۔ چنانچہ انھوں نے نماز پڑھائی جب ہم سنتیں پڑھکر فارغ ہوئے اور امام بھی فارغ ہوئے تو پھر امام نے ایک طبق حاضر کیا جسمیں انگور اور انجیر تھے ہم نے پیٹ بھر کر کھایا اور پیٹ بھرنے کے بعد باقی چھوڑ کر کھڑے ہوئے۔ جب تیسرا دن ہوا تو میرے دل میں آیا کہ یہ لوگ ضرور مجھے نماز پڑھانے کو کہیں گے اور مجھے موافقت بھی لازم ہے اور ویسا ہی فعل بھی ضرور ہے۔ پھر میں نے آنکھ آسمان کی جانب اٹھا کر کہا اے اللہ آپ بدون استحقاق کے نعمت دینے والے ہیں اور میں بھی آپ کا ضعیف بندہ ہوں۔ کسی طرح نعمت کا مستحق نہیں ہوں۔ لیکن اپنی خواہش آپ کے سامنے لایا ہوں۔ آپ ہر شے پر قادر ہیں۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو ایک نے

مجھ سے پوچھا یہی وقت ہے میں نے کہا ہاں کہا تم نماز پڑھاؤ گے۔ میں نے کہا انشاء اللہ ایک نے ان میں سے اقامت کی اور میں نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اور سلام پھیر کر دو رکعتیں سنتیں ادا کیں۔ پھر میں نے سیدھی جانب پھر کر دیکھا تو وہ طبق رکھا تھا اور اسمیں انگور کا خوشہ اور انجیر اور انار تھے۔ میں نے وہ طبق ان کے سامنے پیش کیا اور انھوں نے اور میں نے مل کر کھایا اور کچھ بقیہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور میں نے حق تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے بدون استحقاق کے مجھکو ایسی نعمت عطا فرمائی۔ اسکے بعد ہم چالیس دن مقیم رہے۔ ہر ایک اپنی مقصود کیطرف متوجہ تھا اور نمازوں کے وقت جمع ہوتے تھے اور ہر ایک ایک دن نماز پڑھاتا تھا۔ اور جب سلام پھیرتا تو طبق مذکور پیش کرتا۔ اور میں بھی اسی طرح اُن کے ساتھ رہا۔ اور ایک طبق جس میں انگور انجیر اور انار ہوتے تھے اپنی باری کے دن پیش کرتا تھا۔ جب چالیس دن ہو گئے تو انھوں نے کہا تمہارا اللہ حافظ۔ میں نے کہا تمہارا بھی اور ہم سب ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور کسی نے دوسرے سے کوئی بات نہ پوچھی۔ پھر میں بعد اسکے بھی ایک مدت تک اسی حال پر رہا مجھ پر ہر روز اللہ کی نئی نئی نعمت اُترتی تھی، ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ اور جب اللہ کا شکر ادا کرتا تھا تو نعمت و احسان اور زیادہ ہوتے تھے۔

حکایت (۳۹۷) ایک شیخ اہل مکہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک پہاڑ کے غار میں مجرد رہتا تھا۔ بسا اوقات ایک ایک مہینہ یا اس سے کچھ کم زیادہ مقیم رہتا تھا۔ لیکن کوئی آدمی وہاں نظر نہ آتا تھا اور مباح چیزوں سے اپنا پیٹ بھرتا تھا۔ جب مجھے بھوک لگتی تو غار سے نکلکر پہاڑ پر آتا اور بقدر ضرورت کھاتا اور پھر غار میں لوٹ جاتا۔ ایک دن دستور کے موافق جب میں غار سے نکلا تو جنگل سے ایک سوار کو آتے دیکھا۔ دیکھتے ہی میں آنکھ بچا کر میں غار میں داخل ہو گیا۔ ایک ساعت کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص غار کے دروازے پر کھڑا میرا نام لیکر پکار رہا ہے۔ میں سُن کر کھڑا ہو گیا اور اسکی طرف چلا۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے دریافت کیا کیا تو آدمی ہے۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا کہاں کا باشندہ ہے اور تجھے میرا نام کس نے بتایا۔ کہا میں شاہزادہ ہوں تین دن ہوئے

شکار کو چلا تھا اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر جنگل میں پریشان مارا مارا
پھرتا رہا اور اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب الہلاک ہو گیا۔ اچانک میری بے خبری
میں ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے میرے پاس آئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک کوزہ تھا۔ مجھے
اس کا پانی پلایا اور مٹھی بھر گھانس مجھے دی۔ اسے میں نے کھایا وہ اور ترکاریوں سے
زیادہ مزیدار تھی جب میں کھا چکا تو مجھ سے کہا اے محمد اس سے پہلے تم نے کبھی توبہ بھی کی
ہے۔ میں نے کہا۔ میں حضرت کے ہاتھ پر ابھی توبہ کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ان کا ہاتھ
چوم کر ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا اور کہا اے حضرت آپ اللہ تعالےٰ
سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے قبول کر لے۔ آپ نے آسمان کیطرف نگاہ اُٹھائی اور کہا
اے رب محمد اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت سے محمد پہ رحم کر اور اسکی توبہ
قبول فرمالے اور محمد کو قبول بھی کر لے اور ان کے آنسو جاری تھے اور ان کی اس دعا کی
حلاوت میرے قلب میں محسوس ہونے لگی اور میں نے اللہ تعالےٰ سے وعدہ کر لیا کہ میں جس سے
نکل چکا ہوں پھر اپنی موت تک اس کام میں واپس نہ جاؤنگا۔ پھر اُنھوں نے مجھ
کہا سوار ہو جاؤ۔ میں نے کہا میں سوار نہیں ہوؤں گا۔ انھوں نے مجھے قسم دی اور
کہا سوار ہو جاؤ میں سوار ہوا اور وہ میرے آگے آگے چلتے تھے۔ پھر مجھے تمہاری جگہ
اور تمہارا نام بتا کر فرمایا۔ ان کے پاس بیٹھ۔ وہ تجھے نیکی کی تعلیم کرینگے۔ میں نے
کہا گھوڑے کا کیا کروگے۔ کہا مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ گھوڑے پر سے
اتر کر اسے چھوڑ دیا اور میں اسے ساتھ لیکر غار میں داخل ہوا اور اپنے کھانے کی
چیزیں میں نے اُس کے سامنے پیش کیں اس نے ان میں سے کھایا اور رات تک ہم
دونوں بیٹھے رہے۔ پھر میں نے کہا اے بیٹے عبادت شرکت کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتی
ہمارے قریب ایک اور غار تھا اسکی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تو اس میں جا بیٹھ۔ وہ
شخص اسمیں جا بیٹھا۔ میں تین دن میں اس سے ایک بار جاکر ملتا تھا۔ اسے بھی جب
بھوک لگتی تو غار سے نکلکر مباح چیزیں کھاتا اور پھر غار میں چلا جاتا۔ ہمارے
پاس ایک چشمہ بھی تھا۔ گھوڑا بھی دن بھر چرتا اور شام کے وقت ہمارے پاس آرہتا
ایک دن وہ جوان گھبرایا ہوا میرے پاس آیا۔ میں نے دریافت کیا کہ تیرا کیا حال
ہے کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ماں باپ میری پیچھے تلاش میں ایک جگہ سے دوسری

دوسری جگہ گشت کر رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں دو چراغ جل رہے ہیں۔ جب وہ میرے قریب آتے ہیں تو ایک شخص جس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا ہیرا ہے نکلتا ہے اور اُن سے کہتا ہے کہ میں تم سے خدا کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تم اپنے لڑکے سے راضی ہو جاؤ اور اسے خدا کے واسطے چھوڑ دو کیونکہ وہ خدا کی طرف بھاگ نکلا ہے اور مجھ سے یہ ہیرا لے لو۔ وہ شخص یہی کہتا رہا حتّٰی کہ انھوں نے کہا کہ ہم اس سے راضی ہیں اور مجھ سے کہا کہ یہ ہیرا تیرے لئے بشارت ہے۔ میں اس حالت میں بیدار ہوا۔ میں نے کہا اے بیٹے یہ تمہاری توبہ کا نتیجہ ہے۔ جو اللہ نے تمھیں دکھایا ہے۔ میرا قول سن کر وہ خوش ہوا۔ اور ایک مدت تک ہم اسی حالت پر رہے۔ ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ میرے مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ تو اور وہ جوان دونوں شہر میں جاؤ تاکہ لوگوں کو تم سے نفع ہو اور تمھیں بھی فائدہ پہنچے۔ صبح ہوتے ہی میں اس جوان کے پاس گیا اور خواب کی خبر دی۔ اس نے کہا حضرت میں نے بھی رات خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک رسی ہے اور ایک خوب صورت آدمی میرے داہنی جانب کھڑا ہوا اُسے کھول رہا ہے اور مجھے کہہ رہا ہے کہ جو کچھ تجھکو حکم دیں اُسپر عمل کر۔ میں نے کہا صاحبزادے اسپر خدا کا شکر ہے۔ چنانچہ میں اور وہ دونوں پہاڑ سے اتر کر دیار بحہ کے ایک شہر میں گئے اور گھوڑا ابھی ہمارے پیچھے پیچھے چلا۔ اور شہر کی ایک خانقاہ میں پہنچے۔ اسکے شیخ کا دو دن پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ جب ان لوگوں کی نظر مجھ پر پڑی تو کہنے لگے یہی شخص ہے۔ میں خاموش رہا۔ ان لوگوں نے کہا یا شیخ کیا آپ اس جگہ رہیں گے۔ پھر ایک خوب صورت شیخ تشریف لائے اور مجھے سلام کر کے کہنے لگے۔ حضرت آپ خدا کے واسطے ہمارے پاس قیام فرمائیں۔ میں نے کہا اللہ کو اختیار ہے۔ اس روز ایک فقیر ہمارے یہاں آیا تھا تو اسکو ہم نے گھوڑا دے دیا اور اس کا قصہ بھی بیان کر دیا۔ اور میں اور وہ جوان ان کے پاس بیس برس تک خانقاہ میں رہے کسی کو اس جوان کا قصہ معلوم نہ ہوا۔ نہ یہ خبر ہوئی کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ حتّٰی کہ وہ مر گئے۔ میں اسکے

بعد حج کے ارادے سے چلا اور میری نیت یہ تھی کہ بیت اللہ کی مجاورت کروں
راوی کہتے ہیں کہ شیخ تین سال مکہ معظمہ میں رہے۔ اسکے بعد آپ نے وفات پائی
اور بطحا میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔

حکایت (۳۹۸) فقراء میں سے ایک سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے ارادت میں ایک شیخ کی خدمت میں گیا اور وہ مجھے خدمت کا حکم کرتے تھے اور میں خدمت سے خوش ہوتا تھا۔ ایک دن مجھے قصائی کے یہاں بھیجا تاکہ فقیروں کے واسطے گوشت اٹھا لاؤں۔ چنانچہ میں بقدر ضرورت گوشت خرید کر اٹھا لایا۔ اور چلنے کے قصد سے پھر ہی رہا تھا کہ سامنے سے ایک آدمی نظر آیا جو ایک لدے ہوئے جانور کو ہانکے ہوئے لا رہا تھا۔ مجھے اس شخص کا دھکا لگا اور میں قصائی کی دکان کی ایک میخ پر گر پڑا۔ اور میرا پہلو زخمی ہو گیا۔ دوکاندار نے مجھے اس میخ پر سے اٹھایا لیکن مجھے بہت تکلیف ہوئی اور زخم پر پٹی بندھوا ہی رہا تھا کہ اتنے میں وہ گدھے والا اور تین آدمیوں کو ساتھ لئے ہوئے آ موجود ہوا اور کہا میرا ایک بٹوہ گر پڑا ہے جس میں دس دینار تھے اور وہ میرے سر پر تھا۔ وہ مجھے اور قصاب کو اور دو آدمیوں کو پکڑ کر کوتوال کے پاس لے گیا اور کہا انھوں ہی نے بٹوا چرایا ہے۔ چنانچہ میرے سب ساتھیوں کو کوڑے لگے اور مجھے بھی اخیر میں پیٹا گیا اور مار میرے زخم ہی پر لگ رہی تھی۔ اتنے میں ایک سپاہی کی نظر اس برتن پر پڑی جس میں گوشت تھا۔ دیکھا تو اس میں بٹوہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا یہی چور ہے۔ کوتوال نے کہا ہاتھ کاٹ جائے۔ چنانچہ اس کے حکم سے تیل گرم کیا گیا اور مجھ پر ایک مخلوق جمع ہو گئی۔ کوئی مارتا تھا۔ کوئی گالیاں دیتا تھا اور میں چار آدمیوں کے بیچ میں تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے آواز دی کہ تیل گرم ہو چکا۔ چور کو حاضر کرو میں اپنا کام اللہ کے سپرد کر چکا تھا جس کے ہاتھ میں ہر شے کی حکومت ہے۔ ایک شخص نے اس زور سے میرے ایک طمانچہ مارا کہ میرے ہوش بالکل جاتے رہے۔ اسوقت بھی میں اس بلا پر صابر تھا اور اپنا کام اللہ ہی کے سپرد کرتا تھا پھر اس نے کہا اے چور اے ڈاکو اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکا دیا جس سے میں منھ کے بل زمین پر سجدے کی ہیئت میں گر پڑا۔ اسوقت میں نے نبی علیہ السلام

کو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ ابھی وہاں سے دھا کھڑا بھی نہ ہو چکا تھا کہ وہ ساری مصیبت مجھ سے دفع ہو گئی۔ اور ایک شخص نے چلا کر کہا کہ یہ شخص جس کو تم نے گرفتار کیا ہے وہ شیخ کا خادم ہے۔ اسوقت لوگوں نے مجھے غور سے دیکھا اور کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اب تو سب لوگ میرے پاؤں پر گرنے لگے اور کوتوال صاحب بھی دوڑتے ہوئے آئے اور میرا پاؤں چومنے لگے۔ اور کہا حضرت خدا کے واسطے عرض کرتا ہوں کہ ہماری خطا آپ معاف کریں۔ پھر بٹوے والا آکر گریہ وزاری کرنے لگا اور کہا حضرت مجھ سے راضی ہو جائیے۔ میں نے کہا خدا مجھے اور تمھیں مغفرت کرے یہ ایک آزمائش تھی جس سے میری پوشیدہ ضبط کی طاقت ظاہر ہوئی۔ پھر بٹوا کھولا گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بوجھ اور بٹوہ دونوں شیخ ہی کے واسطے بھیجا گیا تھا۔ اتفاقاً اس واقعہ کے وقت شیخ اور جملہ فقراء ایک آپس کی نزاع کے سبب استغفار میں مشغول تھے اور کوئی باہر نہ نکلا۔ یہانتک کہ میں دروازے پر آکھڑا ہوا۔ میرے پاس گوشت اور وہ بٹوا تھا۔ میں نے سارا قصہ بیان کیا فرمایا جس نے صبر کیا اُس نے جمال اور کمال حاصل کیا۔ پھر فرمایا اے بیٹے میں بھی فقیروں کے ساتھ یہ تیری حالت دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اس کا پہلے سے مجھے علم تھا۔ پھر فرمایا اے محمد یہ واقعہ طریقت میں تمہارے کامل ہونے کا سبب بن گیا۔ اب جہاں چاہو سفر کرو۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۳۹۹) ایک بزرگ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں سیر و سیاحت کے ارادے سے جنگل میں داخل ہوا اور وہاں بہت دنوں رہا۔ نہ کچھ کھایا نہ پانی پیا اور مجھے پیاس لگی اور بہت شدت سے لگی میں راستہ سے پھر کے ایک مکان کی جانب گیا جو سامنے جنگل کے کنارے نظر آرہا تھا۔ جب میں اُسکے قریب ہوا تو ایک وحشی جانور اس میں سے نکل بھاگا۔ میں اس مکان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص قبلہ کی جانب منہ کئے لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے انھیں ہلایا تو وہ مردہ تھے۔ اور وحشی جانور ان کے کھانے کی فکر کر رہے تھے۔ میں ان کی تجہیز میں مصروف ہوا

اور قبر کھودنے کے واسطے باہر نکلا۔ لیکن پیاس کی شدت کے سبب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں اسی تجویز میں تھا کہ ایک شخص جنگل میں سے میرے سامنے آیا اور مجھ سلام کر کے کہنے لگا کیا تم نے فقیر کی تجہیز کر لی۔ میں نے کہا حضرت ابھی نہیں۔ کہا میرے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چلو وہاں پانی کا چشمہ ہے۔ میں ان کے ساتھ چل کر پانی کے چشمہ پر پہنچا۔ وہاں ایک مشکیزہ بھی پڑا ہوا تھا اور میں اس پیاس کی حالت میں تھا سیراب ہو کر پانی پیا۔ اور اس شخص کے پاس ایک کوزہ بھی تھا۔ ہم نے مشکیزہ اور کوزہ بھر لیا۔ اور اس فقیر کے پاس آکر انھیں غسل دیا اور انھیں کی ایک گدڑی کا کفن پہنا کر ان کی نماز ادا کی اور دفنایا۔ جب ہم دفن سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ یہ فقیر بڑے اکابر میں تھے لیکن وہ آپ نہیں جانتے تھے کیونکہ اللہ سے بہت ڈرتے تھے اور اللہ نے انھیں پوشیدہ ہی رکھا۔ پھر وہ شخص میرے پاس سے ایسے غائب ہوئے گویا کسی نے انھیں اچک لیا۔ میں نے قبر پر کھڑے ہو کر قرآن پاک کی کچھ تلاوت کی اور اس کا ثواب فقیر کو بخشا اور پھر اللہ سے اسکی خدمت سے سوال کیا اور اللہ نے دعا قبول کی اور بہت مدت اس کی برکت مجھے محسوس ہوتی رہی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔

حکایت (۴۰۰) مؤلف رح فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض سادات نے بیان کیا کہ وہ ایک دراز مدت تک ایک ساحل پر مجرد رہے اور اللہ تعالےٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ جب عید الفطر آئی تو نماز عید کے لئے ایک شہر کی جانب روانہ ہوئے تاکہ مسلمانوں کے ساتھ عید کی نماز ادا کرے۔ فرمایا جب میں نماز ادا کر چکا تو اپنی جگہ پر پہنچا تو وہاں ایک شخص کو نماز پڑھتے پایا اور حجرہ کے دروازے میں ریت پر اُن کے پاؤں کا کوئی اثر نہ تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ وہ کیونکہ داخل ہوئے۔ پھر وہ بڑی دیر تک روتے رہے۔ اور میں اس سوچ میں تھا کہ آج عید کا دن ہے ان کے سامنے کیا پیش کروں کیونکہ وہ میرے مہمان ہیں۔ میں نے کچھ نہ پایا انھوں نے میری طرف نظر کر کے کہا۔ اے شخص اسکا فکر مت کر کیونکہ غیب میں وہ وہ چیزیں ہیں جنھیں تو نہیں جانتا لیکن اگر تیرے پاس پانی ہو تو حاضر کرو۔ میں پانی لانے کے واسطے لوٹا لینے گیا تو ان کے پاس دور وٹیاں بڑی بڑی گرم رکھی تھیں گویا ابھی تنور سے نکالی گئی ہیں اور بہت سا بادام کا حلوہ بھی تھا۔ میں نے سب ان کے سامنے حاضر کیا۔ انھوں نے

روٹی کے ٹکڑے کئے اور حلوہ میرے سامنے رکھا اور کہا کھاؤ اور حلوہ اٹھا اٹھا کر مجھ دیتے گئے۔ میں کھاتا گیا اور انھوں نے میرے ساتھ ایک دو ٹکڑے حلوے کے سوا کچھ نہ کھایا۔ مجھے تعجب ہوا۔ اور اس وقت اس کھانے کا موجود ہونا بہت عجیب معلوم ہوا۔ انھوں نے کہا تعجب نہ کر واللہ کے ایسے بھی بندے ہیں کہ جہاں کہیں جو چیز چاہتے ہیں انھیں ملجاتی ہے۔ اس سے مجھے اور تعجب ہوا اور دل میں ارادہ کیا کہ ان کے ساتھ صحبت اور مواخاۃ کی استدعا کروں۔ فرمایا تم مواخاۃ میں جلدی نہ کرو انشاء اللہ میں ضرور تمہارے پاس لوٹ آؤں گا اور اسی وقت غائب ہوگئے اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئے اس سے مجھے تعجب پر تعجب اور زیادہ ہوا۔ جب ساتویں شوال کی رات آئی تو میرے پاس آئے اور مجھ سے مواخاۃ کی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہما ونفعنا بہما۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انھیں راوی نے ایکبار مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک جگہ خلوت گزین تھا۔ ایک رات بعد نماز عشاء میں بیٹھا جاگ رہا تھا کہ میں نے خلوت کدہ میں دو آدمی دیکھے۔ حالانکہ دروازہ اندر سے بند تھا مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیونکر داخل ہوگئے۔ تھوڑی دیر میرے ساتھ گفتگو کرتے رہے اور فقراء کے تذکرے آپس میں ہم کرتے رہے اور یہ واقعہ ملک شام کے ایک شہر میں ہوا تھا اور ان دونوں نے ملک شام کا ایک آدمی مجھ کو بتایا اور ان کی تعریف کی اور کہا وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ کاش اسے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کہاں سے کھاتا ہے۔ پھر کہا اپنے فلاں دوست کو ہمارا اسلام پہنچاؤ اور بعضوں کا نام بتایا۔ میں نے کہا وہ تو حجاز میں ہے تم انھیں کیونکر جانتے ہو۔ کہا ہم سے وہ مخفی نہیں ہے۔ پھر وہ محراب کیطرف بڑھے۔ میں سمجھا کہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں اور دیوار کے اندر سے نکل گئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہما وعنہ ونفعنا بہم وبجمیع الصالحین آمین وتفضل علینا بفضلہ وجاد علینا بلطفہ وکرمہ وجودہ انہ جواد کریم۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ انھیں راوی نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے پاس سو جل شام میں خلوت میں دو شیخ داخل ہوئے یہ واقعہ ماہ رجب ۷۱۲ھ میں عصر کی نماز کے بعد ہوا ہے انھیں معلوم نہ ہوا کہ کیونکر داخل ہوگئے۔ نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں سے آئے

مجھے ان سے خوف معلوم ہوا۔ انھوں نے مجھے سلام کیا۔ اور مجھ سے مصافحہ کیا تو کچھ خوف رفع ہوا اور ان سے موانست پیدا ہوئی۔ میں نے کہا تم کہاں سے آرہی ہو۔ انھوں نے کہا سبحان اللہ تمہارے جیسا آدمی یہ بات پوچھے۔ میں نے جو کی روٹی کے ٹکڑے ان کے سامنے پیش کیئے۔ انھوں نے کہا ہم اسواسطے تمہارے پاس نہیں آئے ہیں۔ میں نے کہا پھر کیوں آئے ہو۔ کہا فلاں شخص کو سلام پہنچانے کے واسطے آئے ہیں اور اس شخص کا نام اس سے پہلے ہی بتا چکے تھے۔ اور کہا ان سے کہدو کہ خوش ہو جائیں میں نے کہا تم انھیں جانتے ہو۔ کبھی ان سے ملے ہو۔ کہا ہاں ہم ان سے ملے ہیں۔ اور وہ ہم سے ملے نہیں ہیں۔ میں نے کہا اس بشارت کا تمھیں اذن ملا ہے۔ کہا ہاں۔ پھر کہا کہ وہ مشرق سے اپنے بھائیوں کے پاس سے آرہے ہیں۔ پھر وہ اسی وقت غائب ہوگئے اور میں نے انھیں پھر نہیں دیکھا۔ رضی اللہ تعالےٰ عن الجمیع ونفعنا بھم۔ آمین۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بشارت تائید کرتی ہے اس حکایت کی جو اس شیخ مبشر مذکور نے خواب میں دو صالحوں کو دیکھا۔ کہہ رہے ہیں کہ تمھیں یا ہمیں زمین نہیں نگلیگی یہاں تک کہ تمھیں ہمارے پاس کھینچ لائیں اور وہ قصہ بھی اس کا مؤید ہو کہ انھیں بزرگ کی نسبت بعض مشائخ نے جو اکابر اولیا میں تھے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص حطیم کعبہ کے اندر کھڑے ہوئے ہیں اور ان کا سر کعبہ کی چھت کے برابر ہے اور ان مشائخ سے کہہ رہے ہیں کہ فلاں شخص کو میرا سلام پہنچاؤ۔ اور ان سے یہ بھی کہدو کہ ہمارے آنے تک وہ صبر کریں۔ میں نے کہا آپ کون ہیں۔ کہا میں خضر ہوں۔ رضوان اللہ علیہ ونفعنا والمسلمین بہ۔ آمین۔

اسی طرح ایک صالح سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے خواب میں کہا گیا کہ فلاں شخص سے کہدو کہ اپنی طلب سے زیادہ کی بشارت تمھیں دی جاتی ہے اور تمہارے مطلوب میں بطور امتحان تاخیر کیگئی ہے۔ پھر کہا جو کچھ اخیر عمر میں ہو جائے وہ اچھا ہے اور اس کا نتیجہ بھی اچھا ہے۔ اے اللہ ہم سے تو اپنے لائق معاملہ کر اور ہمارے لائق معاملہ نہ کر۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھ سے انھیں بزرگ نے جن کا ذکر پہلے ہوا ہے فرمایا کہ میں نے شام کے ایک ساحل پر ایک جوان کو اپنے قریب دیکھا۔ ہم تین دن تک وہاں رہے۔ نہ وہ میرے پاس آئے نہ میں ان کے پاس گیا۔ پھر میرے جی میں آیا کہ میں ان سے مل کر بات چیت کروں چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور سلام کر کے دو رکعت نماز

کی نیت سے تکبیر تحریمہ کہی۔ لیکن نماز میں اپنے پہلو کی طرف دیکھ بھی لیتا تھا۔ ناگاہ وہ شخص میری نظر سے غائب ہو گئے۔ صرف مصلیٰ اور نعلین وہاں رکھے رہے اور انکا پتہ نہ چلا۔ اسی طرح میں نے اکثر جنگلوں میں فقراء سے ایسے واقعات دیکھے ہیں بعض تو فی الحال مجھ سے غائب ہو گئے اور بعض مجھ سے ملکر بات چیت بھی کرتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

میں کہتا ہوں کہ یہ سید صاحب جن کا تذکرہ اوپر گذرا انھوں نے صرف ایک وضو سے بارہ دن تک نماز ادا کی ہے اور آپ کے اس کتاب کی تالیف کے زمانہ تک پندرہ برس گذر گئے کہ آپ نے زمین پر پہلو نہ لگایا۔ اور کئی روز گذر جاتے ہیں جن میں آپ کچھ نہیں کھاتے۔ اگر کھاتے تو تھوڑی سی چیز خشک سخت کھالیا کرتے۔ مجھ سے بڑی موافقت کے بعد میرے ساتھ صرف ایک ٹکڑا گوشت کا منیٰ میں تناول فرمایا۔ اور فرمایا انھیں بہت سال ہو گئے کہ بلا اپنے اختیار کے حج کرتے ہیں۔ کیونکہ منکرات اور آفات دیکھکر انکا جی نہیں چاہتا۔ مگر ان کو حج کا حکم ہوتا ہے تو ناچار حاضر ہوتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔

حکایت (۱۰۴۱) ایک بزرگ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ سیاحت اور بزرگوں کی زیارت کی غرض سے عراق کی جانب میں نے سفر کیا ایک شہر مجھے نظر آیا میں اسکی طرف گیا تاکہ کوئی آرام کی جگہ تلاش کروں۔ ایک ویران مکان نظر آیا جو شہر کے کنارے پر واقع تھا اور اس کے آثار مٹ رہے تھے۔ میں وہاں تھوڑی دیر بیٹھا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں ایک ہاتف نے مجھ سے کہا کہ تیرے پہلو کی دیوار میں ایک دفینہ ہے اسے تو نکال لے اس کا کوئی مالک نہیں ہے وہ تیری ملک ہے۔ اسے لیجا۔ یہ دیکھ کر میں جاگ اٹھا۔ اور اپنے پہلو کی جانب دیکھا تو ایک لکڑی پڑی ہے۔ اس سے دیوار کھودنے لگا۔ ذرا ہی سا کھودا تھا کہ ایک کپڑے کا ٹکڑا ملا جس میں پانچسو دینار بندھے ہوئے تھے۔ میں نے اسے اپنے دامن میں باندھا اور اس مکان سے نکلا اور اس سوچ میں پڑ گیا کہ اسکو کیا کروں۔ کبھی خیال آتا تھا کہ اسے فقراء کو دیدوں۔ کبھی خیال آتا تھا کہ اسکی دکان خرید کر فقراء پر وقف کردوں۔ اور اور خیال آنے لگے۔ اس رات جب میں سویا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا۔ اے فقیر ارادت اور دنیا کی زیادت کی طلب دونوں جمع نہیں

ہوتے اور اپنی شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملائی۔ پھر فرمایا کہ یہ جزیرہ خضر والے ابوالعباس کے پاس جو بغداد کی فلاں مسجد میں رہتے ہیں لے جا اور ان کے حوالے کر دے۔ یہ خواب دیکھکر میں جاگا۔ اور تازہ وضو کر کے نماز ادا کی اور اسی وقت بغداد کی طرف روانہ ہوا اور اس مقام میں جہاں شیخ تھے پہونچا اور ان سے سارا حال بیان کیا۔ اور وہ مال ان کے حوالہ کیا۔ انھوں نے دریافت کیا کہ تم سے حضرت نے کب فرمایا تھا۔ کہا ایک ہفتہ ہوا۔ فرمایا ایک ہفتہ ہوا اے بیٹے میں نے بھی آپ کو خواب میں دیکھا تھا فرمایا کہ اگر تمہارے پاس فقیر پہنچے جس کے پاس میری بھیجی ہوئی چیز ہوگی اسے لے لیجو اور اسے خرچ کر لیجیو پھر فرمایا اے بیٹے ہمیں سات روز گذرے کہ ہمارے یہاں کھانے کو کچھ نہیں ہے اور ایک شخص کا ہم پر کچھ قرضہ ہے وہ بھی سخت تقاضا کر رہا ہے۔ اب اللہ نے وہ فاقہ تیرے ہاتھ سے دفع کیا۔ پھر فرمایا میں خدا کے واسطے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارے یہاں قیام کر اور ایک لڑکی کا میں تیرے ساتھ عقد کئے دیتا ہوں۔ میں نے کہا حضرت میں یہ کیونکر کر سکتا ہوں اور میں اللہ تعالےٰ کے شغل میں مشغول ہوں اور جو کچھ مجھ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں۔ فرمایا اچھا تین دن تک ہمارے یہاں مہمان رہو۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ تین دن تک وہ میرے ہی ساتھ رہے صرف کام کے وقت چلے جاتے تھے۔ پھر میں انھیں وداع کر کے روانہ ہوا۔ رضی اللہ عنہما۔

حکایت (۴۰۲) ایک فقیر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں

ملک خراسان کے ایک شہر میں داخل ہوا اور بازار میں جا رہا تھا کہ مجھے ایک خوبصورت جوان راستہ میں ملے اور سلام کیا اور میرے پیچھے پیچھے ہو لئے جب میں بازار سے نکلا تو کہا خدا کے لئے میرے مہمان ہو جاؤ میں ان کے ساتھ گیا اور وہ مجھے ایک خوبصورت گھر میں لے گئے جہاں خیر کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ مجھے بٹھا کر تھوڑی دیر وہ غائب ہوئے اور ایک بڑے بوڑھے آدمی کو ہمراہ لے آئے مجھ سے کہا یہ میرے باپ ہیں ان کے واسطے دعا کرو۔ میں ان کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ وہ شخص کھانا لے آئے ہم نے کھانا کھایا۔ اور ہاتھ دھو کر میں جانے لگا

تو اس نے کہا۔ آپ تین دن تک میرے مہمان ہیں۔ چنانچہ میں تین دن تک ان کے یہاں رہا۔ ہر روز وہ میرا اکرام زیادہ کرتے تھے جب چوتھا روز ہوا تو میں نے رخصت ہو کر نکلنا چاہا تو اس شیخ نے کہا اے بیٹے آج تم میرے مہمان ہو۔ اُس دن میں نے شیخ کے یہاں قیام کیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو خدا حافظ کہہ کے کھڑا ہوا اور رخصت ہو کر چلا تو وہ جوان پھر میرے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب میں شہر پناہ سے باہر نکلا تو اس نے مجھے رخصت کیا اور روٹی اور حلوہ اور ایک بٹوہ مجھے دے کر کہا۔ حضرت یہ راستہ کا توشہ ہے۔ اسے قبول فرمالیجئے۔ میں اسے لیکر دو دن متواتر چلا اور ایک دوسرے شہر میں داخل ہوا اور فقراء کو تلاش کر رہا تھا، تاکہ جو کچھ پاس ہے وہ ان کے حوالہ کروں اتنے میں ایک خوبصورت شیخ میرے سامنے آئے۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ اور دل میں آیا کہ یہ شخص ولی اللہ ہے۔ چونکہ نماز کا وقت قریب آگیا تھا میں مسجد میں داخل ہوا اور نماز ادا کر کے بیٹھا رہا۔ مجھے نیند آگئی اور میں سو گیا۔ خواب میں ایک ہاتف نے مجھ سے کہا کہ وہ بٹوہ جو تمہارے پاس ہے اُس شیخ صالح کو جو ابھی تمہارے سامنے سے گذرے تھے دیدو۔ وہ اللہ کے صالح بندے ہیں۔

میں اسی وقت بیدار ہوا اور اُن کی تلاش میں نکلا اور کہا۔ اے اللہ انھیں شیخ کی حرمت سے ان کی ملاقات کرا دیجئے۔ ابھی یہ دُعا پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ وہی بزرگ نہر سے لوٹے میں پانی لئے ہوئے میرے سامنے آئے۔ میں نے بٹوہ کھولا تو اسمیں پانچ دینار اور پانچ درہم تھے میں نے انھیں جمع کیا اور ان کا ہاتھ چوم کر ان کے ہاتھ میں رکھ دیا، انھوں نے وہ دام لے لئے۔ اور فرمایا۔ اے بیٹے جو غیر اللہ پر نظر رکھتا ہے اسے خدا کے یہاں سے کچھ نہیں ملتا۔ میں نے کہا حضرت میرے واسطے خدا سے دُعا کیجئے کہا۔ یحفظک اللّٰہُ ویحفظ بک ویحفظ علیکَ۔ میں نے کہا۔ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا اخلاص کو لازم پکڑ اور اپنے اور اللہ کے درمیان جو عہد ہے۔ اسکی نگہداشت رکھ۔ پھر مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حکایت (۴۰۳) حکایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو فقراء کے ہاتھ انھیں کے حق ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا لوگوں نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو اور اپنے آپ کو کیوں بیچتے ہو۔ کہنے لگا۔ اے قوم یہ فعل ایک ایسے امر کی وجہ سے

کیا ہے جس سے مجھے اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک دن میں سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے میرے سامنے آکر کھڑے ہوئے ایک نے پوچھا کہ تم اس ارشاد خداوندی اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَان کے متعلق کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا خدا جانے، انھوں نے کہا۔ جواب دینا تو ضرور ہے۔ میں نے کہا جو شخص اللہ کا بندہ ہوتا ہے، اسپر دشمن کا بس نہیں چلتا۔ دوسرے فرشتے نے پوچھا عبد کے کیا اوصاف ہوتے ہیں۔ میں نے کہا خدا جانے۔ اس نے کہا جواب تو تمھیں ضرور ہی دینا ہوگا۔ میں نے کہا عبد کی صفت یہ ہے کہ آقا کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور اس کے جملہ ممنوعات سے پرہیز کرے۔ یہ سنکر وہ غائب ہوگئے۔ جب صبح کے وقت میں بیدار ہوا تو اپنی حالت کو میں سوچنے لگا تو اپنے کو عبودیت کے قابل پایا نہ مراقبہ کے اور نہ سوا فقراء کے کسی کو جامع ان صفاتِ محمودہ کا پایا۔ پھر بھی خیال آیا کہ اپنے آپ کو ان کے ہاتھ فروخت کردو تاکہ بندوں ہی کا غلام بنا رہوں۔ اب میں ان کے غلاموں کا غلام ہوں۔ پھر رو کر کہا قسم ہے اس کے حق کی کہ میں نے اپنے کو نہ اسکی مجالست اور مراقبہ کے قابل پایا اور نہ اسکی خدمت کے لائق پایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ایک فقیر کی حکایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بال بچوں کے نفقہ کو سوچ رہا تھا، تھوڑی دیر تک میرا قلب مشغول رہا اور آرام کے لئے تھوڑی دیر سویا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک جزیرے میں وسطِ سمندر میں ہوں اور میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے کھانا پانی یہاں پر کہاں سے ملیگا اور ایک ہاتف مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اے شخص اگر تیرا رزق سات دریا کے پار ہوگا جب بھی تیرے پاس پہنچے گا۔ میں خوش خوش اٹھا اور وہ فکر مجھ سے زائل ہوگئی۔ پھر اسکے بعد بعض دوستوں کے ذریعہ ایک ہدیہ میرے پاس ایسے شخص کا آیا جس کا مجھے وہم بھی نہ تھا۔ میں نے کہا سچ فرمایا حق تعالےٰ نے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور تقوےٰ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کے لئے مخرج نکال دیتے ہیں اور ایسی جگہ سے اُسکو روزی پہنچاتا ہے جہاں اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۴۴۰) بعض مشائخ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہ اپنی بی بی پر عاشق تھے۔ ایک دن اپنی بی بی کے ہمراہ گھر میں سوئے تھے کہ ان پر ایک حالت طاری ہوئی۔ انھوں نے اس حالت میں جو کچھ کہا وہ بی بی سنتی رہیں اور وہ حالت

دیکھتی رہیں اور حالت بہت بُری تھی۔ جب مجھے افاقہ ہوا بی بی نے پوچھا۔ حضرت آپ کی کیا حالت تھی۔ میں نے کہا تم نے کیا دیکھا۔ کہا اچھا ہی دیکھا۔ میں خاموش ہو گیا۔ پھر وہ باہر نکلی۔ میں نے انھیں جانے دیا، اس نے ہمارے ایک نوکر سے کہا کہ میری ماں اور بہن کو بُلا لاؤ وہ بُلا لایا، ان کے ساتھ ملی اور ان سے بیان کیا کہ میرے زوج کا یہ قصہ ہوا اور سارا قصہ بیان کیا اور کہا میں ہرگز اسکی بی بی بن کے نہیں رہوں گی وہ مجنون ہے۔ میں اسکے ساتھ ایک گھر میں نہیں رہوں گی۔ اسکے رشتہ داروں نے بہت کچھ نصیحت کی اور واپس لوٹانا چاہا مگر اس نے انکار کیا۔ انھوں نے کہا گھر ہی میں رہو تاکہ ہم ان سے ملیں۔ جب مجھی معلوم ہوا تو میں اُسکے پاس گیا اور پوچھا تیرا کیا مقصود ہے۔ کہنے لگی جُدائی ورنہ میں اپنا خون کرلوں گی اور تم ہی اس خون کا سبب بنو گے۔ میں نے کہا ایک ہفتہ صبر کر اس نے کہا اچھا۔ اس کے بعد اسکے فراق کا سخت صدمہ ہوا اور میں اسے بہت کچھ دیکر راضی کرنا چاہتا تھا وہ نہیں مانتی تھی۔ میں نے رشتہ داروں کی ایک جماعت سفارش کے واسطے روانہ کی اُس نے اُن سے بھی انکار کر دیا۔ جب مجھے اُسکے ارادہ کا عزم معلوم ہو گیا تو مجھی سخت تشویش اور پریشانی لاحق ہوئی اور میری حالت متغیر ہو گئی اور میرے دل میں تشویش پیدا ہو گئی اور کسی کو اس کا ہٹانے والا نہ پایا۔ جب مہلت کے دنوں سے صرف ایک رات باقی رہ گئی اور میری حالت ناگفتہ بہ ہو گئی اور زمین مجھپر تنگ ہو گئی تو میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور اپنا کام اس کے سپرد کر کے عزم بالجزم کر لیا کہ جو کچھ وہ کرے میں اُسپر راضی ہوں اور میں نے یہ دعا پڑھی اللّٰھم یا عالم الخفیات ویا سامع الاصوات یا من بیدہ ملکوت الارض والسماوات و یا مجیب الدعوات استغیث بک واستجرت بک یا مجیر اجرنی ۳۲ مرتبہ پھر میں بیٹھا رہا۔ جب نصف رات گذری اور قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھا تھا، ناگاہ وہ گھر میں داخل ہوئی اور میرے پاؤں چومنے لگی اور کہا میں خدا کے لئے تم سے سوال کرتی ہوں کہ مجھ سے راضی ہو جاؤ اور میں اپنے فعل سے توبہ کرتی ہوں۔ اور اللہ کی طرف رجوع کرتی ہوں اور اس سے سوال کرتی ہوں کہ وہ میری توبہ قبول

کر لے ۔ میں نے کہا جب تک مجھے اسکی وجہ نہ بتاؤ گی میں راضی نہ ہوں گا۔ اس نے کہا میں رات اپنے ارادہ پر مصر تھی ایک شخص میرے خواب میں آیا اسکے ایک ہاتھ میں کوڑا اور دوسرے میں چھری تھی۔ اور کہا اگر اس بات سے تو رجوع نہ کریگی تو تجھے اس چھری سے ذبح کر دونگا پھر میری پشت پر تین کوڑے لگائے۔ میں ڈر کر اٹھ بیٹھی اور ان کوڑوں کی سوزش میرے قلب پر تھی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سو گئی تو پھر اس شخص کو دیکھا اسکے ہاتھ میں کوڑا اور چھری تھی۔ اور کہا کیا میں نے تجھے نصیحت نہیں کی۔ میں نے تجھے نہیں ڈرایا اور حکم نہیں کیا اور ہاتھ اٹھایا۔ اتنے میں گھبرا کر میں چونک اٹھی اور تمہارے پاس دوڑی آئی تاکہ تم میری توبہ قبول کر لو اور مجھ سے راضی ہو جاؤ اور اللہ سے میرے لئے دعا کرو۔ پھر اس نے کپڑا اٹھایا تو تین زخم میں نے دیکھے۔ میں نے کہا خدا تیری اور میری توبہ قبول کرے۔ میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں راضی ہو گیا۔ اس نے کہا میں اپنا مہر اللہ کے شکر میں تمھیں معاف کرتی ہوں اور میرے پاس زیور کے بیس درہم ہیں وہ بھی اور میرا کپڑا بھی اللہ کے شکر میں فقیروں کا ہے۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنا عہد پورا کیا اور میں نے بھی سوچا کہ اللہ نے اپنے لطف و کرم سے جو کچھ مجھ پر عنایت فرمائی یہ اسکے فعل پر راضی رہنے کا نتیجہ ہے اور یقین ہو گیا کہ کل کام اللہ سبحانہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ پھر میں اسکے ساتھ سات سال تک نہایت عیش و سرور میں رہا اور اللہ کے ہر فعل پر راضی تھا۔ پھر وہ بی بی مر گئیں۔ رحمۃ اللہ علیہا۔ بعد موت کے میں نے انھیں خواب میں دیکھا کہ نہایت خوب صورت اور عمدہ عمدہ زیور اور لباس جو وصف سے باہر ہیں پہنے ہوئے نظر آئیں۔ میں نے کہا خدا تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تو نے کیا پایا۔ کہا تم دیکھ ہی رہے ہو۔ اب میں تمہاری ملاقات کی منتظر ہوں۔ جیسا تم مجھ سے راضی ہوئے خدا تم سے راضی ہووے۔

اور ایک فقیر سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی۔ میں جو کچھ اسے حکم کرتا بجا لاتی تھی۔ میں نے اس سے کہا اے لونڈی تو مجھے کوئی شعر پڑھ کر سنا سکتی ہے اس نے کہا ہاں۔ اے آقا۔ میں نے کہا تو سناؤ۔ اس نے یہ شعر سنایا ؎

فلولاک یا لیلی ولولاک یا نعمی	ولولاک ما طبنا ولا طابت الدنیا

(ترجمہ) اگر تو اے لیلے اور تو اے نعمی نہ ہوتے + اور اگر تو نہ ہوتی تو نہ ہم اچھے رہتے نہ دنیا اچھی لگتی۔ میں نے کہا خوب سنایا اس کا عوض کیا مانگتی ہے تجھے آزاد کر کے کچھ مال

دیدوں تو اس کا عوض ہو جائیگا۔ اس نے کہا اے آقا تم ہی میرے مقصود ہو اور عتق تو ایک احسان ہوگا مجھ پر اور میں منعم کو چھوڑ کر نعمت کی طرف متوجہ نہیں ہوتی ہوں۔ میں نے کہا تو خدا کے واسطے آزاد ہے اور جو کچھ گھر میں ہے سب تیری ملک ہے اس کلام سے میرا دل بھر آیا اور میں اسی وقت سیاحت کے واسطے چلا گیا اور اسے چھوڑ کر ایک سال تک غائب رہا اور اسکی بات کا جب دل میں خیال آتا تھا تو تیر کی مانند دل میں چبھتا تھا اور اس حالت میں حد سے زیادہ حالات دیکھے پھر میں اپنے قدیم مکان کی طرف جسمیں ہم تھے لوٹ آیا تو اس لونڈی کو اچھے حال میں پایا۔ ایک ایک ہفتہ کا روزہ رکھتی تھی اور مہینہ میں چار دن کھایا کرتی تھی۔ میں نے اس سے نکاح کیا اور وہ میرے ساتھ ایک سال تک رہی۔ میری حالت دیکھتی تھی اور میری خدمت کرتی تھی۔ پھر دوسرے سال اسکی وفات ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

حکایت (۴۰۵) ابو الحارث اولاسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں قیدیوں کی رہائی کے وقت حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ جو قیدی سواری سے اتر کر آتا تھا تو مالِ سلطان میں سے کچھ لے لیتا تھا میں نے کہا خدا کی قسم ان میں کوئی بھی تو ایسا نہیں جو اس مال سے بچتا ہو۔ چند روز کے بعد ایک شیخ آئے انپر بھی دراہم اور خلعت اور طعام پیش کیا گیا انھوں نے اس سے کچھ نہ لیا۔ میں نے جی میں کہا اللہ اکبر اور ان کے پیچھے ہو لیا اور پاس پہونچکر اپنے پاس جو پاک مال تھا اُسے پیش کیا اور کہا اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے زمین کو اولیاء اللہ سے خالی نہیں رکھا ہے۔ انھوں نے میرے دراہم قبول نہیں کئے اور ساحل کے ریت پر ہاتھ مارا فوراً ہی وہ ریت سرخ اور سبز یاقوت بنگیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا جس کا اپنے مالک کے ساتھ یہ حال ہو وہ دراہم کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ میں نے کہا اے حبیب اپنی اس حالت کے باوجود ملک روم میں آپ کیا عمل کرتے تھے فرمایا۔ میں نے اللہ کے ساتھ ایک معاہدہ میں خطا کی اور ادب کا لحاظ نہیں رکھا اسکی سزا میں قید ہوا۔ جب میں نے توبہ کی تو اس نے قبول فرمالی۔ پھر مجھے شرم آئی کہ میں شہر روم سے نکلوں اور مسلمان وہیں قید رہیں انکو وہیں چھوڑ دوں۔ اس سبب سے ان کے قید سے رہا ہونے تک میں نے تاخیر کی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۴۰۶) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں تھا میرے پاس ایک شخص یمنی آئے اور کہا میں تمہارے واسطے ایک ہدیہ لایا ہوں

پھر اپنے ساتھ کے ایک آدمی سے کہا تو اپنا واقعہ بیان کر۔ اس نے کہا کہ میں صنعا سے بارادۂ حج چلا اور ایک جماعت میرے ساتھ آئی ان میں سے ایک نے کہا۔ جب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے تو ہماری جانب سے بھی آپ کو اور آپ کے دونوں صحابیوں کو سلام پہنچا دیجیو جب میں مدینۂ منورہ میں داخل ہوا تو اس شخص کا سلام بھول گیا اور بغیر ان کا سلام پہنچائے ہوئے ہم ذی الحلیفہ پر احرام کے واسطے پہونچے۔ جب میں نے احرام کا ارادہ کیا تو اس وقت وہ امانت مجھے یاد آئی میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میری سواری سنبھال رکھو میں ایک ضرورت سے مدینہ منورہ جاتا ہوں۔ انھوں نے کہا ابھی قافلہ کوچ کریگا۔ اندیشہ ہی کہ تم قافلہ سے مل نہ سکو گے۔ میں نے کہا تم میری سواری کو اپنے ساتھ لے چلو یہ کہہ کر میں مدینۂ منورہ کو لوٹ گیا۔ وہاں جاکر نبی علیہ السلام اور دونوں صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہما کو اس شخص کا سلام پہونچایا۔ اسوقت تک بہت رات گذر گئی تھی۔ ایک شخص میرے سامنے سے گذرا تو میں نے ان سے رفقاء کا حال پوچھا انھوں نے کہا وہ روانہ ہو گئے۔ میں مسجد کی جانب واپس لوٹا اور یہ خیال کیا کہ اگر دوسرے کوئی ساتھی ملجائیں تو چلا جاؤں گا۔ یہ سوچکر میں سو گیا اخیر شب میں میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص یہی ہے آپؐ نے میری طرف التفات فرمایا اور فرمایا ابوالوفا میں نے کہا یا رسول اللہ میری کنیت ابوالعباس ہے فرمایا تم ابوالوفا ہو۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر بیت الحرام میں بٹھا دیا۔ میں مکۂ معظمہ میں آٹھ دن رہا۔ اسکے بعد قافلہ پہنچا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۴۰۷) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم چند آدمی کوہِ لبنان پر گئے تاکہ وہاں کے رہنے والے عابدوں اور زاہدوں میں سے کسی سے ملیں ہم تین دن تک چلتے تھے کہ میرے پاؤں میں چوٹ آگئی۔ میں اسی اونچے پہاڑ پر بیٹھ گیا۔ اور میرے ساتھی یہ کہکر کہ ہم گھوم کر آجائیں گے گشت کرنے چلے گئے۔ دوسرے روز تک وہ لوگ نہ لوٹے اور میں تنہا رہا۔ میں نے وضو کے واسطے پانی تلاش کیا تو پہاڑ کے نیچے ایک چشمہ ملا میں وضو کرکے نماز کے واسطے کھڑا ہوا مجھے ایک قاری کی آواز آئی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو آواز کی طرف کو چلا۔ ایک غار نظر آیا

میں اسمیں داخل ہوا تو اسمیں ایک نابینا شخص بیٹھے تھے۔ میں نے انھیں سلام
کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور کہا تم جن ہو یا آدمی میں نے کہا آدمی ہوں۔ کہا لا الہ الا اللہ
وحدہ لاشریک لہ میں نے یہاں تیس برس سے آدمی نہیں دیکھا سوا تمہارے۔ پھر فرمایا
شاید تم تھک گئے ہوگے۔ لیٹ جاؤ۔ میں غار کے اندر داخل ہوا تو وہاں تین قبریں برابر
برابر بنی تھیں۔ میں ان قبروں کے پاس سو گیا۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو انھوں نے مجھے آواز
دی کہ خدا تمپر رحم کرے نماز کا وقت ہے۔ میں نے ان سے زیادہ اوقات صلوٰۃ کا جاننے والا
کسی کو نہ پایا۔ میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی اور وہ عصر تک پڑھتے رہے۔ جب
عصر کی نماز پڑھ چکے تو کھڑے ہوکر یہ دعا مانگی اللھم اصلح امۃ محمد اللھم ارحم
امۃ محمد اللھم فرج عن امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ جب ہم مغرب کی نماز
ادا کر چکے تو میں نے دریافت کیا کہ یہ دعا آپ کو کہاں سے پہونچی ہے۔ فرمایا جو شخص
اس دعا کو دن میں تین بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسکو ابدال میں داخل فرمائیگا۔ میں نے
کہا آپ کو یہ کس نے سکھایا ہے۔ فرمایا تیرا ایمان اس کا متحمل نہ ہو سکے گا۔ مولف رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام عارف باللہ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر
اکابر عرفا فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر روز یہ دعا پڑھے اللھم اغفر لامۃ محمد
اللھم ارحم امۃ محمد اللھم استر امۃ محمد اللھم اجبر امۃ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پڑھے تو وہ ابرار میں لکھا جاتا ہے۔ یہ لوگ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام
کی دعا ہے۔ آمدیم بر سر مطلب۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ہم عشا کی نماز پڑھ چکے تو
فرمایا کچھ کھاؤ گے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا غار کے اندر کے درجہ میں چلے جاؤ اور
جو ملے کھالو۔ میں اندر گیا تو ایک پتھر پر اخروٹ، منقیٰ، خرنوب، سیب، انجیر
یہ سب چیزیں ایک ایک طرف رکھی ہوئی پائیں میں نے جتنا چاہا ان میں سے کھایا۔ رات
بھر وہ جاگتے ہی رہے۔ جب سحر کا وقت ہوا تو انھوں نے وتر ادا کی، پھر جو کچھ موجود تھا
اسمیں سے کھایا اور بیٹھے رہے۔ یہانتک کہ نماز صبح کی ادا کی اور بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے
حتےٰ کہ آفتاب طلوع ہوکر بقدر دو نیزوں کے بلند ہوگیا تو کھڑے ہوئے اور وضو کرکے
غار میں داخل ہوئے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ میوہ کہاں سے آتا ہے اس سے اچھا
تو میں نے کبھی نہیں کھایا۔ فرمایا یہ تم آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ اتنے میں ایک پرندہ آیا

جس کے دونوں بازو سفید اور سینہ سُرخ اور گلا سبز تھا اور اس کی چونچ میں منقے اور پاؤں کے بیچ میں اخروٹ تھے اس نے منقے کو منقے پر اور اخروٹ کو اخروٹ پر رکھا جب اس کے پروں کی آہٹ سنی تو فرمایا، تو نے دیکھ لیا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا یہی پرندہ میرے پاس یہ چیزیں لاتا ہے تیس سال سے۔ میں نے پوچھا کہ دن میں کے بار آتا جاتا ہے فرمایا سات بار۔ میں نے حساب کیا تو وہ پندرہ بار آیا اور گیا میں نے اُن سے ذکر کیا فرمایا، تمہارے واسطے اکبار ہم سے زیادہ لاتا ہے۔ ہمیں اس قصہ سے معاف کرو۔ اور ان کا لباس ایک درخت کی چھال کا تھا جو کیلے کے شکل تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آپ کے پاس آتا ہے۔ فرمایا یہی پرندہ عاشورہ کے روز دس ٹکڑے اس چھال کے لاتا ہے میں اس کا کرتہ اور پاجامہ بنا لیتا ہوں ان کے پاس ایک سوا بھی تھا جس سے وہ چھال سیتے تھے اور وہی پھٹی پرانی چھالی کے ٹکڑے اُن کے نیچے بچھے ہوئے تھے اور ان کے پاس ایک پتھر تھا جس میں پانی ڈال کر اس کا پانی بالوں پہ ملا جاتا تو بال اکھڑ جاتے تھے۔ ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا ہی تھا کہ سات آدمی ان کے پاس آئے جن کی آنکھیں لمبائی کی جانب پھری ہوئی تھیں اور سرخ تھیں اور ان کا لباس ان کے بال ہی تھے۔ مجھ سے فارسی میں فرمایا۔ ان سے نہ گھبراؤ یہ مسلمان جن ہیں۔ ایک نے سورۂ طٰہٰ آپ کو سنائی اور دوسرے نے سورۂ فرقان اور ایک نے سورۂ رحمٰن کی کچھ آیتیں آپ سے سیکھیں۔ پھر وہ چلے گئے۔ میں نے انھیں بعض مرتبہ سجدے میں یہ دعا پڑھتے سُنا۔ اللھم امنن علی باقبالی علیک واصغائی الیک و انصاتی لک والفھم عنک والبصیرۃ فی امرک والنفاذ فی خدمتک وحسن الادب فی معاملتک۔ اور اس دعا کو آواز سے پڑھتے تھے۔ میں نے کہا یہ دعا آپ نے کس سے سیکھی۔ فرمایا مجھے اس کا الہام کیا گیا۔ ایک رات میں یہ دعا پڑھ رہا تھا کہ میں نے ایک ہاتف کو کہتے سُنا کہ جب تم یہ دعا مانگو تو آواز سے مانگو۔ یہ دعا مقبول ہے۔ میں ان کے پاس چوبیس روز تک رہا۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ اپنا قصہ بیان کر۔ تو میرے پاس یہاں کیونکر پہنچا۔ میں نے قصہ بیان کیا۔ فرمایا۔ اگر تیرا یہ قصہ مجھے پہلے معلوم ہوتا تو تجھے اپنے پاس اتنے دنوں

نہ رہنے دیتا۔ تونے اپنے ساتھیوں کو پریشان کیا انھیں تاخیر کے سبب سے ندامت ہوگی۔ تمہارا ان کے پاس لوٹ جانا میرے پاس ٹھہرے رہنے سے اچھا ہے۔ میں نے کہا۔ میں راستہ نہیں جانتا۔ آپ خاموش ہو رہے۔ جب زوال کا وقت آیا تو فرمایا اٹھو چلو۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ فرمایا ادب سیکھو اور بھوکا رہنا اختیار کرو۔ مجھے امید ہو کہ تم قوم سے مل جاؤ گے اور مجھے ایک ہدیہ بھی دیا اور وہ یہ کہ فرمایا تم طواف زیارت کے دن زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان ڈھونڈو۔ ایک شخص ان صفات کا ملیگا ان سے میرا سلام کہیو اور اپنے واسطے دعا کی خواستگاری کرو۔ پھر وہ مجھے لیکر غار سے باہر نکلے۔ دیکھا تو ایک درندہ غار کے دروازہ کے باہر کھڑا ہے۔ اس سے آپ نے کچھ کہا جسے میں نہ سمجھا اور مجھ سے کہا اسکے پیچھے پیچھے چلے جاؤ جب وہ کھڑا ہو جائے اپنے سیدھے بائیں طرف دیکھنا۔ تمھیں راستہ ملجائیگا وہ درندہ تھوڑی دیر میرے آگے آگے چلا پھر کھڑا ہو گیا جب میں نے اپنے سیدھی جانب نظر کی تو دمشق کی گھاٹی نظر آئی۔ میں دمشق کی جامع مسجد میں گیا تو بعض ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے قصہ بیان کیا اور ہم سب ان کی تلاش میں نکلے اور بہت سے آدمی میرے ساتھ ہوئے چنانچہ ہم اسی پہاڑ اور چشمے پر پہونچے اور تین دن تک اس غار کو ڈھونڈا مگر اس کا پتہ نہ چلا۔ پھر انھوں نے کہا۔ یہ چیز تم پر ظاہر ہوگئی اور ہم سے پوشیدہ کیگئی ہے۔ میں ہر سال حج کرتا تھا اور اس شخص کو جس کا اس بزرگ نے پتہ دیا تھا تلاش کرتا تھا۔ وہ مجھے نہ ملے حتے کہ آٹھ برس گذر گئے۔ اس کے بعد میں نے اس شخص کو جن کا پتہ اس بزرگ نے دیا تھا زمزم اور مقام ابراھیم کے درمیان بعد عصر کے پایا۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ انھوں نے میرے واسطے چند دعائیں کیں۔ پھر میں نے کہا کہ ابراھیم کرمانی آپ کو سلام کہتے ہیں انھوں نے دریافت کیا کہ تم نے انھیں کہاں دیکھا۔ میں نے کہا کوہ لبنان پر۔ مجھ سے کہا خدا ان پر رحم کرے۔ میں نے کہا کیا ان کی وفات ہوگئی کہا اسی وقت میں نے انکو ان کے بھائیوں کے ہمراہ غار میں دفن کیا ہے اور ان کی نماز ادا کی ہے۔ جب ہم انھیں غسل دیتے تھے تو اسوقت وہ پرندہ جوان کے لئے میوہ جات لایا کرتا تھا

گر پڑا اور پر مارتے مارتے مرگیا۔ ہم نے اُسے بھی ان کے پاؤں کے پاس دفنا دیا۔ پھر وہ شخص طواف کے واسطے چلے گئے اسکے بعد میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ رضی اللہ عن الجمیع ونفعنا بہم آمین۔

حکایت (۴۰۸) ایک بزرگ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست کے ہمراہ دریا میں کشتی پر سوار ہوا۔ جب کشتی چلی تو ہوا رک گئی کشتی بانوں نے ساحل کے قریب لیجا کر لنگر ڈال دیا۔ میرے پہلو میں ایک خوبصورت جوان تھا۔ وہ شخص کشتی پر سے اترا اور سمندر کے کنارے کچھ درخت تھے ان کے درمیان گھسا اور پھر وہاں سے نکل کر کشتی پر آیا۔ جب آفتاب غروب ہوا تو انھوں نے مجھ سے اور میرے ساتھی سے کہا کہ میں ابھی مرنے والا ہوں اور تم سے میری ایک حاجت ہے۔ ہم نے کہا وہ کیا۔ کہا جب میں مرجاؤں تو اس گٹھری کے کپڑوں میں مجھے کفنا کر دفناؤ اور میرے پہنے ہوئے کپڑے اور یہ لوٹا اپنے ساتھ رکھ لو اور جب تم شہر صور میں پہنچو تو جو شخص تم سے پہلے ملاقات کرے اور کہے کہ امانت لاؤ تو اُسکے حوالے کر دو۔ جب ہم مغرب کی نماز ادا کر چکے تو اس شخص کو ہلایا تو وہ انتقال فرما چکے تھے۔ ہم انھیں کنارے پر اٹھا کر لے گئے اور غسل دیا۔ اور میں نے ان کی گٹھری کھولی اسمیں دو سبز کپڑے تھے جن پر زرین تحریر تھی اور ایک سپید کپڑا تھا اور اسمیں ایک تھیلی تھی جس کے اندر کچھ تھا۔ اسکی صورت تو کافور کی سی تھی لیکن خوشبو مشک کی اس سے آتی تھی۔ ہم نے انھیں غسل دے کر وہ کفن پہنایا اور وہ کافور لگایا اور جنازہ کی نماز پڑھ کر انھیں دفنایا۔ جب ہم شہر صور میں پہنچے تو ہمارے پاس ایک خوبصورت امرد لڑکا آیا۔ اس کے کپڑے پسینہ میں بھیگے ہوئے تھے اور سر پر ریشمین رومال بندھا ہوا تھا۔ اس نے آکر ہمیں سلام کیا اور کہا امانت لاؤ۔ ہم نے کہا ہاں لیجئے۔ مہربانی فرمائیے مگر ہمارے ساتھ اس مسجد میں چل کر ایک مسئلہ حل کر دیجئے۔ کہا اچھا ہم انھیں لیکر مسجد میں گئے اور کہا یہ بتلائیے وہ مرنے والا شخص کون تھا اور آپ کون ہیں اور اُن کو وہ کفن کس نے دیا تھا۔ کہا وہ شخص اُن چالیس

ابدال ہیں سے ایک تھا اور میں ان کا قائم مقام ہوں اور کفن ان کو حضرت خضر علیہ السلام نے لا دیا تھا اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ وہ مرنے والے ہیں۔ پھر اُس لڑکے نے ہمارے پاس کے کپڑے لیکر پہنے اور اپنے اتارے ہوئے کپڑے ہمیں دیئے اور کہا۔ اگر تمھیں اسکے پہننے کی ضرورت نہ ہو تو اسے بیچ کر اسکی قیمت صدقہ کر دو ہم نے وہ کپڑے لے لیئے اور پاجامہ ایک پھیری والے کو بیچنے کے واسطے دیا۔ ناگاہ وہ پھیری والا ایک جماعت کو ہمراہ لیئے ہمارے پاس آیا اور ہمیں ایک بڑے مکان میں لے گئے۔ وہاں ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور ایک بڑے بوڑھے آدمی رو رہے تھے اور اندر سے عورتوں کے رونے کی آواز بھی آرہی تھی۔ جب ہم اُس شیخ کے پاس پہونچے تو انھوں نے پاجامہ اور کمر بند کا حال دریافت کیا۔ میں نے سارا قصہ ازاول تا آخر کہہ سنایا۔ اُسی وقت وہ سجدے میں گر پڑے۔ پھر سر اُٹھا کر کہا۔ شکر ہے اس اللہ کا جس نے میری پشت سے ایسا آدمی پیدا کیا۔ پھر اسکی ماں کو بلایا اور ہم سے کہا۔ اس سے یہ قصہ بیان کرو۔ ہم نے بیان کیا۔ پھر شیخ نے اس سے کہا اللہ کا شکر کر جس نے تجھے ایسا لڑکا دیا۔

کئی سال کے بعد ایک دن میں عرفات پر کھڑا تھا ناگاہ ایک جوان ریشمی رومال اوڑھے میرے سامنے آئے اور مجھے سلام کر کے پوچھا۔ مجھے پہچانتے ہو۔ میں نے کہا نہیں، کہا میں وہی ہوں جس کو تم نے شہر صور میں امانت پہنچائی تھی پھر مجھے وداع کر کے غائب ہو گئے اور کہا اگر میرے ساتھی منتظر نہ ہوتے تو میں تمہارے پاس ٹھہرتا۔ پھر وہ چلے گئے۔ اتنے میں میرے پیچھے سے ایک شیخ مغربی آئے میں انھیں پہچانتا تھا۔ وہ ہر سال حج کو آیا کرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم اس جوان کو کہاں سے جانتے ہو میں نے کہا یہ چالیس ابدال میں سے ایک ہیں۔ کہا اب تو وہ دس ابدال میں سے ایک ہیں۔ ان کے وسیلہ سے لوگ فریاد رسی کے لئے جاتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ وامثالہ۔

حکایت (۴۰۹) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں دس آدمیوں کے ہمراہ کوہ لکام پر گیا۔ کئی دن ہم وہاں سیر کرتے رہے اور پہاڑ سے اُتر کر ایک میدان میں پہنچے۔ وہاں ایک میٹھے پانی کا تالاب تھا۔ اس کے کنارے

ایک سفید سنگ مرمر کی مسجد بنی ہوئی تھی اور ایک چشمہ مسجد کے ایک پتھر
کے نیچے سے بہکر اس تالاب میں جا ملتا تھا ہم اس مسجد میں بیٹھ گئے۔ جب ظہر کا وقت
آیا تو ایک شخص نے آکر اذان کہی اور اندر آکر ہمیں سلام کیا اور دو رکعتیں پڑھیں اور
اقامت کہی۔ اتنے میں ایک شیخ تیس آدمیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ اور
محراب میں جا کھڑے ہوئے اور ہمیں نماز پڑھا کر فارغ ہوئے۔ پھر چلے گئے اور ہم سے
کچھ نہ کہا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو ہم ہی نے نماز ادا کی اور ان میں سے کوئی نہ آیا۔
جب مغرب ہوئی تو اس شخص نے اذان کہی اور شیخ نے آکر نماز پڑھائی۔ پھر شفق سرخ
کے غائب ہونے تک نماز پڑھتے رہے پھر اذان دیگئی اور انھیں شیخ نے عشا کی نماز پڑھائی اور
چلے گئے۔ نہ ہم نے ان سے کچھ کلام کیا نہ ہم سے انھوں نے کلام کیا۔ جب تھوڑی دیر
گذری تو ایک شخص ان میں سے کچھ لئے ہوئے آیا اور مسجد کے ایک کونہ میں رکھکر ہم سے کہا چلو
خدا تم پر رحم کرے۔ ہم اسکے پاس گئے تو دیکھا کہ ایک سفید دسترخوان ہے۔ ویسا
ہم نے کبھی نہ دیکھا تھا اور اسے کھولا تو اسکے اندر ایک سبز زمرد کا سرپوش تھا اور
اس کے نیچے ایک سرخ یاقوت کا خوانچہ تھا اُس پر ایک کھانا ثرید کے مثل چنا ہوا تھا
ہم نے اسمیں سے کھایا۔ لیکن ہمارے کھانے سے اسمیں کچھ کمی نہ ہوئی۔ صبح کے
وقت وہ شخص آیا اور خوانچہ اٹھا کر لے گیا پھر اذان اور اقامت کہی اور اس شیخ نے
آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اور محراب میں بیٹھ کر قرآن شریف ختم کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ
کی حمد و ثنا کی اور ایک اچھی دعا مانگی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر
ایک دو فرض مقرر فرمائے ہیں اور سب لوگ اس سے غافل ہیں۔ میں نے کہا
خدا آپ پر رحم کرے وہ کیا ہیں۔ فرمایا خدا تمہارا جبر مافات کرے آگے آؤ اور
مجھے جماعت سے آگے بٹھایا۔ اور کہا۔ ہاں خدا تمہارا جبر مافات کرے۔ اے
میرے بیٹے اللہ جلیل جل جلالہ نے فرمایا۔ اِنَّ الشَّیطٰنَ لَکُم عَدُوٌّ
اور اُس کی تعریف برائی کے ساتھ کی۔ پھر فرمایا فَاتَّخِذُوہُ عَدُوًّا۔ یعنی
شیطان تمہارا دشمن ہے اُسے دشمن ہی بنائے رکھو۔ یہ ہمکو اللہ کا حکم ہے کہ اسے
دشمن بنائے رکھیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہم اُسے کیونکر دشمن بنائے رکھیں اور اس سے
بچیں۔ فرمایا سُن اللہ تجھ پر رحم کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کے واسطے

سات قلعے بنائے ہیں۔ میں نے کہا وہ کون سے قلعے ہیں۔ فرمایا پہلا قلعہ سونے کا وہ معرفتِ الٰہی ہے۔ اور اس سے آگے چاندی کا قلعہ ہے۔ اور وہ ایمان کا قلعہ ہے۔ اور اس سے آگے لوہے کا قلعہ ہے اور وہ توکل علی اللہ ہے اور اُسکے گرد پتھر کا قلعہ ہے اور وہ شکر اور رضا ہے اور اسکے گرد اینٹوں کا قلعہ ہے اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اُن کی بجا آوری ہے اور اسکے گرد زمرد کا قلعہ ہے وہ صدق اور اخلاص ہے جمیع احوال میں اور اسکے گرد تازہ موتیوں کا قلعہ ہے۔ وہ نفس کی اصلاح اور تادیب ہے۔ مومن ان سات قلعوں کے اندر ہے اور ابلیس ان کے باہر رہتا ہے اور کتے کی مانند بھونکتا ہے اور مومن پروا نہیں کرتا کیونکہ وہ ان قلعوں کے اندر محفوظ ہے۔ پس مومن کو لازم ہے کہ کسی حال میں اپنے نفس کی اصلاح نہ چھوڑے اور کسی حالت میں اس سے سستی نہ کرے کیونکہ جو شخص نفس کی تادیب چھوڑ دیتا ہے اور اسکی اصلاح میں سستی کرتا ہے اسے رسوائی ہوتی ہے اوپر سے بوجہ ترکِ ادب کے اور ابلیس لعین اُس کے درپے ہوجاتا ہے اور اسکی تاک میں لگا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ پہلے قلعہ پر قابض ہوجاتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے سارے قلعے لے لیتا ہے اور ترک ادب کی وجہ سے اللہ کیطرف سے خسارہ اور خذلان ہوتا ہے جب ساتوں قلعے لے چکتا ہے تو اسے کفر میں پھنساتا ہے اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل کرتا ہے۔ نعوذ باللہ من جمیع ذالک۔ ہم اللہ تعالےٰ سے توفیق اور حسنِ ادب کی استدعا کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے فرمایا ہاں خدا تعالےٰ تمہارا جبر نقصان کرے۔ اللہ کی رضا میں کوشش کرو جس قدر کہ تم اپنے نفس کی رضا میں کوشش کرتے ہو۔ اور دنیا کا کام اُسکی زندگی کی مقدار پر کرو۔ اللہ کی طاعت اتنی کرو جتنی تم کو اس سے حاجت ہے اور ابلیس کی اطاعت اتنی کرو جتنا وہ تمہارا خیر خواہ ہے۔ وہ خیر خواہی دھوکے کے واسطے کرتا ہے۔ اور گناہ اس قدر کر جتنی تجھ میں دوزخ کی برداشت ہو اور زبان کو ایسی باتوں سے جس میں ثواب نہیں ہے روکے رکھ جیسا کہ تو نے اپنے کو ایسی تجارت سے باز رکھا ہے جس میں کوئی نفع نہ ہو اور چار چیزیں چار چیزوں کے واسطے چھوڑ دے۔ پھر تجھے پروا نہیں کہ تو کس وقت مرے۔ اول خواہش نفسانی کو جنت میں پہونچ جانے تک چھوڑدے

رکھ اور نیند کو قبر میں جانے تک اور آرام کو پل صراط سے گذر جانے تک۔ اور فخر کو نامۂ اعمال کے تولے جانے تک روکے رکھ۔ یہ کہکر وہ بزرگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔ ہم اس دن وہیں رہے۔ جب رات ہوئی تو وہی شخص اس خوان میں ویسا ہی کھانا لے آیا۔ ہم نے کھایا۔ اسی طرح ہم تین دن وہاں رہے۔ جب چوتھا دن ہوا تو ہم نے شیخ سے رخصت چاہی۔ آخر میں آپ نے یہ فرمایا۔ اے جوانو یہاں کا ذکر پوشیدہ رکھو خدا بھی دنیا و آخرت میں تمہارے عیب چھپائے ہم ان کے پاس سے نکل کر اس میدان میں پھلدار درختوں کی جانب سے ہوتے ہوئے چلے ان میں ہر قسم کے میوے لگے تھے۔ ہم نے دُور سے نہر کے کنارے ایک پرندہ کھڑا ہوا دیکھا۔ جب ہم قریب ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ اُسکی دونوں آنکھیں پھوٹی ہوئی تھیں۔ ہم اُس کی حالت پر تعجب کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک سیاہ شہد کی مکھی آئی، اُس کے پیچھے بہت سی شہد کی مکھیاں اور تھیں اُس مکھی نے آکر اس پرندے کو پاؤں سے دبایا اس نے منہ کھول دیا اور اس مکھی نے اُسکے منہ میں شہد لا رکھا، اسکے بعد ساری مکھیاں شہد لے کر اُسکے منہ میں گھستی گئیں۔ اور شہد رکھتی گئیں حتیٰ کہ اس کا منہ شہد سے بھر گیا۔ اُس نے چونچ بند کر لی۔ اسمیں سے کچھ نیچے گرا تو اسی کو لیکر میں نے چاٹا اور وہاں سے لوٹ آئے خدا ان پر اور جملہ صالحین پر رحم فرمائے۔ آمین۔

میں کہتا ہوں کہ شیخ مذکور نے جو فرمایا کہ شیطان لعنۃ اللہ علیہ قلعوں پر یکے بعد دیگرے قبضہ کر کے انسان کو کفر تک پہنچا کر دوزخ میں داخل کرتا ہے یہ قول نہایت خوبی اور تحقیق کا ہے لیکن کبھی صرف بعض قلعوں پر قابض ہو جاتا ہے اس سے آدمی کو فسق پر پہنچا دیتا ہے جس کا نتیجہ دوزخ ہے۔ اگرچہ خلود نہ ہو۔ کبھی پورا غلبہ کر کے فسق پر نہیں پہنچاتا بلکہ ایمان کو ضعیف کر دیتا ہے۔ اُس وقت اگرچہ مستحق نار نہیں ہوتا لیکن ایمان کامل والوں کے مرتبے سے گر جاتا ہے۔ اسی قسم کا تفاوت ان قلعوں کے درمیان بھی ہے مثلاً معرفت و ایمان کا قلعہ لے لینا دوسرے قلعوں کی طرح نہیں ہے بلکہ وہ قبضہ سخت قبضہ ہے اسی طرح باقی قلعوں میں بھی تفاوت ہے۔ مثلاً صدق اور

اخلاص کے قلعہ پر قبضہ کر لینا ایسا نہیں ہے۔ جیسا امر و نہی کے قلعہ کا قبضہ ہوتا ہے اسی طرح سارے قلعے۔ یہ مضمون بہت طویل ہے۔ لیکن جب تک ایمان و توکل کا قلعہ باقی رہے اس بندہ پر شیطان قادر نہیں ہوتا جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں انہ لیس لہ سلطان علی الذین اٰمنوا و علی ربھم یتوکلون۔ یعنی شیطان کی مومنوں پر اور اللہ پر توکل کرنے والوں پر کوئی قدرت نہیں ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو عبدِ کامل کے ساتھ متصف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ان عبادی لیس لک علیھم سلطان یعنی میرے کامل بندوں پر تجھے قدرت نہیں ہے۔ یہی لوگ سچے مومن بھی ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم اٰیاتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون یعنی کامل مومن وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ ڈر جائیں اور جب اُسکی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان زیادہ ہووے اور اپنے پروردگار ہی پر توکل کریں۔ پھر اخیر میں فرمایا اولٰئک ھم المؤمنون حقا۔ یعنی وہی لوگ سچے مومن ہیں۔ کبھی ایک ہی قلعہ کا لے لینا کفر کا مؤید اور خلود فی النار کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ ایمان کا قلعہ، لیکن اس ایمان کی قلعہ تک پہنچنے کے لئے اطراف کے اور قلعوں پر تسلط پہلے ہونا چاہیئے۔ اگر وہ اطراف کے قلعے موجود ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں توفیق اور ہدایت عطا فرمائے اور کجروی اور ہلاکت سے بچائے۔ آمین

حکایت (۴۱۰) ایک بزرگ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا تھا اور میرے ساتھ بحرین کا ایک شخص بھی تھا، جسے خیر کہتے تھے۔ مسجد کے دروازہ سے سات آدمی آئے۔ مجھ سے خیر نے کہا تم ان لوگوں کے ساتھ رہو کہیں یہ تم سے بچ کر نہ چل دیں۔ یہ اولیاء اللہ ہیں۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چلا وہ لوگ روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے رہے۔ میں آگے بڑھا تو ایک نے مجھے گھورا اور اسکے خوف سے میرا پیشاب خطا ہو گیا۔ وہ لوگ چلے تو میں بھی اُن کے ساتھ

چلا- ایک شخص نے مجھے دیکھ کر کہا- کہاں آتا ہے لوٹ جا تو ہم تک نہ پہونچ سکیگا
اُنھیں میں سے ایک نے کہا آنے دو شاید اللہ تعالےٰ اسے بھی نفع پہونچا دے
اس نے کہا اس کی عمر چالیس سال کی نہیں رہے اُنھوں نے کہا چھوڑ دے
شاید کچھ جبر مافات ہو جائے اور اسے اللہ تعالےٰ قوم کے درجہ پر پہونچاوے
میں اُن کے ساتھ چلا جب ہم چلتے تھے تو پہاڑ اور زمین لپٹی جاتی تھی- دور سے
ہم پہاڑ دیکھتے تھے اتنے میں اُس کے پار اُتر جاتے تھے اور گرڑھا دیکھتے تھے اور
فوراً آگے نکل جاتے تھے اور زمین کی آواز چکّی کی سی میں سنتا تھا اور خزانہ زمین
کے ہمیں نظر آتے تھے اور پھر غائب ہو جاتے تھے- یہانتک کہ ہم ایک میدان
میں پہونچے جہاں بہت سے درخت تھے اور اسمیں سبزہ لہلہا رہا تھا- وہاں
تقریباً ستّر آدمی تھے جو نماز ادا کر رہے تھے- ہم نے اس میدان میں رات
گزاری- صبح کے وقت جب آفتاب طلوع ہوا تو اُٹھ کھڑے ہوئے- ناگاہ
ہم ایک شہر میں پہنچے جس کی دیوار ایک ہی سنگِ مرمر کی بنی ہوئی تھی اور بڑی
نہر شہر کے اندر کو جا رہی تھی- اس شہر کا کوئی دروازہ نہ تھا سوائے اس جگہ
کے جہاں سے پانی اندر شہر کے جاتا تھا- اور اس میں سونے کا جال لگا ہوا
تھا- ہم سب آدمی سو کے قریب تھے- اس نہر میں گھسے اور اندر گئے- دیکھا
تو اسکے اندر سونے کے قبے بنے ہوئے تھے جن کے نیچے چاندی اور سونے کے
ستون تھے اور ان کے درمیان سے چاندی کی نہر میں پانی بہتا تھا- اور ان
قبو کے درمیان میوہ دار درخت تھے اور اس کی زمین ریحان کے فرش سے
مفروش تھی اور اس میں ہر قسم کے رنگا رنگ پرندے اور بہت سے میوے تھے اور سیب
پانچ رطل بغدادی کے مقدار تھے اور اُن میووں کو دنیا کے میووں سے
کچھ تشابہت نہ تھی- مزے میں نہ رنگ میں نہ خوشبو میں- ہم وہ سیب
وغیرہ کھاتے تھے اور ایک ایک آدمی سَو سَو ایک ہی وقت میں کھا لیتا تھا
اور سیب و سفرجل اور انار امرود سے پیٹ نہ بھرتا تھا- البتہ کھجور سے
پیٹ بھرتا تھا- ہم وہاں چالیس دن رہے- وہاں سوائے کھانے
کے اور نماز پڑھنے کے کوئی کام نہ تھا- ہمیں وضو کی اور پانی پینے کی اور

سونے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ چالیس دن کے بعد ہم وہاں سے نکلے انہوں نے وہاں سے تین سیب لے لئے انھوں نے مجھے منع نہیں کیا اور جس جگہ سے پانی اندر داخل ہوتا تھا اور وہیں سے ہم اندر گئے تھے۔ اب وہیں سے باہر نکلے۔ تھوڑی دیر چلے تھے کہ انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ ہم تمھیں کہاں پہنچائیں۔ میں نے کہا جہاں سے مجھے لے آئے ہو۔ میں نے اس شہر کا نام دریافت کیا۔ ایک شخص نے ان میں سے کہا یہ مدینۃ الاولیاء ہے حق تعالےٰ نے اسے دنیا میں اپنے اولیاء کی سیر کے واسطے پیدا کیا ہے۔ کبھی یہ یمن میں ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی کوفہ میں۔ کبھی شام میں اور اس شہر میں چالیس برس سے کم عمر والا تمہارے سوا کوئی نہیں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر میں ہم ایک مقام پر پہنچے۔ میں نے کہا یہ کون مقام ہے۔ کہا یہ یمن ہے میں ان سیبوں میں سے تھوڑا سا کھا لیتا تھا تو کئی دن تک مجھے بھوک نہیں لگتی تھی۔ اور وہ سیب میرے پاس تھے اور میں انھیں کھاتا تھا۔ حتیٰ کہ میں مکہ معظمہ میں داخل ہوا وہاں کتانی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ایک سیب انھیں دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو ان میں سے مجھ سے ایک شخص نے ملاقات کی اور کہا تو نے ایسا کیوں کیا اور تو نے کیوں اپنا دیکھا ہوا واقعہ بیان کیا۔ تو نے جو کچھ کتانی کو دیا وہ ہم نے لے کر اسکی جگہ پر پہنچا دیا۔ میں نے کتانی سے ملاقات کی انھوں نے کہا میں نے اسے ایک ڈبہ میں بند کر کے رکھا تھا۔ شام کے وقت میں اسمیں سے کھانے گیا وہاں نہ پایا۔ مولف رح فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں ایسی ہی ایک حکایت گذری ہے وہ بعینہ یہ نہیں ہے اور ہر ایک میں بعض اشیاء ایسی ہیں جو دوسرے میں نہیں ہیں اور یہ سب اللہ کی قدرت سے ممکن ہے اور اولیاء کی کرامت کی لحاظ سے جائز ہے رضی اللہ تعالےٰ عنہم ونفعنا بہم آمین۔

حکایت (۱۱ ۴) شیخ ابی عمران الواسطی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے قصد سے چلا جب حرم سے باہر نکلا تو مجھے شدت کی پیاس لگی۔ یہانتک کہ میں اپنی جان سے ناامید ہوگیا اور ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور اپنی جان سے ناامید ہوگیا۔ ناگاہ ایک سوار سبز گھوڑے پر میرے پاس پہنچے۔ اس کا زین لگام، لباس اور ہتھیار سب کے سب سبز

تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک سبز پیالہ تھا جسمیں سبز رنگ کا شربت تھا۔ مجھے دے کر کہا اسے پی لے۔ میں نے اسے تین بار پیا لیکن پیالے میں سے کچھ کم نہ ہوا۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے۔ میں نے کہا مدینہ منورہ جا رہا ہوں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما کو سلام کروں۔ فرمایا جب تم مدینہ منورہ پہونچ کر سلام کر چکو تو میری طرف سے کہدیجیو کہ رضوان آپ کو سلام کہتا ہے۔ اسی طرح بعض دیگر صالحین سے بھی مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں سلیمان علیہ السلام کے منبر کے پاس جمعہ کے روز بعد عصر بیٹھا تھا۔ ناگاہ دو شخص آئے۔ ایک تو قد و قامت میں ہماری طرح تھے اور دوسرے ہم سے بہت دراز قد تھے اور بڑے قوی آدمی تھے اُن کی پیشانی ایک ہاتھ سے بھی زیادہ کشادہ تھی اور اس میں ایک چوٹ تھی جو سی گئی تھی۔ وہ شخص جو ہمارے مثل تھے وہ سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے اور دوسرے شخص مجھ سے بہت دور بیٹھے۔ میں نے سوال کیا کہ اللہ رحم کرے آپ پر آپ کون ہیں۔ فرمایا میں خضر ہوں۔ میں نے کہا وہ شخص کون ہیں۔ فرمایا وہ میرے بھائی الیاس ہیں۔ مجھے خوف طاری ہوا۔ جیسا کہ اجنبی آدمی کے دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے فرمایا تم کچھ خوف مت کرو ہم تم سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر فرمایا جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز ادا کر کے قبلہ رُخ ہو بیٹھے اور غروبِ آفتاب تک یا اللہ یا رحمٰن پڑھا کرے اسکے بعد جو چیز اللہ تعالےٰ سے مانگے وہ اسے دی جائے گی ——— میں نے کہا آپ نے مجھ سے انس کیا۔ خدا تعالےٰ آپ کو اپنے ذکر کا انس عطا کرے جتنے اولیاء اللہ زمین پر ہیں آپ ان سب کو جانتے ہیں فرمایا معدودین کو جانتا ہوں۔ میں نے کہا معدودین کے کیا معنی ہیں فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو زمین نے شکایت کی اللہ سبحانہ تعالےٰ سے کہ میں قیامت تک ایسی رہ گئی کہ مجھ پر کوئی نبی نہیں چلیں پھرینگے۔ اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ عنقریب میں اس امت سے ایسے لوگ پیدا کرونگا جو انبیاء کے مثال ہوں گے۔ اُن کے قلوب انبیاء علیہم السلام کے قلوب کے مثل ہوں گے۔ میں نے کہا وہ کتنے ہیں۔ فرمایا تین سو اولیاء اور ستر نجیب اور چالیس اوتاد دس نقباء سات عرفا تین مختار اور ایک غوث ہیں۔ جب غوث کی وفات ہوتی ہی تو تین مختاروں میں سے ایک اُن کے قائم مقام کیئے

جاتے ہیں اور سات میں سے ایک ان کی جگہ اور دس میں سے ایک ان کی جگہ
اور چالیس میں سے ایک ان کی جگہ اور ستر میں سے ایک ان کی جگہ
اور تین سو میں سے ایک اُن کی جگہ اور تمام دنیا میں سے ایک
ان کی جگہ قائم مقام کئے جاتے ہیں اور یہی حالت نفخ صور تک رہیگی ان میں سے
بعض کا قلب مثل حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے ہے اور بعض کا قلب مثل
قلب نوح علیہ السلام کے اور ابراہیم علیہما السلام کے ہے۔ میں نے تعظیماً کہا کہ مثل قلب
ابراہیم علیہ السلام کے فرمایا ہاں اور مثل قلب جبرئیلؑ اور داؤد اور سلیمان علیہم السلام
کے ہوتا ہے۔ کیا تم نے اللہ تعالے کا یہ قول نہیں سنا فبھداہم اقتدہ۔
کوئی نبی وفات نہیں پاتے مگر ان کے مثل ایک آدمی پیدا ہوتا ہے جو انھیں کے
طریق پر چلتا رہے قیامت تک۔ اگر ان چالیس آدمیوں میں سے کوئی ان دس آدمیوں
کے قلب پر مطلع ہوں تو اُن کا قتل وخون حلال جانیں۔ اسی طرح ستر میں سے
کوئی ان چالیس کے قلب سے مطلع ہو جائے تو ان کا قتل و خون حلال سمجھے
کیا تم نے میرا اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نہیں سنا۔ میں نے دریافت کیا آپ کیا
کھاتے ہیں۔ فرمایا کہ قس اور کماۃ۔ میں نے پوچھا کہ حضرت الیاس کی کیا خوراک ہے
فرمایا دو روٹیاں چپاتی ہر رات ملتی ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کا اور ان کا مقام کہاں
رہتا ہے۔ فرمایا سمندر کے جزیروں میں۔ میں نے کہا آپ آپس میں ملتے بھی ہیں
فرمایا ہاں۔ جب کوئی ولی اللہ وفات پاتے ہیں تو ہم نماز میں شریک ہوتے
ہیں اور جب حج کا زمانہ آتا ہے تو اسوقت بھی ہم شریک حج ہوتے ہیں وہ میرے
بال مونڈتے ہیں میں اُن کے بال مونڈتا ہوں۔ میں نے کہا مجھے آپ اُن لوگوں کا
جن کا ذکر فرمایا نام بتائیے۔ آپ نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جسمیں ان سب
کے نام لکھے ہوئے تھے۔ پھر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں کھڑا ہوا تو کہا کہاں جانا
چاہتے ہو۔ میں نے کہا میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ فرمایا تم میرے ساتھ نہیں چل
سکتے۔ میں نے پوچھا آپ کہاں جائیں گے۔ فرمایا اس سوال سے تمہاری کیا
غرض ہے۔ میں نے کہا میں آپ کے ساتھ نماز پڑھ کے برکت حاصل کرونگا
فرمایا میں صبح کی نماز مکہ معظمہ میں ادا کرکے حطیم میں طلوع آفتاب تک رکن شامی کے قریب

بیٹھوں گا۔ پھر سات بار طواف کر کے مقام ابراھیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کروں گا۔ اور ظہر کی نماز مدینہ منورہ میں اور عصر کی بیت المقدس میں اور مغرب کی کوہِ طور پر اور عشاء کی سدِ سکندری پر ادا کر کے صبح تک اُس کے سب مقامات کی حفاظت کرونگا ان سب پر سلام نازل ہووے۔

حکایت (۴۱۲) بعض مشائخ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک خط ابوبکر محمد بن شقیق رحمہ اللہ کا آیا اسمیں ان امانات کا ذکر تھا جو اُن کی گردن پر تھے اور مجھ سے دعا کی استدعا کرتے تھے کہ خدا ان کو ان سے سبکدوش فرمائے دنیا میں۔ میں ظہر کی نماز کے ارادے سے گھر سے چلا۔ جب دروازہ کھولا ایک شخص دروازہ ہی پر ملے سبز لباس پہنے ہوئے تھے اور جواہر کا تاج اوڑھے ہوئے تھے جس سے شعاعیں نکل رہی تھیں انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ محمد بن شقیق کے خط کا کیا جواب دینا چاہتے ہو۔ میں نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں کیا لکھا جائے۔ فرمایا یہ لکھدو کہ آج سے سولہ دن کے اندر وہ قبر میں ہونگے۔ میں نے کہا تمہاری طرف سے لکھوں، کہا نہیں اپنی ہی جانب سے لکھو وہ تصدیق کریں گے۔ چنانچہ میں نے تین خط لکھے جنمیں انھیں موت کی خبر پہونچائی گئی۔ جب خط ان کے پاس پہونچے تو انھوں نے وصیت نامہ تیار کیا اور اس سے فراغت پائی اور سولھویں دن وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ میں نے اُنھیں خواب میں دیکھا کہا تم اچھے بھائی ہو۔ خدا تمہیں جزائے خیر عطا کرے اور میرے اور ان کے درمیان معاہدہ تھا کہ ہم میں سے جو پہلے جنت میں پہنچے تو دوسرے کے واسطے سفارش کرے۔ میں نے کہا کہ ہمارا معاہدہ یاد ہے۔ کہا ہاں میں اسی عہد پر قائم ہوں مجھے بہت سی ایسی بے انتہا مخلوق ہبہ کی گئی ہے جن سے میرا عہد بھی نہ تھا۔ میں نے کہا میں بھی انھیں میں ہوں۔ کہا تم سب سے اخص اور افضل ہو۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم وعن جمیع الصالحین آمین

حکایت (۴۱۳) ایک بزرگ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں چند رفیقوں کے ساتھ عدن سے چلا۔ جب رات ہوئی تو میرے پاؤں میں کچھ چوٹ لگ گئی جس کی وجہ سے میں ان کے ہمراہ چل نہ سکا اور تنہا سمندر کے ساحل پر بیٹھا رہا۔ میں دن بھر کا روزہ دار تھا اور کوئی چیز میرے پاس نہ تھی۔ میں

اُسی حالت میں سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ ناگاہ مجھے دو روٹیاں ملیں اور ان کے بیچ میں ایک بھنا ہوا پرندہ تھا۔ میں نے پرندے کو اٹھاکر ایک کونہ میں رکھا۔ اتنے میں میں نے ایک حبشی کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں لوہے کی ایک سیخ تھی اور مجھے بتاکر کہا اے ریاکار کھالے۔ میں نے ایک روٹی آدھے پرندے کے کباب کے ساتھ کھائی اور ایک روٹی اور بچا ہوا کباب ایک کپڑے میں باندھ کر اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور سو گیا۔ جب جاگا اور بیدار ہوا تو وہ کپڑا اسی جگہ رکھا ہوا تھا اور اُسکے اندر کچھ نہ تھا۔

وہی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے غوث کو یعنی قطب کو ۳۱۵ھ ہجری میں مکہ معظمہ میں دیکھا۔ وہ سونے کی گاڑی پر سوار تھے اور ملائکہ اُسکو سونے کی زنجیروں سے پکڑے ہوئے ہوا میں کھینچے لئے جارہے تھے۔ میں نے کہا آپ کہاں تشریف لئے جارہے ہیں۔ فرمایا اپنے ایک بھائی کے پاس جن کی زیارت کا مجھے اشتیاق ہے۔ میں نے کہا اگر تم اللہ سے دعا کرتے تو انھیں کو آپ کے پاس پہنچا دیتا۔ فرمایا تو اب زیارت کا مجھے کہاں ملتا اور ان قطب صاحب کا نام احمد ابن عبداللہ بلخی تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس حکایت کی تحقیق اس رسالہ میں آئیگی جو منکرین کے رد میں اس کتاب کے اخیر میں لکھا گیا ہے۔ واللہ الموفق۔

حکایت (۱۴۸) بعض مشائخ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک صلحا کی جماعت کے ساتھ مکہ معظمہ میں بیٹھا تھا ہم میں ایک شخص ہاشمی بھی تھے ان پر غشی طاری ہوئی جب انھیں افاقہ ہوا تو انھوں نے ہم سے کہا کیا تم لوگوں نے وہ نہیں دیکھا جو میں نے دیکھا ہم نے کہا ہم نے کچھ بھی نہ دیکھا کہا میں نے ملائکہ کو احرام باندھے ہوئے کعبہ کے گرد طواف کرتے دیکھا۔ میں نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا ملائکہ میں نے پوچھا تم اللہ تعالےٰ سے کیسی محبّت رکھتے ہو فرمایا ہماری محبت اندرونی ہے اور تمہاری محبت بیرونی ہے۔ وہی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بیت المقدس کے قبہ میں جاکر رات کو وہاں رہا میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا ناگاہ قبہ کے دو ٹکڑے ہوگئے اور ویسے ہی رہا اور میں آسمان کو دیکھتا تھا۔ اور آسمان سے ایک بڑی مخلوق جن کا شمار سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ہوسکتا اور وہ یہ تسبیح پڑھتے تھے :۔

سُبْحَانَ من ھو ھو سبحان من لیس الا ھو اھیا اشرا ھیا وہ لوگ بھی پڑھتے رہے جب آخیر رات ہوئی تو ایک نے ان میں سے مجھ سے کہا جو میرے پہلو میں تھا۔ تیرا کیا قصد ہے میں نے کہا میں نے چاہا کہ رات کو اس مقام پر عبادت کروں۔ آپ کون لوگ ہیں۔ کہا ہم ملائکہ ہیں۔ ہم بیت المعمور میں داخل ہوئے تھے اور اب قیامت تک وہاں نہیں جائیں گے کیونکہ ہر روز اسمیں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو قیامت تک پھر وہاں نہیں جاتے اور جب بیت المعمور ہیں داخل ہوتے ہیں تو اس رات کو بیت المقدس میں جاتے ہیں اور صخرہ پر جاتے ہیں پھر بیت الحرام میں جاتے ہیں وہاں سات بار طواف کر کے مقام ابراھیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر مدینہ منورہ جا کر نبی علیہ السلام کو سلام کرتے ہیں اور پھر اپنی صف میں پہونچ جاتے ہیں۔ جب وہ وہاں سے اوپر چڑھ گئے تو قبہ مل گیا اور صبح ہو گئی۔

اسی طرح ایک اور بزرگ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں مصیصہ میں جبل نور پر تھا۔ وہاں میرے پاؤں میں ایک بڑی ہڈی گھس گئی۔ میں نے اسکے نکالنے میں حتی المقدور کوشش کی مگر نکال نہ سکا اور میرے پاؤں ہی میں ایک مدت تک رہی یہانتک کہ پاؤں سوجھ گیا اور اسمیں پیپ پڑ گئی اور سیاہ ہو گیا اور بھری ہوئی مشک کی مانند پھول گیا اور میں ایک درخت کے نیچے پڑا رہا میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گیا۔ اسوقت مجھے کچھ محسوس ہونے لگی۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا کالا سانپ اس ہڈی کی جگہ پر منھ لگائے پڑا ہے اور زخم کو چوس چوس کر خون اور پیپ پھینکتا جاتا ہے۔ میں نے آنکھ بند کر لی وہ سانپ اسی طرح خون اور پیپ چوس چوس کر پھینکتا جاتا حتے کہ ہڈی تک پہنچا اور اسے ہلا کر نکال ڈالا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ کوئی نرم چیز میرے پاؤں پر لگائی نہ معلوم اس نے اپنی زبان لگائی یا دم اسکے بعد میں اُٹھ بیٹھا تو خون پیپ اور ہڈی سب چیز پڑی ہوئی تھی اور مجھے یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ میرے کس پیر میں درد تھا اور سارا درد جاتا رہا اس پر اللہ کا بڑا شکر ہے سبحان اللطیف الخبیر الذی ھو علی کل شیٔ قدیر۔

حکایت (۴۱۵) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ

مجھے معلوم ہوا کہ ایک دروازہ پر تین آدمی دس ابدال میں کے ہیں میں ان کے قصد سے چلا اور لوگوں سے دریافت کیا ایک ان میں سے جامع مسجد کے امام تھے میں نے دیکھا اُن کا لباس نہایت خوبصورت تھا اور بڑا پٹکا باندھے ہوئے تھے انکا نام ابراہیم اور دو کا نام حسن حسین تھا۔ میں ابراہیم امام کے پاس عشاء اور مغرب کے درمیان گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا اور کہا میں آپ سے ملنے آیا ہوں۔ وہ مجھسے مل کر خوش ہوئے۔ جب عشاء پڑھ چکے تو میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان پر لے گئے دیکھا تو ایک بڑا عالی شان مکان تھا اور اسمیں بہت سے خادم تھے اور ہمارے واسطے ایک بڑا دستر خوان بچھایا گیا اور بہت سا کھانا چنا گیا اور ہمارے ساتھ حسن حسین بھی کھانے بیٹھ گئے لیکن ابراہیم نہ بیٹھے میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ صرف دودھ پیا کرتے ہیں۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو ان کے واسطے بڑا عمدہ بچھونا بچھایا گیا اور وہ اس پر سوئے میں انھیں دیکھتا رہا جب کچھ رات گذری تو بستر سے اُٹھ کے بلا وضو کئے دو رکعت نماز پڑھی اول میں سورہ فاتحہ اور قل یا ایہا الکافرون۔ دوسری میں سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھی اور سلام پھیر کر کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر کلہ وھو علیٰ کل شئ قدیر اللّٰھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اسے تین بار آواز سے کہا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی اول میں سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور دوسری میں سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الناس پڑھی اور سلام پھیر کر وہی پہلا ذکر تین مرتبہ کہا۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پہلی میں سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور دوسری میں سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد تین بار پڑھی پھر وہی ذکر مذکور پڑھ کر اپنے بستر پر جا لیٹے۔ جب فجر کا وقت ہوا تو اُٹھ کر اذان کہی اور بلا تجدید وضو کے صبح کی سنتیں پڑھیں پھر نماز کے واسطے چلے۔ کئی مہینے ان کے یہاں میں نے اسی صورت سے گذارے۔ جب عرفہ کا دن آیا تو مجھ سے فرمایا آج تم سورہ انبیا اور سورہ حج کی تلاوت اسطرح پڑھ کر و کہ جب کسی نبی کا ذکر آئے تو ان پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہو۔ جب تم ایسا کروگے تو اللہ تعالےٰ تم کو اس

شخص کا ثواب عطا کرینگے جو بیت اللہ کا حج کرتا ہے۔ جب نماز چاشت ادا کر چکے تو میرے پاس حسین آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد سے لے چلے اور گھر میں آئے تو سب لوگ احرام حج کے واسطے تیار تھے۔ مجھے بھی دو چادریں دیں اور کہا احرام کی نیت کرلے۔ پھر ہم گھر سے نکلے انھوں نے اپنے ساتھ ایک ڈبہ لیا جسمیں دراہم بھرے ہوئے تھے۔ جب ہم نے مقبرہ سے نکل کر دو رکعت نماز پڑھی تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ حج کی نیت کرو۔ میں نے حج کی نیت کی۔ پھر انھوں نے تلبیہ کہا میں نے بھی ان کے ساتھ تلبیہ کہا۔ پھر انھوں نے سجدہ کیا تو میں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے سر اٹھایا تو میں نے بھی سر اٹھایا ایسے پہاڑ اور زمین دیکھے جنھیں میں نہیں جانتا تھا اور دیکھا کہ اونٹ اور آدمی چلے جارہے ہیں۔ مجھ سے ابراہیم نے فرمایا کہ یہ لوگ منیٰ سے عرفات پر جارہے ہیں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر چلے اور مسجد عرفات پر پہنچے وہاں پانی خرید کر غسل کیا۔ پھر روٹی اور کھجور خریدے مجھ سے ابراہیم نے کہا کھاؤ۔ میں نے کہا میرا روزہ ہے۔ فرمایا اپنے نبی کی مخالفت نہ کرو ایسے دن آپ نے افطار کیا ہے۔ جب غروب کا وقت آیا تو آپ نے وہ ڈبہ جسمیں دراہم تھے میرے حوالہ کیا اور ابراہیم نے مجھ سے کہا اسے لے لو اور اپنی ضرورتوں میں صرف کرو۔ اور تم ملک شام میں رہو۔ پھر ہم جدا ہوئے اور اس کے بعد میں نے انھیں نہ دیکھا۔ رضی اللہ تعالے عنہم ونفعنا بہم۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حکایت میں جو یہ قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دن افطار کیا اسکے معنے یہ ہیں کہ آپ نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن جبل عرفات پر افطار فرمایا ہے اور عرفات پر جانے والوں کے واسطے افطار کرنا سنت ہے کیونکہ افطار سے اُس روز کی عبادت مشروعہ اور دعاء اور ذکر تلبیہ وغیرہ میں قوت رہتی ہے

حکایت (۴۱۶) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار ایسا سخت بیمار ہوا کہ مجھے اور دیکھنے والوں کو میری زندگی سے ناامیدی ہوگئی میں اسی تکلیف شدید میں مبتلا تھا کہ میں نے جمعہ کی شب خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آئے اور میرے سرہانے بیٹھ گئے اور اُن کے پیچھے بہت سی مخلوق آئی اور وہ داخل ہوئے

وقت پرندوں کی شکل پر تھے اور بیٹھنے کے بعد آدمیوں کی شکل بن گئے۔ وہ داخل ہوتے رہے اور میں دروازہ کو دیکھتا رہا۔ جب وہ داخل ہو چکے تو اس شخص نے سر اٹھایا اور فرمایا اس شہر میں تین آدمیوں کی عیادت کے لئے آیا ہوں۔ ایک تو یہ شخص میری طرف اشارہ کر کے۔ دوسرا اصابح خلقانی۔ میں ان کو اس سے پہلے نہیں جانتا تھا۔ تیسرے ایک عورت جس کا نام نہ لیا۔ پھر اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھی بسم اللہ ربی اللہ حسبی اللہ توکلت علے اللہ اعتصمت علے اللہ فوضت امری الی اللہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ پھر مجھ سے فرمایا ان کلمات کو بہت پڑھا کرو۔ اسمیں ہر بیماری کی شفا اور ہر تکلیف کی کشائش اور ہر دشمن پر کامیابی ہے۔ پہلے پہل اسے حاملین عرش نے پڑھا تھا علیہم السلام۔ جب انھیں عرش کے اٹھانے کا حکم ہوا اور قیامت تک اسے پڑھتے رہینگے۔ ایک شخص جو آپ کے دائیں یا بائیں جانب بیٹھے تھے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر کوئی اسے دشمن سے مقابلہ کے وقت پڑھے فرمایا واہ واہ اسمیں فتح و نصرت اور خوشخبری ہے میں نے خیال کیا کہ وہ ابوبکر ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ابوبکر ہیں۔ فرمایا یہ میرے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں پھر اپنے دست مبارک سے بائیں طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ شہدا ہیں اور پھر پیچھے کی جانب اشارہ کر کے فرمایا یہ صالحین ہیں اور پھر تشریف لے گئے۔ میں بیدار ہوا تو میری بیماری جاتی رہی اور صبح تک پہلے سے بھی زیادہ تندرست ہو گیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حکایت (۴۱۷) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک شخص سے ملاقات کی جنھیں لوگ مشکی کہتے تھے۔ کیونکہ ان سے اکثر مشک کی خوشبو آتی تھی حتےٰ کہ جب وہ جامع مسجد میں داخل ہوتے تھے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ شخص آئے کیونکہ مشک کی خوشبو پھیل جاتی تھی۔ اسی طرح جب بازار میں گذرتے تھے تو بھی یہی کیفیت ہوتی تھی میں ان سے ملنے گیا اور ان کے پاس رات کو رہا۔ میں نے ان سے کہا بھائی جان تمھیں خوشبو خریدنے کے واسطے بہت سے دام کی ضرورت ہوتی ہوگی۔ اس نے کہا بھائی میں نے کبھی خوشبو نہیں خریدی۔ نہ کبھی خوشبو لگائی۔ میں تم سے اپنا قصہ بیان کروں شاید میرے مرنے کے بعد تم مجھ پر دعا

کرو۔ میری ولادت بغداد میں ہوئی۔ میرے والد امیر آدمی تھے اور جسطرح امراء اپنی اولاد کی تعلیم کرتے ہیں میری بھی تعلیم کرتے تھے اور میں بہت خوبصورت بھی تھا اور بہت حیادار بھی تھا۔ میرے باپ سے لوگوں نے کہا اسے بازار میں بٹھاؤ تاکہ اسکی وحشتگی ہو اور اسکی طبیعت کھلے چنانچہ مجھے ایک بزاز کی دکان پر بٹھایا۔ میں صبح وشام اسکی دکان پر جا بیٹھتا۔ ایک دن ایک بڑھیا نے اس بزاز سے بھاری کپڑے مانگے۔ اس نے ویسے ہی کپڑے نکال کر دکھائے۔ اُس نے کہا میرے ساتھ ایک آدمی کر دو تاکہ جس کی ہمیں ضرورت ہو لیکر باقی کپڑا اور اسکی قیمت اس شخص کے ساتھ روانہ کردیں اُس نے مجھ سے کہا اسکے ہمراہ جاکر دل بہلا آؤ میں نے کہا اچھا میں اسکے ساتھ چلا۔ وہ مجھے ایک عظیم الشان محل میں لے گئی اسکے اندر ایک قبہ تھا اور اسکے دروازہ پر پاسبان تھے اور اُس کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا تھا اُس بڑھیا نے مجھ سے کہا قبہ میں چل کر بیٹھا رہ۔ میں اُسمیں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی وہاں تخت پر منقش فرش بچھائے بیٹھی ہے اور تخت اور فرش سب زریں ہے اور ایسا عمدہ ہے کہ ویسا میں نے کبھی نہیں دیکھا اور وہ لڑکی ہر قسم کا زیور پہنے بیٹھی ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ تخت سے اُتر کر میرے پاس آئی اور میرے سینہ پر ہاتھ مار کر مجھے اپنی طرف کھینچا۔ میں نے کہا اللہ سے ڈر اللہ سے ڈر۔ اُس نے کہا کچھ خوف نہ کر جو کچھ تجھے درکار ہو سب میں دونگی۔ میں نے کہا مجھے استنجے کی ضرورت ہے۔ اس نے آواز دی تو چاروں طرف سے لونڈیاں دوڑیں اس نے کہا اپنے آقا کو بیت الخلا میں لیجاؤ۔ جب میں وہاں گیا تو نکلنے کا کوئی راستہ نپایا جہاں سے بھاگ نکلتا۔ میں نے پاجامہ کھول کر اپنے ہاتھ میں پاخانہ کیا اور اپنے ہاتھ اور منھ پر ملا اور اپنی آنکھیں نکالیں، ایک لونڈی جو رومال اور پانی لے کر اندر آئی اُسپر میں چلا کر دیوانوں کی طرح دوڑا وہ ڈر کر بھاگی اور کہنے لگی وہ دیوانہ ہے اور ساری لونڈیاں جمع ہو آئیں اور ٹاٹ میں مجھے لپیٹا اور ایک باغ میں لیجاکر پھینک دیا۔ جب میں جان گیا کہ وہ چلی گئیں تو میں نے اُٹھ کر اپنے کپڑے۔ منھ اور تمام بدن دھویا اور اپنے گھر گیا اور کسی کو یہ قصہ نہ سنایا، اس رات میں نے خواب میں دیکھا ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ کہاں ہے یوسف علیہ السلام کا فعل تیرے فعل کے سامنے کیا تو مجھے جانتا ہے۔ میں نے کہا نہیں کہا میں جبرئیل ہوں۔

پھر اپنا ہاتھ میرے منہ اور بدن پر پھیرا اُسی وقت سے میرے بدن سے مشک کی خوشبو آنے لگی ہے جو کپڑوں کو لبسا دیتی ہے۔ سو یہ خوشبو جبرئیل علیہ السلام کی ہاتھ کی ہے۔

حکایت (۴۱۸) ایک صالح فرماتے ہیں کہ اباداان میں ایک شخص زاہد بدوی کے نام سے مشہور تھے میں نے ان کو دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا اُن کی وفات ہوگئی اور گورکن نے مجھ سے کہا کہ جب میں نے بدوی کے واسطے قبر کھودی اور لحد کے برابر کرنے کے لئے میں اندر گیا تو ایک اینٹ نزدیک والی قبر کی گر پڑی۔ میں نے دیکھا اسمیں ایک شیخ نہایت سفید چمکتی ہوئے کپڑے پہنے سنہرے حرفوں والے قرآن شریف کو گود میں رکھے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر انھوں نے سر اُٹھایا اور کہا کیا قیامت قائم ہوگئی، خدا تجھ پر رحم کرے۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اینٹ کو اسی جگہ پر لگا دے خدا تجھے عافیت دے۔ میں نے اینٹ وہیں لگادی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔

اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ میں بصرہ سے ایلہ جانے کے ارادہ سے ایک کشتی پر سوار ہوا اور میرے ساتھ تین آدمی تھے جو مشایعت کرنے آئے تھے۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ملاح نے لنگر اٹھادیا اور آکر بیٹھ گیا۔ میرے ساتھیوں نے ملاح سے کہا تجھے کیا ہوگیا۔ اس نے اشارہ سے کہا چپ رہو۔ ایک لحظہ میں ہم ایلہ پہنچ گئے۔ اور ہمارے ساتھ ایک جہاز تھا جو عصر کے وقت پہنچا۔ ہماری کشتی والوں نے جہاز والوں سے کہا۔ ہم تو ایک لحظہ میں پہونچ گئے۔ وہ لوگ ملاح سے جاکر پوچھنے لگے

ع (حاشیہ صفحہ ۴۲۶) مطلب یہ ہو کہ اس نے اس عورت کے ہاتھ سے بچنے کے واسطے جو ترکیب نکالی وہ ترکیب نرالی تھی ورنہ یوسف علیہ السلام کا فعل اسکے فعل سے کہیں فوقیت رکھتا تھا۔ اول تو آپ زلیخا کے غلام تھے، اسکے یہاں رات دن رہتے تھے اور ہر وقت کا سامنا تھا۔ دوسرے قوت بھی بہت زیادہ رکھتے تھے۔ نیز ثواب میں بھی بدرجہا فوقیت رکھتے تھے کیونکہ جو نیت استقلال انبیا علیہم السلام کو حاصل ہے جس پر ثواب کا دار و مدار ہے دوسروں کو میسر نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر تم احد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کردو تو میرے صحابی کے ایک مد جو کی صدقہ کے برابری نہیں کریگا۔ واللہ اعلم بالصواب

اس نے کہا چپ رہو۔ میں نے ایک سوار کو سامنے آتے دیکھا ایسی سواری پر سوار تھے جو نہایت خوب صورت تھی اور وہ ایسی خوب صورت تھی کہ میں نے ویسی کبھی نہ دیکھی تھی اور کشتی پر ایک سونے کی زنجیر ڈالی وہ آگے آگے جاتے تھے اور کشتی پیچھے پیچھے چلتی تھی۔ میں اگر تم سے باتیں کرنے لگوں تو وہ نظر سے غائب نہ ہو جائیں۔

حکایت (۴۱۹) ایک شیخ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اور ابو علی بدوی دونوں ایک بھائی کی ملاقات کے ارادے سے جنگل کی طرف چلے ہمیں شدت کی بھوک لگی اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک لومڑی زمین کھود کر کماۃ نکالتی ہے اور ہماری جانب پھینکتی تھی۔ ہم نے اپنی ضرورت کے قدر لے لیا اور آگے چلے تو ناگاہ ہم نے ایک درندے کو سوتا ہوا پایا۔ جب ہم قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ اندھا ہے۔ ہم اسکے پاس کھڑے ہوئے تعجب کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک کوّا آیا اور اسکی چونچ میں گوشت کا ٹکڑا تھا اس نے اس درندہ کے کان پر پر مارے اس نے منھ کھول دیا اور کوّے نے گوشت کا ٹکڑا اسکے منھ میں ڈال دیا۔ مجھ سے ابو علی نے کہا یہ ہمارے واسطے دلیلِ قدرت ہے نہ کہ اس درندہ کے واسطے۔ ہم اس جنگل میں کئی روز تک چلتے رہے۔ وہاں ایک جھونپڑا نظر آیا۔ ہم اسکی طرف گئے دیکھا تو وہاں ایک بڑی بوڑھی عورت ہے اور ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور حجرہ کے دروازے پر ایک پتھر ہے جس میں ایک گڑھا بنا ہوا ہے۔ ہم سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اور وہ اپنی عبادت میں مشغول تھیں جب آفتاب غروب ہو گیا تو وہ اپنے حجرہ سے نماز مغرب پڑھ کے باہر نکلیں ان کے ہاتھ میں دو روٹیاں اور انپر تھوڑی سی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں اور ہم سے کہا کہ جھونپڑی میں جاکر اپنا حصہ لے آؤ۔ ہم اندر گئے تو وہاں چار روٹیاں اور کچھ کھجوریں رکھی تھیں حالانکہ اس جگہ نہ کھجور کا درخت تھا نہ کھجوریں تھیں ہم نے وہ کھالیا تھوڑی دیر میں ایک ابر آیا اور اس پتھر پر برسا جس سے وہ پتھر بھر گیا اور ایک قطرہ باہر نہ گرا۔ میں نے پوچھا تمھیں یہاں کتنی مدت ہوئی۔ کہا ستر برس ہوئے میرا خدا کے ساتھ یہی معاملہ ہے یہی کھانا ہے اور یہی پانی، جیسا کہ تم نے دیکھا۔ ہم نے کہا پانی بھی اسی طرح آتا ہے۔ کہا گرمی اور سردی میں ہر رات یہ ابر اسی طرح آکر برستا ہے اور اسی طرح یہ روٹیاں بھی ہوتی ہیں۔ پھر ہم کو

پوچھا تم کہاں جا رہے ہو۔ ہم نے کہا ابو نصر سمرقندی کے پاس ان کی زیارت کی غرض سے جا رہے ہیں۔ کہا ابو نصر اچھے آدمی ہیں آؤ ان لوگوں سے ملاقات کروائیں۔ میں دیکھا تو ابو نصر ہمارے پاس کھڑے ہیں۔ انھوں نے ہمیں سلام کیا اور ہم نے انھیں سلام کیا۔ پھر کہا جب بندہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے تو حق تعالےٰ بھی اسکے ارادوں کو پورا کر دیتے ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا وعن جمیع الصالحین ونفعنا بھم آمین۔

حکایت (۴۲۰) ایک بزرگ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اور محمد عابد نامی ایک شخص بیت المقدس سے جمعہ کے دن رملہ کے ارادہ سے چلے ہم ایک گھاٹی پر چڑھے تو ایک آواز سنائی دی کوئی کہتا تھا کہ آدمی کتنا گھبراتا ہے جب اس کا کوئی ساتھی نہ ہو اور راستہ کسقدر تنگ ہوتا ہے جب اس کا کوئی رہنما نہ ہو۔ ہم نے جھانک کر دیکھا تو ایک عورت تھیں، ان کے جسم پر ایک صوف کا کرتہ اور اسی کی ایک چادر تھی اور ہاتھ میں ایک لکڑی تھی ہمنے انھیں سلام کیا انھوں نے جواب دیا اور پوچھا کہاں چلے ہم نے کہا رملہ تک جاتے ہیں پوچھا رملہ میں کیا کروگے۔ کہا وہاں ہمارے احباب ہیں۔ کہا تمہارے قلب میں حبیب اکبر کہاں ہے ہم نے کہا وہ ہمارا اور جملہ مومنین کا حبیب ہے۔ کہا وہ تمہارا اور جملہ مومنین کا زبانی حبیب ہے اور میرا زبانی اور قلبی حبیب ہے۔ ہم نے کہا آپ حکیم عورت معلوم ہوتی ہیں لیکن آپ میں ایک غلطی ہے۔ کہا وہ کیا ہے ہم نے کہا تم جوان عورت ہو بغیر محرم کے سفر کرتی پھرتی ہو۔ انھوں نے یہ آیت پڑھی ان ولیِ اللہ الذی نزل الکتٰب وھو یتولی الصالحین۔ یعنی میرا سرپرست وہ اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی ہے اور وہی نیکوں کا سرپرست ہے۔ میں نے اپنے کمبل سے کچھ دراہم نکال کر انھیں دئیے۔ انھوں نے پوچھا یہ تمہارے پاس کہاں سے آئے۔ میں نے کہا میں مباح چیزوں سے کسب کر کے پیدا کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا ہاں یہ کسب ضعیف ہے۔ میں نے کہا میرا ضعف کیا ہے۔ کہا ضعف یقین ہے۔ ہم نے کہا یقین کی کیا علامت ہے۔ کہا تو اسوقت تک درجہ یقین کو نہیں پہونچے گا جب تک کہ تو اسکے بلا رضا جو گوشت پیدا ہوا ہے

اسے قینچی سے کاٹ کر پھینک نہ دے اور نیا گوشت اُسکی رضامندی کے ساتھ پیدا کرے۔ ہم نے کہا ہر شیٔ کی ایک علامت اور دلیل ہوتی ہے تمہاری حقانیت کی کیا دلیل ہے۔ انھوں نے فوراً زمین پر ہاتھ مارکر مٹھی بھر کنکریاں اُٹھائیں اور کہا اے ضعیف الیقین اسے تو لے۔ اسے محمد عابد نے لے لیا تو سب کے سب دینار تھے اور کہا اسے لیجاؤ یہ نہ کبھی ترازو کے پلے میں تلا ہے۔ نہ اس سے پہلے کسی انسان کے ہاتھ میں گیا ہے۔ اور مجھ سے کہا تمھیں اس سبب سے نہیں دیا کہ تم اس سے بھاگتے ہو۔ پھر کہا تم کہاں جا رہے ہو۔ ہم نے کہا رملہ کو کہا یہی تو رملہ ہے۔ ہم نے دیکھا تو ہم رملہ کی دیوار کے نیچے تھے۔ ہم اسکے اندر داخل ہوئے تو لوگ جمعہ کی نماز پڑھ کر نکل رہے تھے اور محمد عابد نے ان دیناروں سے عسقلان میں ایک مسجد بنوائی اور وہ آج تک مسجد مباحی کے نام سے مشہور ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۱۲۱۴) ایک صالح فرماتے ہیں کہ میں رات کو تنہا نکلا میں بیمار تھا اور زور کا بخار چڑھا ہوا تھا اور شدت کی پیاس بھی لگ رہی تھی۔ جب تکلیف حد کو پہنچ گئی تو میں راستہ سے ہٹ کر ایک درخت مقل کے نیچے جا پڑا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص چار روٹیاں لئے ہوئے آئے دو کے اندر ایک مرغ بھنا ہوا تھا اور دو کے درمیان حلوہ تھا اور میرے سرہانے ایک کوزہ تھا اسے لے کر دریا پر گئے اور اسمیں پانی بھر لائے اور میرے پاس لاکر رکھا۔ وہ پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا، اسی وقت میرا بخار دفع ہو گیا۔ پھر وہ میرے پاس بیٹھ گئے اور میں کھانے لگا پھر کھڑے ہوئے اور کہا تمہارے ساتھی آ گئے اور مجھے اور کام ہے۔ میں نے منھ پھیر کر دیکھا، تقریباً بیس اونٹ آ رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ جا ملا اور وہ شخص غائب ہو گئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔

اسی طرح ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں مصر میں تھا اور مجھ پر فاقہ تھا۔ میں ایک مسجد میں گیا تو مجھے ایک جوان نظر آئے اُنھوں نے مجھے ایک بٹوہ دیا جسمیں کچھ درہم تھے اور فرمایا جاکر حجامت بنواؤ اور اپنے کپڑے دھو کر صاف کر دیں

حجام کے پاس گیا اور حجامت بنوا کر دو پیسے اس بٹوے سے اسکو دیئے۔ جب پیسے اسکے ہاتھ میں پہونچے تو اس نے انھیں چوما اور مجھ سے کہا مرحبا میں آپ کی طلب میں تیس برس سے تھا، آپ کو یہ پیسے کہاں سے ملے یہ دنیاوی پیسے نہیں ہیں ان پر قدرت کا بڑا نور ہے۔ میں نے اس سے قصہ بیان کیا۔ وہ شخص میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے گیا۔ وہ جوان وہاں نہ ملے۔ وہ حجّام میرا دوست بنگیا۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ میں نے سہل ابن عبداللہ سے سُنا ہے کہ ولی کی علامتیں تین ہیں۔ ایک یہ کہ جب کسی مقام پر جانا چاہتے ہیں تو بلا حرکت کے وہاں پہونچ سکتے ہیں۔ اگر اپنے کسی بھائی سے ملنا چاہیں تو اُن کے پاس اُس بھائی کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ اور جب کبھی عبادت میں یا کسی اور سبب میں مشغول رہتے ہیں تو ان کی صورت کا ایک فرشتہ آکر اُن کی بجائے باتیں کرتا ہے اور لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ وہی ہیں حقیقت میں وہ فرشتہ ہوتا ہے۔ چند روز کے بعد حضرت سہل ابن عبداللہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم عصر کی نماز پڑھ چکو تو میرے پاس آجاؤ تاکہ میرے بال بھی کاٹو اور خون بھی نکالو چنانچہ جب میں عصر کی نماز پڑھ چکا تو ان کے ہمراہ ان کے مکان پر گیا اور ان کے بال بھی کاٹے اور خون بھی نکالا اور میں آپ کے پاس بیٹھا رہا اور ہم نے ہنڈیا پکائی جب مغرب کی اذان ہوئی تو مجھ سے فرمایا جب نماز پڑھ چکو تو آجاؤ اور ہمارے ساتھ کھانا کھالو۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو ایک شخص آپ کے مریدوں میں سے مجھے ملا اور کہنے لگا آج تم نے بڑی اچھی چیز کہدی۔ آج عصر سے لیکر مغرب تک حضرت سہل نے ایسی ایسی باتیں کیں کہ کبھی سننے میں نہ آئیں میں نے کہا جو تم نے سنا ہے اُسے یاد رکھو وہ حضرت کا کلام نہیں تھا بلکہ فرشتہ کا کلام تھا۔ اُسوقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت سہل نے جو علامات اولیاء کی بیان کی تھیں وہ اپنا مرتبہ آپ نے بیان فرمایا تھا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین — مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ مطلب ظاہر ہے کیونکہ حضرت سہل عصر سے مغرب تک اس حجام کے ساتھ ہی رہے۔ پس معین ہو گیا کہ جب کوئی ولی اللہ کسی عبادت یا کسی اور کام میں مصروف ہوتے ہیں تو ان کی صورت پر فرشتے آکر ان کی جگہ گفتگو کرتے ہیں اور یہ جو بیان کیا کہ سہل رحؒ نے جو علامات اولیاء کی بیان کیں وہ ان کا اپنا مرتبہ تھا، یعنی

انھوں نے اپنے مرتبہ اور مقام ولایت کو بیان فرمایا۔

حکایت (۴۲۲) حضرت سہل ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں تھا اور ایک بار میں طواف کرنے گیا تو میں نے دو شخصوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اور ایک شخص دوسرے سے کہتے تھے کہو یاحی یا نور روح سمع اذان قلبی یا کہا یا نور روح البصر عیون قلبی بحق الفحول علیاک یا مروح الارواح۔ میں نے ان کے بیچ میں جاکر کہا السلام علیکم میں نے تمہارے کلمے سن لیے اور الفاظ یاد کر لئے۔ تم لوگ کون ہو۔ خدا تم پر رحم فرماوے ایک نے اُن میں سے کہا کہ میں خضر ہوں، اور یہ میرے بھائی الیاس ہیں اور فرمایا جب تم نے ان کلمات کو یاد کر لیا ہے تو اور کسی چیز کے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ لیکن دنیا کی ضرورتوں میں یہ نہ پڑھا کرو۔ سلام اللہ علیہما ونفعنا بہما آمین

اور ابو جعفر حداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک کشتی پر سوار ہو کر بصرہ سے بغداد کو جا رہا تھا۔ میرے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا جو نہ کچھ کھاتا تھا، نہ پیتا تھا، نہ نماز پڑھتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ کہا میں نصرانی ہوں۔ میں نے کہا کہ تو کیوں نہیں کھاتا، کہا میں متوکل ہوں۔ میں نے کہا میں بھی متوکل ہوں اور ابھی ان لوگوں کا دسترخوان چنا جائے گا اور وہ ہمیں بلائیں گے۔ ہم کیوں یہاں بیٹھیں، اٹھو ہم پیدل چلیں۔ اس نے کہا ایک شرط پر چلتا ہوں کہ جب ہم کسی شہر میں پہونچیں تو نہ تم مسجد میں جاؤ نہ میں گرجا میں جاؤں۔ میں نے کہا اچھا منظور ہے ہم چلکر شام کے وقت ایک قریہ میں پہونچے اور ایک کوڑے کے قریب بیٹھے ایک کالا کتا منھ میں ایک روٹی لئے ہوئے آیا اور نصرانی کے آگے رکھ کے چلا گیا، اس نے وہ روٹی کھالی نہ میری طرف التفات کیا نہ مجھے کھانے کو کہا۔ ہم اسی طرح تین دن چلے۔ ہر شب اُسکے پاس کتا ایک روٹی لے آتا تھا اور وہ اپنے آپ کھالیتا تھا۔ جب چوتھا دن ہوا تو ہم ایک گاؤں میں شام کے وقت پہونچے اور میں مغرب کی نماز کے لئے کھڑا ہوا ایک شخص ایک طبق میں روٹی اور ایک لوٹے میں پانی لیکر میرے پاس آیا اور مجھے سلام کیا۔ جب نماز سے میں فارغ ہوا تو اس نے میرے آگے لاکر رکھا۔ میں نے اُس نصرانی کو دکھا کر کہا کہ اس شخص کے پاس لے جاؤ۔ یہ

کہہ کر پھر میں نماز میں مشغول ہو گیا۔ وہ نصرانی طبق لیئے ہوئے میرے پاس آیا جب میں نے سلام پھیرا تو مجھ سے کہا تم اپنے دین کی مجھے تعلیم کرو کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ دین سچا ہے میں نے کہا یہ کیونکر تجھے معلوم ہوا کہنے لگا کہ اللہ تعالےٰ میری روزی میرے ہی جیسے کتّے کے ساتھ روانہ کرتے تھے اور جو کچھ مجھے ملتا تھا اُسے میں ہی کھالیا کرتا تھا۔ اور تمہارے پاس تمہارے ہی جیسے آدمی کے ہاتھ روانہ کیا اور تین دن کے بعد اُسوقت بھی تم نے اپنے نفس پر مجھی مقدم کیا۔ اس سے مجھی معلوم ہو گیا کہ تمہارا دین میرے دین سے اچھّا ہے۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔ الحمد للہ الذی ھدانا للاسلام وجعلنا فی امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔

حکایت (۴۲۳) ایک شیخ کی حکایت ہو فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر ابن شقیق نے طرطوس میں کہا کہ میں نے ابوالخیر سے ایک بات سُنی ہو جسے میرا دل قبول نہیں کرتا۔ میں نے کہا وہ کیا بات ہے کہا انھوں نے بیان کیا کہ میں نے عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھا میں نے کہا میں اسکی تصدیق میں ایک حکایت تم سے بیان کرتا ہوں کہ میں نے محمد ابن حامد سے سنا ہے انھوں نے اس حدیث کا ذکر کیا کیف اخاف علے امۃ انا اولھم و عیسیٰ اخرھم صلوات اللہ وسلامہ علیھما یعنی اس امت کا مجھے کیا خوف جن کا اول میں ہوں اور عیسیٰ علیہ السّلام آخر ہیں اسوقت محمد ابن حامد نے مجھ سے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السّلام تین مرتبہ نازل ہونگے پہلی بار ان کا ظہور اولیاء اللہ پر ہوگا۔ اور دوسری بار صالحین پر اور تیسری بار بیت المقدس میں نازل ہوں گے اُس وقت انھیں خاص و عام سب دیکھیں گے۔ اسوقت ابن شقیق کھڑے ہوئے اور گھر میں جاکر سواری پر سوار ہوئے اور ہمارے سامنے سے نکلے۔ میں نے پوچھا کہاں جارہے ہو کہا ابوالخیر کے پاس تاکہ ان سے معافی مانگوں۔ میں نے کہا کل کو جائیو۔ کہا نہیں مجھے اندیشہ مرجانے کا ہی۔ چند روز کے بعد وہ طرطوس واپس آئے میں ان کے پاس گیا۔ فرمایا میں جس تعجب سے گیا تھا، اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات دیکھ آیا۔ وہ یہ ہے کہ جب میں اُن کے پاس پہنچا تو وہ نمازِ عصر ادا کر چکے تھے اور مصلے ہی پر بیٹھے تھے۔ جب میں مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو فرمایا اے ابوبکر جاؤ میں نے تمھیں معاف کر دیا رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین۔ ثم آمین۔

اور ابو عمران سندی رضی اللہ عنہ کی حکایت ہے کہ میں مصر کی فلاں جامع مسجد میں تھا
میرے دلمیں نکاح کا خیال آیا اور میرا ارادہ مصمم ہو گیا۔ اُسوقت قبلہ کی جانب سے ایک
نور ظاہر ہوا کہ ویسا میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اسمیں سے ایک ہاتھ نکلا۔ اُسمیں ایک
جوتی تھی سُرخ یاقوت کی اور تسمہ اُس کا سبز زمرد کا اور اُسپر موتی جڑے ہوئے تھے اور ایک ہاتف
نے آواز دی کہ یہ اسکی (یعنی تمہاری حور کی) جوتی ہے وہ خود کیسی ہوگی۔ اسوقت میرے دل سے
عورتوں کی خواہش جاتی رہی۔ اور محمد وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مبارک نامی ایک حبشی
تھے وہ مباح کام کیا کرتے تھے۔ ہم ان سے کہا کرتے تھے اے مبارک تم نکاح نہیں کروگے تو
وہ جواب دیتے تھے کہ میں اللہ تعالےٰ سے سوال کرتا ہوں کہ حور سے میرا نکاح کردے۔ راوی کہتے
ہیں کہ ہم ایک جہاد میں شریک ہوئے اور دشمن ہم پر حملہ آور ہوا اور اسمیں مبارک شہید ہوئے اور
جب ہم ان پر سے گذرے تو ہم نے دیکھا کہ ان کا سر الگ پڑا تھا اور دھڑ ایک طرف تھا اور وہ
پیٹ کے بل گرے تھے، ان کے ہاتھ سینہ کے نیچے تھے۔ ہم اُن کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا
اے مبارک اللہ نے کتنی حوروں کے ساتھ تمہارا بیاہ کیا۔ انھوں نے سینہ کے نیچے سے ہاتھ نکال کر
تین انگلیوں سے اشارہ کیا یعنی تین حوروں سے۔

حکایت (۴۲۴) حضرت ابو احمد حلاس رحمۃ اللہ تعالےٰ سے
مروی ہے فرماتے ہیں کہ میری والدہ بڑی صالحہ تھیں۔ ایک دن ہم بہت فقر کی حالت میں تھے
مجھ سے کہا اے بیٹے ہم کب تک اس تکلیف میں رہیں گے جب سحر کا وقت ہوا تو میں نے
دعا کی کہ اے اللہ اگر ہمارے واسطے آخرت میں کچھ ہے تو اُس میں سے ہمیں دنیا میں کچھ
عطا فرمادے۔ اُسوقت گھر کے ایک گوشہ میں مجھے ایک نور دکھائی دیا۔ میں اُس کے
پاس گیا تو دیکھا کہ ایک تخت کے سونے کے پائے ہیں اور جواہر سے مرصع کئے گئے ہیں۔
میں نے والدہ سے کہا کہ یہ لو اور کچھ جواہر بیچنے کے ارادہ سے بازار میں گیا اور جی
میں کہتا تھا کہ ان میں سے کچھ جواہر جوہریوں کے ہاتھ فروخت کروں لیکن اس کا
کیا طریقہ ہوگا۔ جب میں مسجد سے لوٹ کر آیا تو مجھ سے میری ماں نے کہا اے بیٹے تو مجھے معاف
کردے کیونکہ جب تو گھر سے نکلا تو میں سو گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل
ہوئی وہاں میں نے ایک محل دیکھا جس کے دروازہ پر لآ اِلٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ لکھا ہوا تھا
اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ مکان ابو احمد حلاس کا ہے۔ میں نے کہا میرے بیٹے کا تو ایک

شخص نے کہا ہاں۔ میں اس مکان میں جا کر اسکے کمروں میں گشت کرتی رہی میں نے ایک کمرے میں بہت سے تخت بچھے ہوئے دیکھے۔ ان کے بیچ میں ایک تخت ٹوٹا ہوا تھا۔ میں نے کہا ان تختوں کے بیچ میں یہ ٹوٹا تخت کسقدر بے موقع ہے۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اسکے پائے تم نے لے لئے ہیں۔ میں نے کہا اُسے اپنی جگہ پہنچا دو۔ جب میں جاگی تو وہ غائب ہو گئے تھے۔ اللہ کا شکر ہے۔ رضی اللہ عنہما۔

اسی طرح بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم ملک روم میں تھے ایک شخص ہمارے ساتھ ہو لئے جو نہ کبھی کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ میں نے کہا میں نے تمھیں گیارہ روز سے کوئی چیز کھاتے نہیں دیکھا۔ فرمایا جب تم سے جدا ہونے کا وقت آئیگا تو میں تم سے اسکی وجہ بیان کر دوں گا جب وقت جدائی کا آیا تو میں نے کہا آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ فرمایا میں چار سو آدمیوں کے ہمراہ غزوہ میں شریک ہوا دشمن نے ہم پر حملہ کیا اور میرے ساتھی شہید ہوئے میں صرف بچ نکلا۔ میں مقتولین کے درمیان تھا۔ جب غروب کا وقت ہوا تو مجھے اوپر کی جانب خوشبو مہکتی ہوئی محسوس ہوئی میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا۔ بہت سی لڑکیاں آئیں اور ایسا لباس پہنے ہوئے تھیں کہ ویسا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اُن کے ہاتھوں میں پیالے تھے اور ان مقتولین کے منہ میں ڈالتی جاتی تھیں۔ میں نے اپنی آنکھ بند کر لی جب میرے پاس آئیں تو ایک نے کہا جلدی سے اسکے حلق میں ڈال کر چلو تاکہ آسمان کے دروازے بند ہونے سے پہلے ہم پہلے پہونچ جائیں ایسا نہ ہو کہ ہم زمین پر رہ جائیں۔ دوسری نے کہا اسے پلا دو اسمیں کچھ رمق باقی ہے۔ تیسری نے کہا کچھ خوف نہ کر پلا دے اے بہن اُسنے میرے منھ میں ڈال دیا۔ میں نے جب سے وہ شربت نوش کیا ہے مجھے کھانے پینے کی کوئی حاجت باقی نہ رہی۔

حکایت (۴۲۵) ایک شیخ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ملک ہندوستان کو گیا۔ ایک شہر میں پہونچا۔ میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ تھے اُسکے دو چھلکے ہوتے تھے۔ جب اُنھیں توڑا جاتا تھا تو اسکے اندر سے ایک لپٹا ہوا سبز ورق نکلتا تھا۔ جب اُسے کھولا جاتا تھا تو اس کے اندر فطرتی طور سرخ روشنائی سے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ لکھا ہوتا تھا اور اہل ہند اُس سے تبرک حاصل کرتے تھے اور بارش رک جاتی تو اسکے وسیلہ سے طلب باراں کرتے تھے۔

اور اُسکے پاس گڑگڑا کر رویا کرتے تھے۔ میں نے یہ قصہ ابو یعقوب صیاد سے بیان کیا انھوں نے فرمایا میں اسمیں کوئی تعجب انگیز بات نہیں سمجھتا۔ میں جب ایلہ میں تھا تو میں نے ایک مچھلی شکار کی، اُسکے داہیں کان پر لاالٰہ الااللہ اور بائیں پر محمد الرسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ میں نے جب یہ دیکھا تو اسے دریا میں ڈال دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اُنھوں نے اس وجہ سے اُس مچھلی کو پانی میں ڈال دیا تاکہ اللہ اور رسول کے نام کا احترام رہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں دریا کے سفر میں چلا۔ میرے پاس ایک آدمی تھا اُسے ہیضہ ہو گیا تھا۔ رات کو کشتی چل رہی تھی۔ وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ اس تختہ پر جہاں طہارت کے واسطے بیٹھا کرتے ہیں جا بیٹھا۔ ایک زور کی موج آئی اور اسے سمندر میں پھینک دیا۔ میں لوٹ آیا۔ سب لوگ سوئے ہوئے تھے۔ میرے سوائے کسی کو اس واقعہ کی خبر نہ تھی۔ جب میں نے فجر کی نماز ادا کی تو دیکھتا ہوں کہ وہ شخص میرے پہلو میں بیٹھا ہے۔ میں نے کہا تو تو دریا میں گر گیا تھا۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا پھر کیا قصہ ہوا۔ کہا جب میں دریا میں گرا تو ابھی تہ تک نہ پہنچا تھا کہ ایک بڑا پرندہ میرے پاس آیا اور میری ٹانگوں کے درمیان گردن ڈال کے مجھے پانی کے اوپر اُٹھا لایا۔ پھر کشتی کو دیکھا تو کشتی دور نکل گئی تھی وہ مجھے لے اڑا اور کشتی پر لا بٹھایا اور میرے کان کے پاس چونچ لگا کر عربی زبان میں کہا کان ذالک فی الکتاب مسطورا۔ یعنی یہ واقعہ لوح محفوظ پر لکھا ہوا تھا۔

حکایت (۴۲۶) بعض اہل روم سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کی وجہ یہ ہوئی کہ مسلمان ہم پر چڑھ آئے اور میں ان کی تاک میں ان کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن آخیر کی فوج کو غافل پاکر میں نے تقریباً دس آدمی اُن میں سے گرفتار کر لئے اور مقید کر کے خچروں پر سوار کیا اور ہر ایک پر ایک ایک پہرہ دار مقرر کیا۔ ایک دن میں نے ان میں سے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ میں نے اس کے نگہبان سے اسکے متعلق جواب طلب کیا۔ اس نے کہا کہ یہ شخص جب نماز کا وقت آتا ہی تو مجھ سے کہتا ہے

ایک اشرفی دونگا مجھے نماز پڑھ لینے دے ہمیشہ سے اسی طرح دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ میں نے کہا اسکے پاس کچھ ہے۔ کہا نہیں ہے لیکن جب وہ نماز ادا کر چکتا ہے تو اپنا ہاتھ زمین پر مار کر اٹھاتا ہے تو اسکے ہاتھ میں ایک اشرفی آجاتی ہے اور وہ مجھے دے دیتا ہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو میں نے پرانے کپڑے پہنے اور ایک ادنیٰ درجہ کی گھوڑے پر سوار ہو کر اس شخص کے سپاہی کے ساتھ ہو لیا تاکہ اس کی سچائی دیکھوں۔ جب ظہر کا وقت آیا تو انھوں نے مجھ سے اشارہ سے کہا اگر نماز پڑھنے دو گے تو میں تمھیں ایک دینار دونگا۔ میں نے اشارہ سے کہا میں دو دینار لوں گا پھر انھوں نے اشارہ سے کہا اچھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو زمین پر ہاتھ مار کر دو دینار نکالے اور میرے حوالے کئے۔ جب عصر کا وقت آیا تو انھوں نے پھر پہلے ہی کی طرح اشارہ کیا۔ میں نے کہا میں پانچ دینار سے کم نہ لونگا کہا اچھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پہلے ہی کی طرح زمین پر ہاتھ مار کر پانچ دینار مجھے اٹھا دیئے۔ جب مغرب کا وقت آیا تو پھر اشارہ کیا۔ میں نے کہا میں دس دینار سے کم نہ لوں گا۔ انھوں نے قبول کیا اور نماز سے فارغ ہو کر پہلے ہی کیطرح زمین پر ہاتھ مار کر دس دینار میرے حوالے کئے۔ جب وہ منزل پر پہونچے اور صبح ہوئی تو میں نے ان کی حالت دریافت کی اور انھیں دارالاسلام کی جانب لوٹنے کی اجازت دی اُنھوں نے لوٹ جانا قبول کیا۔ میں نے انھیں ایک خچر پر سوار کر کے ان کے ساتھ توشہ بھی رکھ دیا اور اپنے آپ میں نے خچر پر سوار کیا اُسوقت اُنھوں نے کہا اللہ تعالےٰ تم کو اس کے پاس جو دین پسند ہو اُس دین میں قوت دے۔ اُسی وقت سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ میں نے ان کے ہمراہ اپنے مقرب جماعت سے کئی آدمی حفاظت کے واسطے بھیجے اور ان سے کہدیا کہ دارالاسلام میں جو پہلا شہر تمھیں ملے اُسمیں انھیں پہونچا دیجیو۔ اور ان کو دوات کاغذ دیا اور ایک نشان مقرر کیا کہ تم پہونچ کر یہ نشان کاغذ پر لکھدو تاکہ میں جان لوں کہ اُنھوں نے احتیاط سے تمھیں پہونچا دیا۔ ہمارے اور اس شہر کے درمیان چار روز کا راستہ تھا۔ جب پانچواں روز ہوا تو وہ لوگ واپس لوٹ آئے مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ان لوگوں نے قتل نہ کر دیا ہو۔ میں نے اُن سے پوچھا تو انھوں نے کہا

جب ہم تم سے جدا ہوئے تو ایک لحظہ میں وہاں پہونچ گئے۔ اور یہ چار دن ہمیں لوٹنے میں لگے۔

حکایت (۴۲۷) حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک قوم اہل یمن کی جہاد کی نیت سے چلی۔ ان میں سے ایک شخص کا گدھا مر گیا جب اور لوگ جانے لگے تو ان سے بھی کہا تم بھی ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ انھوں نے انکار کیا اور اُٹھ کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے اللہ میں تیرے راستہ میں جہاد کرنے چلا ہوں اور تیری ہی رضا مقصود ہے اور مجھے یقین ہے کہ تو مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور اہلِ قبور کو مبعوث کرتا ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا گدھا زندہ کر دے اور پھر اُٹھ کر گدھے کو مارا تو وہ کان جھاڑ کر کھڑا ہو گیا اُس نے اس پر زین کس لیا اور لگام ڈال کر سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا انھوں نے کہا کیا بات ہے کہا میں نے اللہ سے دعا کی کہ میرا گدھا زندہ کر دے تو اس نے زندہ کر دیا۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے اس گدھے کو کناسہ میں بکتے دیکھا۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے وہاں جاکر بیان کیا کہ حضرت شعبی کا بیان ہے کہ یہ گدھا مر کر زندہ ہوا ہے۔ لوگوں نے اسے جھٹلایا اور کہا۔ مرنے کے بعد بھی کہیں گدھا زندہ ہوتا ہے۔ یہ شخص شعبی پر بہتان لگاتا ہے۔ ہمارے ساتھ ان کے پاس چل ان کے پاس جاکر اس شخص نے کہا اے ابو عمر کیا آپ نے مجھ سے یہ نہیں بیان کیا تھا، اُسوقت آپ نے کہا یہ کب کا ذکر ہے۔ اسوقت لوگوں نے کہا ہم جانتے تھے کہ اس نے ابو عمر پر بہتان باندھا ہے۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو اس نے کہا اے ابو عمر کیا آپ نے یہ قصہ مجھ سے نہیں بیان کیا تھا۔ اُسوقت آپ نے فرمایا تم پر بھی افسوس ہے کہ تم مرغیوں کے بازار میں اونٹ بیچنے لے گئے تھے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ حضرت شعبی نے اس پر انکار اس لئے فرمایا کہ اُس نے ایک بڑی کرامت ایسے شخصوں سے بیان کی جن کے عقول اُسے قبول نہیں کرتے تھے نہ ان کے فہم وہاں تک پہونچ سکتے تھے، اور ان کے علمی راس المال کو مرغیوں والے تاجر کے ساتھ تشبیہ دی اور اہلِ عقل کے علمی راس المال کو اونٹ کے

تاجروں سے تشبیہ دی۔ اس ثانی تشبیہ میں آپ نے تساہل سے کام لیا ورنہ ان کار اس المال اونٹ والے کیا بلکہ جوہر نفیس سے بھی زیادہ اعلیٰ و اولیٰ ہے اور منکرین کار اس المال علمی ادنیٰ تانبے کے پیسے سے بھی اقل واصغر وادنیٰ واحقر ہے ایسے ہی دو فریق کی جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے لا تعطوا الحکمۃ غیر اھلھا فتظلموھا ولا تمنعوا عن اھلھا فتظلموھم یعنی حکمت نااہل کے سامنے نہ پیش کرو کہ یہ علم وحکمت پر ظلم ہے اور اہل سے مت چھپاؤ ورنہ ان پر ظلم ہوگا۔

حکایت (۴۲۸) شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس کے ارادہ سے چلا اور راستہ بھول گیا۔ ناگاہ ایک عورت ملی وہ میرے سامنے آئی میں نے کہا اے مسافرہ کیا تو بھی راستہ بھول گئی ہے۔ اُس نے کہا اس کا پہچاننے والا کیونکر مسافر ہوسکتا ہے اور اسکی محبت رکھنے والا کیونکر گمراہ ہوسکتا ہے۔ پھر مجھ سے کہا تو میری لکڑی کا سرا پکڑ کر میرے آگے آگے چل۔ چنانچہ میں اُسکی لکڑی کا سرا پکڑ کر آگے آگے اُسکے سات قدم چلا تھا یا کچھ کم زیادہ کہ اتنے میں میں نے بیت المقدس کی مسجد دیکھی۔ میں نے آنکھوں کو ہاتھ سے مل کر کہا شاید مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ اس نے کہا اے شخص تیری سیر وسیاحت زاہدوں کی سیر ہے اور میری سیر عارفوں کی سیر ہے۔ زاہد چلتا ہے اور عارف اُڑتا ہے اور چلنے والا اڑنے والوں کو کب پہنچ سکتا ہے پھر وہ غائب ہوگئیں۔ میں نے اسکے بعد پھر انھیں نہ دیکھا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ونفعنا بہا بحق سیدنا محمد وآلہ اجمعین آمین

حکایت (۴۲۹) حضرت ابراہیم ابن ادھم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک بکریوں کے چرواہے کے پاس گیا اور کہا کہ تمہارے پاس کچھ پانی یا دودھ ہے۔ کہا ہاں ہے۔ بھلا دونوں میں سے کون مرغوب ہے میں نے کہا پانی۔ اسی وقت اس نے اپنی لکڑی پتھر پر ماری جو نہایت سخت تھا اور اس میں سوراخ تھے۔ اسمیں سے پانی بہنے لگا میں نے پیا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ میں متعجب رہ گیا۔ اُنھوں نے کہا تعجب نہ کرو کیونکہ جب بندہ مولا کی اطاعت کرتا ہے تو ہر چیز اسکی اطاعت کرتی ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما وبجمیع الصالحین۔

اسی طرح حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدائن سے چلے آپ کے ہمراہ ایک مہمان بھی تھے آپ نے جنگل میں ہرنوں کو پھرتے ہوئے دیکھا اور پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا تم میں سے ایک ہرن اور ایک پرندہ جو موٹے ہوں میرے پاس آجائے کیونکہ میرے پاس ایک مہمان آگیا ہے میں اُس کا اکرام کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ دونوں آگئے اس مہمان نے کہا سبحان اللہ کیا یہ ہوائی پرندے بھی آپ کے مسخر ہیں۔ حضرت سلمان رضؓ نے فرمایا کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو کیا تو جانتا ہے کہ کوئی بندہ خدا کی فرمان برداری کرے اور کوئی شے اس کی نافرمانی کرے۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔

حکایت (۴۳۰) عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اور ایوب السختیانی رضی اللہ عنہ سفر کو چلے ہم شام کے ایک راستہ پر جارہے تھے تو ہم نے ایک حبشی کو دیکھا کہ لکڑیوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہمارے سامنے سے آرہا تھا۔ میں نے کہا اے حبشی تیرا رب کون ہے۔ اس نے کہا میرے جیسے آدمی کو تو یہ کہتا ہے۔ یہ کہکر بوجھ رکھدیا اور آسمان کیطرف مُنھ کرکے کہا اے پروردگار اسے سونا بنادے۔ چنانچہ اسی وقت وہ بوجھ سونے کا ہوگیا۔ پھر ہم سے کہا تم اسے دیکھتے ہو ہم نے کہا ہاں۔ پھر کہا اے اللہ اسے لکڑی بنادے۔ چنانچہ لکڑی بنگیا۔ جیساکہ پہلے تھا۔ پھر ہم سے کہا۔ عارفین سے سوال کرتے رہو۔ ان کے عجائب فنا نہیں ہوتے۔ حضرت ایوبؓ فرماتے ہیں کہ میں اُس حبشی غلام کی حالت دیکھ کر حیران رہ گیا اور اُس سے ایسا شرمندہ ہوا کہ کبھی کسی سے نہ ہوا تھا۔ پھر ان سے پوچھا کہ تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ انھوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو ہمارے سامنے ایک پیالہ آگیا جسمیں شہد تھا جو برف سے بھی زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ کہا کھالو یہ شہد مکھیوں کے پیٹ کا نہیں ہے۔ ہم نے کھایا تو اُس سے میٹھی کوئی چیز ہم نے نہیں دیکھی۔ ہم نے تعجب کیا۔ فرمایا ایسی کرامتوں پر تعجب کرنیوالا عارف نہیں ہوتا اور جو تعجب کرے سمجھ جاؤ کہ وہ اللہ سے دُور ہے اور جو کرامتوں کو دیکھ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ شخص اللہ تعالےٰ سے جاہل

اور ناواقف ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۴۳۱) حضرت واسطی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک بار جنگل میں سیر کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک اعرابی کے پاس پہنچا جو تنہا بیٹھے تھے۔ میں اُن کے پاس گیا اور سلام کیا اُنھوں نے جواب دیا۔ میں ان سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ انھوں نے کہا اللہ کے ذکر میں مشغول رہو کیونکہ اس کا ذکر قلب کی شفا ہے۔ پھر فرمایا آدمی کیونکر اسکے ذکر اور خدمت سے سست ہوتا ہے۔ حالانکہ موت اس کی تاک میں ہے اور اللہ تعالےٰ اُسے دیکھ رہا ہے۔ پھر رونے لگے اور میں بھی ان کے ساتھ روتا رہا۔ پھر میں نے کہا کیا بات ہے میں تمھیں تنہا دیکھتا ہوں۔ کہا میں تنہا نہیں ہوں اللہ تعالےٰ میرے ساتھ ہے میں تنہا نہیں ہوں جبکہ وہ میرا انیس ہے۔ پھر اُٹھ کر میرے پاس سے جلدی سے چلے گئے اور کہنے لگے اے میرے مالک اکثر مخلوق تیری تجھے چھوڑ کر غیر کے ساتھ مشغول ہے حالاں کہ تو ساری چھوٹی ہوئی چیزوں کا عوض ہے۔ اے ساتھی ہر غریب کے اور اے مونس ہر تنہا کے اے پناہ دینے والے ہر چھوڑے ہوئے کے۔ وہ آگے آگے چلے جا رہے تھے اور میں اُن کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ پھر میری طرف پھر کر کہا خدا تمھیں عافیت دے مجھ سے اچھے آدمی کو ڈھونڈو اور مجھے اپنے سے اچھے کے ساتھ مشغول رہنے دو۔ پھر غائب ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۳۲) حضرت عبدالواحد ابن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک راہب پر گذرا اُن سے میں نے پوچھا کہ تم یہاں کب سے ہو۔ کہا چوبیس سال سے ہوں۔ میں نے کہا تمہارا انیس یہاں کون ہے۔ کہا اللہ جو یکتا اور بے نیاز ہے۔ میں نے کہا اور مخلوق میں سے۔ کہا وحشی جانور میں نے کہا تمہاری خوراک کیا ہے۔ کہا ذکر اللہ میں نے کہا ماکولات سے کہا ان درختوں کے پھل اور زمین کے نباتات۔ میں نے کہا تمھیں کسی کی ملاقات کا شوق نہیں ہوتا کہا عارفین کے دل محبوب سے ملنے کا شوق ہوتا ہے۔ میں نے کہا اور مخلوق سے۔ کہا جس کا شوق اللہ سے ہو وہ غیروں کا اشتیاق کیونکر رکھ سکتا ہے۔ میں نے کہا تم لوگوں سے کیوں الگ ہو گئے کہا اس لئے کہ وہ عقل کے چور

ہیں اور ہدایت کے راستہ کے ڈاکو ہیں۔ میں نے کہا آدمی ہدایت کی راہ پر کب پہنچتا کہا جب ہر شئے ماسوی اللہ کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور ماسوی اللہ کا ذکر چھوڑ کر اللہ ہی کے ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔

حکایت (۴۳۳) حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں جنگل کی سیر کر رہا تھا ناگاہ میں نے ایک آدمی دیکھا کہ گھاس پر لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا، انھوں نے جواب دیا۔ پھر کہا تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا مصر کا رہنے والا ہوں کہا کہاں چلے کہا اللہ کے ساتھ انس طلب کرتا ہوں۔ کہا دنیا و آخرت چھوڑ دے اُسوقت طلب صادق ہو گی اور تو مولی کی محبت پر پہونچ جائیگا۔ میں نے کہا یہ سچ ہے مجھ سے اس کا بیان کرو کہا کیا ہماری حاصل کی ہوئی چیز پر تم اتہام لگاتے ہو تم جو کچھ کہتے ہو اُس سے بھی زیادہ ہم دئیے گئے ہیں وہ کیا ہے یعنی معرفت الہی۔ میں نے کہا۔ میں تم پر اتہام نہیں لگاتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ اس نور پر اور نور بڑھائیے۔ فرمایا اے ذوالنون اوپر دیکھ۔ میں نے دیکھا تو آسمان و زمین سونے کے بن گئے تھے اور چمک رہے تھے۔ پھر کہا آنکھ بند کر لے۔ میں نے بند کی، جب کھولی تو جیسے کہ تھے ویسے ہی ہو گئے۔ میں نے کہا اسکی جانب راستہ کیونکر ملیگا۔ کہا اللہ تعالے کے لئے سب سے الگ ہو جا اگر تو اس کا بندہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما آمین — مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کرامت انھوں نے دکھائی یہ معرفت نہیں ہی بلکہ معرفت کی علامت ہے۔ کیونکہ کرامت استقامت کی دلیل ہے اور استقامت عارفین ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

حکایت (۴۳۴) محمد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ملک شام کے پاگل خانہ میں گیا۔ وہاں میں نے ایک جوان کو دیکھا اُسکے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور زنجیر سے بندھی ہوئی تھیں۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا۔ اے محمد دیکھتے ہو میرے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا میں تمھیں قاصد بناتا ہوں تم اس سے کہدو کہ اگر آسمانوں کو طوق بنادے اور زمین کی بیڑی پاؤں میں ڈالے تو بھی تجھے چھوڑ کر

غیر کی طرف ایک لحظہ بھی التفات نہ کروں گا۔ پھر دو شعر پڑھے ؎

علی بعدک لا یصبر من عادتہ القرب	ولا یقوی علی قطعک من تیمہ الحب
ثوی حبک فی قلبی و احرق حرہ کبدی	اذا لم تراک العین فقد ابصرک القلب

(ترجمہ) وہ تیری جدائی پر صبر نہیں کر سکتے جس کی عادت قرب کی ہوگئی ہے۔ اور وہ قطع تعلق پر قادر نہیں ہے جس کو محبت نے غلام ذلیل بنا دیا ہے۔ تیری محبت میرے دل میں اور اُسکی تپش میرے جگر میں ہے۔ اگر آنکھ تجھے نہیں دیکھتی تو دل تو دیکھتا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

اور حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حبشی کو کعبہ کے گرد طواف کرتے دیکھا وہ اُنتَ اُنتَ یعنی تو تو کے سوائے کچھ نہیں کہتے تھے۔ میں نے کہا اے عبداللہ اس سے تمہاری کیا مراد ہے تو انھوں نے چند اشعار پڑھے۔

بین المحبین سر لیس یفشیہ	خط ولا قلم عنہ فیحکیہ
نار یقابلہا انس بما زجہ	نور یخبرہ عن بعض ما فیہ
شوقی الیہ ولا ابغی بہ بدلا	ھذی سرائر کتمان تناجیہ

(ترجمہ) دوستوں کے درمیان ایک راز ہے جسے فاش نہیں کر سکتا کوئی خط اور نہ قلم اسکی حکایت کر سکتا ہے۔ آتش عشق کے ساتھ محبت ہی جس سے نور ملا ہوا ہی جو محبوب کی بعض باتوں کی خبر دیتا ہے۔ میرا شوق اسی کی جانب ہی میں اس کے عوض میں کچھ نہیں چاہتا۔ یہ چھپانے کے قابل راز ہیں جن کو تم چپکے چپکے سن رہے ہو

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ بیچارے غافل لوگ بہت ہی عبادات میں مشغول رہتے ہیں اور اسکو بہت بڑا جانتے ہیں اور فخر کرتے ہیں لیکن اگر اہل معرفت تمام آسمانوں اور زمین والوں کے برابر ازل سے ابد تک عبادت کریں تو بھی ان کی نظر میں یہ سب اللہ کی عظمت کے مقابل بہت کم ہے جیسا کہ زمین و آسمان کے مقابل میں ایک رائی کا دانہ ہوتا ہے۔

حکایت (۴۳۵) حضرت ابو سعید خزار رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا مجھے سخت بھوک لگی۔ میرے نفس نے کہا کہ میں اللہ سے کوئی کھانے کی چیز مانگوں۔ میں نے کہا یہ ان متوکلین کا

کام نہیں ہے جو کہ ہمت والے ہیں تو میرے نفس نے کہا کہ میں اللہ سے صبر مانگوں۔ جب میں نے اس کا ارادہ کیا تو ایک ہاتف کی آواز سنائی دی وہ کہتا تھا ۔ ؎

ویزعم انه منا قریب ۔۔۔ وانا لا نضیع من اتانا
فهم ابو سعید سؤل صبر ۔۔۔ کانا لا نراه ولا یرانا

(ترجمہ) اس کا گمان ہے کہ وہ ہم سے قریب ہے۔ حالانکہ جو ہمارے پاس آتا ہے ہم اسے ضائع نہیں کرتے۔ ابو سعید نے ہم سے صبر کی درخواست کا قصد کیا گویا ہم اسے نہیں دیکھتے نہ وہ ہمیں دیکھتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ رویتِ قلب مشاہدہ یقین سے ہوتی ہے۔ اگرچہ ظاہری آنکھوں سے معائنہ نہ ہو سکے۔ اس معنی میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے زبانِ حال سے فرمایا ہے ؎

یا غائبا وهو فی قلبی اشاهده ۔۔۔ ما غاب من لم یزل فی قلب مشهودا
ان فات عینی من رؤیاك حظهما ۔۔۔ فالقلب قد نال حظا منك محمودا

(ترجمہ) اے غائب حالانکہ وہ میرے دل میں ہے میں اسے دیکھتا ہوں۔ جو قلب میں حاضر و شاہد ہو وہ غائب نہیں ہے۔ اگرچہ آنکھوں سے تیرے مشاہدہ کی نعمت فوت ہو گئی ہے۔ لیکن دل کو تیرے مشاہدہ کا پورا حصہ مل گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ اشعار اس لئے کہے تھے کہ میں نے بعض مصنفین کو ذیل کے شعر سے جو کہ ناتمام ہے استدلال کرتے دیکھا ہے ؎

ان کنت لست معی فالذکر منك معی ۔۔۔ یراك قلبی وان غیبت عن بصری

(ترجمہ) اگر تو میرے ساتھ نہیں ہے تو تیرا ذکر میرے ساتھ ہے۔ تجھے میرا دل دیکھتا ہے اگرچہ تو میری آنکھوں سے غائب کیا گیا ہے۔ اور یہ شعر دو وجہ سے اللہ تعالےٰ کے حق میں منطبق نہیں ہو سکتا۔ ایک تو یہ کہ اسمیں یہ لفظ ہے اگر تو میرے ساتھ نہیں ہے۔ یہ اللہ کے حق میں صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ ہر ایک کے ساتھ موجود ہے۔ دوسرے یہ لفظ کہ اگرچہ آنکھوں سے غائب کیا گیا ہے یہ بھی اللہ کی شان پر منطبق نہیں ہوتا بلکہ مخلوق کی شان میں بھی یہ شعر منطبق نہیں ہوتا کیونکہ اس کا قلب کسی مخلوق کو نہیں دیکھتا کیونکہ رویت قلبی اس نور کی وجہ سے ہوتی ہے جو عارفین باللہ ہی کو حاصل ہوتا ہے اور ایسے شخص کا قلب تو جہال کے قلب سے بھی زیادہ

سیاہ ہے اور رویت قلبی تو عارفین باللہ ہی کو حاصل ہوتی ہے جیساکہ قائل کا قول ہے قلوب العارفین لہا عیون یعنی عارفوں کے قلب میں ایسی آنکھیں ہیں جو وہ چیزیں دیکھتے ہیں جن کو کوئی نہیں دیکھ سکتا - اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ تیرا ذکر تیرے ساتھ ہے - کیونکہ یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ذکر سے ذکرِ خالق مراد لیا جائے جیساکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وھو معکم اینما کنتم یعنی تم جہاں کہیں رہو اللہ تمہارے ساتھ ہے اور ایک جگہ فرمایا ہے فاذکرونی اذکرکم یعنی تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کرونگا اور فرمایا انا جلیس من ذکرنی یعنی جو مجھے یاد کرتے ہیں میں اُن کے ساتھ ہوتا ہوں اسی طرح کے اور اقوال خداوند کریم کے جن سے حق تعالےٰ نے بندہ کو خلعتِ بزرگی عطا فرمایا ہے اور جنت کے بڑے بڑے قصور کی سکونت عطا فرمائی ہے - اے اللہ تو ہمارے قلوب کو بارانِ رحمت سے زندہ کر اور اسکو نورِ معرفت سے منور کر اور اپنے ذکر و شکر اور حسنِ عبادت سے مزین فرما تو ہی بادشاہ احسان و کریم والا ہے اور بڑے فضل والا ہے مسلمانوں کو آمین - اگر مان بھی لیا جائے کہ اس قسم کا اطلاق مخلوق کے حق میں جائز ہے - باوجودیکہ اسمیں تعسف ہے - لیکن یہ تو نہیں جائز ہے کہ معرفت کے موقع میں اس سے استشہاد کیا جائے جہاں اُسکے جمال و جلال کا مشاہدہ قلبی انوار سے فرشِ تقرب پر جامِ وصل میں شرابِ محبت کے پینے والے کرتے ہیں جبکہ وقت کہ انھیں مناجات اور انس پیدا ہو جاتا ہے کسی کا کیا اچھا قول ہے ؎

قلوب العارفین لہا عیون	ترے ما لا یراہ الناظرونا
والسنۃ بسر قد تناجی	یغیب عن الکرام الکاتبینا
واجنحۃ تطیر بغیر ریش	فتاوی عند رب العالمینا
وترعی فی ریاض القدس طورا	وتشرب من بحار العارفینا
عباداً اقاصد وا بالسر حتےٰ	دنوا منہ وصار وصابرینا

(ترجمہ) عارفین کے قلب میں ایسی آنکھیں ہیں جو ایسی چیزیں مشاہدہ کرتی ہیں جنھیں آنکھوں والے نہیں دیکھ سکتے - اور ان کی زبان ایسے راز بیان کرتی ہے جو کراما کاتبین سے بھی پوشیدہ ہیں - ان کے بازو بغیر پروں کے اڑتے ہیں

اور رب العالمین کے پاس بسیرا لیتے ہیں۔ کبھی باغ قدس میں چلتے ہیں اور دریائے معرفت کا پانی پیتے ہیں۔ اور وہ ایسے بندے ہیں جو پوشیدہ چلتے ہیں یہانتک کہ محبوب کے قریب ہو گئے اور صابر ہو گئے ہیں۔ ایک اور قائل کا قول بھی بہت اچھا ہے ؂

للعارفین قلوب یعرفون بہا	نور الالٰہ بہا السر فی الحجب
صم عن الخلق عمی عن مناظرہم	بکم عن النطق فی دعواہ بالکذب

(ترجمہ) عارفین کے ایسے قلب ہیں جن سے وہ پہچانتے ہیں اللہ کا نور جو پردہ میں راز در راز میں ہے مخلوق سے بہرے ہیں، اور ان کی آنکھیں ان سے اندھی ہیں۔ اگر مخلوق ان کے جھوٹے ہونے کا دعویٰ کرتی ہو تو وہ خاموش رہتے ہیں۔

حکایت (۴۳۶) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک عرب کی تعریف کیگئی اور ان کی عمدہ شان اور حسن کلام کا ذکر کیا گیا جو وہ معرفت کے متعلق کیا کرتے تھے میں سفر کر کے ان کے مقام پر پہنچا اور چالیس دن تک اُن کی خدمت میں رہا مجھ عبادت کی مشغولی کیوجہ سے کبھی ان کے علم سے فیض یاب ہونے کا موقعہ نہ ملا۔ ایک دن مجھے دیکھ کر فرمایا یہ کہاں کا رہنے والا ہے (یعنی تم کہاں کے رہنے والے ہو) میں نے اپنی حالت بیان کی۔ فرمایا میرے پاس کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا میں آپ سے ایسا علم حاصل کرنے آیا ہوں جو مجھے اللہ کا راستہ دکھادے۔ فرمایا اللہ سے ڈر اور اس سے استعانت طلب کر اور اُسپر توکّل کر وہی سرپرست لائق حمد ہے پھر خاموش ہو رہے میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے کچھ اور (بیان) کیجیے میں مسافر آدمی ہوں، آپ کے پاس بہت دور سے آیا ہوں۔ میں اپنے چند شبہات جو میرے قلب میں پیدا ہوئے ہیں انھیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا تم متعلم ہو یا عالم ہو یا مناظر ہو۔ میں نے کہا میں متعلم محتاج ہوں۔ فرمایا متعلم کی طرح رہو اور سوال کا ادب پیش نظر رکھو کیونکہ تم آداب میں اگر نقصان اور تعدی کروگے تو معلم کا نفع تم سے فوت ہو جائیگا۔ عاقل علماء اور عارف صوفیہ صدق و وفا کے راستہ پر چلتے ہیں اور قرب اور صفائی کے قدم سے غم اور بلا کے جنگل قطع کرتے ہیں اور دونوں بدن کی خیریت اور لذت حاصل کرتے ہیں میں نے

کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے بندہ کب اس مرتبہ پر پہنچتا ہے فرمایا جب اسباب و انساب سے نکل جاتا ہے۔ وہ قلب سے سارے علائق قطع کر دیتا ہے۔ میں نے کہا بندہ کب اس رتبہ پر پہنچتا ہے۔ فرمایا جب طاقت و قوت سے نکل جائے اور اسکے پاس ایسی شئے نہ رہے جس کا وہ مالک ہو نہ ایسی حالت ہو جسے وہ جانتا ہو۔ رضی اللہ عنہما۔

حکایت (۴۳۷) حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک سفر میں ایک شیخ سے ملا جن کے چہرہ پر علامت عارفین کی تھی۔ میں نے پوچھا خدا تعالیٰ آپ پر رحم کرے اللہ کی جانب راستہ کیونکر ملتا ہے۔ کہا اگر اللہ کو پہچان لے تو تجھے اس کی طرف جانے کا راستہ بھی ملجائے گا۔ پھر کہا اے شخص خلاف اور اختلاف چھوڑ دے۔ میں نے کہا اے شخص کیا علماء کا اختلاف رحمت نہیں ہے کہا ہاں لیکن تجرید اور توحید میں اختلاف رحمت نہیں ہے۔ میں نے کہا تجرید توحید کیا چیز ہے کہا مخلوق کے دیدار کو خدا کے پانے کے لئے چھوڑ دینا۔ میں نے کہا عارف کبھی خوش بھی ہوتا ہے، کہا عارف کو کبھی غم بھی ہوتا ہے۔ میں نے کہا جو اللہ کو پہچانتا ہے کیا اس کا غم زائد نہیں ہوتا۔ کہا جو اللہ کو جان لیتا ہے اس کا غم زائل ہو جاتا ہے میں نے کہا کیا دنیا عارفین کے قلب کو متغیر کر دیتی ہے۔ کہا عارفین کے قلب کو آخرت بھی کہیں متغیر کر سکتی ہے جو دنیا متغیر کر سکے۔ میں نے کہا کیا اللہ کو پہچاننے والا لوگوں سے متوحش نہیں ہوتا۔ کہا نہیں بلکہ وہ اللہ کی جانب مائل ہوتا ہے اور لوگوں سے مجرد ہوتا ہے۔ میں نے کہا کیا اللہ کے سوائے کسی اور چیز سے عارف کو افسوس بھی ہوتا ہے۔ کہا کیا عارف خدا کے سوا کو جانتا بھی ہے جس پر افسوس کرے۔ میں نے کہا کیا عارف اللہ کی جانب مشتاق ہوتا ہے۔ کہا کیا عارف اللہ سے لحظہ بھر غائب بھی رہتا ہے جو مشتاق ہو۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے فرمایا تو اللہ کی عظمت و ہیبت کے ساتھ اللہ کہہ یہی اسم اعظم ہے۔ میں نے کہا میں اکثر کہتا ہوں مگر ہیبت پیدا نہیں ہوتی کہا تم اپنے اعتبار سے کہتے ہو اسکی اعتبار سے نہیں کہتے۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے کہا اتنا جان لینا تجھ کو کافی ہے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ میں ان کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہا مجھے کیا حکم ہوتا ہے۔ کہا وہ تجھے ہر حالت میں جانتا ہے تو بھی اسے مت بھول۔

رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما آمین۔

حکایت (۴۳۸) شیخ ابو العباس حرار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم مع ایک جماعت مریدوں کے شیخ ابو احمد اندلسی کے یہاں بغرض زیارت پہونچے۔ ہم نے ان کے پاس ایک بڑی مخلوق دیکھی اور بہت سے نقیب تھے۔ ہر نقیب کے ماتحت ایک بڑی جماعت ہوتی تھی۔ ہمیں دیکھ کر حضرت شیخ نے فرمایا جب بچہ معلم کے پاس صاف تختی لے آتا ہے تو معلم اسپر لکھتا ہے اور اگر پہلے ہی سے تختی بھری ہو تو کہاں لکھے۔ بلکہ اُسی سے کہہ دیتا ہے کہ لوٹ جاؤ۔ پھر ہماری طرف ثانیاً ایک نگاہ کی اور فرمایا جو شخص کئی پانی پیتا ہے تو اُسکے مزاج میں تغیر پیدا ہوجاتا ہے اور جو شخص ایک ہی پانی پیتا ہے اسکے مزاج میں تغیر نہیں ہوتا۔ حضرت ابو العباس فرماتے ہیں میں نے ابو احمد کے مرید ایک ہی مکان میں چار سو جوان دیکھے۔ سب کے سب پندرہ برس کی عمر کے تھے یا اس کے قریب۔ اور سب کے سب اہل کشف تھے۔ ایک دن شیخ نے اپنا خادم میرے پاس روانہ کیا۔ میں آپ کی خدمت میں گیا تو آپ کے پاس ایک بڑی جماعت تھی اور آپ کچھ کلام کررہے تھے۔ جب میں بیٹھ گیا تو بیہوش ہوگیا اور عالم ملکوت مجھپر منکشف ہوا اور میں نے شیخ کو دیکھا کہ بسبولا لئے ہوئے میرے سر پر کھڑے ہیں اور میرے جسم کو منہدم کررہے ہیں اور میں دیکھ رہا تھا کہ ایک ایک عضو میرا الگ ہوکر زمین پر گر رہا ہے حتیٰ کہ میری ٹخنوں تک کو انھوں نے جدا کردیا اور کوئی چیز میرے جسم کی منہدم ہونے سے نہ بچی پھر جسم کی جدید عمارت بنانی شروع کی اور ٹخنوں سے شروع کرکے دماغ تک مکمل کیا۔ پھر فرمایا اب تم مستغنی ہوگئے اپنے شہر کو جاؤ۔ جب میں شیخ کے پاس سے نکلا تو مجھ پر سارا عالم علوی اسطرح منکشف ہوگیا کہ کوئی چیز اسکی مجھ سے پوشیدہ ہی نہ رہی۔

حکایت (۴۳۹) حضرت ابو العباس حرار ہی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو یوسف دہمانی رضی اللہ عنہ شیخ ابو عبد اللہ قرشی رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک دن مجھے

شیخ ابو یوسف نے شیخ ابو عبداللہ قرشی کے یہاں بھیجا تاکہ اُن سے دریافت کروں کہ اُس معین روز مجلس ہو گی یا نہیں۔ جب میں صحن میں جہاں سے ان کے گھر کا دروازہ تھا پہونچا تو خوف کے سبب متردد کھڑا رہا۔ ناگاہ کھڑکی کھلی اور ایک لونڈی نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا کہ اے احمد! شیخ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو یوسف سے کہہ دو کہ آج ہم مجلس منعقد نہیں کرینگے۔ میں نے اس معاملہ پر کہ ایسے وقت کہ شیخ نے بغیر سوال کے دریافت کئے ہوئے جواب دے دیا اللہ کا شکر ادا کیا۔ جب شیخ ابو یوسف کے پاس پہونچا تو آپ لیٹے ہوئے تھے اُٹھ بیٹھے اور فرمایا تم صحن میں کیوں کھڑے رہے کہ تمھیں لونڈی نے جواب دیا شیخ کے پاس کیوں نہ چلے گئے۔ میں نے عرض کیا حضرت میں اُن سے ہیبت کھاتا ہوں۔ فرمایا جب تم اکیلے رہو تو ان سے ڈرو۔ اور جب میرے ساتھ رہو بے خوف چلے جاؤ۔ لوگوں نے شیخ ابو العباس سے پوچھا کہ اس قصہ میں کشف کس کا بڑھا ہوا تھا۔ فرمایا ابو عبداللہ قریشی کا۔ کیونکہ شیخ ابو یوسف نے تو مجھے بھیجا ہی تھا اُن کا خیال اور ان کی توجہ میرے ساتھ ابتدا سے تھی اور میری حالت سوچتے تھے۔ اور قرشی مثل آئینہ کے تھے جو ان کی طرف ہوتا تھا اسی کو دیکھ لیتے تھے۔

حکایت (۴۴۰) ابو العباس حرار ہی فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کرتے ہوئے حضرت شیخ ابو العباسؒ مرینی کے پاس آیا وہ بڑے آدمی تھے۔ جب میں اُن کے پاس جاکر بیٹھا تو ایک شخص نے اُن سے سوال کیا کہ حضرت عقل افضل ہے یا روح۔ میں نے دیکھا کہ شیخ اپنی روح کو عالمِ بالا کی سیر کو لے گئے اور میری روح کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ حتیٰ کہ ہم آسمانِ دنیا پر پہونچے اور میں وہاں فرشتوں اور انوار کو دیکھنے میں مشغول ہو گیا اور شیخ مجھ سے غائب ہو گئے۔ میں نے اپنے ٹھہرنے کی جگہ تلاش کی تو مجھے نہ ملی۔ آخر میں اُتر آیا۔ دیکھا تو شیخ ابھی اپنی غیبت میں مستغرق تھے پھر تھوڑی دیر کے بعد آئے اور سائل سے فرمایا۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام آپ کے ہمراہ تھے۔ اور اپنی حد پر پہونچ کر جبرئیل علیہ السلام ٹھہر گئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کی ایک جگہ معین ہے۔ جب سے میں پیدا ہوا ہوں یہاں سے آگے نہ بڑھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وہاں سے جہانتک جاناتھا بلاجبرئیل علیہ السلام کے تشریف لے گئے اور جبرئیل علیہ السلام روح تھے اور نبی علیہ السلام اُسوقت عقل تھے۔ اس بزرگ نے علم کو اُس کے معدن سے حاصل کیا اور تقلید اور معقول سے حاصل نہ کیا اس جماعت کے شیوخ جوار باب معارف اور اصحاب علم لدنی ہیں ان کی یہی عادت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم اجمعین۔

حکایت (۴۴۱) حضرت ابو العباس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ میں اپنی تجرید کے زمانہ میں مصر کی ایک مسجد میں آتا جاتا تھا جو قرافہ کے راستہ میں کمہاروں کے آوے کے سامنے تھی اُسمیں سوتا تھا اور رات کو وہاں سے اُٹھ کر جنگل میں جاتا تھا۔ حق تعالیٰ نے مجھ پر اہل قبور کا حال منکشف فرمایا۔ منعمین اور معذبین دونوں کا مختلف حال نظر آیا۔ فتح مکہ سے پہلے کے مسلمان صحابہ سے اچھا حال میں نے کسی کا نہیں دیکھا۔ مؤلف رحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ کی وصیت کے مطابق اس مسجد مذکورہ بالا کے پاس آپکو دفنایا گیا ہے میں نے آپ کی زیارت بھی وہیں پر کی ہے۔ اور حضرت شیخ ابو العباسؒ ہی فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلیہ میں ایک بار بیمار ہوا میں چت لیٹا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے رنگ برنگ کے پرندے سبز سفید، سرخ ایک ہی مرتبہ سب کے سب بازو سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی ساتھ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمیوں کے ہاتھوں میں طبق ڈھکے ہوئے جن میں تحائف ہیں نازل ہو رہے ہیں۔ میرے جی میں آیا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں آگے بڑھا اور کلمۂ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا تیرا وقت ابھی نہیں آیا ہے یہ ایک اور مومن کے لئے تحفہ آیا ہے جس کا وقت آگیا ہے۔ میں اُنھیں دیکھتا رہا حتیٰ کہ وہ غائب ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم۔

اور حکایت ہے کہ جب حضرت داؤد عجمی کو دفنانے لے گئے تو آپ کی قبر میں ریحان کا فرش کیا ہوا تھا ان کے دفنانے والے نے ان میں سے سات شاخیں نکال لیں وہ ان کے پاس ستّر روز تک تر و تازہ رہیں، لوگ اُنھیں آ آکر دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے، پھر اس شخص سے امیر نے لے لیں اور ان کے یہاں سے غائب ہو گئیں معلوم نہیں کہاں گئیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے طفاریہ مسکینہ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا مرحبا اے مسکینہ کہا خبردار خبردار، ابتو مسکنت جاتی رہی اور امارت آگئی میں نے کہا تجھے مبارک ہو۔ کہا کیا پوچھتے ہو اس کا حال جس کے واسطے ساری جنت مباح ہوگئی ہو میں نے کہا کس سبب سے۔ کہا مجلس ذکر کے سبب سے۔ رضی اللہ عنہ۔

اور حضرت ابوالعباس حرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بعض سیاحت میں پتھروں سے ضرورتاً استنجا کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک پتھر اُٹھایا تو اس نے مجھ سے کہا کہ خدا کے لئے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ سے استنجا نہ کر۔ میں نے دوسرا اٹھایا اُس نے بھی یہی کہا۔ اُسوقت مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یاد آیا اور میں نے ایک پتھر کو اٹھاکر کہا کہ مجھکو اللہ کا حکم ہے کہ میں تجھ سے پاکی کروں اور یہ تیرے واسطے بھی بہتر ہے۔ آپ ہی فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائی کو مکہ معظمہ چھوڑکر مصر آیا۔ پھر اسکے بعد انھوں نے میرے پاس پہونچکر سلام کیا۔ میں انھیں دیکھ کر خوش ہوا۔ انھوں نے کہا بھائی میں بھوکا ہوں میں نے کہا کہ بھائی جان میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ نہ میں تکلف کروں نہ کسی سے کچھ مانگوں میں یہ کلام پورا ابھی نہ کرچکا تھا کہ گھر کی کھڑکی میں سے ایک بڑا پرندہ داخل ہوا اور ایک بڑا قیراط میری گود میں ڈال گیا۔ میں نے اُسے اُٹھاکر اُن کے لئے کوئی چیز خریدی جسے اُنھوں نے کھایا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۴۲) شیخ صفی الدین ابومنصور جو شیخ ابوالعباس کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ میرے اُستاد کی ایک صاحبزادی تھیں۔ آپ کے دوستوں اور مصاحبین میں سے بہت سے لوگ ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ شیخ کو اسکی اطلاع ہوئی۔ آپ نے فرمایا میری اس لڑکی کے نکاح کا کوئی ارادہ نہ کرے کیونکہ جب یہ پیدا ہوئی تھی اُسی وقت حق سبحانہ تعالےٰ نے اسکے زوج کی مجھے اطلاع دیدی تھی۔ اور میں اس کا منتظر ہوں۔ حضرت شیخ صفی الدین فرماتے ہیں کہ میں اُس وقت اپنے والد کے ہمراہ جو ملک اشرف کی وزارت پر تھے فرات کے پار تھا۔ جب ہم مصر آئے تو ملک عادل نے میرے والد کو قاصد بناکر ابوعزیز کے پاس مکہ معظمہ بھیجا تاکہ ملک مسعود ابن ملک کامل کی یمن جاکر مدد کرے۔ اس وقت میں

شیخ ابو العباس حرار کے پاس حاضر ہو کر ان کا مصاحب ہوا۔ میرے بچپن ہی میں جب کبھی شیوخ کا ذکر آتا تو ان کی صورت میرے سامنے ہوتی۔ جب میں ان کے سامنے بیٹھا تو میری ہیئت بدل گئی۔ اور میری اچھی ہیئت تھی۔ زرین لباس تھا اور سواری میں عمدہ خچر تھا۔ میں گھر بار چھوڑ کر شیخ ہی کے پاس آرہا حتیٰ کہ میرے والد بڑی حشمت کے ساتھ مکہ معظمہ سے لوٹے اور ان کی ملاقات کو مصر سے بڑی مخلوق پورے اہتمام اور ڈیرے خیموں کے ساتھ شہر کے باہر گئے۔ مجھ سے بھی شیخ نے فرمایا اپنے والد کی ملاقات کو تم بھی جاؤ۔ میں نے کہا میرا آپ کے سوا کوئی باپ نہیں اور میں اب نہ ان کی سواریوں پر سوار ہوں نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤں۔ فرمایا اپنی بُری حالت ہی کے ساتھ جاؤ چنانچہ میں ایک معمولی سواری پر بُری ہیئت کے ساتھ سوار ہو کر چلا۔ میرے عزیز میری حالت دیکھ کر روتے تھے۔ جب والد صاحب سے حاجیوں کے پڑاؤ پر میں نے ملاقات کی تو میں تنہا تھا۔ میں نے انھیں سلام کیا تو نہ اُنھوں نے مجھے پہچانا نہ اُن کے ساتھیوں نے۔ ان کے ہمراہ سالارانِ فوج اور غلام اور خادم سب تھے۔ جب بعد اسکے مجھے پہچانا تو دم بخود رہ گئے اور ان کے چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا اور بہت سخت متحیر ہو گئے اور ہکا بکا رہ گئے خدا ان کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ پھر آگے چلے تو میرے اہل و اقربا، بھائی اور جو لوگ نکلے تھے اُن سے آملے اور جمع ہو گئے اور میں تنہا ایک کونہ میں کھڑا رہا۔ جب وہ اپنے پڑاؤ پر آئے تو ان کے سامنے تحفے اور کھانے وغیرہ جو ساتھ شہر سے لائے تھے پیش کئے گئے اور جو جو لوگ ان کے ہمراہ تھے اور جو ان سے ملنے آئے تھے سب دسترخوان پر جمع ہوئے مگر میں تنہا الگ رہا اور سخت گریہ وزاری کرتا رہا جیسا کہ قیدی کو جب اُس کے اہل وعیال سے چھڑاتے ہیں تو آہ وزاری کرتا ہے اور روتا ہے۔ اخیر میں مجھے والد نے قید کرنے کی دھمکی دی اگر میں اپنے اس طریق سے باز نہ آؤں اور پہلے ہی کا طریقہ اختیار نہ کروں۔ میں نے شیخ کو اسکی خبر دی۔ آپ نے مجھے اپنے یہاں سے نکال دیا اور کہا اپنے باپ کے پاس جاؤ اور پھر کبھی میرے یہاں نہ آؤ۔ ایک مدت تک میں روتا تھا اور لیلیٰ کے مجنوں کا یہ شعر پڑھتا تھا ؎

جننا بلیلی ثم جنت بغیرنا	وآخرے بنا مجنونۃ لا نریدھا

(ترجمہ) میں لیلیٰ پر دیوانہ نہ ہوا تو وہ غیر پر دیوانی ہوگئی اور ایک تو مجھ پر بھی دیوانی ہوگئی ہے جس کو میں نہیں چاہتا) اسوقت اللہ نے مجھے شیخ کے مقصود کی راز پر مطلع فرمایا کہ شیخ نے میرے صدق کا امتحان کرنا چاہا ہے تاکہ میرے بارے میں وہ خواہش وارادے سے بری ہوجائیں۔ اسوقت شیخ کی طرف سے میرا دل صاف ہوگیا اور اپنے باپ کے گھر جاکر ایک گوشہ میں بیٹھا رہا اور قسم کھائی کہ جب تک شیخ کا حکم نہ ہو نہ کھاوں گا، نہ پیوُں گا۔ نہ سوئوں گا نہ باہر نکلوں گا۔ والد نے میری حالت پوچھی تو لوگوں نے شیخ کے نکال دینے کا اور میرے قسم کھالینے کا سارا قصہ بیان کیا۔ کہا جب بھوک پیاس لگے گی تو خود بخود کھائیگا چنانچہ جب تیسرے دن بھی میں اسی حالت میں رہا۔ اس روز دا بیدار ہوئے تو فرمایا اس سو کہدو کہ شیخ کے پاس جائے اور جو چاہے کرے۔ میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا یہانتک کہ والد خود مجھ کو شیخ کے پاس لے جاکر اُن کے حوالے کردیں۔ اس سے میری غرض شیخ کا اعزاز بڑھانا تھا۔ کہا اچھا اور مجھے ساتھ لے کر پیدل شیخ کی مسجد کیطرف گئے اور آپ کا ہاتھ چوم کر فرمایا حضرت یہ آپ کا لڑکا ہے اسے جو چاہے کیجئے۔ میری آرزو تو یہ تھی کہ اس کی جگہ پر میں خود آپ کا خدمتگذار ہوتا۔ شیخ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اسکے سبب سے آپ کو نفع پہنچائیگا پھر مجھے شیخ کے سپرد کر کے چلے گئے خداوند عالم انھیں بڑی جزا عطا فرمائے۔ اور میری جانب سے بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ ایک مہینہ تک میں نے انھیں نہیں دیکھا اور میں شیخ کے مکان پر دو گھڑے پانی سے بھر کر ننگے پاؤں لے جایا کرتا تھا اور لوگ مجھے دیکھ کر والد سے بیان کرتے تھے تو وہ فرماتے تھے میں نے اُسے اللہ کے واسطے چھوڑا ہے اور اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ اس کا یہ ثواب ضائع نہ ہوگا اور دعا کرتا ہوں کہ اسے اپنے لائق اجر عطا فرمائے۔ پھر والد کی وفات کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ مجھ سے فرمارہے ہیں کہ اے صفی الدین میں نے اپنی لڑکی کا تجھ سے نکاح کر دیا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں متحیر رہ گیا۔ شرم کی وجہ سے اس واقعہ کی شیخ کو اطلاع نہیں کرسکتا تھا۔ اگر نہ کروں تو خیانت کا اندیشہ تھا کہ میں اُن سے کوئی بات

دیکھی ہوئی نہ کہوں، اتنے میں شیخ نے مجھے دیکھا اور فرمایا تونے خواب میں کیا دیکھا مجھ پر ان کی ہیبت طاری ہوگئی اور خاموش رہا۔ فرمایا بیان کرو تمہیں کہنا پڑے گا میں نے کہا میں نے یہ واقعہ دیکھا۔ فرمایا اے بیٹے یہ تو ازل ہی سے ہو چکا تھا یا اس قسم کا کوئی اور فقرہ کہا اور میرا عقد اپنی لڑکی کے ساتھ کر دیا اور وہ اولیاء اللہ میں سے تھیں ان کے چہرے پر ایسا نور تھا کہ کسی دیکھنے والے کو ان کے ولی اللہ ہونے میں شبہ نہیں ہوتا تھا نہ اُن کے جنتی ہونے میں، اور ان سے کئی اولادیں ہوئیں سب کے سب فقہاء فقراء ہوئے اور ہم ان کی برکت میں اُن کے والد کی وفات کے بعد بھی ایک مدت تک زندہ رہے بڑی صاحب کشف تھیں مرنے سے ایک سال پہلے اپنے مرنے کے وقت کی خبر دی تھی اور موت کے قریب بعد موت کے واقع ہونے والی چند خبریں بیان کیں جو بعد میں واقع ہوئیں اور اپنے نزع کے وقت کہتی تھیں یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ۔ اور اسی کو مکرر پڑھتی رہیں حتیٰ کہ اون کی روح نکل گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

حکایت (۳۴۴) حضرت شیخ صفی الدین ہی فرماتے ہیں اپنے رسالہ میں کہ میں نے جن بزرگوں کو دیکھا اُن میں ایک شیخ علی کردی رضی اللہ عنہ ہیں آپ میں عشق کی شوریدگی ظاہر تھی اور اہل دمشق پر مالکانہ حکم فرماتے تھے چنانچہ جب میں تیرہ سال کی عمر میں دمشق پہنچا تو میں بڑے احتشام میں تھا۔ میرے ساتھ غلاموں کی ایک فوج بھی تھی عمدہ لباس بھی تھا۔ عزیز واقارب بھی تھے۔ میں دمشق پہنچنے کے بعد جامع مسجد میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آئے اُن کا سر بڑا تھا اور بدن پر ایک پھٹی ہوئی کملی تھی اور جامع مسجد کا صحن قطع کر کے باب جیرون سے مقصورۂ امام غزالی کے پاس جہاں میں کھڑا تھا آئے اور اپنے ہاتھ جنمیں سیب بھرے ہوئے تھے میری طرف بڑھا کر فرمایا اسے لے لو میں ان سے ڈرا اور پیچھے کی طرف ہٹا تو آپ نے سارے سیب ایک ایک کر کے میری طرف کو پھینکے اور چلے گئے اتنے میں شیخ ابوالقاسم صقلی آئے وہ بڑے معتبر آدمی تھے۔ ان کے ہمراہ شیخ نجم الدین میرے والد کے ماموں تھے جو دمشق میں مدرس تھے۔ ان سے ہم نے یہ واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے سن کر بہت تعجب کیا اور فرمایا اے لڑکے خوش ہو جاؤ تمہاری

کوئی حالت ہونے والی ہو۔ یہ شخص قطب شام ہیں ان کا نام علی کردی ہے تمہاری ضیافت کرنے کے لئے یہ سیب لائے تھے ورنہ کس کی قسمت ہے جو وہ اسکی ضیافت کریں۔ پھر میں اُٹھا اور ان کی پاس باب جیرون میں جاکر سلام کیا اور ان کے ہاتھ چومے مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اور مسکرائے میں نے ان سے اپنے حضرت شیخ عتیق کی نسبت دریافت کیا۔ فرمایا وہ اپنے وقت کے امام فن ہیں۔ اور شیخ مذکور کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک دن امراء دمشق سے ایک شخص بدرالدین سے یہ فرمایا کہ اپنے گھر میں سماع کی محفل منعقد کرو اور فقراء کو کھانا کھلاؤ۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ اُس نے اولاد فقراء کے واسطے جو جامع دمشق میں یا اور کہیں رہتے تھے کھانا پکوایا۔ جب وہ سب جمع ہوئے تو حضرت شیخ علی کردی بھی تشریف لائے اسکے ایک دالان میں شکر کے پیالے تھے۔ گھر والے سے کہا ان سب کو حوض میں ڈال دو، اس نے کہا سب؟ کہا ہاں۔ اس نے سب کو حوض میں ڈال دیا۔ چنانچہ شام تک فقراء شربت پیتے رہے اور سماع سنتے تھے، پھر کھانا کھاکر چلے گئے اور حضرت شیخ علی نے گھر والے سے کہا کہ اپنے پیالے نکال لے۔ اس نے نکالے تو سب کے سب ثابت تھے اور شکر بھی بعینہ باقی تھی۔ پھر گھر والے سے کہا تو چلا جا اور دروازہ باہر سے بند کرلے اور تین دن سے پہلے یہاں میرے پاس مت آئیو۔ وہ حکم بجالایا اور انھیں تنہا مکان کے اندر بند کرکے چلا گیا۔ دوسرے دن اس گھر والے نے انھیں راستہ میں پھرتے دیکھا انھیں سلام کیا۔ پھر اپنے گھر گیا تو اُسے مقفل پایا۔ جب اُسے کھولا تو دیکھا کہ فرش کا سنگ مرمر اکثر جگہ سے اکھڑا ہوا تھا وہ شخص حضرت کے پاس گیا اور کہا حضرت آپنے میرے گھر کے فرش کے پتھر کیوں اکھیڑ ڈالے فرمایا اے بدرالدین اچھا آدمی فقیروں کی مہمانی کرے اور حرام کے فرش پہ مہمانی کرے انھوں نے کہا۔ حضرت یہ مکان میرے باپ دادا سے میراث میں آیا ہے۔ حضرت اسپر بہت خفا ہوئے اور ہٹ گئے۔ اُس شخص نے شیخ کے علم کشفی کو اور ان کے فعل کو سوچا اسوقت اسے یاد آیا کہ ایک بار فرش کا سنگ مرمر اکھاڑا گیا تھا اور درست کیا گیا تھا، فوراً اس شخص نے کاریگروں کو بلوایا جنھوں نے اس مکان کو درست کیا تھا اور کہا سچ بتاؤ کہ تم نے فرش لگاتے وقت کیا کیا تھا۔ انھوں نے کہا اس میں ایک عیب رہ گیا ہے۔ ایک کام ہم نے بے موقعہ کردیا ہے۔ اس نے کہا جو کچھ تم نے کیا ہے

اس کا اظہار ضروری ہے بیان کرو اور انھیں امن دیا اُنھوں نے کہا کہ آپ کا سنگِ مرمر تو ہم لوگوں نے بیچا اور جامع مسجد کا سنگِ مرمر اسمیں لگایا۔ اور حضرت شیخ صفی الدین رضؓ ہی اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ شہاب الدین رضی اللہ عنہ خلیفہ کی جانب سے قاصد بنکر ملک العادل کے پاس خلعت اور طوق وغیرہ لیکر آئے تو آپ نے مریدوں سے فرمایا میں شیخ علی کردی سے ملنا چاہتا ہوں لوگوں نے کہا مولانا آپ ایسا نہ کریں آپ امام وقت ہیں اور وہ شخص نماز نہیں پڑھتے اور اکثر ننگے پھرتے ہیں۔ فرمایا مجھے ان سے ملنا ضرور ہے۔ حضرت شیخ علی کردی اکثر اوقات جامع مسجد میں رہتے تھے کہ ایک اور مجذوب داخل ہوئے جن کا نام یاقوت تھا۔ اسی وقت آپ دمشق سے نکل کر جنگل میں دمشق کے چھوٹے دروازہ کے قریب جا بیٹھے اور پھر اپنے وفات تک کبھی داخل نہ ہوئے اور یاقوت دمشق میں حکم چلاتے تھے۔ چنانچہ شیخ شہاب الدین سے کہا گیا کہ وہ جنگل میں رہتے ہیں۔ آپ خچر پر سوار ہوئے اور ایک رہبر ساتھ لیا۔ جب اُن کے مقام کے قریب پہنچے تو پیدل ہو گئے اور پیدل چلتے ہوئے ان کے سامنے گئے۔ جب شیخ علی کردی نے انھیں اپنے قریب آتے دیکھا تو ننگے ہو گئے۔ حضرت شیخ شہاب الدین رحؒ نے فرمایا یہ چیز ہمیں روک نہیں سکتی۔ ہم تمہارے مہمان حاضر ہیں اور قریب جا کر سلام کیا اور اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ اتنے میں دو حمال آئے جن کے پاس عمدہ کھانا تھا۔ اُن سے پوچھا گیا کہ کس کے واسطے لائے ہو اُنھوں نے کہا شیخ علی کردی کے لئے۔ فرمایا اسے میرے مہمان کے سامنے رکھدو اور حضرت شیخ شہاب الدین سے فرمایا بسم اللہ یہ تمہاری ضیافت ہے۔ شیخ نے تناول فرمایا۔ آپ شیخ علی کردی کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ونفعنا بہم آمین۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جذب جو شیخ علی کردی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں مذکور ہوا یہ اکثر اولیاء اللہ میں ہے جو مشہور ہیں اور بعض پر یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ لوگ انھیں مجنون ہی کہنے لگے اور انھیں کتابوں میں عاقل مجنون لکھتے ہیں اور بعض قید کئے گئے۔ ان میں سے ایک جماعت کا ذکر میں نے کتاب میں کیا ہے۔ لوگ اُنھیں مجنون جانتے ہیں حقیقت میں وہی لوگ عقلاء ہیں۔ اور

اولیاء اللہ ہیں لیکن اللہ کی محبّت اور اسکی معرفت اور وہ عظمت کہ جسے اُنھوں نے اللہ کی عظمت وجلال وکمال ہی کے لحاظ سے دیکھا ہے ان چیزوں نے اُنھیں حیران کردیا ہے اور پریشان وسرگردان بنادیا ہے جیساکہ آگے ایک بزرگ کے اشعار گذرے ہیں ؎

حیرتهم محبة الله حتّٰی	حسب النّاس انّ فیهم جنونا
هم الباذوو عقول ولکن	قد شجاهم جمیع مایعرفونا

(ترجمہ) اُنھیں اللہ کی محبت نے ایسا حیران کیا ہے کہ + لوگوں نے گمان کرلیا ہے کہ اُنھیں جنون ہوگیا ہے + وہ لوگ سمجھدار صاحبِ عقل ہیں لیکن اُن کو اُن کی معرفت نے سرگردان کردیا ہے +

اور قول حضرت تحفہ کا ہے ؎

معشر الناس ماجننت ولکن	انا سکرانة وقلبی صاحِی
انا مفتونة بحب حبیب	لست ابغی عن بابه من براح

(ترجمہ) اے لوگو میں مجنون نہیں ہوں ولیکن + میں مست ومدہوش ہوں اور میرا قلب ہوشیار ہے۔ میں ایسے حبیب کی محبت میں مفتون ہوں + کہ جس کے دروازہ سے نکلنا اور ہٹنا نہیں چاہئے + بعض وہ ہیں کہ شرابِ محبت جمالِ الٰہی کا نشہ اُن پر غالب ہوگیا ہے اور اسکی محبّت میں حیران ہوکر اپنے وجود سے غافل ہوگئے اور بے خبر ہیں اور بعض اور بھی ہیں جو محبّت رکھنے والے ہیں اور جنون کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں جیساکہ بعض بزرگوں کے اشعار اس مضمون میں گذرے ہیں ؎

وموهت دهرے بالجنون علی الوریٰ	لاکتم مابی من هواه فما انکتم
فلما رأیت الشوق والجذب قاتلی	هجرت طعامی والشراب فی لم انم
فان قیل مجنون فقد جن فی الهوایٰ	وان قیل مسقام فمابی مز سقم

(ترجمہ) ایک زمانہ تک میں بناوٹ سے لوگوں کے سامنے مجنون بنا رہا — تاکہ اپنا عشق چھپاؤں مگر وہ نہ چھپا + جب میں نے دیکھا کہ شوق وجذب مجھے مارہی ڈالیں گے تو میں نے کھانا پانی چھوڑ دیا اور نیند بھی چھوڑ دی۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ مجنون ہے تو میں محبت میں مجنون ہوں + اور اگر کہا جائے کہ بیمار ہے تو مجھے کوئی بیماری

نہیں ہے + مؤلف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اس مضمون میں دو شعر کہے ہیں ؎

سقی اللہ قوما من شراب ودادہ	فہا موا بہ من بین باد وحاضر
یظنہم الجہال جنوا وما بہم	جنون سوی حب علی القوم ظاہر

(ترجمہ) حق تعالیٰ نے ایک قوم کو اپنی شرابِ محبت پلائی اور وہ مست ہو کر کوئی جنگل میں کوئی آبادی میں پھرتے ہیں۔ انھیں جہّال دیوانہ جانتے ہیں حالانکہ ان میں کوئی جنون نہیں ہے۔ سوا محبت کے جو قوم پر ظاہر ہے + اور مؤلف رح فرماتے ہیں کہ یہ اشعار اور ان کے ساتھ اور بھی اشعار ہیں جو آگے گذر چکے ہیں۔ اور بعض اُن میں سے اپنے پوشیدہ کرنے کے واسطے جنون کے ساتھ تجرید بھی ملاتے ہیں اسطرح سے کہ لوگوں کو گمان ہوتا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتے روزہ نہیں رکھتے برہنہ ہو جاتے ہیں تاکہ لوگ ان سے بدگمان ہو جائیں اور ان کو پرہیزگار نہ جانیں اور پوشیدہ طور سے وہ لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں اور اکثروں کو خلوت میں نماز پڑھتے دیکھا گیا ہے اور وہ لوگوں کے سامنے نماز نہیں پڑھتے اور اہل تجرید کا بیان آخر کتاب فصل جواب میں آئیگا اور وہیں پر ان کا حکم اور ان کے معتقدین اور غیر معتقدین کا حال بیان کیا جائیگا انھیں مجردین میں ایک شیخ ریحان تھے جو عدن میں رہتے تھے۔ میرے خیال میں وہ آزاد شدہ حبشی غلام تھے اُن سے ظاہرًا ایسے افعال صادر ہوتے تھے جس سے ظاہر شریعت انکار کرتی تھی ان کی کرامات مشہور ہیں۔ اب اُن کی بھی بعض حکایات بیان کرتا ہوں۔

حکایت (۴۴۴) مؤلف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض نیک لوگوں نے بیان کیا کہ ایک شخص بحر عدن کے ساحل پر تھا اور دروازہ شہر کا بند ہو گیا وہ شہر میں نہ آسکا اور وہیں ساحل پر رات کو رہا اُسکے پاس کھانا بھی نہ تھا اس نے حضرت شیخ ریحان کو دیکھا اُن سے جاکر عرض کیا کہ حضرت شہر کا دروازہ بند ہو گیا میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ہریسہ[ا] کھلا دیں شیخ ریحان کہنے لگے۔ دیکھو تو اسے مجھ سے کھانا مانگتا ہے اور ایسیر بھی

[ا] ایک قسم کا کھانا ہے کہ گوشت پکاتے ہیں اور اس میں آٹا پکتے وقت چھڑکتے ہیں وہ پک کر مثل کھیڑے کے ہو جاتا ہے

صبر نہیں کرتا کہتا ہے ہریسہ کھاؤں گا گویا میں ہریسہ بنانے والا ہوں۔ اس نے کہا حضرت آپ کو ہریسہ کھلانا ہوگا۔ اتنے میں میرے بدون علم کے ہریسہ موجود تھا۔ میں نے کہا حضرت گھی نہیں ہے۔ فرمایا دیکھو تو اس شخص کو کہ یہ ہریسہ ہی کھاکر راضی نہیں ہوتا اُسپر گھی کی بھی خواہش ہے۔ گویا میں گھی والا ہوں، گھی بیچتا ہوں۔ میں نے کہا حضرت میں تو گھی ہی کے ساتھ کھاؤں گا۔ فرمایا یہ لوٹا لیکر سمندر سے وضو کے واسطے پانی بھر لاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ میں دریا پر سے جاکر پانی بھر لایا مجھ سے لوٹا لے لیا اور اُس میں سے گھی نکال کر ہریسہ میں ڈالا۔ میں نے کھایا تو اُسکے مثل کوئی مزا کبھی چکھا ہی نہ تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ وجمیع الصالحین۔ آمین

اسی طرح بعض مبارک لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ہمیں ہمارے شیخ نے عدن کے بازار میں کھجور خریدنے کے واسطے بھیجا۔ بازار میں کہیں کھجور کا نشان ہی نہ تھا۔ ہم خالی ہاتھ لوٹ چلے۔ اُسوقت ہم سے شیخ ریحان ملے اور فرمانے لگے۔ دیکھو ان مسخروں کو کہ انھیں شیخ نے اپنی اشتہا کی چیز خریدنے کے واسطے بھیجا ہے اور یہ خالی ہاتھ واپس جارہے ہیں۔ جاؤ فلاں مقام میں فلاں شخص کے گھر جاؤ وہاں شیخ کی خواہش کی چیز ملے گی راوی کہتے ہیں کہ ہم اُسی شخص کے پاس اُس مقام پر جہاں کا شیخ ریحان نے پتہ دیا تھا گئے تو ان کے پاس کھجور ملے اور ہم اس سے خرید کر شیخ کے پاس لے آئے اور سارا قصہ بیان کیا جو شیخ ریحان نے بیان کیا تھا۔ شیخ نے ہنس کر فرمایا میں بھی چاہتا ہوں کہ شیخ ریحان کو دیکھوں۔ اتنے میں اچانک شیخ ریحان اُس مسجد میں جہاں شیخ رہتے تھے داخل ہوئے اور شیخ سے خلوت میں باتیں کیں۔ جب شیخ ریحان چلے گئے تو شیخ نے جو کچھ ان سے دیکھا تھا اُسپر بڑا تعجب کیا اور ان کی بڑی تعظیم اور توصیف کی۔ مؤلف رح فرماتے ہیں کہ یہ شیخ ہمارے شیخ المشائخ ہیں عدن میں تھے۔ یعنی شیخ کبیر عارف باللہ فقیہ امام ذوالمناقب العدیدہ والسیر الحمیدہ والکرامات الکبیرہ والمحاسن الشہیرہ ابو محمد عبداللہ ابن ابوبکر آپ کا مدفن موزع میں ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ وجمیع المسلمین۔ آپ نے شیخ جلیل امام حفیل عارف باللہ تعالیٰ المشہور المشکور عظیم الکرامات رفیع المقامات ابوالذبیح اسمٰعیل بن محمد حضرمی یمنی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں فیض حاصل کیا ہے خدا ان کی اور ان کے سلف

کی برکت سے مسلمانوں کو نفع پہونچائے۔ ان کے شاگرد بھی تھے۔ ان کی صحبت سے آپکو کامل حصہ ملا تھا اور پورا مقصود حاصل ہوا تھا۔ خدا ان کی خیر و برکت اور زیادہ کرے۔ آمین۔

مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے روایت کی کہ اس سے ایک ثقہ آدمی نے یہ بیان کیا کہ وہ اپنے گھر کے واسطے کوئی چیز خریدنے کیلئے مغرب و عشاء کے درمیان بازار میں گیا۔ شیخ ریحان مجھے ملے اور مجھے کھینچکر ہوا میں لے اڑے اور بہت دور لے گئے۔ میں نے رو کر کہا مجھے زمین پر پہنچا دو۔ اُسوقت مجھے زمین پر پہنچا دیا اور فرمایا میں تجھے سیر کرانا چاہتا تھا لیکن تو نے انکار کیا۔ مؤلف رح کہتے ہیں کہ ان کی مراد سیر سے شاید یہ ہوگی کہ اسکو عالم ملکوت کے عجائبات دکھاتے۔ اور فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے مجھ سے بیان کیا کہ انھوں نے شیخ ریحان سے کہا مجھ پر توجہ فرمائیے۔ انھوں نے اپنے سر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا جب تک یہ سر سلامت ہے کچھ خوف نہ کر۔ میں یہ سمجھا کہ اُن کی یہ مراد ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تجھے کچھ خوف نہیں ہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی مراد معلوم ہوئی وہ یہ کہ وہ اس قصہ سے ایک مدت دراز کے بعد ایک پہاڑ پر سے کھائی میں گر پڑے اور ان کا سر پاش پاش ہو گیا اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

شیخ صفی الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مصر کے راستہ میں ایک مجذوبہ عورت دیکھی جو تیس سال تک برابر دن رات اپنے پاؤں پر کھڑی رہی اور ایسی زمین پر جہاں کہ پانی رہتا تھا اور پانی پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ کسی وقت نہ بیٹھیں نہ دن کو نہ رات کو نہ گرمی میں نہ سردی میں کوئی چیز اُنھیں دھوپ اور بارش سے بچانے والی نہ تھی اور سانپ اور اژدہے ان کے گرد پناہ لیتے تھے۔ ان کی عجب حالت تھی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا و نفعنا بہا۔ آمین۔

حکایت (۴۴۵) مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے بعض اولیاء صالحین سے ملاقات کی اور میرے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ جب ہم اُن کے پاس پہونچے اور اُنھیں سلام کیا تو اُسوقت وہ ایک بادیہ میں ہمارے واسطے کھانا لے آئے۔ ہم جس مکان میں تھے اُسکے دو دروازے تھے

ایک چھوٹا دروازہ تھا اور ایک بڑا دروازہ تھا آپ چھوٹے دروازہ سے بادیہ لے آئے تو وہ بادیہ دروازہ سے نکل نہ سکا، آپ نے ایک چیخ ماری ہم نے دیکھا کہ وہ بادیہ سمٹنے لگا جیساکہ کپڑا تہ کرکے ملا دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض بعض سے مل گیا اور آپ نے اُسے لاکر ہمارے سامنے رکھدیا، اُس وقت ہم نے اُسے کُھلتے دیکھا وہ پھیلتے پھیلتے اپنی اصلی حالت پر آگیا اور اُن کے چھوٹے دروازہ سے آنے اور اس فعل کے دکھانے کی وجہ یہ تھی کہ ہم پر اُنکی کرامت ظاہر ہو کیونکہ میرا ساتھی ان سے انکار کرتا تھا۔ اُس نے یہ دیکھکر اللہ سے استغفار کیا اور توبہ کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔ اسی طرح بعض فقراء نے مجھ سے بیان کیا کہ یمن میں ایک جماعت صالحین کی جمع ہوئی ان میں سے ایک نے ہوا سے چلّو بھر کر مُنھ میں رکھا اور وہ ہوا منھ میں پڑتے ہی شہد بنگئی رض

حکایت (۴۴۶)

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ شیخ کبیر عارف باللہ حضرت سفیان یمنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک مرتبہ عدن میں داخل ہوئے ان سے کہا گیا کہ یہاں ایک یہودی ہے اُسے سلطان نے ایک بڑے صوبہ کا حاکم بنایا ہے اور اُسے بڑا مرتبہ اور منصب حاصل ہو گیا ہے اب مسلمان اسکی ہمرکابی میں چلتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو اُسکے سر پر کھڑے رہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ سفیان اُسکے پاس گئے اور یہ ان کے ریاضت اور تجرد اور فقیرانہ ہیئت کا زمانہ تھا، آپنے دیکھا تو وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور مسلمان اسکے آگے زمین پر کھڑے تھے اور خدمت گذاری کرتے تھے، جب اُسکے پاس پہنچے تو کہا کہہ "اشہد ان لاالٰہ الااللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ" وہ چلایا اور اپنی فوج کو مدد کے لئے بلایا لیکن فوج کسی طرح اُسکی مدد کو نہ پہونچ سکی پھر آپ نے کلمۂ شہادت اُسپر دوسری اور تیسری بار پیش کیا اور وہ ہر مرتبہ فوج کو پکارتا رہا اور فوج اسکی مدد نہیں کرسکتی تھی پھر تیسری دفعہ کے بعد شیخ نے اس یہودی کے بائیں ہاتھ سے بال پکڑے اور سیدھے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا چاقو لیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اسے ذبح کیا اور اسکو اللہ کے نام پر قربانی کی پھر اپنی جگہ پر لوٹ گئے اور جامع مسجد کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ یہ خبر رفتہ رفتہ امیر تک پہنچی اُس نے اس خبر کا یقین نہ کیا کیونکہ وہ شخص سلطان کا خادم اور اُسکے خواص میں سے تھا، خصوصاً جب یہ سُنا کہ قاتل ایک فقیر آدمی ہے۔ پھر جب متواتر خبر پہونچی تو غلاموں سے کہا کہ اُس شخص

میرے پاس پکڑ لاؤ مگر غلام اُسکے پاس تک نہ پہونچ سکے اور جامع مسجد تک جاکے واپس لوٹ گئے۔ اُسوقت امیر خود سوار ہو کر اپنی فوج کے ساتھ نکلا اور جامع مسجد میں پہونچا لیکن اُنمیں سے بھی کسی کو حضرت کے پاس جانے کی جراُت نہ ہوئی۔ انھیں تکلیف تو کیا پہونچا سکتے تھے۔ اُسوقت امیر سمجھ گیا کہ ان کی اللہ کی جانب سے حفاظت ہوتی ہے۔ اور وہاں سے لوٹا تو اسے سلطان کی جانب سے سختی کا اندیشہ ہوا کیونکہ شہر اسکی حفاظت میں تھا، چنانچہ اُس نے عقلا اور اہلِ رائے سے مشورہ کیا۔ بعض عقلاء نے رائے دی کہ یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں اور آپس میں تعلق رکھتے ہیں اور شہر میں ایک ولی اللہ ہیں، ان کا نام عابدی ہے اُن کے پاس کسی کو بھیجکر انھیں بُلواؤ اور ان سے اس قصہ کی شکایت کرو۔ چنانچہ قاصد بھیجکر انھیں بُلوایا اور ان سے شکایت کی اور انھیں مجبور کیا اور کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ قاتل سلطان کا جواب آنے تک شہر سے نہ نکلنے پائے۔ انھوں نے فرمایا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر حضرت عابدی امیر کے پاس سے چل کر شیخ سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اُن میں صحبت اور محبت تھی اور حضرت عابدی نے اُن کے فعل کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا تم نے مسلمانوں کے راستہ سے یہ پتھر اکھیڑ دیا۔ پھر فرمایا ہمارے ساتھ چلو ٹہلیں، حتّیٰ کہ قید خانہ کے دروازہ تک پہونچے اُسوقت عابدی نے قید خانہ کے داروغہ سے فرمایا پکڑو ان کو اور انھیں بیڑیاں پہنا کر قید کرو۔ اور حضرت سفیان نے بیڑیوں کے واسطے پیر پھیلا دیئے اور کہا ہم فرمانبردار ہیں چنانچہ قید ہو گئے اور کئی روز تک قید خانہ میں اس طور پر رہے کہ جب چاہتے بیڑیاں پاؤں میں رہنے دیتے اور جب چاہتے تو اتار کر پھینک دیتے۔ جب جمعہ کا دن آیا اور نماز کا وقت قریب ہوا تو آپ بیڑیاں اتار کے جامع مسجد میں پہونچے۔ مسجد آدمیوں سے بھری ہوئی پائی، آپ مسجد میں داخل ہو کر امیر کے قریب تک پہونچے۔ پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا میں ان مُردوں پر نماز پڑھتا ہوں اور چار تکبیریں کہتا ہوں پھر اللہ اکبر کہا اور مسجد سے نکل کر قید خانہ میں واپس لوٹ گئے اور ایک مدت وہاں رہے حتّیٰ کہ جواب سلطان کا آیا جسمیں لکھا تھا اُسے چھوڑ دو ہم خود اُس سے سلامتی چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے انھوں نے دعوےٰ کیا تھا کہ بلاد اور ملک سب اُن کا ہے تمہارا نہیں ہے۔ پھر وہ قید خانہ سے نکل گئے۔ اسکے بعد کسی سلطان یا کسی شیطان کا اُن پر قابو نہ چلا

ایک مرتبہ اسی طرح اُن کو سلطان کے ساتھ ایک قصہ پیش آیا۔ ایک روز آپ سلطان کے پاس پہونچ گئے اور اُن سے کہا ہمارے مُلک سے نکل جاؤ۔ اور یہ مقام ابین میں جہاں سے عدن دو منزل پر واقع ہوا تھا اور سلطان وہاں سے ڈر کر چلے بھی گئے تھے۔ یہ وہ سلطنت ہے جس کی طرف میں نے ابتدأً ایک شعر میں اشارہ بھی کیا ہے۔ ۔ ٥

مُلوکٌ علی التحقیق لیس لغیرھم		مزالملك الا اسمه وعقابه	

(ترجمہ) یہی لوگ حقیقتاً بادشاہ ہیں۔ دوسروں کے لئے تو بادشاہت کا نام ہی نام اور عذاب ہی عذاب ہے۔

حکایت (۴۴۷) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ شیخ ابوالغیث رحمۃ اللہ علیہ کے خادم اور سلطان کے غلام سے جھگڑا ہو گیا۔ آپ کے خادم نے سلطان کے غلام کو پیٹ ڈالا۔ یہ خبر سلطان کو پہونچی تو اس نے حضرت کے خادم کو قتل کروایا۔ یہ خبر حضرت کو پہونچی آپ نے تھوڑی دیر تک اپنی گردن جھکائی پھر سر اُٹھا کر فرمایا مجھے حفاظت سے کیا کام۔ میں دیدبان سے اُتر جاؤں گا اور کھیتی وغیرہ کی حفاظت اور نگہبانی چھوڑ دوں گا، اُسوقت سلطان قتل ہوئے اور سلطان کا لڑکا ملک منظفر شیخ کے پاس معافی مانگنے اس طور پر آئے کہ شیخ کے نعلین اُن کے سر پر تھے یا گلے میں پڑے ہوئے تھے، شیخ نے پوچھا کیا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا بادشاہت، فرمایا میں نے تجھے مالک بنا دیا۔ اسی طرح مجھے خبر ملی ہے کہ بعض ائمہ اشراف یمن کے چند پہاڑوں پر قابض تھے پھر وہاں سے اتر کر تہامہ میں جانے کا قصد کیا، اُسوقت شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ نے شیخ امام عالم حضرت محمد بن اسمٰعیل حضرمی کو لکھا کہ میں فتنہ پیدا ہونے کی وجہ سے یمن کا ملک چھوڑ کر نقل مکان کرنا چاہتا ہوں کیا تم بھی میرے ساتھ موافقت کر سکتے ہو۔ اسکے جواب میں محمد ابن اسمٰعیل حضرمی نے لکھا کہ میرے اھل و اقربا بہت ہیں ان کو لیکر ہجرت کرنا بہت دشوار ہے اور انھیں چھوڑ کر بھی جا نہیں سکتا۔ لہٰذا آپ اپنی جانب کو سنبھالیں اور اسکو بچائیں۔ میں اپنی جانب کو بچاؤں گا۔ جب شیخ ابوالغیث کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا اچھی بات ہے اسی روز فوراً وہ امام مذکور مر گئے یا مقتول ہوئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہما ونفعنا بہما۔

حکایت (۴۴۸) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکثر صُلحا

ٓ٥ کھیتوں میں نگہبانی کے لئے لگایا جاتا ہے۔

اور ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ وہ حضرت شیخ ابو الغیث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ ایک شیخ اور فقیہ ہمارے شیخ حضرت علی اہدل کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ ہمارے ہمراہ فلاں مقام پر چلو، شیخ ساتھ ہو گئے اور میں شیخ کے ہمراہ گیا۔ رات کے وقت میں نے دیکھا کہ شیخ اور فقیہ دونوں ہوا میں ننگی تلواریں لئے کھڑے ہیں اور میں اور شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر چل رہے ہیں۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا شیخ علی اہدل رضی اللہ عنہ سے بیان کیا فرمایا اے ابو الغیث یہ لوگ مقام تولیت اور عزل میں ہیں اللہ کے حکم سے جسے چاہتے ہیں والی اور حاکم بناتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں معزول کرتے ہیں عنقریب میں ان کا وارث ہو جاؤں گا۔ اور تم میرے وارث بنو گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم آمین۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جب وہ حق تعالےٰ کے ارادے سے واقف ہو چکے ہیں تو ان کو ملک میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انھیں اللہ کی جانب سے حکم ملا تھا کہ جب تم کوئی کام کرنا چاہو تو کرو اور مجھ سے نہ پوچھو میں تمہارے چہرہ پر سوال کی ذلّت نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں کہتا ہوں پہلی وجہ معقول[1] ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حکایت (۴۴۹)

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض صالحین نے فرمایا کہ بیس[2] سال سے دنیا میرے پاس بدشکل بڑھیا کی صورت میں میرا کھانا پانی اُٹھا لاتی ہے ویسا عمدہ کھانا مجھے کبھی میسّر ہی نہیں ہوا میں اسکی تعریف نہیں کر سکتا نہ رنگ میں نہ مزے میں نہ خوشبو میں نہ ویسا برتن باعتبار رنگ وخوبی وجنس کے کبھی دیکھا گیا اور ہر چیز مزے میں اپنے ہم نوع سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہوتی تھی خواہ حلوہ ہو، شہد ہو، گوشت ہو، دودھ ہو یا اور کچھ وہ بعینہ ویسا ہی نہ ہوتا تھا اور میرے پاس شیر چیتے ہوتے تھے اور جنگل میں میرے پہلو میں

---

[1] کیونکہ جس طرح شاہان عالم کو فی الجملہ تصرف ظاہری عطا ہوا ہے ممکن ہے کہ فقراء کو بھی تصرف باطنی عطا ہوا ہے۔ لیکن حق تعالےٰ کے سامنے سوال کرنا عین عزت ہے اس میں کوئی ذلت نہیں جس سے انھیں روکا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیٹھتے تھے اور جو میرے پاس آتا تھا تو وہ جلوس کی صورت میں میری موافقت کرتا تھا۔ میں بیٹھتا تھا تو وہ بھی بیٹھتا تھا، جب میں لیٹتا تھا تو وہ بھی لیٹتا تھا اور ہرن کا شکار کرکے لاتے تھے اور میرے پاس بیٹھ کر کھاتے تھے۔ اگر رات میں کوئی چیز میرے پاس آتی تو زمین پر ہاتھ مار کر مجھے جگاتے اور بعض اوقات بہت سے اولیاء جن وانس سے میرے پاس جمع ہوتے تھے تو ہم پر ہر رات بعد نماز عشاء کے ایک بڑا خوان نازل ہوتا تھا۔ اُسمیں ایسا کھانا ہوتا تھا کہ کوئی تعریف کرنے والا اُسکی تعریف نہیں کرسکتا تھا اسمیں ہر اچھی قسم کا کھانا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی تقریباً چار سو آدمی میرے پاس جمع ہوتے تھے اور اُسمیں سے کھاتے تھے ہمارے کھانے سے اُسمیں کچھ کمی واقع نہ ہوتی تھی اور فاقے کے زمانہ میں بھی میرے واسطے ہوا سے خوان اُترتا تھا۔ اگر میں اسکی طرف التفات کرتا تو وہ پھر جاتا اور اگر میں اپنی عبادت میں مشغول ہوتا تو وہ اترتے اُترتے میرے سامنے آگرتا میں اس سے اپنی ضرورت کے قدر کھالیتا اور ابتدائے میرے انقطاع الی اللہ کے ساتویں دن جب مجھے سخت بھوک لگی اور سب سے زیادہ سختی بھوک کی جمعرات کی شب میں ہوئی پھر مجھ پر آسانی ہوگئی اور اسکے ساتھ ہی ایک بڑا نور اُترا جس نے میرے سارے وجود کو بھر لیا۔ اور فرماتے ہیں کہ شیاطین آکر مجھے بہت ہولناک صورتوں سے ڈراتے تھے اور اُن کا بادشاہ بڑی فوج لیکر مجھ پر آتا، اُسکی فوج ہتھیار بند ہوتی اور اسکی آمد کے نقارے بجتے اور فوج عمدہ عمدہ وردی پہنے میرے سامنے سے گذرتی، اسی طرح بعض اوقات میرے سامنے سے ایک بہت بڑی ہولناک چیز گذرتی تھی جس کے ستّر سر ہوتے تھے۔ ایسے ہی بہت سے عجائبات اور کرامات بیان کئے۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۵۰) نقل ہے کہ ایک شیخ نے کسی عورت سے خطبہ کیا اُسکے اہل نے ان کے ساتھ نکاح کردینے سے انکار کیا مگر اس شرط سے کہ اگر اسکی خدمت کے واسطے ایک لونڈی خرید دو تو کردینگے اور شیخ لونڈی کے خریدنے پر قادر نہ ہوئے۔ آپ نے اپنے ایک مرید سے اس کا ذکر کیا۔ اس نے کہا حضور آپ نکاح اس شرط پر کرلیجئے۔ میں بجائے لونڈی کے خدمت گذاری کرونگا۔ آپ اُن سے جاکر فرمائیے کہ میرے پاس لونڈی ہے مگر وہ کہتی ہے کہ میں اپنی جگہ پر ہی خدمت کروں گی

نہ میں تمھیں دیکھونگی نہ تم مجھے دیکھو۔ آپ نے جاکر اُن لوگوں سے یہی فرمایا۔ اُنھوں نے کہا اچھی بات ہے۔ جب وہ ہماری خدمتِ مطلوبہ انجام دیگی تو ہمیں اُسکے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ ان کے ساتھ نکاح کر دیا اور اپنے مرید کو لاکر ایک تنہا مکان میں کر گئے وہ حبشی تھے اُن کے داڑھی مونچھ بالکل نہ تھی اور وہ ان کے لئے چکی پیسا کرتے اور منھ پر برقع ہوتا تھا اور بی بی جانتی تھیں کہ یہ لونڈی ہے۔ اور شیخ شب کو بی بی کے پاس سے عبادت کے لئے نکلتے۔ اس بی بی نے ان کا نکلنا عورتوں سے بیان کیا۔ عورتوں نے کہا ممکن ہے کہ وہ لونڈی کے پاس جاتے ہوں۔ جب اُس رات وہ نکلے تو بی بی بھی پیچھے پیچھے نکلیں تاکہ دیکھیں کہ وہ لونڈی کے پاس تو نہیں ہیں۔ دیکھا تو لونڈی نماز پڑھ رہی ہے اور چکی خود بخود گھوم رہی ہے۔ انھیں تعجب ہوا اور شیخ کو وہاں نہ پایا۔ وہاں سے لوٹ آئیں اور ٹھہری رہیں حتیٰ کہ شیخ آئے تو ان سے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے اس لونڈی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں اور چکی اپنے آپ گھوم رہی تھی۔ فرمایا وہ لونڈی نہیں ہے وہ میرا فلاں بھائی ہے انھوں نے کہا میں استغفار کرتی ہوں اور میں تم دونوں کی لونڈی ہوں۔ رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما۔ آمین

حکایت (۴۵۱) حضرت شیخ کبیر قدوۃ الشیوخ العارفین وبرکۃ اہل زمانہ من العالمین ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مصر میں بڑی گرانی ہوئی تو میں دعا کے واسطے متوجہ ہوا۔ مجھ سے کہا گیا کہ دُعا نہ کرو اس معاملہ میں تم میں سے کسی کی دعا مقبول نہ ہوگی۔ میں نے وہاں سے ملکِ شام کی طرف سفر کیا۔ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام کے مزارِ اقدس کے پاس پہنچا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام مجھ سے ملے تو میں نے عرض کیا یا خلیل اللہ آپ کے یہاں میری مہمانی یہ ہے کہ آپ اہلِ مصر کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا فرمائی اور یہ مصیبت اُن سے دفع ہوگئی۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کا یہ فرمانا کہ میں نے خلیل اللہ علیہ السّلام سے ملاقات کی۔ یہ سچی بات ہے۔ اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو ان کے احوال و واردات سے لاعلم ہے۔ جس حالت میں کہ وہ لوگ ملکوت السمٰوات والارض کی سیر کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو زندہ دیکھتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السّلام کو زمین پر نماز پڑھتے دیکھا

اور ایک جماعت انبیاء علیہم السلام کو آپ نے آسمانوں پر دیکھا اور ان سے گفتگو کی اور یہ بھی گذر چکا کہ یہ امر اولیاء اللہ کے ساتھ بھی ممکن ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ واقع بھی ہوا ہے۔ لیکن اولیاء میں عدم تحدیٰ؎ کی شرط ہے۔ یعنی کرامت کا ظہور اُن سے بھی ہوتا ہے مگر وہ مدعیِ نبوت نہیں ہوتے۔

حکایت (۴۵۲) روایت ہے کہ شیخ ابو عبداللہ قریشی رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس پہنچے تو آپ کے ہمراہ فقیہ ابو طاہر محلی بھی تھے۔ فقیہ ابو طاہر بیت المقدس کے ایک مدرسہ پر گذرے اور فقہاء اُس کے دروازہ پر اچھی ہیئت اور لباس اور زینت کے ساتھ بیٹھے تھے، ان میں اکثر اہلِ عجم تھے۔ آپ کو ان پر گذرنے سے حیا آئی۔ بوجہ حقیر جاننے اپنے نفس کے اور آپ جوان فقیر سیہ فام پراگندہ حال تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں جب شیخ کے پاس لوٹ گیا اور ان کے ساتھ صبح تک رہا تو مجھ سے شیخ نے فرمایا تم جس مدرسہ پر گذرتے تھے وہاں جاؤ اور اس کا کام انجام دو۔ مجھے تعجب ہوا اور یہ بات مجھ پر گراں ہوئی اور اس کام کا انجام پانا مجھے محال نظر آتا تھا۔ لیکن شیخ کے حکم کی تعمیل کے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ میں مدرسہ کی طرف گیا اور یہ خیال کر کے کہ پاسبان مجھے روک دیگا۔ اس نے نہ روکا اور میں نے مدرسہ میں داخل ہو کر دیکھا تو مدرس بیٹھے تھے اور ان کے گرد طلبا کا ایک بہت بڑا حلقہ انہیں گھیرے بیٹھا تھا۔ میں نے بھی گھیرے میں بیٹھنا چاہا۔ کسی نے مجھے جگہ نہ دی بوجہ حقارت اور تذلیل کے میں سب کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شخص دروازہ سے آیا۔ جوں ہی مدرس کی نگاہ اس پر پڑی پیشانی پر بل پڑ گئے چہرہ متغیر ہو گیا اور اُس کی ملاقات کے واسطے کھڑے ہو گئے اور ساری جماعت منقبض ہو گئی میں نے اِس شخص سے جس کے پیچھے میں بیٹھا تھا پوچھا کہ بھائی جماعت کو کیا ہو گیا۔ اس نے کہا یہ شخص جو آیا ہے جدلی ہے۔ مباحث ہے اس سے کوئی شخص جیت نہیں سکتا۔ جب یہ شخص آتا ہے تو شیخ اسکے ساتھ سوائے دلجوئی کے کچھ نہیں کہہ سکتے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جب شیخ نے اِس سے ملاقات کی تو اسے اپنی جگہ پر بٹھایا۔ جب بیٹھا تو بسم اللہ کر کے ایک مسئلہ خلافیہ پیش کیا تو۔ جب وہ شخص پورا اعتراض کر چکا تو مجیب سوال و جواب کا انکشاف ہوا

؎ تحدی کے یہ معنے ہیں کہ مقابل کو ساکت کرنے اور مغلوب کرنے کے واسطے ادعا کے ساتھ کوئی خرق عادت

میں کوشش کر کے دو آدمیوں کے بیچ میں داخل ہوا اور میری زبان چلنے لگی اور میں نے مناظرین کے طریق پر پہلے سوال مذکور کی تقریر کی اور اسمیں کوئی تغیر نہ کیا پھر جواب دیا جو اللہ تعالے نے مجھپر انکشاف فرمایا تھا حالانکہ میں نے نہ کبھی علم مناظرہ سیکھا تھا نہ کبھی مناظرہ کیا تھا۔ میری تقریر سے مدرس متعجب ہوئے اور جماعت بھی بڑی حیرت میں رہ گئی اور اسے بڑا کمال سمجھا اور اس مدرس سے مناظر نے کہا یہ فقیہ تمہارے یہاں کہاں سے آئے ہیں۔ انھوں نے کہا میں نے انھیں ابھی دیکھا ہے۔ اُس مناظر نے کہا ایسے ہی آدمیوں کے لئے مدرسے بنائے جاتے ہیں۔ مدرس بھی بہت خوش ہوئے کہ اُن کے حلقۂ درس میں ایسا آدمی بھی تھا جس نے مناظر کو جواب دے دیا۔ پھر مدرس نے میرا نام دریافت کیا میں نے نام بتایا۔ انھوں نے کہا میں تمھیں یہاں کا مدرس بناتا ہوں۔ پھر مدرس اُٹھ کھڑے ہوئے اُن کے ساتھ میں بھی اُٹھا اور میرے ساتھ جماعت بھی اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہا اے فقیہ ہماری عادت یہ ہے کہ جب کوئی ہمپر مدرس مقرر ہوتا ہے تو ہم اُن کی مشایعت کرتے ہیں اور ان کے معین ہونے کے بعد اُن کے گھر تک پہنچاتے ہیں۔ جب ہم مدرسہ سے نکلے تو جماعت حسبِ دستور میرے ساتھ چلنے لگی۔ میں نے ان سے معافی چاہی اُنھوں نے قبول کیا اور لوٹ گئے۔ جب میں لوٹ کر شیخ کی خدمت میں آیا تو فرمایا اے فضولی تونے ان لوگوں کو اپنی عادت پر عمل کرنے سے کیوں روکا کہ وہ تجھے گھر تک پہونچاتے۔ میں نے کہا حضرت اس اندیشہ سے کہ کہیں آپکو ناگوار نہ ہو۔ پھر شیخ کی وفات تک میں بیت المقدس ہی میں رہا اور شیخ بیت المقدس کے آگے مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالے عنہ ونفعنا بہ آمین۔

حکایت (۴۳۱۵) مروی ہے کہ حضرت شیخ ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ مصر میں جلسہ کے روز مجلس میں بیٹھتے تھے اور شیخ ابو العباس قسطلانی رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے تذکرہ سنایا کرتے تھے چنانچہ شیخ ابو العباس طنجی کا تذکرہ آیا تو ان قاری صاحب نے کتاب کھولی اور پھر خاموش بیٹھے رہے۔ ان سے شیخ قرشی نے فرمایا تمھیں کیا ہو گیا ہے کیوں نہیں پڑھتے ہو۔ کہا حضرت کتاب یہاں سے بالکل صاف ہے۔ کچھ لکھا ہوا نہیں ہے۔ حضرت شیخ قرشی نے فرمایا یہاں سے فقرے شیخ

ابو العباس طنجی کے تذکرہ کے ہیں۔ پھر فرمایا اے ابو العباس میرے ساتھ یہ معاملہ اور آزمائش۔ پھر ایک دوسرے قاری کو فرمایا تو پڑھ۔ جب اس نے پڑھا تو کتاب لکھی ہوئی پائی اور ان ابو العباس نے بھی زینت دنیا ترک کر دی تھی اور آپ خدمت میں حضرت شیخ قرشی کے متوجہ ہو گئے تھے اور اپنے وقت میں مصر کے زاہد تھے اور بہت ریاضت کرتے تھے اور اپنی اخیر عمر میں مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ان کی وفات ہوئی ان کی قبر وہاں مشہور ہے۔ ان کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں بارش نہ ہونے کے سبب قحط پڑا آپ ان دنوں وہیں تھے۔ لوگوں نے استسقاء کا ارادہ کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ اہل مدینہ ایک دن استسقاء کریں اور مسافر ایک دن اور مجاور ایک دن۔ چنانچہ پہلے دن اہل مدینہ نے استسقاء کیا لیکن بارش نہ ہوئی اور ابو العباس نے بہت سا کھانا پکوا کر فقیروں اور حاجتمندوں کو کھلایا اور استسقاء کیا تو بارش ہوئی۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین۔

حکایت (۴۵۴) حضرت شیخ صفی الدین اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ محمد ازہری عجمی بڑے ہی صاحب سیاحت تھے۔ ان کی کرامتوں اور حکایتوں سے عقل حیران رہ جاتی ہے۔ آپ کے شاگرد شیخ کبیر ابو الحسن ابن الدقاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھی شیخ محمد عجمی نے تین سو ساٹھ ایسے جہانوں میں داخل کیا جو عالم سموات والارض کے ماسوا تھے اور فرمایا ایکبار مجھے کوہ قاف پر پہنچایا اور ایک سانپ دکھایا جو پہاڑ پر حلقہ باندھے بیٹھا تھا اور اس کا ہر دم پر رکھا تھا اور رنگ سبز تھا۔ اور جب شیخ مجھے کسی امر خارق کی طرف لے جاتے یا زمین لپیٹی جاتی تو میں ان کے ہمراہ اس موجودہ جس سے غائب رہتا تھا۔ ایک دن دمشق سے نکلے اور میں آپ کے ساتھ تھا حتی کہ ہم طبریہ پہنچے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر پر کھڑے ہوئے میں نے کہا حضرت یہ قبر سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ فرمایا یوں ہی کہا جاتا ہے پھر آگے بڑھے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے ہوا پر معلق چلا جا رہا تھا تو ہم کو ایک خوفناک مکان نظر آیا وہاں سے کچھ لوگ آئے اور انھوں نے شیخ کو سلام کیا اور آپ کے قدوم کی برکت حاصل کی اور آگے آگے چلے۔ میں نے ان میں وحشت دیکھی

شیخ نے میری جانب التفات کی اور فرمایا اے علی اپنے کو بچاؤ اور میرے ساتھ مشغول رہو اور ان لوگوں کے ساتھ جنھیں تم دیکھ رہے ہو مشغول مت ہو۔ یہ لوگ جن ہیں اور ہم حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر پر جا رہے ہیں۔ چنانچہ جب ہم شہر میں پہونچے تو آپ کی ایک دوسری قوم سے ملاقات ہوئی اور ایک مکان میں لے گئے۔ وہ ایک بہت ہی بڑا محل تھا۔ شیخ آگے آگے جا رہے تھے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا کہ صدر مکان میں ایک شخص کھڑے ہیں اُن کی صورت پر بڑی مہابت اور بڑا نور ہے اور ان کے ہاتھ میں عصا ہے۔ شیخ نے فرمایا یہ سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اُن کے ایک ہاتھ میں انگوٹھی تھی۔ پھر پیچھے ہٹے تو آپ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے خدام جنوں نے ہاتھوں ہاتھ لے کر ایک مکان میں پہونچایا جہاں مہمانی کا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہاں کھانا پیش کیا گیا۔ شیخ نے اور میں نے وہ کھانا کھایا۔ پھر شیخ کو سلیمان علیہ السلام کے ذخائر اور خزانے دکھانے اور سیر کرانے لے گئے اور آپ کو ایک فرش پر لاکر کھڑا کیا اتنے میں ہوا آئی اور اس فرش کو بچھا دیا۔ آپ نے اسے دیکھا۔ پھر تخت بلقیس کے پاس لے گئے۔ وہ بھی آپ نے دیکھا۔ جب ذخائر سلیمان علیہ السلام کے سب دیکھ چکے تو ایک غار میں گئے۔ جہاں سے بھنبھناہٹ کی آواز اور بدبو آ رہی تھی۔ عرض کیا حضرت یہ ابلیس[۱] کا قید خانہ ہے۔ وہ اس غار میں سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے مقید ہے۔ جب شیخ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو آپ کے واسطے تخت حاضر کیا گیا۔ آپ نے میری جانب اشارہ فرمایا تو میرے واسطے بھی تخت لایا گیا جب ہم ان پر سوار ہوئے تو وہ ہمیں لے کر ہوا میں اڑے۔ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہمیں کون لوگ لیکر اُڑ رہے ہیں اور ہوا ہی ہوا پر سمندر کے پار تک پہونچے اور ایک جگہ پر پہونچکر تختوں کو زمین پر اتارا ہم ان پر سے اتر گئے اور وہ تخت اسی طرح ہوا پر بلند ہو گئے۔ وہاں سے شیخ چلے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی تھا کہ ناگاہ شہر دمشق سامنے سے نظر آیا۔ اُنہیں راوی کا قول ہے۔ فرماتے ہیں ہم ایک روز

لہ ابلیس کا مقید ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ آیت انک من المنظرین سے اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس حکایت کے راوی کو کوئی شبہ ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم (۲) غالباً یہ کوئی ابلیس زادہ ہوگا جو وہاں قید تھا۔ (۲)

دمشق میں تھے اور شیخ کے ہمراہیوں اور مریدوں میں کچھ لوگ حجازی بھی تھے اور عراقی بھی تھے رطب کا ذکر آیا حجازیوں نے کہا ہمارے یہاں کے رطب اچھے ہوتے ہیں اور عراقیوں نے کہا ہمارے ملک کے اچھے ہوتے ہیں۔ شیخ کا ایک خادم تھا اُسے یوسف کہتے تھے۔ آپ نے اسے دیکھا وہ خادم دروازے سے نکلا اور تھوڑی دیر غائب رہا پھر آیا تو اُسکے ہاتھ میں ایک طبق رطب کا بھرا ہوا تھا۔ گویا ابھی درخت سے توڑے گئے ہیں۔ اس نے لاکر سامنے شیخ کے رکھ دیئے۔ حضرت نے فرمایا اے حجازیو یہ ہمارے ملک کا رطب ہے۔ تم اپنے ملک کا رطب حاضر کرو۔ ان کے عجائبات اور کرامات بہت ہیں۔ رضی عنہ ونفعنا بہ۔ آمین

حکایت (۴۵۵) شیخ مغاوری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں چند سال تک جنگ کا شوقین رہا اور چند سال سیر و سیاحت کا حریص رہا۔ میں بعض کاموں کے سبب حکمائے کفار کے شہروں میں داخل ہوتا تھا اور پوشیدہ ہو جانا میرے اختیار میں تھا۔ اگر میں چاہتا تو وہ مجھ دیکھ سکتے تھے اور اگر نہیں چاہتا تو نہیں دیکھ سکتے تھے ایکبار حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ میں ان کے شہر میں داخل ہو جاؤں اور ایک صدیق سے ملاقات کروں۔ چنانچہ میں پہونچا اور اپنے آپ کو انھیں دکھایا۔ انھوں نے مجھے گرفتار کرلیا اور میرا گرفتار کرنے والا بہت خوش ہوا اور میری مشکیں باندھ کر بازار میں لے آیا تاکہ مجھے بیچے اور یہی طریقہ مجھے بھی مطلوب تھا جس کا مجھے حکم ہوا تھا اوس نے مجھے ایک معتبر آدمی سوار نے خریدا اور مجھے گرجا پر وقف کر دیا تاکہ اُسکی خدمت کیا کروں میں ایک مدت تک اسکی خدمت کرتا رہا۔ ایک دن گرجا میں ان لوگوں نے بہت سے فرش بچھائے اور بخور جلایا اور بہت سی خوشبو کی گئی۔ میں نے کہا کیا بات ہے۔ انھوں نے کہا بادشاہ کی عادت ہے کہ سال میں ایک بار گرجا میں آتا ہے اب اسکی زیارت کا وقت آگیا ہے۔ ہم اسکے واسطے تیاری کر رہے ہیں اور گرجا کو خالی کر دیتے ہیں۔ وہ تنہا ہی آکر اسمیں عبادت کرتا ہے۔ جب اُنھوں نے دروازہ بند کر دیا تو میں صرف وہاں رہا اور ان کی نظر سے چھپ گیا وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ اتنے میں بادشاہ آگئے اور ان کے واسطے دروازہ کھولا گیا اور وہ

تنہا داخل ہوئے اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر وہ گرجا میں چاروں طرف تلاش کرتے پھرتے رہے۔ انھیں میں دیکھتا تھا اور وہ مجھے نہیں دیکھتے تھے۔ جب اطمینان کر لیا تو قربان گاہ میں پہونچے جو گرجا میں تھا اور قبلہ کی جانب منھ کر کے تکبیر کہی اُسوقت مجھ سے فرمایا گیا کہ یہ وہی ہیں جن سے ہم تمھیں ملانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں ظاہر ہو کر ان کے پیچھے سلام پھیرنے تک کھڑا رہا۔ سلام پھیر کر انھوں نے میری طرف دیکھا، کہا تو کون ہے میں نے کہا آپ جیسا مسلمان ہوں۔ فرمایا تمہیں یہاں کون چیز لے آئی۔ میں نے کہا آپ۔ اب وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور حال پوچھا میں نے کہا کہ مجھے آپ سے ملنے کا حکم ہوا تھا اور اس کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہ آیا مگر اس صورت سے کہ قید ہو کر بکوں اور وہ مجھے گرجا کا خادم بنا دیں اور ہر موقعہ پر میں نے ان کو اپنے اوپر قادر کر دیا تاکہ ملاقات حاصل ہو جائے۔ مجھ سے مل کر وہ بہت خوش ہوئے۔ میں نے ان کا حال کشف سے دیکھا۔ انھوں نے میرا حال دیکھا۔ میں نے اُنھیں درجۂ صدیقین میں پایا۔ میں نے کہا آپ کی ان کفار کے درمیان باطنی حالت کیا ہو گی فرمایا اے ابوالحجاج مجھے ان کے درمیان بڑا نفع ہے اور مسلمانوں کے درمیان رہ کر ویسے فوائد نہیں حاصل ہو سکتے۔ میں نے کہا بیان فرمائیے۔ فرمایا کہ میرا توحید اور اسلام اور اعمال صرف اللہ ہی کے واسطے خالص ہیں کسی کو اسکی اطلاع نہیں ہے اور حلال کھاتا ہوں جس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہوں۔ اگر اُن کا بڑا بادشاہ میں ہوتا تو بھی انھیں کفار سے بچا نہ سکتا۔ اب اُنھیں کفار کے شر سے بچاتا ہوں کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا اور کفار کے درمیان قتل و فساد بھی ایسے کراتا ہوں کہ میں اگر مسلمانوں کا سب سے بڑا بادشاہ ہوتا تو بھی نہ کر سکتا۔ انشاء اللہ میں عنقریب اپنے چند تصرفات تمھیں دکھاؤں گا۔ پھر ہم نے ایک دوسرے کو وداع کیا۔ اور میں لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہو گیا اور بادشاہ نکل کر گرجا کے دروازہ پر جا بیٹھے اور کہا گرجا کے سارے مخصوص لوگوں کو حاضر کرو چنانچہ حاضر کر کے پیش کئے گئے اور کہا گیا یہ اس کے بطریق یعنی عالم ہیں یہ شماس ہیں یعنی محافظ ہیں۔ یہ راہب ہیں یہ ناظر اوقاف ہیں اور یہ اسکی جائیداد کا محصول وصول کرنے والا ہے۔ فرمایا اسکی خدمت کون کرتا ہے۔ لوگوں کے اس شخص کو

بتلایا جس نے مجھے خرید کر گرجا پر وقف کیا تھا اور کہا اس نے ایک قیدی کو خرید کر اسپر وقف کیا۔ اسپر بہت غصہ کا اظہار فرمایا اور کہا کیا تم سب کے سب خدا کے گھر کی خدمت سے متکبر ہو گئے اور ایک شخص کو جو غیر ملت کا نجس ہے اس سے خدا کے گھر کی خدمت لیتے ہو۔ اور تلوار لے کر اسکی آڑ میں کہ خدا کے گھر کو تم نے نجس کر دیا سب کی گردن ماری اور میرے احضار کا حکم کیا۔ میں اُن پر ظاہر ہو گیا انھوں نے مجھے پیش کیا فرمایا یہ ایسے گرجا کا خادم ہے جس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ ان لوگوں کے تکبر کے مقابلہ میں تو یہ اس کا مستحق ہے کہ اسکو عزت و تعظیم اور خلعت و سواری دیکر اسکے وطن اور اہل کے پاس پہنچایا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور میں اپنے وطن لوٹ آیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۴۵۶) مروی ہے کہ امیر المؤمنین ملک مغرب جن کا نام یعقوب تھا رحمہ اللہ تعالےٰ انھوں نے کچھ احوال اور مقامات دیکھے جو سر مدین اور سالکین کو نظر آتے ہیں اسکی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے سلطنت کے واسطے اپنے بھائی کو قتل کیا۔ پھر اُنھیں بھائی کے قتل پر اسقدر ندامت ہوئی کہ باعث توبہ کی ہو گئی اور توبہ کے سبب اسکے باطن میں اچھے اچھے احوال پیدا ہوئے اور خود بخود ان کے نفس میں ایسا تغیر پیدا ہوا جیساکہ سلوک میں بھی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ کوئی گناہ اپنے اوپر آنے نہیں دیتے تھے۔ اس معنے میں ایک قائل کا شعر ہے ؎

ورب قطیعۃ جلبت وصالاً وکم ذا فی الزوایا من خبایا

(ترجمہ) بہت سے قطع رحم ایسے ہوتے ہیں جن سے وصال پیدا ہوتا ہے۔ اور گوشہ ہائے زمانہ میں بہت مخفی خزانے ہیں۔ اُنھوں نے ایک سالکہ عورت سے جو اُن کے گھر آیا جایا کرتی تھی اپنے حالات کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا یہ سالکین کے احوال ہیں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا میں کیا کروں کون مجھے تعلیم کر سکے گا اور میرا علاج کون کرینگے اس عورت نے کہا کہ شیخ ابو مدین جو اس زمانہ میں گروہ سالکین کے شیخ ہیں وہ کرینگے۔ چنانچہ امیر المؤمنین یعقوب نے اُن کے پاس قاصد بھیجے اور بہت اصرار کے ساتھ اُنھیں بلایا اور بڑی التجا کی جس سے حضرت شیخ کو قبول کرنے کی ضرورت ہوئی۔ تو شیخ نے فرمایا کہ اس سے کہدو کہ اللہ کی اطاعت کرو میں تمھارے پاس

نہیں پہونچ سکونگا اور میں تلمسان میں مرجاؤنگا اور ان دونوں شیخ مقام بجایہ میں مقیم تھے۔ پھر شیخ جب بجایا سے چل کر تلمسان پہونچے تو حضرت یعقوب کے قاصدوں سے کہا اپنے آقا کو میرا اسلام کہیو اور یہ بھی کہہ دیجیو کہ تمہاری شفا اور تمہارا نفع شیخ ابوالعباس مرینی کے پاس ہے اور آپ کا تلمسان میں انتقال ہوگیا۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔ اور قاصدوں نے جاکر سارا حال یعقوب سے بیان کیا اور شیخ کی وصیت بھی سنائی۔ پھر انھوں نے شیخ ابوالعباس مرینی کو بڑے اصرار سے بلایا اور ان کی تلاش میں ہر طرف آدمی بھیجے یہاں تک کہ لوگ ان کے پاس پہونچ گئے تو ان سے امیر المؤمنین کی طلب کا حال بیان کیا اور شیخ کو اللہ کی جانب سے ملاقات کا اذن ملا تو آپ وہاں گئے اور ان سے ملاقات کی اس آمد سے یعقوب کو بڑی خوشی ہوئی۔ پھر حکم دیا کہ ایک مرغی ذبح کی جائے اور ایک کا گلا گھونٹا جائے اور دونوں کو الگ الگ پکایا جائے۔ چنانچہ جب پک چکیں تو شیخ کے سامنے حاضر کیا گیا تاکہ کھائیں۔ آپ نے مردار کی نسبت خادم سے کہا یہ مردار ہے اسے اٹھالے اور ذبح کی ہوئی مرغی کھائی۔ امیر المؤمنین یعقوب نے بھی اپنے آپ کو ان کے سپرد کردیا اور آپ کا خادم بن گیا چنانچہ شیخ سے بہت سی فتوحات باطنی حاصل کئے اور اپنا ملک بیٹے کے سپرد کر کے اس سے قطع تعلق کر لیا اور شیخ کے ساتھ مشغول ہوئے اور شیخ ابوالعباس کی برکت سے ان کا پایہ ولایت مضبوط ہوا جسکی شیخ ابو مدین نے بھی پیشین گوئی کی تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم آمین۔ اور حضرت یعقوب کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک بار لوگ بارش کے محتاج ہوئے تو شیخ ابوالعباس شہر سے لوگوں کی ہمراہ نکلے اور حضرت یعقوب سے فرمایا کہ تم استسقا کرو اور اللہ سے پانی مانگو۔ انھوں نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ آپ زیادہ مستحق ہیں۔ شیخ نے فرمایا یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوب نے نماز پڑھائی اور دعا کی، اسی وقت بارش ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما۔ آمین۔

حکایت (۴۷۵) حضرت شیخ صفی الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مغربی عورت کو جو بڑے مرتبہ والی تھیں اور ان کی

علما اور اولیا تعظیم کرتے تھے دیکھا انھیں ست الملوک کہتے تھے۔ انھوں نے شیخ کبیر علی بن علیس یمنی کے وقت میں جب کہ وہ بیت المقدس میں تھے بیت المقدس کی زیارت کی اور حضرت شیخ علی مذکور فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں تھا میں نے دیکھا کہ ایک نور کی رسی آسمان سے مسجد کے قبہ تک لٹک رہی ہے۔ چنانچہ میں قبہ میں گیا تو اس عورت ست الملوک کو میں نے وہاں پایا اور وہ نور اس عورت کے پاس تک تھا میں نے ان سے دوستی چاہی، انھوں نے قبول فرمالیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا۔

اور وہی حضرت صفی الدین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ صالح ولی یمنی حضرت سفیان کو دیکھا وہ بڑے عالی ہمت اکابر میں تھے اور بہت وقت تک نماز پڑھتے تھے۔ آپ حج سے اور مصر کے سفر سے فارغ ہو کر یمن کے ملک میں ظاہر ہوئے تھے اور آپ کی کرامات دیکھ کر بہت لوگ آپ کے قائل ہو گئے۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وہی سفیان ہیں جنھوں نے ایک یہودی کو سلطان کے حکم سے مسلمانوں پر ترفع کرنے کے سبب یمن میں قتل کیا تھا جو مسلمانوں سے خدمت لیتا تھا اور اُس کی سواری کے ہمراہ مسلمان سلطان کے حکم سے پیدل چلتے تھے اور میں نے سنا ہے کہ انھوں نے تعز میں فی الحال ایک یہودی کو قتل کیا اسطرح سے کہ آپ نے ایک یہودی کو فرمایا کہ تو فلاں فلاں کام کر ورنہ میں اس قلم کو قط لگاتا ہوں۔ اُسوقت آپ کے ہاتھ میں قلم اور چاقو تھا۔ اس نے کہا تم قلم کو قط لگاؤ مجھ اس سے کیا نقصان ہے آپ نے قلم پر قط لگایا، اسی وقت یہودی کا سر زمین پر لڑھکتا نظر آیا۔ آپ کی بہت بڑی بڑی کرامتیں ہیں۔ آپ فقیہ تھے۔ پہلے تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور علم تحصیل کیا آپ سے کہا گیا کہ اگر ہماری معرفت چاہتا ہے تو یہ دو رخی اور دو زبانی چھوڑ دے۔ آپ علم چھوڑ کر اللہ کی طرف مشغول ہو گئے۔ آپ کا مصر پہنچنے کا واقعہ مجھے اسطرح معلوم ہوا ہے کہ آپ جہاد دمیاط میں شریک ہونے کے واسطے مصر گئے تھے اور آپ کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور بعض بزرگوں نے جنھیں اللہ تعالیٰ نے کشف عطا فرمایا تھا کہہ دیا تھا کہ دمیاط کی فتح ایک یمنی کے ہاتھ پر ہو گی۔ جہاد دمیاط میں شریک ہونے والوں میں ایک حضرت فقیہ عالم ولی عارف عبدالرحمٰن نویری رضی اللہ عنہ بھی تھے اور شہید ہوئے۔ آپ کا قاتل فرنگی کہتا ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن کو قتل کیا پھر

کہا اے مسلمانوں کے قسیس تم اپنی کتاب میں پڑھتے ہو۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون الآیہ یعنی تو ہرگز ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیئے گئے ہیں مردہ نہ گمان کر بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پہنچائے جاتے ہیں۔ پھر میں نے کہا یہ بھی تو تمہارا عالم ربانی ہے۔ اُسوقت آپ نے آنکھیں کھولیں اور سر اٹھا کے کہا ہاں زندہ ہیں، اُسکے پاس رزق کھاتے ہیں۔ پھر خاموش ہو گئے۔ جب میں نے یہ واقعہ دیکھا اور ان کی گفتگو سُنی تو اُسوقت سے اللہ نے میرے دل سے کفر کو نکالا اور میں اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ وہی فرنگی کہتے ہیں کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ ان کی برکت سے اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کے سبب اللہ تعالےٰ میری مغفرت فرمائیں گے۔ اور جب ہی سے حضرت عبدالرحمٰن کو شہید ناطق کہتے ہیں۔ آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۴۵۸) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں سفر میں تھا تو میرے ساتھ وحوش الفت کرتے تھے اور میرے گرداگرد بیٹھتے تھے اور میں انکے درمیان چلتا پھرتا تھا گویا میں بھی اُنھیں میں ہوں۔ حتیٰ کہ میرا آبادی میں جانے کا ارادہ ہوا اور ایک چھوٹا بچہ یاد آیا جو میرے پاس رہتا تھا۔ پھر میں نے اُن وحوش میں ایک ہرن کا بچہ دیکھا اور میرے جی میں خیال گزرا اگر یہ ہرنی میرے پاس رہی تو میں اسے اس بچہ کے واسطے لے چلوں گا۔ جب سے کہ یہ خیال گزرا ہے اُسی وقت سے سب کے سب میرے پاس سے بھاگ گئے اور پہلی حالت کے بالکل برخلاف نظر آنے لگے۔ میں نے اللہ تعالےٰ سے توبہ کی اور اُس خیال کو دور کیا تو وحوش بھی لوٹ آئے اور پہلے ہی کیطرح ہو گئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

اور ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جماعت تھے جس وقت چاہتے تھے چلتے تھے چاہے کوئی مقام ہو۔ اور ہمارے واسطے زمین لپیٹی جاتی تھی۔ ایک دن میں نے اپنی اولاد کے واسطے ایک مکان خریدا اور اس کا بیعنامہ میں نے حاصل کیا جو خرید اور قبضہ کے متعلق تھا۔ اسکے بعد میرے پاس دوستوں نے آدمی بھیجا کہ ہم سے فلاں مقام پر ملو۔ میں اپنے اس حال کی طرف رجوع ہوا جس کے سبب دور دور کی مسافت تھوڑے عرصہ میں قطع کرتا تھا تو وہ کیفیت

مجھ میں نہ تھی۔ میں نے ان کے پاس آدمی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ وہ پر جن سے میں اڑتا تھا میرے پاس نہ رہے وہ کٹ گئے۔ انھوں نے کہلا بھیجا کہ دیکھو یہ نقصان کہاں سے آیا اور اس علاقہ کو جس نے تم سے اس حالت کو قطع کیا ہے تم قطع کردو چنانچہ میں نے بیعنامہ پھاڑ کر پھینک دیا اور میری حالت بھی لوٹ آئی اور اسی مقام میں ان سے ملاقات کی جہاں انھوں نے بلایا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۵۹) حضرت شیخ صفی الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیخ مفرج بڑے عظیم الشان ولی تھے۔ آپ حبشی غلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو بلا اسباب معلومہ اور بلا طریقہ معہودہ کے اپنا برگزیدہ بنایا تھا اور آپ نے اپنی خداداد حس ہی سے بہت کچھ حاصل کیا تھا چھ مہینے تک ایسے رہے کہ کچھ نہ کھایا نہ پیا۔ جب ان کے مالک نے دیکھا کہ ان کی حالت بدل گئی تو انھیں مارا مار کا ان پر اثر نہ ہوا تو سمجھا کہ ان میں جنون ہے اور ایک آدمی کو بلایا تاکہ مار کے ان کا جنون اتار کے انھیں کھانا کھلائے۔ وہ شخص مارتا تھا اور جن کو مخاطب کر کے کہتا تھا نکل جا۔ یعنی جسے اپنے گمان میں جن سمجھتا تھا اور شیخ مفرج کہتے تھے نکل گیا۔ یعنی آپ کا نفس۔ پھر انھوں نے آپ کو قید کیا اور چلے گئے۔ جب لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ بیڑیاں ایک طرف ہیں اور آپ ایک طرف ہیں۔ پھر قید خانہ میں بند کر گئے اور پھر آگے دیکھا تو آپ قید کے مکان سے باہر نکل گئے تھے جب لوگوں پر آپ کے کرامات ظاہر ہوئے تو مرغ کے کباب بنا لائے۔ آپ نے کہا اڑ جاؤ تو وہ اللہ کے حکم سے اڑ گئے۔ پھر لوگ خاموش ہو گئے اور آپ کی کرامات متواتر ہوتی رہیں اور ولایت آپ کی مشہور ہوئی اور برکت ظاہر ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۶۰) حکایت ہے کہ ایک شیخ شہر رقہ میں رہتے تھے والی رقہ نے ان سے کچھ شکایتیں کیں جنکے سبب آپ کو اسکی خاطرداری کی تکلیف ہونے لگی۔ ایک روز اتفاقاً والی رقہ شیخ پر سے گذرا آپ نے اس پر ایک چیخ ماری اور کہا تو مر جا وہ اسی وقت مر گیا۔ اور یہی شیخ ایک دن کرامات کے متعلق گفتگو کر رہے تھے تو ایک بڑھیا جو آپ پر ناز کرتی تھی کہنے لگی کب تک

یہ باتیں اور دعوے ہی دعوے رہیں گے لوگ تو بدون بارش مر رہے ہیں شیخ نے اپنی حالت اسے دکھائی تو وہ آپ کے پاس سے نکلکر اپنے خچر پر سوار ہو کے چلی گئی - اور وہ بادشاہ کے بچوں کی تربیت کرتی تھی - وہ ایک راستہ سے گزر رہی تھی کہ ناگاہ بڑے زور کا ابر اٹھا اور کثرت سے بارش ہوئی اور زور کی ہوا چلی اور ہوا نے اُس بڑھیا کو خچر سے کیچڑ میں گرا دیا - وہ پھر اُٹھکر خچر پر سوار ہوئی اور شیخ کے پاس لوٹ آئی اور کہنے لگی - ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی کرامت سے بارش برسوائی مگر مجھے خچر سے کیچڑ میں کیوں گرا دیا فرمایا تیری بیہودگی کے سبب سے - آپ نے فرمایا کہ بادشاہ نورالدین شام کے بادشاہ ہمارے نزدیک چالیس اولیاء میں گنے جاتے ہیں اور سلطان صلاح الدین تین سو کے گروہ میں منسوب ہیں - ابدال جب نورالدین کو دیکھتے ہیں اور وہ پوچھتے ہیں کہ میں تمہارے نزدیک کیسا ہوں تو ابدال فرماتے ہیں کہ تم ظالموں کی اصلاح کرنے والے ہو اور تم میں اوصافِ ولایت ہیں - رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بھم آمین

حکایت (۴۶۱) مروی ہے کہ شیخ ابو محمد ابن کبش رضی اللہ عنہ اکثر اوقات خضر علیہ السلام سے ملاقات کرتے تھے، ان کے ایک مصاحب امیر آدمی تھے - آپ سے ایک دن اُن مصاحب نے کہا کہ بھائی صاحب آپ کی دوستی سے ہمارا کچھ بھی حصہ نہیں ہے - آپ نے پوچھا تمہیں کیا چاہئے - اُنھوں نے کہا تم روز خضر علیہ السلام سے ملاقات کرتے ہو - اُن سے فرمائیے کہ ایک دن مجھ سے بھی ملاقات کریں - میں بھی اُنھیں دیکھوں - آپ نے فرمایا میں اُن سے کہوں گا - جب حضرت خضر سے ملے تو کہا حضرت میرے ایک مصاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں - حضرت نے فرمایا تمہارا مصاحب مجھ سے ملنا نہیں چاہتا کہا سبحان اللہ یوں ہی اُس نے مجھ سے کہا ہے - فرمایا ان سے کہدو کہ میں جمعہ کے روز اُن سے ملوں گا - جب جمعہ کا دن ہوا تو اس شخص نے ایک گیہوں کی گٹھیا کھلوائی اور وقت جمعہ تک خوشی اور شکرانہ میں اُسے تقسیم کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ملاقات کرنا منظور کیا ہے - پھر دروازہ بند کر کے وضو کیا اور جانماز پر اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھا - اور وعدہ کا منتظر رہا - اتنے میں ایک شخص نے دروازہ پر

دستک دی اُس نے لونڈی سے کہا دیکھو تو دروازہ پر کون ہے۔ اُس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک شخص چادر اوڑھے کھڑے ہیں۔ اُس شخص نے کہا تو اپنے آقا سے کہدے کہ ایک شخص تم سے ملنا چاہتا ہے۔ لونڈی نے جاکر بیان کیا۔ پوچھا کیسا آدمی ہے۔ کہا ایک شخص چادر اوڑھے کھڑا ہے۔ کہنے لگا کوئی فقیر ہے گیہوں بٹنے کی خبر سُنکر آیا ہے۔ کہا اُس سے کہدو کہ نماز پڑھ کے آوینگے۔ اُس نے وہی آکے کہدیا۔ وہ چلے گئے۔ جب نماز ہو چکی تو وہ شخص ابنِ کبش سے ملا اور کہا میں انتظار میں رہا لیکن وہ نہیں آئے اور میں نے اُنھیں نہ دیکھا۔ تو ابن کبش نے فرمایا اے بے توفیق وہی تو تھے جن کے پاس تو نے لونڈی کو بھیجا تھا اور اُس سے کہلایا تھا، جاؤ اور نماز کے بعد آؤ۔ پھر فرمایا تو چاہتا ہے کہ خضرؑ سے ملاقات کرے اور دروازہ پر پہرہ لگاتا ہے۔ کہا میرے پاس جتنی لونڈیاں ہیں سب اللہ کے واسطے آزاد ہیں۔ پھر جب کوئی دروازہ پر آکر دستک دیتا تو خود نکل آتا۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

حکایت (۴۶۲) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی آدمیوں سے یہ حکایت سنی ہے کہ ایک تاجر نے کہا کہ میں مسافر تھا اور میرے ساتھ ایک جانور تھا جس پر تجارت کا اسباب لدا تھا۔ جب میں مصر میں داخل ہو کر لوگوں سے مِلا پھر میں نے وہ جانور تلاش کیا تو جانور نہ مِلا۔ میں نے تفتیش کی، لوگوں سے بھی پوچھا کسی نے پتہ نہ دیا۔ مجھ سے بعض لوگوں نے کہا کہ تو شیخ ابو العباس دمنہوری کے پاس جا شاید وہ تیرے واسطے دعا کریں۔ میں آپ کو پہچانتا تھا آپ کے پاس گیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے نہ میری بات سنی نہ مجھے خوش کیا بلکہ یہ کہا کہ ہمارے ہاں دو مہمان ہیں اُن کے واسطے اتنا آٹا اِتنا گوشت، اور یہ چیزیں چاہئیں لے آؤ۔ میں آپ کے پاس سے نِکلا اور جی میں کہتا تھا واللہ پھر کبھی ان کے پاس نہ آؤنگا۔ یہ فقیر لوگ اپنی ہی ضرورتوں کو جانتے ہیں۔ میں مصیبت زدہ ان کے پاس آیا تھا نہ میری شکایت سنی نہ میرے لئے دعا کی اور اپنی ہی حاجت روائی مجھ سے چاہی۔ اس ارادہ سے میں چلا راستہ میں میرا ایک قرضدار مل گیا۔ میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا جب تک میرا

مال نہ دیگانہ چھوڑوں گا۔ اُس نے مجھے تقریباً ساٹھ درہم دیئے۔ جب یہ مجھی مل گئے تو میں نے کہا واللہ میں ان کی آزمائش کرونگا۔ اگر مِل گیا تو کُل مل گیا ورنہ یہ بھی اسکے ساتھ اللہ کی راہ میں گیا۔ چنانچہ میں نے شیخ کی ساری فرمائشیں خریدیں اور کچھ دام بچ گئے تو ان کی شیرینی خریدی اور سب کو ایک حمال کے سر پر رکھ کر شیخ کے یہاں پہنچا۔ جب شیخ کے حجرہ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ میرا جانور کھڑا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ تو میرا ہی جانور ہے۔ پھر جی میں کہا میرا جانور کہاں ہے یہ اُسکے جیسا ہی ہو گا جب میں قریب پہونچا تو دیکھا کہ وہ بعینہ میرا ہی جانور تھا اور اسپر وہ اسباب بھی جیسا گم ہوا تھا ویسا ہی تھا مجھے تعجب ہوا پھر میں نے سوچا کہ اسکو کسی محافظ کے پاس چھوڑ دوں میں ساتھ ساتھ چلوں ایسا نہ ہو کہ کسی اور جگہ چلا جائے۔ پھر میں نے کہا جس نے اسے تسلیم کیا اور اس محافظ کے سپرد کیا وہی اسکی حفاظت کرے گا۔ پھر میں نے شیخ کے یہاں حاضر ہو کر ان کی مطلوبہ چیزیں ان کے سامنے رکھدیں۔ ایک ایک کو حضرت نے اُٹھا کر دیکھا حتیٰ کہ جب شیرینی پر پہونچے تو فرمایا یہ کیا ہے۔ میں نے کہا حضرت میرے پاس کچھ بچ گیا تھا اُس کا میں نے یہ خرید لیا ہے۔ فرمایا یہ تو شرط میں داخل نہیں تھا۔ لیکن میں اسکی وجہ سے کچھ اضافہ کرونگا۔ تم قیسا ریہ میں جاؤ اور اپنا اسباب بیچو اور جلدی نہ کرو اور جتنا بک جائے اُسکے دام اُسی وقت وصول کرلو اور اس امر سے بیخوف رہو کہ کوئی تاجر آجائے گا۔ زمین میری سیدھی طرف اور سمندر میری بائیں طرف ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں قیساریہ میں پہنچا تو میرا سارا سامان مطلوب تھا۔ چنانچہ میں نے بہت ہی نفع سے مال بیچا اور جتنا مال بک گیا اسکی قیمت بھی وصول کرلی حتیٰ کہ میں نے کل اسباب بیچ کر اسکی قیمت وصول کرلی۔ جب میں فارغ ہوا تو تجار خشکی کے راستہ بھی اور سمندر کے راستہ بھی چاروں طرف سے آپہنچے گویا کہ وہ قید سے رہا ہوئے۔ انتہیٰ کلامہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شیخ ابو العباس ان کی بہت سی کرامتیں ہیں جو لوگوں میں مشہور ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔

حکایت (۴۶۳) حضرت شیخ ابو العباس ابن غریف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن صبح کو تنگ دل اُٹھا میرے ایک مصاحب ابو محمد طرابلسی کے نام سے مشہور تھے میں نے اُن سے کہا اے ابو محمد آج میرا قلب منقلب

ہو گیا ہے۔ تم کوئی ایسی حکایت صالحین کی بیان کرو جس سے شاید قلب کی اصلاح ہو جائے۔ انھوں نے کہا اچھا سنیئے۔ میں ایک دن افریقیہ میں تھا اور وہ دن ذی الحجہ کے عشرۂ اول میں سے ایک دن تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ تین شخص میرے سر پر کھڑے ہیں انھوں نے کہا اے ابو محمد حج کو چلتے ہو۔ میں نے کہا جیسی رائے ہو۔ فرمایا اللہ کی برکت پر بھروسہ کرو۔ چنانچہ ایک ان میں سے میرے آگے ہو گئے اور دو آدمی میرے پیچھے ہو گئے اور چلے۔ جب رات ہوتی تو ایک شخص انمیں سے راستہ سے ہٹ کر جاتے اور کیلے کی پھلیاں لے آتے اور فرماتے اس مقام پر ایک بڑھیا نے یہ مجھے دیں۔ تین دن کے بعد ناگاہ ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا اے ابو محمد خوش ہو جاؤ یہ تہامہ کے پہاڑ ہیں۔ میں نے اُن کے ساتھ حج کیا اور ان کی صحبت میں رہا جب لوٹنے کا وقت آیا تو مجھ سے کہا۔ تم اللہ کی امان میں رہو۔ میں نے کہا آپ لوگ مجھے فراق کا رنج دینا چاہتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا یہ تو ضرور ہونا ہے اور پھر چلے گئے۔ میں بھی وہاں سے چل کر عیذاب[ؔ] گیا اور وہاں سے اسوان[ؔ] پھر مجھ سے نفس نے کہا اسکندریہ چلو شاید کوئی جان پہچان والا مِل جائے جو دریا پر سوار کر کے اسکندریہ سے مغرب میں پہونچا دے میں نے نفس سے کہا واللہ میں رنجیدہ نہیں ہوا نہ تھکا۔ میں نہیں سے جنگل کا راستہ لونگا۔ جب مجھ جنگل میں وضو کی یا پانی پینے کی ضرورت ہوتی تو کہتا قسم ہے رب العزت کی میں جب تک پانی نہ پی لوں اور وضو نہ کر لوں یہاں سے آگے نہ بڑھوں گا۔ اسی وقت ایک ابر آتا اور اتنا برستا کہ اُس کا پانی جمع ہو کر ایک تالاب بنجاتا اور میں اُس میں سے وضو بھی کرتا اور پی بھی لیتا۔ پھر جب ضرورت ہوتی تو یہی کرتا۔ اس حالت سے میں وہاں پہنچا جہاں سے کہیں نکلا تھا۔ اب میں بھی خبطی سا ہو گیا ہوں اور تم اے احمد امراء کا سا لباس پہنتے ہو اور نوجوانوں کو دیکھتے ہو۔ پھر کہتے ہو کہ میرا دل پلٹ گیا ہے۔ میرے جیسا ناکارہ بوڑھا کہہ سکتا ہے کہ میرا دل پلٹ گیا ہے۔ لیکن تیرا دل تو پہلے ہی پلٹ گیا ہے۔ اب یہ کہنا مناسب ہے کہ دِل میرا پلٹا ہوا تھا اور پلٹا ہوا ہے۔ ابو العباس کہتے ہیں کہ ان کے اس قول کی ٹھنڈک کہ تیرا دل

ؔ مقام کا نام

پلٹا ہوا تھا اور ہے ابھی تک میں نہیں بھولا اور مرنے تک نہیں بھولوں گا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعن الجمیع ونفعنا بہم آمین

حکایت (۱۴۶۴) حضرت شیخ ابن عفیف ہی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں غمگین اُٹھا اور شیخ ابوالقاسم ابن رویبل سے میں نے کہا کہ کوئی حکایت بیان کرو شاید اسکے سبب اللہ تعالےٰ میرا غم دفع کرے کہا اچھا سنو مجھ سے ایک شخص کی جو ساحل پر رہتے تھے تعریف کی گئی، اُنھیں ابوالجناز کہا جاتا تھا میں اُن سے ملنے کے قصد سے ساحل پر گیا اور انھیں سلام کرکے بیٹھ گیا نہ انھوں نے کچھ مجھ سے کہا نہ میں نے ان سے کچھ کہا یہانتک کہ جب نماز کا وقت آیا۔ تو کچھ لوگ جو چاروں طرف کے میدانوں میں متفرق تھے آپ کے پاس جمع ہوئے اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کے نماز پڑھائی پھر وہ لوگ جدا ہوگئے اور کسی نے کسی سے کچھ کلام نہ کیا اور شیخ بھی اپنی جگہ آبیٹھے اور میں بھی ان کے پاس جا بیٹھا۔ پھر جب نماز کا وقت آیا اُسی طرح سے سب لوگ جمع ہوئے اور نماز پڑھ کے پھر متفرق ہوگئے حتیٰ کہ جب نماز عصر کا وقت آیا تو پھر جمع ہوکر نماز پڑھی اور بیٹھ کر صلحاء کے حالات اور تذکرے بیان کرتے رہے۔ جب زردی آفتاب کا وقت ہوا تو پھر متفرق ہوگئے اور پھر مغرب کے وقت جمع ہوگئے پھر متفرق ہوئے اسی طرح میں تین دن رہا۔ اُن کی یہی حالت رہی۔ پھر میرے جی میں آیا کہ شیخ سے استفادہ کی نیت سے ایک سوال کروں۔ اور آگے بڑھ کر میں نے عرض کیا اے شیخ میں ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہو جماعت کے لوگوں نے میری طرف انکار کی نظر سے دیکھا۔ میں گھبرایا اور پوچھا اے شیخ مرید کو اپنا مرید ہونا کب معلوم ہوتا ہے۔ شیخ نے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ شیخ مجھ سے خفا ہوگئے ہوں اور میں اُن کے پاس سے اُٹھ کر چلا گیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو پھر میں نے کہا کہ یہ تو پوچھنا ہی چاہیئے اور عزم مصمم کرکے آگے بڑھا اور کہا اے شیخ مرید کو کب معلوم ہوتا ہے کہ میں مرید ہوں، انھوں نے پہلے ہی کی طرح مجھ سے عواض کیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں اُٹھ کر چلا آیا۔ پھر تیسرے دن میں نے یہی سوال کیا اور آپ نے مجھ سے ملکر فرمایا ایسا مت سوال کرو۔ شاید تم یہ پوچھنا

چاہتے ہو کہ مرید ارادت میں پہلا قدم کب رکھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا جب کہ اس مرید میں چار خصلتیں نہ پیدا ہو جائیں ایک تو یہ کہ زمین اس کے واسطے لپیٹی جاوے اور ساری زمین ایک قدم ہو جائے اور پانی پر چلنے لگے اور جو چیز جس وقت دنیا میں کھانا چاہے کھا سکے اور اسکی دعا رد نہ کی جائے۔ اس وقت ارادت میں مرید پہلا قدم رکھتا ہے۔ اور جب مرید اپنے کو مرید جاننے لگے تو وہ ہمارے نزدیک حد ارادت سے گر جاتا ہے۔ حضرت شیخ ابو العباس فرماتے ہیں یہ سنکر میں نے ایک چیخ ماری۔ قریب تھا کہ میری جان نکل جائے پھر ان سے کہا کہ تم نے ہمیں ارادت سے ناامید کر دیا اے ابو القاسم۔ اور میں اس شیخ کی عالی ہمتی سے متعجب ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الجمیع ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۴۶۵) حضرت شیخ ابو عبداللہ قرشی سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے شیخ ابو یزید قرطبی رضی اللہ عنہ سے سنا جبکہ قرشی نے شیخ سے ان کی ابتدائی حالت دریافت کی تاکہ اس سے کچھ نفع حاصل کرے۔ شیخ نے فرمایا اے بیٹے ایک نئی بات ہے مجھے اس طریق میں ایک اضطراب کی چیز نے داخل کیا ہے۔ میں تاجر تھا اور عطاروں میں میری دوکان تھی اور وہی چیز فروخت کرتا تھا جس کی قیمت بہت گراں ہوتی تھی اور جو چیز نایاب ہوتی تھی۔ میرا لباس بھی ایسا ہی نادر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن جامع مسجد میں گیا کہ صبح کی قضا نماز ادا کروں۔ جب نماز پوری کر چکا تو میں نے ایک بڑا حلقہ دیکھا۔ میں اس کی طرف گیا اُن دنوں صالحین کی مجھ کو کوئی خبر نہ تھی جیسا کہ عوام جانتے ہیں اسی قدر جانتا تھا کہ وہ کوہ و بیابان میں رہتے ہیں۔ اس حلقہ پہ جا کے کھڑا ہوا۔ ایک قاری ان میں صلحا کی حکایتیں اور ان کے مجاہدات پڑھ کے سنا رہے تھے جیسے حکایت شیخ ابو یزید رضی اللہ عنہ کی ہے۔ میں نے جی میں ایسی آواز سے کہا جسے میرے قریب والے کے سوا کوئی سن نہیں سکتا تھا کہ ایسی باتوں سے بھی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ ایک نے اُن میں سے کہا کہ پھر کن باتوں سے کتابیں لکھی جائیں۔ میں نے کہا یہ باتیں جو حکایت کی جا رہی ہیں جھوٹ معلوم دیتی ہیں۔ ایک شخص سال بھر پانی چھوڑ دے پھر زندہ رہے۔ اُس شخص نے کہا ان حکایات سے انکار مت کریں میں

میں اس شخص سے سوال وجواب کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں حلقہ میں سے ایک شخص نے جو نہایت لاغر تھا سر اُٹھایا اور کہا تجھے صالحین کے بارے میں گفتگو کرتے شرم نہیں آتی۔ میں نے کہا صالحین کہاں ہیں اور وہاں سے اُٹھ کر اپنی دکان پر آگیا۔ اور ان کی باتوں پر تعجب کرنے لگا۔ قریب ظہر کے میں موافق عادت کے دکان پر بیٹھا خرید وفروخت کر رہا تھا ناگاہ میں نے اُس شخص لاغر کو دیکھا کہ وہ گذرا اور مجھے نہ دیکھا آگے بڑھ کے پھر لوٹا اور معلوم ہوا کہ میری ہی تلاش میں ہے۔ چنانچہ مجھے دیکھ کر سلام کیا۔ میں نے کہا وعلیکم السلام کہا تیرا نام کیا ہے میں نے کہا میرا نام عبدالرحمٰن کہا کیا تم نے مجھے پہچانا۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ وہی ہیں جن سے میں نے حلقہ میں گفتگو کی تھی۔ کہا تو ابھی اُس عقیدہ پر ہے تو نے اب تک توبہ نہیں کی۔ میں نے کہا میرا کوئی ایسا عقیدہ تو نہیں ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہو۔ وہ شخص میری دکان کے آگے پتھر سے سینہ لگا کے کھڑے ہوئے اور کہا۔ اے ابویزید تم صالحین کے عمل کی نسبت کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا صالحین کہاں ہیں کہا یہیں بازار میں پھرتے ہیں۔ وہ ایسے ہیں کہ اگر اس پتھر کی طرف اشارہ کریں تو ان کے ساتھ ہو جائے اور ایک پتھر کی طرف جو دکان کے اندر تھا اشارہ کیا اُسمیں سے دو سوراخ کھلے، اس کے اندر لوگوں کی مرہونہ چیزیں تھیں۔ وہ نکلیں میں نے اُنھیں جلدی سے پکڑا اور ان کی جگہ پر لا کر رکھا۔ پھر میں نے کہا کیا آدمی کو ایسی قدرت مل جاتی ہے۔ کہا انسان کی قدرت کے مقابل یہ کیا چیز ہے۔ میں نے کہا اسکے سوا آدمی اور کسی میں تصرف کرسکتا ہے۔ کہا اگر دکان سے کہدے کہ اپنی جگہ سے اُکھڑ جا تو اُسی وقت اُکھڑ جائے گی۔ اُسوقت میں نے دیکھا کہ دکان نے دوبارہ حرکت کی اور اس کا ہر برتن اور شیشہ ہل گیا۔ حتیٰ کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑے اور میں حیران رہ گیا اور وہ شخص مجھے چھوڑ کر چل دیئے۔ مجھ میں عقل کی تیزی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر مجھ جیسا آدمی اگر ساری عمر دکان میں صرف کردے تو ایسے لوگوں کی ملاقات کیونکر نصیب ہو جب دوسرا دن ہوا تو پھر میں حلقہ میں گیا تاکہ قوم کی باتیں پھر سنوں۔ قسم ہے اللہ کی اس سماع کے بعد مجھے اتنی بھی وسعت نہ رہی کہ دکان تک جاؤں۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور دکان کی کنجیاں اُن کے

حوالہ کیں۔ انہیں کی دکان تھی۔ انھوں نے کہا کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا انشاء اللہ آؤں گا۔ انھیں میرے ارادے کی خبر نہ ہوئی۔ اسکے بعد ابتک لوٹ کے دکان پر نہ گیا۔ رضی اللہ تعالے عنہ۔

حکایت (۴۶۶) مروی ہو کہ شیخ کبیر عارف باللہ سید احمد رفاعی قدس اللہ روحہ واعاد علینا من برکاتہ شیخ عارف علی ابن قاری واسطی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن مجید پڑھتے تھے اور نوجوان تھے۔ ایک شخص نے کھانا پکوایا اور حضرت شیخ علی ابن قاری اور ان کے مریدوں کی دعوت کی اور شہر کے دیگر مشائخ وغیرہ کو بھی بلایا۔ جب کھانا کھا چکے تو ان کے ہمراہ ایک قوال تھا، اس نے دف لے کر گانا شروع کیا۔ اور حضرت سید احمد لوگوں کی جوتیوں کے پاس بیٹھے تھے اور شیخ ابن القاری کا جوتا ان کے پاس تھا۔ جب قوم سرور میں آئی اور انھیں وجد آنے لگا تو حضرت سید احمد نے لپک کر قوال کا دف توڑ دیا۔ مشائخ شیخ علی ابن قاری کو دیکھنے لگے اور ان سے نفرت کا اظہار کیا اس امر پر جو سید احمد سے ظہور میں آیا اور کہا یہ بچہ ہے ہمیں اس سے شکایت نہیں ہے ساری شکایت تم سے ہے۔ حضرت شیخ علی نے ان سے کہا تم ان سے پوچھو اگر جواب دیا تو خیر ورنہ مجھ سے مطالبہ کیجیو۔ انھوں نے حضرت سید احمد کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم نے دف کیوں توڑا۔ فرمایا۔ اے حضرات اب قوال کی امانت داری پر فیصلہ ہی۔ اسکے جی میں جو کچھ گذرا بیان کرے پھر جو کچھ کہے اسکی ہم اتباع کریں گے۔ انھوں نے قوال سے دریافت کیا کہ جو کچھ تیرے جی میں وسوسہ پیدا ہوا تھا بیان کر۔ کہا کل شب میں ایک ایسی قوم کے پاس تھا جو شرابی تھے۔ وہ بھی میرا گانا سن کر جھومتے تھے۔ اب میرے دل میں خیال آیا کہ ان مشائخ کا حال بھی ان شرابیوں ہی کا سا ہے۔ یہ خیال ابھی پورا بھی نہ ہوا تھا کہ اس بچہ نے اٹھ کر دف میرا توڑا۔ اسوقت مشائخ کھڑے ہو گئے۔ حضرت سید احمد کا ہاتھ چومنے لگے اور عذرخواہی کی۔ رضی اللہ عنہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ شراب محبت کے نشہ میں جھومتے تھے جس کی طرف حضرت شیخ عارف باللہ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

نے اشارہ فرمایا ہے جبکہ آپ سے پوچھا گیا کہ شراب محبت کیا چیز ہے اور ساقی کون ہے، اور ذوق کیا چیز ہے ۔ شوق کیا ہے اور سیرابی کیا ہے اور نشہ کیا ہے اور ہشیاری کیا ہے؟ فرمایا شراب تو جمالِ محبوب کا چمکتا ہوا نور ہے اور پیالہ وہ لطف ہے جس سے دل کے منھ تک محبت پہونچ جاتی ہے اور ساقی وہ ہے جو اپنے خاص مقرب بندوں اور صالحوں کے لئے سقی کا انتظام و اہتمام کرتے ہیں ۔ یعنی حق تعالیٰ جل جلالہ، جو بندوں کی تقدیر اور ان کی مصلحت سے واقف ہیں جس شخص پر اسکے جمال کا کشف ہوا اور پھر ایک دو لحظہ کے بعد پردہ ڈال دیا گیا وہ شخص ذوق و شوق والا ہوتا ہے اور جس پر اس کا انکشاف ایک یا دو گھنٹہ تک رہا تو وہ سچا پینے والا کہلاتا ہے اور جس پر یہ حالت پے در پے طاری ہوئی اور شرابِ محبت کی مداومت ہوئی حتیٰ کہ اسکے رگ رگ اور جوڑ جوڑ ان انوار سے پُر ہو گئے جو مخزون تھے تو اس حالت کو سیرابی کہتے ہیں اور کبھی کبھی محسوس اور معقول سے غائب ہو جاتا ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے کیا کہا گیا ہے اور اس نے کیا کہا یہ حالت سُکر کہلاتی ہے کبھی ان پیالوں کی گردش پے در پے ہوتی ہے اور حالات بدلتے رہتے ہیں اور ذکر و طاعت کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور باوجود مقدرات کے بدلنے کے اُن کے صفات نہیں بدلتے یہ حالت حالتِ ہشیاری کہلاتی ہے اور اُسے وسعتِ نظر کا زمانہ اور تزائد علم کا زمانہ بھی کہلاتا ہے ۔ وہ لوگ علم کے ستاروں سے اور توحید کے چاند سے رات کے وقت ہدایت پاتے ہیں اور آفتابِ عرفان سے دن کو روشنی حاصل کرتے ہیں وہی لوگ جماعتِ خداوندی کہلاتے ہیں اور اللہ کا گروہ فلاح پانے والا ہے

اور بعض عارفین مشائخ کبار نے فرمایا ہے کہ محبت اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُس شخص کا دل لیتی ہے جس کو حق سبحانہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اپنے نورِ جمال کو اس پر منکشف فرمائیں اور قدسِ جلال کا اسپر اظہار فرماویں اور شرابِ محبت کبھی تو کوشش اور ہمت اور تہذیب نفس کے بعد پیدا ہوتی ہے اور ہر شخص کو اُسکی استعداد کے موافق پلایا جاتا ہے ۔ بعض کو بلا واسطہ بھی ملتا ہے اسکے خود حق تعالیٰ ہی متولی ہیں اور کسی کو بذریعہ واسطہ ملتا ہے جیسا کہ ملائکہ اور اکابر علماء اور اکابر مقربین اور صدیقین اور عارفین ان میں سے کوئی تو پیالہ دیکھ ہی کے مست ہو جاتا ہے اگرچہ اب تک کچھ نہیں پیا ہے۔ پھر تم ہی سوچو کہ اُسکے ملنے کے بعد اُسکے ذوق و شوق کی کیا حالت ہو گی، پھر جب چکھ

لیگا اور پھر پی لیگا اور پھر مست ہو جائیگا اور سیراب ہو جائیگا پھر اسکے بعد ہشیار ہو جائیگا اور قسم قسم کی ہشیاری بھی ہو گی جیساکہ مستی بھی طرح طرح کی ہوتی ہے تو اسوقت کیسا لطف ہو گا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۴۶۷) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہلال رمضان مجھے نظر آیا اسکے دیکھتے وقت حق سبحانہٗ تعالےٰ نے مجھ پر اس رمضان کی لیلۃ القدر سے مطلع فرمایا کہ وہ فلاں رات ہے اور مجھے صاف بتلا دیا گیا میں اُسکی تحقیق میں رہا جب وہ رات معین لیلۃ القدر کی آئی تو میں اُس سے ایسا بھاگتا تھا جیسے کہ قرض خواہ سے قرضدار بھاگتا ہے اور اسکے انوار میری آنکھ میں چمک رہے تھے اور روشن ہو رہے تھے اور میں کہتا تھا تیری عزت کی قسم اے پروردگار تیرے ہوتے ہوئے مجھے لیلۃ القدر کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اوقات ہمارے سب کے سب لیلۃ القدر ہی ہوتے ہیں اور اسی معنے میں بعض کے اشعار یہ ہیں

لولا شهود جماله فی ذاتی	ما کنت ارضیٰ ساعة بحیاتی
ما لیلة القدر المعظم شانها	الا اذا عمرت بها اوقاتی
ان المحب اذا تمکن فی الهویٰ	والحب لم یحتج الیٰ میقاتی

(ترجمہ) اگر اُسکے جمال کا مشاہدہ میری ذات میں نہ ہوتا تو میں ایک لحظہ بھی اپنی زندگی پر خوش نہ ہوتا۔ لیلۃ القدر کی بڑی شان تو یہ ہی جب کہ اُسکے انوار سے میرے تمام اوقات آباد ہو جائیں۔ عاشق جب اپنے عشق و محبت میں ثابت قدم ہو جاتا ہے۔ تو اسکے واسطے وقت معین کی حاجت ہی نہیں رہتی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں نے رمضان کی شب کو فرشتوں کو دیکھا کہ وہ تیاری کر رہے تھے جیساکہ شادی والے ایک دن پہلے ہی سے اُسکی تیاری کرتے ہیں۔ جب ستائیسویں تاریخ ہوئی اور وہ جمعہ کی شب تھی تو میں نے ملائکہ کو آسمان سے اترتے دیکھا ان کے ساتھ نور کے طبق تھے۔ جب اٹھائیسویں شب ہوئی تو میں نے اس رات کو دیکھا کہ وہ غصہ میں بھرے ہوئے تھے اور کہتے تھے میں نے مانا کہ لیلۃ القدر کا ایک بڑا حق تھا جسکی نگہداشت کیگئی تو کیا میرا کوئی حق نہ تھا جس کی نگرانی کیجاتی۔ انتہی کلامہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس رات کا غصہ شاید لوگوں

پر اس سبب سے تھا کہ لوگوں نے اسمیں شب بیداری نہ کی حالانکہ وہ لیلۃ القدر کی مجاور تھی۔ اور ہمسایہ کا حق یہ ہے کہ اس کی تعظیم ایسی کی جائے جیسے مجاور کی کیجاتی ہے۔ اور نور کے طبق شاید اس رات کے بیداری کرنے والوں کو ہدیہ ہوئے ہوں۔ اور ان لوگوں کے واسطے جن کو خدا نے اس رات کی برکت عطا فرمائی ہو۔ واللہ اعلم

اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ انھوں نے شب قدر میں ہر شے کو سجدہ کرتے دیکھا حتیٰ کہ درخت اور پتھر کو بھی اور دیکھا کہ انوار تمام عالم وجود میں عرش سے فرش تک بھرے ہوئے ہیں اور مجھ سے بعض فقراء نے بیان کیا کہ میں نے اس رات دیکھا کہ نور کے حرفوں سے آیۃ ربنا لا تزغ قلوبنا الآیہ۔ لکھی ہوئی تھی۔ مولف فرماتے ہیں کہ اس تحریر میں اشارہ ہے کہ اس رات کو یہ دعا پڑھی جائے اور اس جانب بھی کہ کوئی اللہ کے قبضہ سے نکل نہیں سکتا۔ اللّٰھم انا اعوذ بك من مكرك ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب۔

حکایت (۴۶۸) بعض علماء سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جنگل میں ایک گدڑی پہنے ہوئے تھے اور ہاتھ میں ایک لوٹا تھا اور ایک لکڑی تھی اور اس سے پہلے بغداد میں ان کی مجلس درس میں سو لڑکے امراء کے حاضر ہوا کرتے تھے۔ **نقل** ہے کہ تین سو آدمیوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور آپ کے حلقہ درس میں علماء فضلاء اور شریف طلباء حاضر ہوتے تھے۔ میں نے کہا اے امام کیا علم کی تدریس اس سے اچھی نہ تھی۔ انھوں نے کن انکھیوں سے مجھے گھورا اور فرمایا جب کہ ارادت کے آسمان پر سعادت کا چاند طلوع ہوا اور اصول و قواعد کا آفتاب وصل کی مغرب میں غروب ہوا تو ؎

ترکت ھوی لیلیٰ وسعدی بمعزل	وعدت الی مصحوب اول منزل
ونادت بی الاشواق مھلا فھذہ	منازل من تھوی رویدك فانزل

(ترجمہ) میں نے لیلیٰ اور سعدی کی محبت کو ترک کر دیا اور پہلی منزل کے ساتھی کی جانب رجوع کیا ✦ اور شوق نے مجھے پکارا ٹھہر جا۔ یہ منزلِ محبوب ہیں تھم جا

اور سواری سے اُتر جا+ مؤلف فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ شوق کے لسان حال نے کہا کہ تو منزل احباب پر پہنچ گیا۔ اب سیر کی تکلیف اور مشقت چھوڑ دے۔ میں نے امام کے کچھ مناقب کتاب الارشاد میں بیان کئے ہیں ان کے حق میں بہت سے اولیاء اللہ نے بڑے بڑے مقامات ولایت کی شہادت دی ہے اور درجۂ صدیقیہ اور بڑی شرافت ان کی بیان کی ہے۔ اور ان کے حاسدین بدبختوں سے کچھ تعرض نہ کرنا چاہیئے۔ جو دشمن محروم ہیں اور ان کی خوبی سے اندھے ہیں اور بے توفیق ہیں جب عنقریب پردہ آنکھوں سے اُٹھ جائے گا تو دیکھ لے گا اور ثابت ہو جائے گا۔

سیدرون فیما بعد یا ام حامد	لمن شرف العلیا و فخر المحامد
اذا حجۃ الاسلام بان مقامہ	لکل الوری ما بین خل و حاسد
بیوم بہ عالٍ مقام محمدٍ	علیہ صلوٰۃ اللہ زین المشاھد
شفیع الوریٰ مولی البرایا مقدما	لہ مشھد یجلو الکل مشاھد

(ترجمہ) عنقریب اے ام حامد وہ لوگ جان لیں گے کہ کس کے واسطے شرف عالی اور حمد کا فخر ہے + جب حجۃ الاسلام کا مقام معلوم ہوگا + ساری مخلوق کو دوست و دشمن کو۔ جس روز کہ محمد کا مقام بلند ہوگا + آپ پر خدا کی رحمت ہو دیکھنے والوں کی آپ رونق ہوں گے + مخلوق کی شفاعت کرنے والے اور مولیٰ ہیں آگے چلنے والے۔ آپ کا مقام سارے مقامات کو شیرین اور اچھا کردے گا۔

حکایت (۴۶۹) روایت ہے کہ حضرت سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کوئی تعویذ لکھوانا چاہتا اور آپ کے پاس روشنائی نہ ہوتی کاغذ لیکر بدون روشنائی کے لکھتے تھے۔ چنانچہ ایک روز ایک شخص کو بدون روشنائی کے تعویذ لکھدیا وہ شخص کاغذ لے کر بہت دیر تک غائب رہا۔ پھر وہی کاغذ لے آیا اور آپ کو دیا کہ آپ اسپر تعویذ لکھدیں وہ آپ کا امتحان کرتا تھا جب آپ نے دیکھا تو فرمایا بیٹا اسمیں لکھا ہوا ہے اور بلا رنجش کے واپس لوٹا دیا۔ آپ کی حیات میں دو آدمی تھے کہ انھوں نے صرف اللہ کے واسطے آپسمیں محبت کی تھی ایک زمانہ تک

یہی حالت اُن کی رہی - کئی سال کے بعد وہ دونوں جنگل میں گئے اور آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے - ان میں جو بڑے تھے ان کا نام معالی ابن یوسف تھا دوسرے کا نام عبد المنعم تھا - شیخ عبد المنعم نے شیخ معالی سے ان باتوں کو دریافت کیا جو کہ اُن کو شیخ کی صحبت میں حاصل ہوئی ہیں تو حضرت معالی نے فرمایا کہ تم کسی چیز کی تمنا کرو - شیخ عبد المنعم نے کہا کہ غلام کی تمنا یہ ہے کہ اسی وقت ہمیں دوزخ سے آزادی کا پرچہ ملجائے اور وہ آسمان سے نازل ہو، اُسوقت شیخ معالی نے فرمایا اللہ تعالےٰ کا کرم بہت وسیع ہے اور اُس کا فضل بے انتہا ہے - وہ دونوں یہی گفتگو کر رہے تھے کہ آسمان سے ایک ورق گر پڑا جو نہایت سفید تھا - حضرت شیخ معالی نے عبد المنعم سے کہا لو یہ رقعہ آ گیا - انھوں نے اٹھ کر رقعہ لے لیا لیکن اُسمیں کوئی چیز لکھی ہوئی نہ دیکھی - فرمایا چلو ہم سید احمد ابن رفاعی کے یہاں چلیں تاکہ یہ ان کے یہاں پیش کریں - چنانچہ دونوں آپ کے یہاں حاضر ہوئے اور وہ ورق آپ کے سامنے پیش کیا اور کوئی واقعہ بیان نہ کیا - آپ اُسے دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑے - جب سر اٹھایا تو فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے مع میرے مریدوں کے دوزخ سے آزاد ہونے کا رقعہ آخرت سے پہلے ہی دکھا دیا - پھر اُس رقعہ کو چوما - ہم نے کہا حضرت یہ رقعہ تو سفید ہی اسمیں کچھ لکھا ہوا نہیں ہی - فرمایا صاحبزادو قدرت کا ہاتھ سیاہی سے نہیں لکھتا یہ نور سے لکھا ہوا ہے - پھر اُنھیں دیدیا - اور جب عبد المنعم کا انتقال ہوا تو ان کے کفن میں رکھا گیا - رضی اللہ عنہ -

حکایت (۴۷۰) مروی ہے کہ حضرت شیخ جمال الدین خطیب اونیہ حضرت سید احمد قدس اللہ روحہ حضرت کے بڑے مریدوں میں تھے اور اونیہ میں ایک باغ تھا تو آپ نے اُس باغ کو خریدنا چاہا - ایک ضرورت کے سبب آپ خریدنے پر مجبور ہوئے اور حضرت سید احمد سے ایک دن کہا کہ باغ والے کے پاس آدمی بھیجیں اور مالک باغ شیخ اسمٰعیل ابن عبد المنعم سے جو کہ اونیہ کے ایک بزرگ شخص تھے گفتگو کر کے باغ خرید لیں - حضرت سید احمد نے فرمایا بہت اچھا آپ کا کہنا کیا جائیگا اے بھائی میں آپ ہی اُن کے پاس چلوں گا - یہ کہکر ان کی طرف پیدل چلے ان کا مکان اونیہ میں تھا ان سے باغ کے بیع کی نسبت سفارش کی انھوں نے

انکار کیا، پھر اُنھوں نے حضرت سے کہا میں جو چیز چاہتا ہوں اگر اُسپر آپ
خریدیں تو میں بیچنے کیواسطے موجود ہوں - فرمایا اے اسمٰعیل مجھ سے کہو کتنی قیمت
لینا چاہتے ہو - انھوں نے کہا حضور اسکو جنت کے ایک محل کے عوض بیچتا ہوں
فرمایا بیٹا میں کون ہوں جس سے تم یہ لینا چاہتے ہو - مجھ سے دنیا کی جو چیز چاہیئے
مانگو - اُنھوں نے کہا حضرت میں دنیا کی تو کوئی چیز نہیں لے سکتا - مگر وہی لوں گا
جس کا میں نے ذکر کیا ہے - یہ سُن کر حضرت نے سر جھکا لیا اور آپ کا رنگ بدل
گیا اور زرد ہو گیا - پھر آپ نے سر اُٹھایا تو چہرہ کا رنگ سُرخ ہو رہا تھا اور فرمایا اے
اسمٰعیل تم نے جو چیز مانگی اُسکے عوض میں نے باغ خریدا - اُنھوں نے کہا مجھے ایک
پرچہ اپنے خط سے لکھ دیجیئے - چنانچہ آپ نے ایک کاغذ میں لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یہ دستاویز اُس مکان کی ہے جس کو اسمٰعیل ابن عبد المنعم نے عبد فقیر حقیر احمد ابن ابو الحسن
رفاعی سے خرید کیا ہے اور اس نے اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے ضمانت کی ہے
کہ ایک محل جنت میں جس کے حدود اربعہ یہ ہیں - ایک جنت عدن تک - دوسری حد
جنت الماوٰی تک تیسری حد جنت الخلد تک اور چوتھی حد جنت الفردوس تک سارے
حوروں اور غلمان کے ساتھ اور فرش اور تخت اور نہروں اور درختوں کے ساتھ
عوض ان کے اس باغ کے جو میں نے دنیا میں خریدا ہے - اس کا گواہ اللہ ہے
اور اللہ ہی کفیل ہے - پھر کاغذ لپیٹ کر ان کے حوالہ کیا - اُسے لیکر شیخ
اسمٰعیل اپنے بیٹوں کے پاس گئے - دیکھا تو وہ لوگ کھیت کو جو اس باغ میں بویا
تھا پانی دے رہے تھے - اُن سے کہا اُتر آؤ میں نے باغ فروخت کر دیا ہے
اور حضرت سیّد احمد کو دیدیا ہے - انھوں نے کہا آپ نے کیسے بیچ ڈالا ہم کو خود اسکی
ضرورت ہے - انھوں نے سارا قصہ بیان کیا اور حضرت کی تحریر ان کے ہاتھ میں
تھی - انھوں نے کہا جب تک ہمیں بھی اس محل میں شریک نہ کیا جائے تو
ہم راضی نہ ہوں گے - کہا اُتر آؤ وہ میرا بھی ہے اور تمہارا بھی ہے اور خدا
تعالےٰ اس کا وکیل ہے - چنانچہ وہ لوگ بھی راضی ہوئے اور اُتر آئے اور حضرت
خطیب اُسپر قابض ہو گئے اور متصرف ہوئے - پھر تھوڑی مدت کے بعد شیخ
اسمٰعیل کا جو باغ کے بائع تھے انتقال ہو گیا - انھوں نے اولاد کو وصیت

کی تھی کہ اس تحریر کو ان کے کفن میں رکھیں، انھوں نے ایسا ہی کیا اور انھیں دفنایا۔ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو قبر پر لکھا ہوا پایا قد وجدنا ما وعد ربنا حقا۔ اللہ کا وعدہ ہم نے سچا پایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ونفعنا بہ آمین۔

حکایت (۴۷۱) حکایت ہے کہ ایک شب حضرت سید احمد رفاعی قدس اللہ روحہ وضو کے لئے کھجور کے باغ کے اندر گئے۔ دیکھا تو ایک کشتی اوپر کو جا رہی تھی، اسمیں کوتوال اور دیوان واسط کے ملازمین سوار تھے، ان کے ہمراہ بیگاریوں کی ایک جماعت تھی اور ان کے پیچھے ایک سپاہی دیوان کا ملازم بھی تھا۔ جب سپاہی نے حضرت کو بیٹھا دیکھا تو کہا اے شیخ چلو ہمارے ساتھ۔ آپ ساتھ ہو گئے۔ اس نے آپ کو بھی بیگاریوں میں داخل کیا۔ حضرت ان کے ہمراہ گئے اور قریہ بذریہ میں صبح کے وقت پہونچے اس وقت آپ کو ایک فقیر نے دیکھ لیا۔ وہ چلایا اور فریاد کرنے لگا اتنے بہت سے فقرا اس کے پاس جمع ہو گئے اور شور و غل مچانے لگے۔ جب کشتی والوں کو معلوم ہوا کہ وہ سید احمد ہیں تو اپنے کئے پر بہت نادم اور پشیمان ہوئے اور گھبرائے اور آپ کے پاس حاضر ہو کر معذرت کرنے لگے۔ فرمایا۔ صاحبو! جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا۔ تمہاری حاجت پوری ہوئی ہمیں نیکی ملی اور کوئی نقصان بھی نہ ہوا اور میں تو گھر میں خالی بیٹھا رہتا ہوں اور میں بیٹھا کچھ کام نہیں کرتا۔ تم بیکار ضعیفوں کو پکڑتے ہو یا کاروباری آدمیوں کو پکڑتے ہو۔ اور ان کے کاموں سے بیچاروں کو روکتے ہو اور گنہگار بنتے ہو۔ اسکے بعد اگر کبھی تمھیں ضرورت پڑے تو مجھے خبر کر دو میں اپنے تھکنے تک تمھارا کام کرونگا۔ پھر لوٹ جاؤں گا۔ انھوں نے کہا ہم اپنے فعل سے استغفار کرتے ہیں۔ آپ بھی ہمیں توبہ کروا دیجئے اور ہم سے راضی ہو جائیے۔ آپ نے انھیں توبہ کرائی اور کہا خدا تم سے اور ہم سے راضی ہووے۔ پھر ان کے واسطے دعا کی اور انھیں رخصت کیا۔ اس سپاہی نے جس نے آپ کو پکڑا تھا کہا حضرت ان لوگوں سے تو آپ راضی ہو گئے اور جو سب سے بڑا بدبخت ہے اس کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا خدا تجھ سے بھی راضی ہو جائے اس نے کہا حضور مجھے بھی توبہ کرائیں۔ آپ نے اسے بھی توبہ کرائی اور عہد لیا اور کہا اے اللہ تو گواہ ہے کہ ہم دنیا اور آخرت کے بھائی ہیں۔ پھر وہ لوگ واسط کو گئے اس سپاہی نے دنیا داروں اور بادشاہوں کی خدمت ترک کی اور حضرت سید احمد کے

یہاں آرہا اور آپ سے اطلاع کی کہ میں نے ملازمت چھوڑدی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں رہا اور نیک بنگیا۔ رح۔

حکایت (۴۷۲) بعض بزرگوں سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالفضل ابن جوہری مصری کی خبر سنی اور آپ کی زیارت کے قصد سے اپنے شہر سے چلا۔ جمعہ کے روز شہر مصر میں داخل ہوکر شیخ کی مجلسِ وعظ میں حاضر ہوکر سامعین میں شریک ہوا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ نہایت خوبصورت بلیغ آدمی اور لباس فاخرہ اور عمدہ عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے اور عمامہ خوشرنگ اور ایسی ہی ایک چادر بھی تھی اُن کی ہمت بڑھی ہوئی تھی اور قبا کشادہ تھی یا یہ کہا کہ دنیا اُن کے پاس بہت کشادہ تھی میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ ابن جوہری ہیں جنکی نسبت بہت کچھ کہا جاتا ہے اور ان کے صلاح اور دین اور پرہیزگاری کی شہرت گشت کرتی پھرتی ہے۔ اور ان کے صفاتِ حمیدہ اور قوتِ ایمانی اور کمال یقین مشہور ہے اور ان کا یہ لباس اور ان کی یہ ہیئت وآرائش ہے۔ میں متعجب رہ گیا اور انھیں اس حال پر چھوڑکر چلا گیا۔ جب میں مصر کے کوچہ اور بازاروں سے گذر رہا تھا تو میں نے ایک عورت کو چیخ پکار مچاتے ہوئے سُنا وہ رو رہی تھی گریہ وزاری کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی وامصیبتاہ وانتناہ وافضیحتاہ۔ میں اُسکے فعل پر رحم کھاکر اُسکے پاس گیا اور پوچھا اے عورت تجھے کیا ہوگیا ہے اور تیرا کیا قصہ ہے۔ اُس نے کہا حضرت میں ایک پردہ نشین عورت ہوں اور میرے سوائے ایک لڑکی کے کوئی اولاد نہیں ہے اور میں نے بڑی کوشش سے اُس لڑکی کی پرورش کی اور دل وجان سے اُسکی حفاظت کی۔ حتٰے کہ وہ جوان ہوئی اُسکی ایک نیک بخت صالح مسلمان نے مجھ سے منگنی کی۔ جب میں سمجھ گئی کہ وہ اُسکا ہمسر اور کفو ہے تو اُسکے ساتھ میں نے اس لڑکی کا عقد کردیا۔ آج اُسکی رخصت کی رات ہے اور آج ہی اُسپر جن کا اثر ہوگیا ہے اور اُسکی عقل جاتی رہی ہے میں نے اُسپر شفقت کرکے کہا کچھ مت ڈر اُس کا علاج کردینا مجھپر ہے اور اُسکی حالت کی اصلاح کرنا میرے ذمہ ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کی برکت سے۔ یہ سنکر اس عورت کی پریشانی کچھ دور ہوئی اور وہ میرے آگے ہولی اور میں اُسکے پیچھے پیچھے ہولیا حتّٰی کہ وہ عظیم الشان خوبصورت مکان میں مجھے لے گئی اور اندر آنے کی اجازت دی۔ میں

اس مکان میں گیا دیکھا تو قسم قسم کی چیزیں جو بیاہ شادی میں اور بچوں والے گھروں میں ہوا کرتی ہیں وہاں موجود تھیں۔ اس نے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ ناگاہ اسکی لڑکی نظر آئی جو کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف دیکھتی تھی اور اسپر خدا کے حکم سے جن کا اثر ہو گیا تھا اور وہ بڑی خوبصورت تھی میں نے قرآن شریف کی دس آیتیں ساتوں قرأتوں کے ساتھ اسپر پڑھکر دم کیں اسوقت جن فصیح زبان میں جسے نزدیک اور دور کے لوگ سب سنتے تھے کہنے لگا اے شیخ ابوبکر تم سات قرأتوں سے قرآن پڑھ کر ہم پر فخر نہ کرو ہم ستر قسم کے جن ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیر ذات العلم کے روز مسلمان ہوئے ہیں۔ آج ہم شیخ صالح ابوالفضل ابن جوہری کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرنے کی غرض سے آتے تھے جن کی تم نے حقارت کی اور ان کی نسبت بدگمانی کی خدا سے استغفار کرو اور اپنی غفلت کا توبہ سے تدارک کرو۔ ہم اس راستہ سے جا رہے تھے تو اس لڑکی نے ہمپر نجاست پھینکی جبکہ ہم نماز کے لئے اسکے گھر پر سے گذر رہے تھے۔ چنانچہ سب ساتھی بچ گئے اور میرے کپڑے نجس ہو گئے اور حضرت شیخ صالح ابوالفضل کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے سے میں محروم رہا۔ میں نے غصّہ میں آکر یہ کیا جو تم نے دیکھا۔ میں نے کہا اس شیخ صالح کی حرمت سے جنکے پیچھے تم نماز ادا کرنے آئے تھے اس پر سے اتر جاؤ۔ کہا بہت اچھا میں نے سن لیا اور مان لیا۔ اور اسی وقت اسپر سے اتر گیا اور وہ لڑکی اسی وقت اچھی ہو گئی اور منھ پر اسی وقت مجھ سے شرماکر برقع ڈال لیا۔ گویا اسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ اسکی والدہ بہت خوش ہوئی اور کہا خدا تمھیں نیک جزا دے اور جیساکہ تم نے ہماری عیب پوشی کی، خدا تمہاری عیب پوشی کرے۔ پھر میں اسی وقت نکل کھڑا ہوا اور عزم حضرت شیخ صالح کی زیارت کا کر لیا۔ جب مجھے شیخ نے اپنی طرف آتے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا اھلاً وسھلاً۔ شیخ ابوبکر تمھیں ہماری حالت کا یقین نہ ہوا جب تک کہ جن نے یہ خبر نہ دی۔ ان کی یہ بات سنکر میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ پھر ایک مدت تک شیخ کے یہاں وعظ سنتا رہا اور ان کی صحبت ہی میں رہ گیا اور خانقاہ کے ایک حجرے میں رہتا تھا اور اللہ سے توبہ کر لی کہ کرامات اولیا سے کبھی انکار نہ کرونگا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عارف احمد ابن جعد یمنی ابتدائے زمانہ میں

حضرت شیخ عیسیٰ ہتّار مِنی سے ملنے گئے۔ دیکھا کہ وہ عمدہ لباس اور اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے، اُن کا اعتقاد بدل گیا اور پیچھے ہٹے تو شیخ نے اُنھیں پکارا اور کہا اے لڑکے اِدھر آؤ۔ میں نے یہ لباس جب پہنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں اتنے چمڑے پہن کر پرانے کر چکا ہوں۔ اُسوقت ان کا شک زائل ہوا اور آپ کے پاس آکر سلام کیا اور دعا کی درخواست کی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔

حکایت (۴۷۳) حکایت ہے کہ حضرت سفیان ثوری کو ان کے اصحاب نے شدتِ خوف اور کثرتِ مجاہدہ میں دیکھا تو کہا اے شیخ اگر آپ اِس مجاہدہ کو کچھ کم کرینگے تو بھی اپنی مراد کو پہونچیں گے انشاءاللہ تعالےٰ۔ فرمایا کیونکر میں پوری کوشش صرف نہ کردوں حالانکہ میں نے سنا ہے کہ اہلِ جنت اپنے منزل میں ہوں گے کہ انپر ایک بہت بڑا نور ظاہر ہوگا اور اسکی رونق اور شدتِ روشنی کی وجہ سے آٹھوں جنتیں روشن ہو جائیں گی اور اہل جنت یہ سمجھیں گے کہ یہ نور اللہ کی جانب سے ہے اور سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اُسوقت ایک منادی آواز دے گا کہ اپنے سر اُٹھاؤ۔ یہ وہ نور نہیں ہے جس کا تمھیں گمان ہوا۔ یہ ایک حور کے چہرہ سے نور چمکا ہے جو اپنے خاوند کے سامنے مُسکرائی ہے اور اُسکے مسکرانے سے یہ نور ظاہر ہوا تو اے بھائیو جو شخص خوبصورت حور کے واسطے مجاہدہ کرے تو اُسے ملامت نہیں کیجاتی تو وہ شخص جو خدا کا طالب ہو اسکے مجاہدہ پر کیا ملامت ہے۔ پھر یہ اشعار پڑھے ؎

ما ضر من کانت الفردوس منزلہٗ	ماذا تحمل من بؤس و اقتار
تراہ یمشی نحیلا خائفا وجلا	اِلی المساجد یمشی بین اطمار
یا نفس مالک من صبر علی النار	قد جان ان تقبلی من بعد ادبار

(ترجمہ) جس کا مقام فردوس ہو اُسے کچھ ضرر نہیں ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی غم اور مصیبت کا تحمل کرے + تو اسے دبلا پتلا اور خوف زدہ گھبرایا ہوا مساجد کی طرف جاتے دیکھے کہ چادر اوڑھے دوڑتا ہے۔ اے نفس تجھے آگ پر تو صبر نہیں ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ بدبختی کے بعد تو اقبال مند ہو جاوے۔

حکایت (۴۷۴) حضرت ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال قصد کیا کہ تجرید کے ساتھ بیت الحرام کا حج اور نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی زیارت کروں۔ میں ایک راستہ میں چل رہا تھا کہ میں نے ایک خوبصورت جوان عراقی کو دیکھا کہ وہ بھی سفر کر رہا ہے اور اُس کا بھی وہی قصد ہے جو میرا ہے۔ اور جب رفقاء چلتے تھے تو وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا۔ اور جب منزل پر اُترتے تھے تو وہ نماز پڑھتا تھا اور باوجود اسکے دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو تہجد پڑھا کرتا تھا اسی حالت میں وہ مکہ معظمہ تک پہنچا۔ اسکے بعد اُس نے مجھ سے جدا ہونا چاہا اور مجھے رخصت کیا۔ میں نے کہا اے بیٹے کس چیز نے تجھے ایسی مصیبت شاقہ پر آمادہ کیا۔ کہا اے ابوسلیمان مجھے ملامت نہ کرو میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا ہے۔ وہ ایک ایک چاندی کی اور ایک ایک سونے کی اینٹ سے بنا ہے۔ اسی طرح اُسکے بالاخانے اور درمیان ان بالاخانوں کے ایک ایک حور ایسی تھی کہ کسی دیکھنے والے نے ایسے حسن و جمال اور رونق والی کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ وہ زلفیں لٹکائے ہوئے تھیں۔ ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر مُسکرائی تو اُسکے دانتوں کی روشنی سے جنت روشن ہوگئی اور کہا اے جوان اللہ کی راہ میں کوشش اور مجاہدہ کر تاکہ میں تیری ہو جاؤں اور تو میرا ہو جائے۔ پھر میں بیدار ہوا۔ یہ میرا قصہ ہے اور حال یہ ہے مجھے اے ابوسلیمان لائق ہے کہ کوشش کروں کیونکہ کوشش کرنے والا ہی حاصل کرتا ہے۔ یہ جو کچھ مجاہدہ تم نے دیکھا یہ ایک حور کی منگنی کی غرض سے تھا۔ میں نے اُس سے دعا کی درخواست کی اُس نے میرے واسطے دعا کی اور مجھ سے دوستی کی اور رخصت ہو کر چلا گیا۔ حضرت ابوسلیمان فرماتے ہیں میں نے اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا اے نفس بیدار ہو جا اور یہ اشارہ سُن لے جو ایک بشارت ہے جب ایک عورت کی طلب میں اتنی کوشش اور یہ مجاہدہ ہے تو اس شخص کو جو حور کے رب کا طالب ہے کس قدر مجاہدہ اور کوشش کرنا چاہیئے۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خواب جنھیں نیک لوگ دیکھتے ہیں یہ اسرار ہیں جنھیں حق سبحانہٗ تعالےٰ آئینہ قلب پر ظاہر فرماتے ہیں خواب کی شکل میں جو کہ اجزاء نبوت کا ایک جزو ہے۔ اس سے اُنھیں بشارت دی جاتی ہے اور ان کی تعظیم ہوتی ہے۔ تاکہ وہ کوشش اور پرہیزگاری میں ترقی کریں اور وہ ہماری طرح نہیں ہیں کہ اوروں کو تو نصیحت کریں اور اپنے آپ نصیحت نہ پکڑیں۔ اور ایک عجیب نصیحت اس کتاب کے سنانے کے زمانے میں اتفاقاً حاصل ہوئی اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص کے نفس نے اُس سے

کہا کاش کوئی ایسا شخص ہوتا کہ تجھے ایک لونڈی زفاف کے واسطے بیع کر دیتا
اور اس کی قیمت موسم حج میں وصول کرتا پھر تو اسے بیچ کر قیمت ادا کرتا۔ وہ شخص
تمنا کرہی رہا تھا کہ اسکے پاس ایک فقیر آئے۔ اس نے اب تک اس خیال کا
اظہار ہی نہ کیا تھا نہ اللہ کے سوا کوئی اُسے جانتا تھا۔ اس فقیر نے اُس سے
کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تو ایک قبہ میں ہے اور اسپر نور ہے اور تیرے
پاس ایک لونڈی بھی ہے۔ اس قبہ سے باہر سات حوریں تھیں جو نہایت
خوب صورت حسن و جمال میں یکتا اور وہ تیری مشتاق تھیں۔ ایک ان
میں سے تیری طرف اشارہ کرکے کہتی تھی کہ یہ شیخ دیوانہ ہے۔ میں اس پر عاشق
ہوں اور یہ ایک لونڈی پر عاشق ہے۔

حکایت (۴۷۵) حکایت ہے کہ ایک صالحہ یعنی حضرت شعوانہ رضی اللہ
عنہا کو خدا نے ایک لڑکا عطا فرمایا۔ اسکی اچھی طرح سے تربیت کی۔ جب
وہ بڑا ہوا اور جوان ہوا تو کہا اے اماں میں تم سے خدا کے واسطے سوال کرتا ہوں
کہ مجھے خدا کی راہ پر چھوڑ دو اور ہبہ کر دو۔ کہا اے بیٹے قاعدہ یہ ہے کہ بادشاہوں
اور رئیسوں کو ایسا ہی ہدیہ دیا جاتا ہے جو ادب حاصل کیا ہوا ہو اور تقوے والا ہو
اور تو اے میرے بیٹے سیدھا لڑکا ہے نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا
اور ہنوز اس کا وقت بھی نہیں آیا۔ وہ چپ ہو رہے اور اُنھیں کوئی جواب نہ دیا
ایک روز لکڑیاں لانے کے لئے پہاڑ پر گئے اور ساتھ جانور بھی تھا جس پر لکڑیاں
لادلاتے۔ پہاڑ کے درمیان پہنچکر اسپر سے اترے اور لکڑیاں جمع کرکے رسی پر اکٹھی
کرتے رہے یہاں تک کہ ایک گٹھا ہو گیا۔ اُسے باندھا اور جانور کو ڈھونڈنے
لگے تاکہ اسپر لاد کر لائیں۔ دیکھا تو شیر اسے پھاڑ چکا تھا۔ آپ نے ہاتھ اُسکی گردن
میں ڈال کر کہا اے خدائی درندے قسم ہے مالک کی کہ تجھ ہی پر لکڑیاں لاد کر کے
لیجاؤں گا جیسا تو نے میرے جانور پر تعدی کی ہے۔ یہ کہکر اسکی پیٹھ پر لکڑیوں کا بوجھ
لادا اور اسے کھینچتے ہوئے گھرلے گئے اور وہ بالکل مطیع ہو گیا۔ حتے کہ اپنی ماں کے
گھرلے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماں نے پوچھا کون ہے۔ کہا میں تمہارا
بیٹا اللہ کی رحمت کا محتاج۔ انھوں نے دروازہ کھول دیا۔ جب اُنھوں نے

لکڑی کا بوجھ شیر پر لدا ہوا دیکھا تو فرمایا بیٹا یہ کیا ہے - انھوں نے قصہ بیان کیا سُنکر خوش ہوئیں اور سمجھ گئیں کہ اللہ جل جلالہ نے اسکی مدد کی اور اسے اپنی خدمت کے لئے پسند فرمایا ہے - پھر فرمایا اب اے بیٹے تو بادشاہوں کی خدمت کے قابل ہو گیا جاؤ میں نے تمھیں خدا کے واسطے ہبہ کر دیا تو اس کے پاس میری امانت ہے پھر ان کے واسطے دعا کی اور چند اشعار پڑھے ؎

جعل الرضا السباقہ میدانا فتقدم السباق فی غسق الدجی	فجرے واطلق من یدیہ عنانا یطوی القفار و یطلب الاوطانا
ھجر الخلائق والعلائق فی رضا شرب الظما حتیٰ تعطش قلبہ	محبوبہ و تجنب الاخوانا فغدا و راح من الظماء ریانا

(ترجمہ) اُس نے اپنی دوڑ کے لئے میدانِ رضا کو اختیار کیا - پس ہاتھوں سے باگ چھوڑ کر وہ چلا گیا + رات کی اندھیری میں وہ جنگل قطع کر کے محبوب کے شہر کو ڈھونڈھتا ہے + ساری خلقت اور سارے علاقے اس نے چھوڑ دئے رضاء محبوب کے واسطے اور بھائیوں سے بچنے لگا + تشنگی کی شراب نوش کی حتیٰ کہ قلب پیاسا ہو گیا + اب صبح و شام تشنگی ہی سے سیراب ہو کر پھرتا ہے + رضی اللہ تعالیٰ عنہما -

حکایت (۴۷۶) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے - فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں مکہ معظمہ کے قصد سے گیا مجھے شدت کی پیاس لگی تو میں قبیلۂ بنی مخزوم میں چلا گیا میں نے ایک چھوٹی خوبصورت لڑکی حسینہ جمیلہ دیکھی وہ گنگنا کے اشعار پڑھ رہی تھی - میں اُس کے فعل کو دیکھ کر متعجب ہوا حالانکہ وہ بالکل بچّی تھی - میں نے کہا اے لڑکی کیا تجھے حیا نہیں آتی - اُس نے کہا چُپ رہ اے ذوالنون - میں نے رات شرابِ محبت خوشی کے ساتھ نوش کی ہے اور صبح کے وقت مولا کی محبت میں مخمور اُٹھی ہوں میں نے کہا اے لڑکی میں تجھے عقلمند پاتا ہوں مجھے کچھ نصیحت کر - کہا اے ذوالنون سکوت کو لازم پکڑو اور دنیا سے تھوڑی روزی پر راضی رہو تو تم جنّت میں اُس حی قیوم کی زیارت کروگے جو کبھی نہیں مرتا ہے - میں نے کہا تیرے پاس کچھ پانی ہے - کہا میں تجھے پانی بتاتی ہوں - میں نے گمان کیا کہ وہ مجھے پانی کا کنواں یا چشمہ بتائے گی - میں نے کہا بتاؤ - کہا لوگ قیامت کے دن چار فریق ہو کر پانی پیئں گے - ایک فرقہ کو ملائکہ پلائینگے

حق تعالیٰ فرماتا ہے بیضاء لذۃ للشاربین۔ یعنی وہ شراب سفید ہو گی اور پینے والوں کو لذت بخشیگی اور ایک فرقہ کو رضوان داروغہ جنت پلائیں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں ومزاجہ من تسنیم یعنی اس شراب میں تسنیم کا پانی ملایا جائیگا اور ایک فرقہ کو حق جل جلالہٗ پلائیں گے اور وہ لوگ بندگان خاص ہوں گے حق تعالےٰ فرماتے ہیں، وسقاھم ربھم شرابا طھورا یعنی حق تعالیٰ ان کو شراب طہور پلائیں گے پس تم دنیا میں اپنا راز کسی پر اپنے مولا کے سوائے ظاہر نہ کرو تاکہ آخرت میں حق تعالےٰ تمہیں اپنے ہاتھ سے پلائیں۔ رضی اللہ عنہا۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اصل کتاب میں مذکور ہے کہ تین فرقوں کو ذکر کیا ہے اور چوتھے کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ شاید چوتھا فرقہ وہ ہو گا جنھیں بچے پلائیں گے۔ چنانچہ حق تعالےٰ جل جلالہٗ فرماتے ہیں ویطوف علیھم ولدان مخلدون باکواب واباریق وکأس من معین اور یہ فرقہ گو ترتیب میں اخیر فرقہ ہے۔ مگر جنھیں حق تعالےٰ پلائینگے یہ اُن سے نیچے درجہ میں ہونگے اور سب سے برتر فرقہ جو اخیر فرقہ ہے وہی جس کو حق تعالےٰ پلائیں گے کیونکہ اختتام افضل واشرف واکمل ہوا کرتا ہے واللہ سبحانہ اعلم

حکایت (۴۷۷) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں طواف کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک نور چمکا اور آسمان تک جا پہنچا مجھے اس سے تعجب ہوا اور میں طواف کر کے کعبہ سے تکیہ لگائے بیٹھا رہا اور اس نور میں سوچتا اور غور کرتا رہا تو میں نے ایک غمگین خوش آواز سنی۔ میں آواز کے پیچھے گیا تو میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ کعبہ کے پردہ سے لٹکی ہوئی تھی اور یہ اشعار پڑھ رہی تھی ؎

انت تدری یا حبیبی	من حبیبی انت تدری
ونحول الجسم والدمع	یبوحان بسری
قد کتمت الحب حتّٰی	ضاق بالکتمان صدری

(ترجمہ) اے میرے حبیب تو خوب جانتا ہے کہ کون میرا حبیب ہے۔ جسم کی لاغری اور آنسو دونوں میرا راز ظاہر کرتے ہیں + میں نے محبت کو چھپایا۔ حتّٰی کہ پوشیدگی کے سبب میرا سینہ تنگ ہو گیا + اسکی بائیں سُن کر میں بھی رونے لگا۔ پھر اُس نے کہا اے الٰہی اے میرے مولا، تیری اس محبت کے صدقے جو تجھے مجھ پر ہے۔ مجھے

بخش دے۔ میں نے کہا اے لڑکی کیا یہ کافی نہ تھا کہ تم یہ کہتیں کہ میری اس محبت کے کے طفیل جو مجھ کو تیرے ساتھ ہے اور تم کہتی ہو کہ تیری محبت کے صدقہ جو مجھ پر ہے تمھیں کہاں سے معلوم ہوا کہ اسکو تمہارے ساتھ محبت ہے۔ کہا اے ذوالنون ہٹ جاؤ میرے پاس سے۔ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ حق تعالےٰ کے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی محبت ان کے ساتھ ان کی محبت سے پہلے ہوتی ہے۔

کیا تمھیں قول اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یاد نہیں ہے فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ یعنی اللہ تعالےٰ عنقریب ایک ایسی قوم لائینگے جن سے اللہ تعالےٰ محبت کرینگے اور وہ لوگ اللہ تعالےٰ سے محبت کریں گے۔ یہاں اللہ تعالےٰ کی محبت ان پر پہلے ہوئی ہے۔ ان کی محبت باللہ سے۔ میں نے پوچھا کہ تمھیں کیونکر معلوم ہوا کہ میں ذوالنون ہوں کہا اے بیہودہ جب دل نے میدانِ اسرار میں جولانی کی تو میں نے تجھے اللہ کی معرفت سے پہچان لیا۔ میں نے کہا میں تم کو ضعیف البدن اور لاغر جسم دیکھتا ہوں تمھیں کچھ مرض تو نہیں ہے۔ انھوں نے چند شعر پڑھے ؎

محب اللہ فی الدنیا علیل	تطاول سقمہ فدواہ داء
کذا من کان للباری محبا	یھیم بذکرہ حتی یراہ

(ترجمہ) اللہ کا دوست دنیا میں بیمار ہی رہتا ہے + اسکی بیماری بڑھتی جاتی ہے اور دوا بھی بیماری ہو جاتی ہے + اسی طرح اللہ کا جو محب ہوتا ہے اسکے ذکر سے سرگردان رہتا ہے۔ یہانتک کہ اُسے دیکھ لے + پھر کہا اپنے پیچھے دیکھ کون ہے۔ میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ پھر میں نے اسکی طرف نظر پھرائی تو انھیں بھی نہ دیکھا کہ وہ کہاں گئیں اور میں ہر وقت ان کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں تو ان کی برکت سے قبولیت اور اجابت نظر آتی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہما آمین۔

حکایت (۴۷۸) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں منٰے سے عرفات کو جارہا تھا تو مجھ سے ایک لڑکی نے ملاقات کی جو ایک اونی ٹاٹ پہنے اور ایک اونی چادر اوڑھے ہوئے تھیں اسکے ہاتھ میں ایک جانماز اور ایک عصا تھا اور اسکے چہرے پر طاعت وعبادت کا نور تھا اور وہ بہت تیز چال سے چل رہی تھی اور اللہ اللہ کہتی جاتی تھی۔ میں نے جی میں کہا کہ یہ لڑکی مدعیہ معلوم ہوتی ہے اپنے

اللہ والی ہونے کا اظہار کررہی ہے۔ اس نے کہا ویعلم ماتبدون وماتکتمون یعنی جو بات تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو اللہ تعالٰی سب کو جانتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ عورت ولی اللہ ہے۔ میں نے سمجھا اے لڑکی میں بالکل تیرے ساتھ مشغول ہوں، اس نے کہا میں بھی تمہارے لئے حاضر ہوں، لیکن میرے پیچھے مجھ سے بھی زیادہ ایک حسین عورت آرہی ہے۔ میں نے پیچھے مڑکر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ اس نے فورًا چلاکے کہا۔ اے مدعی اے کذّاب، احباب کا احباب کے ساتھ ایسا فعل تو نہیں ہوتا پہلے تو تونے خدام رب الارباب سے بدگمانی کی۔ اگر تو اسکے پاس سچ آتا اور اُسے اچھی طرح پہچان لیتا تو وہ تجھے اپنے دروازہ پر کھڑا کرتا۔ ہم نے جب تجھے دُور سے دیکھا تو ہم نے سمجھا کہ تم عابد ہو، جب قریب ہوئے تو ہم نے جانا کہ تم عارف ہو جب ہم سے بات چیت کی تو ہم نے جانا کہ تم عاشق مزاج ہو۔ اگر اُسکی عبادت کرنے والا ہوتا تو اسے چھوڑ کر غیر کی جانب مشغول نہ ہوتا۔ اگر اسکا عارف ہوتا تو اسے چھوڑ کر ہماری طرف رجوع نہ ہوتا۔ اگر ہم پر عاشق ہوتا تو ہمیں چھوڑ کر غیر کی طرف رُخ نہ کرتا، پھر جلدی سے میرے پاس سے بھاگی اور کہتی جاتی تھی کہ اللہ کے ساتھ سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہوگئی۔

رضی اللہ عنہا ونفعنا بہا۔

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کی حکایت ہے کہ آپ کے پاس مارستان میں ایک جماعت آئی آپ نے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو۔ انہوں نے کہا اے ابوبکر ہم تمہارے دوست ہیں۔ آپ نے ان پر پتھر پھینکے وہ بھاگنے لگے۔ آپ نے فرمایا اے جھوٹو وہ محبت کہاں گئی اگر تم محبت میں سچے ہوتے تو نہ بھاگتے۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین

حکایت (۴۷۹) مروی ہے کہ ایک عورت بنی اسرائیل میں بڑی عابدہ تھی اور وہ اُن کے بادشاہ کی لڑکی تھی۔ ایک شاہزادہ نے اُس سے منگنی کی درخواست کی۔ اس نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کیا، پھر اپنی ایک لونڈی سے کہا کہ میرے واسطے ایک عابد زاہد نیک آدمی تلاش کر جو فقیر ہو۔ وہ لونڈی گئی اور ایک فقیر عابد زاہد ملا اُسے لے آئی۔ اس سے پوچھا کہ اگر تم مجھ سے نکاح کرنا چاہو تو میں تمہارے ساتھ قاضی کے یہاں چلوں تاکہ نکاح کردے۔ اس فقیر نے منظور کیا

اور نکاح ہو گیا۔ پھر اس سے کہا مجھے اپنے گھر لے چل۔ اس نے کہا واللہ اس کمل کے سوائے کوئی چیز میری ملکیت نہیں اسی کو رات کے وقت اوڑھتا ہوں اور دن میں پہنتا ہوں۔ اس نے کہا میں اس حالت پر تیری راضی ہوں۔ چنانچہ وہ فقیر اسکو اپنے گھر لے گیا۔ وہ دن بھر محنت کرتا تھا اور رات کو اتنا پیدا کر لاتا تھا جس سے افطار ہو جائے۔ وہ دن کو نہیں کھاتی تھیں بلکہ روزہ رکھتی تھیں جب اُن کے پاس کوئی چیز لاتے تو افطار کرتی تھیں اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتی تھیں۔ اور کہتی تھیں، اب میں عبادت کیواسطے فارغ ہوئی۔ ایک دن فقیر کو کوئی چیز نہ ملی جو ان کے واسطے لے جاتے۔ یہ امر ان پر شاق گذرا اور بہت گھبرائے اور جی میں کہنے لگے کہ میری بی بی روزہ دار گھر میں بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ میں کچھ لے جاؤنگا جس پر وہ افطار کرے گی۔ یہ سوچکر وضو کیا اور نماز پڑھ کے دعا مانگی اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا کے واسطے کچھ طلب نہیں کرتا صرف اپنی نیک بی بی کی رضامندی کے واسطے مانگتا ہوں اے اللہ تو مجھ اپنے پاس سے رزق عطا فرما تو ہی سب سے اچھا رزاق ہے۔ اُسی وقت آسمان سے ایک موتی گر پڑا۔ اُسے لے کر اپنی بی بی کے پاس گئے جب اُنھوں نے اسے دیکھا تو ڈر گئیں اور کہا یہ موتی تم کہاں سے لائے ہو کہ جس کا مثل میں نے کبھی اپنے اہل میں بھی نہیں دیکھا۔ کہا آج میں نے رزق کیواسطے محنت کوشش بہت کی لیکن کہیں سے نہ ملا تو میں نے کہا میری بی بی گھر میں بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ میں کچھ لے جاؤں جس پر وہ افطار کرے اور وہ شاہزادی ہے میں اُسکے پاس خالی ہاتھ نہیں جاسکتا میں نے اللہ سے دعا کی تو حق تعالےٰ نے یہ موتی عطا فرمایا اور آسمان سے نازل کیا کہا اُس جگہ جاؤ جہاں تم نے اللہ سے دعا کی تھی اور اس سے گریہ وزاری سے دعا کرو اور کہو کہ اے اللہ اے میرے مالک اے میرے مولا اگر یہ شئے تو نے ہمیں دنیا میں روزی کر کے اتاری ہے تو اسمیں ہمیں برکت دے اور اگر ہماری آخرت کے ذخیرہ میں سے عطا فرمائی ہے تو اسے اُٹھا لے۔ اُس شخص نے ایسا ہی کیا تو موتی اُٹھا لیا گیا فقیر نے واپس آکر اُسکے اُٹھ لئے جانے کا قصہ بیان کیا تو کہا شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں وہ ذخیرہ دکھا دیا جو ہمارے

واسطے آخرت میں جمع کیا گیا ہے۔ پھر کہا میں اس دنیائے فانی کی کسی شے پر قادر ہونے سے پرواہ نہیں کرتی اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگی۔ رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۴۸۰) احمد بن عبد اللہ المقدسی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ کا مصاحب رہا اور آپ سے آپکا ابتدائی حال دریافت کیا اور ملکِ فانی کو ترک کر کے ملک باقی کی طرف رجوع کرنے کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا اے بھائی ایک دن میں اپنی سلطنت کے بلند قصر پر بیٹھا تھا اور خواص میرے سرپر دست بستہ کھڑے تھے۔ میں نے کھڑکی میں سے جھانکا تو صحن میں ایک فقیر بیٹھا نظر پڑا اُس کے ہاتھ میں ایک سوکھی روٹی تھی، اُس نے اُسے پانی میں بھگو کر نمک سے کھایا میں دیکھ ہی رہا تھا جب وہ کھا چکا پھر کچھ پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد بجا لایا اور وہیں صحن میں سو گیا۔ اللہ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ میں اُس کی حالت کو سوچوں۔ میں نے اپنے ایک غلام سے کہا جب یہ فقیر جاگے تو اسے میرے پاس لے آ۔ جب وہ بیدار ہوا تو اس سے غلام نے کہا اے فقیر اس محل کے مالک تجھسے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں کہا بسم اللہ و باللہ و توکلت علی اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور اُٹھ کر غلام کے ہمراہ میرے پاس چلا آیا مجھے دیکھ کر سلام کیا۔ میں نے جواب دیا اور بیٹھنے کی درخواست کی اُسپر وہ بیٹھ گیا جب وہ بیٹھ کر مطمئن ہوا تو میں نے کہا اے فقیر تو بھوکا تھا روٹی کھانے سے تیرا پیٹ بھر گیا کہا ہاں، اور شوق سے پانی پیا اور سیراب ہو گیا۔ کہا ہاں۔ پھر بلا کسی رنج و غم کے سویا اور راحت پائی کہا ہاں، اُسوقت میں اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوا اور عتاب کے ساتھ اُس سے کہا اے نفس میں دنیا کو لے کر کیا کروں۔ نفس تو اس چیز پر جو تو نے اس فقیر سے دیکھا ہے قناعت کر لیتا ہے۔ اُسی وقت میں نے اللہ سے توبہ کا عزم کر لیا۔ جب دن گذرا اور رات آئی تو میں نے اونی ٹاٹ پہنا اور ایک اونی ٹوپی اوڑھی اور ننگے پیر اللہ کی طرف سیر کرتا چلا۔ اتنے میں مجھے ایک آدمی خوش پوشاک خوب صورت ملے ان سے خوشبو مہک رہی تھی میں نے آگے بڑھ کر انھیں سلام کیا اور مصافحہ کیا اور انھوں نے جواب دیا اور فرمایا

اے ابراھیم کہاں کا قصد ہے۔ میں نے کہا اللہ سے بھاگ کر اسی کی طرف جاتا ہوں۔ مجھ سے کہا کیا تم بھوکے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ اس شیخ نے کھڑے ہوکر دو رکعت نماز پڑھی اور مجھ سے کہا تم بھی دو رکعت نماز میری طرح پڑھو۔ میں نے نماز پڑھی۔ پھر کر میں نے دیکھا تو اُن کے پاس کھانا اور سرد پانی رکھا ہوا تھا۔ مجھ سے کہا اے ابن ادہم آگے آؤ اور اللہ کے فضل سے کھاؤ اور اسکا شکر بجالاؤ۔ میں نے آگے بڑھ کے کھایا اور اپنی حاجت پوری کی۔ وہ کھانا ویسا ہی باقی تھا اور وہ پانی پیا اور اللہ کا شکر بجالایا۔ پھر مجھ سے شیخ نے کہا اے ابن ادہم عقل و فہم کو کام میں لاؤ۔ اور اپنے کام میں جلدی نہ کرو کیونکہ جلدی شیطان کی طرف سے ہے۔ اور جان لے کہ حق تعالےٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں تو اسے اپنے لئے برگزیدہ بناتے ہیں اور اسکے قلب میں اپنے قدس کا چراغ روشن فرماتے ہیں جس کی بدولت وہ بندہ حق و باطل میں فرق کرتا ہے اور اسی سے اپنے نفس کے عیوب دیکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم سکھاؤں، جب کبھی تو بھوکا اور پیاسا ہو اُس اسم اعظم کے وسیلہ سے اللہ تعالےٰ سے دعا کر اللہ تعالےٰ تجھے کھلاویں پلاوینگے۔ اے ابن ادہم جب بزرگوں اور ابرار کی صحبت میں بیٹھو تو اپنے کو اُن کے لئے زمین بنادو کہ وہ تمھیں پامال کریں اور ان پر غصہ نہ کرو کیونکہ حق تعالےٰ ان کے غصہ سے غضب میں آتے ہیں اور ان کی رضامندی سے راضی ہوتے ہیں۔ پھر مجھے اسم اعظم بتایا اور کہا میں نے تمھیں اللہ حی وقیوم کے سپرد کیا اور مجھ سے غائب ہوگئے۔ اتنے میں میں نے ایک جوان خوب صورت خوشبو خوش لباس کو دیکھا۔ میں نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا اور کہا اے ابن ادہم تمہاری کیا حاجت ہے اور اس سفر میں تم نے کس سے ملاقات کی۔ میں نے کہا میں نے ایک ایسے صفات والے شخص کو دیکھا۔ وہ جوان اتنا روئے کہ میں بھی سن کر رو دیا۔ میں نے کہا حضرت قسم ہے اللہ کی سچ بتاؤ وہ شیخ کون تھے اور آپ کون ہیں۔ فرمایا وہ شیخ میرے بھائی الیاس تھے اور میں ابوالعباس خضر ہوں۔ یہ سن کر میں بہت خوش ہوا اور انھیں سینے سے چمٹالیا اور ان کے آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مصافحہ کرکے ان سے دعا کی درخواست کی

اُنھوں نے ثابت قدم رہنے کی اور عصمت کی دعا کی، پھر غائب ہو گئے اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں گئے۔ یہ میرا ابتدائی حال کا قصہ ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم کے ابتداء حال کی ایک روایت یہ ہے اور دوسری روایت وہ ہے جس کو ہم نے اوّل میں اس کتاب کے درج کیا ہے۔ کہ آپ شکار کو گئے اور ہاتف نے آواز دی۔ الخ

حکایت (۴۸۱) محمد بن یعقوب خراسانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر سے سیاحت اور توکل کے ارادہ سے چلا اور اسی حالت سے بیت المقدس تک پہنچا اور تیہ بنی اسرائیل کے ایک غار میں بہت دنوں تک رہا۔ نہ کچھ کھایا نہ پیا، یہاں تک کہ موت کے قریب پہنچا۔ اسی حالت میں دو راہبوں کو میں نے سیر کرتے دیکھا۔ وہ پراگندہ بال اور گرد آلود تھے۔ میں اُن کے پاس گیا اور انھیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ انھوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو، کہا ہاں ہم اللہ کے ملک میں اُسکے سامنے ہیں۔ میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے ملامت کرنے لگا اور کہا یہ دونوں راہب باوجود کافر ہونے کے توکل پر قائم ہیں اور تو قائم نہیں ہوتا۔ پھر اُن سے کہا تم مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے سکتے ہو۔ اُنھوں نے کہا بہتر ہوگا انشاء اللہ چنانچہ ہم تینوں چلے۔ جب شام ہوئی تو وہ دونوں اپنے معبود کی عبادت کرنے لگے اور میں اپنے معبود کی جانب متوجہ ہو کر کھڑا ہوا اور مغرب کی نماز میں نے تیمم سے ادا کی۔ وہ مجھے مٹی سے تیمم کرتے دیکھ کر مسکرائے۔ جب اپنی نماز پڑھ چکے تو ایک نے اُن میں سے اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو موتی کی طرح چمکتا ہوا صاف پانی وہاں سے نکلا میں متحیر رہ گیا اور پھر دیکھا تو اُسکے داہنی طرف کھانا رکھا ہوا تھا۔ اس سے اور تعجب ہوا۔ اُنھوں نے مجھ سے کہا تجھے کیا ہوا جو حیران ہے آگے بڑھ اور اسے کھا جو حلال روزی ہے۔ اور یہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی پی اور اللہ کریم ذوالجلال کی عبادت کر۔ میں آگے بڑھا اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور پانی پیا۔ پھر نماز کے واسطے میں نے وضو کیا اور نماز قضا کی اور وہ پانی زمین میں چلا گیا گویا تھا ہی نہیں۔ پھر وہ اپنی نماز میں مشغول ہوئے اور میں اپنی نماز میں مشغول ہوا حتےٰ کہ صبح ہوئی اور وہ

دونوں سفر کے واسطے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ رات تک چلا۔ جب شام ہوئی تو دوسرا راہب آگے بڑھا اور نماز پڑھ کے چپکے سے کچھ دعا کی اور پھر اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو پانی کا چشمہ ویسا ہی جیسا کہ کل اسکے ساتھی کے کھودنے سے نکلا تھا نکل آیا اور اُس کے پہلو میں کھانا بھی رکھا ہوا تھا اور مجھ سے کہا آگے بڑھ کر کھاؤ پیؤ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ چنانچہ ہم نے کھانی کے نماز کے واسطے وضو کیا اور پانی اسی زمین میں چلا گیا گویا کہ تھا ہی نہیں۔ جب تیسری شب آئی تو اُنھوں نے کہا اے محمدی یہ رات تیری ہے اور آج باری تیری ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کے اس قول سے شرم آئی اور دل میں ایک سخت حالت طاری ہو گئی۔ میں نے ان سے کہا انشاءاللہ اچھا ہی ہوگا۔ پھر ان سے ہٹ کر ایک طرف گیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے میرے مولا اور اے میرے مالک تو جانتا ہے کہ میرے گناہ بہت ہیں جن کی وجہ سے تیرے نزدیک میرا رتبہ اور جاہ نہیں ہے اور نہ میرا منھ اس قابل ہے لیکن میں اس وجیہہ کریم بڑے مرتبہ والے محمد علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں سے شرمندہ نہ کیا جائے۔ جب میں دعا سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک چشمہ جاری ہے اور میرے پہلو میں کھانا رکھا ہوا ہے۔ میں نے ان سے کہا آگے بڑھ کر اللہ کے فضل سے کھاؤ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور ہم تینوں نے کھایا اور پیا اور ہر حالت میں اللہ کا شکر ادا کیا اور اسی حالت میں رہے کہ میری دوسری باری آئی۔ پھر میں نے پہلے ہی کی طرح اللہ سے دعا کی اور پانی کا چشمہ نکل آیا اور کھانا بھی حاضر ہو گیا۔ جب تیسری باری آئی اور میں نے اسی طرح دعا کی تو دو آدمیوں کا کھانا اور انھیں کا پانی آیا۔ میرا دل ٹوٹ گیا اُنھوں نے کہا اے محمدی یہ حادثہ تم پر کیوں پیدا ہوا کیا تم اپنے کھانے پینے میں نقصان نہیں دیکھتے ہو۔ میں نے کہا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ یہ امر اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور ہم اُسکے حکم اور ارادہ کے نیچے ہیں اور ہمارا دین یہ چاہتا ہے کہ کبھی تکلیف ہو کبھی راحت کبھی سختی ہو کبھی آرام اور کبھی عطا ہو کبھی منع تاکہ ہمارے صبر کی بھی آزمائش ہو جائے۔ اُنھوں نے کہا اے محمدی تم نے سچ کہا وہ

بڑا رب ہے اور اچھا دین ہے اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ ہم کلمہ شہادت پڑھیں ۔
اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدًا رسول اللہ اور دین اسلام
حق اور اسکے سوائے سب باطل ہے۔ میں نے اُن سے کہا اے بھائیو کیا تم کسی
شہر میں چلو گے تاکہ جمعہ اور جماعات میں شامل ہوسکیں کیونکہ جمعہ حج مساکین
ہے۔ اُنھوں نے مجھ سے کہا یہ اچھی رائے معلوم ہوتی ہے اور اچھا فعل ہے۔ جب ہم
اس ارادہ سے چلے تو سامنے ایک عمارت نظر آئی۔ اندھیری رات تھی، غور سے
دیکھا تو ہم بیت المقدس میں تھے۔ ہم اسمیں داخل ہوئے اور ایک مدت مدید تک
اسمیں مقیم رہے۔ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور ہمارا رزق ایسی جگہ سے
بہم پہنچتا تھا، جس کا گمان بھی نہ تھا حتیّٰ کہ دونوں ساتھی وہیں رحمتِ حق
کو پہونچے اور مر گئے۔ رضی اللہ تعالٰے عنہما ۔

حکایت (۴۸۲) حکایت ہے کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ
دجلہ کے کنارہ پر سے گذرے اور وضو کے واسطے بیٹھے اور اپنا قرآن شریف اور
کپڑا کنارہ پر رکھا ایک عورت آئی اور انکو اُٹھا کر لے چلی، حضرت معروف بھی
اُسکے پیچھے گئے اور اسے ایک خالی تنہا جگہ پر جا پکڑا تاکہ اسکی ہتک نہ ہو۔
اور فرمایا تو مت ڈر اے عورت میں معروف کرخی ہوں۔ اے بہن تیرا کوئی بیٹا
ہے جو قرآن پڑھے اس نے کہا نہیں، کہا خاوند ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ کہا
کوئی بھائی۔ کہا نہیں فرمایا تو تو قرآن شریف مجھے دیدے اور کپڑا تیرا ہے
تجھے حلال ہے دنیا اور آخرت میں تجھ پر میری طرف سے کوئی گرفت نہیں۔ اس بات
سے عورت کو بہت شرم آئی پھر کہا میں اللہ سے توبہ کرتی ہوں پھر کبھی ایسا نہ
کروں گی۔ حضرت معروف اسکی توبہ سے بہت خوش ہوئے اور اسکے واسطے دعا
فرمائی اور ہر ایک نے اپنا راستہ لیا۔ اس عورت پر حضرت معروف کرخی کی برکت
موثر ہوئی ۔ حکایت ہے کہ ایک دن حضرت ربیع ابن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا گھوڑا آپ کے سامنے بندھا تھا۔ چور آیا اور گھوڑے
کو کھول کر اسپر سوار ہوا اور چلا گیا، آپ دیکھ رہے تھے۔ لیکن آپ نے نماز نہ توڑی
اور گھوڑا بیس ہزار درہم قیمت کا تھا آپ کے پاس آپ کے اصحاب آئے اور ملامت

کرنے لگے اور کہنے لگے یہ کسقدر کوتاہی ہے کہ چور کو گھوڑا لے جاتے ہوئے دیکھ رہے ہو اور خاموش ہو اس وقت نماز توڑ کے گھوڑا لوٹا لیتے۔ پھر نماز پڑھ لیتے تو کیا ہو نہیں سکتا تھا فرمایا اے لوگو میں ایک نہایت ضروری کام میں مشغول تھا اور وہ ایسا کام تھا جو گھوڑے سے زیادہ پسندیدہ تھا بلکہ لاکھ گھوڑوں سے بھی زیادہ محبوب تھا اور گھوڑے کو تو میں نے اللہ کی راہ پر دے دیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہو کہ شیخ امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ کا کسی چور نے ٹپکا اتار لیا اور دوڑا شیخ اسکے پیچھے دوڑے اور فرماتے جاتے تھے میں نے تجھے مالک بنا دیا تو بھی کہدے کہ میں نے قبول کیا اور چور کو اسکی خبر بھی نہ ہوئی۔

حکایت (۴۸۳) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب کو بعد موت کے خواب میں دیکھا میں نے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھسے کیا کیا کہا مجھے اللہ نے آپ کی برکت سے بخش دیا اور آپ کی محبت کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل کر کے میرے مقامات جنت میں دکھائے۔ یہ کہا لیکن اس کا چہرہ غمگین تھا۔ میں نے کہا میں تجھے غمگین پاتا ہوں حالانکہ تو جنت میں داخل ہو چکا ہے اور اسکی نعمت حاصل کر چکا ہے۔ اس نے ایک زور کی سانس لی اور کہا اے ذوالنون قیامت تک اسی طرح غمگین رہوں گا۔ میں نے پوچھا یہ کیوں۔ کہا جب میں جنت میں داخل ہوا تو مجھ مقامات عِلّیین کے دکھائے گئے۔ ویسے میں نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ جب میں نے اسے دیکھا تو بہت خوش ہوا اور اسمیں داخل ہونے کا قصد کیا۔ اتنے میں ایک منادی نے اوپر سے آواز دی کہ اسے لوٹا کر لے جاؤ یہ جگہ اسکے واسطے نہیں ہے۔ یہ اُن لوگوں کے واسطے ہے جو سبیل کو اللہ کے راستہ میں جاری کرتے ہیں۔ یعنی اُن پر دنیا میں جب کوئی مصیبت پہونچے تو کہتے ہیں یہ اللہ کے راستہ میں ہے۔ پھر اسپر کوئی توجہ نہیں کرتے۔ اگر تو بھی سبیل جاری کرتا تو تجھے بھی اس مرتبہ پر پہنچاتے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اور حضرت ابوالحسن دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے منصور ابن عمار واعظ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالےٰ

نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ اس نے مجھ سے کہا اللہ جل جلالہ، وتقدست اسماءہ نے فرمایا اے منصور ابن عمار۔ میں نے کہا لبیک اے پروردگار میرے تو ہی ہے جو دنیا میں لوگوں کو پرہیزگاری سکھاتا تھا اور میری آخرت کی طرف رغبت دلاتا تھا میں نے عرض کیا، الٰہی میں نے ایسا کیا ہے لیکن جب کسی محفل میں بیٹھا تو تیری حمد اور تیرے نبی کی ثنا کی۔ اس کے بعد میں نے نصیحت شروع کی۔ فرمایا تو نے سچ کہا۔ اس کے واسطے کرسی بچھاؤ تاکہ آسمان پر فرشتوں میں میری بزرگی بیان کرے جیسا کہ زمین پر میرے بندوں میں میری بزرگی بیان کرتا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اصل کتاب میں جس سے یہ حکایت نقل کی گئی ہے۔ اسطرح ہے کہ تو لوگوں کو دنیا سے بچاتا تھا اور آخرت کی طرف رغبت دلاتا تھا اور ایک کتاب میں یوں لکھا ہے کہ اُن سے کہا گیا کہ تو لوگوں کو دنیا سے بچنا سکھاتا تھا اور اپنے آپ دنیا میں مشغول تھا۔ اس کلام کا سیاق اس روایت کی تائید کرتا ہے کیونکہ اسمیں ایک قسم کی ملامت معلوم ہوتی ہے۔ جس کا اُنھوں نے حمد و صلوٰۃ سے تدارک کیا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۸۴) حکایت ہے کہ ایک بار بغداد میں بارش رک گئی حتیٰ کہ لوگ ہلاکی کے قریب پہونچے اور سب لوگ غسل کرکے پاک ہوئے اور جنگل کی طرف نکلے تاکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اُنھیں کسی نہ کسی روز بارش عطا کرے لیکن پانی نہ برسا اور یہ واقعہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت میں ہوا تھا، اُس زمانہ میں کہ وہ لوگ روز بروز جا جا کے سوال کرتے تھے۔ ایک شخص جنگل کے درمیان سے نکلا گرد آلود بال بکھرے ہوئے دو چادر اوڑھے ہوئے اور اُن کے ساتھ تین کنواری لڑکیاں تھیں جو بہت خوبصورت تھیں اور آکر لوگوں کے ایک جانب کھڑا ہوا اور سلام کیا لوگوں نے جواب دیا۔ اُنھوں نے کہا اے قوم تمھیں کیا ہو گیا ہے کیوں یہاں جمع ہو رہے ہو۔ کہا اے شیخ ہم نے اللہ سے دعا کی کہ ہم پر بارش برسادے لیکن نہ برسایا۔ کہا اے لوگو گیا وہ شہر سے غائب ہے جو تم جنگل میں آئے ہو کیا اللہ سبحانہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر نہیں ہے کیا حق تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں یہ نہیں فرمایا ہے وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر

یعنی اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ تعالےٰ تمہارے عمل دیکھتا ہے۔ ہارون الرشید کو اسکی خبر ہوئی۔ کہا یہ کلام ایسے شخص کا ہے کہ اُسکے اور اللہ کے درمیان کوئی راز ہے پھر کہا اسے میرے پاس لے آؤ جب اُن کے پاس لایا گیا اور ایک نے دوسرے کو سلام کیا تو ہارون الرشید نے اُس سے مصافحہ کیا اور اپنے آگے بٹھایا اور کہا اے شیخ اللہ سے دعا کرو کہ ہم پر پانی برسائے۔ شاید تیرا اسکے پاس کچھ رتبہ ہو۔ یہ سنکر وہ مسکرایا اور کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے واسطے اللہ سے دعا کروں۔ کہا ہاں۔ کہا تو سب لوگ ہمارے ساتھ اللہ سے توبہ کریں لوگوں میں توبہ کی ندا کیگئی اور سبنے توبہ کی اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ پھر اس شیخ نے آگے بڑھکر دو رکعت نماز خفیف پڑھائی اور سلام پھیر کر اپنی لڑکیوں کو داہیں بائیں کھڑا کیا اور ہاتھ پھیلائے اور آنسو جاری کئے اور دعا کی، ابھی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آسمان برابر گھر گیا اور بادل گرجنے لگا اور بجلی چمکنے لگی اور بارش ایسی ہوئی کہ گویا مشک کے دہانے کھول دیئے گئے۔ اس سے ہارون الرشید بہت خوش ہوئے اور ارکانِ دولت تہنیت کے واسطے جمع ہوئے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ میرے پاس شیخ صالح کو لے آؤ۔ ڈھونڈا تو وہ اسی مقام پر کیچڑ میں اللہ کے واسطے سجدہ میں پڑے تھے لوگوں نے لڑکیوں سے پوچھا کہ تمہارے باپ کو کیا ہوا کہ وہ سجدہ سے سر نہیں اُٹھاتے انھوں نے کہا ان کی یہی عادت ہے کہ جب وہ سجدہ کرتے ہیں تو تین دن تک سر نہیں اُٹھاتے اسکی ہارون رشید کو خبر دیگئی۔ یہ سنکر وہ بہت روئے اور کہا اے اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تیرے یہاں صالحین کا وسیلہ پکڑتے ہیں کہ تو انھیں ہم کو عطا کرے اور ان کی بڑی بڑی برکتیں اپنے فضل سے ہم پر برسائے یاارحم الراحمین رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔

حکایت (۴۸۵) حضرت سری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن احباب کی ایک جماعت کے ساتھ ایک جنگل میں گیا اور ایک مکان پر سے گذرا جس کو زمانہ نے اپنے سینہ کے نیچے دبالیا تھا۔ اس کے ستون ٹوٹ گئے تھے اور عمارت گر پڑی تھی۔ صرف اُسکی شان اور دروازے قائم تھے اور دروازوں پر لکھی ہوئی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اُس خطے کے

اوپر سے گرد کو صاف کیا اور غور سے دیکھا تو اسپر چند اشعار لکھے ہوئے تھے ؎

ھو السبیل فمن یوم الی یوم	کفرحۃ النائم المھجوع فی النوم
ان المنایا وان صبحت فی شغل	تحوم حولک حوما ایما حوم
لا تعجلن رویدا انہا دول	دینا تنقل من قوم الی قوم

(ترجمہ) یہی راستہ ہے پس ایک دن سے دوسرے دن تک زمانہ زندگی کا ایسا ہی جیساکہ سونے والا خواب میں خوشی دیکھتا ہے ٭ تو کسی شغل میں مشغول ہو لیکن موت ٭ تیرے گرد چکر لگاتی ہے بڑے زور سے ٭ ہرگز جلدی نہ کر اور ٹھہر جا یہ دولتیں ٭ دنیا کی ایک قوم سے نقل کر کے دوسری کی طرف جاتی ہیں ٭ - فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی اس محل میں گئے تو اسکے اندر ایک زمرد سبز کا قبہ تھا جسے موتی جواہر اور یاقوت سے مرصع کیا گیا تھا بوجہ کہنگی کے اور کثرت زمانہ کے گذرنے کی وجہ سے اسپر غبار چڑھا ہوا تھا اور یاقوت کے چار ستونوں پر کھڑا تھا ہم نے بہت دیر تک اُسے دیکھا اور غور کیا تو ایک نظم لکھی ہوئی تھی ؎

قف بالقبور وناد المستقر بہا	من اعظم بلیت فیہا واجساد
قوم تقطعت الاسباب بینہم	بعد الوصال فصاروا تحت الحاد
واللہ لو بعثوا یوما ولو نشروا	قالوا بان التقی من افضل الزاد

(ترجمہ) قبروں پر کھڑے ہو کر اُسکے رہنے والوں کو پکارو جو کہ صرف بوسیدہ ہڈیاں اور بوسیدہ جسم ہو کر اسمیں رہ گئے ہیں ٭ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے درمیان اسباب تعلق منقطع ہو گئے ہیں ٭ بعد وصال کے اور وہ لوگ لحد کے نیچے ہو گئے ہیں ٭ قسم ہے اللہ کی اگر وہ کسی دن زندہ کئے جائیں اور اُٹھائے جائیں تو کہیں گے تقویٰ ہی اچھا توشہ ہے ٭ ہم نے بادشاہ کی جلوس گاہ دیکھی تو اسپر لکھا تھا ؎

لا تامن الموت فی طرف ولا نفس	ولو تمنعت بالحجاب والحرس
واعلم بان سہام الموت نافذۃ	فی کل مدرع منا ومترس
ما بال دینک ترضی ان تدنسہ	وثوبک الدھر مغسول من الدنس

ترجو النجاۃ ولو تسلك مسالكها	ان السفينة لاتجری علی الیبس

(ترجمہ) کوئی لحظہ اور کسی سانس میں موت سے بے خوف نہ رہ * اگرچہ تو باسبانوں اور سپاہیوں کے پہرہ میں کیوں نہ ہو۔ اور سمجھ لے کہ موت کے تیر گھسنے والے ہیں * ہر زرہ پوش میں اور ہر ڈھال لگانے والے میں * تیرا کیا حال ہے کہ اپنے دین کو میلا کرنے پر راضی ہے * اور اپنے کپڑے ہمیشہ میل سے دھوتا ہے * نجات کی امید کرتا ہے تو اور اُس کے طریقہ پر نہیں چلتا * جان لے کہ کشتی خشکی پر نہیں چلا کرتی * اور ایک شعر یہ تھا ؎

کم قد وقفت کما وقفنا	وکم قرأت کما قرأنا

(ترجمہ) میں بھی بہت ہی سمجھا جیسا کہ تو سمجھا ہے * اور تیری طرح میں نے بھی بہت کچھ پڑھا ہے *۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بیت کے بعد دو رکیک بیتیں اور بھی بیان کیگئی ہیں جو غلط ہیں اور اسکے معنے بھی صحیح نہیں ہیں نہ کوئی عمدہ مضمون اُس کا تھا اُن کے عوض میں نے تین شعر لکھے ہیں۔ ؎

وکم لهوت بطيب عيش	دهرا نسيت به المماتا
والآن مت وانت ايضا	لابد يوما يقال ماتا
فجد واحذر تكون مثلي	كسبت شرا والخير فاتا

(ترجمہ) میں ہمیشہ خوش عیشی میں منہمک رہا * ایک زمانہ تک اسکی وجہ سے موت کو بھول گیا * اب میں مرگیا اور تیرے بارے میں ایک دن ضرور یہ کہا جائیگا کہ مرگیا۔ تو کوشش کر اور میرے جیسا بننے سے بچ * کہ میں نے برائی کمائی اور نیکی کھودی *

حکایت (۴۸۶) حضرت ابو یزید قرطبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک بار سفر کیا اور ہمارے ہمراہ ایک گاؤں کے ایک نیک آدمی تھے۔ ہم ایک خندق پر پہنچے جسمیں بہت سے درخت تھے اُس شخص کو آثارِ قدیمہ کی واقفیت تھی اُنھوں نے کہا کہ یہ خندق آبادی ہے۔ ہم خندق میں اترے اور سرعت سے جھپٹتے ہوئے خندق سے دوسری جانب چلے۔ جب ہم نے درختوں کو قطع کیا اور آگے بڑھے تو ہم نے تین آدمی ہتھیار بند دیکھے جو ہم پر حملہ کرنے کے واسطے

اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہم جمع ہوئے اور ہم نے کہا کیا تجویز کرنا چاہیے۔ اسی بدوی نے کہا کہ اپنا کام اصل کیطرف راجع کرو، کیا تم اللہ کیطرف نہیں نکلے ہو۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ کہا پھر اپنا کام اللہ کے سپرد کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ اور تم میں سے کوئی دائیں بائیں نہ دیکھے۔ چنانچہ وہ شخص آگے ہوئے اور ہم لوگ سب اُن کے پیچھے چلے اور چور راستہ سے ہٹے ہوئے ہمارے برابر چلتے تھے۔ ہم چلنے میں اُن سے آگے نکل گئے اور وہ لوگ ہماری محاذات سے پیچھے رہ گئے۔ میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے تھا۔ میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے ہمیں اپنے نیزوں کی نوک پر لے لیا ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ان لٹیروں نے تو ہمیں پا لیا اور وہ شخص بدوی اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے۔ میری بات سُنکر وہ کھڑے ہو گئے اور پھر کے دیکھا۔ جب وہ لوگ نظر آئے تو کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اے اللہ ان شیاطین کی شر ہمسے دور کر دے۔ میں نے کہا دیکھو ہم کیا کریں۔ اس نے کہا ہم کیا کریں۔ میں نے کہا یہ چاشت کا وقت ہے اور نفل نماز میں جماعت جائز ہے۔ میں آگے بڑھ کے تمھیں نماز پڑھاتا ہوں اُسوقت وہ لوگ آگے نکل جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ کہا اے ابویزید ہمیں حاجت ہے کہ ہم ان سے پوشیدہ ہو جاویں میں نے کہا تم جانو۔ اتنے میں اُنھوں نے ہاتھ اُٹھا کر دو انگلیوں انگشت شہادت اور وسطیٰ سے ان ڈاکوؤں کی طرف اشارہ کر کے کہا کھڑے رہو میں نے انھیں دیکھا کہ کھڑے ہو گئے اور کوئی ان میں سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا نہ اپنے ساتھیوں سے مل سکتا تھا، جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ ہم آگے چلے اور اُس شخص نے اسکے بعد کچھ نہ کہا۔ جب ہم لوگ ایک درہ میں پہونچے اور دوسری ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں کہ وہ ہمیں پکڑ نہیں سکتے تھے۔ وہ شخص کھڑے ہوئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے پھر کہا کہ دیکھو تو ان شیاطین کو کہ ابھی تک اسی طرح کھڑے ہیں۔ واللہ اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو انھیں اسی حالت پر چھوڑ کر چلا جاتا۔ لیکن اے اللہ ہمارا واقعہ ان کے لئے سبب توبہ کا کر دے۔ پھر ان کی طرف اشارہ کیا جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب کے سب زمین پر بیٹھ گئے اور ساتھیوں سے باتیں کرنے لگے۔ پھر جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ گئے۔ ان بدوی کی برکت سے

رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔ اور شیخ ابو العباس ابن عریف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ولی اللہ کو مسجد میں دیکھا کہ انھوں نے چراغ جلایا ایک چوہا آیا اور بتی لینے لگا۔ وہ شخص ذرا سو گئے تھے جب جاگے تو کہنے لگے اے فاسق تو ملک خدا میں ایسا کام کرتا ہے جس کا باعث ہم بنوں میں نے دیکھا کہ وہ چوہا بتی لینے کے لئے دوبارہ چراغ کے پاس آیا انھوں نے روکا مگر وہ نہ رکا وہ اسپر خفا ہوئے اور کہا اِسمیں گر جا اِسمیں گر جا چنانچہ چوہا آیا اور اپنا ناک منھ آگ پر رکھ کے مر گیا۔ میں نے تعجب کیا اور سبب پوچھا انھوں نے کہا تم کس لئے متعجب ہو یہ تو اسپر شرعی تسلط ہے۔ مراد یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔ مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید شرعی تسلط سے مراد یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کو حل اور حرم میں قتل کرو۔ ان پانچ میں ایک چوہا بھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فویسقہ رکھا۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک صوفی کو جن کا موزہ چوہے نے کاٹا تھا یہ مصرعہ پڑھتے سنا۔ لو کنت من مازن لم تستبح ابلی یعنی اگر میں بنی مازن میں سے ہوتا تو میرے اونٹوں کو تم مباح نہ سمجھتے ۔ مطلب یہ ہو کہ اگر بہادر شجاع اور قوت و دبدبہ والا ہوتا تو تو میرے اسباب پر قادر نہ ہوتا۔ جو مصرعہ استشہاد میں نقل کیا گیا ہے اُس کا اگلا مصرعہ و شعر یہ ہے ؎

لو کنت من مازن لم تستبح ابلی	الکننی من بنی عمرو بن شیبانا
یجزون من ظلم اھل الظلم مغفرۃ	ومن اساءت اھل السوء احسانا

(ترجمہ) اگر میں بنی مازن میں ہوتا تو میرے اونٹوں کو تو مباح نہ سمجھتا لیکن میں بنی عمرو ابن شیبان میں سے ہوں ۔ جو لوگ کہ ظالموں کے ظلم کا بدلہ مغفرت سے دیتے ہیں ۔ اور بدکرداروں کی برائی کے عوض اُن پر احسان کرتے ہیں ۔ گویا ان بزرگ کا مطلب یہ تھا کہ اگر میں شمشیر زن ہوتا اور دشمنوں سے انتقام لینے والا ہوتا تو تو مجھ سے ڈرتا۔ یعنی میں اگر اللہ کی جانب سے صاحبِ حال اور صاحبِ سیف ہوتا تو تو مجھ سے تعرض نہ کر سکتا۔ لیکن میں ان طاقتوروں میں سے نہیں ہوں تو میں ان ہی میں ہوا ہوں جو ظلم کا عوض مغفرت سے کرتے ہیں اور برائی کا بدلہ بھلائی سے کرتے ہیں اور یہ امر اگرچہ شرعاً ممدوح اور مستحب ہے لیکن عرب کے نزدیک یہ مطلقاً

ممدوح نہیں ہے کیونکہ اس سے ایک دوسرے پر غالب ہو جاتا ہے اور اسے قتل و غارت کرنے لگتا ہے بلکہ عربوں کے نزدیک حکم یہ ہے جیسے نابغہ نے بیان کیا ہے۔

ولا خیر فی حلم اذا لم یکن لہ	بوادر تحمی صفوۃ ان یکدرا

(ترجمہ) ایسے حلم میں کوئی خیر اور بہتری نہیں ہے جبکہ اُسکے ساتھ ایسا غضب نہ ہو جس کی وجہ سے وہ اپنی عزت کو ذلت سے بچا سکے۔

حکایت (۴۸۷) شیخ ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے دنیا کی اخیر صورت جو میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ وہ ایک خوب صورت نوجوان عورت کی شکل میں میری مسجد میں جھاڑو لئے ہوئے آئی اور مسجد میں جھاڑو دینے لگی۔ میں نے کہا تو کیوں آئی ہے۔ کہا آپ کی خدمت گذاری کو آئی ہوں۔ میں نے کہا قسم اللہ کی کوئی ضرورت نہیں کہا میں تو ضرور کروں گی۔ میں نے اپنا عصا دکھایا اور مارنے کا ارادہ کیا تو وہ بڑھیا بنگئی اور مسجد میں جھاڑو دینے لگی۔ پھر جب میں غافل ہوا تو وہ پھر اُسی پہلی شکل پر آگئی۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا تاکہ اسے باہر نکال دوں، پھر بڑھیا بنگئی، ضعیفہ میں نے رحم کیا پھر میں غافل ہوا تو وہ پھر جوان بن گئی۔ اب کے میں اُسپر بہت خفا ہوا۔ اور اس سے پریشان ہوا اُس نے کہا آپ چاہے زیادتی کریں یا کمی اسی طرح میں آپکی خدمت کروں گی اور ایسے ہی میں نے آپکے بھائیوں کی خدمت کی ہے اس دن سے کسی سبب دنیاوی میں مجھے تکلیف نہ ہوئی۔ یہ بھی فرمایا کہ میں منےٰ میں تھا مجھے پیاس لگی نہ پانی ملانہ میرے پاس دام تھے جس سے میں پانی خریدتا۔ ایک کنوئیں پر پہنچا تو وہاں پر عجمی لوگ تھے ایک سے میں نے کہا کہ اس لوٹے میں میرے لئے تھوڑا سا پانی دیدے اس نے مجھے مارا اور لوٹا لے کر دور پھینک دیا۔ میں اسے لینے گیا اور میرا دل ٹوٹ گیا دیکھا تو وہ لوٹا ایک میٹھے چشمے میں پڑا تھا، میں نے اس میں سے پانی نکال کر پیا اور ساتھیوں کے پاس بھی لے آیا انھوں نے بھی پیا۔ پھر میں نے قصہ بیان کیا وہ بھی اس چشمہ پر چلے تاکہ اُسکا پانی نکال کر پئیں۔ وہاں پہونچ کے دیکھا تو کچھ نہ تھا۔ میں سمجھا کہ یہ اللہ کی طرف سے کرامت تھی۔ یہ بھی فرمایا کہ میں ایکبار بدر میں تھا اور مکہ معظمہ کو جارہا تھا وہاں ایک شخص میوہ والا تھا جو حاجیوں کے ہاتھ میوہ بیچا کرتا تھا، اس شرط پر کہ دام مکۂ معظمہ پہونچ کر ادا

کریں کچھ میوہ اس نے مجھے بھی دینا چاہا میں نے انکار کیا تو اس نے اصرار کیا کہ میں اسکی قیمت مکہ معظمہ پہونچ کر وصول کروں گا اگر تم اس سے پہلے مرجاؤ تو تمھیں معاف ہے اور مجھی چپٹا رہا۔ حتی کہ میں نے بھی اس سے خرید اتفاق سے اسے ہم سے پہلے جانے کی ضرورت ہوئی اور اس نے مجھ سے دام مانگے۔ میں نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے اور تو نے کہا تھا کہ مکہ چل کر دام لوں گا۔ اس نے کہا دام تو تمھیں دینے ہوں گے اور مجھی تنگ کرنے لگا اور مجھ ستانے لگا اور گالیاں دینے لگا۔ میں مسجد بدر میں گیا اور اللہ تعالے سے تضرع وزاری کے ساتھ دعا کی پھر وہاں سے نکلا تو ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی جو احرام باندھے ہوئے تھا اس نے مجھی کچھ درہم دیئے اور میرے ہاتھ میں گن کر رکھے۔ میں نے اس قرض خواہ کے پاس جاکر اسکے دام ادا کئے اب تو اس نے پہلے سے بھی زیادہ برا بھلا کہا اور کہنے لگا کہ پیسے چھپا رکھتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے حالانکہ دام پاس ہوتے ہیں۔ میں سنتا رہا اور خاموش رہا۔

آپ کے کلام میں سے ایک یہ ہے کہ فرمایا جس نے ابتداہی میں انتہائی نتیجہ چاہا اس نے غلط راستہ ڈھونڈا۔ اور فرمایا ادب کو لازم پکڑ اور عبادت میں مشغول رہ اور کسی چیز سے تعرض نہ کر اگر تجھے اللہ اپنے واسطے برگزیدہ بنانا چاہیں گے تو واصل بنا دینگے۔ اور فرمایا تھوڑا سا عمل نگہبانی کے ساتھ ہو تو کامیاب بنا دیگا + اور فرمایا ایک بار اہل شرک ملک اندلس کے ایک شہر پر بلا لڑائی کے قابض ہوگئے اور گھس آئے اور اہل شہر کو قید کر لیا اور ان کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ گرفتار کئے۔ اس سے اندلس والے بہت گھبرائے اور یہ خبر پہونچی کہ قیدیوں کو گھوڑوں کے ساتھ گھاس ڈالا جاتا ہے۔ اور ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور وہ منھ سے جانوروں کی طرح گھاس کھاتے ہیں۔ فرمایا انھیں دنوں میں ایک رات میں شیخ ابو اسحاق ابن طریف رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ آپ نے ہمارے آگے کھانا لاکر رکھا اور بسم اللہ کے ساتھ ایک ٹھنڈی سانس بھری اور مجھ سے کہا اے محمد کیا تمھیں معلوم نہیں جو کچھ مسلمانوں پر حادثہ ہوا ہے میں نے کہا ہاں۔ آپ قصہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے حتیٰ کہ ان کے رونے کی آواز بلند ہوگئی اور کہا واللہ جب تک مسلمانوں کو نجات نہ ملجائے نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا اور تھوڑی دیر کے لئے کھانے پر سے اُٹھ گئے۔ پھر کھانے کے پاس الحمد للہ الحمد للہ

کھتے ہوئے آئے اور کہا کھاؤ میں نے بھی کھایا اور اُنھوں نے بھی کھایا۔ مجھے تعجب ہوا کہ انھوں نے اسطرح سے کھانا چھوڑا تھا پھر کیونکر کھالیا باوجودیکہ قسم بھی کھائی تھی۔ پھر ہمیں خبر ملی کہ جس وقت شیخ نے کلام کیا تھا اسی وقت نصاریٰ نے ایک دھماکہ سنا جس سے وہ یہ سمجھے کہ مسلمانوں کی فوج پہونچ گئی اور اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جان بچاکر بھاگ گئے اور مالِ غنیمت اور قیدی چھوڑ گئے۔ اللہ نے ان کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو بلا رنج و تعبِ جنگ کے نجات دی۔ پھر وہ قیدی چھوٹ کر مالِ غنیمت لے کر مسلمانوں کے شہروں میں لے کر آگئے۔ والحمد للہ رب العلمین۔

حکایت (۴۸۸) حضرت شیخ ابو عبداللہ قرشی ہی سے مذکور ہے فرماتے ہیں کہ میں جدہ کے سمندر میں تھا اور ایک میرے ساتھی بھی تھے انھیں پیاس شدت کی لگی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ میرا عمامہ لیکر تھوڑا سا پانی کوئی بیچتا ہے۔ میرے پاس سوائے اس عمامہ کے کچھ نہ تھا کسی نے اسکے عوض پانی نہ بیچا۔ میں نے اس ساتھی سے کہا کپتان کے پاس لوٹا لیجاؤ وہ لے گیا تو وہ اسپر چلایا اور لوٹا اسکے ہاتھ سے چھین کر پھینک دیا۔ لیکن لوٹا سمندر میں نہیں گیا بلکہ کشتی ہی میں گرا وہ میرے پاس لوٹ آیا۔ میں نے اسکی عجز و انکساری اور شدت حاجت دیکھی اور یہ سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ اسے پیاسا نہ چھوڑینگے۔ میں نے اُسکے ہاتھ سے لوٹا لیا اور سمندر سے اسے بھر لیا اس نے سیراب ہو کر پیا پھر اسکے ہاتھ سے لے کر میں نے پیا اور سیراب ہوا اور میرے پاس کے کچھ لوگ جن کے پاس پانی نہ تھا اُنھوں نے بھی پیا پھر میں نے دوبارہ لوٹا بھر لیا اور اس سے ہم نے آٹا گوندھا جب ہماری ضرورت پوری ہو چکی تو پھر میں نے لوٹا بھر لیا دیکھا تو پانی اپنی عادت کے موافق کھارا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ جب حاجت پیدا ہوتی ہے تو اشیا اپنی حالت سے بدل جاتی ہیں۔ رضی اللہ عنہ

اور ایک شیخ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جماعت فقرا کی ایک سفر میں تھے۔ ایک پایاب سمندر درمیان حائل تھا ہم اُس میں سے چلے ایک جوان کو میں نے دیکھا کہ چلّو سے پانی پی رہا ہے۔ میں نے جی میں کہا کیا یہ پانی میٹھا ہے اور اس سے ایک چلّو بھر کر چکھا تو وہ کھاری تھا۔ میں نے کہا اے بیٹے مجھے بھی پلا کہا

پوچھا پیو۔ میں نے کہا یہاں کا پانی گرم ہے۔ میرا مقصود یہ تھا کہ اس سے اس کا حال پوشیدہ رکھوں اور ایک مٹی کا برتن دے کر کہا کہ اسمیں اپنے پاس کا پانی بھر دے اُس نے دریا کے بیچ میں کا پانی بھر دیا، اسے میں نے اور سارے ساتھیوں نے پیا نہایت شیریں تھا انتہی کلامہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ نے جو کہا کہ میرا مقصود اس سے اس کا حال پوشیدہ کرنا تھا۔ معنی اسکے یہ ہیں کہ اس جوان سے جو کرامت ظاہر ہوئی اُسکو اس سے چھپایا اور اُسے یہ جتایا جائے کہ پانی سب ہی کیواسطے شیریں ہے۔ لیکن مٹی کے برتن میں لینا چاہتا ہوں تاکہ ٹھنڈا ہو جائے اور عادت یہ ہے کہ جوان بڑوں کی خدمت کرتے ہیں اسی واسطے اس سے پانی منگایا تاکہ اسپر اپنا حال پوشیدہ رہے تاکہ اسے تعجب نہ ہو جائے کہ وہ جماعت میں سب سے ممتاز ہے اور نو عمروں میں ایسی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ شیخ حضرت ابویزید قرطبی ہیں۔ رضی اللہ عنہ وعن الجمیع ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۴۸۹) حضرت شیخ ابوالربیع مالقی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنے احوال سے کچھ مفقود پایا میرا قلب اسمیں مشغول ہو گیا۔ میں نے ایک شب دیکھا کہ ایک ہدہد میرے آگے آ بیٹھا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ لیکن میں کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ پھر وہ اڑ کر میرے بائیں کندھے پر بیٹھ گیا اور کچھ کہا اُسے بھی میں نہیں سمجھا۔ پھر اڑ کر میرے دائیں کندھے پر بیٹھ گیا اور اپنی چونچ کو میرے منہ میں رکھ دیا اور مجھے چونگا دینے لگا۔ میں نے سانس لی تو مجھے اپنے قلب میں کچھ کھنکھناہٹ سنائی دی۔ میں تاڑ گیا اور سمجھا کہ میرے ساتھ کوئی معاملہ ہوگا۔ پھر دو آدمی ظاہر ہوئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر میرا سینہ چاک کیا اور میرا دل نکال کے ایک طشت میں رکھا اُسوقت میں نے ایک کو دوسرے سے کہتے ہوئے سنا کہ اس درختِ علم کو حفاظت سے رکھو۔ پھر اسے دھو کر میرے دائیں جانب رکھا۔ پھر اس چاک کو ملا دیا۔ اسوقت سے میں نے کسی ایسی چیز کو اپنے سے نکلتے نہ دیکھا جسے میرے نفس نے پالیا ہو اور ایک آواز میں نے سنی کہ اے سلیمان کچھ مانگ۔ میں نے کہا تیری رضا مانگتا ہوں۔ فرمایا میں راضی ہو گیا میں راضی ہو گیا۔ اس دن سے مجھے قرآن کا فہم اور قلب کی رویت مفتوح ہو گئی

میں اسی روز سے اپنے قلب کو دیکھتا ہوں اور دائیں جانب قرآن پڑھتے ہوئے سنتا ہوں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔

بعض اہل کشف فرماتے ہیں کہ میں اپنے ریاضات کے زمانہ میں اپنے شیطان کو ضعیف، پراگندہ بال بدحال ننگا دیکھتا تھا۔ جب میں اس کا قصد کرتا تھا تو وہ میرے آگے بھاگتا تھا۔ جب میں نے نکاح کیا تو میں نے مجبوراً ازوجہ کے حق میں چشم پوشی کی، ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ شیطان ظاہر ہوا۔ میں نے موافق عادت کے اس پر حملہ کرنا چاہا تو وہ نہ بھاگا اور نہ میری طرف توجہ کی اور وہ لباس پہنے ہوئے تھا میں نے کہا تیری یہ حالت کب سے بدل گئی۔ کہا جب سے تو نے نکاح کیا اور تیری حالت بدل گئی انتہی کلامہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسطرح سے حق تعالیٰ انھیں زیادت اور نقصان سے مطلع فرما دیتے ہیں تاکہ نیکی زیادہ کریں اور اسپر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں اور اسباب نقصان سے بچیں اور اللہ کی طرف گڑگڑائیں تاکہ صفاتِ مذمومہ کو زائل کر کے صفاتِ محمودہ کی توفیق اپنے فضل ورحمت سے عطا فرمائے اس سے وہ لوگ پاک ہوتے ہیں اور ان کی ہدایت بڑھتی ہے اور ایمان پر ایمان کا اضافہ ہوتا ہے انھوں نے حق تعالےٰ کا جو قلوب کا شافی ہے اور اسکے زنگ کا دور کرنے والا ہے اس کا قول سنا ہے ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکیٰ منکم من احد ابدا۔ (یعنی اگر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کبھی کوئی پاک نہ ہوتا۔

حکایت (۴۹۰) حضرت شیخ ابوالعباس ابن عریف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بیٹھا تھا کہ ایک مسافر مسجد میں میرے پاس آیا اور کہا حضرت آپ ہی ابوالعباس ابن عریف ہیں میں نے کہا ہاں۔ کہا رات کو ایک شخص نے ایک خواب دیکھا ہے میں نے کہا بیان کرو۔ اس نے کہا کہ اس نے دیکھا کہ عرش کے گرد بہت سے ڈیرے لگے ہوئے ہیں اور ان سب کے اوپر ایک بڑا سا ڈیرا اور ہے جو سب کو گھیرے ہوئے ہے اس نے پوچھا کہ یہ ڈیرا کس کا ہے تو کہا گیا کہ یہ فقیہ ابوالعباسؒ کے لئے ہے۔ کہا یہ چھوٹے چھوٹے ڈیرے کس کے ہیں کہا ان کے مریدوں کے واسطے۔ حضرت ابوالعباسؒ فرماتے ہیں کہ میں اسپر غصہ ہوا اور

کہا تو ایسا خواب ایک شخص کا کیوں میرے پاس لے آیا جو مجھ جیسے گنہگار کی نسبت تھا۔ جب اُس نے میرا غصہ دیکھا تو کہا نرمی کرو اے شیخ شاید کہ تم نے تھوڑی سی روزی پر قناعت کی ہو تو اللہ بھی تم سے تھوڑے ہی عمل پر راضی ہو گیا ہو۔ پھر جو میں نے دیکھا تو وہ شخص نہ تھا۔ میں نے مریدوں سے کہا کہ یہ شخص مجھے فقر سکھلانے آیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ شیخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کے سامنے شہروں کا ذکر ہوا اور ان میں کے صلحا کا تذکرہ کیا گیا جو اس وقت تھے، آپ نے بعض جہات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اسطرف کوئی صالح نہیں ہو اسی وقت دو آدمی ان کے سامنے کیطرف سے مشعلچی کی شکل پر آکھڑے ہوئے اور کہا کہ حضرت ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں آپ اپنی خدمت میں لیویں۔ ان دنوں میں آپ مکہ معظمہ میں حج کے واسطے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے اُنھیں مشعل برداری کی خدمت سپرد کی اور وہاں سے لوٹ کر اپنے شہر کو چلے راستہ میں فرمانے لگے کہ میں مشعل کی جانب سے فقر کی بو سونگھتا ہوں۔ جب ایک راستہ میں پہنچے تو آپ سے ایک سخت مسئلہ معرفت اور اسرار کا جو علم لدُنّی سے متعلق تھا پوچھا گیا۔ آپ نے ذہن دوڑایا اور سوچا اور غور کیا اور بہت تدبر کے بعد متحیّر کھڑے رہے۔ جبکہ آپ کا علمی گھوڑا میدان امتحان میں رک گیا تو وہ دونوں مشعلچی آپ کے سامنے آکھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت اگر اجازت ہو تو کچھ ہم کہیں فرمایا کہو۔ انھوں نے کہا اللہ سب سے بڑا جاننے والا ہے۔ اس سوال کا یہ جواب ہے۔ اور جواب ایسے عمدہ طریقہ سے ظاہر کیا جو ناظرین کے لئے کافی شافی تھا۔ اور حضرت شیخ شہاب الدین رضی اللہ عنہ نے ننگے سر ہو کر اُسطرف کے لوگوں کی نسبت اپنے قول سے استغفار کیا اور وہ دونوں سلام کر کے اپنے ملک کی جانب متوجہ ہوئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔

حکایت (۴۹۱) حضرت شیخ کبیر ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اثنائے سیاحت میں ایکبار ایک ٹیلہ پر سو رہا تھا درندے آکر میرے گرد گھومتے رہے اور صبح تک میرے گرد بیٹھے رہے۔ میں نے جیسا کہ اُنس اُس رات دیکھا تھا پھر کبھی نہ پایا۔ جب صبح ہوئی تو میرے

جی میں کھٹکا ہوا کہ مجھے انس باللہ کا مقام کچھ کچھ حاصل ہو گیا ہے۔ میں ایک وادی میں اُترا جہاں پرندے سفید پاؤں کے تھے میری آہٹ سنتے ہی سب کے سب اڑ گئے اِس سے میرے دل پر رعب چھا گیا تو میں نے ایک قائل کی آواز سنی جو کہتا تھا کہ اے شخص کل تک تو درندوں سے انس کرتا تھا آج کیا ہو گیا کہ پرندوں سے ڈر رہا ہے وجہ یہ ہے کہ کل تک تو ہماری طرف متوجہ تھا اور آج اپنے نفس کیطرف مائل ہے۔ اور فرمایا کہ ایکبار میں اسّی دن بھوکا رہا میرے دل میں خطرہ گذرا کہ مجھے کچھ حصہ بزرگی کا مل گیا تو میں نے ایک عورت کو غار سے نکلتے دیکھا گویا اسکی صورت حسن میں آفتاب کے مثل تھی اور کہتی جاتی تھی کہ منحوس ہی جو اسّی روز بھوکا رہ کر اللہ تعالیٰ پر اپنے عمل کا دباؤ ڈالنے لگا مجھے چھ مہینے گذر گئے کہ میں نے کچھ نہیں چکھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما۔ آمین۔

آپ ہی نے فرمایا کہ میں اپنے سفر میں کہتا تھا کہ الٰہی میں کب تیرا شکر گذار بندہ بنونگا تو میں نے ایک قائل کو سنا کہتا تھا جب کہ تو اپنے سوائے کسی کو منعم علیہ نہ جانے میں نے کہا الٰہی اپنے سوائے کسی کو منعم علیہ کیونکر نہ جانوں حالانکہ تو نے انبیاء پر اور علماء پر اور بادشاہوں پر نعمت کی ہی۔ تو سنا کہ وہ قائل کہہ رہا ہے کہ اگر انبیاء نہ ہوتے تو تجھے ہدایت نہ ہوتی، اگر علماء نہ ہوتے تو تو اقتداء نہ کرتا اگر بادشاہ نہ ہوتے تو تجھے امن نہ ملتا یہ سب میری نعمت تجھ ہی پر ہے۔ اور فرمایا کہ میں اور ایک میرا ساتھی دونوں ایک غار میں وصول الی اللہ کے ارادہ سے جا رہے تھے ہم جی میں کہتے تھے کہ کل حاصل ہو جائیگا، پرسوں حاصل ہو جائیگا۔ ہمپر ایک آدمی داخل ہوا اسکے چہرہ پر ہیبت تھی ہم نے کہا تم کون ہو؟ کہا عبد الملک ہم نے جانا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ میں نے کہا آپ کا کیا حال ہے کہا اُسکا کیا حال ہوگا جو یہ کہتا ہی کہ کل فتح ہو گی پرسوں فتح ہو گی یعنی وصول الی اللہ حاصل ہو جائے گا۔ نہ ولایت ہی نہ فلاح ہے۔ اے نفس اللہ کی عبادت اللہ کے واسطے کر۔ فرماتے ہیں کہ ہم ہشیار ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ کس لئے آئے تھے۔ ہم نے توبہ واستغفار کی تو ہم پر کشائش ہو گئی۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۹۲) حکایت ہے کہ شیخ جلیل ابو العباس قسمرشی

رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی شبہ کا کھانا لے آیا تاکہ آپ کو آزمائے۔ آپ نے اعراض کیا اور نہ کھایا۔ پھر اس کھانا لانے والے کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ حارث ابن اسد محاسبی کے انگلی میں ایک رگ تھی، جب آپ شبہ کے کھانے کی جانب ہاتھ بڑھاتے تو وہ رگ حرکت کرنے لگتی اور میرے ہاتھ میں ساٹھ رگیں ہیں جب ایسا موقعہ آتا ہے تو حرکت کرنے لگتی ہیں۔ اس کھانے والے نے استغفار کیا اور شیخ سے معذرت کی رضی اللہ عنہ۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محاسبی کی حکایت اور جگہ میں نے بیان کر دی ہے اور حضرت بشر بن حارث کی یہی حکایت ہے کہ آپ ناپاک کھانے کی طرف کبھی ہاتھ ہی نہیں بڑھاتے تھے۔ اسطرح معلوم ہوا ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک فقیر کو اسطرح آزمایا کہ ذبیحہ کا گوشت اور مُردار کا گوشت ان کے سامنے الگ الگ پیش کیا یہ دیکھ کر شیخ اپنی کمر کس کے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ آج میں تمہاری خدمت کرونگا چنانچہ ذبیحہ کا گوشت فقراء کے پاس لاتے تھے اور اُن برتنوں کو جنمیں مُردار کا گوشت تھا فوج کی طرف بھیج دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ پاک مال پاکوں کے واسطے اور پلید پلیدوں کے واسطے۔ بادشاہ بھی حاضر تھا اُنھوں نے اللہ سے استغفار کیا اور شیخ کے متعلق اچھا اعتقاد ہوا۔ رضی اللہ عنہ

اسی طرح مجھے خبر ملی ہے کہ ایک کافر بادشاہ مسلمانوں کے شہروں پر قابض ہو گیا اور ان کا خون کیا اور مال لوٹا اور بعض فقراء اور مشائخ کے قتل کا بھی ارادہ کیا شیخ نے اس سے مل کے اس کام سے منع کیا۔ اُن سے بادشاہ نے کہا اگر تم سچے ہو تو مجھے کچھ علامت دکھاؤ۔ چنانچہ شیخ نے اونٹ کی مینگنی کی طرف اشارہ کیا وہ فوراً جواہر بنکر چمکنے لگی۔ اور خالی کوزوں کی طرف اشارہ کیا جو زمین پر رکھے ہوئے تھے تو وہ ہوا پر معلق ہو گئے اور پانی سے بھر گئے۔ ان کے منہ زمین کیطرف اوندھے ہوئے تھے اور اُن میں سے ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتا تھا۔ بادشاہ یہ دیکھ کر گھبرایا اسکے ایک جلیس نے کہا اسے بڑی بات مت جان یہ سحر ہے۔ بادشاہ نے کہا کچھ اور دکھاؤ۔ شیخ نے آگ جلانے کا حکم دیا۔ جب آگ خوب دہک گئی اس وقت فقراء سے کہا کہ مجلسِ سماع گرم کرو۔ جب ان پر وجد طاری ہو گیا

توشیخ ان فقراء کے ساتھ آگ میں گھس گئے اور آگ بہت تیز تھی اُسوقت شیخ نے بادشاہ کے لڑکے کو بھی ساتھ لے لیا اور آگ میں چاروں طرف گھمایا اور اسے لے کر چل دیئے اور غائب ہو گئے اور معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئے بادشاہ موجود تھا دیکھ کر اپنے بچہ کے غائب ہونے پر بہت گھبرایا تھوڑی دیر کے بعد دونوں آموجود ہوئے اور بادشاہ کے بیٹے کے ایک ہاتھ میں سیب اور دوسرے میں انار تھا۔ بادشاہ نے پوچھا تو کہاں تھا۔ کہا باغ میں تھا وہاں سے میں نے یہ دو عدد توڑ لئے اور نکل آیا بادشاہ متحیر ہوا اسکے بدمعاش ساتھیوں نے کہا کہ یہ بھی ایک باطل تماشا ہے۔ اسوقت بادشاہ نے کہا تم جو کچھ بتاؤ ہم اسکو شیخ نہیں مانیں گے حتیٰ کہ تم اس پیالہ کو نوش کرلو اور ایک پیالہ زہر ہلاہل سے لبریز جس کا ایک قطرہ بھی فی الحال ہلاک کر دے۔ نکالا شیخ نے فقراء سے کہا کہ مجلس سماع گرم کرو جب ان پر حال طاری ہوا تو وہ پیالہ اٹھا کر سب کا سب پی گئے۔ اُنپر جو لباس تھا وہ پارہ پارہ ہو گیا اور دوسرا لباس پہنایا گیا وہ بھی پھٹ گیا پھر اور بدلا گیا وہ بھی پھٹ گیا اسطرح کئی بار بدلا گیا پھر پسینہ آیا اور کپڑے ثابت رہے۔ بادشاہ نے ان کی عزّت و حرمت کی اور اس قتل و فساد کے ارادہ سے باز رہا۔ شاید مسلمان بھی ہو گیا ہو واللہ اعلم۔

ایسی ہی ایک روایت سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلقین سے بھی منقول ہے جو بغداد پر قبضہ کرنے والے مغل بادشاہ کے ساتھ واقع ہوئی ہے۔

رضی اللہ عنہ۔ یہ بھی حکایت ہے کہ حضرت شیخ کامل امام الاکابر عالم علم الباطن والظاہر الحسیب النسیب سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ روحہ نے ایک شخص سے ایک غائب شخص کی امانت طلب کی اس امانت دار نے امانت دینے سے انکار کیا اور کہا اگر میں آپ سے فتویٰ طلب کروں تو آپ اسکو جائز نہیں لکھیں گے پھر میں کیونکر دوسرے کی امانت بلا اسکی اجازت کے دیدوں۔ بہت ہی تھوڑی دیر میں اس کے پاس امانت رکھنے والے کا خط آیا جسمیں لکھا تھا کہ میری امانت حضرت شیخ عبدالقادرؓ کے حوالہ کردو وہ فقیروں کی ہو گئی ہے۔ اس نے حضرت کے حوالہ کیا شیخ نے اسپر عتاب کیا اور فرمایا ایسی ذراسی بات میں مجھ کو متہم جانتا ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنابہ آمین۔
حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر مشائخ یمن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہی کی طرف منسوب ہیں اور بعض حضرت شیخ کبیر ابومدین قدس سرہٗ کی جانب منسوب ہیں آپ شیخ مغرب تھے اور سید عبدالقادر جیلانی شیخ مشرق تھے آپ ہی کے کچھ اشعار ہیں۔ شعر

مافی الصبابۃ منھل مستعذب	الاولی فیہ الالذ الا طیب
اوفی الزمان مکانۃ مخصوصۃ	الاومنزلتی اعز واقرب
وھبت لی الایام رونق صفوھا	فصفت منا ھلھا وطاب المشرب
انا من رجال لایخاف جلیسھم	ریب الزمان ولا یری مایرھب
قوم لھم فی کل مجد رتبۃ	علویۃ وبکل جیش موکب
انا بلبل الافراح املاء دوحھا	طربا وفی العلیا باز اشھب

(ترجمہ) عشق ومحبت کا کوئی میٹھا چشمہ نہیں ہی مگر میرے لئے اسمیں سے زیادہ لذیذ اور اچھا حصّہ ملا ہے + یا جہان میں کوئی خاص مرتبہ نہیں ہی مگر میرا مرتبہ اس سے اعلیٰ واولیٰ ہے + زمانہ نے مجھے اپنا عمدہ اور بارونق حصّہ ہبہ کر دیا + تو اسکے چشمے اور گھاٹ صاف ہو گئے۔ میں ایسے لوگوں میں ہوں کہ اُن کے جلیس کو اندیشہ اور خوف نہیں ہی + گردش زمانہ سے نہ وہ خوفناک چیز دیکھے گا + وہ ایسے لوگ ہیں جن کو ہر بزرگی میں حصّہ + بلند ہے اور ہر فوج میں انکا بڑا جلوہ ہی + میں خوش الحان بلبل ہوں کہ دنیا کی شاخوں کو میں نے اپنے نغمہ سے بھر دیا + اور بلند پروازی میں باز اشہب ہوں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنابہ آمین۔

حکایت (۴۹۳) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں بعض صالحین کے ہمراہ بغداد سے باہر نکلا۔ ہمپر ایک جنازہ گذرا جس کے ساتھ بہت سی خلائق تھی۔ ہم نے پوچھا کہ میت کون ہے۔ کہا گیا کہ ایک صالح آدمی تھے۔ میرے ساتھ جو بزرگ تھے۔ انھوں نے کہا کہ اللہ ہی مددگار ہے لیکن صالحین یوں نہیں مرتے ہیں۔ میں نے کہا پھر کس طرح مرتے ہیں۔ کہا کوڑے پر مرتے ہیں اور اُنھیں کتّے کھاتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ان بزرگ کو تین دن کے بعد دیکھا

کہ کوڑے پر مرے ہوئے پڑے تھے اور انھیں کتے کھا رہے تھے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ آمین ۔
مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی موت اکثر اولیاء اور محبان خدا کی ہوئی ہے جن کی دنیا میں کوئی غرض اور امید نہ تھی لیکن دنیا کی جانب رغبت رکھنے والے اور بڑی بڑی امیدیں رکھنے والوں کی بھی ایسی حکایتیں ہیں۔ جنمیں سے ایک یہ ہو مروی ہو کہ ایک شخص حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یا نبی اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہوا کو حکم دیں کہ مجھی ملک ہندوستان میں اُٹھا لیجائے کیونکہ مجھے وہاں اسوقت ایک ضرورت ہے اور اسپر اصرار کیا آپ نے فرمایا اچھا اور ہوا کو حکم دیا کہ اسے اٹھا لیجائے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسری طرف نگاہ کی تو ملک الموت کو اپنے پاس کھڑا دیکھا وہ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے اُن سے وجہ مسکرانے کی پوچھی کہا اے نبی اللہ میں اس شخص سے تعجب کر رہا ہوں کیونکہ مجھی حکم ہوا ہے کہ اسکی روح ہندوستان میں قبض کروں اور اسوقت مجھی حیرت تھی کہ یہ شخص اسوقت کیونکر ہندوستان پہونچے گا جب اس نے آپ سے سوال کیا کہ ہوا پر سوار کر کے مجھی ہندوستان پہنچا دو تو مجھے تعجب ہوا۔ انتہی کلامہ ۔

	فلیس یموت فی ارض سواھا		ومن کانت منیۃ بارض

(ترجمہ) جسکی موت جس زمین میں مقدر ہو اس زمین کے سوا کہیں نہیں مرے گا۔
مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واجب ہے ایمان لانا باین طور کہ حکم اللہ تعالےٰ کا اور تقدیر اسکی ضرور پوری ہونے والی ہو اسی طرح پر جس طرح کہ اُسکے علم غامض میں ہے ویسا ہی ہونا ضروری اور لازمی ہے اگرچہ باعتبار عقل کے بعید معلوم ہو اور یہ بُعد بھی کسی سبب سے ہوتا ہے جس کا حکمتِ الٰہی اقتضاء کرتی ہو۔ اور ارادہ سابقہ جس کی جانب ہر شئے کا رجوع ہو چاہتی ہے ہم خدا سے سوال کرتے ہیں کہ اپنے مقدورات میں ہمپر لطف فرماوے اور ہمیں حسنِ تدبیر کسے راہ پر لگائے آمین ۔ اور اللہ جل شانہ کے عجیب الطاف وکرم میں سے ایک یہ بھی ہو کہ بعض بندوں کو بلا سے بچاتا ہے جنکی اجل نہیں آتی ہے اور اس نجات کا سبب اپنے خاص بندوں کو بناتا ہے جیسے کہ ذیل کی

حکایات سے معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

حکایت (۴۹۴) بعض بڑے مشائخ سے مروی ہے کہ وہ ایک تاجر کے یہاں قلعہ اسکندریہ میں گئے تاجر نے آپ کو مرحبا کہا اور آپ کے آنے پر بہت خوش ہوا۔ شیخ نے اس تاجر کے دیوان خانہ میں پورے مکان کے مقدار میں دو قیمتی فرش بچھے ہوئے دیکھے جو ملک روم میں مستعمل ہیں انھوں نے تاجر سے مانگا اسے بہت گراں گزرا اور کہا حضرت میں اسکی قیمت ادا کردوں گا شیخ نے انکار کیا اور کہا میں یہی بعینہ چاہتا ہوں۔ پھر کہا اگر تم لینا ہی چاہتے ہو تو ایک لے لو چنانچہ شیخ نے ایک فرش اُٹھالیا اور وہاں سے چلے اُسوقت اس تاجر کے دو لڑکے مسافر تھے ہندوستان گئے تھے ہر ایک ان میں سے الگ الگ جہاز پر تھا ایک مدت کے بعد اُن کے باپ نے سنا کہ ایک ان دونوں میں سے مع کشتی کے غرق ہوا اور سارا مال اور ساتھی بھی ڈوب گئے۔ اور دوسرا عدن میں سلامتی کے ساتھ آیا۔ پھر ایک مدت کے بعد قریب اسکندریہ کے آپہونچا۔ اس کا باپ ملاقات کے واسطے شہر سے باہر آیا تو دیکھا کہ وہ فرش بعینہ جس کو شیخ نے مانگ لیا تھا لدا ہوا آرہا ہے۔ اس نے فرش کا قصہ پوچھا کہ وہ کہاں سے اُسے ملا کہا ابّا جان اس فرش کا عجیب قصہ ہے اور ایک بڑی کرامت ہے۔ باپ نے کہا بیٹا بیان کرو وہ کیا ہے۔ کہا کہ میں اور میرا بھائی ہم دونوں اچھی ہوا میں ملک ہند سے چلے۔ ہم الگ الگ کشتی پر سوار تھے۔ جب بیچ سمندر میں پہونچے تو بادِ مخالف چلی اور ہم پر حالت تنگ ہوگئی اور دونوں کشتیاں کھل گئیں اور ان کے تختے الگ ہو گئے ہم سب نے اپنا حال اللہ کے سپرد کر دیا اور اپنی اپنی کشتی پر بیٹھے رہے ناگاہ ایک شیخ آئے اور ان کے ہاتھ میں یہ فرش تھا انھوں نے اسمیں کشتی باندھی اور ہم سلامت چلے اور کشتی اس فرش میں بندھی ہوئی تھی۔ پھر ہم ایک بندرگاہ میں پہونچے اور کشتی کا سامان اتار کر اسے درست کیا اور شیخ اسی میں تھے اور میرے بھائی کی کشتی مع جملہ ساتھیوں اور سامان کے غرق ہوگئی اور ان میں سے ایک نہ بچا اُس تاجر نے کہا اے بیٹے اگر تو شیخ کو دیکھے گا تو پہچان لیگا کہا ہاں۔ وہ بیٹے کو شیخ کے پاس لے گیا انھیں دیکھتے ہی اس نے زور کی چیخ ماری اور کہا یہی ہیں شیخ نے اُس پر ہاتھ پھیرا حتّٰی کہ اُسکے ہوش ٹھکانے ہوئے اور سکون پیدا ہوا۔ اس وقت تاجر نے کہا

حضرت آپ نے حقیقتِ امر کا اظہار کیوں نہ کیا تاکہ میں دوسرا فرش بھی دے دیتا شیخ نے کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین

حکایت (۴۹۵) حکایت ہے کہ بعض صالحین نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ دنیا کی خوبصورت چیزوں کو وہ نہیں دیکھیں گے۔ ایک دن صرافوں کے بازار میں گئے تو وہاں کمربند ایک شخص کا دیکھا اُس پر بے دریے نگاہ کی اس کمربند والے نے مُنھ پھیر کے دیکھا تو انھیں اس کا کمربند دیکھتے ہوئے پایا۔ پھر کمربند کو دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا۔ اس نے دوڑ کے آپ کو پکڑ لیا اور کہا یہ تو صالحین کے کام نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا بھائی تجھے کیا ہو گیا۔ کہا تو صوفی ہو کے چوری کرتا ہے۔ کہا میں نے تیرا کیا چرایا کہا میرا کمربند چرایا۔ کہا واللہ میں نے تیری کوئی چیز نہیں لی۔ لوگوں نے اسے بہت بُرا بھلا کہا۔ پھر امیر کے یہاں لے گئے اور اس سے سارا قصہ بیان کیا ان سے امیر نے کہا۔ اے جوان یہ فعل صلحاء کے نہیں ہیں، اس نے رو کے کہا واللہ میں نے کوئی چیز نہیں لی۔ ایک نے حاضرین میں سے کہا۔ اسکے کپڑے اتارو۔ اتار کے دیکھا گیا تو وہ کمربند اسکی کمر میں بندھا ہوا تھا دیکھتے ہی اس نے ایک چیخ ماری قریب تھا کہ اسکی جان نکل جائے اور وہ بیہوش ہو گیا۔ امیر نے کہا کہ میرے پاس دُرہ مارنے والے کو لے آؤ۔ ایک ہاتف نے کہا اے بندۂ خدا اس ولی اللہ کو نہ مار اسے ادب سکھایا گیا تھا۔ یہ سنتے ہی امیر نے ایک چیخ ماری جس سے اسکی جان قریب تھی کہ نکل جائے اور بیہوش ہو گیا جب اُس شخص صالح کو ہوش آیا تو کہا اے میرے مولا میری خطا معاف کر میں اپنا گناہ اور جرم جان گیا۔ میں ہی خطاوار ہوں اے میرے مولیٰ تیرے اس گناہ کو جو مجھ سے سہواً لاحق ہو گیا تھا مجھے اس پر مت پکڑ الامان الامان یا منان اس کے رونے پر مخلوق روتی تھی۔ جب امیر کو بیہوشی سے افاقہ ہوا تو اس بزرگ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور پوچھا اے دوست تیرا کیا قصہ ہے۔ اس جوان نے کہا سن میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ دنیا کی عمدہ اشیا نہ دیکھوں گا اور میں اس شخص پر صرافوں کے بازار میں گذرا اور اسکے کمربند کو غفلت میں دیکھ لیا۔ پھر نہ معلوم کیا ہوا کہ اتنے میں یہ شخص مجھ سے چمٹ گیا اور مجھے بُرا بھلا کہنے لگا اور کہتا تھا کہ تو نے میرا کمربند چرا لیا اور اس کا قصہ مجھے معلوم ہی نہیں یہ میرا قصہ ہے۔ پھر وہ یہ اشعار

پڑھتا ہوا چلا گیا

یا عدتی فی شدتی	ان لم تکن انت فمن
ینقذنی من الردی	یا صاحب الفعل الحسن
طوبیٰ لمن بات بکم	مشردا عن الوطن

(ترجمہ) اے میرے شدت کے وقت کے ذخیرے + اگر تو نہ ہو تو پھر کون ہے + جو مجھے ہلاکت سے بچائے + اے نیک فعل والے + خوش نصیب ہے وہ جو تیرے پاس شب گزارے + اپنے وطن سے بھاگ کر +

حکایت (۴۹۶) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ایک بار کوہِ لکام کی ایک پہاڑی پر گھوم رہا تھا دیکھا کہ ایک شخص کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے گرد درندے بیٹھے ہیں۔ جب میں اُن کی طرف کو بڑھا تو درندے بھاگ گئے اُن کے پاس سے اور اُنھوں نے بھی نماز میں تخفیف کی اور فرمایا اے ابوالفیض اگر تو صاف دل ہوتا تو تجھے بھی یہ وحوش تلاش کرتے اور پہاڑ بھی تیری جانب میلان کرتا۔ میں نے کہا دل صاف ہونے کے کیا معنے ہیں۔ کہا تو اللہ ہی کے واسطے خالص ہو جاتا اور اللہ تیرا قصد کرنے والا ہوتا۔ میں نے کہا اس مرتبہ پر بندہ کیونکر پہنچ سکتا ہے کہا اس درجہ کو تو اسوقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ مخلوق کی محبت تیرے دل سے نہ نکل جائے جیسا کہ شرک قلب سے نکل گیا ہے اسی طرح محبت بھی نکل جائے میں نے کہا یہ بات تو مجھ پر سخت ہے فرمایا عارفوں پر بہت ہی آسان ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حکایت (۴۹۷) حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک لڑکی کی تعریف کیگئی۔ میں نے پتہ دریافت کیا تو بتایا گیا کہ وہ ایک اجڑے ہوئے گرجا میں رہتی ہے۔ میں اس گرجا میں گیا تو وہاں ایک دُبلی پتلی لڑکی نظر آئی کہ راتوں نے اسے اپنے سینہ کے نیچے دبالیا ہے اور بیداری کی چھری سے ذبح کر دیا ہے۔ میں نے اسے سلام کیا اُس نے جواب دیا۔ میں نے کہا اے لڑکی نصاریٰ کے مکان میں اس نے کہا سر اُٹھا کے تو دیکھ کیا دونوں جہان میں سوائے خدا کے کوئی نظر آتا ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی تجھے تنہائی سے وحشت تو

تو نہیں ہوتی۔ کہا میرے پاس سے ہٹ جا قسم ہے اُسکی جس نے میرے دل کو اسرار حکمت سے بھر دیا ہے اور سینہ کو اپنے دیدار کے شوق سے پُر کر دیا ہے میرے دل میں غیر کی جگہ ہی نہیں ہے۔ میں نے کہا تم بڑی عقلمند نظر آتی ہو مجھ بھی تنگی سے نکال کر راستہ پر لگا دو۔ کہا اے جوان تقوے کو اپنا توشہ بنا اور پرہیزگاری کو اپنا راستہ اور ورع کو سواری اور خائفین کے راستہ پر چل یہانتک کہ تو ایک ایسے دروازہ پر پہونچے گا جس کے اوپر پہرہ نہیں ہو۔ اسوقت داروغوں کو حکم ہوگا کہ تیری مخالفت نہ کریں۔ پھر چند اشعار پڑھے ؎

من یعرف الرب ولم تغنه	معرفة الرب ذاك الشقی
ما ضر ذا الطاعة ما ناله	من طاعة الله وما قد لقی

(ترجمہ) جس نے خدا کو پہچانا اور پھر اُسے بے پروا نہ کیا + معرفتِ الٰہی نے وہ ہی بڑا بڑا شقی ہے + اور اطاعت کرنے والے کو ضرر نہیں ہے + اس مصیبت سے جسے اطاعت الٰہی میں پاتا ہے۔

حکایت (۴۹۸) حضرت معروف کرخیؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک خوبصورت نوجوان دیکھا ان کی خوبصورت زلفیں تھیں اور سر پر ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور بدن پر کتاں کا ایک کرتا تھا اور پاؤں میں تسمہ دار جوتا تھا۔ میں اُسے دیکھ کر متعجب ہوا۔ ایسے جنگل میں اسکا یہ لباس تھا میں نے کہا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس نے کہا وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ چچا صاحب۔ میں نے پوچھا اے جوان تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ کہا دمشق کا رہنے والا ہوں۔ میں نے کہا کب سے وہاں سے نکلے ہو۔ کہا آج ہی چاشت کے وقت مجھے تعجب ہوا کیونکہ اسجگہ سے جہاں میں نے اسے دیکھا تھا دمشق کئی منزل پر تھا۔ میں نے کہا کہاں جاؤ گے۔ کہا مکۂ معظمہ کو انشاءاللہ تعالےٰ۔ میں سمجھ گیا کہ وہ اُٹھایا ہوا جا رہا ہے اور اسے رخصت کر کے چلا گیا۔ تین سال تک میں نے اسے نہ دیکھا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھے اس شخص کے معاملہ میں فکر کرتا تھا کہ نہ معلوم میرے جدا ہونے کے بعد اسکا کیا حال ہوا تو ناگاہ دروازہ پر دستک دینے کی آواز آئی۔ میں نکل آیا تو وہی شخص تھا۔ میں نے سلام کیا اور اسکو گھر میں لے آیا

اسوقت وہ شخص ننگے سر اور ننگے پاؤں تھا اور بدن پر ایک کمل کا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا خبر ہے۔ کہا اے استاد مجھو اپنے فعل اور معاملہ کی اللہ تعالےٰ اطلاع نہیں کرتے ہیں۔ کبھی میرے ساتھ ملاطفت اور نرمی ہے۔ کبھی مجھپر اپنی ہیبت طاری کرتے ہیں کبھی مجھکو بھوکا رکھتے ہیں کبھی کھلاتے ہیں۔ کاش مجھکو اپنے اولیاء کے اسرار پر مطلع فرماتے۔ پھر جو چاہتے کرتے اور بہت روئے۔ حضرت معروف کرخی فرماتے ہیں کہ اسکی باتوں سے مجھے بھی رونا آیا اور میں نے کہا میرے بعد تم پر کیا ماجرا گذرا کچھ بیان کرو۔ کہا افسوس اُسے ظاہر کر دوں وہ چاہتا ہے کہ پوشیدہ رکھوں۔ ہاں پہلا کام جو میرے ساتھ میرے مولا و مالک نے کیا وہ یہ ہے کہ مجھے تیس دن تک بھوکا رکھا۔ اسکے بعد میں ایک کھیرے کے کھیت پر ایک گاؤں میں پہونچا دیکھا تو خراب کھیرے کھیت میں سے چُن کر پھینکے گئے تھے۔ میں ان میں سے چُن چُن کر کھا رہا تھا۔ اتنے میں کھیت کا مالک آیا اور ایک کوڑا لیکر میری پشت پر مارنے لگا اور کہتا جاتا تھا اے چور تیرے سوا کھیت کو کسی نے خراب نہیں کیا ہے۔ میں کئی روز سے تیری تلاش میں ہوں اب میں نے تجھے پکڑ لیا ہے۔ وہ مجھے مار رہا تھا کہ اتنے میں ایک سوار گھوڑا دوڑائے ہوئے اُس کے سر پر آ پہونچا اور کوڑا اس کے ہاتھ سے چھین کر کہا کہ اولیاء اللہ پر حملہ کرتا ہے اور انھیں مار کر ان کی اہانت کرتا ہے اور انھیں چور کہتا ہے۔ جب کھیت والے نے یہ حال دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور جتنی خاطر اور عزت ممکن تھا سب اُس نے میرے ساتھ کی اور معافی چاہی جبکہ میں اسکے پاس چور سے ولی بنگیا۔ اتنا حملہ کہنے پائے تھے کہ دروازہ کی ٹھوکنے کی آواز آئی اور وہی کھیت والا آیا اور اپنا سارا مال فقراء پر تقسیم کر دیا وہ شخص بڑا مالدار تھا اور اس جوان کے ساتھ ہولیا۔ دونوں حج کو گئے اور جنگل میں دونوں کی وفات ہوئی۔ رحمہما اللہ تعالےٰ۔

حکایت (۴۹۹) حکایت ہے کہ حضرت عیسےٰ اور یحییٰ علیہما السّلام ایک سفر میں ساتھ ہوئے ایک وقت یحییٰ علیہ السلام سجدہ میں سو رہے۔ وہ سجدہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے بھی کیا تھا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے انھیں جگانا چاہا۔ حق تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ اے عیسےٰ یحییٰ علیہ السّلام کی روح میرے پاس حضرت قدس میں ہے اور جسم میرے سامنے زمین پر ہے اور میں نے اُن سے بڑے بڑے

فرشتوں پر فخر کیا ہے۔ کسی کے اچھے شعر ہیں ؎

وقف علی الباب قلیلا	واجعل لذکر سبیلا
والزم الباب غدوا	وعشیا واصیلا
ان تعطنی لم تجدنی	للمحبین خلیلا
ان عندی للمطیعین	شرابا سلسبیلا
فاتعبوا الیوم قلیلا	تنعموا دھرا طویلا

(ترجمہ) تھوڑی دیر دروازہ پر کھڑا رہ ٭ اور ذکر کا راستہ بنا ٭ اور دروازہ ہی پر صبح ٭ وشام ورات کو کھڑا رہ ٭ اگر تو میری اطاعت کریگا تو مجھے نہ پائیگا ٭ رسوا کرنے والا اطاعت کرنے والوں کو میرے پاس مطیعین کے لئے شربت سلسبیل ہے۔ آج کے دن کچھ تکلیف اٹھالو ٭ تو مدت تک مزے اور آرام پاؤگے ٭

حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فکر کو جمع کرکے اور قلب کو حاضر کرکے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے روبرو کھڑا ہوا تصور کیا اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے ابو یزید میرے پاس کیا لائے ہو۔ میں نے کہا دنیا سے زہد لایا ہوں۔ فرمایا اے ابو یزید دنیا کی قدر میرے نزدیک مچھر کے پر کے برابر نہیں تھی۔ اس سے اس سے زہد واجتناب کیا۔ میں نے عرض کیا الٰہی میں اپنی اس حالت سے استغفار کرتا ہوں۔ میں تجھ ہی پر بھروسہ کرکے آیا ہوں فرمایا اے ابو یزید کیا میں نے جو ضمانت تجھ سے کی تھی اسمیں مجھ کو تو نے سچا نہ سمجھا اسکے لئے تجھے توکل کی اور ضرورت پڑی۔ میں نے کہا الٰہی میں ان دونوں حالتوں سے استغفار کرتا ہوں۔ میں تیرے ہی ساتھ آیا ہوں یا تیرا ہی محتاج ہو کے آیا ہوں۔ اسوقت فرمایا ہم نے تجھے قبول کیا۔ کسی کے اشعار ہیں ؎

دعوہ لا تلوموہ دعوہ	فقد علم الذی لم تعلموہ
رأی علم الھدی فسما الیہ	وطالب مطلبا لم تطلبوہ
اجاب دعاءہ لما دعاہ	وقام بحقہ واضعتموہ
بنفسی ذاک من ممنوح قرب	وطاعم مطعم لم تطعموہ

(ترجمہ) اسے ملامت نہ کرو چھوڑدو چھوڑدو ٭ وہ اسکو جانتا ہے جسے تم نہیں جانتے

اس نے ہدایت کا جھنڈا کھڑا ہوا دیکھا تو اسپر چڑھ گیا - اور اس نے ایسا مقصد تلاش کیا جسے تم نہیں ڈھونڈتے + جب خدا نے اسکو بلایا تو خدا کی پکار کو قبول کیا + اور وہ حق معبود پر قائم رہا اور تم نے ضائع کیا + اس مقرب بارگاہ پر میری جان قربان ہو جائے اس نے ایسا مزہ چکھا ہے جسے تم نے نہیں چکھا -

حکایت (۵۰۰) بعض زاہدوں سے مروی ہو فرماتے ہیں کہ میں ایک زاہدوں کی جماعت میں تھا ظہر کی نماز کا وقت آیا اور ہم ایک ایسے جنگل میں تھے جہاں پانی نہ تھا - ہم نے اللہ تعالےٰ سے پانی کے لئے دعا کی ابھی دعا ختم نہ کرنے پائے تھے کہ ہمیں دور سے ایک شے نظر پڑی ہم نے اس کا قصد کیا اور اللہ نے مسافت بعیدہ کو ہمارے لئے کوتاہ کر دیا اور ہم ایک عالی شان محل پر پہنچے - اسکے گرد باغ لگا ہوا تھا اور جا بجا نہریں اور چشمے جاری تھے - ہم نے اسپر اللہ کا شکر کیا اور وضو کر کے نماز پڑھی پھر محل کی جانب گئے تو اس کی دیوار پر دو بیت لکھے ہوئے تھے - ؎

هذا منازل اقوام عهدتهم	في رغد عيش خصيب ماله خطر
دعتهم نوب الايام فارتحلوا	الى القبور فلا عين ولا اثر

(ترجمہ) یہ منزل اس قوم کے ہیں کہ میں نے ان کو پایا تھا + کامل عمدہ عیش میں جسے کوئی اندیشہ ہی نہ تھا + پھر گردش زمانہ نے انہیں بلالیا اور وہ کوچ کر گئے طرف قبر کے اب نہ وہ خود ہیں اور نہ ان کا نشان ہے + اور درمیان محل کے ایک سونے کا تخت بچھا ہوا تھا اور اسپر یہ اشعار لکھے تھے ؎

لا زلت تطلب كل ما	يردي و تمعن في الطلب
وملكت ما امليت من	ارض الاعاجم والعرب
مدت اليك يد الردى	فذهبت فيمن قد ذهب

(ترجمہ) ہمیشہ تو ہر ایسی چیز طلب کرتا رہا + جو ہلاک کرنے والی ہے اور اسکے لئے خوب محنت کرتا تھا + اور تو اپنی امید کے موافق مالک ہو گیا عرب اور عجم کی زمین پر + تجھ پر موت نے ہاتھ لمبا کیا + اور چلیا اور لوگ مر گئے تو بھی مر گیا +
ہم نے وہاں ایک باغ دیکھا وہاں سنگ مرمر کی لوح لگی تھی اور اشعار

ذیل اسپر کندہ تھے ۔

قد کان صاحب ھذا القصر مغتبطا	فی ظل عیش یخاف الناس من باسه
اذ جاءه بغتة ما لا مرد له	فخر میتا و زال التاج عن راسه
فاخرج الی القصر فانظر کیف اوحشه	فقدان اربابه من بعد ایناسه

(ترجمہ) کبھی یہ محل والا بھی محسود خلائق تھا + عیش کے سائے میں تھا لوگ اسکی ہیبت سے کانپتے تھے۔ ناگہاں اسپر موت آئی جسے کوئی روک نہیں سکتا تھا + آخر وہ مرگیا اور تاج اسکے سر پر سے اتر گیا۔ تو اس محل میں چل کر دیکھ کہ کس قدر متوحش ہوگیا ہے + احباب کے گم ہوجانے کی وجہ سے بعد ازاں کہ پہلے آباد تھا + راوی کہتے ہیں کہ ہم نے ان اشعار کو بہت پسند کیا۔ پھر قبہ کی طرف گئے، اس کے وسط میں ایک قبر تھی اور اسپر لوح لگی تھی سنگِ مرمر کی اور ایک شعر اسپر کندہ تھا ۔

انا رهن التراب فی اللحد وحدی	واضعا تحت لبنة الترب خدی

(ترجمہ) میں مٹی میں پھنسا ہوا ہوں اور لحد میں تنہا ہوں۔ اور مٹی کی اینٹ پر میرا رخسار رکھا ہوا ہے + مناسب حال بعض لوگوں کے چند اشعار لکھے جاتے ہیں ۔

باتوا علی قلل الاجبال یحرسهم	غلب الرجال فلم تنفعهم القلل
واستنزلوا بعد عز عن معاقلهم	واسکنوا حفرا یا بئسما نزلوا
ناداهم صارخ من بعد ما دفنوا	این الاسرة والتیجان والحلل
این الوجوه التی کانت منعمة	من دونها تضرب الاستار والکلل
فافصح القبر عنهم حین ساءلهم	تلک الوجوه علیها الدود یقتتل
قد طال ما اکلوا دهرا وما نعموا	فاصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا

(ترجمہ) یہ لوگ پہاڑ کی چوٹیوں پر رہے اور ان کی حفاظت + مضبوط لوگ کرتے تھے۔ لیکن انھیں پہاڑ کی چوٹیوں نے نفع نہیں دیا + وہ اپنے پناہ کے مقام سے اتارے گئے بعد عزت کے + اور گڑھوں میں اتارے گئے۔ ہائے کیسی بری جگہ اتارے گئے + دفن کے بعد ایک شخص نے ان سے چلا کے پوچھا کہ وہ تخت و تاج اور خلعتِ فاخرہ کہاں گئے + وہ منھ کہاں گئے، جو نعمت و ناز کے پروردہ تھے + جن کے آگے چلمن اور پردے پڑتے تھے + جب اس نے

سوال کیا تو قبر نے جواب دیا + کہ ان کے چہروں پر کیڑے بلبلا رہے ہیں + بہت انھوں نے کھایا اور بہت ہی ناز و نعمت میں رہے + اور بہت کھانے کے بعد ایسے ہو گئے کہ خود ہی کھائے گئے + اسی مضمون میں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں اللہ تعالےٰ ان کو قبر میں انس دے اور ان سے معاملہ مہر اور لطف کا کرے اور اپنی جنت کے بیچ میں جگہ عطا کرے اور مسلمانوں کو ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین ؎

رکوب النعش انساھم رکوبا	علی الخیل لعتیقات النجاب
ولیل القبر انساھم للیل	بہ عرس لملیحات النقاب
وانساھم لفرش ناعمات	لھا قل زینو فرش التراب
علے الدود الخلا ودوغاص فیھا	اکولا للبھیات التراب

(ترجمہ) جنازہ کی سواری نے انھیں بھلا دیا سوار ہونا + عمدہ عربی گھوڑوں پر جو نجیب تھے + اور قبر کی رات نے بھلا دی ان کو رات + زفاف کی جو ملیح اور خوب صورت دلہنوں کے ساتھ گذاری تھی + انھیں نرم بستر سے فراموش ہو گئے + اور ان کے واسطے مٹی کے بستر بچھ گئے۔ کیڑے ان کے رخساروں پر چڑھ گئے اور گھس گئے + اور ان کی رونق کو مٹی نے کھالیا + اور کسی کے اشعار ہیں ؎

وقفت علے البنیان حین رأیتہ	فکبر للرحمٰن حین رأنی
فقلت لہ این الذین عھدتھم	حوالیک فی امن وخفض زمان
فقال مضوا واستودعونی رحالھم	ومن ذا الذی یبقے علی الحدثان

(ترجمہ) میں نے جب ایک عمارت دیکھی تو وہاں کھڑا رہا + اُس نے اللہ کی تکبیر کہی جب مجھے دیکھا + میں نے کہاں گئے وہ لوگ جن کے ساتھ تو نے زندگی بسر کی + اور وہ تیرے گرد امن اور خوش عیشی میں رہے + کہا چلے گئے اور اسباب میرے سپرد کر گئے اور عالم متغیر میں کون رہ سکتا ہے + اور حکایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آپ نے فرمایا کہ میں بقیع میں احباب کی زیارت کے واسطے گیا اور ایک ایک پر میں نے سلام کیا اور وہاں سے یہ شعر پڑھتا ہوا لوٹا ؎

مالی مررت على القبور مسلما	قبر الحبیب فلم یرد جوابی
یا قبر مالک لا تجیب منادیا	املت بعدی صحبۃ الاحباب

(ترجمہ) کیا وجہ ہے کہ میں قبروں پر سلام کرتا ہوا گزرا ÷ اور حبیب کی قبر پر سلام کیا تو جواب نہ ملا ÷ اے قبر کیا ہوا تجھکو جو جواب نہیں دیتی پکارنے والے کو ÷ کیا تو میرے بعد احباب کی صحبت کو بھول گئی ÷ ۔ فرمایا اسی وقت ایک بلند آواز سے مجھے یہ جواب دیا گیا ؎

قل للحبیب وکیف لی بجوابکم	وانا الرهین بجندل وتراب
اکل التراب محاسنی فنسیتکم	وحجبت عن اهلی وعن احبابی

(ترجمہ) حبیب سے کہدے کہ میں کیونکر جواب دوں ÷ کہ میں تو مٹی اور پتھروں میں پھنسا ہوا ہوں ÷ مٹی میری رونق کو کھا گئی اور میں تمہیں بھول گیا اور اپنے احباب و اقربا سے پوشیدہ ہو گیا ÷ اور بعض بزرگوں کے اشعار ہیں ؎

لیالیک تفنی والذنوب کثیرۃ	وعمرک یبلی والزمان جدیدا
وتحسب ان النقص فیک زیادۃ	وانت على النقصان حین تزید

(ترجمہ) تیری راتیں فنا ہو جاتی ہیں اور گناہ بڑھتے جاتے ہیں ÷ اور عمر تیری پرانی ہوتی جاتی ہے اور زمانہ نیا ہوتا جاتا ہے ÷ تو نقصان کو زیادتی جانتا ہے ÷ حالانکہ تو جس قدر بڑھتا ہے اسی قدر گھٹتا ہے ÷ اور بعض کے اشعار ہیں جو ایک قبر پر لکھے ہوئے تھے

مقیم الى ان یبعث الله خلقه	لقاؤک لا یرجی وانت قریب
تزید بلى فی کل یوم ولیلة	وتبلی کما یبلی وانت حبیب

(ترجمہ) تو یہاں مقیم ہے جب تک اللہ مخلوق کو زندہ کرے ÷ تو دل میں قریب ہے لیکن تیری ملاقات کی امید نہیں ÷ ہر دن رات بوسیدگی بڑھتی جاتی ہے ÷ اور جس قدر زمانہ پرانا ہوتا جاتا ہے تو بھی پرانا ہوتا جاتا ہے مگر تو بہر حال میں حبیب ہے ÷ اور چند اشعار دنیا کے متعلق ایک شخص کے ہیں ؎

ومن یکن همه الدنیا لیجمعها	فسوف یوما على زعم یخلیها
لا تشبع النفس من دنیا تجمعها	وبلغت من قوام العیش تکفیها
لا دار للمرء بعد الموت یسکنها	الا التی کان قبل الموت یبنیها

فمن بناها بخیر طاب مسکنه فاغرس اصول التقی ما عشت مجتهدا	ومن بناها بشر خاب بانیها واعلم بانک بعد الموت تجنیها

(ترجمہ) جس کا قصد دنیا کا جمع کرنا ہو ÷ وہ ایک دن ذلت کے ساتھ اُسے چھوڑیگا ÷ جس دنیا کو جمع کر رہا ہے اس سے نفس کا پیٹ نہیں بھرتا اور تھوڑی سی دنیا زندگی قائم رکھنے کو کافی ہے ÷ آدمی کو مرنے کے بعد رہنے کا کوئی مکان نہیں ہے ÷ مگر وہی جس کو اس نے موت سے پہلے بنایا ہے ÷ جس نے موت سے پہلے اچھا مکان بنالیا تو اسکو اچھا مکان مل گیا اور جس نے برا مکان بنایا تو بنانے والا رسوا ہوا ÷ زندگی میں کوشش کر کے تقوے کا درخت لگا ÷ اور یہ سمجھ لے کہ موت کے بعد تو اس کا پھل توڑیگا۔

تتمہ روض الریاحین

حضرت مؤلف علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اول میں جن حکایتوں کے بیان کا وعدہ کیا تھا وہ ختم ہو چکیں وہیں پر یہ وعدہ کیا تھا کہ ایک خاتمہ اخیر میں بیان کیا جائیگا جو دو فصلوں پر مشتمل ہو گا اور ایک ختام الخاتمہ بھی جو ایک فصل پر مشتمل ہو لہٰذا اب حسب وعدہ خاتمہ کا بیان کیا جاتا ہے انشاء اللہ تعالے۔

واللہ الموفق والمعین۔

فصل اول جواب میں ان شبہات کے جن کو بعض فقہائے مصنفین نے فقراء پر وارد کئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالے نے حکایات کے انکار میں بہت مبالغہ کیا ہے جنمیں ایک حکایت نمبر ۱۷ شیخ ابوحمزہ خراسانی کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں حج کو گیا۔ میں چلتے چلتے ایک کنوئیں میں گر پڑا۔ میرے نفس نے تقاضا کیا کہ کسی سے مدد چاہوں۔ میں نے کہا واللہ میں کسی سے مدد نہیں چاہوں گا۔ ابھی خیال پورا نہ ہوا تھا کہ دو آدمی کنوئیں پر سے گذرے ایک نے دوسرے سے کہا آؤ اس کنوئیں کا منھ بند کر دیں تاکہ اسمیں کوئی گر نہ پڑے چنانچہ انھوں نے بانس اور نرسل جمع کر کے کنوئیں کا منھ بند کر دیا میرا ارادہ ہوا کہ انھیں پکاروں پھر جی میں کہا کہ اسے نہ پکاروں جو ان سے بھی قریب ہے اور خاموش ہو رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چیز نے آکر کنوئیں کا منھ کھولا اور اپنے پاؤں لٹکائے اور گنگناتی آواز سے کچھ کہا گویا وہ کہتے تھے کہ میرے پاؤں سے لٹک جا۔ یہی میری سمجھ میں آیا اور میں اس کے پاؤں سے لٹک گیا اور اس نے مجھے نکال لیا۔ دیکھا تو وہ شیر تھا، پھر وہ چلا گیا اور ایک ہاتف نے مجھ سے کہا اے ابوحمزہ کیا یہ اچھا نہ ہوا کہ ہم نے تجھے ایک مہلک شے کے ذریعہ ہلاکت سے بچایا میں یہ اشعار پڑھتا ہوا چلا۔

نھانی حیائی منك ان اکشف الھوی	فاغنیتنی بالفھم منك عن الکشف
فلطفت فی امری فابدیت شاھدی	الی غائب واللطف یدرك باللطف

ترائیت لی فی الغیب حتّٰے کأنما	تبشرنی بالغیب انک فی الکف
اراک وبی من ھیبتی لک وحشۃ	فتونسی بالطف منک وبالعطف
وتحیی عجبا انت فی الحب حتفہ	وذا عجب کون الحیاۃ مع الحتف

(ترجمہ) مجھے حیا نے تیری محبت کے اظہار سے روکا + تو خود ہی سمجھ گیا اور اظہار سے مجھ غنی کر دیا۔ میں نے نرمی کی اور اپنا ظاہر حال + غائب کی جانب سپرد کر دیا + نرمی ہی سے مستحق لطف ہوتا ہے + مجھے تو غیب ہی میں ایسا نظر آیا گویا کہ تو + مجھے بشارت دیتا ہے کہ تو میرے پاس ہے + میں تجھے دیکھتا ہوں تو مجھے تیری ہیبت سے وحشت ہوتی ہے اور تو مجھے اپنے لطف و مہربانی سے مجھ سے انس کرتا ہے + تو ایسے محب کو زندہ کرتا ہے جس کو تو نے محبت سے قتل کیا ہے۔ یہ عجب ہے کہ موت کے ساتھ حیات پیدا ہوتی ہے + اس حکایت پر حضرت ابو الفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ شیخ ابو حمزہ خراسانی نے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالا اور یہ شرعًا جائز نہیں ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ ارشاد رب العباد ہے یعنی اپنے ہاتھوں سے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض ہی صحیح نہیں ہے کیونکہ شیخ ابو حمزہ سے یہ فعل ایسی حالت میں صادر ہوا ہے جبکہ یقین کامل اور قلب بصیر اور حالت عالی انھیں عطا ہو چکی ہے اور حیا بھی ایسی پیدا ہو گئی ہے جو انھیں متنبہ کرتی رہی ہے جیسا کہ شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیکھتے۔ اگر کبھی ضرورتًا مخلوق کی جانب التفات بھی ہو تو ایسا جیسا کہ ہوا میں ذرات کا وجود ہوتا ہے کہ اگر اصلی تفتیش کیجائے تو واقع میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس منکر پر وہ حالت طاری ہو جائے جو ان حضرات پر طاری ہوئی تھی تو یہ شخص بھی اس کا انکار نہ کرتا اس منکر کے انکار میں ایک تعجب یہ ہے کہ وہ بزرگوں کے معتقد ہیں اور ان کے کلام اور ان کی حکایات اور کرامات سے اپنے کلام کو مزین بھی کرتے ہیں۔ پھر ایسی حکایت کا ایک ایسے شخص سے جس نے ماسوی اللہ سے فانی ہو کر روشن قلب حاصل کیا ہو اور ملک ملکوت میں سوائے اس ذات کے جو اسکے نفس کیطرف اپنے سے بھی قریب ہے اور ضرر کو دفع کرنے والا الٰہ واحد ہی کسی کو نہ دیکھتا ہو اس سے صادر ہونیکا کیونکر انکار کرتے۔ زیادہ تعجب اسوجہ سے ہے کہ جس کرامت

کا انھوں نے انکار کیا اس کا شاہد شرع میں موجود ہے جو پورا شاہد ہے وہ یہ ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حکمِ الٰہی سے ہوا میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے فرمایا آپ سے کچھ حاجت نہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو فرمایا سوال کی حاجت نہیں وہ حالت جانتے ہیں پھر فرمایا حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ یہ جو کچھ حضرت ابراہیم سے ہوا یہ کیا تھا ان کا کمال یقین اور مقام رفیع ہی تو تھا۔ علاوہ اسکے علماء محققین رضی اللہ عنہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ باعتبار توکل لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ اب نہ اپنے نفس کے لئے نفع حاصل کرتے ہیں نہ اس سے ضرر دفع کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہر جگہ ضروریات اور غیر ضروریات سب میں جاری رکھتے ہیں نہ اپنے کو دشمن سے بچاتے ہیں نہ درندوں سے اور اپنے واسطے کوئی سبب پیدا نہیں کرتے حتّٰی کہ بعض لوگ کسی درخت پر گذرتے اور ان کا کپڑا کسی کانٹے میں اٹک جاتا تو کپڑے کو کانٹے سے چھڑانے کی کوشش نہیں کرتے یہانتک کہ ہوا چلتی اور کپڑے کو کانٹے سے چھڑا دیتی۔ حضرت قطب مقاماتِ یقین حجۃ اللہ فی العارفین ابو محمد سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توکل کا یہ مقام ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے ایسا بن جائے جیساکہ مردہ غسال کے سامنے ہوتا ہے کہ جدھر پلٹاوے پلٹ جاتا ہے اسکی کوئی حرکت اور تدبیر نہیں ہوتی ہے۔ **دوسری قسم** وہ لوگ ہیں کہ ضروریات میں اسباب کی تلاش کرتے ہیں نہ غیر ضروریات میں خواہ دفع ضرر کے لئے ہو یا جلب منفعت کیواسطے۔ اس طریق پر جمہور انبیاء اور اولیاء کا عمل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے زمانہ میں کفار سے بچ کر غارِ ثور میں پوشیدہ ہونا جس کو منکر نے استدلال میں پیش کیا اسی قبیل ثانی سے ہے یہ جمہور انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے جیساکہ ہم نے بیان کیا مگر اس میں منکر کو کچھ نفع نہیں ہے کیونکہ بعض اولیاء احتراز نہیں کرتے اور اپنے نفس کے لئے کوئی سبب کسی شے کے واسطے تلاش نہیں کرتے جیساکہ پہلے اس کا بیان کیا گیا۔ اُن سے غلبۂ حال میں جبکہ ان کے اختیارات مسلوب ہوتے ہیں بعض اشیاء ایسی صادر ہوتی ہیں جنپر غیروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جو حضرات اولیاء اسباب کو بالکل ترک کرتے ہیں وہ ان سے افضل ہیں جو ضروریات

میں اسباب سے کام لیتے ہیں بلکہ بسا اوقات امر بالعکس ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز سے محترز نہ تھے۔ کبھی کبھی بڑے بڑے خوفناک مقاموں میں تنہا تشریف لیجاتے تھے۔ جیساکہ یوم حنین وغیرہ میں۔ اسی طرح آپ کے اصحاب کی بھی حالت تھی اور یہ اکثر احادیث میں مذکور ہے۔ اس کا ذکر طویل ہے اور اولیاء کی قوت حالت اور شدتِ یقین وکثرتِ کرامات آپ ہی کے فضل واحسان سے حاصل ہوئی ہے اور آپ ہی کیطرف منسوب کی جاتی ہے اور آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ آسان طریق پر چلتے تھے جس پر خواص وعوام باسانی چل سکیں اگر سواروں اور قافلوں سے آگے سخت مشکل راستہ پر آپ چلتے جیسے آپ چل سکتے تھے اور اکثر لوگ نہیں چل سکتے تھے تو آپ اُن پر رؤف ورحیم کیسے ہو سکتے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم پر ایسے ہیں جیساکہ حق تعالی نے فرمایا کہ تمہاری تکلیف اس پر شاق ہے وہ تم پر حریص ہیں مومنوں پر رؤف ورحیم ہیں خدا آپ کو ہماری طرف سے افضل جزا عنایت فرمائے اور بعض قوی لوگ قافلوں میں خوفناک راستہ پر سب سے آگے چلتے ہیں۔ انھیں دوسرے لوگ منع نہیں کرتے تیسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جو کل اسباب میں داخل ہیں خواہ اسباب ضروریہ ہوں یا غیر ضروریہ مگر ان کا اعتماد مسبب ہی پر ہے نہ کہ سبب پر۔

منجملہ ان حکایتوں کے جنکو ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا ہے ایک وہ حکایت ہے جو بعض بزرگوں سے مروی ہے کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ کا ہے کہ آپ کسی شہر میں زیادہ شہرت کے اندیشہ سے نہیں رہتے تھے ایک شہر میں داخل ہوکر بہت مشہور ہوگئے۔ آپ نے اس شہرت کے زائل کرنے کا ارادہ کیا تاکہ اس سے جو ضرر پیدا ہوتا ہے وہ بھی دفع ہوجائے اور آپ ایک حمام میں گئے وہاں بادشاہ زادی کے کپڑے رکھے ہوئے تھے جنھیں اس نے اس نے اتار کر حمامی کے پاس امانت رکھا ہوا تھا۔ جب حمام والا ان سے غافل ہوا تو آپ نے وہ کپڑے پہن لئے اور ان پر اپنے کپڑے پہنے اور آہستہ آہستہ آگے چلے تاکہ تلاش کے بعد لوگ انھیں پکڑیں اور انھیں چور جانیں اور صلاحیت کی شہرت جاتی رہی چنانچہ آپ کو لوگوں نے گرفتار کیا اور کپڑے چھین لئے اور خوب مارا اور شہر میں آپ کا نام حمام کا چور رکھا گیا۔ آپ نے نفس سے کہا کہ یہاں

رہنا مناسب ہے اس حکایت پر یہ اعتراض کیا گیا کہ یہ فعل شرعاً ناجائز ہے کیونکہ انھوں نے ایک فعل حرام کیا اور اپنے آپ کو موضع تہمت اور مقام عقوبت میں پیش کیا اور یہ فعل بھی چند وجوہ سے حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے جو بعض فقراء نے دیا ہے جبکہ اُن سے بعض فقہاء نے اس حکایت کے متعلق سوال کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ اسکے جواز پر تم دلیل ظاہر قائم کرو جو فقہ کے مطابق ہو اور فقیروں کی باتیں ہم نہیں جانتا تو ان سے ان فقیر صاحب نے فرمایا کہ تم جس قسم کی دلیل چاہتے ہو وہ بھی موجود ہے اور مشہور ہے پوچھا وہ کیا ہے۔ فرمایا کیا ظاہر فقہ میں ضرورت کے وقت بعض محرمات کا استعمال جائز نہیں ہے جیسا کہ بعض نجاستوں کا دوا میں استعمال کرنا۔ فقیہ صاحب نے فرمایا ہاں یہ جائز ہے تو فقیر صاحب نے فرمایا ہاں یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ انھوں نے اپنے قلب کا ایک حرام شے سے علاج کیا۔ اسوقت فقیہ نے اعتراف کیا اور کہا یہ جواب بعینہ فقہ ہے۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیان میں کچھ اضافہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جب بعض اجسام کا علاج محرمات سے کرنا جائز ہے تو بالضرور قلب کا علاج جو محل معرفت اور محلِ نور ہے کسی شے محظور سے کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے اور اسمیں بہ نسبت سابق کے خرابی کم ہے کیونکہ دونوں مرضوں میں بہت فرق ہے۔ مرضِ جسم تو نعمت اور موجب حسنات ہے اور مرض قلب موجب نقمت اور ہلاکت ہے۔ ہلاکِ بدن کہاں اور ہلاک دین وایمان کہاں۔ دین کی ہلاکت میں اللہ کا غضب ہے اور اسکی رحمت سے بعد ہے اور شیطان سے قرب ہے اور جسم کی ہلاکت ایسی نہیں ہے بس اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ قلب کا علاج مرضِ شہرت سے کرنا زیادہ اولیٰ و الیق ہے اور علاج ہر مرض کا اسکے ضد سے ہوتا ہے چنانچہ علاج حرارت کا برودت سے اور برودت کا حرارت سے کیا جاتا ہے اسی طرح مرض شہرت کا علاج حضرت خواص نے شہرت عدم صلاحیت سے کیا۔ یہ واضح ہے زیادہ ایضاح کی اسمیں کوئی ضرورت نہیں چنانچہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قلب کی شرافت اس حدیث میں بیان فرمائی ہے الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ الا وھی القلب اخرجاہ فی الصحیحین۔ یعنی جسم میں ایک مضغۂ گوشت ہے اگر وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ فاسد ہو گیا

تو سارا جسم فاسد ہوتا ہے وہ دل ہے۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے صحیحین میں روایت کی ہے۔

منجملہ ان حکایات کے ایک حکایت حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کی ہے جو کتاب میں گذر چکی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے ایکبار جی میں آیا کہ تو بخیل ہے میں نے کہا کہ بخیل نہیں ہوں کہا نہیں تو بخیل ہے۔ میں نے نیت کر لی کہ جو چیز ابتداءً مجھے ملے گی وہ میں جس فقیر سے پہلے ملاقات ہو اسے دیدوں گا۔ ابھی یہ خیال پورا بھی نہ ہوا تھا کہ فلاں شخص میرے پاس پچاس دینار لے آیا۔ اس شخص کا نام بھی حضرت نے بیان فرمایا تھا۔ میں ان دیناروں کو لے کر فقیر کی تلاش میں چلا پہلے ایک نابینا فقیر سے ملاقات ہوئی جو حجام کے آگے بیٹھا تھا اور حجام اسکے بال مونڈ رہا تھا۔ میں نے وہ دینار اس فقیر کے سامنے پیش کئے اس نے کہا حجام کو دیدے میں نے کہا یہ دینار ہیں یہ سنکر انھوں نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا ہم نے نہیں کہا تھا کہ تو بخیل ہے۔ میں نے اس حجام کے سامنے وہ دینار پیش کئے۔ اس نے کہا جب سے کہ شیخ میرے سامنے بیٹھے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ سے اسی وقت عہد کر لیا ہے کہ ان کی حجامت کے دام میں نہ لونگا آخر میں نے ان دیناروں کو لے جا کر دریا میں پھینک دیا اور کہا اللہ تعالیٰ تیرا برا کرے جس نے تجھ سے محبت کی اس نے ذلت اٹھائی۔ اسپر اعتراض کیا گیا کہ حضرت شبلیؒ نے مال ضائع کیا اور یہ شرعاً ناجائز ہے۔ اس کا جواب تین وجوہ سے دیا گیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ فعل آپ نے مقام حال میں کیا ہے اور صاحب حال جب حس ظاہری سے غائب ہوتا ہے تو احکام شریعت کا مکلف نہیں ہوتا لہذا اسپر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے انھوں نے اس مال میں کوئی ایسی سمیت دیکھی ہو کہ وہ مال جس کسی کے پاس جاتا اس کو ہلاک کر دیتا اسلئے انھوں نے اس مال ہی کو ضائع کر دیا جیسا کہ سانپ کا زہر ہوتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے انھیں اس مال کے ضائع کرنے کا اذن اشارۃً مل گیا ہو بایں طور کہ وہ اس ضائع کرنے پر مضطر ہو گئے ہوں اور بلا ضائع کئے چارہ نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

انہیں میں کی ایک احمد ابن ابی الحواری کی حکایت ہے جبکہ انھیں

شیخ ابو سلیمان دارانی نے گرم تنور میں گھسنے کا حکم فرمایا اسوجہ سے کہ انھوں نے شیخ سے ایسے وقت میں کلام کیا کہ ان کا دل خدائے تعالیٰ کی جانب مشغول تھا انھوں نے بار بار یہ کلمہ کہا کہ حضرت استاذ تنور گرم ہوگیا ہے۔ فرمایا جاؤ اسمیں گھس جاؤ انھوں نے شیخ سے عہد کیا تھا کہ کسی بات میں ان کی مخالفت نہ کریں گے چنانچہ آپ تنور میں گھس گئے اور کچھ دیر اسمیں رہے۔ پھر شیخ ابو سلیمان نے خدام سے کہا کہ احمد کے پاس جاکر انھیں تنور میں سے نکالو وہ بالکل جلے نہیں ہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ یہاں حضرت احمد ابن الحواری نے تنور میں داخل ہوکر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا یہ جائز نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ حضرت احمد کو اپنی قوتِ یقینیہ سے یہ بات معلوم ہوگئی ہو کہ رعایت عہد اور وفا پر ثابت قدمی انھیں ہر خوفناک اور مہلک شئے سے بچائے گی اور ان پر اس وقت ایسا حال طاری ہوگیا ہو کہ ان کو اس حال میں ایسا استغراق حاصل ہوگیا ہو کہ حرارتِ نار کا احساس بھی نہ ہوا ہو چنانچہ ایک عارف سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ سچا آدمی اپنی سچائی کی پناہ میں ہوتا ہے یعنی اپنی سچائی کی حفاظت کے لئے اگر مہالک کا بھی ارتکاب کرے تو اسکو اسکی سچائی ہلاکت سے بچائے گی اور خدا کے حکم سے وہ ہلاکت سبب نجات بنجائیگی اسی قبیل میں اللہ تعالےٰ کا قول ہے قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علےٰ ابراھیم یعنی اے آگ ٹھنڈی ہوجا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر باعث سلامت بنجا۔

اُن میں ایک یہ حکایت ہے جو پہلے گذر چکی ہے کہ ایک بزرگ تجرید کی حالت سے حج کو چلے اور اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیا کہ کسی سے سوال نہیں کریں گے۔ راستہ میں ایک مدت ایسی گذر گئی کہ انھیں کچھ میسر نہ ہوا اور چلنے سے عاجز ہوگئے پھر دل میں کہا کہ یہ وقت ضرورت کا ہے حق تعالےٰ فرماتے ہیں اپنے ہاتھوں سے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ اگر اگر میں سوال نہیں کرتا تو قافلہ سے رہا جاتا ہوں اور ہلاک ہوا جاتا ہوں کیونکہ ضعف نے چلنے سے عاجز کردیا ہے اور عجز کی وجہ سے قافلہ سے پیچھے رہ جاؤں گا جب قافلہ چھوٹ جائیگا تو ہلاک ہی ہوجاؤں گا یہ سوچ کر ارادہ سوال کا کیا۔ اس وقت دل سے ایک جوش اور خیال اور پیدا ہوا جس نے اُسے

سوال کرنے سے روک دیا۔ پھر کہا مر جاوں گا۔ لیکن وہ عہد جو میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان ہے اُسے نہ توڑوں گا۔ چنانچہ قافلہ نکل گیا اور وہ رہ گیا اور موت کے انتظار میں قبلہ کی جانب منھ کر کے لیٹ گیا۔ اس حالت میں دیکھا کہ ایک سوار اُسکے سرہانے کھڑا ہے اسکے پاس ایک صراحی ہے اس نے اس صراحی سے اسے پانی پلایا اور ان کی حاجت روائی کی پھر پوچھا قافلہ سے ملنا چاہتے ہو۔ کہا قافلہ اب کہاں ملیگا۔ اُس نے کہا اٹھ چل چنانچہ اُس کے ساتھ چند ہی قدم چلا تھا کہ اس نے کہا یہاں ٹھہر جاؤ قافلہ آتا ہوگا وہ وہاں ٹھہرے رہے دیکھا تو قافلہ پیچھے سے آرہا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس حکایت میں بعینہ وہی اعتراض ہے جو اس سے اگلی حکایت میں گذرا اور اس کا وہی جواب ہے جو اس کا جواب گذر گیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ فقراء سے علم ظاہر کے خلاف جو افعال صادر ہوئے ہیں انکے واسطے صحیح محمل میں ایک یہ ہے کہ کہا جائے کہ اس حکایت کی نسبت ہی ان کی طرف غلط ہے یہانتک کہ اس نسبت کی صحت یقینی طور پر معلوم ہو جائے دوسرا یہ ہے کہ ثبوت صحت کے بعد اس فعل کی ایسی تاویل کی جائے جو ظاہر شرع کے موافق ہو جائے۔ اگر علم ظاہری کے مطابق کوئی تاویل نہ ملے تو کہا جائے ممکن ہے اسکی کوئی باطنی تاویل ہو گی جس کو علمائے باطن جانتے ہیں جو عارفین ہیں اور اس مقام پر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کیا جائے تیسرا محمل یہ ہے کہ وہ فعل ان سے سُکر اور بیہوشی میں صادر ہوا ہو اور جو شخص جائز طریق سے بیہوش ہوا ہو وہ اس حالت بیہوشی میں غیر مکلف ہے باوجود ان تمام تاویلات کے ان کے ساتھ سوء ظن رکھنا بے توفیقی ہے حق تعالیٰ خسران سے اور برے قضاء سے اور بلا سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اس سارے قصہ کے بعد میں کہتا ہوں کہ خدا تمہیں اور مجھ پر رحم کرے۔ خوب سمجھ لو کہ جس کا دل فقراء اور صالحین و صدیقین کے احوال کے تیقن اور ان کے عشق و محبت سے پُر ہے اور ان کے اخلاق کو جانتا ہے تو اسکو فقراء کی روایتیں مفید ہوتی ہیں اور وہ ان کو اچھے صحیح محمل پر حمل کر لیتا ہے اگرچہ ظاہر میں حمل اس کا صحیح نہ ہو سکے اور ان کے احوال ملیحہ کے مطابق ان کی تاویل

کرلیتا ہے منجملہ ان تاویلات کے یہ بھی تین تاویلیں ہیں جنھیں میں نے ابھی ذکر کیا ہے اور جو شخص ان کے احوال سے واقف ہی نہیں ہو نہ اس نے ان کی سی شراب پی ہو نہ ان کا سا مزہ چکھا ہے نہ ان کے علوم وطریقہ سے واقف ہو نہ ان سے ملا ہے نہ ان کے ساتھ حسن ظن ہی پیدا کیا ہے تو وہ اگر توفیقِ خداوندی نہ ہو تو بلاشبہ ان سے انکار کریگا۔ اقوال میں بھی اور افعال میں بھی اور اعمال میں بھی۔ کسی قائل کا قول بہت ہی اچھا ہے ؎

ایقدح فیمن شرف اللہ قدرہٗ	ومازال مخصوصا بہ طیب الثنا
رجال لھو سر مع اللہ صادق	فلا انت من ذاک القبیل ولا انا

(ترجمہ) کیا نقصان بیان کرتا ہے ان میں جن کی اللہ نے قدر افزائی کی ہو ؛ وہ اسکے مخصوص بندے ہیں نیک صفت والے ہیں ؛ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا اللہ کے ساتھ سچا راز ہے ؛ نہ تو ویسا ہے اور نہ میں ویسا ہوں ؛ اور فقراء میں سے جن لوگوں کی تکفیر میں اختلاف ہو اسمیں میرا مسلک یہ ہو کہ توقف کیا جائے اور ان کا حال اللہ کے سپرد کیا جائے اور ان کے کلام کا مطالعہ نہ کیا جائے کیونکہ اسمیں کوئی مصلحت نظر نہیں آتی خصوصًا اس شخص کے واسطے جو قواعد شرع کی تحقیق نہیں رکھتا اور اصل و فرع کا امتیاز نہیں جانتا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جو کام اسکے محبوب اور پسندیدہ ہوں اُسکی توفیق عطا کرے اور بخشش اور عافیت دین و دنیا اور آخرت میں سب کو عنایت فرماوے۔ میں نے جو حکایات بیان کی ہیں ان میں جو بعض مشائخ کا یہ قول ہو کہ میں نے غوث کو مکۂ معظمہ میں سنہ ۱۳۱۵ھ میں دیکھا جو قطب تھے۔ آپ ایک سونے کی بہلی پر سوار تھے اور اس بہلی کو ملائکہ سونے کی زنجیروں سے ہوا میں کھینچے لئے جاتے تھے۔ اسکے انکار میں بعض نے جلدی کی لیکن یہ قابل انکار نہیں ہو کیونکہ یہ فعل انھوں نے خود نہیں کیا بلکہ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے ان کے لئے یہ اعزاز عالمِ ملکوت میں کیا ہے نہ کہ اس عالم میں جو محل تکلیف ہو۔ اگر حق تعالیٰ جل شانہ اپنے بعض بندوں کو اجازت دے کو وہ ریشمین لباس پہنیں اور بندہ بھی مثلاً یقینًا اذن کو جان لے اور وہ اُسے پہن لے تو ایمیں شرع کی ہتک نہیں ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُسے علم الیقین کیونکر حاصل ہو سکتا ہو

تو میں کہونگا کہ حضرت خضر علیہ السّلام کو جبکہ انھوں نے لڑکے کو قتل کیا علم یقین کہاں سے حاصل ہوا حالانکہ حضرت خضر علیہ السّلام ولی ہیں نبی نہیں ہیں یہی قول اہل علم کے نزدیک صحیح ہے۔ اسی طرح جمہور اہل علم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السّلام ابھی زندہ ہیں۔ یہی اولیاء کے نزدیک یقینی ہے اور فقہاء نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور اصولیین اور بعض محدثین نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ یہ اجماع بر حیات خضر علیہ السّلام حضرت امام شیخ ابوعمر ابن صلاح رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے ان سے امام محی الدین نووی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے اور اسی مذہب کی تقریر اور تائید کی ہے اور فقہاء کی ایک جماعت نے شیخ امام عزالدین ابن عبدالسّلام رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ حضرت خضر علیہ السّلام کی نسبت کیا فرماتے ہیں کیا وہ زندہ ہیں۔ فرمایا اگر تم کو ابن دقیق العید یعنی امام تقی الدین ابن دقیق العید رضی اللہ عنہ یہ خبر دیں کہ انھوں نے خضر علیہ السّلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو کیا تم ان کی تصدیق کرو گے یا تکذیب کروگے کہا نہیں ہم ان کی تصدیق کرینگے۔ فرمایا قسم ہے اللہ کی ستر (۷۰) صدیقوں نے خبر دی ہے کہ انھوں نے خضر علیہ السّلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہر ایک ان میں سے ابن دقیق العید سے افضل ہے انتہی کلامہ۔ میں کہتا ہوں کہ یہی مذہب صحیح و مختار ہے نزدیک علماء محققین کے جو فرماتے ہیں کہ عارفین احکام خداوندی کو بدرجہ اولی جانتے ہیں۔ یہی قول شیخ عزالدین ابن عبدالسّلام وغیرہ کا ہے اور شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے بعض اولیاء کا جنھوں نے حضرت خضر علیہ السّلام کو دیکھا تھا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میرے پاس اتنے اتنے فقیہوں سے اچھے ہیں۔ اسی طرح مجھ سے بعض بزرگ علماء نے یعنی قاضی نجم الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مکہ میں خبر آئی کہ سید امام عارف باللہ اسمٰعیل ابن محمد حضرمی نے وفات پائی اُسوقت حضرت سیّد امام عارف باللہ احمد بن موسیٰ ابن عجل رضی اللہ عنہ مکۂ معظمہ میں تھے۔ فرمایا امید ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے عوض ایک سو فقیہوں کو فدیہ کر دے پھر خبر آئی کہ وہ زندہ ہیں نہیں مرے اور ایک مدت کے بعد اُن کا انتقال ہوا۔ ہم پھر اپنا مقصود بیان کرتے ہیں۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اولیاء اللہ کا معتقد اور ان کی کرامات کا مصدق اور ان کے اخبار کا ماننے والا ہے وہ یقین کریگا کہ حضرت خضر علیہ السّلام زندہ ہیں کیونکہ اولیاء صدیقین ہر زمانہ میں فرماتے آئے ہیں کہ

انھوں نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ان سے یہ مشہور اور مستفیض ہے اور یہ روایات ان سے ثقات علماء نے مشہور کتابوں میں نقل کی ہیں میں نے بھی اس کتاب میں متعدد حکایتوں میں ذکر کیا ہے کہ ایک جماعت مشائخ کبار نے ان سے ملاقات کی ہے لیکن انکی اسناد میں نے حذف کردی ہے اور بعض شیوخ نے بیان کیا ہے کہ شیخ کبیر عارف باللہ سہل ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن لوگوں سے متوجہ ہو کر اچھی اچھی باتیں کیں لوگوں نے عرض کیا کہ اگر ہر روز آپ ایسا بیان کیا کرتے تو ہمیں بہت نفع حاصل ہوتا۔ فرمایا میں نے آج یہ باتیں اس لئے کیں کہ میرے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے تھے اور فرمایا کہ تم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کلام کرو آج تمھارے بھائی ذوالنون کا انتقال ہو گیا میں تمھیں ان کی جگہ مقرر کرنے آیا ہوں اگر مجھ سے آپ کا جو استاذ الاساتذہ ہیں حکم نہ ہوتا تو تم لوگوں سے میں گفت گو نہ کرتا۔ اور حضرت شیخ جلیل عارف باللہ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عیذاب کے جنگل میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا فرمایا اے ابوالحسن حق تعالیٰ اپنا لطف جمیل تمہارے ساتھ کرے اور سفر و حضر میں تیرا ساتھی رہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھسے بعض مشائخ یمن نے بیان کیا کہ سختی میں ان کے پاس خضر علیہ السلام راحت لے آتے ہیں۔ اسکے متعلق مشائخ کی روایتیں حد و حصر سے زیادہ ہیں چنانچہ ان میں شیخ کبیر عارف ابوعبداللہ قرشی بھی ہیں اور بہت سی مخلوق جن کا احاطہ متعذر ہے بعض محدثین جو خضر علیہ السلام کے زندہ ہونے کے منکر ہیں انھوں نے حدیث سے تمسک کیا ہے لیکن ان کا استدلال ٹھیک نہیں ہے کیونکہ وہ حدیث جمہور علماء کے نزدیک ماول ہے ہم اطناب کی وجہ سے جو ہمارے مقصود کے خلاف ہے اس سے درگذر کرتے ہیں اور ان قطب صاحب کی حکایت ہیں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ انکا نام احمد ابن عبداللہ بلخی تھا مراد اس سے یہ ہے کہ جن قطب صاحب کو انھوں نے دیکھا تھا ان کا نام احمد ابن عبداللہ بلخی تھا۔ مراد اس سے یہ ہے سونے کی سوار تھے۔ یہ اس زمانہ کے قطب تھے اور ان کا یہ نام اور ان کی یہ نسبت تھی نہ کہ ہمیشہ کے قطب تھے۔ کیونکہ مقام قطبیت بدلتا رہتا ہے اور قطبیت ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اس کا ذکر اس کتاب کے مقدمہ میں گذر چکا ہے۔ میں نے حضرت

شیخ جلیل عارف باللہ نجم الدین اصفہانی رضی اللہ عنہ سے مقام ابراہیم کے پیچھے سنا فرماتے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ جس زمانہ میں قرآن شریف اُٹھالیا جائیگا۔ اس زمانہ میں انھیں بھی اپنے پاس بلالے۔ میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس قدر قطب اور اولیاء ہونگے سب موت طلب کرینگے۔ کیونکہ نیکوں کے لئے بعد اُٹھائے جانے قرآن شریف کے کوئی اچھی زندگی میسر ہی نہیں ہو سکتی۔ اور اثنا ء حکایات میں میں نے بیان کیا ہو کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ معدودے چند اولیاء ایسے ہیں کہ وہ یکے بعد دیگرے بدلتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی حالت رہیگی۔ مراد اس سے یہ ہے کہ صور پھونکنے کے قریب تک یہ حالت رہیگی کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے پر قیامت قائم نہ ہوگی۔ اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ اہل قرآن اور اہل علم مر جائیں گے۔ ان سے علم اور قرآن چھینا نہیں جائیگا۔ اور حدیث شریف میں جو آیا ہو کہ کچھ لوگ ہمیشہ قیامت تک حق پر قائم رہیں گے اور غالب رہیں گے اسلیئے دیگر احادیث پر نظر کر کے اسکی تاویل کرنی ضرور ہو۔ علماء نے اسکی تاویل یہ کی ہے کہ قیامت تک سے مراد قرب قیامت تک ہے اور میں نے شیخ علی کردی کی حکایت میں یہ جو بیان کیا ہو کہ ان بزرگوں میں سے اکثر اپنے اخفاء کے واسطے جذب اور دیوانگی اور تجرید سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو اس توہم میں ڈالتے ہیں کہ نہ وہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں اور لوگوں کے سامنے برہنہ رہتے ہیں تاکہ اُن کے ساتھ بدگمانی کی جائے اور انھیں بزرگ نہ سمجھا جائے حالانکہ واقع میں وہ لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں مگر اس طور سے کہ صرف خدا کو معلوم ہو اور کسی کو نہ ہو۔ بعض اوقات ایسے لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے لوگوں نے دیکھ بھی لیا ہو وہ خلوت میں نماز ادا کرتے ہیں لوگوں کے سامنے نہیں پڑھتے۔ یہ بات صحیح ہے ان لوگوں کا مذہب ظاہر ہے یہ اپنی برائیوں کو ظاہر کرتے ہیں اور نیکیاں پوشیدہ کرتے ہیں اور وہ لوگوں کے درمیان زندیق مشہور ہونے سے کوئی پروا نہیں کرتے جبکہ اللہ کے پاس وہ صدیق ہیں وجہ یہ ہو کہ وہ ہر وقت نمائش کے دفع کرنے میں مبالغہ کرتے ہیں اور اور مخلوق کے دل سے اپنے کو گراتے ہیں چونکہ انمیں اخلاص کامل ہوتا ہو اور ان کے نفوس شوائب شرک خفی سے بھی پاک ہوتے ہیں جن سے سوائے خاص بندوں کے کوئی بچ ہی نہیں سکتا ہو اسوجہ سے وہ نہ لوگوں کی مدح سے خوش ہوتے ہیں نہ ان کی مذمت سے ناخوش

ہوتے ہیں اور بعض ان میں ایسے ہیں جو لوگوں کے سامنے نماز ادا کرتے ہیں لیکن لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نماز میں ہیں اور اپنی حالت کی وجہ سے لوگوں پر پوشیدہ رہتے ہیں ان کے اطوار عقل کے ادراک سے آگے بڑھے ہوئے ہیں عقل انکا ادراک نہیں کرسکتی اسکا ادراک نور سے ہوتا ہے جس کو صرف بعض عارفین جانتے ہیں میں نے بعض علماء ظاہر سے کہ بعض فقہاء نے بعض فقراء پر ان کے کسی فعل سے انکار کیا جو فعل عقلی تھا انھوں نے فرمایا اے فقیہ یہاں چند چیزیں عقل کے ادراک سے بھی آگے نکلی ہوئی ہیں تم مجھ دیکھو میں اب کہاں نظر آتا ہوں دیکھا تو وہ ہوا پر بھی تھے اور اپنی جگہ پر بھی تھے۔ اسی طرح بعض اہلِ علم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک بزرگ نماز پڑھتے ہوئے دیکھے نہیں جاتے تھے۔ ایک دن وہ بیٹھے تھے کہ اقامت ہوئی ایک فقیہ نے بطور انکار کے ان سے کہا اٹھو نماز پڑھو چنانچہ جماعت میں کھڑے ہوگئے اور تکبیر تحریمہ ان کے ساتھ کی اور رکعت اوّل بھی اُن کے ہمراہ ادا کی فقیہ صاحب ان کے پہلو میں تھے اُنھیں دیکھتے جاتے تھے جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے اور فقیہ صاحب نے دیکھا تو وہ نہ تھے ان کی جگہ پر کوئی اور کھڑا تھا انھیں دیکھکر تعجب ہوا جب تیسری رکعت میں کھڑے ہوے تو ایک تیسرا آدمی نظر آیا اُنھیں تعجب اور زیادہ ہوا چوتھی رکعت میں ان تینوں کے سوائے کوئی چوتھا آدمی نظر آیا اُنکا تعجب بہت ہی شدید ہوگیا۔ جب سلام پھیرا تو ان کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا تو وہی بزرگ بیٹھے ہوئے تھے جنپر پہلے انکار کیا تھا اور ان کے پاس ان تین آدمیوں سے جنھیں انھیں اثناء نماز میں دیکھا تھا کوئی نہ تھا۔ انھیں دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔ ان مجذوب فقیر صاحب نے ان کی طرف دیکھ کر تبسم کیا اور فرمایا اے فقیہ ان چاروں میں سے کس نے تمہارے ساتھ یہ نماز ادا کی تھی۔ انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں میں نے سنا ہے کہ حضرت قضیب البان رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی ایک قصہ ایک فقیہ کے ساتھ صادر ہوا ایسے ہی وہ بھی حکایت ہے جو مجھے پہونچی ہے کہ حضرت شیخ المعظم کبیر الشان جو صعید کے باشندے اور مفرج کے نام سے مشہور تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو بعض مریدوں نے عرفہ کے دن عرفات پر دیکھا اور ایک مرید نے انھیں اپنی ہی جگہ پر دیکھا کہ وہاں سے کہیں پر نہ گئے تھے۔ یہ واقعہ ہر ایک مرید نے دوسرے سے بیان کیا اور آپسمیں نزاع ہوگیا اور ہر ایک نے اپنے قول کی تصدیق میں بی بی کے طلاق کی قسم کھائی پھر دونوں نے اپنا واقعہ شیخ کے سامنے پیش کیا اور اپنی قسم کا بیان کیا۔ شیخ نے دونوں کو ان کے اقرار پر رکھا اور کسی کی بی بی کو طلاق نہ دی گئی۔ حضرت

شیخ صفی الدین ابن ابی المنصور رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں ہیں نے شیخ مفرج رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس قصّہ کا ان کے نزدیک کیا حکم ہے کہ کوئی حانث نہ سمجھا گیا حالانکہ ایک کو حانث نہ جاننے سے دوسرے کا حانث ہونا لازم آتا ہے۔ اس سوال کے وقت ہمارے ساتھ ایک جماعت تھی اُن میں اہل علم بھی تھے جو معتبر علماء میں گنے جاتے تھے۔ ہم سے شیخ نے فرمایا اسمیں گفت گو کرو اور اپنی اپنی تحقیق اس مسئلہ کے متعلق بیان کرو گویا آپ نے اجازت دی کہ ہم اس مسئلہ کے اسرار میں اپنی تحقیق بیان کریں۔ ہر ایک نے ان علماء میں سے بحث کی لیکن وجوہات کافی بیان نہ کئے۔ مجھ پر وہ مسئلہ اسوقت منکشف اور واضح ہو گیا تھا۔ پھر شیخ نے میری طرف ارشاد فرمایا کہ تو اسکو واضح کر میں نے کہا کہ جب ولی اپنی ولایت میں ثابت قدم ہو جاتا ہے اور اپنی روحانیت میں تصرف کر سکتا ہے تو انھیں قوت دیجاتی ہے کہ ایک وقت میں اپنی خواہش کے مطابق متعدد صورتوں میں متعدد مقامات پر اپنے کو ظاہر کر سکتے ہیں پس وہ صورت جسے عرفات پر دیکھا تھا وہ بھی حق ہے اور جو صورت اپنی جگہ پر تھی وہ بھی حق ہے تو ہر ایک اپنی یمین میں صادق ہے اسوقت حضرت شیخ مفرج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور میری توضیح کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا جو میں نے ان متنازعین کی حکم کے متعلق بیان کی تھی۔ رضی اللہ عنہم۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب اس قسم کے ان جملہ اشکالوں کا جواب بن سکتا ہے جو اور کہیں پیدا ہو گئے ہوں جیسا کہ ایک شخص کی نماز چار آدمیوں نے ادا کی ہر ایک نے ایک رکعت ادا کی اور ایک شخص کو فقیہ نے ہوا میں بھی اور زمین پر بھی ایک ہی وقت میں دیکھا۔ اور ایک شخص نے حضرت سہل بن عبداللہ کی صورت میں آکر لوگوں کو نصیحت کی تھی اور حاضرین جانتے تھے کہ وہ سہل بن عبداللہ ہیں اور سہل اسوقت اپنے گھر میں تھے۔ یہ حکایت پہلے گذر چکی ہے اور بہت سے دیگر اشکالات جو غیر عارفین کو معلوم ہوتے ہیں اور عارفین کو کوئی اشکال ہی پیدا نہیں ہوتا نہ یہ چیز اُنھیں حسنِ اعتقاد سے باز رکھتی ہے جیسا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کو شیخ علی کردی رضی اللہ عنہ کی حالت نے ان کی زیارت سے باز رکھا باوجود اپنے جلیل الشان اور عالی منزلت اور یکتائے

روزگار ہونے کے ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ محبّت کی حالانکہ شیخ علی کردی ان کے سامنے برہنہ ہو گئے تھے لیکن آپ نے اسکی بھی پروا نہیں کی اور باوجودیکہ لوگوں نے بیان کیا کہ وہ نماز نہیں پڑھتے کیونکہ آپ ان کی ولایت جانتے تھے۔ خدا تم پر رحم کرے تم خود غور کرو کہ ایسے جلیل القدر بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین کو دیکھو اور ان کی تواضع اور حسنِ ادب اور شیخ علی کردی کی زیارت کو جانا دیکھو باوجودیکہ مسافر آنے والے کی زیارت کو لوگ جایا کرتے ہیں نہ کہ مسافر لوگوں کی زیارت کو جاتا ہے۔ خدا ان دونوں پر رحمت نازل کرے اور پھر بہت سے ان لوگوں کو دیکھو کہ انھیں شیخ علی کردی پر کس قدر طعن کرتے ہیں اور انھیں فاجر زندیق کہتے ہیں البتہ جنھیں حق تعالےٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے وہ اگرچہ انھیں عارفین کی طرح پہچانتے ہیں نہیں لیکن ان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ میں نے بعض بڑے بڑے فقہا ہمین سے سنا ہے جبکہ اُن سے ایک مجذوب جو عدن میں مشہور تھے یعنی شیخ ریحان کا ذکر کیا گیا جن کا ذکر اس کتاب میں پہلے بھی گذرا ہے اور ان کی کچھ کرامتیں بھی بیان کی گئی ہیں تو ان عالم صاحب نے بیان فرمایا کہ میں نے اُن سے کچھ ناجائز افعال سرزد ہوتے دیکھا جو ظاہر شرع کے رو سے بالکل درست نہیں تھے۔ میں نے جی میں کہا دیکھو اس بدکار کو جو تارک شرع ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ صالح ہی کیونکر ایسے منکرات میں پیش قدمی کرتا ہے جو بالکل حرام ہیں۔ جب رات ہوئی تو میرا گھر آگ سے جل گیا۔ انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ مجذوب و مجرّب لوگ بہت ہیں نہ اُن کے اعداد کا شمار ہو سکتا ہے نہ انکی کرامات و بزرگی کا شمار ہو سکتا ہے لیکن کبھی اور لوگ بھی ان کے مشابہ اپنے آپ کو بناتے ہیں اور مکر سے ان میں داخل ہوتے ہیں حالانکہ اس گروہ سے وہ لوگ بالکل خارج ہیں کیونکہ ہمیشہ لوگوں میں سچے اور جھوٹے فرمانبردار اور فاسق اور صدیق اور زندیق مخلوط ہوتے ہیں۔ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب ایک ہی صورت میں اچھے اوصاف والے بھی اور بداطوار لوگ بھی رہیں گے تو التباس پیدا ہو جائیگا اور جب یہ کیونکر معلوم ہو سکتا ہی کہ اُن کا معتقد کم نفع نہیں پائیگا اور ان کے اعتقاد کا نفع حاصل کر لیگا، کیونکہ جس سے اعتقاد ہو یہ نہیں معلوم وہ

مجذوب صادق ہے یا مکار فاسق ہے۔ اس کا کیا جواب ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے دو جواب ہیں ایک طویل و بسیط ہے اور ایک مختصر ہے۔ جواب بسیط یہ ہے کہ حُسن ظن مسلمانوں کے ساتھ خصوصاً بزرگوں کے ساتھ بہت ہی اچھا کام ہے۔ اسمیں حصول ثواب اور رفع عذاب بھی ہے اور دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں اور تکلیفات دُور ہوتی ہیں۔ یہ بات ہر نیک آدمی پر واضح ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر ایک پر بزرگ ہونے کا عقیدہ رکھا جائے بلکہ اس شُبہ کی وجہ سے جو اعتراض میں بیان کیا گیا ہمیں تفصیل کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ اس تفصیل میں بھی سخت دقت ہے کیونکہ باطن کی حالت پر اللہ تعالیٰ ہی مطلع ہے یا جس کو اس نے مطلع فرمایا جہانتک مجھ پر ظاہر ہوا ہے اور شرح صدر ہوا ہے اسکے اعتبار سے میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک معتقد یعنی دوسروں پر اعتقاد رکھنے والے ایک مُعتقَد یعنی جن پر اور لوگ اعتقاد رکھتے ہیں پہلی قسم والے پھر دو قسم پر منقسم ہیں ایک وہ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہیں ایک وہ جنھیں یہ نور نہیں ہے اور تقسیم اوّل کی دوسری قسم والے جن پر لوگ اعتقاد رکھتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو ظاہر شرع کے خلاف کا ارتکاب کرتے ہیں اور جانتے بھی ہیں کہ یہ خلاف شرع ہے اور اسپر اصرار بھی کرتے ہیں۔ ایک غیر مرتکب، کل چار قسمیں ہوئیں ۱ معتقد ناظر بنور اللہ ۲ معتقد غیر ناظر بنور اللہ ۳ معتقد مرتکب معاصی ۴ معتقد غیر مرتکب معاصی۔ قسم اول چونکہ اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہیں وہ خود اچھے بُرے پر حکم لگا سکتے ہیں تو وہ خود حاکم ہیں محکوم نہیں ہیں انھیں جسطرح اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے بتلا دیا تھا اُس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں۔ دوسری قسم جو معتقد ہیں کہ بغیر نور الٰہی کے دیکھتے ہیں جیسے کہ ہم لوگ ہیں اُنکا حکم اخیر کے دو اقسام اقسام معتقد کے اختلاف سے بدل جائیگا مثلاً یہ معتقد غیر مرتکب معاصی کے ساتھ ہر حالت میں حسن ظن رکھیں گے اور قسم اول یعنی جو مرتکب معاصی ہیں اُنکی پھر تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جن کے ساتھ عارفین کاملین عقیدت رکھتے ہیں۔ اُن سے انھیں بھی عقیدت رکھنی چاہیئے۔ دوسرے وہ ہیں جن کا مشائخ عارفین انکار کرتے ہیں انھیں ان سے اعتقاد نہ رکھنا چاہیئے۔ ایک تو اس وجہ سے

کہ وہ لوگ منکرات میں مبتلا ہیں۔ دوسرے اسوجہ سے کہ بزرگ بھی ان کی مخالفت کرتے ہیں
تیسری قسم وہ ہے جنھیں یہ نہیں معلوم کہ آیا بزرگ بھی انھیں اچھا جانتے ہیں یا نہیں۔
ان کی پھر دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اُن سے کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ ایسے شخص
کے ساتھ ہم بدگمانی کریں کیونکہ وہ خلافِ شرع منکرات کا مرتکب ہے اور اسپر اصرار
کرتا ہے اور اسکے مقابل کوئی کرامت بھی معارض نہیں ہے نہ کسی کو بزرگوں میں ان کے
ساتھ حسنِ اعتقاد ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ ان سے کوئی کرامات ظاہر ہوں ان کی
بھی تین قسمیں ہیں اول وہ جو دینداری اور طاعت وعبادت میں اسقدر مشہور ہے کہ
ان سے اختلاط یا کسی اور وجہ سے ان کی دینداری پر ظنِ غالب اور اعتقاد ہوسکتا ہے
ایسے آدمی کے ساتھ ہمیں حسن عقیدت رکھنا چاہیئے کیونکہ کرامت اور دینداری دونوں
ان کے پاس جمع ہیں ممکن ہے جو بات ان سے خلافِ شرع صادر ہوئی ہو اسمیں کوئی
راز باطنی ہو جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ دوسری قسم وہ ہے کہ وہ جادوگری اور فسق اور کہانت
کے ساتھ پہلے ہی سے مشہور ہے اُسپر بھی ہم بدگمانی کرینگے اور اسپر قدح اور انکار
کریں گے کیونکہ اسمیں نہ دین ہے نہ کرامت ہے کیونکہ یہ جو کچھ خلاف عادت
اس سے ظاہر ہوا یہ کرامت نہیں ہے بلکہ جادو اور کہانت ہے یہ ہر شیطان کے
دوست کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے نعوذ باللہ منہ اور کرامت ولی اللہ کے ہاتھ پر
ظاہر ہوتی ہے اور ساحر و کاہن کا دین میں کوئی اعتبار نہیں بلکہ بعض سحر تو کفر ہوتے ہیں
اسیطرح اگر منجم کہ یہ اعتقاد کرتا ہے کہ ستارے بذاتہا مؤثر ہیں اور وہ طبیب بھی جو سمجھتا
ہے کہ طبیعت فی نفسہ مؤثر ہے یہ سب کافر ہیں حق تعالیٰ ہمیں اور جملہ مسلمانوں کو دین
و دنیا و آخرت میں عافیت عطا کرے آمین تیسری قسم وہ شخص ہے جو مجہول الحال ہے
نہ اسکی دینداری معلوم ہے نہ بددیانتی نہ جادوگر ہونا معلوم ہے نہ اس سے خرق
عادت ہونا ظاہر ہے۔ اس کے بارے میں ہم توقف کریں گے اور اسکی حالت
میں غور کرینگے اُسکا امتحان کرینگے تجربہ کریں گے اُس کے ساتھ مباحثہ کریں گے
اُسکے اقوال و افعال میں اعمال و احوال میں کیونکہ اسمیں دو چیزیں متعارض جمع ہیں فضیلت
موجب کرامت ہے یعنی خرقِ عادت اور ذات جو موجب ملامت ہے یعنی ارتکاب معاصی اور

اسکے ساتھ اوبحث میں اور امتحان اور مجالست میں ادب کو ملحوظ رکھیں گے - اگر ہمیں پہلی دو اقسام میں سے کسی ایک میں اُنکا داخل ہونا اس تجربہ سے معلوم ہو گیا تو اُن میں انہیں لاحق کر کے انہیں کا سا معاملہ کہ ہینگے ساتھ کرینگے - اگر کچھ معلوم نہ ہو تو ان سے جو منکر صادر ہوتا ہے اسے دیکھیں گے کہ وہ فاحش ہے یا غیر فاحش ہے اگر فاحش ہے تو ان سے الگ رہیں گے حتیٰ کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ اُن سے قرب مناسب ہے کیونکہ منکر کا تو ہمیں یقین ہے اور کرامت میں ظاہرًا و باطنًا شک ہے - اگر وہ منکر غیر فاحش ہے تو ہم اُن کے قریب ہوں گے جب تک ہمیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ دُوری اُن سے بہتر ہے کیونکہ کرامت کا احتمال ہے اور مسلمانوں کے ساتھ حسنِ ظن مستحب ہے لیکن تھوڑا سا خلاف شرع کام اس سے محفوظ نہیں ہیں مگر بہت کم لوگ اور طبیب خالص کا وجود بہت ہی نادر ہے اس مضمون میں شاعر کا قول ہے ؎

من لك بالخص وليس محضٌ يخبث بعض ويطيب بعض

(ترجمہ) تجھے خالص کہاں مل سکتا ہے خالص تو ہے ہی نہیں ، جو ہے اسمیں کچھ اچھا ہے اور کچھ بُرا ہے یہ جو بیان کی گئیں یہ دس قسمیں ہوئیں ایک قسم اور باقی رہ گئی وہ یہ کہ جس کا حال معلوم نہ ہو اُس سے کوئی خرق عادت صادر ہو اور کوئی منکر فعل بھی اس سے ظاہر نہ ہو اسکے ساتھ حسنِ ظن رکھیں گے جب تک کہ ہمیں اسمیں برائی کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو یہ سارا بیان جب ہے کہ جب کرامات کا ظہور بلا تحدی اور دعوی کے ساتھ ہو جیسا کہ کرامات اولیاء کے بیان میں مقدمہ میں بطورِ شرط و تفصیل اور استثناء کے بیان ہو چکا ہے اور جسمیں سبب مدح و ذم دونوں متعارض ہوں اور دونوں سبب مساوی بھی ہوں ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی نہ ہو سکے اور شک پیدا ہو جائے اور ان کا حال ہم پر مخفی رہے تو ہم اسمیں توقف کریں گے نہ ان کے نیک ہونے کا حکم لگائیں گے نہ بُرے ہونے کا نہ ان کی مدح کرینگے نہ ذم نہ ان سے عقیدت کرینگے نہ انھیں جانچیں گے بلکہ ان کا حال اللہ کے حوالہ کرینگے جو علیم و خبیر ہے جس کے مثل کوئی نہیں ہے سنتا ہے دیکھتا ہے - یہ جواب مجھ پر ظاہر ہوا ہے واللہ اعلم بالصواب - اور جواب مختصر اور بسیط کا اختصار ان تقسیمات اور اقسام میں یہ ہے کہ کہا جائے کہ لوگ تین قسم پر ہیں - ایک قسم وہ ہے جن پر ہم عقیدت رکھیں ایک وہ جن پر عقیدت نہ رکھیں ایک وہ جس کے حق میں توقف کریں - قسم اول پر تین باتوں میں سے ایک پر ہم اعتقاد کرینگے - ایک تو اس وجہ سے

کہ اپنر اہلِ باطن اعتقاد کرتے ہیں وہ جس حال پر بھی ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ کسی بُرے کام پر اصرار نہ کریں۔ تیسرا یہ کہ اسمیں دینداری اور کرامت جمع ہو مع شرائط کے اگرچہ ظاہر میں وہ بعض منکرات پر اصرار کریں۔ دوسری قسم پر بوجہ اسکے کہ ان میں تین باتیں جمع ہیں ہم اعتقاد نہ کرینگے اوّل یہ کہ ظاہر شرع میں جو فعل بُرا ہے وہ اس کا ارتکاب کرتے ہیں اور جان کر اُسپر اصرار کرتے ہیں دوسرے ان سے کوئی خرق عادت ظاہر نہیں ہوتی تیسرے اُن سے اہلِ باطن کا اعتقاد ہونیکا ہمیں علم نہیں ہے اور قسم ثالث میں بوجہ جمع ہونے تین باتوں کے ہم توقف کرتے ہیں ایک تو ان سے خرق عادت ظاہر ہوتی ہے دوسرے ان کی حالت ہمیں معلوم نہیں تیسرے ان کا ارتکاب کرنا اور اصرار کرنا ایسے معاصی پر جسے وہ جانتے ہیں کہ معصیت ہے پھر ہم ان سے اور ان کی جانب سے بحث کرینگے اگر ہمیں کوئی دلیل جو اُن کی نیکی یا برائی پر ظاہر ہو جائے تو اُسکے مقتضاء پر عمل کرینگے ورنہ اگر وہ معصیت فاحش ہو تو ان سے الگ رہیں گے اگر فاحش نہ ہو تو ان سے ملتے رہیں گے واللہ اعلم یہ پہلی بیان کا اختصار ہے۔ اسمیں جو سات قسم سے کلام کیا گیا ہے ان سب کا اختصار بھی ہے اور سارے احکام کو بھی شامل ہے یہ جو کچھ میں نے مجہول الحال کی نسبت ذکر کیا ہے کہ جب انکا حال تم پر ظاہر نہ ہو تو اُن کی معصیت کو دیکھیں اگر فحش ہو تو اُن سے الگ ہو جائیں اگر فحش نہ ہو تو ان سے ملیں یہ میں نے بطور احتیاط کے کہا ہے ورنہ جو ولی صادق ہو وہ ساحر زندیق اور کاہن فاسق سے مشتبہ نہیں ہوتا ہے بلکہ ادنیٰ ملاقات سے دونوں پہچان لئے جاتے ہیں بلکہ صرف ایک ہی نظر میں معلوم ہو جاتے ہیں کیونکہ علامت مقربین اور ابرار کی زندیق اور فجار کی سی نہیں ہوتی یہ تو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے نیز دونوں فریق کے آداب بھی ایک سے نہیں ہیں نہ برکات ایک سے ہیں نہ سکون و حرکات ایک سے ہیں یہ ان سے ملنے جُلنے سے معلوم ہوتا ہے اگر کوئی خبیث ظاہر میں عمدہ لباس سے کتنا ہی اپنے اپنے کو چھپاوے لیکن باطن سے ایسی بوئے خبیث آئیگی جو اسکی بدبو اور سچی خوشبو میں تمیز کر دیگی اُسکے باطن سے خباثت کی بو نکلے گی اور پاس بیٹھنے والے کو لوہار کی بھٹی کی طرح جلادیگی اور اُسکے باطن سے طاعت کی خوشبو مہکے گی اور ہمنشین کو ایسا معطر کرے گی جیساکہ حامل مشک عطار ہوتا ہے ایک شعر مطابق حال ہے ؎

یکون اجاجا دونکم فاذا انتھی ۔۔۔ الیکم تلقی طیبکم فلیطیب

(ترجمہ) تم سے دور رہنے کی حالت میں تلخ و بے مزہ ہوتا ہے۔ جب تمہارے پاس پہنچتا ہے تو تمہارے مزہ سے وہ بھی مزیدار ہو جاتا ہے + اسی طرح اگر کوئی بد شکل عورت ہر قسم کا عمدہ اور اعلیٰ گراں بہا

زیور ولباس پہنے تو وہ حسینوں کے مثل نہیں ہوتی اگرچہ حسین کے پاس زیور ولباس عمدہ نہ ہو۔ ایک تو چشمہ سراب ہے اور دوسرا آب شیریں کا گھاٹ ہے دونوں میں کیا مناسبت علی ہذا ایک تو اوپر کا پوست ہوتا ہے اور ایک مغز ہوتا ہے دونوں میں بڑا فرق ہے یہ باتیں بداہت عقل سے معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس بیان میں میرے اشعار ہیں ؎

لعمرک ما شوہا بحلے تزینت / کحسنا وان کانت عن الحلے عاطلہ
اذا مادعت حسنا وتزویر حلیہا / شہود فدعوی صاحب الزور باطلہ

(ترجمہ) قسم ہے تیری عمر کی وہ بدصورت عورت جو زیور سے آراستہ ہو مانند حسین عورت کے نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ وہ زیور سے معطل ہو۔ اگر وہ بدشکل حسن کا دعویٰ کرے اور اسپر زیور کے جھوٹے گواہ پیش کرے تو جھوٹے گواہ والے کا دعویٰ باطل ہے۔ یہ جو کچھ میں نے تفصیل و تقسیم کے ساتھ جواب دیا اور کسی کو یہ جواب ذکر کرتے ہوئے میں نے نہیں سنا لیکن میرا گمان ہے کہ جو شخص فقہا وغیرہ میں سے موفق ہو اور فقرا کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو وہ میرے ساتھ اس اعتقاد میں ضرور اتفاق کریگا مگر جو لوگ مجسمہ ہیں ان سے موافقت کی امید نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ اولیاء اور صالحین صوفیہ پر طعن کرتے ہیں بلکہ ان ائمہ علما پر بھی جو ان کے مذہب کے خلاف ہیں اور اپنے صحیح مذہب سے ان کے باطل مذہب کو رد کرتے ہیں جیسا کہ حضرت حبر المعظم حنبلی وجہ سے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام پر فخر فرمایا کہ تمہاری امت میں بھی ایسا عالم ہے انہوں نے فرمایا نہیں یعنی امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہمکو اسناد متصل کیساتھ حضرت شیخ کبیر عارف باللہ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ سے پہونچی ہے رضی اللہ عنہما ونفعنا بہ آمین۔ آپکے واسطے سوائے حضرت کے اور بہت صدیقین نے مقام عالی اور مرتبہ بلند کی بشارت دی ہے میں نے آپ کے حق میں چند شعر کہے ہیں ؎

ابو حامد غزال غزل مدقق / من العلم لم یغزل کذا لک مغزل
بہ المصطفیٰ باہی لعیسی بن مریم / فقال صدقا خالیا عن تقول
اصبر کہذا فی حواریک قال لا / وناہیک فی ہذا الفخار الموثل
لہ فی منامی قلت أأنت حجۃ / لاسلامنا لی قال ما شئت لی قل

(ترجمہ) ابو حامد علم کا ایسا باریک تاگا کاتنے والے ہیں کہ ویسا کسی تکلے میں نہ کتا ہوگا۔ آپکے ساتھ آنحضرت نے حضرت عیسیٰ پر فخر کیا۔ آپنے بات نہیں بنائی بلکہ سچ فرمایا۔ پوچھا آپکے حواریوں

ہیں بھی ایسا کوئی عالم ہو کہا نہیں ہمو ان کے کامل فخر کے واسطے یہ کافی ہو ہیں نے ان سے خواب میں دریافت کیا کیا آپ ہی حجت ہیں :: ہمارے اسلام کے فرمایا تو جو چاہے کہدے۔ اور حضرت عارف باللہ احمد بن ابو الخیر صیاد یمنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور آپ کا یہ قول اسناد کے ساتھ ثابت ہے ان میں سے ایک یہ ہو کہ ایک بار آپ بیٹھے ہوئے تھے آپنے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے اور ایک گروہ ملائکہ زمین پر نازل ہوئے انکے ساتھ سبز لباس اور سواری تھی اور ایک قبر پر آ کھڑے ہوئے اور ایک شخص کو قبر سے نکال کر انھیں وہ خلعت پہنایا اور پھر اس سواری پر سوار کر کے آسمان پر لے چلے پھر انھیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر لیجاتے رہے حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں سے اوپر لے گئے اس کے بعد ستر پردے اٹھائے گئے فرماتے ہیں مجھے تعجب ہوا اور اس سوار کو پہچاننے کا ارادہ ہوا مجھ سے کہا گیا کہ یہ امام غزالی ہیں پھر مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی انتہا کہاں پر ہوئی رضی اللہ عنہ وعن علماء المسلمین ایسے ہی امام کبیر شہیر ولی کبیر حضرت محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور دیگر علماء بھی ہیں جنکا شمار میرے احاطہ سے باہر ہو جو کہ علماء محققین اور فقہاء مدققین جو صالح اور مدقق ہیں اور ہمیشہ طعن کرنے والے ان باتوں کے درپے رہتے ہیں جسے وہ اپنے زعم میں لغزش جانتے ہیں اور ایسے موقعہ کو غنیمت جان کر اپنے تکفیر کی اغراض پوری کرتے ہیں اور جہانتک ان سے ہو سکتا ہے ان کی عزت میں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اگر انھیں سزا دینا بھی ممکن ہو تو اسمیں بھی جلدی کرتے ہیں خدا انھیں اسپر قادر نہ کرے حتیٰ کہ اگر فقراء اپنے کلام میں ایسے استعارات و مجاز کا استعمال کریں جو کہ فصحاء کے کلام میں ہوتے ہیں اور کلام میں ایسا معنے ملبس پہنائیں جس سے اہل علم و فضل و بلاغت کے واقف ہیں اور فضیلت جانتے ہیں تو یہ لوگ اُسے وجہ کفر قرار دیتے ہیں اور بدعت و جہل قرار دیتے ہیں اور ہمیشہ اس فکر میں ہوتے ہیں کہ جن باتوں کو وہ اپنے زعم میں گناہ جانتے ہیں وہ اسکی تشہیر اور اظہار میں کوشش کرتے ہیں حالانکہ وہ برائیاں حقیقت میں محاسن ہیں اُن کے نزدیک جو اسکا تجربہ کرتے ہیں جو لوگ کہ فقراء کے باطنی حالات سے بحث کرتے ہیں وہ ایسے امر کی انکشاف کے درپے ہیں جس سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور اسکے ستر کا حکم فرمایا ہو وہ جسے دیکھتے ہیں کہ لوگوں سے دُور رہتا ہو اور لباس سے ننگا ہو اور کھلے سر ننگے پاؤں رہتا ہو یا کوئی اور ہیئت اختیار کریں جس پر اللہ کے راستے پر چلنے والے رہا کرتے ہیں جو دنیا کو چھوڑ کر دانائی سے کام لیتے ہیں تو یہ لوگ انھیں کہتے ہیں کہ کتاب و سنّت اور اجماع و قیاس سے خارج ہیں یہ نہیں جانتے کہ یہی عمل بالکتاب کا طریقہ ہو اور یہی سنّتِ غرّاء کی عزیمت ہے

اور یہی اجماعِ عقلا ہی اور یہی قیاس ان سمجھداروں کا ہی جنکی نسبت کسی قائل کے شعر ہیں ؎
ان للّٰہ عبادا افطنا ٭ طلقوا الدنیا و خافوا الفتنا ٭ نظروا فیہا فلما عرفوا ٭
انہا لیست لحی وطنا ٭ جعلوہا لجۃ واتخذوا ٭ صالح الاعمال فیہا سفنا ٭
(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے کچھ سمجھدار بندے ہیں ٭ جو فتنہ کے خوف سے دنیا کو ترک کر دیتے ہیں ٭ جب اسمیں غور کیا تو سمجھ گئے ٭ کہ دنیا کسی زندہ کا وطن نہیں ہی ٭ تو انھوں نے دنیا کو عمیق دریا قرار دیا ٭ اور نیک عمل کو اسپر سے گذرنے کی کشتی بنائی ٭ وہ عمل ترکِ دنیا ہی ہو اور ماسوی اللہ سے اعراض ہے محض رخصتوں کا نام شریعت نہیں ہو اسمیں انھیں کوئی خواہش نفسانی نہیں ہی۔ گویا ان معترضین نے حق تعالیٰ کا یہ قول نہیں سُنا ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی یریدون وجہہ یعنی ان لوگوں کو اپنے پاس سے نہ نکالیٔ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی کی رضامندی کے خواہاں ہیں اور بھی ایسی آیتیں ہیں جنمیں فقراء کی فضیلت اور دُنیا اور خواہش نفسانی کی مذمت وارد ہوئی ہی اور ان احادیث صحیحہ کو بھی نہ سُنا ہی جو کہ مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چمڑے کے لباس کا اور اسکے پھٹ جانے کا ذکر فرمایا ہی۔ اویس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تجرید اور سیرت کا ذکر فرمایا اور اول کی نسبت فرمایا کہ انھیں اللہ اور رسول کی محبت نے اس ہیئت کی طرف بلایا ہے جیسے تم دیکھ رہی ہو اور دوسرے کی نسبت فرمایا کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھاوے تو حق تعالیٰ اُسکی قسم پوری کر ینگے۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سادگی ایمان سے ہی اور فرمایا فقراء پانچ سو سال پہلے غنیاء سے جنت میں جائیں گے۔ اور فرمایا یہ شخص ایسے جیسے زمین بھر آدمیوں سے اچھا ہی۔ اور فرمایا پھر وہ شخص افضل ہی جو کہ لوگوں سے جدا ہو کر کسی پہاڑ کی گھاٹی میں اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوں۔ اور فرمایا دنیا میں تو اسطرح رہ کہ گویا تو مسافر ہے یا راستہ قطع کرنے والا ہے نیز وہ حدیث جسمیں ذکر ہے کہ نبی علیہ السلام نے سعد بن عبادہ کی عیادت فرمائی۔ آپ کے ساتھ ایک ایسا گروہ تھا جن کے بدن میں نہ کرتا تھا نہ سر پر ٹوپی تھی نہ پاؤں میں جوتا تھا نہ موزے تھے اسیطرح کی اور اور روایتیں جو ترکِ زینت اور فقر و فاقہ اور ہیئتِ مخصوصہ کی ترک میں وارد ہوئی ہیں یہی حالت اُن صحابہ اور تابعین کی تھی جو متقی اور زاہد تھے اور ایسے ہی سلف صالحین میں عابد بھی رہتے تھے جو مجرد ہوتے تھے اور دنیا کو ترک کرتے تھے اور آخرت کی طرف مشغول

ہوتے تھے اور لوگوں سے بچتے تھے اور اللہ کے ذکر کیواسطے خلوت اختیار کرتے تھے اور قریب اور عزیزوں سے بھاگتے تھے اور وطن سے مسافرت کرتے تھے اور جابجا جنگلوں میں سیر کرتے پھرتے تھے جیسا کہ بعض فقراء کے اشعار ہیں ؎

وشتت العزمات لا یلوی علی	اهل ولا مال ولا جیران
الف السری حتی کان رحیله	للبین رحلته الی الاوطان

(ترجمہ) ان کے ارادے کیسے متفرق ہیں وہ نہیں مائل ہوتے + اہل کیطرف نہ مال کی طرف نہ ہمسایوں کی طرف + وہ سفر کے ایسے دلدادہ ہیں گویا اُن کا وہ کوچ + جو جدائی کیواسطے ہے ایسا ہی کہ وطن کو کوچ کر کے جا رہے ہیں + تعجب ہے ان لوگوں پر جو صوفیہ سادات پر خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے طعن کرتے ہیں یہ لوگ ان کی محاسن زاہرہ اور انوار ظاہرہ اور ان کی معانی واضحہ کے دیکھنے سے کیونکر اندھے ہو گئے اور ان کی آبرو خراب کرنے کے واسطے تیار ہو گئے + اور ان کے اغراض سے واقف ہی نہ ہوئے تاکہ ان کی تصدیق کرتے اور ان کے علوم زاخرہ و معارف فاخرہ سے ان کے کان آشنا ہی نہ ہوئے کہ ان کی خوبیوں پر فریفتہ ہو جاتے۔ اس معنی میں میرے اشعار ہیں ؎

اذا انت لم تنظر بها حسن عزة	وتسمع معانی لفظها حین تنطق
اصم واعمی عن سماع ورویة	وفی ظلمة والنور حولك یشرق
وفی ربعها جار الخیام کغائب	له منزل غرب وعزة مشرق
فما قط تدری طعم حب جمالها	ولا انت ممن حسن عزة یعشق

(ترجمہ) جب تو نے محبوبہ عزّت کے حُسن و جمال کو نہیں دیکھا + اور گفتگو کے وقت اُسکے معانی و الفاظ کو نہیں سنا (تو ہر حال میں تو انکار حسن عزۃ میں معذور رہے) تو سننے سے بہرا اور دیکھنے سے اندھا ہو گیا + اور تو اندھیری میں ہی حالانکہ روشنی تیرے گرد چمک رہی ہے + عزۃ کے محل میں پڑوسی ایسا ہی جیسا کہ کوئی غائب شخص ہو کہ اسکا گھر مغرب میں ہو اور عزۃ مشرق ہی + تو نے کبھی حسن و عشق کا مزہ نہیں چکھا + نہ ابھی تک عشق عزۃ نے تیرے دل میں گھر کیا + واللہ اعلم بالصواب۔

خاتمہ منجانب مترجم

تمت بعون اللہ تعالے

روض الریاحین کی پانچ سو حکایات اور خاتمہ کی ایک فصل کا ترجمہ ہو گیا

والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔
اور مسلمانوں کے لئے دنیا و آخرت میں نافع بنائیں۔ آمین۔

خاتمۃ الطبع

لائق حمد وہ ذات واجب الوجود ہے کہ جس نے ایک لفظ کن سے تمامی کائنات کو کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر فرمایا۔ اور انبیاء وصلحا کو واسطے ہدایت گمراہان تیہ ضلالت کے مبعوث کیا اور قابل ثنا و توصیف وہ ذات جامع الکمالات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس نے فصحائے عرب و عجم کو اپنے کلام معجز نظام سے مسخر کر کے گنگ بنا دیا اور رحمت کاملہ نازل ہو ان کی آل و اصحاب و اتباع پر جنھوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید سے دنیا میں ایک سچا نمونہ ہدایت و ارشاد کا دکھا دیا اما بعد ناکارۂ خلائق جعفر علی نگینوی عرض رسا ہے کہ کتاب "نزہتہ البساتین" ترجمہ روض الریاحین جو مشتمل بر حالات اولیاء کرام و صلحائے عظام ہے نہایت آب و تاب سے مطبع مجیدی واقع کانپور محلہ پٹکاپور میں باہتمام حاجی محمد شفیع صاحب (مالک و مہتمم مطبع) ابن عالی جناب حاجی محمد سعید تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر ۸۵ بماہ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ مطبوع ہو کر جلا بخش قلوب مومنین موقنین ہوئی تھی۔

اب

باہتمام

حاجی محمد ذکی ابن حاجی محمد شفیع صاحب نبیرہ حاجی محمد سعید صاحب غفرلہ

۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء ایجوکیشنل پریس کراچی میں طبع ہوئی۔
امید ناظرین کرام سے یہ ہے کہ اس کتاب سے مستفید ہو کر مالک مطبع دکارکنان طبع کو دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے
والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والحمد للہ رب العلمین

(کتبہ رضا حسین)